طبقاتِ ابنِ سعد

جلد اوّل

مُصنّف
مُحمّد بن سعد
(المتوفی ۲۳۰ھ)

نفیس اکیڈمی
اُردو بازار کراچی
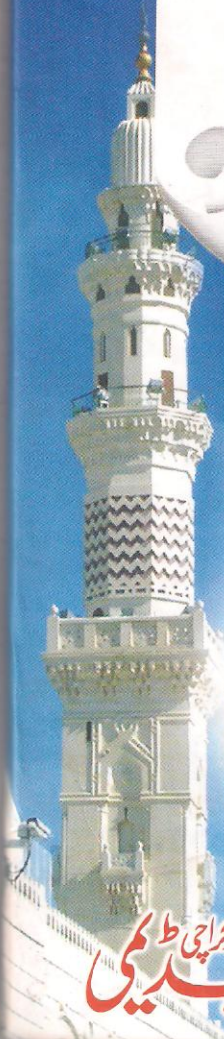
طبقات ابن سعد

حصہ اوّل

اخبار النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا مفصل تذکرہ، محققانہ اور مورخانہ انداز کا شاہکار
غزوات و سرایا کا تفصیل کے ساتھ جامع بیان

سرور کائنات کا مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات کرانے کی تفصیل اور مرض الموت اور وفات تک کے حالات، آخر میں حضرت ابوبکر صدیق، عبداللہ بن انس، احسان بن ثابت، کعب بن مالک، اروی بنت عبدالمطلب، عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہم کے محبت اور درد میں ڈوبے ہوئے مراثی بھی شامل کر دیئے گئے ہیں۔

ترجمہ
علامہ عبداللہ العمادی مرحوم

مصنف
محمد بن سعدؒ (المتوفی ۲۳۰ھ)

نفیس اکیڈمی
اردو بازار، کراچی

طبقات ابن سعد

نام کتاب .... طبقات ابن سعد (حصہ اوّل)

مصنف .... علامہ محمد بن سعد المتوفی ۲۳۰ھ

مترجم .... علامہ عبداللہ العمادی مرحوم

اضافہ عنوانات وحواشی .... مولانا عبدالمنان صاحب

ناشر .... نفیس اکیڈمی اردو بازار۔ کراچی

قیمت .... /- روپے

طبقات ابن سعد

مکمل آٹھ حصوں میں

حصہ اوّل	اخبار النبی ﷺ	حصہ پنجم	تابعین وتبع تابعین
حصہ دوم	اخبار النبی ﷺ	حصہ ششم	کوفے کے صحابہؓ وتابعین
حصہ سوم	سیرت خلفاء راشدینؓ	حصہ ہفتم	دور آخر کے صحابہؓ تابعینؒ وفقہاء
حصہ چہارم	مہاجرین وانصار	حصہ ہشتم	صالحاتؒ وصحابیات

ہر حصہ الگ الگ بھی دستیاب ہے۔

نفیس اکیڈمی
اُردو بازار، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرکارِ دو عالم ﷺ کی سیرت پر عظیم الشان کتاب کا تعارف

از چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندری

ابوعبداللہ محمد بن سعد البصری المتوفی ۲۳۰ھ کی شہرۂ آفاق کتاب "طبقات الکبیر" یا "الطبقات الکبریٰ" جس کا اردو ترجمہ اس وقت آپ کے سامنے پیش ہے۔ تذکرۂ رجال کی قدیم ترین چند کتابوں میں سے ایک مہتم بالشان کتاب ہے۔ نہ صرف اس لئے کہ یہ ایک بہت ہی وسیع تذکرہ ہے اور ایسے جزئی واقعات پر بھی اس کا احاطہ ہے جن کے ذکر سے دوسری کتابیں خالی ہیں۔ بلکہ اس لئے بھی اس کتاب کا بہت ہی عظیم الشان مرتبہ ہے کہ اس کتاب کا مصنف دورِ ہارون الرشید و مامون الرشید کا عالم ہے اور اس نے تذکرہ نویسی کے قدیم اُصول کے مطابق اپنے ہر بیان کے لئے چشم دید شاہدوں کے بیانات اسناد کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ ایک تو مصنف کے زمانے کی عہدِ رسالت مآب ﷺ سے قربت اور دوسرے بیان میں ذکر اسناد کی شرط نے اس کتاب کو زمانہ مابعد کے اہل علم وتحقیق کے لئے ایک خزانۂ علم بنا دیا۔ اور ہر زمانے کے علماء نے اس کتاب کو آنکھوں سے لگایا۔

یہ کتاب ۲۰۷ھ اور ۲۲۷ھ کے درمیان تقریباً بیس سال کے عرصہ میں لکھی گئی۔ قیاس ہے کہ یہ کتاب مصنف نے اپنے استاذ الواقدی کی وفات کے بعد لکھنی شروع کی ہوگی اور اس وقت ابن سعد کی عمر چالیس سال سے متجاوز ہوگئی ہوگی۔

یہ کتاب بغداد میں لکھی گئی اور ظاہر ہے کہ عربی زبان میں لکھی گئی تھی۔ اور یہی کتاب کیا سب ہی کتابیں عربی زبان میں لکھی جاتی تھیں۔ دُنیا میں یہی وہ زبان تھی جو قرآن حکیم کی زبان ہونے کا شرف رکھنے کے ساتھ ساتھ دُنیا کی سب سے بڑی علمی وادبی زبان کا درجہ رکھتی تھی۔ قدیم زبانوں کا دورِ اقبال مندی ختم ہو چکا تھا اور زمانہ مابعد میں علمی زبان کا مرتبہ حاصل کرنے والی زبانیں ابھی پیدا نہیں ہوئی تھیں۔

مصنف کے زمانے ہی میں اہل ذوق نے اس کی نقلیں حاصل کر لی تھیں اور مصنف کے بعد تو اس کثرت سے اس کی نقلیں علماء اور محققین نے تیار کیں کہ حروب صلیبیہ اور اس کے بعد ہلاکو خاں کے ہاتھوں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں ہی بڑے بڑے کتب خانوں کی تباہی کے باوجود اس کتاب کے مکمل و نامکمل نسخے دُنیا کے مختلف کتب خانوں میں محفوظ رہ گئے اور آج تک موجود ومحفوظ ہیں۔

طباعت کا جب دور آیا تو اس کتاب کی طباعت کا خیال مختلف دماغوں میں پیدا ہوا۔ لیکن ظاہر ہے کہ اتنی بڑی کتاب کی طباعت واشاعت کوئی آسان کام نہ تھا۔ اگرچہ ۱۷۹۸ء میں عربی کا مطبع مصر میں قائم ہو چکا تھا۔ اور اس کے بعد عربی زبان کے مطابع سب ہی جگہ قائم ہو گئے تھے۔ لیکن اس بے مثال کتاب کی اولین اشاعت کا فخر شہر آگرہ کو حاصل ہوا۔ اس کتاب کا ایک حصہ ۱۳۰۸ھ بمطابق ۱۸۹۱ء میں آگرہ سے چھپ کر شائع ہوا۔ یہ کام جاری نہ رہ سکا اس کے بعد ۱۳۲۲ھ میں جرمنی کے دو

مستشرقین مسٹر بروکلمان اور مسٹر سخاؤ نے ایک لاکھ روپے کی سرکاری امداد سے اس کتاب کی طباعت اور پروف خوانی کا کام شروع کیا جو برسوں تک ہوتا رہا۔ اور اس کتاب کے آٹھ حصے چھپ کر تیار ہوئے۔ اس کے بعد اور بہت دِنوں بعد مکتبہ صادر بیروت نے طبقات ابن سعد بہت خوبصورتی سے شائع کیا۔

اس عظیم الشان ماخذ تاریخ و تذکرہ کو اردو زبان میں ترجمہ کرنے کا خیال بھی انیسویں صدی کے اواخر میں پیدا ہو چکا تھا۔ لیکن کتاب کی ضخامت اور اس کی وسعت کو دیکھتے ہوئے اس کی طباعت و اشاعت کی ہمت کوئی نہ کر سکا۔ بالآخر دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن نے اس کے پانچ عربی حصوں کا اُردو ترجمہ مولانا عبداللہ العمادی سے کرا کر شائع کیا (۱۹۴۴ء) اور آخری تین حصوں کا اُردو ترجمہ ہم نے مولانا نذیر الحق صاحب میرٹھی سے کرایا ہے۔ اب یہ علمی شاہکار پہلی دفعہ مکمل شائع ہو رہا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ جس طرح ہماری دوسری کتابیں ملک بھر میں مقبول ہوئیں اور شائقین علم و ادب نے جس فراغ دِلی سے ہماری کتابوں کی اشاعت میں ہمارا ہاتھ بٹایا ہے اسی طرح طبقات ابن سعد کی توسیع اشاعت میں بھی میرے معاون ثابت ہوں گے۔ سچ تو یہ ہے کہ ان معاونین کے تعاون نے ہی مجھے اتنی بڑی بڑی ضخیم کتابوں کی اشاعت کی ہمت دلائی ہے میں اپنے ان سرپرستوں کا تہ دِل سے شکر گزار ہوں۔ میرے کرم فرماؤں کے اشتراک عمل سے ہی یہ انمول علمی خزانے زیور اشاعت سے آراستہ ہو سکے۔

ہم نے نفیس اکیڈمی سے تاریخ ابن خلدون اور تاریخ طبری جیسی ضخیم کتابوں کے ترجمے شائع کرنے کی جو ہمت کی تو یہ تقاضا ہوا کہ طبقات ابن سعد کے مکمل اُردو ترجمے کی اشاعت کا شرف بھی ہمیں ہی حاصل ہونا چاہئے۔ کتاب بڑی ضخیم اور کام بہت مشکل تھا۔ ترجمہ پر نظر ثانی اور اس کے بعد اچھی کتابت و طباعت سے مزین کر کے کتاب کا شائع کرنا اس دور گرانی میں کس قدر مشکل کام تھا۔ لیکن کوئی مشکل ایسی نہیں جو خدائے بزرگ و برتر کی توفیق و امداد سے سر نہ کر لی جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ آج ہم اس مہتم بالشان کتاب کو اُردو زبان میں اہل علم و تحقیق کی خدمت میں حسب ذیل آٹھ حصوں میں شائع کرنے کا فخر حاصل کر رہے ہیں۔

طبقات ابن سعد (مکمل آٹھ حصوں میں)

ترجمہ: عبداللہ العمادی

حصہ اوّل: اخبار النبی صلی اللہ علیہ وسلم
حصہ دوم: اخبار النبی صلی اللہ علیہ وسلم
حصہ سوم: سیرت خلفائے راشدین
حصہ چہارم: مہاجرین و انصار
حصہ پنجم: تابعین و تبع تابعین
حصہ ششم: اصحاب کوفہ (ترجمہ مولوی نذیر الحق میرٹھی)
حصہ ہفتم: دور آخر کے صحابہ تابعین و فقہاء
حصہ ہشتم: صالحات و صحابیات
(۲۲۱ھ تک کی خواتین اسلام کے حالات زندگی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

مولانا سید عبد القدوس ہاشمی

مسلمانوں نے قرآن مجید کے احکام کی صحیح تعمیل کے لئے خود قرآن ہی کے حکم کے بموجب رسول اللہ ﷺ کے ہر قول، ہر فعل اور ہر شان کو یاد رکھنے اور اسے آنے والی نسلوں تک پہنچانے کا ایسا عظیم الشان اہتمام کیا کہ اس کی کوئی دوسری مثال دُنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی اس طرح انھوں نے ہر چھوٹے سے چھوٹے واقعے کو اور معمولی سے معمولی بات کو محفوظ رکھا اور کیوں نہ محفوظ رکھتے جبکہ صحیح معنوں میں مکمل اور ہر پہلو سے مکمل شخصیت اس کرۂ ارض پر صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں۔ غور سے دیکھئے، بڑے سے بڑا آدمی صرف ایک یا دو پہلو سے یا ایک یا دو اعتبار سے ہی بڑا اور عظیم المرتبت آدمی نظر آئے گا۔ اگر اسی عظیم المرتبت آدمی کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو دیکھئے تو نقص اور ایسا نقص نظر آئے گا کہ حیرت ہوگی۔ ایک بہت بڑا روحانی پیشوا عدالت کے لئے اچھا عادل یا جہاد کے لئے اچھا اُمیر العساکر کہاں ملتا ہے۔

اس کے برخلاف خداوند تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کو ہر اعتبار سے ایک مکمل انسان بنایا تھا اور دُنیا کو حکم دیا تھا کہ ان کی اتباع کرو۔ ان ہی کی ذات میں اسوۂ کاملہ ملے گا گویا یوں سمجھئے کہ اسوۂ کاملہ ایک اور صرف ایک ہے باقی صاحب کمال سب کے سب ایک پہلو سے کامل اور دوسرے پہلو سے ناقص ہیں۔

یہ تھا وہ حقیقی سبب جس کی وجہ سے ساری اُمت اسلامیہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو محفوظ رکھنے پر مائل تھی اور آپ کی ایک ایک بات کو یاد رکھتی تھی۔ استاد اپنے شاگردوں کو اور باپ اپنے بیٹوں کو اس کی تعلیم دیا کرتے تھے حتیٰ کہ دو ڈھائی سو سال تک مسلمانوں میں لفظ علم صرف حدیث کے لئے مخصوص تھا اور دوسرے علوم کو علم نہیں بلکہ فن کہا جاتا تھا۔

علم الرجال ○ ہر حدیث حقیقتاً رسول اللہ ﷺ کے کسی قول فعل یا کسی اجازت وتقریر کی ایک عینی شہادت ہے۔ اور ہر شہادت کی جانچ پڑتال ضروری ہے۔ اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یعنی ان بزرگوں کے بعد جنہوں نے مشکوٰۃ نبوت سے بلاواسطہ براہ راست کسب نور کیا تھا یہ سوال پیدا ہوا کہ شاہدوں کو اچھی طرح دیکھ لیا جائے ان کے ذاتی حالات، حافظہ، سنجیدگی اور صداقت و ثقاہت کی تحقیق کی جائے۔ اس کوشش نے ایک جدید علم کو جنم دیا جسے علم الرجال کہا جاتا ہے۔ علم الرجال میں تقریباً ۲۵ ہزار اشخاص کے ذاتی خصائل و عادات کو محفوظ کیا گیا ہے۔ یہ اشخاص ہیں جنہوں نے کبھی کوئی حدیث بیان کی ہے۔

جب راویانِ حدیث کی جانچ پڑتال شروع ہوئی تو ان کے عہد اور ان کی معاصرت کی تلاش ہوئی تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کس راوی کی ملاقات کن کن شیوخ سے ہوئی اس طرح علم طبقات الرجال وجود میں آیا اور راویوں کو جانچنے کے لئے یہ تقسیم نہایت ہی اہم تھی ورنہ اس کے بغیر یہ معلوم کرنا ممکن نہ ہوتا کہ حقیقتاً کس راوی کی ملاقات کس شیخ سے ممکن ہے اور اگر ممکن ہے تو راوی کی عمر اور شیخ کی عمر ملاقات کے وقت کیا رہی ہوگی۔ اور اگر راوی کی عمر اتنی کم ہو کہ حدیث کو پوری طرح سمجھ ہی نہ سکے یا کہ شیخ کی عمر اتنی زیادہ ہو کہ بڑھاپے سے حواس مختل ہو چکے ہوں تو ایسی روایت قابل قبول ہی کہاں ہو سکتی ہے۔

اس طرح علم طبقات الرجال پر اہل علم نے توجہ کی اور کتابیں لکھی گئیں۔ ائمہ جرح وتعدیل نے اس پر اپنی عمریں صرف

کیں۔ بڑا کام کیا۔ ایک ایک راوی کی صداقت وثقاہت پر شہادتیں مہیا کیں اور کتابیں لکھیں۔ بعضوں نے جرح وتعدیل کی شہادتوں کو ثانوی درجہ دیا اور صرف تذکرہ ہی جمع کر دینے کو کافی سمجھا اور اس قسم کے تذکروں کی افادیت بھی کچھ کم نہ تھی۔ اس لئے ایسے تذکرہ نویس اور وقائع نگار حضرات کے کارنامے دُنیا کے بہترین علمی سرمائے سمجھے گئے۔

طبقات الرجال پر دو قدیم ترین کتابیں ہم تک پہنچ سکی ہیں۔ ایک محمد بن عمر واقدی متوفی ۲۰۷ھ کی کتاب طبقات جو طبقات واقدی کے نام سے مشہور ہے اور مختصر سی کتاب ہے اور دوسری محمد بن سعد بن منیع البصری الزہری المتوفی ۲۳۰ھ کی یہ وسیع اور ضخیم کتاب جو طبقات الکبیر یا طبقات ابن سعد یا طبقات الکبریٰ کے نام سے مشہور ومعروف ہے ابن سعد واقدی کے شاگرد اور ان کے سیکرٹری تھے۔ اس لئے طبقات الکبیر میں اکثر وبیشتر روایتیں واقدی کی بیان کردہ ملتی ہیں۔

ابن سعد ○ ابن سعد ۱۶۸ھ میں بمقام بصرہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد وہ بغداد آ گئے۔ یہ زمانہ ہارون الرشید کی خلافت کا تھا اور بغداد میں علم وہنر کا ایک مجمع تھا۔ یہاں اور حجاز میں جا کر ابن سعد نے بڑے بڑے علماء ومحدثین سے استفادہ کیا اس کے بعد واپس آ کر محمد بن عمر واقدی کے شاگرد ہوئے اور بالآخر واقدی کے سیکرٹری ہو گئے اور واقدی کی آخری عمر تک ان سے وابستہ رہے۔ اسی لئے یہ ابن سعد کاتب الواقدی کہلاتے ہیں۔ ۲۳۰ھ میں بمقام بغداد وفات ہوئی۔

واقدی ایک اخباری تھا اور اہل علم کے نزدیک قابل اعتبار وثقہ راوی نہیں سمجھا جاتا ہے اور حق یہ ہے کہ واقدی کسی طرح ثقہ اور قابل اعتبار سمجھا ہی نہیں جا سکتا۔ مغازی واقدی اور واقدی کی دوسری کتاب دیکھنے سے اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک قصہ گو اخباری ہے اس سے بلند مقام اسے نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن واقدی کا یہ نامی گرامی شاگرد یعنی ابن سعد اپنے استاد کے برخلاف ثقہ اور قابل اعتبار سمجھا جاتا ہے۔ واقدی کی طرح محض قصہ گو نہیں ہے۔

ابن سعد نے علم حدیث حاصل کرنے کے لئے سفیان بن عیینہ، ہشیم، ابن علیہ اور ان کے معاصرین کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے ہیں۔ وہ صرف واقدی کا ہی شاگرد نہیں ہے لیکن یہ فرق ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ نیکوکار، سنجیدہ اور صادق اللہجۂ راوی حدیث میں اور ایک اخباری وقائع میں فرق ہوتا ہے۔ اخباری اپنے بیان میں اس قدر محتاط نہیں ہوتا جتنا کہ ایک محدث اور راوی حدیث کو ہونا چاہئے۔ یورپ کے محقق مستشرقین بے چارے اس فرق کو نہیں سمجھتے۔ یا مسلمان سے دُشمنی کی وجہ سے سمجھنا نہیں چاہتے۔ ان کا مبلغ علم عربی کتابوں کی لفظی تصحیح اور فہرست سازی سے آگے نہیں بڑھتا۔ انہوں نے یقیناً قابل قدر کام اس سلسلے میں انجام دیئے ہیں۔ مگر مطالعہ کی کمی اور دل کے کھوٹ کی وجہ سے ہمیشہ ٹھوکریں کھائی ہیں۔ اور ابن سعد کی کتاب الطبقات الکبریٰ کے دو فاضل مصححین نے علامہ بروکلمان اور علامہ سخاؤ جنہوں نے ۱۹۰۴ء سے ۱۹۱۷ء تک اس کی تصحیح کی ہے اور مقدمہ لکھا ہے۔ ایک بڑی خدمت کی ہے۔ اس کے باوجود نہ تصحیح پوری کر سکے اور نہ اس کتاب کا مقام متعین کرنے میں وہ پوری طرح کامیاب ہو سکے۔

ابن سعد کی تین کتابوں کا ذکر متاخرین کی کتابوں میں ملتا ہے۔ الطبقات الکبریٰ یا طبقات الکبیر، دوسری طبقات الصغیر اور تیسری اخبار النبی۔ لیکن حقیقت واقعہ یہ ہے کہ یہ سب نام طبقات الکبیر ایک ہی کتاب کے مختلف نام ہیں۔ کتاب حقیقتاً ایک ہی ہے اس کے ابتدائی حصہ کو اخبار النبی کا نام دے دیا گیا کیونکہ اس حصہ میں نبی کریم ﷺ کی سیرت کا بیان ہے، آخری کو طبقات الصغیر کے نام سے موسوم کیا گیا، اور سب کو ملا کر طبقات الکبیر یا طبقات الکبریٰ کے نام سے یاد کیا گیا۔

طبقات پر مشتمل اسلوب ترتیب ○ طبقات ابن سعد کی ترتیب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے طبقات پر ہے۔ وہ سب سے پہلے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ ایک ایک چیز کے متعلق متعدد روایتیں پیش کرتے ہیں۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ کی سواری کے جانوروں کی تفصیل، حضور ﷺ کی مسواک، موزے اور دیگر

ضروریات زندگی کی تفصیلات یا غزوات سے متعلق جزئی و تفصیلی واقعات جس قدر طبقات ابن سعد میں مل جاتے ہیں اُتنے کسی دیگر کتابوں میں نہیں ملتے۔ تاریخ یعقوبی مغازی واقدی وغیرہ جو معاصرانہ تالیفیں ہیں اتنی تفصیلات مہیا کرنے سے قاصر ہیں۔

عہد رسالت کے بعد وہ ایک ایک مقام کی تعیین کے ساتھ وہاں کے رہنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کے حالات طبقہ بہ طبقہ بیان کرتے ہیں اور ہر بیان کے لئے سلسلہ سند پیش کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سندیں اس مرتبہ کی نہیں ہیں جس مرتبہ کی سند احادیث احکام کے لئے مطلوب ہوتی ہیں لیکن ایسی بھی نہیں کہ انہیں محض افسانہ قرار دیا جائے۔

ابن سعد سب سے پہلے بدری صحابہ کا ذکر کرتے ہیں اس کے بعد سابقون الاوّلون کا پھر مدینہ منورہ کے دیگر صحابہ کا اس کے بعد مدینہ منورہ کے تابعین کا یہ سارا تذکرہ زمانی طبقات پر مرتب ہوتا ہے اس کے بعد اسی ترتیب کے بموجب بصریین' کوفیین اور دیگر مقامات میں رہنے والے صحابہ و تابعین کا طبقات پر مرتب تذکرہ اس کتاب میں ملتا ہے اور آخری حصہ خواتین کے تذکرے پر مشتمل ہے اور مابعد میں لکھی جانے والی کتابوں مثلاً استیعاب اسد الغابہ اور الاصابہ سے زیادہ تفصیل کے ساتھ مل جاتا ہے۔

تذکروں کا طبقات پر مرتب ہونا اس زمانے میں بلکہ اس کے بعد بھی مقبول و معقول طریقہ رہا ہے۔ حتیٰ کہ شعراء و صوفیاء کے تذکرے بھی نہ صرف اس زمانے میں بلکہ اس کے بعد بھی کئی سو سال تک طبقات پر ہی مرتب ہوتے رہے ہیں۔ یہ طریقہ حقیقتاً زیادہ مناسب و مفید طریقہ ہے اس طریقے کی وجہ سے کتاب کے مسلسل پڑھنے والوں کے سامنے ایک ایک زمانہ پوری تفصیلات کے ساتھ آ جاتا ہے جو دوسرے طریقہ ترتیب سے نہیں آ سکتا۔

طبقات ابن سعد کی حیثیت ○ سب سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ طبقات الکبیر ایک تاریخی تذکرہ ہے۔ یقیناً یہ سب سے ممتاز اور اپنی عہد تالیف کے اعتبار سے چند اوّلین تذکروں میں سے ایک تذکرہ ہے۔ لیکن بہر حال اسے حدیث کا کوئی مجموعہ نہیں قرار دیا جا سکتا اس سے کسی کو انکار نہیں کہ ابن سعد نے حدیث کا علم حاصل کیا تھا اور وہ ثقہ رواۃ حدیث میں سے ہیں۔ مگر یہ کتاب انہوں نے بطور مجموعہ حدیث کے نہیں لکھی ہے بلکہ اس زمانے کے اُصول تذکرہ نویسی کے بموجب ایک تذکرہ لکھا ہے۔

تاریخی روایات کے پرکھنے کا عام عقلی قاعدہ یہ ہے کہ ہر روایت کو چار تنقیحات سے گزرنے کے بعد ہی قبول کیا جا سکتا ہے:

1. جو واقعہ بیان کیا جائے اس کے لئے امکان عقلی اور امکان عادی موجود ہو۔ اگرچہ امکان واقعہ دلیل واقعہ نہیں مگر دونوں قسم کے امکان کا ہونا ضروری ہے۔
2. ظرف زمان و ظرف مکان کے تقاضے واقعہ کے خلاف نہ ہوں۔
3. یہ دُنیا عالم اسباب ہے اس لئے کوئی سابقہ مسلمہ واقعہ ایسا ضرور مل جانا چاہئے جو اس واقعہ کا سبب قرار پا سکے۔
4. ہر واقعہ اپنا ایک اثر رکھتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ واقعہ کے بعد اس کے اثرات پیدا ہوں۔

جب ان چار تنقیحات پر کوئی واقعہ ثابت ہو جاتا ہے تو اس کے بعد یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس واقعہ تاریخی کا راوی کس درجہ کا آدمی ہے۔ صادق' سنجیدہ اور قابل اعتبار راوی ہے یا نہیں اور اس راوی کو اس واقعہ کا علم کس طرح حاصل ہوا ہے۔ خود راوی اور اس کے اساتذہ میں دین داری اور دیانت' بیان کس قدر پایا جاتا ہے۔

ان مراحل سے گزرنے ہی کے بعد کسی واقعہ کو واقعہ تاریخی قرار دیا جا سکتا ہے۔ ورنہ رام لیلا اور راس لیلا کی کہانیوں سے زیادہ اونچا مقام اس روایت کو نہیں مل سکتا۔

یہی وہ عقلی تنقیح ہے جس سے بے پرواہی کا نتیجہ آپ کو علامہ بروکلمان کی تاریخ اسلام سر ولیم میور کی سیرۃ النبی ﷺ اور مسٹر منٹگمری واٹ کی کتابوں میں دکھائی دیتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ یورپ کے یہ مستشرقین کتاب الاغانی اور الف لیلہ و لیلہ جیسی

کتابوں سے تاریخی واقعات کی تکمیل کرتے ہیں۔ حالانکہ خود ابوالفرج الاصفہانی کے ذہن میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ کسی زمانے میں یورپ کے کوئی بڑے علامہ اس کی کتاب کو محققانہ تاریخی کتاب قرار دیں گے وہ تو اپنے زمانے تک کے شاعروں اور گویوں کا تذکرہ لکھ رہا تھا اور وہ بھی محض یاداشت کے لئے نہ اس نے کبھی کسی روایت کی تنقیح کی ہے اور نہ اسے اس کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ اگر آج کوئی شخص پریم بیتی اور لوک پران سے ہندوستان کی تاریخ مرتب کر دے تو اسے کیا کہا جائے گا۔

علامہ ابن سعد کی یہ ضخیم اور کئی اعتبارات سے بے مثال کتاب طبقات الکبیر تاریخی روایات کا ایک مجموعہ ہے' اسے اس بنا پر رد نہیں کیا جا سکتا کہ ان کے استاد الواقدی ضعیف اور غیر ثقہ راوی تھے اور نہ صرف اس بنیاد پر اس کتاب کی ہر روایت واجب القبول قرار پا سکتی ہے کہ خود علامہ ابن سعد ایک ثقہ اور معتبر راوی کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس کتاب میں علامہ نے جو روایتیں پیش کی ہیں ان کی حسب قاعدہ تنقیح کے بعد انہیں قبول بھی کیا جا سکتا ہے اور رد بھی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ بات کتاب کی اس قدر و قیمت کو گھٹا نہیں سکتی کہ یہ قدیم ترین تذکرہ اور بہت ہی تفصیلی تذکرہ ہے اور اس قدر قیمتی تذکرۂ روایات ہے کہ اس زمانے کا کوئی دوسرا مجموعہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

یہ صحیح ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الاُم یا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الموطا کا درجہ اسے حاصل نہیں' لیکن بالکلیہ نا قابل اعتبار بھی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے علامہ ابن سعد کے بعد تاریخ و تذکرہ لکھنے والوں نے ایک بڑا ہی مہتم بالشان ماخذ قرار دیا اور پوری طرح اس سے استفادہ کیا۔

ان بزرگ مؤرخین میں جنھوں نے طبقات ابن سعد سے اپنی کتابوں کی تالیف میں فائدہ اُٹھایا ہے حسب ذیل مصنفین کے نام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں:

ابن ابی الدنیا' علامہ بلاذری' ابن عساکر الدمشقی' امام ذہبی' امام ابن حجر العسقلانی' خطیب بغدادی' امام جزری' ابن العماد الحکری' ابن خلکان اور خلیل بن ایبک الصفدی۔

طبقات الکبیر کے ایک عظیم ماخذ ہونے کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ مندرجہ بالا علمائے تاریخ و تذکرہ نے اپنی کتابوں میں ابن سعد سے روایتیں نقل کی ہیں اور بعد تنقیح و تائید ان میں سے اکثر روایتوں کو قابل قبول قرار دیا ہے۔

الغرض علامہ ابن سعد کی طبقات الکبیر کو قدیم ترین ماخذوں میں ایک بلند مقام حاصل رہا ہے اور ہمیشہ یہ مقام حاصل رہے گا۔ اگر چہ اسے صحاح یا سنن کا مرتبہ نہیں دیا جا سکتا۔ مگر ایک معتبر مجموعۂ روایات اور ایک قدیم و وسیع تذکرہ کا مرتبہ تو اسے بہر حال حاصل ہے۔

عزیز خالد اقبال اور چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندری مالک نفیس اکیڈیمی نے اس عظیم المرتبت تاریخی تذکرہ کے اُردو ترجمہ کو چھاپ کر جو خدمتِ علم تاریخ اور زبان کی ادا کی ہے وہ ہر طرح سے قابل ستائش ہے۔ وہ نفیس اکیڈمی جس نے تاریخ طبری' تاریخ ابن خلدون' زاد المعاد اور بلاذری کی فتوح البلدان جیسی اہم کتابوں کے اُردو ترجمے شائع کئے ہیں یہ کارنامہ اسی کی ہمت سے انجام پا سکتا تھا اور انجام پایا۔ یقیناً کارکنانِ نفیس اکیڈیمی اس کارنامہ پر ہماری طرف سے اس کے مستحق ہیں کہ ان سے کہا جائے

آفرین باد بریں ہمت مردانہ تو

عبدالقدوس ہاشمی
کراچی۔ یکم رجب ۱۳۸۹ھ

فہرست مضامین

طبقات ابن سعد (حصہ اوّل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تلمیحاتؒ

اس ترجمے میں قدرے حسب ذیل امور کا التزام ہے جن کی جانب اشارہ ضروری ہے۔

❁ ہر ایک قوم ہر ایک زمانے اور ہر ایک زبان کی بعض بعض خصوصیتیں ہوتی ہیں جو دوسری قوم دوسرے زمانے اور دوسری زبان میں بمشکل نظر آ سکتی ہیں۔

عرب جاہلیت اور ان کی عربیت اپنی نمایاں خصوصیات کے لئے آج تک ممتاز ہے۔

عام ترجموں میں تمام خصوصیتیں' نظر انداز کر دی جاتی ہیں اور وہی مترجم کامیاب مانا جاتا ہے جو اپنی قوم' اپنی زبان اور اپنے زمانے کے مخصوص محاورات میں اُس کتاب کا ترجمہ کرے جو ایک اجنبی قوم نے اپنی خاص زبان میں صدیوں پیشتر تصنیف یا تالیف کی تھی۔

ترجمۂ طبقات کو آپ اس حیثیت سے نہایت ناکام پائیں گے۔ کیونکہ اس پرداز یہ ہے کہ عہد جاہلیت میں عربوں کی جو خصوصیتیں تھیں اور ادائے مطالب کے لئے اُن دنوں ان کی زبان خاص خاص حالتوں میں جیسے جیسے محاورات رکھتی تھی اردو ترجمہ میں وہ سب آ جائیں اور پھر طرزِ بیان غریب و ناموس بھی نہ ہو اور جہاں ناگزیر ہو غرابت پیش آئے اس کی علیحدہ تشریح کر دی جائے۔

❁ اردو میں خطاب کے لئے کئی لفظ ہیں: آپ' تم' تو۔ جو بہ اختلاف مدارج استعمال کئے جاتے ہیں۔ عربوں میں یہ تفریق نہ تھی لہٰذا بجز رسول اللہ ﷺ کے بقیہ سب کے لئے ترجمہ میں وہی طرزِ خطاب اختیار کیا گیا' جو ان دنوں مستعمل تھا۔

اسی طرح کے اور بھی بہت سے مراتب ہیں جو اردو میں ہیں اور عربی میں نہیں' یا ہیں تو کسی دوسرے انداز میں لیکن عربیت کا لزوم بہرحال مدنظر رکھا گیا کہ اہل بصیرت یہ بھی اندازہ کر سکیں کہ عربی زبان اور عربوں کی قوم کیا کیا خاص اطوار رکھتی تھی اور اردو میں ......کہاں تک اس سے ایتلاف یا اختلاف کی صلاحیت تھی۔

❁ زبانیں بیرونی تفریق کے علاوہ ایک اندرونی تفریق بھی رکھتی ہیں۔ مثلاً عربی زبان ہی کو لیجئے مراسلت کی زبان جدا ہے۔

خطابت کی زبان جدا ہے' ادب وانشاء کی زبان جدا ہے' فلسفہ وحکمت کی زبان جدا ہے' تفسیر وحدیث کی زبان جدا ہے' فقہ و اصول کی زبان جدا ہے' تاریخ وجغرافیہ کی زبان جدا ہے۔

کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین یا الفتح القسّی فی الفتح القدسی یا قلائد العقیان یا یتیمۃ الدھر یا عجائب المقدور تاریخ کی کتابیں تھیں۔ مگر ان میں زبان جو اختیار کی گئی وہ تاریخ کی زبان نہ تھی لہٰذا انہیں وہ حسن قبول حاصل نہ ہوا۔ جو انہیں کی زبان اختیار کرنے سے ہمدانی وحریری کی کتابوں کو حاصل ہوا تھا۔ کیونکہ ہمدانی وحریری نے جس فن میں کتابیں لکھیں۔ اسی فن کی زبان بھی اختیار کی اور اُن حضرات نے تاریخ تو لکھی مگر زبان ادب وانشاء کی رکھی۔

اس ترجمے میں اُسی زبان کا اتباع کیا گیا ہے جو علم رجال کی خاص زبان ہے ساتھ ہی یہ التزام ہے کہ عبارت شستہ شگفتہ اور سلیس ہو کسی قسم کا اغلاق وتعقید وتصنع واضطراب نہ آنے پائے اور یہ ترجمہ اصل کتاب کے روشن ترین ادبی امتیاز کا آئینہ دار ہو سکے۔

۴۔ بہت سے محاورات ایسے ہیں جو اس کتاب میں غریب نظر آئیں گے' مثلاً کانوا یعذرون کے عام معنی یہی سمجھے جائیں گے کہ وہ لوگ عذر کرتے تھے' یا معذرت کرتے تھے' یا بہانہ کرتے تھے' حالانکہ مفہوم ختنہ کرنے کا ہے۔

من شرما مر علی الجبال جبال کے معنی پہاڑوں کے متبادر ہوں گے۔ حالانکہ اصل میں جبلتیں اور طبیعتیں مراد ہیں۔

کانت تشرب انوفھم قبل شفاھم میں لب سے پہلے ناک کے تر ہونے کا گمان ہوگا۔ حالانکہ خصائص جاہلیت کے جاننے والے جانتے ہیں کہ ایسے محاورات سے قوم الفت' اباءِ ضیم' عزتِ نفس اور خودداری کا اظہار مقصود ہوتا تھا۔

الی غیر ذلك ممّا یحذ و حذوہ اصل سے تطبیق دیتے وقت اگر ترجمہ میں کوئی ایسا اشتباہ محسوس ہو تو اس نکتہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی تحقیق کرنی چاہئے۔ وما ابرّئ نفسی ان النفس لا مارۃ بالسّوء، الاّ مَا رحم ربی' انّ ربّی لغفور رحیم۔

۵۔ مضامین ومطالب کے عنوانات مترجم نے خود قائم کئے ہیں اور شمارۂ ترتیبی کا مسئول بھی وہی ہے جس سے محض توضیح مطلوب تھی۔

۶۔ ہر قوم اپنی فعالیت کے سادہ وبے تکلف عصر عمل بہت سے تعظیمی الفاظ کی خوگر نہیں ہوا کرتی' دِل سے تو اپنے بزرگوں کی انتہائی تعظیم کرتی ہے مگر ظاہری ایقاب عظمت سے ان کے نام کو گراں بار نہیں بنایا کرتی' عرب اس ادائے خاص کے لئے آج تک شہرۂ آفاق ہیں اور اس خصوصیت سے روشناس کرنے کے لئے ترجمے میں بھی یہی رعایت رکھی گئی ہے۔

آخر میں مترجم اپنی بے بضاعتی کا اعتراف کرتے ہوئے محض جنابِ الٰہی سے افادۂ عموم وحسنِ قبول کا طلب گار ہے۔

ربّنا تقبل منا انك انت العزیز الحکیم، ربّ اغفرلی خطیئتی یوم الدین، واجعل لی لسان صدق فی الآخرین، ولا تخذنی یوم یبعثون، یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللّٰہ بقلب سلیم۔

و آخر دعوانا عن الحمدللّٰہ ربّ العالمین

اسلوب روایت کی اہمیت

اسلام کے ابتدائی عہد مدنیت میں کسی واقعے کے موثق ماننے کے جو طریقے تھے ان میں ایک سبیل خاص یہ بھی تھی کہ سلسلہ روایت آخر تک مسلسل ہو' فرض کیجئے آج آپ ایک واقعے کا تذکرہ کر رہے ہیں جو آج سے ایک سو برس قبل گزرا تھا۔ اس کی واقعیت کی وادی تحقیق میں آپ کا پہلا قدم راویوں کی جانب بڑھے گا جس سے آپ نے یہ داستان سنی ہے۔ اس نے فلاں سے فلاں سے فلاں نے فلاں سے سنی تھی۔ تا آنکہ آخری راوی وہ شخص تھا جو واقعے میں بذاتِ خود شریک تھا اور اس کے سامنے یہ باتیں پیش آئیں۔

یہ ایک ممتاز خصوصیت تھی جس کا علمبردار دُنیا بھر میں اکیلا ایک اسلامی تمدن ہی گزرا ہے اور وہی اپنے سلسلۂ رواۃ سے اہل نظر کے لئے ایک وسیع ذخیرۂ انتقاد فراہم کرتا ہے کہ جس واقعہ کی' خواہ وہ کسی زمانے کا ہو جب آپ چاہیں تعدیل یا تجریح کر سکتے ہیں۔ اس کے راوی ثقہ' صحیح العقول' سلیم العقل' قوی الحفظ' مسند الوقت وغیرہ وغیرہ تھے یا نہیں' اور روایت کا تسلسل قابل اطمینان صورت میں آخر تک پہنچتا ہے یا بیچ میں کہیں منقطع تو نہیں ہو جاتا۔

علم حدیث وفن تاریخ ہی اس طغرائے امتیاز سے مزین نہ تھے بلکہ ہر جگہ یہی تعمیم تھی۔ حتیٰ کہ موسیقی کے متعلق جن لوگوں نے کتابیں لکھیں یہ خصوصیت ان کے بھی پیش نظر رہی۔

دائرہ جتنا وسیع ہوتا گیا اسی تناسب سے پہنائیاں بھی بڑھتی گئیں' اس زمانے میں تو ایک بڑی حد تک چھاپے خانوں نے تصنیف و تالیف اور ترجمے کی اشاعت اپنے ذمہ لے رکھی ہے جس نے ہر قلم کش کو صلائے عام دے دی ہے کہ مصنف بنے' مؤلف بنے۔ مترجم بنے جو چاہے بنے

کہ ہیچ کس نشناسد ہمائے را از خاد

قلم کشی یا ورّاقی سے وہ زمانہ بھی خالی نہ تھا مگر ان دنوں دستور یہ تھا کہ اہل علم جو کتاب مدوّن کرتے ایک عام حلقے میں اس کا درس بھی دیتے جہاں اس کے معیار کا اندازہ ہو جاتا کہ ناقص ہے یا کامل ہے' یا کیا ہے۔ اس نقد و اختیار میں اگر کتاب کامل المعیار اُترتی تو صاحب کتاب سے اور باب کمال اس کی روایت کرتے اور انہیں کی روایت سے وہ مشہور ہوتی۔ ابن سعد کی طبقات کبیر بھی اسی سلسلۂ روایت سے شہرۂ آفاق ہوئی جس کا تسلسل یوں ہے:

طبقات ابن سعد کا سلسلۂ روایت:

ابن سعد کا پورا نام ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع تھا۔ طبقات کی روایت ان سے ابومحمد الحارث بن محمد ابی اسامہ التمیمی نے روایت کی' ابومحمد سے ابوالحسن احمد بن معروف بن بشر بن موسیٰ الخشاب نے ابوالحسن سے ابوعمر محمد بن العباس بن محمد بن زکریا بن یحییٰ بن معاذ بن جویہ الخزاز نے' ابوعمر سے ابومحمد الحسن بن علی بن محمد بن الحسین بن عبداللہ الجوہری نے ابومحمد سے قاضی ابوبکر بن محمد بن عبدالباقی بن محمد بن عبداللہ الانصاری نے قاضی ابوبکر سے ابومحمد بن عبداللہ بن وہیل بن علی بن کارہ نے' ابومحمد سے شمس الدین ابو الحجاج یوسف بن خلیل بن عبداللہ الدمشقی نے جو ملک شام کے مسند الوقت محدث تھے شمس الدین ابوالحجاج سے شرف الدین ابومحمد عبدالمومن بن خلف بن ابی الشمس الدمیاطی نے روایت کی اور انہیں کی روایت سے دُنیا بھر میں یہ کتاب پھیلی جو محدث بھی تھے' عالم بھی تھے' حافظ بھی تھے۔ بہت سے فنون میں دستگاہ رکھتے تھے' اور علم انساب و تاریخ کے تو مرد میدان تھے۔

مختلف عنوانات کے ذیل میں مصنف نے جن جن راویوں سے روایتیں کی ہیں' ان سب کے سلاسل اسناد بہ امتثال اوامر مجلس معارف ترک کر دینے پڑے تاہم آخری راوی کا نام کہ واقعہ کا راوی' اوّل وہی ہوتا ہے ہر وقت میں آپ کو نظر آئے گا اور اگر فن رجال پر آپ کو عبور ہے تو صرف اس ایک راوی کی منزلت شناسی بھی روایت کی حقیقت واضح کر دے گی۔

واللہ المستعان و بہ الاعتصام

کتاب اور صاحب کتاب

اس کتاب کے مصنف حافظ علامہ ابوعبداللہ محمد بن سعد الیربوعی ہیں جن کو قبیلہ بنی یربوع سے خاندانی انتساب تھا۔ بصرہ میں یہ خاندان مقیم تھا اور وہیں ابن سعد پیدا ہوئے۔

ان کی ابتدائی زندگی سادات بنی ہاشم کی غلامی میں گزری' بہت دنوں تک محمد بن عمر الواقدی کی کتابت بھی کرتے رہے حتیٰ کہ ''کاتب واقدی'' ہی کے نام سے مشہور بھی ہوئے۔

اسی زمانے میں مشاہیر ائمہ سے استفادہ کرتے رہے اور جب آزاد ہوئے تو تمام زندگی نشر علم کے لئے وقف کر دی۔

بغداد میں آ کے مقیم ہوئے جو علم و حکمت کا مرکز تھا۔ بڑے بڑے نامور محدثین مثلاً ہشیم' سفیان بن عیینہ' ابن علیہ' ولید بن مسلم سے حدیثیں روایت کیں اور اس طرح اسلام نے اپنے غلام کی وہ تربیت کی کہ آزادگان روزگار اس کے حلقہ بگوش ہو گئے۔

اس باب میں اتنا شغف تھا کہ جو بزرگ نیچے طبقے کے تھے مگر جلالت شان میں وہ سابقین پر فوق لے گئے تھے ابن سعد ان سے بھی روایت کرتے ہیں اور یہی باعث ہے کہ شیخ الاسلام فی الحدیث یحییٰ بن معین سے انہوں نے اکثر روایت کی ہے۔

قریب قریب جتنے اساطین علم حدیث گزرے ہیں' سب کے سب انہیں ثقہ وثبت وصدوق و حجت مانتے ہیں۔ چنانچہ علم الرجال کے بزرگ ترین نقاد ابوحاتم نے بھی ان کی توثیق کی ہے نہایت اعلیٰ یہ کہ مشائخ محدثین کو ان کی شاگردی کا فخر ہے ابن ابی الدنیا جیسے یکتائے روزگار ان کے حلقۂ درس میں بیٹھتے ہیں اور ان کی سند سے حدیثیں روایت کرتے ہیں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہ علو منزلت کے شہرۂ آفاق ہیں ان کے مجموعۂ احادیث کے اجزاء منگا منگا کے استفادہ کیا کرتے تھے۔

ابن سعد مختلف علوم اسلام کے جامع تھے جن کی جامع ومختصر تقسیم یوں ہو سکتی ہے:

۱. حدیث بجمیع الاصناف.
۲. غریب القرآن و غریب الحدیث. یہ بھی قسم اوّل ہی کا ایک شعبہ ہے مگر ابن سعد کے تجر وتفنن نے اس میں ایک مستقل حیثیت پیدا کر لی تھی۔
۳. فقہ
۴. تاریخ
۵. ادب
۶. سیرۃ النبی ﷺ اخبار صحابہ رضی اللہ عنہم

قدمائے مصنفین ان تمام علوم میں ان کو سرآمد زمانہ تسلیم کرتے آئے ہیں۔

تین مبسوط و مستقل کتابیں انہوں نے یادگار چھوڑیں:

① طبقات کبیر

② طبقات صغیر

③ تاریخ اسلام

ان میں دو آخری کتابیں دُنیا سے ناپید ہو چکی ہیں۔ اوّل الذکر بھی ناپید تھی مگر مستشرقین المانی کی کوششوں نے اس گمشدہ گوہر شب چراغ کو ڈھونڈ نکالا اور اعلیٰ حضرت بادشاہ اسلام ظل اللہ فی الارضین محی الملۃ والحکمۃ والحق والدین عمدہ ملوک والسلاطین نظام الملک آصف جاہ سابع تاجدار دکن ایدہ اللہ وابد دولتہ ورفع شاوہ وشید شوکتہ کی بدیع المثال معارف نوازی و معالم افزازی کے طفیل میں آج اس کا اردو ترجمہ ہدیۂ اہل نظر ہے۔

اس فن میں جس قدر معروف مصنفات ہیں یہ کتاب تقریباً ان سب کی ماخذ ہے اور سب ہی نے اسے مستند مانا ہے۔ اس میں ایسے ایسے سبق آموز واقعات ملتے ہیں جو کسی دوسری تاریخ میں مل ہی نہیں سکتے بایں ہمہ دو خاص باتیں نظر انداز نہیں ہو سکتیں۔

① انبیائے سابقین علیہم السلام کے حالات میں کتاب اللہ واحادیث رسول اللہ ﷺ سے جو باتیں زائد مذکور ہیں وہ عموماً عہد جاہلیت یا اس کے قریبی زمانے کے یہودیوں اور عیسائیوں سے ماخذ ہیں۔ جنہیں اہل کتاب کہتے تھے اور جن کے پاس تورات و تلمود و شروح و حواشی اور ایک سو کے قریب متناقص المطالب و متخالف المعانی انجیلوں کا ایک بڑا طومار تھا۔

جو واقعات اہل کتاب روایت کرتے تھے علمائے عرب انہی کی ذمہ داری پر ان کو نقل کر دیتے تھے اور ان کی تحقیق کے متعلق یہ اصل الاصول قرار دے رکھا تھا کہ **لا نصدقها و لا نكذبها** (ہم ان کہانیوں کی نہ تصدیق کرتے ہیں نہ تکذیب)۔

اہل عرب کے شان تحقیق اصل میں وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں سے تاریخ اسلام کا آغاز ہے اور اسی کی تعدیل و تمحیص ان کی منشائے حقیقی بھی ہے۔

② اس کتاب میں معجزات کی اکثر روایتیں موجود ہیں اور یہی وہ خار ہے جو ہمارے زمانے کی مادی آنکھوں میں کھٹکتا ہے۔ یہ بزرگ سمجھتے ہیں کہ قانون قدرت کے تمام واقعات پر گویا وہ حاوی ہو چکے ہیں اور ان کی رائے میں کسی خارق عادت کا صدور گویا ناموس فطرت کے مناقض ہے۔ یہی باعث ہے کہ اس کتاب سے بھی وہ بدگمان ہو رہے ہیں لیکن اس کو کیا کریں گے کہ اسلام ہی نہیں دُنیا کے ہر ایک مذہب کا بڑا سرمایہ معجزات سے معمور ہے اور خود علم و حکمت بھی اصلاً اس کے منافی نہیں۔

عقل را نیست سر عربدہ ایں جا بانقل
پنبہ را آشتی ایں جابہ شرار افتاد است

یہ مقام اس بحث کی توسیع کا نہیں ہے۔ اہل نظر کو خاص اسی مسئلے کی علمی تحقیق کے لئے ایک مستقل کتاب کا انتظار کرنا چاہئے جو سرمۂ دیدۂ اولی الابصار ہو گی۔ ان شاء اللہ

وماتوفيقي الا بالله، عليه توكلت و اليه انيب

ایک مبسوط ناقدانہ مقدمے کو بھی اس ترجمے کے ساتھ ضرورت تھی اور خاص خاص روایتوں پر از روئے اصول تخریج وتعدیل مخصوص تعلیق بھی کرنی تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کا موقع نہیں ملا۔ تاہم اس ناصر العلوم الدینیہ والحضارۃ العربیہ والمدینۃ الاسلامیہ شہریار علم پرور معید حکمت وہنر متعنا اللہ بدوام حیاتہٗ وقوام آیتہ، بالحظ الاوفی والقسط الاوضرٗ ہی کا یمن اقبال ہے کہ جامعہ عثمانیہ میں اتنا بڑا وسیع کام ہوا اور ہو رہا ہے۔

ہر کرا باسبزش سر سودا باشد
پائے ازیں دائرۂ بیروں نہ نہد تاباشد

ابن سعد کا سنہ ولادت ۱۶۸ھ اور سال وفات ۲۳۰ھ ہے ۶۲ سال کی عمر تھی۔ جب واصل بحق ہوئے اور دارالسلام بغداد میں دفن کئے گئے۔ امام ذہبی کہ سرگروہ محدثین ہیں طبقات ابن سعد کو بڑے فخر سے روایت کرتے ہیں۔ اس تفاخر کی جو سند انہیں حاصل تھی۔ تقریباً اصل کتاب کی سند روایت بھی وہی ہے اور انہی صفحات میں علیحدہ ثبت ہو چکی ہے۔

اللہ اکبر ایک وہ زمانہ تھا کہ اسلام کے غلام اتنے بڑے امام ہوتے تھے ایسے سرکردہ انام ہوتے تھے اور اب ایک یہ وقت ہے کہ جو نام نہاد آزاد ہیں جہالت کے ہاتھوں وہ بھی اسیر اضطہاد ہیں فھل من مُدّکر؟

چوں ازو گشتی ہمہ چیز از تو گشت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

○

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَکِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ، وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

○

رَبَّنَا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ، صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ ۝ آمین.

خیر الانساب نسب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں سردار فرزندان آدم ہوں''۔

واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرزندان ابراہیمؑ میں اسماعیل علیہ السلام کو اولادِ اسماعیلؑ میں بنی کنانہ کو بنی کنانہ میں قریش کو قریش میں بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو برگزیدہ فرمایا ہے''۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے زمین کے دو برابر حصے کیے جو بہترین حصہ تھا مجھے اس میں رکھا۔ اس حصے کی بھی تین تہائیاں کیں''۔

جو بہترین تہائی تھی مجھے اس میں رکھا یہ تخییر کر لی تو اقوامِ انسانی میں سے قوم عرب کو پسند فرمایا' عرب میں قریش کو قریش

میں بنی ہاشم کو بنی ہاشم میں اولاد عبدالمطلب کو اور ان میں سے مجھ کو۔

محمد بن علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے عربوں کو پسند ٹھہرایا' ان میں سے کنانہ بن نضر بن کنانہ کو ان میں قریش کو' قریشیوں میں بنی ہاشم اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو اپنی پسندیدگی کا شرف بخشا (راوی کو شک ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنانہ کا نام لیا تھا یا نضر بن کنانہ ارشاد ہوا تھا)۔

عبداللہ بن عبید بن عمیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی عربوں کی جانب معطوف ہوئی' عربوں میں سے بنی کنانہ' کنانیوں میں قریش' قریشیوں میں بنی ہاشم اور ہاشمیوں میں سے میرے ساتھ یہ پسندیدگی مخصوص ہوگئی''۔

حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں سابق العرب ہوں''۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت ﴿ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ ﴾ ''ایک پیغمبر جو تم ہی میں سے ہے'' کی تفسیر میں روایت ہے کہ وہ کہتے تھے: ''اہل عرب! وہ پیغمبر تمہاری ہی اولاد تو ہے۔ یعنی جو نسبتی سلسلہ تمہارا ہے وہی اس کا بھی ہے''۔

مجاہد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں شب کو بادیہ نورد تھے۔ مصیبت میں ایک شخص بدرقے کا کام دے رہا تھا۔ ناگاہ ایک حدی سرا کی آواز سنائی دی جس کے آگے کچھ اور لوگ بھی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رفیق سفر سے فرمایا کیا اچھا ہوگا کہ ان لوگوں کے حدی سرا سے ہم بھی جا ملیں۔ یہ اشارہ پاتے ہی ہم نے قدم بڑھائے' نزدیک ہوئے تا آنکہ جا ملے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: مِمَّنِ القوم؟ (تم لوگ کون ہو؟) انہوں نے جواب دیا: مضری۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھی مضری ہوں۔ و فی حادینا فسمعنا حادیکم فاتینا کم (ہمارا حدی خواں کچھ سست ہو گیا ہے۔ ہم نے تمہارے حدی خوان کی آواز سنی تو پاس آ گئے)۔

یحییٰ بن جعدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگوں سے ملے جو سوار تھے۔ پوچھا: ممن القوم؟ (تم لوگ کس قبیلے سے ہو؟) انہوں نے جواب دیا: مضری۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: و انا من مضری (میں بھی مضری ہوں)۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم ایک ایک جانور پر کئی کئی سوار ہیں اور بجز دوسودوں کے ہمارے پاس کوئی شے سفر بھی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: رداف ما لنا زادٌ الا الاسودان[1] التمر و الماء (ہم بھی اسی حال میں ہیں ہمارے پاس بھی بجز دونوں اسود یعنی چھوارے اور پانی کے اور کوئی توشہ نہیں)۔

طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے کہ ایک حدی سرا کی آواز سنائی دی۔ آپ اسی آواز کی سمت ہو لئے اور ان لوگوں کے پاس آ گئے۔ قریب پہنچ کر فرمایا: ہمارا حدی سرا سست ہو گیا تھا۔ ہم نے تمہارے حدی سرا کی آواز

---

[1] عربی محاورے میں چھوارے اور پانی کو الاسودان کہتے ہیں۔ یعنی دونوں اسود۔ یہاں اسود کے معنی سیاہ کے نہیں ہیں بلکہ عظیم و جلیل کے ہیں کہ حیات انسانی کے لئے اہل عرب آب و خرما کو اعظم اشیاء سمجھتے تھے۔ لطیف پانی کو اسی بناء پر (سُوَیدہ) بھی کہتے ہیں۔

سنی‘ یہی سننے کے لئے ہم یہاں آئے ہیں پھر کچھ وقفے کے بعد پوچھا: تم لوگ کون ہو؟ جواب ملا: مضری ۔ فرمایا: میں بھی مضری ہوں ۔ ان لوگوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! پہلے پہل جس نے حدی سرائی کی اس کا واقعہ یوں ہے کہ ایک مرد مسافر نے حالت سفر میں اپنے غلام کے ہاتھ پر اس زور سے ڈنڈا مارا کہ اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا ۔ غلام اسی حالت میں اونٹ کو چلا رہا تھا اور کہتا جاتا تھا: وا یداہ ، وا یداہ، ھیبا، ھیبا،[1] اس کی آواز سے اونٹ چلنے لگے ۔

یحیٰ بن جابر رحمۃ اللہ علیہ جنہیں بعض صحابہ رسول اللہ ﷺ کا شرف تابعیت حاصل تھا‘ کہتے ہیں کہ قبیلہ بنی نہر نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ یا حضرت! آپ تو ہم میں سے ہیں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (حضرت) جبرئیل علیہ السلام مجھے خبر دیتے ہیں کہ میں قبیلۂ مضر کا ایک فرد ہوں ۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ نے باتوں باتوں میں قبیلۂ مضر کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا: سردار فرزندانِ آدمؑ تو تم ہی میں سے ہیں (یعنی رسول اللہ ﷺ) ۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ قبیلۂ کندہ کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کے حضور میں حاضر ہوا جس کے ارکان و اعضا یمن کی منقش چادروں کے بنے ہوئے جبے پہنے تھے اور ان کی جیبوں[2] اور آستینوں کے حاشیے دیبا کے تھے ۔

آنحضرت ﷺ نے استفسار فرمایا: کیا تم لوگ مسلمان نہیں؟ وفد نے کہا: بے شک ہم مسلمان ہیں ۔ فرمایا: تو پھر اسے (ریشمی حاشیے کو) نکال ڈالو ۔ ان لوگوں نے جبے اُتار دیئے ۔ باتوں باتوں میں عرض کیا: آپ لوگ کہ فرزند عبد مناف ہیں: آکِلُ العُراد (بادشاہ) کی اولاد میں ۔ حضرت ﷺ نے فرمایا: سلسلۂ نسب کے متعلق عباس و ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے گفتگو کرو ۔ انہوں نے کہا: ہم تو بجز آپ کے اور کسی سے یہ باتیں کرنے کے نہیں ۔ آنحضرت ﷺ نے جواب دیا: تو ہم فرزندان نضر بن کنانہ بھی اپنی ماں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ کسی غیر کو اپنا باپ بنانے والے ہیں ۔

ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ قبیلۂ کندہ کا وفد جب مدینے میں حاضر ہوا تو اعضائے وفد اس زعم میں تھے کہ بنی ہاشم انہیں کے سلسلۂ نسب میں منسلک ہیں ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں! بلکہ ہم فرزندانِ نضر بن کنانہ اپنی ماں کو ہرگز چھوڑتے نہیں اور کسی غیر کو اپنا باپ بناتے نہیں ۔

ابو ذیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی جناب میں عرض کیا گیا کہ یہاں قبیلۂ کندہ کے کچھ لوگ ہیں جن کو گمان ہے کہ حضرت ﷺ انہیں کے سلسلہ میں ہیں ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واقعہ یہ ہے کہ عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ یمن میں یہ اس لئے کہتے تھے کہ وہاں شر سے محفوظ رہیں‘ ورنہ پناہ بخدا ہم اپنی ماں کو زانیہ قرار دیں یا اپنے باپ کو چھوڑ دیں ۔ ہم فرزندانِ نضر بن کنانہ ہیں ۔ جس نے اس کے خلاف کہا وہ جھوٹ بولا ۔

---

[1] وا یداہ، وا یداہ کے معنی ہیں ہائے ہائے ہاتھ اور ھیبا اونٹ چلانے کے لئے کہتے ہیں یعنی چل چل ۔

[2] لفظی ترجمہ: جیبوں اور آستینوں پر دیبا جو ایک قسم کا ریشمی کپڑا ہے لپیٹے ہوئے تھے ۔

اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلۂ کندہ کے وفد میں میں بھی جناب نبویؐ میں حاضر ہوا تھا۔ وفد کی یہ رائے تھی کہ میں ان سب میں افضل ہوں (تاہم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے عرض کیا یا حضرتؐ! ہم سب کو گمان ہے کہ آپ ہم میں سے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم لوگ نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں۔ ہم نہ اپنی ماں کو چھوڑ سکتے ہیں نہ اپنی ماں سے بے تعلق ہو سکتے ہیں۔ اشعث رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر عرض کی اگر کسی کو میں نے سنا کہ قریش بن نضر بن کنانہ کے سلسلہ سے الگ کرتا ہے تو میں اس کو تازیانے لگاؤں گا (حد ماروں گا)۔

عمرو بن عاصی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محمد بن عبداللہ ہوں۔ یہ کہہ کر نضر بن کنانہ تک اپنے سلسلۂ نسب کی تشریح فرمائی اور پھر ارشاد ہوا: اب جس نے اس کے خلاف کہا وہ جھوٹ بولا۔

قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آیا اور روبرو کھڑا ہوا تھا کہ لرزنے لگا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هَوِن عليك "اطمینان رکھ گھبرا نہیں"۔ فانی لست بِمَلكٍ "میں کوئی فرشتہ نہیں ہوں"۔ انّما انا ابن امرأة من قريش كانت تاكل القديدَ "میں تو اصل میں ایک ایسی قریشیہ کا بیٹا ہوں جو قدید (سوکھا گھاس کھاتی تھی)"۔

ابو مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ قریش بھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واسط النسب [1] تھے (دور و نزدیک) سب کے ساتھ یکجدی ہونے کا رشتہ تھا۔ [2] اللہ تعالیٰ نے بطورِ اتمام حجت فرمایا:

﴿ قل لا اسألكم عليه اجرًا الا المودة فى القربىٰ ﴾

یعنی اے پیغمبرؐ! ان سے کہہ کہ جو پیغام الٰہی میں تمہیں سناتا ہوں اور جس دین کی دعوت دیتا ہوں اس پر کسی اجر و منّت کا خواستگار نہیں میں تو صرف اتنا چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ (بھی) پاس قرابت ملحوظ رکھو اور مجھے محفوظ رہنے دو۔

شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ آیت ﴿ قل لا اسألكم عليه اجرًا الا المودة فى القربىٰ ﴾ کی تفسیر میں ہم لوگوں سے بہتیرے سوالات و اعتراضات کئے گئے آخر تحریراً حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے رجوع کیا گیا جنہوں نے جواب میں لکھا کہ قریش بھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واسط النسب تھے۔ قریش کا کوئی خانوادہ ایسا نہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یکجدی کا رشتہ نہ رکھتا ہو اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سے کہہ کہ توحید کی جو دعوت دے رہا ہوں اس پر کسی اجر اور صلے کا طلبگار نہیں۔ میں تو اتنی سی بات کا طلبگار ہوں کہ بلحاظ رشتہ داری میرے ساتھ بھی الفت و مودّت سے پیش آؤ اور اس بات میں میرا خیال رکھو۔

عمرو بن ابی زائدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ﴿ قل لا اسألكم عليه اجرًا الا المودة فى القربىٰ ﴾ کی تفسیر میں عکرمہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ قریش میں کم کوئی خاندان ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آبائی واجدادی رشتہ نہ رکھتا ہو۔ اسی لئے فرمایا کہ جو دین حنیف لے کے میں آیا ہوں اس کا خیال نہیں کرتے تو میری قرابت ہی کا خیال کرو۔

---

[1] یعنی بہ اعتبار سلسلہ نسبی ہر ایک قبیلہ کے ساتھ کچھ نہ کچھ آپ کا قرابتی تعلق تھا۔

[2] عرب میں باوصف اس کے کہ رشتہ داریوں کا نہایت پاس اور لحاظ مرعی تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی ایذا دیتے تھے۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے ﴿قل لا اسألکم علیه اجرًا الا المودة فی القربٰی﴾ کا یہ مطلب بیان کیا کہ بلحاظ اس قرابت کے جو میرے اور تمہارے درمیان ہے صلہ رحمی کا برتاؤ کرو۔

ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے غزوۂ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

انا النبی لا کذب

''میں پیغمبر ہوں' اس میں کچھ جھوٹ نہیں''۔

انا ابن عبدالمطلب

''میں عبدالمطلب کا بیٹا' پوتا ہوں''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت ﴿و تقلبك فی الساجدین﴾ ''اے پیغمبر! تجھے سجدہ گزاروں میں پلٹتے رہے'' کی تفسیر میں روایت ہے کہ ایک پیغمبر سے دوسرے پیغمبر اور دوسرے سے تیسرے پیغمبر کی پشت میں خدا تجھ کو منتقل کرتا رہا۔ تا آنکہ خود تجھے پیغمبری عطا فرما کر مبعوث کیا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی آدم پر قرناً بعد قرنٍ جو زمانے گزرے ہیں میری بعثت ان سب میں بہترین قرن میں ہوتی رہی تا آنکہ اس قرن میں مبعوث ہوا جس میں ہوں۔

قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب کوئی پیغمبر مبعوث کرنا چاہتا ہے تو اس قبیلہ میں سے انتخاب کرتا ہے جو بہترین اہل زمین ہو' پھر اس میں جو سب سے اچھا شخص ہوتا ہے اسی کو پیغمبر بنا کے بھیجتا ہے۔

انبیائے کرام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسبی تعلق

ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے''۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''آدم ایک ایسی زمین سے پیدا ہوئے جسے دَحنَاء کہتے ہیں''۔[1]

ابو حصین سے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے استفسار کیا: ''تم جانتے ہو کہ آدم علیہ السلام کا نام آدم کیوں پڑا؟'' آدم کا نام یوں آدم پڑا کہ وہ ادیم اَرض (روئے زمین' سطح زمین) سے پیدا ہوئے تھے۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے آدم کو ایک مشت خاک سے پیدا کیا تھا جو تمام روئے زمین سے لی تھی۔ یہی باعث ہے کہ فرزندانِ آدم علیہ السلام میں اسی خاک کا اندازہ قائم رہا کہ ان میں سرخ بھی ہیں' سفید بھی ہیں' سیاہ بھی ہیں' درمیانی رنگ کے بھی ہیں' سہل بھی ہیں' حزن بھی ہیں' خبیث بھی اور طیب بھی''۔

ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''آدم علیہ السلام ہر قسم کے ادیم زمین سے پیدا ہوئے' سیاہ مٹی سے بھی' سرخ سے بھی' سفید سے بھی' حزن سے بھی اور سہل[2] سے بھی''۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے: ''آدم علیہ السلام کا بالائی جُثّہ ایک ایسی خاک سے پیدا ہوا تھا جس کی سطح مستوی تھی''۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''آدم علیہ السلام کا نام آدم اس لئے پڑا کہ وہ ادیم زمین سے پیدا ہوئے تھے اور انسان اس لئے نامزد ہوئے کہ ان پر نسیان عارض ہوا''۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو بھیجا جس نے ادیم زمین کے ہر جزو شیریں و شور سے مٹی لی' اللہ تعالیٰ نے اس مٹی سے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا' جس کو زمین شیریں (عمدہ مٹی) سے پیدا کیا ہے' وہ بہشت میں جانے والا ہے

---

[1] دحنا' فراز' مرتفع اونچی زمین۔

[2] حزن وہ زمین جو غلیظ ہو' اور سہل جو ایسی نہ ہو۔ اور انسان میں حزن غلیظ الطبع کو اور سہل لطیف المزاج کو کہیں گے۔

چاہے کافر کی اولاد کیوں نہ ہو اور جسے زمین شور (کھاری' ریتلی) مٹی سے پیدا کیا ہے وہ دوزخ میں جانے والا ہے خواہ وہ پارسا زادہ ہی کیوں نہ ہو۔ اسی باعث ابلیس نے کہا تھا' کیا میں اس کا سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے؟ کیونکہ ابلیس ہی تو یہ مٹی لایا تھا۔ آخر آدم علیہ السلام کا نام آدم اس لئے پڑا کہ وہ ادیم زمین سے پیدا ہوئے تھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کی صورت گری کی تو جب تک چاہا اس کالبد کو پڑا رہنے دیا۔ ابلیس اس کے اردگرد پھرا کرتا تھا۔ جب دیکھا کہ اس کے اندر جوف ہے تو جان لیا کہ یہ مخلوق مستقیم نہ رہے گی۔

سلمان فارسی یا ابن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ چالیس رات یا چالیس دن تک آدم علیہ السلام کی مٹی کا خمیر اٹھاتا رہا۔ پھر اس پر اپنا ہاتھ مارا تو پاک وطیب مٹی داہنے ہاتھ میں آ گئی اور ناپاک وخبیث دوسرے ہاتھ میں۔ پھر دونوں کو خلط ملط کر دیا۔ یہی بات ہے زندہ کو مردے سے نکالتا ہے اور مردے کو زندہ سے''۔

عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔

وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جیسا چاہا اور جس سے چاہا بنی آدم کو پیدا کیا۔ اسی کی تخلیق کے مطابق بنی آدم علیہ السلام کی تکوین ہوئی' وہ کتنا اچھا بابرکت بہترین خالق ہے اس نے مٹی اور پانی سے آدم علیہ السلام کو بنایا۔ اسی سے گوشت' خون' بال' ہڈیاں اور جسم سب کچھ بنا۔ یہی فرزند آدم کی ابتدائی آفرینش ہے جس سے وہ پیدا ہوا۔ بعدہٗ اس میں سانس پھونکی جس کی بدولت وہ اٹھتا ہے' بیٹھتا ہے' سنتا ہے' دیکھتا ہے۔ چارپائے جو کچھ جانتے ہیں اور جس سے بچتے ہیں وہ بھی سب کچھ جانتا ہے۔ اور ان سب سے بچتا ہے۔ پھر اس میں جان ڈالی کہ اسی کے باعث حق و باطل و ہدایت و گمراہی میں امتیاز کر سکا۔ اسی کے طفیل میں بچتا ہے' آگے بڑھتا ہے' ترقی کرتا ہے' چھپتا ہے' سیکھتا ہے' تعلیم حاصل کرتا ہے اور جتنے اُمور ہیں سب کی تدبیر و تنظیم میں منہمک ہوتا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا' تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا جس سے تمام متنفس کہ قیامت تک اللہ تعالیٰ انہیں پیدا کرتا رہے گا' کرلے اور نکلے۔ ان میں جو انسان تھے' ہر ایک کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور کی ایک چمک پیدا کر دی' اور پھر ان کو آدم علیہ السلام پر پیش کیا۔

آدم علیہ السلام نے پوچھا: ''یارب! یہ کون لوگ ہیں؟''

جواب ملا: ''یہ تیری اولاد و ذریات ہیں''۔

ان میں سے ایک شخص کی دونوں آنکھوں کے درمیان جو نور تھا آدم علیہ السلام کو بھلا معلوم ہوا۔ پوچھا: ''یاربّ یہ کون ہیں؟''

جواب ملا: ''یہ بھی تیری اولاد ہے۔ آخر میں جو قومیں ہوں گی انہیں میں یہ ہوگا اور اس کو داؤد (علیہ السلام) کہیں گے''۔

آدم علیہ السلام نے پھر پوچھا: ''یاربّ! اس کی عمر کتنی ہے؟''

فرمایا: ''ساٹھ برس''۔

آدم علیہ السلام نے کہا: ''میری عمر میں سے چالیس برس لے کے اس کی عمر بڑھا دے''۔

فرمایا: ''اس صورت میں یہ بات لکھ دی جائے گی۔ مہر ہو جائے گی اور پھر اس میں تغیر نہ ہوگا''۔

جب آدم علیہ السلام کی عمر پوری ہو گئی تو فرشتۂ موت روح قبض کرنے آیا۔ آدم علیہ السلام نے تعجب کیا کہ ہائیں! ابھی تو میری زندگی میں چالیس برس باقی ہیں۔

فرشتۂ موت نے کہا: ''کیا یہ عمر آپ نے فرزند داؤد علیہ السلام کو نہیں دے دی تھی''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''آدم علیہ السلام نے انکار کیا تو ان کی اولاد نے بھی انکار کیا۔ آدم علیہ السلام بھولے تو ان کی اولاد بھی بھولی' آدم علیہ السلام نے غلطی کی تو ان کی اولاد بھی غلط کار ہوئی''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ''جب قرض کی آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا کہ پہلے پہل آدم علیہ السلام ہی مکرے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیر کے نسل آدم ظاہر فرمائی۔ اور آدم علیہ السلام پر ان سب کو پیش کیا۔ انہیں میں آدم علیہ السلام کو ایک وضی الخلقۃ و روشن آدمی نظر پڑا۔ پوچھا: ''یارب میری اولاد میں یہ کون ہے؟''

فرمایا: ''یہ تیرا بیٹا داؤد (علیہ السلام) ہے''۔

پھر پوچھا: ''اس کی عمر کتنی ہے؟''

فرمایا: ''ساٹھ برس''۔

عرض کی: ''یارب! اس کی عمر زیادہ کر''۔

فرمایا: ''نہیں' البتہ اگر تو چاہے تو اپنی عمر میں سے دے کے اس کی زندگی بڑھا سکتا ہے۔ آدم علیہ السلام کی زندگی ایک ہزار سال مقدر تھی''۔

عرض کی: ''یارب! میری ہی مدت حیات میں سے لے کر اس کی زندگی بڑھا دے''۔

اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی عمر چالیس سال بڑھا دی۔ آدم علیہ السلام پر اتمام حجت کے لئے ایک وثیقہ بھی موثق کرلیا۔ جس پر فرشتوں سے گواہیاں کرائیں۔ جب آدم علیہ السلام کا آخری وقت آیا۔ نزع روح کے لئے فرشتے پہنچے تو آدم علیہ السلام نے کہا: ''ابھی تو میری زندگی کے چالیس برس باقی ہیں''۔

فرشتوں نے بتایا کہ تو نے یہ مدت اپنے فرزند داؤد علیہ السلام کو دی تھی۔

آدم علیہ السلام نے جناب الٰہی میں عرض کی: ''یارب! میں نے ایسا تو نہیں کیا تھا''۔

اس مکرنے پر خدا نے وہ وثیقہ آدم علیہ السلام کے پاس بھیج کر حجت قائم کی مگر خود ہی پھر آدم علیہ السلام کے ہزار برس پورے کر دیئے اور داؤد علیہ السلام کو بھی پورے سو برس دیئے''۔

عہد الست کا واقعہ:

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیت:

﴿ وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا ﴾ [الاعراف : ۱۷۲]

''وہ واقعہ یاد کرو جب تیرے پروردگار نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسلیں نکالیں اور خود ان پر انہیں کو شاہد ٹھہرایا کہ آیا میں تمہارا پروردگار نہیں؟ سب نے کہا بے شبہ تو ہی ہمارا پروردگار ہے اور ہم اس کے شاہد ہیں''۔

کا یہ مطلب بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت چھوئی تھی۔ جس سے وہ تمام متنفس برآمد ہوئے تھے کہ تا روزِ قیامت خدا انہیں پیدا کرتا رہے گا۔ یہ واقعہ اسی مقام نعمان میں پیش آیا تھا جو کوہ عرفات کے اُدھر ہے۔ خدا نے ﴿ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ﴾ کہہ کے سب سے عہد و پیمان لئے' سب نے جواب میں ﴿ بَلٰى شَهِدْنَا ﴾ کہا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما دوسری روایت میں کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اسی مقام نعمان میں آدم علیہ السلام کی پشت پر ہاتھ پھیر کے وہ تمام متنفس نکالے تھے جنہیں روزِ قیامت تک پیدا کرتا رہے گا۔ پھر ان سب سے عہد لیا تھا۔ اتنا کہہ کے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی:

﴿ وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ○ اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ﴾ [الاعراف : ۱۷۲، ۱۷۳]

''وہ واقعہ یاد کر جب تیرے پروردگار نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسلیں نکالیں اور خود انہیں کو ان پر شاہد ٹھہرا کے پوچھا کیا میں تمہارا پروردگار نہیں؟ سب نے جواب دیا بے شبہ تو ہمارا پروردگار ہے ہم اس پر شاہد ہیں۔ یہ اس لئے ہوا کہ قیامت کے دن تم لوگ یہ نہ کہہ سکو کہ ہم تو اس سے غافل تھے یا یہ کہو کہ پہلے تو ہمارے بزرگ ہی شرک میں مبتلا ہوئے تھے''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تیسری روایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک اونچے پشتے پر پیدا کر کے ان کی پیٹھ چھوئی تو وہ تمام متنفس نکال لئے جنہیں قیامت تک پیدا کرتا رہے گا۔ سب سے خطاب کیا' آیا میں تمہارا پروردگار نہیں؟ سب نے عرض کی بے شبہ تو ہمارا پروردگار ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی کے متعلق فرماتا ہے: ''ہم نے یہ بات مشاہدہ کر لی کہ ایسا نہ ہو تم قیامت کے دن یہ کہو کہ ہم تو اس سے غافل تھے''۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''اہل علم کی رائے یہ ہے کہ بنی آدم سے اسی دن میثاق لے لیا گیا تھا''۔

ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جمعے کا دن تمام دنوں کا سردار اور خدا کے نزدیک سب سے بڑا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی دن آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اسی دن زمین پر اُتارا اور اسی دن آدم کو وفات دی''۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جمعے کے آخری وقتوں میں پیدا کیا''۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''پہلے پہل آدم کا سر پیدا ہوا' پھر جثہ پیدا ہونے لگا' جسے پیدا ہوتے آدم علیہ السلام خود دیکھ رہے تھے۔ عصر کے وقت تک دونوں پاؤں باقی رہے تھے۔ یہ دیکھ کر آدم علیہ السلام نے کہا: اے رات کے پروردگار جلدی کر کیونکہ رات آئی جاتی ہے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴾

''انسان جلد باز پیدا ہوا ہے''۔

قتادہ رضی اللہ عنہ آیت ﴿ مِن طِيْنٍ ﴾ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام مٹی سے نکالے گئے۔

آیت ﴿ انشاناہ خلقا أخر ﴾ ''ہم نے اس کی دوسری خلقت کر کے نشو نما دی'' کی تفسیر میں قتادہ کہتے ہیں کہ بعض اہل علم تو اس کا مطلب بال اگنا بتاتے ہیں (یعنی سبزۂ خط) اور بعض اس سے نفخ روح مراد لیتے ہیں۔

عبدالرحمٰن بن قتادہ السلمی کہ صحابۂ رسول ﷺ میں معدود ہیں' کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے مخلوق کو ان کی پشت سے نکالا۔ پھر کہا: یہ بہشت میں جائیں گے اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ اور یہ دوزخ میں جائیں گے اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ حاضرین میں ایک شخص نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! یہی بات ہے تو پھر ہم عمل کس بنا پر کریں؟'' فرمایا: ''مواقع تقدیر کی بنا پر کرو''۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پہلے پہل آدم علیہ السلام کی آنکھ اور ناک کے نتھنوں میں جان پڑی۔ جب سارے جسم میں روح پھیل گئی تو آدم علیہ السلام کو چھینک آئی۔ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد کرنے کی تلقین کی تو آدم علیہ السلام نے خدا کی حمد کی اور جواب میں خدا نے کہا رحمک ربک (تجھ پر تیرے پروردگار کی رحمت)۔ پھر فرمایا: یہ لوگ (ارواح) جو سامنے ہیں۔ انہیں کے پاس جا کے کہہ ''سلامٌ علیکم'' دیکھ تو کیا جواب دیتے ہیں۔ آدم علیہ السلام سلام کر کے جناب باری میں واپس آئے تو باوصف اس کے کہ خدا خوب واقف تھا۔ مگر اس نے پوچھا: ''انہوں نے تجھے کیا جواب دیا''۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا: ''انہوں نے مجھے یہ جواب دیا: و علیکم السلام و رحمة الله''۔ ارشاد ہوا: ''یہ تیرا اور تیری ذرّیات کا سلام ہے''۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: آدم علیہ السلام کے جسم میں روح پھونکی گئی تو انہیں چھینک آئی۔ اسی حالت میں انہوں نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: يَرْحَمُكَ رَبُّكَ (تجھ پر خدا کی رحمت نازل ہوئی)۔ یہ بیان کر کے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''خدا کی رحمت اس کے غضب سے بڑھ گئی''۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دوسری روایت میں کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کا سر آسمان سے چھو رہا تھا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے بالاستقلال ان کو زمین پر ثبات عنایت فرمائی۔ تا آنکہ ان کا قد گھٹ کے ساٹھ ہاتھ رہ گیا اور عرض میں سات ہاتھ''۔

اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدم علیہ السلام اتنے بلند و بالا انسان تھے کہ گویا ایک طویل درخت خرما ہو۔ سر میں بال بہت تھے۔ جب خطا کی تو وہ چیز دکھائی دی جو چھپانے کے قابل تھی۔ پہلے یہ آدم علیہ السلام کو نظر نہ آتی

تھی۔ یہ واقعہ بہشت کا ہے جہاں اسے دیکھتے ہی آدم علیہ السلام بھاگ چلے تھے کہ ایک درخت نے الجھا لیا۔ آدم علیہ السلام نے کہا: مجھے چھوڑ دے۔ درخت نے جواب دیا میں تو چھوڑنے کا نہیں۔ پروردگار نے ندا دی آدم علیہ السلام کیا تو مجھ سے بھاگتا ہے؟ عرض کی یا ربّ! تجھ سے مجھے شرم آئی۔

اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری غیر مرفوع روایت بھی انہیں معنوں میں ہے۔

اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک تیسری روایت یہ ہے کہ آدم علیہ السلام دراز قد، گندم گوں، جھنڈولے بالوں کے تھے۔ جیسے ایک بڑا درخت خرما ہو۔

سعید بن المسیّب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بہشت میں اہل جنت اس حالت میں ہوں گے کہ برہنہ، امرد (بے ریش و بروت) گھونگریالے بالوں والے، سرگین چشم، ۳۳ برس کی عمر کے ہوں گے، جیسے آدم علیہ السلام تھے، جسم ساٹھ ہاتھ لانبا اور سات ہاتھ چوڑا ہوگا''۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''آدم علیہ السلام تین سو برس تک بہشت کے لئے روتے رہے''۔

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے استفسار کیا سب سے پہلے نبی کون تھے؟'' فرمایا: ''آدم علیہ السلام''۔ میں نے کہا: ''کیا وہ نبی تھے؟'' فرمایا: ''ہاں! وہ نبی تھے، خدا ان سے کلام کرتا تھا''۔ میں نے پوچھا: ''تو رسول کتنے تھے؟'' فرمایا: ''تین سو پندرہ، ایک بڑی جماعت ہے''۔

آدم علیہ السلام کی اولاد:

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بحوالہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں آدم علیہ السلام کی چار اولادیں تھیں۔ ایک بطن سے ایک لڑکا ایک لڑکی، دوسرے بطن سے دوسرا لڑکا اور دوسری لڑکی۔ یہ سب توام پیدا ہوئے تھے۔ ایک لڑکا کاشت کار تھا اور دوسرے کے پاس بھیڑ بکریاں تھیں۔ کاشتکار کی بہن خوش رو تھی اور چرواہے کی بدشکل تھی۔ کاشت کار کہتا تھا: میری خوبرو بہن میرے ہی لئے شایاں ہے۔ چرواہا کہتا تھا: میں اس کا مستحق ہوں۔ گفتگو بڑھی۔ چرواہے نے کہا: حیف کیا تو اس کی خوبروئی کے باعث اپنے ہی لئے اسے مخصوص کرنا چاہتا ہے؟ اچھا میں اور تو دونوں قربانی کریں (بھینٹ چڑھائیں) تیری قربانی قبول ہو تو اس کا مستحق تو ہے اور میری قبول ہو تو میں۔ چرواہا ایک بڑی آنکھ والا مضبوط سینگوں والا مینڈھا لایا اور کاشتکار کھانے کی چیزیں۔ مینڈھا قبول ہوا اور کاشتکار کی قربانی یوں ہی رہ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس مینڈھے کو چالیس برس تک بہشت میں رکھا اور یہ وہی مینڈھا ہے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (اپنے فرزند اسماعیل علیہ السلام کے بدلے) ذبح کیا تھا۔ کاشتکار نے بات بنتی نہ دیکھی تو بگڑ کے چرواہے سے کہا: لاقتلنك ''میں تجھے قتل کر ڈالوں گا''۔ چرواہے نے جواب دیا: ﴿ لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ ﴾ ''تو نے اگر مجھے قتل کرنے کے لئے دست درازی کی تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہ بڑھاؤں گا''۔ یہ آیت کلام اللہ میں موجود ہے اور اس کا آخری مقطع ہے: ﴿ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ﴾۔

بہرحال کاشت کار نے اپنے بھائی کو قتل کر ڈالا۔ آدم علیہ السلام کی تمام کافر اولاد اسی کافر سے ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے آدم علیہ السلام اپنی اولاد میں اس بطن کے لڑکے کو اُس بطن کی لڑکی سے اور اُس بطن کے لڑکے کو اِس بطن کی لڑکی سے منسوب کرتے تھے (بیاہتے تھے)۔

آدم علیہ السلام کی وفات:

اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب آدم علیہ السلام کے احتضار کا وقت آیا تو لڑکوں سے کہا: میرے لئے بہشتی میوہ تلاش کرو' میرا جی چاہتا ہے' لڑکے اسی حالت بیماری میں بہشتی میوہ تلاش کرنے نکلے۔ ناگاہ فرشتگان جنابِ الٰہی سے آمنا سامنا ہوا۔ جنھوں نے دریافت کیا: ''فرزندانِ آدم! کس جستجو میں ہو؟'' جواب دیا: ''بہشتی میوے کو والد کا جی چاہتا ہے۔ ہم اس کی تلاش میں ہیں''۔ فرشتوں نے کہا: ''واپس جاؤ کہ جو ہونا تھا ہو گیا''۔ یہاں پہنچے تو آدم علیہ السلام کی جان نکل چکی تھی۔ فرشتوں نے انہیں لے کر غسل دیا' خوشبو لگائی' کفن پہنایا' قبر کھودی' لحد بنائی' ایک فرشتے نے بڑھ کے امامت کی' نمازِ جنازہ پڑھائی' باقی فرشتے مقتدی بنے' بنی آدم کی صف ان سب کے پیچھے تھی' قبر میں لاش دفن کر دی' مٹی برابر کی' اور کہا اے فرزندانِ آدم! یہی تمہاری راہ ہے اور یہی تمہارا طریقہ ہے۔

اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ ایک دوسری روایت میں کہتے ہیں! آدم علیہ السلام کے سکرات کا وقت آیا تو اپنے لڑکوں سے کہا: ''جاؤ میرے لئے بہشتی میوے چن لاؤ''۔ لڑکے نکلے تھے کہ فرشتے ملے' پوچھا: ''کہاں چلے؟'' لڑکوں نے کہا: ''والد نے بھیجا ہے کہ ہم ان کے لئے بہشتی میوے توڑ لائیں''۔ فرشتوں نے سمجھایا کہ واپس جاؤ کام پورا ہو گیا ہے۔ لڑکے فرشتوں کے ساتھ واپس چلتے تا آنکہ آدم علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ حوا نے جو فرشتوں کو دیکھا تو ڈر گئیں۔ کھسک کے آدم علیہ السلام سے جا لگیں۔ آدم علیہ السلام نے کہا ہٹ جا تیری ہی جانب سے مجھ پر یہ ابتلاء پیش آئی۔ مجھ میں اور میرے پروردگار کے فرشتوں میں جگہ کر دے۔ آخر فرشتوں نے آدم علیہ السلام کی روح قبض کر کے انہیں غسل دیا' تکفین کی' خوشبو لگائی' نمازِ جنازہ پڑھی' قبر کھودی' دفن کیا اور پھر کہا: ''فرزندانِ آدم! مردوں کے متعلق یہی تمہارا طریقہ ہے (یا ہونا چاہیے)''۔

ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ آدم علیہ السلام تین قسم کی مٹی سے پیدا ہوئے۔ ایک قسم کی مٹی تو سیاہ تھی' ایک سفید رنگ اور ایک وہ جسے حضرا کہتے یعنی (ایسی زمین جو زرع روئیدگی ونشوونمو وقبول مدنیت کی صلاحیت رکھتی ہو)۔

خالد الحذاء جن کی کنیت ابومنازل تھی' کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ نکل کے حلقۂ اہل علم میں آیا تو ان لوگوں کو کہتے ہوئے سنا کہ آدم علیہ السلام کے متعلق حسن[1] رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں۔ میں حسن رحمۃ اللہ علیہ سے ملا اور مل کے کہا: ''ابوسعید! یہ تو کہئے آدم علیہ السلام آسمان کے لئے پیدا ہوئے تھے یا زمین کے لئے؟'' جواب دیا: ''ابومنازل! یہ کیا سوال ہے؟ ظاہر ہے کہ آدم علیہ السلام زمین کے لئے پیدا ہوئے تھے''۔ میں نے کہا: ''آپ کی رائے میں اگر وہ ضبط کرتے اور درخت کا پھل نہ کھاتے تو؟'' جواب دیا: ''تو بھی' پیدا تو زمین کے

---

[1] کنیت ابوسعید اور نام حسن بن ابی الحسن البصری۔

لئے ہوئے تھے' کیونکہ نہ کھاتے چارہ کیا تھا''۔

جعدہ بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''وہ درخت جس نے آدم علیہ السلام کو مبتلائے فتنہ کیا' آزمائش میں ڈالا' انگور کا درخت تھا جو بنی آدم کے لئے بھی موجب فتنہ ہے''۔

زیاد سے جو مصعب رضی اللہ عنہ کے آزاد غلام تھے' اور جعفر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: ''آدم علیہ السلام پیغمبر تھے یا فرشتہ؟'' فرمایا: ''پیغمبر تھے' خدا ان سے کلام کیا کرتا تھا''۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انسان جتنے ہیں آدم وحوا علیہما السلام کی اولاد ہیں (جیسے تولنے میں ڈنڈی مارنے سے اتنا بچا لینا ممکن نہیں کہ پورے وزن کی توقیر کر سکیں ویسے ہی یہاں بھی نسبی اضافات سے اس مساوات میں فرق نہیں آ سکتا جو ایک ماں باپ کی اولاد ہونے کے باعث تمام نوع انسان پر شامل ہے۔ **کطف الصاع لن یملوہ**۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہارے حسب ونسب کو نہ پوچھے گا۔ خدا کے نزدیک تو سب میں شریف و بزرگ وہی ہے جو تم سب میں زیادہ متقی و پارسا ہو''۔

حالاتِ زندگی

دُنیا میں تشریف آوری:

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں آدم علیہ السلام نماز ظہر وعصر کے مابین بہشت سے زمین پر اُتارے گئے۔ بہشت میں اُن کا زمانۂ قیام نصف دِن تھا۔ اس دِن کا حساب آخرت کے دِنوں میں ہے۔ نصف دِن کے پانچ سو برس ہوئے۔ ہر دِن بارہ گھنٹے کا۔ اہل دُنیا کے حساب سے ایک دِن کے ایک ہزار برس ہوتے ہیں''۔

آدم علیہ السلام ہندوستان کے ایک پہاڑ پر اُتارے گئے جس کو نوذ کہتے ہیں اور حوا علیہا السلام جدہ میں اُتریں۔ آدم علیہ السلام اُترے تو ان کے ساتھ بہشتی ہوا بھی تھی۔ جس کے درختوں اور وادیوں میں لگنے سے تمام خوشبو ہی خوشبو بھر گئی۔ یہ آدم علیہ السلام ہی کی ہوا تھی جس سے خوشبو پھیلی اور جس کے باعث ہندوستان خوشبو کا مستقر ہے کہ وہیں سے خوشبو لاتے ہیں۔

کہتے ہیں بہشت سے آدم علیہ السلام کے ساتھ درخت آس بھی اترا۔ حجر اسود بھی اُترا جو برف سے زیادہ سفید تھا۔ عصائے موسیٰ بھی اُترا جو بہشتی درخت آس کی لکڑی کا تھا۔ یہ دس ہاتھ لمبا تھا۔ جتنے خود حضرت موسیٰ علیہ السلام لمبے تھے۔ مرّ دلوبان (لبان) بھی بہشت ہی سے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ اُتارے گئے۔ بعد کو سندان (علاۃ)' ہتھوڑا (مطرقہ) سنسی (کلبتان) یہ سب بھی ان کے پاس بھیجے گئے۔ کوہ نوذ پر جب آدم علیہ السلام کا ہبوط ہوا تو پہاڑ پر لوہے کی ایک شاخ دیکھی۔ دیکھتے ہی کہنے لگے یہ آس کا درخت ہے۔ جو درخت پرانے ہو کر سوکھ گئے تھے' ان کی لکڑیاں ہتھوڑے مار مار کر توڑتے تھے۔ لکڑیاں جلا کے لوہے کی سلاخ پگھلائی جس سے چھری بنائی اور یہ پہلی چیز تھی جو لوہے کی بنی۔ آدم علیہ السلام اسے کام میں لاتے۔ پھر تنور بنایا جو نوح علیہ السلام کو وراثت میں

ملا۔ یہ وہی تنور تھا جس سے ہندوستان میں عذابِ الٰہی نے جوش مارا تھا (یعنی طوفان آ گیا تھا)۔

آدم علیہ السلام نے حج کیا تو حجرِ اسود کو کوہ ابوقبیس پر نصب کر دیا۔ یہ اندھیری راتوں میں روشن رہتا جیسے چاند روشن رہتا ہے' اہل مکہ اس کی روشنی سے فائدہ اُٹھاتے تھے۔ (جاہلیت پھیلی تو یہ وتیرہ ہو گیا کہ) حائض عورتیں اور نجس زن و مرد پہاڑ پر چڑھ کر اسے چھوتے تھے (چومتے تھے) جس کے باعث یہ سیاہ پڑ گیا۔ اسلام سے چار برس بیشتر کا واقعہ ہے کہ قریش نے اس کو ابوقبیس کی چوٹی سے اُتار لیا اور خانہ کعبہ میں نصب کر دیا۔ جہاں اب بھی منصوب ہے۔ آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے مکے تک چالیس حج کئے تھے۔

جب آدم علیہ السلام کا ہبوط ہوا ہے تو وہ اتنے دراز قامت تھے کہ ان کا سر آسمان کو لگتا تھا۔ یہی باعث ہے کہ ان کی پیشانی کے بال گر گئے۔ اور یہ مرض ان کی اولاد میں بھی بطورِ وراثت منتقل ہوا۔ روئے زمین کے چار پائے ان کی درازقامتی سے بھاگ بھاگ گئے۔ اور اسی دِن سے انسانوں سے وحشت کرنے لگے۔ آدم علیہ السلام اس پہاڑ پر کھڑے کھڑے فرشتوں کی آوازیں سنا کرتے تھے اور بہشت کی ہوا کھایا کرتے' آخر ان کا قد گھٹ کر ساٹھ گز رہ گیا اور تا بمرگ یہی قد رہا۔ آدم علیہ السلام جیسا حسین و خوش رو ان کی اولاد میں یوسف علیہ السلام کے علاوہ اور کوئی نہ ہوا۔

انحطاط قامت کے بعد آدم علیہ السلام نے جنابِ الٰہی میں عرض کی: ''یا ربّ! میں تیرے جوار میں تھا' تیرے دیار میں تھا' بجز تیرے نہ کوئی دوسرا میرا پروردگار تھا' نہ رقیب ونگران تھا۔ میں بہشت میں مزے سے کھاتا پیتا تھا۔ اور جہاں جی چاہتا تھا رہتا تھا۔ آخر تو نے اس مقدس پہاڑ پر مجھے اُتارا تو یہاں بھی میں فرشتوں کی آوازیں سنتا تھا فرشتے عرش کے اردگرد جو گھرے ہوئے ہیں ان کی کیفیت دیکھتا تھا۔ مجھے بہشت کی ہوا ملتی تھی اور میں خوشبو سونگھتا تھا۔ بعد کو تو نے مجھے پہاڑ سے زمین پر اُتار دیا اور میرے قد و قامت کو گھٹا کر ساٹھ ہاتھ کر دیا۔ اب وہ آواز بھی مجھ سے منقطع ہو گئی' وہ نظر (خوش گزر) بھی نہ رہی' وہ منظر بھی رخصت ہو گئے' وہ ہوائے بہشت بھی جاتی رہے''۔

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: ''آدم (علیہ السلام) میں نے تیرے ساتھ جو کچھ کیا وہ تیری ہی معصیت و نافرمانی کے باعث کیا''۔

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے ساتھ بہشت سے بھیڑ بکریوں کے آٹھ جوڑے بھی زمین پر اُتارے تھے۔ جب آدم و حوا علیہما السلام کی برہنگی دیکھی تو ان میں سے ایک کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔ آدم علیہ السلام نے اس کو ذبح کر کے اون لی' حوا علیہا السلام نے اسے کاتا اور دونوں مل کے اسے بننے لگے۔ اپنے لئے تو آدم علیہ السلام نے ایک جبہ تیار کیا اور حوا علیہا السلام کے لئے ایک کرتہ اور ایک اوڑھنی' یہی کپڑے تھے جو دونوں نے پہنے۔ آدم و حوا علیہما السلام کا اجتماع یوم جمع میں ہوا تھا[1] اسی لئے اس کا نام جمع پڑا اور عرفات پر دونوں میں تعارف ہوا تھا۔ یہی سبب ہے کہ پہاڑی عرفات کے نام سے موسوم ہوئی۔

---

[1] **یوم جمع**: ایام حج کا وہ خاص دِن ہے جس دِن کہ مزدلفہ میں اجتماع ہوتا ہے۔ جمع: مزدلفہ' یاد رکھو اس معنی میں اس لفظ پر الف ولام نہیں آتا۔

قصہ ہابیل وقابیل (قائن)

آدم وحوا علیہما السلام تلافی مافات میں دوسو برس تک روتے رہے' چالیس دن تک کھانا نہ کھایا' نہ پیا۔ کھانے پینے کی نوبت ایک چلے کے بعد آئی۔ اب تک کوہ نوذ ہی پر تھے جس پر آدم علیہ السلام کا ہبوط ہوا تھا۔ سو برس تک آدم علیہ السلام حوا علیہا السلام سے الگ تھلگ رہے۔ سو برس کے بعد قریب گئے تو استقرار حمل ہونے پر قابیل اور اس کی بہن لبود کہ اسی کی توام (جڑواں) تھی۔ پہلے بطن سے پیدا ہوئی۔ دوسرے بطن سے ہابیل اور اس کی بہن اقلیما کہ ہابیل کی توام تھی پیدا ہوئی۔ بالغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ بطن اوّل کی تزویج بطن ثانی سے اور بطن ثانی کی بطن اوّل سے کی جائے۔ یعنی ہر بطن کے بھائی بہنوں کا آپس میں نکاح نہ ہو۔ دوسرے بطن کے بھائی بہنوں سے ہو قابیل کی بہن حسین اور ہابیل کی بہن بدشکل تھی۔ آدم علیہ السلام کو جو حکم ملا تھا حوا سے بیان کر دیا' حوا نے دونوں بیٹوں سے تذکرہ کیا' ہابیل تو راضی ہو گئے مگر قابیل نے ناخوش ہو کر کہا: ''نہیں! واللہ یہ بات نہیں۔ خدا نے یہ حکم کبھی نہیں دیا۔ یہ تو اے آدم (علیہ السلام) خود تیرا حکم ہے''۔

آدم علیہ السلام نے کہا: ''یہی بات ہے' تم دونوں قربانی کرو' اللہ تعالیٰ آسمان سے آگ نازل کرے گا۔ اس لڑکی کا جو مستحق ہوگا آگ اس کی قربانی کھا لے گی''۔

اس فیصلے پر دونوں رضامند ہو گئے۔ ہابیل کے پاس مویشی تھے' وہ اپنی بھیڑ بکریوں میں سے قربانی کے لئے کھانے کے قابل بہترین راس کو لے آئے اور مکھن اور دودھ بھی ساتھ تھے۔ قابیل زراعت پیشہ تھا' اس نے اپنی زراعت کی بدترین پیداوار میں سے ایک بوجھ لیا۔ دونوں کوہ نوذ پر چڑھ گئے ساتھ ساتھ آدم علیہ السلام بھی تھے۔ وہاں قربانی رکھی (چڑھائی) جس کے متعلق آدم علیہ السلام نے جناب الٰہی کے لئے دعا کی' قابیل نے اپنے جی میں کہا: قربانی قبول ہو یا نہ ہو مجھے پرواہ نہیں' بہرحال میری بہن کے ساتھ ہابیل کبھی نکاح نہیں کر سکتا۔ آگ اُتری اور اس نے ہابیل کی قربانی کھا لی۔ قابیل کی قربانی سے صاف بچ کر نکل گئی۔ کیونکہ اس کا دل صاف نہ تھا۔

ہابیل اپنی بھیڑ بکریوں میں چلے گئے تو قابیل نے گلے میں آ کر یہ وعید سنائی کہ میں تجھ کو مار ڈالوں گا۔

ہابیل نے پوچھا: ''کس لئے؟''

جواب دیا: ''اس لئے کہ تیری قربانی قبول ہوئی۔ میری قربانی قبول نہ ہوئی۔ مسترد ہو گئی۔ میری حسین وجمیل بہن تیرے تصرف میں آئی اور مجھے تیری بدرو بہن ملی۔ آج کے بعد لوگ کہیں گے کہ تو مجھ سے بہتر تھا۔ ہابیل نے کہا:

﴿ لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَکَ لِتَقْتُلَنِیْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْکَ لِاَقْتُلَکَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ○ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَ اِثْمِکَ فَتَکُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ وَ ذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ○ ﴾ [المائدہ : ۲۹]

''تو نے اگر مجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں تجھے قتل کرنے کو اپنا ہاتھ بڑھانے والا نہیں کیونکہ میں

خدائے ربّ العالمین سے ڈرتا ہوں میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا گناہ بھی تجھ ہی پر پڑے اور تیرا گناہ بھی تیرے ہی سر ہو کہ تو دوزخیوں میں شمار ہونے لگے اور ظالموں کا یہی کیفر کردار (پاداش) ہے''۔

ہابیل کے اس قول کا کہ ''میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا گناہ بھی تجھ ہی پر پڑے'' ﴿ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ ﴾ کہ میرا قتل گناہ ہے میرے قتل سے پہلے تو جتنا گناہ گار تھا' مجھے قتل کر کے اس سے بھی زیادہ گناہ گار ہو جائے گا۔ لہٰذا میری خواہش ہے کہ یہ بوجھ بھی تیرے ہی سر پڑے۔

قابیل نے ہابیل کو قتل تو کر ڈالا مگر پھر نادم بھی ہوا' لاش وہیں چھوڑ دی' دفن نہ کی۔ خدا نے ایک کوا بھیجا جو زمین پر مٹی کریدنے لگا۔ کیونکہ قابیل کو دکھانا تھا کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کیا کرے' کیسے توپ دے' ہابیل کو اس نے عشاء کے وقت قتل کیا تھا۔ دوسرے دِن دیکھنے آیا تو ایک کوے کو دیکھا جو دوسرے مردے کو توپنے کے لئے مٹی کرید رہا تھا۔ یہ دیکھ کے اس نے کہا: افسوس کیا میں اتنے سے بھی عاجز ہوں کہ اس کوّے جیسا ہو سکوں کہ جس طرح یہ کوے کا مردہ چھپا رہا ہے میں بھی اپنے بھائی کی لاش چھپا سکوں۔ آخر ہائے وائے کرنے لگا اور نادم ہوا۔ اب لاش کی جانب توجہ کی' بھائی کا ہاتھ پکڑا اور کوہ نوذ سے نیچے اُتر آیا۔

آدم علیہ السلام نے قابیل سے کہا: جا تو ہمیشہ مرعوب رہے گا۔ جسے دیکھے گا اسی سے خوف کھائے گا۔ اس دُعائے بد کے بعد قابیل کی یہ حالت ہوگئی کہ خود اس کی اولاد میں سے کوئی اس کے پاس گزرتا تو کچھ نہ کچھ اس پر پھینک مارتا۔ ایک مرتبہ قابیل کا ایک اندھا بیٹا اپنے لڑکے کے ساتھ قابیل کے پاس آیا۔ لڑکے نے (کہ قابیل کا پوتا تھا) اپنے اندھے باپ سے کہا یہ سامنے تیرا باپ قابیل ہے۔ اندھے نے قابیل کو پتھر پھینک مارا اور وہ قتل ہو گیا۔ اندھے کے لڑکے نے باپ سے کہا: ''ہائیں! تو نے اپنے باپ کو مار ڈالا''۔ اندھے نے ہاتھ اُٹھا کے بیٹے کو ایسا طمانچہ لگایا کہ وہ بھی مر گیا۔ پھر خود ہی افسوس کرنے لگا کہ مجھ پر حیف ہے کہ آپ ہی اپنے باپ کو پتھر سے اور بیٹے کی تھپڑ سے جان لی۔

حضرت شیث علیہ السلام

حوا علیہا السلام جب پھر حاملہ ہوئیں تو اس بطن سے شیث علیہ السلام اور ان کی بہن عزورا پیدا ہوئیں۔ شیث علیہ السلام کا نام ہبۃ اللہ پڑا جو ہابیل کے نام سے نکالا تھا۔ کیونکہ اِن کی پیدائش کے وقت جبرائیل علیہ السلام نے حوا علیہا السلام سے کہا تھا کہ ہابیل کے بدلے تیرے لئے ہبۃ اللہ (خدا کی دین) ہے۔ شیث علیہ السلام کو عربی میں ''شیث'' سریانی میں ''شیات'' اور عبرانی میں ''سیث'' کہتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے انہیں کو (مرتے وقت) وصیت کی تھی' جب وہ پیدا ہوئے ہیں تو آدم علیہ السلام کی عمر اس وقت ایک سوتیں (۱۳۰) برس کی تھی۔

عبدالحارث

آدم علیہ السلام نے پھر مقاربت کی‘ حوا علیہا السلام پھر حاملہ ہوئیں‘ حمل کچھ گراں نہ تھا۔ شیطان بھیس بدل کے آیا اور کہنے لگا: ’’حوا علیہا السلام! یہ تیرے شکم میں کیا ہے؟‘‘

جواب دیا: ’’میں نہیں جانتی‘‘۔

اس نے کہا: ’’عجب نہیں! انہیں جانوروں میں سے کوئی جانور ہوگا‘‘۔

جواب دیا: ’’میں نہیں جانتی‘‘۔

شیطان منہ پھیر کے چلا گیا تا آنکہ جب گرانی پیدا ہوئی تو پھر آیا اور دریافت کیا: ’’حوا! تو اپنے آپ کو کیا پاتی ہے؟‘‘

جواب دیا کہ ’’میں ڈرتی ہوں کہ کہیں وہی نہ ہو جس کا تو نے مجھے خوف دلایا تھا۔ میں اُٹھنا چاہتی ہوں تو اُٹھ نہیں سکتی‘‘۔

شیطان نے کہا: ’’تیری کیا رائے ہے کہ میں اگر خدا سے دُعا کروں کہ وہ اس جنین کو تجھ سا اور آدمؑ جیسا انسان بنا دے تو کیا تو میرے نام پر اس کا نام رکھے گی؟‘‘

حوا علیہا السلام نے کہا: ’’ہاں!‘‘

شیطان تو یہ سن کر چلا گیا۔ مگر اب حوا علیہا السلام نے آدم علیہ السلام کو اطلاع دی کہ ایک شخص نے آ کے مجھے خبر دی ہے کہ تیرے شکم کا جنین انہیں چارپایوں میں سے کوئی چارپایہ ہے۔ میں بھی اس کی گرانی محسوس کر رہی ہوں اور ڈرتی ہوں کہ جو اس نے کہا ہے کہیں وہی نہ ہو۔ اب آدم و حوا علیہما السلام کو بجز اس کے اور کوئی اندیشہ نہ تھا۔ اس فکر میں مبتلا رہتے تھے تا آنکہ لڑکا پیدا ہوا‘ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا:

﴿ دعوا اللّٰہ ربھما لئن اٰتیتنا صالحًا لنکوننّ من الشاکرین ﴾

’’دونوں نے خدا سے کہ ان کا پروردگار ہے دُعا کی کہ اگر ہمیں فرزند صالح عنایت کرے تو ہم اس کے شکر گزار ہوں گے‘‘۔

آدم و حوا علیہما السلام نے یہ دُعا لڑکا پیدا ہونے سے پہلے کی تھی۔

جب اچھا خاصا‘ بھلا چنگا لڑکا پیدا ہو گیا تو شیطان نے حوا کے پاس آ کے پھر کہا: ’’وعدہ کے مطابق تو نے اس بچے کا نام کیوں نہ رکھا‘‘۔

حوا علیہا السلام نے پوچھا: ’’تیرا نام کیا ہے؟‘‘

شیطان کا نام تو عزازیل تھا‘ مگر یہ نام لیتا تو وہ پہچان لیتیں۔ اس لئے کہا: ’’میرا نام حارث ہے‘‘۔

حوا نے اس بچے کا نام عبدالحارث رکھا‘ مگر وہ مر گیا۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

﴿ فلمّا اٰتاھما صالحًا جعلالہ شرکاء فیما اٰتاھما فتعالی اللّٰہ عمّا یشرکون ﴾

’’جب اللہ نے ان دونوں کو فرزند صالح عطا فرمایا تو اللہ کی اس دین میں انہوں نے دوسروں کو اللہ کا شریک بنایا‘ یہ

لوگ جو شرک کرتے ہیں' اللہ اس سے برتر ہے''۔

آدم علیہ السلام کے ہاتھوں بیت اللہ کی تعمیر

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ میرے عرش کے بالمقابل (روئے زمین پر) ایک حرم ہے۔ جا... وہاں میرے لئے تو ایک گھر بنا کے اس میں عبادت کر' جس طرح تو دیکھ چکا کہ میرے فرشتے عرش سے لگے رہتے ہیں تیری اور تیری اولاد میں سے جو فرمانبردار ہوں گے' وہاں ان سب کی دُعائیں قبول کروں گا۔ آدم علیہ السلام نے عرض کی یا ربّ! یہ مجھ سے کیونکر ہوگا۔ میں اس پر کہاں قادر ہوں؟ اور اس کا پتہ کیسے لگا سکتا ہوں؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک فرشتہ متعین کر دیا جس کے ساتھ وہ مکے چلے۔ دوران سفر میں جب آدم علیہ السلام کسی باغ یا کسی جگہ میں گزرتے جو انہیں خوش آتی تو فرشتے سے کہتے یہاں ٹھہر جاؤ۔ وہ کہتا منزل مقصود کو پہنچنا ہے۔ اسی طرح چلتے چلتے مکے پہنچے۔ راستہ میں جن جن مقامات پر ٹھہرے وہ آباد ہوئے اور جہاں جہاں سے گزرتے گئے وہ غیر آباد صحرا اور دشت و بیابان رہے۔

آدم علیہ السلام نے پانچ پہاڑوں کے مصالحوں سے خانہ کعبہ کی تعمیر کی ① طور سینا ② طور زیتون ③ لبنان ④ جودی ⑤ حرا۔ جس سے کعبہ کی بنیادیں استوار کیں۔ جب تعمیر سے فارغ ہو لئے تو فرشتہ انہیں کوہ عرفات پر لے چلا اور وہاں وہ تمام مناسک دکھائے (بتائے) جن پر لوگ آج بھی عمل کرتے ہیں۔ اس سے بھی فراغت ہوگئی تو فرشتہ اُنہیں ساتھ لے کے مکے آیا جہاں وہ ایک ہفتہ تک بیت اللہ کا طواف کرتے رہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی وفات

خانہ کعبہ کی تعمیر ہو چکی تو آدم علیہ السلام ہندوستان میں واپس آئے اور یہاں آ کے کوہ نوذ پر انتقال کر گئے۔ شیث علیہ السلام نے جبرئیل سے آدم علیہ السلام کی نمازِ جنازہ پڑھنے کو کہا۔ مگر جبرئیل نے جواب دیا: تو ہی آگے بڑھ' اپنے باپ کی نمازِ جنازہ پڑھ اور اس نماز کو تیس تکبیروں سے ادا کر۔ پانچ تکبیریں تو نمازِ پنجگانہ کی اور پچیس تکبیریں بربنائے فضیلت آدم علیہ السلام۔

بنی آدمؑ

آدم علیہ السلام اس وقت تک زندہ رہے کہ ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد کوہ نوذ پر چالیس ہزار تک پہنچ گئی۔ آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان میں زنا کاری' شراب خوری اور فتنہ و فساد پھیل گیا ہے۔ وصیت کی کہ اولاد شیث کی مناکحت اولادِ قابیل کے سلسلے میں نہ ہونے پائے۔ اولادِ شیث نے آدم علیہ السلام کو ایک غار میں دفن کیا اور ایک پاسبان مقرر کر دیا کہ اولاد قابیل میں سے کوئی بھی اس کے نزدیک نہ آنے پائے۔ وہاں جو آتے تھے فرزندانِ شیث ہی آتے تھے۔ اور وہی آدم علیہ السلام کے لئے استغفار کرتے تھے۔ آدم علیہ السلام کی عمر نو سو چھتیس (۹۳۶) برس تھی۔

ایک سو فرزندان شیث نے کہ خوش رو بھی تھے انتقال آدم علیہ السلام کے بعد صلاح کی کہ دیکھیں تو ہمارے عمزاد بھائی یعنی اولادِ قابیل کیا کرتے ہیں۔ اس مشورے کے مطابق وہ سو کے سو آدمی پہاڑ سے نیچے اُتر کر اولاد قابیل کی عورتوں کے پاس پہنچے جو بدشکل تھیں۔ عورتوں نے ان سب کو روک لیا۔ آخر خدا نے جب تک چاہا وہیں رہے۔ جب ایک مدت گزر گئی تو دوسرے سو آدمیوں نے مشورہ کیا کہ دیکھنا چاہیے کہ ہمارے بھائیوں نے کیا کیا۔ وہ بھی پہاڑ سے نیچے اُتر گئے۔ انہیں بھی عورتوں نے روک لیا۔ یہ واقعہ پیش آ چکا تو پھر فرزندانِ شیث پہاڑ سے نیچے اُترے جس کے باعث اِن میں معصیت پھیلی۔ باہمی مناکحت ہونے لگی۔ مختلط ہو گئے۔ اور بنی قابیل اتنے بڑھے اتنے بڑھے کہ زمین بھر گئی۔ یہی وہ لوگ ہیں جو نوح علیہ السلام کے زمانے میں غرق ہوئے تھے۔

حضرت حوا علیہا السلام

آیت ﴿ وَ خَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا ﴾ (اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا) کی تفسیر میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کے قصیریٰ سے پیدا کیا۔ قصیریٰ سب سے چھوٹی پسلی کو کہتے ہیں۔ آدم علیہ السلام اس وقت سو رہے تھے بیدار ہوئے تو دیکھ کے کہا: اثا۔ یہ نبطی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی عورت کے ہیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: حوا علیہا السلام کا نام حوا اس لئے پڑا کہ وہ ہر ایک ذی حیات (انسان کی ماں ہیں)۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک دوسری روایت میں کہتے ہیں: آدم علیہ السلام کا ہبوط (بہشت سے) ہندوستان میں ہوا۔ اور حوا علیہا السلام کا جدے میں۔ آدم علیہ السلام ان کی تلاش میں چلے تو چلتے چلتے مقام جمع تک پہنچے۔ یہاں حوا علیہا السلام ان سے مزدلف[1] ہوئیں۔ اس لئے اس کا نام مزدلفہ پڑا اور جمع میں دونوں مجتمع ہوئے اس لئے وہ جمع کے نام سے موسوم ہوا۔

حضرت ادریس علیہ السلام

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: آدم علیہ السلام کے بعد روئے زمین پر پہلے پیغمبر جو مبعوث ہوئے وہ ادریس علیہ السلام تھے کہ وہی خنوخ بن یرذ ہیں اور یرذ ہیں اور یرذ ہی کا نام الیاذ ہے۔ ایک ایک دِن میں ان کے اتنے اعمالِ حسنہ (جنابِ الٰہی میں) صعود کرتے تھے کہ ایک ایک مہینے میں اتنے اعمال بنی آدم کے صعود نہیں کرتے۔ ابلیس نے ان پر حسد کیا اور قوم نے بھی ان کی نافرمانی کی تو خدا نے جیسا کہ فرمایا بھی ہے انہیں اپنے ہاں ایک برتر جگہ میں اُٹھا لیا: ﴿ وَ رَفَعۡنٰهُ مَکَانًا عَلِیًّا ﴾ ادریس علیہ السلام کو خدا نے بہشت میں داخل کیا اور فرمایا کہ میں اس کو یہاں سے نکالنے والا ہی نہیں۔ یہ ادریس علیہ السلام کے ایک بڑے قصہ کا اختصار ہے۔

---

[1] اِزدلاف : اقتراب نزدیک ہونا۔ جمع : محل اجتماع حج مقام حج۔

خنوخ یعنی ادریس علیہ السلام کے متوشلخ اور دوسرے لڑکے ہوئے مگر وصی متوشلخ ہی تھے۔ متوشلخ کے لمک اور دوسرے لڑکے ہوئے مگر وصی لمک ہی تھے۔ لمک سے حضرت نوح علیہ السلام پیدا ہوئے۔

حضرت نوح علیہ السلام

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں' لمک کے صلب سے جب نوح علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں تو اس وقت لمک کی عمر بیاسی (۸۲) برس تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ انسانوں کو اس وقت برائیوں سے روکنے والا کوئی نہ تھا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا اور ان لوگوں کے پاس پیغمبر بنا کے بھیجا۔ نوح علیہ السلام کی عمر اس وقت چار سو اسّی (۴۸۰) برس تھی۔ وہ ایک سو بیس برس تک قوم کو نبوت کی دعوت دیتے رہے (جب اس دعوت الی اللہ پر کسی نے کان نہ دھرا اور راہِ راست پر نہ آئے تو) اللہ تعالیٰ نے انہیں کشتی بنانے کا حکم دیا جو انہوں نے بنالی اور اس پر سوار ہو گئے۔ اس وقت وہ چھ سو (۶۰۰) برس کے تھے۔ جنہیں (اس طوفان میں) غرق ہونا تھا' وہ سب غرق ہو گئے۔ واقعۂ کشتی (طوفان) کے بعد وہ ساڑھے تین سو سال (۳۵۰) تک زندہ رہے' ان کے فرزند سام پیدا ہوئے جن کی اولاد کے رنگ میں سفیدی و گندم گونی ہے' حام پیدا ہوئے جن کی اولاد میں سیاہی اور کچھ سفیدی ہے' یافث پیدا ہوئے جن کی اولاد میں سرخی مائل سیاہی ہے' کنعان پیدا ہوا جو (طوفان میں) غرق ہو گیا۔ عرب اس کو یام کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ عربوں کا قول ہے: انّما هام عمنا يام. اِن سب کی ماں ایک ہی تھیں۔

طوفانِ نوح

نوح علیہ السلام نے کوہ نوذ پر کشتی گڑھی (بنائی) اور وہیں سے طوفان بھی شروع ہوا۔ نوح علیہ السلام خود کشتی میں سوار ہوئے۔ ساتھ میں ان کے وہی مذکور الاہم بیٹے اور بہویں یعنی بیٹوں کی بیویاں تھیں اور تہتر (۷۳) متنفس اولادِ شیث علیہ السلام میں سے تھے۔ جو ان پر ایمان لا چکے تھے۔ کشتی میں ان سب کی مجموعی تعداد (۸۰) تھی۔ نوح علیہ السلام نے (حیوانات کے بھی) دو دو جوڑے کشتی پر لے لئے تھے۔ یہ کشتی تین سو ہاتھ لمبی' پچاس ہاتھ چوڑی اور تیس ہاتھ اونچی تھی۔ ہاتھ کا پیمانہ نوح علیہ السلام کے پردادا کے ہاتھ کے مطابق تھا۔ پانی سے یہ چھ ہاتھ باہر نکلی ہوئی تھی' بند تھی۔ نوح علیہ السلام نے اس میں تین دروازے بھی نکالے تھے جن میں بعض اوپر اور بعض نیچے تھے۔ اللہ تعالیٰ چالیس شبانہ روز تک مینہ برساتا رہا۔ وحشی جانور' چار پائے' چڑیاں یہ سب مینہ سے اثر پذیر ہو کے نوح علیہ السلام کے پاس آ گئے اور سب کے سب ان کے مطیع ہو گئے۔ انہوں نے حسب حکم جنابِ باری تمام حیوانات کے دو دو جوڑے کشتی پر لے آئے۔ آدم علیہ السلام کا جثہ بھی ساتھ لے لیا اور اسے اسی طرح رکھا کہ عورتوں اور مردوں کے درمیان حائل و حاجب رہے۔ رجب کی دس شبیں گزری تھیں کہ کشتی پر سوار ہوئے (۱۱ رجب) اور عاشورہ (۱۰ محرم) کو پھر خشکی پر اُترے۔ یہی باعث ہے کہ روزہ رکھنے والوں نے عاشورہ کا روزہ رکھا۔

پانی نکلا تو نصف نصف کر کے نکلا۔ یہی طوفان کا نصف باعث تو زمین کا سیلاب تھا اور نصف موجب مینہ کی طغیانی۔ اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے:

﴿ ففتحنا ابواب السماء بماءٍ منهمر و فجرنا الارض عيونًا فالتقى الماء على امرقد قدر ﴾

''ہم نے لگاتار پانی کی جھڑی سے آسمان کے دروازے کھول دیئے اور زمین کے سوتے چشمے جاری کر دیئے۔ تو پانی ایک حکم پر جس کا اندازہ ہو چکا تھا پہنچ کے مل گیا''۔

آیت میں ﴿ ماءٍ منهمر ﴾ سے مراد ﴿ ماءٍ منصب ﴾ بہتا ہوا پانی ہے اور ﴿ فجرنا الارض ﴾ کا مطلب ہے ﴿ شققنا الارض ﴾ ہم نے زمین کو چاک چاک کر ڈالا اور اس میں شگاف کر دیئے۔ ﴿ فالتقى الماءُ على امر قد قدر ﴾ پانی ایک حکم پر جس کا اندازہ ہو چکا تھا' پہنچ کے مل گیا کے معنی یہ ہیں کہ پانی کے دو حصے ہو گئے۔ نصف پانی آسمان سے اور نصف زمین کا۔ زمین کے بلند ترین پہاڑ پر بھی پندرہ ہاتھ پانی چڑھ گیا۔

کشتی نے مع اپنے راکبوں کے چھ مہینے میں تمام زمین کا دورہ پورا کر لیا اور کہیں نہ ٹھہری تا آنکہ حرم (مکے) تک پہنچی مگر اس کے اندر نہ گئی۔ اور ایک ہفتے تک حرم کے گرد پھرتی رہی (طواف) کرتی رہی وہ گھر (خانۂ خدا) جو آدم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ اٹھا لیا گیا۔ غرق نہ ہونے پایا۔ یہی گھر بیت المعمور ہے' حجر اسود بھی اُٹھا لیا گیا' غرق نہ ہونے پایا اور وہ کوہ ابو قبیس پر رہا۔

کشتی جب حرم کے گرد پھر چکی تو راکبوں کو لئے ہوئے جُودی پر پہنچی جو علاقہ موصل کی ایک پہاڑی ہے کہ دو قلعوں کے پاس واقع ہے۔ چھ ماہ کا سفر ختم کر کے سال پورا کرنے کے لئے جودی پر آ کر ٹھہر گئی تو اسی ششماہی کے بعد ارشاد ہوا: ﴿ بعدًا للقوم الظالمين ﴾ ''ظالموں کے لئے دور باش''۔

کوہ جودی پر جب کشتی ٹھہر چکی تو حکم ہوا: ﴿ يا ارض ابلعي ماءَكِ و يا سماء اقلعي ﴾ ''اے زمین اپنے پانی کو نگل لے اور اے آسمان رُک جا''۔ آسمان کے رُکنے کا یہ مطلب ہے کہ اے آسمان اپنے پانی کو یعنی بارش کو روک لے۔ ﴿ و غيض الماء ﴾ ''پانی خشک ہو گیا''۔ زمین نے اسے جذب کر لیا۔ آسمان سے جو بارش ہوئی تھی اسی کی یادگار یہ سمندر اور دریا ہیں جو زمین پر نظر آتے ہیں طوفان کا آخری بقیہ وہ پانی تھا جو زمین حسمیٰ [1] میں چالیس برس تک رہ کے جاتا رہا۔

طوفان کے بعد کے حالات

طوفان سے نجات ملی تو نوح علیہ السلام (مع اہل کشتی کے) نیچے اُترے اور وہاں ہر شخص نے اپنے لئے ایک ایک گھر بنایا۔ اس بستی کا نام اسی لئے سوق الثمانین پڑا (یعنی اسّی [۸۰] آدمیوں کا بازار)۔ نوح علیہ السلام کے جتنے آباؤ اجداد گزرے تھے تا بہ آدم علیہ السلام' سب کا دین اسلام تھا۔ نوح علیہ السلام نے شیر کو بد دُعا دی کہ اس پر بخار چڑھا رہے کبوتر کے حق میں مانوس ہونے کی دُعا دی اور کوّے کو

---

[1] حسمیٰ بادیہ عرب کے ایک علاقے کا نام تھا جس میں اونچی اونچی پہاڑیاں واقع تھیں' نابغہ ذبیانی کے کلام میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔

کہا کہ یہ معاش کی جانب سے تنگی میں مبتلا رہے گا۔

عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آدم ونوح علیہ السلام کے درمیان دس نسلیں گزریں جن کا دین اسلام تھا۔

یہ ایک استطرادی روایت تھی اب آگے پھر وہی روایت چلتی ہے جو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور جس کے جزئیات ابتدائے تذکرۂ نوح علیہ السلام سے لے کے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے قبل تک مذکور ہو چکے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں نوح علیہ السلام نے نسل قابیل کی ایک عورت سے نکاح کرلیا۔ اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بوناطن رکھا۔ یہ لڑکا دیارِ مشرق کے ایک شہر میں پیدا ہوا تھا معلنور شمسن تھا۔

سوق ثمانین کی وسعت آبادی کے لئے جب کافی نہ ہوئی تو لوگ وہاں سے نکل کے اس مقام پر پہنچے جہاں شہر بابل آباد ہوا۔ بابل کی تعمیر انہیں لوگوں نے کی جو دریائے فرات اور مقام صراۃ کے درمیان واقع تھے۔ طول عرض میں یہ شہر دوازدہ (۱۲) فرسنگ در دوازدہ (۱۲) فرسنگ تھا۔ اس کا دروازہ اس جگہ تھا جہاں آج (مصنف کے زمانے میں) وہ مکانات ہیں کہ آبادی میں سے گزرو تو بائیں جانب کوفے کے پل کے اوپر بھی عمارتیں ملتی ہیں۔ بابل کی آبادی بہت بڑھی۔ لوگ بہت ہو گئے۔ تا آنکہ ایک لاکھ تک شمار ہو گیا۔ یہ سب لوگ دین اسلام پر قائم تھے۔ نوح علیہ السلام جب کشتی سے نکلے تو آدم علیہ السلام کا جثہ بیت المقدس میں دفن کر دیا۔ اور ایک زمانے کے بعد خود بھی انتقال کر گئے۔ صَلَّى اللهُ عَلٰى نَبِيِّنَا وَ عَلَيْهِ وَ بَارِكْ وَ سَلَّمْ.

اولادِ نوح علیہ السلام

سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فرزندان نوح علیہ السلام میں عربوں کے ابوالآباء سام ہیں۔ حبشیوں کے حام ہیں اور رومیوں (رومانیوں) کے یافث ہیں''۔

سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''نوح علیہ السلام کے تین لڑکے تھے سام و حام و یافث۔ سام سے تو اقوام عرب فارس و روم پیدا ہوئے کہ ان سب میں خیر و فلاح ہے۔ حام سے اقوام سودان و بربر وقبط پیدا ہوئے اور یافث سے ترک وصقالیہ و یاجوج و ماجوج کی قومیں پیدا ہوئیں''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ اے موسیٰ! تو اور تیری قوم اہل جزیرہ اور اہل العال (یعنی بالائی عراق کے باشندے) سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ عرب ایرانی نبطی ہندوستانی سندھی اور بندی[1] بھی سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔

محمد بن السائب کہتے ہیں: ''ہندوستان وسندی (سندھی) و بندی یوفر بن یقطن بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ بند کے بیٹے کا نام مکران تھا''۔

---

[1] بند بھی اہل سند سے ملتی جلتی ایک قدیم قوم تھی۔

سلسلۂ انساب

قوم جرہم: جرہم بن عامر بن سبان یقطن بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ جرہم کا نام ہذرم تھا۔

حضرموت: حضرت موت بن یقطن بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ یہ ان راویوں کا قول ہے جو قوم حضرموت کو بنی اسماعیل علیہ السلام میں منسوب نہیں کرتے' یقطن ہی کا نام قحطان بھی تھا۔

ابن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ یہ قول ان کا ہے جو آل قحطان کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد نہیں مانتے۔

فارسی (پارسی-ایرانی) فارس بن بیرس بن یاسور بن سام بن نوح علیہ السلام۔

نبطی: نبیط بن ماش ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔

اہل جزیرہ واہل العال: اولاد ماش بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔

عمالقہ: عملیق بن لوذ بن سام بن نوح علیہ السلام عملیق ہی کا نام عریب تھا' قوم بن عمالقہ کا ابوالآباء یہی ہے۔ بربری بھی عمالقہ ہی کی شاخ ہیں۔ جن کا سلسلہ یوں ہے: بربر بن تمیلا بن مازرب بن فاران بن عمرو بن عملیق بن لوذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔ باستثنائے قبائل ضہاجہ وکتامہ کہ یہ بھی اگرچہ بربر ہیں۔ مگر عمالقہ کی اولاد نہیں ہیں بلکہ افریقیس بن قیس بن صیفی بن سبا بن قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بابل سے نکلتے ہوئے عملیق ہی نے پہلے پہل عربی زبان میں باتیں کیں۔ عرب العاربہ انہیں عمالقہ وجرہم کو کہتے ہیں۔

طلسم وامیم: اولاد لوذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔

ثمود وجدیس: اولاد جاثر بن ارم بن معام بن نوح علیہ السلام۔

عاد وعبیل: اولاد عوض بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔

روم: اولاد قطی بن یونان بن یافث بن نوح علیہ السلام۔

نمروذ (نمرود) ابن کوش بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام۔ نمرود ہی فرماں روائے بابل تھا اور اسی کے ساتھ ابراہیم خلیل اللہ علیہ و علی نبینا الصلاۃ و السلام کا واقعہ پیش آیا تھا۔

اچانک زبانوں کی تبدیلی

قوم عاد کو ان کے زمانے میں حاد ارم کہتے تھے۔ جب یہ قوم تباہ ہوگئی تو قوم کو ثمود ارم کہنے لگے۔ جب یہ قوم بھی برباد ہو گئی تو اولاد ارم [1] کو ارمان کہنے لگے کہ وہی نبطی ہیں۔ ان سب کا دین اسلام تھا۔ اور بابل ان سب کا مقام تھا۔ تا آنکہ نمرود بن

---

[1] ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔

کوش بن کنعان بن حام بن نوح فرماں روا ہوا۔ انہیں بت پرستی کی دعوت دی اور سب نے مان لی (بت پرست ہو گئے)۔ آخر یہ واقعہ پیش آیا کہ شام اداس حالت میں بسر کی تھی کہ سریانی زبان میں باتیں کرتے تھے۔ اور صبح ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے زبانیں بدل دیں اور ایسی بدل دیں کہ ایک کی ایک نہ سمجھتا تھا۔

اولادِ سام کی اٹھارہ (۱۸) زبانیں ہو گئیں۔

اولادِ حام کی بھی اٹھارہ (۱۸) زبانیں ہو گئیں۔

اولادِ یافث کی چھتیس (۳۶) زبانیں ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے ① قوم عاد ② عبیل ③ ثمود ④ جدیس ⑤ عملیق ⑥ طسم ⑦ امیم ⑧ اور اولادِ یقطن بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کو عربی زبان کی تعلیم دی (یعنی ان قوموں کی زبان عربی ہو گئی)۔ یوناطن بن نوح علیہ السلام نے بابل میں انہیں اقوام کے لئے جھنڈے قائم کئے۔

بنی سام

بابل سے نکل کر اولادِ سام نے زمین مجدل میں قیام کیا کہ ناف زمین یہی ہے۔ یہ وہ زمین ہے کہ جو ایک طرف تو علاقہ سائید ما سے سمندر تک اور دوسری جانب یمن سے شام تک بیچوں بیچ واقع ہے۔ یہی وہ قوم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر، نبوت کتاب شریعت، حسن و جمال گندم گونی اور گورا رنگ عنایت فرمایا۔

بنی حام

بنی حام اس علاقے میں فروکش ہوئے جہاں بادِ جنوب اور مغربی ہوائیں چلتی ہیں۔ اس گوشہ زمین کو داروم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان میں کچھ گندم گونی اور بقدر قلیل گورا رنگ رکھا ہے۔ ان کے علاقے آباد، موسم شاداب، طاعون مرفوع و مدفوع، اور ان کی زمین میں اشجار اثل[1] و اراک و عشر و غاف و نخل پیدا کئے۔ ان کے علاقوں کی فضاء میں آسمانی کتاب آفتاب و ماہتاب دونوں رواں ہیں (یعنی روشن) ہیں۔

بنی یافث

اولادِ یافث نے دیارِ صفوان میں اقامت کی جہاں شمالی و مشرقی ہوائیں چلتی ہیں ان میں سرخی مائل سیاہی کا رنگ غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے علاقے الگ کر دیئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں سخت سردی پڑتی ہے، ان کی فضائے آسمانی بھی الگ تھلگ رکھی ہے جس کے باعث کواکب سبعہ میں سے کسی کے یہ زیر حرکت نہیں۔ اور ہوں تو کیسے ہوں؟ یہ لوگ تو نبات النعش،

---

[1] اثل: درخت طرفا۔ اراک: پیلو۔ عُشر: چنار جیسا کہ ایک عربی درخت جس کی لکڑیاں زیادہ تر چقماق کا کام دیتی ہیں۔ غاف عربوں کے مذاق کا ایک خاص درخت جس کے میوے بہت ہی شیریں ہوتے ہیں۔ نخل کھجور، درخت خرما۔

جدی فرقدین کے نیچے واقع ہیں (یعنی ان اقوام کے ممالک انہیں کروں یا ستاروں کے بالمقابل ہیں۔ یہ طاعون میں مبتلا ہوا کرتے ہیں۔

اہل عرب

کچھ زمانے کے بعد قوم عاد مقام شحر میں آ کے مقیم ہوگئی اور اسی مقام پر ایک وادی میں ہلاک و تباہ بھی ہوئی جس کو وادی مغیث کہتے ہیں۔ قوم عاد جب فنا ہوگئی تو شحر میں اس کی جانشین قوم مہرہ ہوئی۔

قوم عبیل وہاں جا رہی جہاں یثرب (مدینہ رسول اللہ ﷺ) آباد ہوا۔

عمالقہ صنعاء جا پہنچے لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب صنعا کا نام بھی صنعا نہیں پڑا تھا۔ مُرور زمانے کے بعد ان میں سے کچھ لوگوں نے یثرب جا کے وہاں سے قوم عبیل کو نکال دیا اور خود مقام جحفہ میں اقامت اختیار کی بعد کو ایک سیلاب آیا جو ان سب کو بہا کر لے گیا۔ جب ہی اس کا نام جحفہ پڑا۔[1]

قوم ثمود و مقام حجر اور اس کے مضافات میں آباد ہوئی اور وہیں برباد ہوئی۔

اقوام طسم و جدیس نے یمامہ میں رہنا شروع کیا اور وہیں ہلاک ہوئے۔ یمامہ[2] انہیں میں سے ایک عورت کا نام تھا۔ جس کے نام پر یہ مقام بھی یمامہ مشہور ہوا۔

قوم امیم سرزمین ابار میں جا بسی اور وہیں منقرض بھی ہوئی۔ یہ مقام علاقہ یمامہ و شحر کے درمیان واقع ہے۔ مگر اب اس زمانے میں وہاں تک کسی کی رسائی نہیں کیونکہ اس پر جن غالب آ چکے ہیں اس علاقہ کا نام اُبار بن امیم کے نام پر اُبار پڑا تھا۔

یقطن بن عابر کی اولاد دیارِ یمن میں آباد ہوئی۔ اور اسی وجہ سے اس کا نام یمن[4] پڑا۔ کیونکہ اس قوم نے یہیں تیامن کیا تھا۔ یعنی قبلہ رُخ سے چل کر بجانب یمن (دست راست کے رُخ) آئے تھے۔ اور یہاں آباد ہوئے۔

شام کی وجہ تسمیہ:

کنعان بن حام (بن نوح علیہ السلام) کی اولاد کے کچھ لوگ شام میں آباد ہوئے اور اسی بنا پر اس کا نام شام[2] پڑا کیونکہ ان لوگوں نے تشاؤم کیا تھا۔ یعنی قبلہ رُخ سے بائیں جانب مڑ گئے تھے۔ شام کو اولاد کنعان کی سرزمین کہا کرتے تھے۔ آخر بنی اسرائیلیوں نے آ کے کنعانیوں کو قتل کر ڈالا اور جو بچے انہیں جلاوطن کر دیا۔ اب شام بنی اسرائیل کا ہوگیا۔ مگر ان پر بھی رومیوں نے

---

[1] جحف: لے جانا، بہا لے جانا۔ جحفہ: نکال لینے کے بعد جو پانی حوض میں بچ رہا ہو۔ مقام جحفہ: سیلاب آنے سے بیشتر اس مقام کا نام مہیعہ تھا۔

[2] یہ وہی عورت ہے جس کی دور بینی اسی قدر مبالغے سے بیان کی جاتی ہے کہ تین دن کی مسافت کے طویل و عریض فاصلے سے وہ اپنی آبادی میں آنے والے سواروں کو دیکھ لیا کرتی تھی۔

[3] یمن ناحیۃُ الیمن: وہ علاقہ جو قبلہ رُخ کے داہنے جانب واقع ہے۔

[4] شام وہ علاقہ جو قبلے کے بائیں طرف پڑے۔

حملہ کیا' ان کو قتل کر ڈالا اور جو بچے انہیں عراق میں جلاوطن کر دیا۔ شام میں بہت تھوڑے سے اسرائیلی رہ گئے۔ اس کے بعد عرب آئے اور شام بھی عربوں ہی کے تحت تصرف میں آ گیا۔ اولادِ نوح کے درمیان زمین کی تقسیم فالغ [1] نے کی جن کو فالخ بھی کہتے ہیں۔ فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام جیسا کہ ہم اس کتاب میں پہلے بیان کر چکے ہیں۔

قوم سبا

فروہ بن مسیک غطیفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی جناب میں حاضر ہو کے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میری قوم کے جو لوگ سامنے آ چکے ہیں' یعنی ایمان لا چکے ہیں کیا میں انہیں لے کر قوم کے ان لوگوں سے نہ لڑوں جو پیچھے جا پڑے ہیں یعنی ہنوز ایمان نہیں لائے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''کیوں نہیں''۔

بعد کو مجھے دوسرا خیال آیا' میں نے پھر گزارش کی یا رسول اللہ ﷺ! نہیں! وہ بات نہیں بلکہ اہل سبا سے لڑنا چاہئے کہ یہ لوگ بڑے غلبے والے اور نہایت طاقتور ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے مجھ ہی کو اس مہم کا اُمیر بنایا اور اہل سبا سے لڑنے کی اجازت عطا فرمائی۔ میں حضور ﷺ سے باہر نکلا ہی تھا' اللہ تعالیٰ نے قومِ سبا کے متعلق جو وحی بھیجنی تھی بھیجی۔ نزول وحی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے استفسار فرمایا: ''غطیفی نے کیا کیا؟''

میرے فرودگاہ پر آدمی بھیجا' میں چل چکا تھا' قاصد نے مجھے وہاں نہ پایا' راستے میں آ لیا اور واپس لایا۔ رسول اللہ ﷺ کی جناب میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ کو بیٹھا ہوا پایا' اردگرد اصحاب بیٹھے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((اُدع القوم، فمن اجابك منهم فاقبل و من ابى فلا تعجل عليه حتّٰى تُحدّث الىّ)).

''قوم سبا کو اسلام کی دعوت دے' ان میں سے جو اس دعوت کو مان لے اور مسلمان ہو جائے اس کو قبول کر اور جو انکار کرے اس پر جلدی نہ کر' یعنی فی الفور منکرین اسلام کے خلاف کارروائی شروع نہ کر دے تا آنکہ اس کا تذکرہ مجھ سے کر لے' یعنی انکار کرنے والوں کے متعلق مجھے اطلاع دے کے کچھ کرنا تو کرنا''۔

حاضرین میں ایک شخص نے سوال کیا' یا رسول اللہ ﷺ! سبا کیا ہے؟ یہ کوئی زمین ہے یا کسی عورت کا نام ہے؟

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: نہ یہ زمین ہے نہ عورت' یہ ایک شخص تھا جس سے عرب کے قبائل پیدا ہوئے۔ چھ تو یمن میں آباد ہوئے اور چار شام میں۔ شام میں تو ① لخم ② جذام ③ دغان ④ و عاملہ آباد ہوئے اور یمن والے ① آزو ② و کندہ ③ و حمیر ④ و اشعر ⑤ و انمار ⑥ و مذحج ہیں۔

ایک شخص نے پھر سوال کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! انمار کیا؟''

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''انمار وہی ہیں جن سے قبائل خثعم (بجیلہ) نکلے''۔

---

[1] فلغ: فلق تقسیم' جدا جدا کرنا' بانٹنا۔ فالغ یا فالق: قاسم تقسیم کنندہ۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

ابن السائب الکلبی کہتے ہیں: ابراہیم علیہ السلام کا باپ شہر حران (عراق) کا باشندہ تھا۔ ایک سال قحط پڑا تو تنگی معاش میں مبتلا ہو کے ہرمزگرد چلا آیا (یہ شہر ایران میں واقع تھا)۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی یعنی ابراہیم علیہ السلام کی ماں بھی تھیں جن کا نام نونا تھا' بنت کرینا بن کوثا' جو ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں تھے۔

محمد بن عمر الاسلمی نے کئی اہل علم سے روایت کی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی ماں کا نام ابیونا تھا۔ اور وہ افرائیم بن ارغو بن فالغ بن عابر بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کے سلسلۂ نسب میں تھیں۔

محمد بن السائب کہتے ہیں: نہر کوثی کو کرینا نے کھودا تھا جو ابراہیم علیہ السلام کا جد مادری تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کا باپ بادشاہ نمرود کے بتوں پر مامورومتعین تھا۔ ابراہیم علیہ السلام ہرمزگرد میں پیدا ہوئے اور یہی ان کا نام تھا۔ بعد کو نقل مکان کر کے کوثی آ گئے۔ جو بابل کے علاقے میں ہے۔ جب ابراہیم علیہ السلام بالغ ہوئے' قوم کی مخالفت کی' عبادت الٰہی کی جانب دعوت دی' بادشاہ نمرود تک خبر پہنچی تو اس نے ابراہیم علیہ السلام کو قید کر دیا۔ سات برس تک قید خانے میں رہے۔ آخر کار نمرود نے ایک خطیرہ نما باغ (یا احاطہ) بنوایا۔ بڑی بڑی بھاری خشک لکڑیاں اس میں بھروا کے ان میں آگ لگوادی اور ابراہیم علیہ السلام کو اسی میں ڈلوادیا۔ اس وقت انہوں نے کہا:

﴿ حَسْبِیَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ ﴾

''مجھے اللہ کافی ہے اور بہترین بھروسہ کے قابل وہی ہے''۔

وہ آگ سے صحیح وسلامت باہر نکل آئے ان پر آنچ تک نہ آئی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: آگ سے صحیح وسالم باہر نکلنے کے بعد ابراہیم علیہ السلام کوثی سے چلے گئے۔ ان کی زبان اس وقت تک سریانی تھی۔ جب حران سے دریائے فرات عبور کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے زبان بدل دی۔ فرات کو عبور کرنے کی حیثیت سے عبران کہے گئے۔ نمرود نے ان کے پیچھے لوگ بھیجے اور حکم دے دیا کہ جو کوئی سریانی زبان میں باتیں کرتا ہوا سے جانے نہ دینا' میرے پاس لانا۔ سراغ لگانے والے مامورین کی ابراہیم علیہ السلام سے مڈبھیڑ ہوئی تو انہوں نے عبرانی میں باتیں کیں۔ مامورین انہیں چھوڑ کے چلے گئے اور نہ جانا کہ یہ کیا زبان بول رہے ہیں۔

محمد بن السائب کہتے ہیں: واقعات مذکورہ کے بعد ابراہیم علیہ السلام ارض بابل سے شام میں ہجرت کر گئے۔ وہاں سارہ آئیں اور انہوں نے اپنے تئیں ابراہیم کو بخش دیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان سے نکاح کر لیا اور وہ انہیں کے ساتھ نکل کھڑی ہوئیں۔ ان دنوں ابراہیم علیہ السلام کی عمر سینتیس (۳۷) برس تھی۔ حران پہنچ کے کچھ روز تو وہاں رہے پھر کچھ زمانے تک اردن میں اقامت کی۔ پھر مصر جا کے کچھ مدت تک وہاں رہے پھر شام واپس آئے۔ اور یہاں سرزمین سبع میں ٹھہرے جو ایلیا (بیت المقدس یا یروشلم) اور فلسطین کے درمیان واقع ہے۔ یہاں ایک کنواں (بیر سبع) کھودا اور ایک مسجد بنائی۔ بعد کو بعض اہل شہر نے جب اُن کو اذیت دی تو اس مقام کو بھی چھوڑ کے ایک دوسری جگہ فروکش ہوئے جو رملہ اور ایلیا کے مابین واقع تھی۔ وہاں بھی ایک کنواں کھودا اور

رہنے لگے۔ مال ومتاع وخدام وحشم میں ان کو وسعت اور فراخی حاصل تھی۔ وہ پہلے مہمان نواز' پہلے ثرید (ایک قسم کا کھانا جس میں روٹیاں شوربے میں توڑ کے اچھی طرح بھگو کے کھاتے ہیں) کھلانے والے اور پہلے شخص ہیں جنھوں نے پیرانہ سری دیکھی۔

عاصم کہتے ہیں ابوعثمان نے غالباً سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے خیر طلب کی' صبح ہوئی تو سر کے دوثلث بال سفید تھے۔ عرض کی یہ کیا ہے؟ کہا گیا: یہ دُنیا میں عبرت اور آخرت میں نور ہے۔

عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: خلیل الرحمٰن ابراہیم علیہ السلام کی کنیت ابوالاضیاف تھی (یعنی مہمانوں کے باپ)۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ابراہیم علیہ السلام نے مقام قدوم میں اپنا ختنہ کیا' اس وقت ان کی عمر ایک سوبیس (۱۲۰) برس تھی۔ اس کے بعد وہ اسّی برس اور زندہ رہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو جب اپنا خلیل (دوست) بنایا اور نبوت عطا فرمائی تو اس وقت ان کے تین سو (۳۰۰) غلام تھے۔ اِن سب کو آزاد کر دیا۔ اور سب کے سب اسلام لے آئے۔ ان کے پاس عصا اور ڈنڈے ہوتے تھے۔ یہ دُشمنان اسلام سے ابراہیم علیہ السلام کی معصیت میں انہیں ڈنڈوں سے لڑتے تھے۔ (لٹھ چلاتے ڈنڈے مارتے) پہلے آزاد غلام وہی ہیں جو اپنے آقا کے شریک ہو کے لڑے ہیں۔

محمد بن السائب کہتے ہیں: ابراہیم علیہ السلام کے اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے کہ وہی خلف اکبر تھے۔ ان کی ماں ہاجرہ قبطی نسل کی تھیں۔ دوسرے لڑکے اسحاق علیہ السلام سارہ سے پیدا ہوئے۔ یہ بصارت سے معذور تھے۔ سارہ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: سارہ بنت شبویل بن ناحور بن ساروغ بن ارغوا بن فالخ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام بقیہ لڑکے (۳) مَدَن (۴) و مدین (۵) ویفشان (۶) وزمران (۷) واشبق (۸) وشوخ تھے۔ اِن سب کی ماں قنطورا بنت مفطور' عرب عاربہ کی نسل سے تھیں۔ یفشان کی اولاد مکے میں جا رہی' مدین نے سرزمین مدین میں اقامت کی تو انہیں کے نام سے یہ علاقہ موسوم ہوا' بقیہ لڑکے دوسرے شہروں میں چلے گئے۔ (ایک مرتبہ) سب لڑکوں نے ابراہیم علیہ السلام سے عرض کی: ''اے ہمارے باپ! تو نے اسماعیل و اسحاق علیہم السلام کو تو اپنے ساتھ رکھا اور ہمیں حکم دیا کہ دیارِ غربت و وحشت میں منزل گزین ہوں''۔

ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: مجھے ایسا ہی حکم ملا ہے۔ پھر انہیں اللہ تعالیٰ کا ایک اسم سکھا دیا جس کی برکت سے وہ مینہ کے لئے دُعا مانگتے اور نصرت طلب کرتے تو جنابِ الٰہی میں یہ دُعا قبول ہو جاتی۔ بعض اولاد ابراہیم علیہ السلام نے خراسان میں نزول کیا۔ قوم خزر اُن کے پاس آئی اور کہنے لگی جس نے تمہیں ایسے اسم کی تعلیم دی وہ بہترین بادشندگان روئے زمین ہونے کے شایان ہے یا زمین کا سب سے اچھا بادشاہ وہی ہو سکتا ہے اسی بنا پر انہوں نے بادشاہ کا نام (لقب) خاقان رکھا۔

محمد بن عمر الاسلمی کہتے ہیں: ابراہیم علیہ السلام نوے (۹۰) برس کے تھے کہ ان کے صلب سے اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پھر تیس (۳۰) برس کے بعد اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ جب کہ ابراہیم علیہ السلام ایک سو بیس (۱۲۰) برس کے تھے۔ سارہ انتقال کر گئیں تو ابراہیم علیہ السلام نے ایک کنعانی خاتون سے نکاح کر لیا' جنھیں قنطورا کہتے ہیں۔ ان سے چار لڑکے پیدا ہوئے' ماذی' زمران' سرج' سبق۔ ایک دوسری خاتون سے بھی نکاح کیا جن کا نام جھونی تھا۔ ان سے سات لڑکے ہوئے' نافس' مدین' کیشان' شروخ' امیم'

لوط نقشان۔ لہٰذا ابراہیم علیہ السلام کے کل تیرہ لڑکے ہوئے۔

محمد بن السائب کہتے ہیں: ابراہیم علیہ السلام تین مرتبہ مکے گئے۔ آخری مرتبہ لوگوں کو حج کی دعوت دی۔ یہ دعوت جس نے اور جس چیز نے بھی سنی مان لی۔ اس سے پہلے ماننے والوں میں قوم جرہم تھی جس نے عمالقہ سے بھی قبل دعوت حج بیت اللہ قبول کی پھر یہ قوم مسلمان ہوگئی۔ اور ابراہیم علیہ السلام شہر شام میں واپس آئے۔ جہاں آپ کے دوسو (۲۰۰) برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ صلی اللّٰہ علی نبینا و علیہ و بارك و سلم.

حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام

محمد بن عمر الاسلمی نے کئی اہل علم سے روایت کی ہے جن کا قول یہ ہے' ہاجرہ (حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ماں) قوم کی قبطیہ تھیں۔ فسطاط مصر (قاہرہ) کے متصل مقام فرامی (فرما) کے آگے ایک گاؤں تھا۔ وہیں کی ایک رہنے والی تھیں۔ قبطیوں کے ایک جبار سرکش فرعون کے پاس وہ تھیں اور یہ وہی فرعون تھا جو ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ کے ساتھ پیش آیا۔ یعنی ان کے ساتھ گستاخی کی تھی یا کرنی چاہی تھی' جس کے نتیجہ میں مصروع ہوگیا' (یعنی ناکام و ذلیل ہونا پڑا تھا)۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ سارہ کا ہاتھ پکڑنے چلا تھا۔ جس کا مآل یہ ہوا کہ سینے تک اس کا ہاتھ خشک ہوگیا۔ آخر سارہ سے التجا کی کہ وہ خدا سے دُعا کرے کہ میری یہ مصیبت جاتی رہے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ تجھے ہیجان و جوش نہ دلاؤں گا (یعنی ناخوش و ناراض نہ کروں گا)۔ سارہ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تو اس کا ہاتھ پھیل گیا۔ شکایت جاتی رہی اور افاقہ ہوگیا۔ فرعون نے (بطور شکر گزاری) ہاجرہ کو طلب کیا جو اس کے تمام خدام میں سب سے زیادہ ایماندار تھیں اور سب سے زیادہ ایماندار مانی جاتی تھیں۔ انہیں ایک کسوت و لباس عنایت کیا اور سارہ کو ہبہ کردیا' بخش دیا۔ یعنی ہاجرہ کو سارہ کی ملکیت میں دے دیا۔ سارہ نے انہیں ابراہیم علیہ السلام کو بخش دیا جنھوں نے مقاربت کی تو اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے کہ ان کے خلف اکبر وہی تھے ان کا نام اشمویل تھا۔ معرب ہوکے اسماعیل علیہ السلام ہوگیا۔

ابن عون کہتے ہیں: محمد بن السائب الکلبی کہتے ہیں کہ اسماعیل علیہ السلام کی ماں کا نام آجر (بہ الف ممدودہ) ہے۔ ہاجر (بہ ہائے مہملہ) نہیں ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ابراہیم علیہ السلام اور سارہ ایک جبار کے پاس سے گزریں' اسے اطلاع ملی تو ابراہیم علیہ السلام کو بلا کے پوچھا: ''یہ تیرے ساتھ کون ہے؟''

جواب دیا: ''یہ میری بہن ہے''۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے (یہ قصہ کہتے وقت) بیان کیا کہ ابراہیم علیہ السلام بجز تین مرتبہ کے اور کبھی جھوٹ نہ بولے۔ دو مرتبہ تو اللہ تعالیٰ کے متعلق اور ایک مرتبہ اپنی بیوی کے متعلق جھوٹ بولے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ جھوٹ بولے تھے کہ ایک واقعے میں کہا: ﴿اِنِّىْ سَقِيْمٌ﴾ (میں بیمار ہوں) دوسرے واقعہ میں کہا: ﴿بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا﴾ (میں نے تو نہیں بلکہ ان کے بڑے نے یہ کام کیا ہے)۔ اور بیوی کے متعلق یہ جھوٹ تھا کہ اس جبار سے کہا: ''یہ تو میری بہن ہے''۔

جبار کے ہاں سے نکل کر ابراہیم علیہ السلام جب سارہ کے پاس آئے تو ان سے کہا: ''اس جبار نے مجھ سے تیری نسبت سوال کیا تھا' میں نے اسے بتایا کہ تو میری بہن ہے۔ اور حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے رشتے سے تو میری بہن ہے۔ تجھ سے بھی اگر وہ پوچھے تو اپنے آپ کو میری بہن بتانا''۔

جبار کے طلب کرنے پر سارہ جب اس کے پاس لائی گئیں تو اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ اس کے شر سے انہیں محفوظ رکھے۔ ایوب (کہ اس روایت کے راوی ہیں) کہتے ہیں کہ سارہ کی دُعا کا یہ اثر ہوا کہ جبار کا ہاتھ (قدرت کاملہ کی دستگیری سے) پکڑ لیا گیا اور بڑی سخت گرفت ہوئی۔ ناچار اس نے سارہ سے عہد کیا کہ یہ گرفت جاتی رہے تو پھر اس کے قریب نہ آئے گا (ہاتھ نہ بڑھائے گا)۔ سارہ نے دُعا کی' وہ گرفت جاتی رہی۔ اب پھر اس نے قصد کیا تو دوبارہ ایسی گرفت میں آیا جو پہلے سے بھی شدید تھی۔ مکرر عہد کیا کہ اس بلا سے رہائی ملی تو قریب تک نہ آئے گا۔ سارہ نے پھر دُعا کی اور پھر اسے نجات مل گئی۔ تو تیسری مرتبہ بھی اس نے قصد کیا جس کی پاداش میں پہلی دوبار سے کہیں زیادہ شدت کے ساتھ گرفتار ہوا۔ اب کے پھر عہد کیا کہ چھوٹ جائے تو پاس نہ پھٹکے گا۔ سارہ نے اب کے بھی دُعا کی اور وہ چھوٹ گیا۔ سارہ کو جو لایا تھا اسے (بلا کے) کہا۔

اسے (یعنی سارہ کو) یہاں سے باہر نکال' تو یہ میرے پاس انسان کو نہیں لایا۔ شیطان کو لے کے آیا۔

(واپس بھیجتے ہوئے) سارہ کی خدمت کے لئے ہاجرہ کو بھی ساتھ کر دیا' جب وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس لوٹیں تو وہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کر رہے تھے۔ سارہ نے کہا: ''ابراہیمؑ! تجھے بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کافر فاجر کا ہاتھ روک لیا اور ہاجرہ کو اس نے میری خدمت کے لئے دیا۔ اس واقعہ کے بعد ہاجرہ حضرت ابراہیم **علی نبینا علیه السلام** کی ہوگئیں۔ اور ان کے بطن سے اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ **صلوات الله و سلامه علیه.**

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ سب بیان کر کے کہا: ''اے آسمانی مینہ کی اولاد! یہ تھیں تمہاری ماں کہ اسحاق کی ماں کی ایک لونڈی تھیں''۔ [1]

ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم قبطیوں پر غالب آؤ اور وہ تمہارے محکوم ہو جائیں تو ان کے ساتھ احسان کرنا کیونکہ وہ عہد و ذمہ رکھتے ہیں ان سے قرابت ہے۔ آنحضرت ﷺ کی مراد اسماعیل علیہ السلام کی ماں سے ہے کہ وہ اسی قوم کی تھیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: عورتوں نے پہلے بڑے بڑے لانبے چوڑے دوپٹے جو اوڑھنے شروع کیے تو وہ اس بناء پر تھے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ماں نے یہ لباس اختیار کیا تھا۔ (نیچے دوپٹہ سے جو چلتے وقت زمین کو جھاڑتا چلے گا)۔ سارہ کو ان کا نشان

---

[1] اصل میں یا بنی ماءَ السَّماء یعنی اے آسمانی مینہ کی اولاد کیونکہ ماءُ السَّمَاءِ آسمانی مینہ کو کہتے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ ماء السماء ایک عربیہ خاتون کا لقب تھا جو عراق کے ایک عرب بادشاہ منذر لخمی کی ماں تھی۔ اس کا رنگ بہت ہی صاف نکھرا ہوا تھا۔ اس لئے آسمانی مینہ سے تشبیہ دیتے تھے۔ جو بالکل ہی خالص ہوتا ہے۔ یہ عہد جاہلیت کی بات ہے۔ مگر اسلام میں بھی یہ خاندان بہت ہی شریف اور نہایت ہی نامور مانا جاتا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسی خاندان کے لوگوں کو یہ قصہ سنا رہے تھے اور انہیں کا فخر شرافت نسبی کم کرنے کے لئے کہا تھا کہ تم جن کی نسل میں ہو وہ تو خود ایک لونڈی تھیں۔ بات یہ ہے کہ جس خاندان میں تقویٰ ہو وہ بہر حال شریف ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔

اور کھوج نہ مل سکے گا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب انہیں اوران کے فرزند (اسماعیل علیہ السلام) کو لے کے ابراہیم علیہ السلام مکے چلے تھے۔

ابوجہم بن حذیفہ بن غانم کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام پروحی نازل کر کے حکم دیا کہ بلد الحرام (مکہ مبارکہ) چلے جائیں۔ امتثال امر میں ابراہیم علیہ السلام براق پر سوار ہوئے۔ اسماعیل علیہ السلام دو برس کے تھے اپنے آگے بٹھا لیا اور ہاجرہ کو پیچھے۔ ساتھ میں جبرئیل علیہ السلام تھے۔ جو بیت اللہ کا راستہ بتاتے چل رہے تھے۔ اسی کیفیت سے مکہ پہنچے تو وہاں اسماعیل علیہ السلام اوران کی ماں کو بیت اللہ کے ایک گوشے میں اُتارا اور خود شام واپس آ گئے۔

عقبہ بن بشیر نے محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: ''عربی زبان میں پہلے پہل کس نے کلام کیا تھا؟''

جواب دیا: ''اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام نے جب کہ وہ تیرہ برس کے تھے''۔

(محمد بن علی کی کنیت ابوجعفر تھی۔ عقبہ کہتے ہیں) میں نے پوچھا: ''ابوجعفر! اس سے پہلے لوگوں کی زبان کیا تھی؟''

کہا: ''عبرانی''۔

میں نے مکرر سوال کیا: ''اللہ تعالیٰ اس زمانے میں اپنے پیغمبروں اور بندوں پر کس زبان میں اپنا کلام نازل کرتا تھا''۔

جواب دیا: ''عبرانی میں''۔

محمد بن عمر الاسلمی کئی اہل علم سے روایت کرتے ہیں: اسماعیل علیہ السلام جب پیدا ہوئے اسی زمانے میں عربی زبان ان کو الہام ہوئی۔ بخلاف ان کے تمام دوسرے فرزندان ابراہیم کی وہی زبان تھی جوان کے باپ کی تھی (عبرانی یا سریانی)۔

محمد بن السائب کہتے ہیں: اسماعیل علیہ السلام نے عربی میں کلام نہیں کیا تھا اور اپنے باپ کی مخالفت جائز نہیں رکھی تھی۔ عربی میں تو ان کی اولاد میں سے پہلے پہل ان لوگوں نے کلام کیا ہے جو ماں کی جانب سے رعلہ بنت یشجب بن یعرب بن لوذان بن جرہم بن عامر بن سبا بن یقطن بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد تھے۔

حیی بن عبداللہ کہتے ہیں یہ روایت مجھ تک پہنچی ہے کہ اسماعیل پیغمبر علی نبینا وعلیہ السلام نے اپنا ختنہ اس وقت کیا جب وہ تیرہ برس کے تھے۔

علی بن رباح لخمی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمام عرب اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں''۔

محمد بن اسحاق بن یسار اور محمد بن السائب الکلبی دونوں صاحبوں کا بیان ہے۔ اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام کے بارہ لڑکے ہوئے۔

1. نیاوذ، کہ بنت اور نابت بھی انہیں کو کہتے ہیں اور خلف اکبر بھی وہی تھے۔
2. قیذر
3. اَذبل
4. منسی، کہ انہیں کا نام منشی بھی ہے۔
5. مسمع، کہ مستماعہ بھی انہیں کو کہتے ہیں۔
6. دماء، کہ دوماسے بھی وہی موسوم ہیں اور انہیں کے نام سے دومۃ الجندل منسوب ہے۔

۷ ماشی

۸ آذر

۹ طیما

۱۰ فیطور

۱۱ نیش

۱۲ قیذما

ان سب کی ماں رعلہ تھیں جو بروایت محمد بن اسحاق بن یسار مُضاض بن عمرو جرہمی کی اور بروایت محمد بن السائب الکلبی، یشجب بن یعرب کی بیٹی تھیں۔ یشجب کا سلسلۂ نسب محمد بن السائب کی پہلی روایت میں آ چکا ہے۔ محمد بن السائب یہ بھی کہتے ہیں کہ رعلہ جرہمیہ سے پہلے اسماعیل علیہ السلام نے عمالقہ میں بھی ایک عورت سے نکاح کیا تھا۔ جس کے باپ کا نام صبدی تھا۔ یہ وہی عورت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جب اس کے پاس آئے تھے تو وہ سخت کلامی سے پیش آئی تھی۔ اسماعیل علیہ السلام نے اس کو چھوڑ دیا اور اس سے کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔

زید بن اسلم کہتے ہیں: اسماعیل علیہ السلام جب بیس (۲۰) برس کے ہوئے تو ان کی ماں ہاجرہ نوے (۹۰) برس کی عمر میں انتقال کر گئیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے انہیں مقام حجر میں دفن کیا۔

ابوجہم کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ بیت اللہ (خانہ کعبہ) کی تعمیر کریں۔ ابراہیم علیہ السلام اس وقت سو (۱۰۰) برس کے تھے۔ اور اسماعیل علیہ السلام تیس (۳۰) برس کے۔ دونوں پیغمبروں نے مل کر یہ عمارت بنائی۔ ابراہیم علیہ السلام کے بعد اسماعیل علیہ السلام نے انتقال کیا تو اپنی ماں کے ساتھ کعبے کے متصل حجر کے اندر دفن ہوئے۔ ان کی وفات پر نابت بن اسماعیل علیہ السلام خانہ کعبہ کے متولی ہوئے۔ قوم جرہم کے لوگ جو ان کے ماموں تھے وہ بھی اس تولیت میں شریک تھے۔

اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ کہتے ہیں: بجز تین پیغمبروں کے اور کسی پیغمبر کی قبر معلوم نہیں۔

۱ اسماعیل علیہ السلام کی قبر جو میزاب کے تلے رُکن اور خانہ کعبہ کے درمیان ہے۔

۲ ھود علیہ السلام کی قبر جو ریت کے ایک بہت بڑے ترچھی وضع کے ایک ٹیلے کے اندر ہے جو یمن کے ایک پہاڑ کے نیچے واقع ہے۔ اس قبر پر تندی کا درخت بھی ہے اور یہ بہت ہی گرم مقام ہے۔

۳ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کہ درحقیقت تینوں قبریں انہیں پیغمبروں کی قبریں ہیں۔

صلوات اللہ علیہم اجمعین

مَابَينَ آدمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ و مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت آدم علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے درمیان کا زمانہ

عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان دس قرن کا زمانہ حائل ہے۔ یہ تمام نسلیں دین اسلام پر قائم تھیں۔

محمد بن عمرو بن واقد الاسلمی کئی اہل علم سے روایت کرتے ہیں جن کا قول یہ ہے: آدم و نوح علیہما السلام کے درمیان دس قرن گزرے۔ ہر قرن ایک سو (۱۰۰) برس۔ نوح و ابراہیم علیہما السلام کے درمیان دس قرن ہر قرن سو برس۔ ابراہیم و موسیٰ بن عمران علیہما السلام کے درمیان دس قرن ہر قرن سو برس۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: موسیٰ بن عمران و عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے درمیان ایک ہزار نو سو (۱۹۰۰) برس گزرے۔ یہ درمیانی زمانہ عہد فترت[1] نہ تھا۔ ان دونوں پیغمبروں کے درمیانی عہد میں بنی اسرائیل میں ایک پیغمبر مبعوث ہوئے اور دوسری قوموں میں جو پیغمبر بھیجے گئے وہ ان کے علاوہ ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان پانچ سو انہتر (۵۶۹) برس کا فصل ہے۔ جس کے ابتدائی زمانے میں تین پیغمبر مبعوث ہوئے۔ کلام اللہ میں اسی کے متعلق ہے:

﴿ اذ ارسلنا الیهم اثنین فکذبوهما فعززنا بثالث ﴾

''وہ واقعہ یاد کرو جب ہم نے ان کے پاس دو شخص بھیجے تو انہوں نے ان کی تکذیب کی آخر ہم نے تیسرے سے انہیں غلبہ دیا''۔

وہ تیسرے پیغمبر شمعون علیہ السلام تھے۔ جن کی بدولت غلبہ حاصل ہوا۔ یہ حواریوں[2] میں سے تھے۔

عہد فترت جس میں اللہ تعالیٰ نے کوئی رسول نہ بھیجا' چار سو چونتیس برس رہا۔

---

[1] عهد فَترتْ: وہ زمانہ جس میں ایک پیغمبر کے بعد دوسرا پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو۔

[2] حوارِیْ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انصار رضی اللہ عنہم۔

عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارہ حواری تھے۔ان کی پیروی تو بہتوں نے کی مگران سب میں حواری بارہ ہی تھے۔حواریوں میں دھوبی اور شکاری (صیاد) بھی تھے۔یہ سب لوگ پیشہ ور دستکار تھے کہ اپنے ہاتھوں سے کام کرتے تھے۔یہی حواری اصفیاء (برگزیدہ) نکلے۔

عیسیٰ علیہ السلام جب اٹھائے گئے ہیں تو بتیس (۳۲) برس چھ (۶) مہینے کے تھے۔ان کی نبوت (۳۰) مہینے رہی۔اللہ تعالیٰ نے انہیں مع جسم کے اُٹھایا۔وہ اس وقت زندہ ہیں عنقریب دُنیا میں واپس آئیں گے' دُنیا کے بادشاہ ہو جائیں گے پھر اسی طرح وفات پائیں گے جس طرح سب لوگوں کو وفات ہوا کرتی ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کی بستی کا نام ناصرہ تھا۔ان کے اصحاب کو ناصری کہتے تھے۔اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ناصری کہے جاتے تھے۔نصاریٰ کا نام اسی لئے نصاریٰ پڑا۔

انبیاء علیہم السلام کے نام ونسب

ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا کہ پہلے نبی کون تھے؟''

فرمایا: ''آدم علیہ السلام''۔

میں نے گزارش کی: ''کیا وہ نبی تھے؟''

فرمایا: ''ہاں! وہ ایسے نبی تھے کہ اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا تھا''۔

عرض کی: ''اچھا تو رسول کتنے تھے؟''

فرمایا: ''تین سو پندرہ (۳۱۵) کی ایک بڑی تعداد''۔

جعفر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اور زیاد رحمۃ اللہ علیہ (مصعب رضی اللہ عنہ کے آزاد غلام) کہتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آدم علیہ السلام کے متعلق سوال کیا گیا کہ آیا وہ نبی تھے؟'' فرمایا: ''کیوں نہیں! وہ نبی تھے۔اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا تھا''۔

محمد بن السائب الکلبی کہتے ہیں: ''پہلے پہل جو نبی (پیغمبر) مبعوث ہوئے وہ ادریس علیہ السلام تھے۔خنوخ بن یارذ بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام وہی ہیں''۔

- ۲ نوح علیہ السلام بن لمک بن متوشلخ بن خنوخ علیہ السلام، کہ ادریس علیہ السلام وہی تھے۔
- ۳ ابراہیم علیہ السلام بن تارح بن ناحور بن ساروغ بن ارغوابن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام۔
- ۴ اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام فرزندان ابراہیم علیہ السلام۔
- ۵ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔
- ۶ یوسف بن یعقوب بن اسحاق علیہم السلام۔
- ۷ لوط علیہ السلام بن ہاران بن تارح بن ناحور بن ساروغ، کہ خلیل الرحمٰن ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔

۸ ہود علیہ السلام بن عبداللہ بن الخلود بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔

۹ صالح علیہ السلام بن آصف بن کماشج بن اُرُودم بن ثمود بن جاثر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔

۱۰ شعیب علیہ السلام بن یوبب بن عیفا بن مدین بن ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام۔

۱۱ موسیٰ و ہارون علیہم السلام فرزندان عمران بن قاہث بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔

۱۲ الیاس علیہ السلام بن تشبین بن العازر بن ہارون علیہ السلام بن عمران بن قاہث بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام۔

۱۳ یسع علیہ السلام بن عزی بن نشوتلخ بن افرائیم بن یوسف بن یعقوب بن اسحاق علیہم السلام۔

۱۴ یونس علیہ السلام بن متیٰ کہ فرزندان یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کے سلسلۂ نسب میں تھے۔

۱۵ ایوب علیہ السلام بن زارح بن اموص بن لیفزن بن العیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام۔

۱۶ داؤد علیہ السلام بن ایشا بن عوید بن باعر بن سلمون بن نحشون عمیناذب بن ارم بن حضرون بن فارض بن یہوذا ابن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔

۱۷ سلیمان بن داؤد علیہما السلام۔

۱۸ زکریا بن بشوی کہ یہوذا ابن یعقوب کی نسل میں تھے۔

۱۹ یحییٰ بن زکریا علیہ السلام۔

۲۰ عیسیٰ بن مریم علیہا السلام بنت عمران بن ماثان کہ یہوذا ابنؑ یعقوب کی اولاد میں تھے۔

۲۱ محمد رسول اللہ ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم۔

سلسلۂ نسب سید البشر سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ تا ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام

ہشام بن محمد بن السائب بن بشیر الکلبی کہتے ہیں: میں ہنوز لڑکا ہی تھا کہ میرے والد نے رسول اللہ ﷺ کے سلسلۂ نسب کی یوں تعلیم دی۔

محمد الطیب المبارک (ﷺ) ابن عبداللہ بن عبدالمطلب جن کا نام شیبۃ الحمد تھا۔ ابن ہاشم جن کا نام عمرو تھا۔ ابن عبد مناف، جن کا نام مغیرہ تھا' ابن قصی جن کا نام زید تھا۔ ابن کلاب بن مرہ بن کعب بن غالب بن فہر' جامعہ قرشیت فہر ہی تک پہنچتا ہے جو فہر سے مافوق گزرے ہیں۔ انہیں قرشی یا قریشی نہیں کہتے۔ کنانی کہتے ہیں: فہر کے والد مالک بن النضر تھے۔ نضر کا نام قیس تھا۔ ابن کنانہ بن حزیمہ بن مدرکہ' جن کا نام عمرو تھا' ابن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

کریمہ رضی اللہ عنہا بنت مقداد رضی اللہ عنہ بن الاسود البرانی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا معد کے والد عدنان تھے۔ ابن اُود بن یریٰ بن اعراق الثری۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نسب کا تذکرہ فرماتے تو اپنے سلسلۂ نسب کو معد بن عدنان بن

اُدد سے آگے نہ بڑھاتے بلکہ یہاں تک پہنچ کر رُک جاتے اور ارشاد فرماتے' سلسلۂ نسب ملانے والے جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے:

﴿ و قرونا بین ذالك كثيرا ﴾

''اس بیچ میں بہت سی نسلیں گزریں''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اگر اس کو (یعنی عدنان بن اُدد سے آگے کے سلسلۂ نسب کو) جاننا چاہتے تو جان لئے ہوتے۔

عمرو بن میمون سے روایت ہے کہ عبداللہ آیت و عاداً و ثموداً پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ جو لوگ ان کے (یعنی عاد و ثمود) کے بعد گزرے انہیں بجز خدا کے اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ سلسلۂ نسب ملانے والے (نساب) جھوٹے ہیں۔

ہشام بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ معید و اسماعیل علی نبینا وعلیہ السلام کے درمیان تیس (۳۰) سے کچھ اوپر پشتیں گزری ہیں۔ وہ یعنی محمد بن السائب ان پشتوں کے نام نہیں لیتے تھے۔ اور نہ ان کے سلسلے ملاتے تھے۔ عجب نہیں یہ اس لئے چھوڑ دیا ہو کہ ابو صالح کی حدیث بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کے گوش گزار ہوئی ہو کہ رسول اللہ ﷺ جب سلسلۂ نسب بیان کرنے میں معد بن عدنان تک پہنچتے تھے تو رُک جاتے تھے۔

ہشام کہتے ہیں ایک شخص نے میرے والد سے مجھے یہ روایت سنائی مگر خود میں نے ان سے یہ رُوایت نہیں سنی تھی۔ وہ روایت یہ ہے کہ میرے والد معد بن عدنان کا سلسلہ نسب یوں بیان کرتے تھے: معد بن عدنان بن اُدد بن ہمیسع بن سلامان بن عوص بن یوز بن قموال بن اُبی بن العوام بن ناشد بن حز بن بلداس بن تدلاف بن طابخ بن جاحم بن ناحش بن ماخی بن عیفی بن عبقر بن عبید بن الوعا بن حمدان بن سنبر بن یثربی بن لخزن بن یلحن بن ارعوی بن عیفی بن ویشان بن عیصر بن اقناد بن ایہام بن مقصی بن ناحث بن زارح بن شمی بن مزی بن عرام بن قیذر بن اسماعیل علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام۔

ہشام بن محمد کہتے ہیں' تدمُر کے ایک شخص نے جس کی کنیت ابو یعقوب تھی اور جو بنی اسرائیل کے مسلمین میں سے تھا۔ اسرائیلیوں (یہودیوں) کی کتابیں بھی پڑھی تھیں ان کے علوم سے بھی باخبر تھا۔ اس نے بیان کیا کہ یہ نام عبرانی زبان سے ترجمہ ہوئے ہیں بورخ ابن ناریہ نے ارمیا کے کاتب تھے۔ معد بن عدنان کا سلسلۂ نسب اپنے ہاں ثبت کیا ہے۔ اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ اخبار اہل کتاب وعلمائے یہود میں یہ مشہور ہے اور ان کی کتابوں میں مذکور ہے جو نام انہوں نے لکھے ہیں۔ انہیں ناموں کے قریب قریب ہیں جو باہمی اختلاف ہے وہ زبان کی حیثیت سے ہے' کیونکہ ہشام بن محمد کہتے ہیں: میں نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ معد' عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے عہد میں تھے۔ ان کا سلسلۂ نسب یوں ہے:

معد بن عدنان بن اود بن زید بن یقدُر بن یقدم بن امین بن منحر بن صابوح ابن ہمیسع بن یشجب بن یعرب بن العوام بن سلیمان بن حمل بن قیذر بن اسماعیل علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام۔

ہشام کہتے ہیں کہ بعض علماء نے سلسلۂ انساب میں عوام کو ہمیسع پر مقدم رکھا ہے (یعنی پہلے ہمیسع کا زمانہ گزرا ہے پھر عوام

ہوئے ہیں) ان راویوں نے عوام کو ہمیسع کی اولاد میں قرار دیا ہے۔

ہارون بن ابوعیسیٰ شامی کہتے ہیں محمد بن اسحاق اپنی بعض روایتوں میں معد بن عدنان کا سلسلۂ نسب دوسرے طریق پر بیان کرتے تھے وہ یوں کہتے تھے:

معد بن عدنان بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسماعیل علیہ السلام۔

انہیں کی ایک دوسری روایت ہے: معد بن عدنان بن اُود بن انیجب بن ایوب بن قیذر بن اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: قصی بن کلاب نے بعض اشعار میں اپنے آپ کو قیذر کے سلسلۂ نسب میں ظاہر کیا ہے۔

محمد بن سعد (مصنف کتاب): مجھے ہشام محمد بن السائب الکلبی نے اپنے والد کی روایت سے قصی کا وہ شعر یوں پڑھ کے سنایا تھا:

فلست لحاضن ان لوتاثل　　　بها اولاد قیذر والنبیت

''یعنی قیذر و نبیت کی اولاد نے از روئے شرف قدیم و سلسلہ کہن اگر تربیت دوائیگی سے نسبت نہیں رکھتی ہے تو پھر میں اس سے بری ہوں''۔

ابوعبداللہ محمد بن سعد معد کے قیذر بن اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہونے کی نسبت مجھے علمائے انساب میں کوئی اختلاف نظر نہ آیا' یہ جو نسبتی اختلاف ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ راویوں کو ان کا سلسلہ نسب یاد نہ رہا تھا۔ بلکہ یہ اہل کتاب سے ماخوذ ہے کہ انہیں سے عربی میں یہ نام نقل ہوئے اور اسی بنا پر اختلاف بھی پیدا ہوا۔ یہ طریق اگر درست و صحیح ہوتا اور اس سلسلہ میں کوئی غلطی نہ ہوتی تو سب سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کو اس کا علم ہونا چاہئے تھا۔ ہمارے نزدیک تو امر حق یہ ہے کہ معد بن عدنان تک ہم اس سلسلے کا تسلسل متقین مانتے ہیں۔ پھر اس کے اوپر عدنان سے لے کے اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام تک خاموش رہتے ہیں۔

عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے کسی کو ایسا نہ پایا جو معد بن عدنان سے اوپر کے سلسلۃ النسب سے آگاہ ہوتا۔

ابوالاسود کہتے ہیں: میں نے ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ معد بن عدنان سے اوپر کے سلسلۂ نسب کے متعلق ہم کو نہ تو کسی عالم کے علم میں کوئی ثابت و مستحق بات ملی اور نہ کسی شاعر کے شعر میں۔

عبداللہ بن خالد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مضر کو برا نہ کہو (گالیاں نہ دو) وہ تو اسلام لا چکے تھے (مسلمان ہو گئے تھے)۔

محمد بن السائب کہتے ہیں: بخت نصر نے (بنوکدنضر) جب یمن کے قلعوں پر حملہ کیا ہے تو معد بھی اس مہم میں بخت نصر ہی کے ساتھ تھے۔

محمد بن السائب کہتے ہیں: معد بن عدنان کی اولاد حسب ذیل ہے۔

① نزار، کہ نبوت و ثروت و خلافت انہیں کی اولاد میں ہے۔ ② قنص ③ قناصہ ④ اسنام ⑤ العرف ⑥ عوف

⑦ شک ⑧ حیدان ⑨ حیدہ ⑩ عبید الرناح ⑪ جنید ⑫ جنادہ ⑬ قحم ⑭ ایاد۔

اِن سب کی ماں مغانہ تھیں' بنت جوشم بن جلہمہ بن عمرو بن وَدّہ بن جرہم' اور قضاعہ ان کی ماں کے بھائی (ماموں) تھے۔ مگر بعض بنی قضاعہ اور بعض علمائے انساب کہتے ہیں کہ قضاعہ معد کے بیٹے تھے اور معد کی کنیت انہیں کے نام پر تھی (یعنی ابوعمرو)۔ واللہ اعلم۔

قضاعہ کا نام عمرو تھا۔ وہ قضاعہ اس لئے کہے گئے کہ اپنی قوم سے منقضع و منقطع ہو کے دوسرے لوگوں سے جا ملے۔ انقضاع کی جگہ انقضاع کہنا یہ ان لوگوں کی زبان ہے۔

نزار کے علاوہ معد بن عدنان کی اور جس قدر اولاد تھی سب کی سب دوسرے دوسرے قبائل میں پھیل گئی۔ جن میں بعض معد ہی سے منسوب رہے۔ نزار بن معد کے صلب سے مضر و ایاد پیدا ہوئے جن کی ماں سودہ بنت عک تھیں۔ نزار کی کنیت ایاد ہی کے نام پر تھی۔ (یعنی ابوایاد) تیسرے فرزند ربیعہ تھے کہ ربیعۃ الفرس وہی ہیں اور انہیں کو القشعم کہتے ہیں' چوتھے انمار تھے۔ ربیعہ وانمار کی ماں خدالہ بنت وعلان بن جوشم بن جُلہمہ بن عمرو بن جرہم تھیں۔ مُضر کو مضر الحمراء ایاد الشمطاء و ایاد البلتا ربیعہ کو ربیعۃ الفرس اور انمار الحمار کہتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بجیلہ و خثعم کے والد انمار تھے۔ واللہ اعلم۔

ہشام بن محمد اپنے والد محمد بن السائب وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کا باپ آذر تھا۔ قرآن میں تو اسی طرح ہے مگر تورات میں ابراہیم علیہ السلام کو تارح کا کہا ہے اور بعض یوں کہتے ہیں۔

آذر بن تارح بن ناحور بن ساروغ کہ انہیں شروغ بھی کہتے ہیں' ابن ارغوا کہ انہیں ارعوا بھی کہتے ہیں' ابن فالغ کہ انہیں فالخ بھی کہتے ہیں۔ ابن عابر بن شالح کہ ان کو شالخ بھی کہتے ہیں۔ ابن ارفخشد بن سام بن نوح پیغمبر علیہ السلام' ابن لمک بن متوشلح کہ انہیں موسلخ بھی کہتے ہیں۔ ابن خنوخ کہ وہی ادریس علیہ السلام پیغمبر تھے۔ ابن یرذ کہ الیارذ بھی وہی ہیں اور انہیں کو الیاذر بھی کہتے ہیں۔ ابن مہلا لیل بن قینان بن انوس بن شیث علیہ السلام کہ انہیں کوشث بھی کہتے ہیں اور وہی ہبۃ اللہ بھی ہیں۔ ابن آدم صلی اللہ نبینا وعلیہ وسلم تسلیماً کثیرا۔

اُمّہات سیدنا نبی کریم ﷺ

والدہ کی طرف سے حضور ﷺ کا سلسلۂ نسب

محمد بن السائب کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی والدہ آمنہ تھیں، بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مُرہ۔

آمنہ کی والدہ برہ تھیں، بنت عبد العزیٰ بن عثمان بن عبد الدار بن قصی بن کلاب برّہ کی والدہ اُمّ حبیب تھیں، بنت اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب۔

اُمّ حبیب کی والدہ برّہ تھیں، بنت عوف بن عَبید بن عویج بن عدی بن کعب بن لؤی۔

برّہ کی والدہ قلابہ تھیں، بنت حارث بن مالک بن حباشہ بن غنم بن لحیان بن عادیہ بن صعصعہ بن کعب بن ہند بن طابخہ بن لحیان بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مُضر۔

قلابہ کی والدہ اُمیمہ تھیں، بنت مالک بن غنم بن لحیانؑ بن عادیہ بن صعصعہ۔

امیمہ کی والدہ دُب تھیں بنت ثعلبہ بن الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ۔

دُبّ کی والدہ عاتکہ تھیں، بنت غاضرہ بن خطیط بن جشم بن ثقیف کہ انہیں کا نام قسی بھی تھا، بن مُنبہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خَصفہ بن قیس بن عیلان، کہ ان کا نام الیاس تھا بن مُضر۔

عاتکہ کی والدہ لیلیٰ تھیں، بنت عوف بن قسی، کہ انہیں کو ثقیف بھی کہتے ہیں۔

وہب بن عبد مناف بن زہرہ کہ رسول اللہ ﷺ کے دادا تھے، ان کی والدہ قیلہ تھیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہند بنت ابی قیلہ ان کی والدہ تھیں۔ ابو قیلہ کا نام وجز تھا، بن غالب بن الحارث بن عمرو بن ملکان بن افصیٰ بن حارثہ کہ قبیلہ خزاعہ کے تھے۔

قیلہ یا ہند بنت ابی قیلہ کی والدہ سلمیٰ تھیں، بنت لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ۔

سلمیٰ کی والدہ ماویہ تھیں، بنت کعب بن القین، جو قبیلہ قضاعہ کے تھے۔

وجز (ابو قیلہ) ابن غالب کی والدہ سُلافہ تھیں، بنت وہب بن البکیر بن مجدعہ بن عمرو کہ از روئے خاندان بنی عمرو بن عوف اور از روئے قبیلہ اوس کے سلسلے میں تھے۔

سُلافہ کی والدہ قیس کی بیٹی تھیں اور قیس ربیعہ کے بیٹے اور بنی مازن میں تھے۔ یعنی مازن بن لُوی بن ملکان افصیٰ جو اسلم بن افصیٰ کے بھائی تھے۔

ان کی والدہ بخعہ تھیں۔ بنت عبید بن الحارث کہ حارث بن الخزرج کے خاندان میں تھے۔

عبد مناف بن زہرہ کی والدہ جُمل تھیں بنت مالک بن قُضَیّہ بن سعد بن ملیح بن عمرو کہ قبیلۂ خزاعہ کے تھے۔

زہرہ بن کلاب کی والدہ اُمّ قصّی تھیں جن کا نام فاطمہ تھا۔ بنت سعد بن سیل کہ انہیں کا نام خیر بھی ہے بن جمالہ بن عوف بن عامر الجادر کہ قبیلۂ ازد کے تھے۔

محمد بن السائب کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ مادری میں پانسو (۵۰۰) ماؤں کے نام لکھے مگر ان میں کسی ایک کے متعلق میں نے زنا (یا ناجائز تعلق) اور کوئی ایسی بات نہ پائی جس کا علاقہ رسوم جاہلیت سے تھا۔

جعفر رحمۃ اللہ علیہ بن محمد اپنے والد محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ بن الحسین رضی اللہ عنہ (بن علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واقعہ یہ ہے کہ میں فقط نکاح سے نکلا ہوں سفاح [1] سے نہیں نکلا ہوں۔ آدم سے لے کر اب تک (یہی عفاف و طہارت نسل میں چلی آئی) اہل جاہلیت کے سفاح کا مجھ پر کچھ بھی شائبہ نہ پڑا۔ میں نکلا ہوں تو صرف طہارت سے نکلا ہوں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آدم علیہ السلام سے لے کے اب تک نکاح سے نکلا ہوں سفاح سے نہیں نکلا ہوں۔

(اُمّ المومنین) عائشہ رضی اللہ عنہا (صدیقہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نکاح سے نکلا ہوں سفاح سے نہیں نکلا ہوں (یعنی خود آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نہیں بلکہ تمام آبائی حضرت رسالت تا بہ آدم علیہ السلام کی تولید نکاح شرعی سے ہوئی جس پر ناجائز تعلقات کا کہ عہد جاہلیت میں بہ اصناف متنوعہ معمول و مروج تھے مطلق پرتو تک نہیں پڑا۔

---

[1] سفاح: زنا ناجائز تعلق۔

فواطم و عواتک

رسول اللہ ﷺ کے سلسلۂ مادری کی پاکیزہ فطرت بیبیاں

عاتکہ کلام عرب میں ایسی بی بی کو کہتے ہیں جو پاک وطاہر ہو (از روئے لغت عاتک و عاتکہ' شریف وکریم وخالص اللسون وصافی مزاج کو کہتے ہیں' خصوصاً وہ بیبیاں جو اس قدر خوشبو میں بسی ہوں کہ اس کی کثرت سے جسم سرخ ہو رہا ہو۔ فاطمہ وہ لڑکی جس کا دودھ چھڑایا گیا ہو یا اپنی ماں سے جدا کردی گئی ہو۔ عرب میں ان خواتین کی شرافت ضرب المثل تھی۔ اوراسی بنا پر غزوۂ حنین میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا: ''میں فواطم وعواتک کی اولاد ہوں''۔

محمد بن السائب الکلبی کہتے ہیں: عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی کی ماں جن کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔ ھصیبہ تھیں۔ بنت عمرو بن عتوراہ بن عائش بن ظرب بن الحارث بن فہر۔

ھصیبہ کی ماں لیلیٰ تھیں' بنت ہلال بن وہیب بن ضبہ بن الحارث بن فہر۔

لیلیٰ کی ماں سلمیٰ تھیں' بنت محارب بن فہر۔

سلمیٰ کی ماں (۱) عاتکہ تھیں' بنت یخلد بن النضر بن کنانہ۔

عمرو بن عتوراہ بن عائش بن ظرب بن الحارث بن فہر کی ماں (۲) عاتکہ تھیں بنت عمرو بن سعد بن عوف بن قسی۔

عاتکہ کی ماں (الف) فاطمہ تھیں' بنت ہلال بن عمرو بن شمالہ کہ قبیلۂ ازد کے تھے۔

اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کی ماں' جن کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے خطیا تھیں' ان کا نام ریط تھا بنت کعب بن سعد بن تیم بن مُرّہ۔

اسد بن سعد بن تیم کی ماں نُعم تھیں' بنت ثعلبہ بن وائلہ بن عمرو بن شیبان بن محارب بن فہر نعم کی ماں ناہیہ تھیں' بنت الحارث بن منعقد بن عمرو بن معیص بن عامر بن لوی۔

ناہیہ کی ماں سلمیٰ تھیں' بنت ربیعہ بن وہیب بن ضباب بن جہیر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوی۔

سلمیٰ کی ماں خدیجہ تھیں' بنت سعد بن سہم۔

خدیجہ کی ماں (۳) عاتکہ تھیں' بن عبدہ بن ذکوان بن غاضرہ بن صعصعہ۔

ضباب بن جہیر بن عبد بن معیص کی ماں (ب) فاطمہ تھیں۔ بنت عوف بن الحارث بن عبد مناۃ بن کنانہ۔

عبید بن عویج بن عدی بن کعب کی ماں جن کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے قشیہ تھیں بنت عمرو بن سلول بن کعب بن عمرو کہ قبیلۂ خزاعہ کے تھے۔

قشیہ کی ماں (۴) عاتکہ تھیں بنت مُدلج بن مُرہ بن عبد مناۃ بن کنانہ۔

یہ تمام بیبیاں رسول اللہ ﷺ کی والدہ کے سلسلہ میں ہیں۔

عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم (یعنی رسول اللہ ﷺ کے والد) کی ماں (ج) فاطمہ تھیں۔ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم۔ سلسلۂ فواطم میں رسول اللہ ﷺ سے قریب ترین فاطمہ یہی ہوتی ہیں۔

فاطمہ کی ماں صخرا تھیں بنت عبد بن عمران بن مخزوم۔

صخرا کی ماں تخمر تھیں بنت عبد بن قصی۔

تخمر کی ماں سلمیٰ تھیں بنت عامر بن عمیرہ بن ودیقہ بن الحارث بن فہر۔

سلمیٰ کی ماں (ہ) عاتکہ تھیں بنت عبداللہ وائلہ بن ظرب بن عیاذہ بن عمرو بن بکو بن یشکر بن الحارث کہ عدوان بن عمرو قیس وہی ہیں اور عبداللہ بن حرب بن وائلہ بھی انہیں کو کہا جاتا ہے۔

عبداللہ بن وائلہ بن ظرب کی ماں (۵) فاطمہ تھیں بنت عامر بن ظرب بن عیاذہ۔

عمران بن مخزوم کی ماں سُعدیٰ تھیں بنت وہب بن تیم بن غالب۔

سُعدیٰ کی ماں (۶) عاتکہ تھیں بنت ہلال بن وہب بن ضبہ۔

ہاشم بن عبدالمناف بن قصی کی ماں (۷) عاتکہ تھیں بنت مرہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بہثہ بن سلیم بن منصور بن عکرمہ بن حصفہ بن قیس بن عیلان سلسلۂ عواتک میں رسول اللہ ﷺ سے قریب ترین عاتکہ یہی ہوتی ہیں۔

ہلال بن فالج بن ذکوان کی ماں (ہ) فاطمہ تھیں بنت عبید بن رواس بن کلاب بن ربیعہ۔

کلاب بن ربیعہ کی ماں مجدعہ تھیں بن تیم الادرم بن غالب۔

مجدعہ کی ماں (و) فاطمہ تھیں بنت معاویہ بن بکر بن ہوازن۔

مرہ بن ہلال بن فالج کی ماں (۸) عاتکہ تھیں بنت عدی بن سہم کہ اسلم کے سلسلہ میں تھے جو خزاعہ کے بھائی ہوتے ہیں۔

وہب بن ضبہ بن الحارث بن فہر کی ماں (۹) عاتکہ تھیں بنت غالب بن فہر۔

عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم کی ماں (ز) فاطمہ تھیں بنت ربیعہ بن عبدالعزیٰ بن رزام بن جحوش بن معاویہ بن بکر بن ہوازن۔

معاویہ بن بکر بن ہوازن کی ماں (۱۰) عاتکہ تھیں بنت سعد بن ہذیل بن مدرکہ۔

قصی بن کلاب کی ماں (ح) فاطمہ تھیں بنت سعد بن سیل کی بطن جدرہ کے تھے جو قبیلۂ ازد سے تھے۔

عبد مناف بن قصی کی ماں حُبّی تھیں، بنت حلیل بن حبشیہ الخزاعی۔

حُبّی کی ماں (ط) فاطمہ تھیں بنت نصر بن عوف بن عمرو بن الحی کہ قبیلۂ خزاعہ کے تھے۔

کعب بن لوی کی ماں ماویہ تھیں، بنت کعب بن القین کہ وہی نعمان تھے۔ بن جسر بن شیع اللہ بن اسد بن وبرہ بن تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ۔ ماویہ کی ماں (۱۱) عاتکہ تھیں بنت کاہل بن عذرہ۔ لوی بن غالب کی ماں (۱۲) عاتکہ تھیں بنت یخلد بن نضر بن کنانہ۔

غالب بن فہر بن مالک کی تاں لیلیٰ تھیں۔ بنت سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔

لیلیٰ کی ماں سلمیٰ تھیں، بنت طابخہ بن الیاس بن مضر۔

سلمیٰ کی ماں (۱۳) عاتکہ تھیں، بنت الاسد بن الغوث۔

ہشام بن محمد بن السائب نے اپنے والد کے علاوہ دوسرے راوی کی اس روایت سے ہمیں خبر دی کہ عاتکہ بنت عامر بن الظرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ مادری میں تھیں جن کا تسلسل یوں ہے:

برہ بنت عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب کی ماں امیمہ تھیں، بنت مالک بن غنم بن سوید بن حبشی بن عادیہ بن صعصعہ بن کعب بن طابخہ بن لحیان۔ امیمہ کی ماں قلابہ تھیں، بنت الحارث بن صعصعہ بن کعب بن طابخہ بن لحیان۔ قلابہ کی ماں دُبّ تھیں بنت الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل دُبّ کی ماں لبنیٰ تھیں، بنت الحارث بن نمیر بن اسید بن عمرو بن تمیم لبنیٰ کی ماں فاطمہ تھیں۔ بنت عبداللہ بن حرب بن وائلہ۔ فاطمہ کی ماں زینب تھیں۔ بنت مالک بن ناضرہ بن غاضرہ بن حطیط بن جُشم بن ثقیف زینب کی ماں عاتکہ تھیں بنت عامر بن ظرب۔ عاتکہ کی ماں شقیقہ تھیں بنت محن بن مالک کہ قبیلۂ باہلہ کے تھے شقیقہ کی ماں سودہ تھیں، بنت اسید بن عمرو بن تمیم۔

یہ ہیں عواتک جو تعداد میں (۱۳) تھیں اور فواطم جو دس (۱۰) تھیں۔

اُمّہات آباء النبی ﷺ

آنحضرت ﷺ کے آباؤ اجداد کا سلسلۂ مادری

محمد بن السائب الکلبی کہتے ہیں: عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم کی ماں فاطمہ تھیں' بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم۔

فاطمہ کی ماں صخرہ تھیں' بنت عبد بن عمران بن مخزوم۔

صخرہ کی ماں تخمر تھیں بنت عبد بن قصی۔

عبدالمطلب بن ہاشم کی ماں سلمیٰ تھیں' بنت عمرو بن زید بن لَبِید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار۔ نجار کا نام تیم اللہ تھا' بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج۔

سلمیٰ کی ماں عمیرہ تھیں۔ بنت صخر بن حبیب بن الحارث بن ثعلبہ بن مازن بن النجار۔

عمیرہ کی ماں سلمیٰ تھیں۔ بنت عبدالاشہل بن حارثہ بن دینار بن النجار۔

سلمیٰ کی ماں اثیلہ تھیں' بنت زعور بن حرام بن جُندب بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار۔

ہاشم بن عبدمناف کی ماں عاتکہ تھیں' بنت مُرّہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بہثہ بن سُلیم بن منصور۔

عاتکہ کی ماں ماویّہ تھیں' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صفیّہ ان کا نام تھا' بنت حوزہ بن عمرو بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن۔

ماویہ یا بقول بعض صفیّہ کی ماں رقاش تھیں' بنت الاحم بن مُنبّہ بن اسد بن عبدمناۃ بن عائذ اللہ بن سعد العشیرہ، کہ قبیلۂ مذحج کے تھے۔

رقاش کی ماں کبشہ تھیں' بنت الرافقی بن مالک بن الحماس بن ربیعہ بن کعب بن الحارث بن کعب۔

عبدمناف بن قصّی کی ماں حُبّی تھیں' بنت حُلَیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر کہ قبیلۂ خزاعہ کے تھے۔

حُبّی کی ماں ہند تھیں' بنت عامر بن النضر بن عمرو بن عامر کہ قبیلۂ خزاعہ کے تھے۔

ہند کی ماں لیلیٰ تھیں' بنت مازن بن کعب بن عمرو بن عامر، کہ قبیلۂ خزاعہ کے تھے۔

قصّی بن کلاب کی ماں فاطمہ تھیں' بنت سعد بن سیل کہ انہیں کو خیر کہتے ہیں بن حمالہ بن عوف بن عامر الجادر[1]، جو قبیلۂ آذر

---

[1] جدار: دیوار۔ الجادر: جو دیوار بنائے۔

کے تھے۔ خانہ کعبہ کی جدار یعنی دیوار پہلے پہل انہیں نے تعمیر کی اسی لئے ان کا لقب جادر پڑ گیا۔

فاطمہ کی ماں ظریفہ تھیں' بنت قیس بن ذی الراسین' جن کا نام اُمیّہ تھا' بن جشم بن کنانہ بن عمرو بن القین بن فہم بن عمرو بن قیس بن عیلان۔

ظریفہ کی ماں صخرہ تھیں' بنت عامر بن کعب بن افرک بن بُدیل بن قیس بن عَبقرہ بن انمار۔

کلاب بن مرّہ کی ماں ہندہ تھیں' بنت سُریر بن ثعلبہ بن الحارث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ۔

ہند کی ماں اُمامہ تھیں' بنت عبد مناۃ بن کنانہ۔

امامہ کی ماں ہند تھیں بنت دودان بن اسد بن خزیمہ۔

مرّہ بن کعب کی ماں فخشیہ تھیں' بنت شیبان بن محارب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔

فخِشیہ کی ماں وحشیہ تھیں' بنت وائل بن قاسط بن ہنب بن اقصی بن دمّی بن جدیلہ۔

وحشیہ کی ماں ماویہ تھیں' بنت ضُبیعہ بن ربیعہ بن نزار۔

کعب بن لوی کی ماں ماویہ تھیں' بن کعب بن القین' جن کا نام نعمان تھا۔ بن جسر بن شیع اللہ بن اسد بن وبرہ بن تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ۔

ماویہ کی ماں عاتکہ تھیں' بنت کاہل بن عذرہ۔

لُوی بن غالب کی ماں عاتکہ تھیں' بنت یخلُد بن النضر بن کنانہ' اسی قول (روایت) پر سب کا اجماع ہے۔ مگر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لُوی بن غالب کی ماں سلمیٰ تھیں بنت کعب بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر کہ قبیلۂ خزاعہ کے تھے۔

عاتکہ کی ماں اُنیسہ تھیں' بنت شعبان بن ثعلبہ بن کے بن صعب بن علی بن بکر بن وائل۔

اُنیسہ کی ماں تُماضر تھیں بنت الحارث بن لعلبہ بن دودان بن اسد بن خزیمہ۔

تماضر کی ماں رہم تھیں بنت کاہل بن اسد بن خزیمہ۔

غالب کے فہر کی ماں لیلیٰ تھیں' بنت الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ غالب بن فہر کی ماں لیلیٰ بنت الحارث نہ تھیں' لیلیٰ بنت سعد تھیں' بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مُضر۔

لیلیٰ کی ماں عاتکہ تھیں بنت الاسعد بن الغوث۔

عاتکہ کی ماں زینب تھیں۔ بنت ربیعہ بن وائل بن قاسط بن ہنب۔

فہر بن مالک کی ماں جندلہ تھیں' بنت عامر بن الحارث بن مضاض بن زید بن مالک کہ قبیلۂ جرہم کے تھے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فہر بن مالک کی ماں جندلہ بنت عامر نہ تھیں بلکہ جندلہ بنت الحارث تھیں بن جندلہ بن مضاض بن الحارث' لیکن یہ حارث' حارث اکبر نہ تھے' بلکہ عوانہ کے بیٹے تھے۔ یعنی عوانہ بن عاق بن یقطن کے قبیلۂ جرہم کے تھے۔

جندلہ کی ماں ہند تھیں' بنت الظلیم بن الحارث کہ قبیلۂ جُرہم کے تھے۔

مالک بن النضر کی ماں عکرشہ تھیں۔ بنت عدوان کہ انہیں کو حارث کہتے ہیں' بن عمرو بن قیس بن عیلان بن مضر۔

نضر بن کنانہ کی ماں تبرہ تھیں' بنت مُرّہ بن اُدبن طابخہ' برہ کے بھائی تیم بن مُرّہ تھے۔

کنانہ بن خُزیمہ کی ماں عوانہ تھیں کہ انہیں کا نام ہند بھی ہے' بنت سعد بن قیس بن عیلان۔

عوانہ کی ماں دَعد تھیں' بنت الیاس بن مضر۔

خزیمہ بن مُدرکہ کی ماں سلمٰی تھیں' بنت اسلم بن الحاف بن قضاعہ۔

مدرکہ بن الیاس کی ماں لیلیٰ تھیں' خِندِف انہیں کا نام ہے' بنت علوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ۔

لیلیٰ کی ماں ضَرِیّہ تھیں۔ بنت ربیعہ بن نزار' مکّے اور بناخ کے درمیان مارضَرِیّہ کے نام سے جو تالاب مشہور ہے (بعہد مصنف) وہ انہیں کے نام پر موسوم ہے۔

الیاس بن مضر کی ماں رُباب (الرّباب) تھیں' بنت عیدہ بن مُصّد بن عدنان۔

مضر بن نزار کی ماں سَودہ تھیں بنت عک بن الرّیث بن عدنان بن اُدّ' اس خاندان کے جو افراد اپنے آپ کو قبائل یمن سے منسوب کرتے ہیں وہ اپنا سلسلۂ نسب یوں بیان کرتے ہیں' عک بن عدثان بن عبداللہ بن نضر بن زہران، کہ قبیلۂ اسد کے تھے۔

نزار بن مُعدّ کی ماں مُعانہ تھیں' بنت جوشم بن حلہمہ بن عمرو بن برّہ بن جرہم۔

معانہ کی ماں سلمٰی تھیں' بنت الحارث بن مالک بن غنم، کہ قبیلۂ لخم کے تھے۔

مُعد بن عدنان کی ماں مُہدَہ تھیں' بنت لخم بن جلجب بن جدیس بن جاثر بن اَرَم۔

قصی بن کلاب

محمد بن عمرو الاسلمی نے بحوالۂ متعدد علمائے اہل مدینہ اور ہشام بن محمد نے بحوالۂ محمد بن السائب الکلبی ہم کو یوں خبر دی' کلاب بن مُرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک نے فاطمہ کو اپنے حبالۂ ازدواج میں لے لیا' فاطمہ سعد کی بیٹی تھیں' ابن سیل سیل کا اصلی نام خیر تھا' بن حمالہ بن عوف بن عامر' عامر ہی کو جادر کہتے ہیں کہ انہیں نے پہلے پہل جدار (دیوار) کعبہ کی تعمیر کی' بن عمرو بن جعصہ بن مُبشّر بن صعب بن دُہمان بن نصر بن الازد۔ مارب یعنی (یمن) سے جن دنوں قبائل ازد باہر نکل کے آباد ہوئے انہیں ایام میں جعثمہ بھی نکل آئے۔ اور بنی الدیل میں فروکش ہوئے۔ یعنی دیل بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ' ان سے پیمان رفاقت (محالفہ) باندھ لیا' باہم رشتہ داریاں ہوئیں ان لوگوں نے جعثمہ کے ہاں تزویج کی اور جعثمہ کو اپنی لڑکی بیاہ دی۔

کلاب بن مرہ کے صلب سے فاطمہ بن سعد کے زہرہ بن کلاب پیدا ہوئے پھر کچھ زمانے بعد قصّی کی ولادت ہوئی جن کا نام زید رکھا گیا۔ کلاب بن مرّہ کی وفات پر ربیعہ بن حرام بن ضمنہ بن عبد بن کبیر بن عذرہ بن سعد بن زید، کہ قضاعہ کے تھے۔ وہاں آئے اور فاطمہ بنت سعد کو اپنی قوم بنی عذرہ کے علاقے میں لے آئے۔ جو ملک شام کے سُرغا تھے اور تابہ دیار سَرغ و مادون

سرغ انہیں کا علاقہ تھا۔ زہرہ بن کلاب تو بڑے تھے۔ اپنی قوم ہی میں رہ گئے۔ مگر قصیٰ چھوٹے تھے۔ اور ہنوز ان کا دودھ چھڑایا گیا تھا۔ فاطمہ ان کو اپنے ساتھ لے گئیں اسی بنا پر نام بھی قصیٰ[1] مشہور ہوا کہ وہ انہیں لے کے اقصائے شام کو چلی گئی تھیں' وہاں ربیعہ کے صلب سے بھی ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام رزاخ پڑا۔

واپس مکہ مکرمہ میں لوٹ کر آنا

قصی اپنے آپ کو ربیعہ بن حرام سے منسوب کرتے تھے (یعنی ربیعہ کو اپنا والد کہتے تھے) قبیلۂ قضاعہ کے ایک شخص سے جس کا نام رقیع تھا ان کا مناضلہ[2] ہوا۔ ہشام بن الکلبی کہتے ہیں کہ یہ بنی عذرہ کا ایک فرد تھا۔ قصّی اس پر غالب آئے' منضول کو غصہ آیا' دونوں میں شر بڑھا' تا آنکہ ناگفتنی باتیں شروع ہوئیں' منازعت ہونے لگی' رقیع نے کہا' تو کچھ ہم میں سے تو ہے نہیں پھر اپنے شہر میں کیوں نہیں جاتا۔ اپنی قوم سے کیوں نہیں جا ملتا؟ وہاں سے لوٹ کے قصی اپنی ماں کے پاس آئے اور پوچھا میرے والد کون ہیں؟

جواب ملا ربیعہ!

قصّی نے کہا: ربیعہ اگر میرے والد ہوتے تو میں نکالا نہ جاتا۔

قصّی کی والدہ بولیں: تو کیا کہہ دیا؟ واللہ حسن جوار کا بھی پاس نہ کیا۔ حفظ حق کے مراتب بھی مرعی نہ رکھے۔ میرے بیٹے خدا کی قسم! تو اپنی ذاتی حیثیت سے اپنے والد کی حیثیت سے اپنے خاندان کی حیثیت سے اس سے کہیں زیادہ شریف ہے اور تیرا گھر گھرانا اس سے بہت اشرف ہے۔ کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ القرشی تیرے باپ تھے' تیری قوم مکے میں بیت الحرام کے پاس اور اس کے اردگرد مقیم ہے۔

قصّی نے کہا: یہ بات ہے تو خدا کی قسم میں یہاں کبھی نہ ٹھہروں گا۔

ماں بولی: اچھا تو ابھی ٹھہرو' تا آنکہ حج کا موسم آ جائے۔ اس وقت نکل کے حجاج عرب کے ساتھ ہو لینا۔ کیونکہ میں ڈرتی ہوں تجھے کوئی ضرر نہ پہنچائے۔

قصی ٹھہر گئے۔ جب وہ وقت آیا تو ماں نے قبیلۂ قضاعہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ انہیں روانہ کر دیا۔ مکے پہنچے تو زہرہ (ابن کلاب) ان دنوں زندہ تھے۔ اس وقت زہرہ اور قصّی دونوں کے دونوں حج کے شعار میں تھے۔ قصّی نے ان کے پاس آ کے کہا: میں تیرا بھائی ہوں۔

زہرہ کی بصارت جاتی رہی تھی' بوڑھے ہو چکے تھے۔ جواب دیا: اچھا میرے قریب آؤ۔ قریب پہنچے تو زہرہ نے ان کے

---

[1] قصی: دوری' جو کچھ دور جا پڑا۔

[2] مناضلہ: تیراندازی' سابقہ۔ منضول: جو اس میں مغلوب رہے۔

جسم پر ہاتھ پھیر کر کہا: خدا کی قسم! میں اس آواز کو جانتا ہوں۔ اس شباہت کو پہچانتا ہوں۔

جب حج سے فراغت ہو چکی تو بنی قضاعہ نے جو قصی کے ساتھ آئے تھے انہیں اپنے ہمراہ لے چلنے کی تدبیر کی کہ دیار قضاعہ میں واپس لے چلیں‘ مگر قصی نے کہ ایک طاقتور سخت مزاج‘ ثابت قدم‘ پرجوش‘ اور شباب کی اُمنگوں سے بھرے ہوئے تھے۔ انکار کر دیا اور مکے ہی میں رہ پڑے۔ تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ حلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ کی دختر حُبّی کے لئے پیام دیا۔ حلیل کہ لحی الخزاعی انہیں سے مراد ہے اور وہی اس زمانے میں مکہ کی حکومت اور خانہ کعبہ کی حجابت (پردہ داری) کے متولی تھے قصی کے خاندان سے واقف ہو کر ان کی جانب مائل ہو گئے اور لڑکی بیاہ دی۔

تولیت بیت اللہ کا شرف

حلیل کی وفات پر ان کے بیٹے المحترش‘ جانشین ہوئے کہ ابوغبشان انہیں کی کنیت تھی۔ ہر سال موسم حج میں اہل عرب ان کو کچھ محصول (مرسوم) دیا کرتے تھے۔ ایک سال اس میں کمی کر دی اور جو دیتے تھے اس میں سے کچھ نہ دیا۔ محترش کو غصہ آیا تو قصی نے ان کی دعوت کی اور خوب پلائی۔ [1] اسی حالت میں کچھ اونٹ دے کر خانہ کعبہ کی تولیت ان سے خرید لی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے ایک مشک بھر شراب دے کر یہ تولیت خریدی تھی۔ محترش راضی ہو گئے اور بیچ کر کے مکے کی جانب مقابل جا رہے۔

خداش بن اُمیہ الکلبی اور فاطمہ خزاعیہ کہ صحابہ رسول اللہ ﷺ کی فیض یافتہ تھیں۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ قصی نے جب حلیل بن حبشیہ کی بیٹی حُبّی کو اپنے عقد ازدواج میں لیا اور ان سے لڑکے پیدا ہوئے تو حلیل نے کہا: قصی کے لڑکے میرے ہی لڑکے ہیں۔ میری ہی لڑکی کے لڑکے ہیں۔

خانہ کعبہ کی تولیت اور مکے کی حکومت کا کام سنبھالنے کی قصی کو وصیت کر کے کہا کہ اس کے لئے تو ہی سزاوار ہے۔

یہ درمیانی حدیث تو ایک ضمنی روایت تھی اب پھر وہی پہلی روایت شروع ہوتی ہے جو محمد بن عمرو بن واقد الاسلمی اور ہشام بن محمد الکلبی سے مروی ہے یہ حضرات کہتے ہیں کہ۔

اخراج بنی بکر وخزاعہ

کہا جاتا ہے کہ جب حلیل بن حبشیہ انتقال کر چکے‘ قصی کی اولاد بڑھی مال و دولت میں فراوانی ہوئی‘ ان کی شرافت معظم و مسلم مانی جا چکی‘ تو قصی کی رائے یہ ہوئی کہ قبائل خزاعہ و بنی بکر کے مقابلہ میں خانہ کعبہ کی تولیت اور مکے کی حکومت کے لیے وہ خود ہی احق و اولیٰ ہیں۔ کیونکہ اسماعیل بن ابراہیم (علیہ السلام) کی شاخ ہے تو قریش ہے اور یہی لوگ ان کی خالص اولاد میں ہیں‘ قریش و

---

[1] صل میں لفظ اَذواد ہے‘ جس کے معنی اونٹوں کے ہیں کہ تعداد میں تین سے دس تک یا تین سے پندرہ تک یا تین سے بیس تک یا تین سے تیس تک یا دو سے نو تک ہوں۔

بنی کنانہ کے کچھ لوگوں سے قصی نے اس باب میں گفتگو کی اور مکہ سے قبائل خزاعہ اور بنی بکر کے اخراج کی انہیں دعوت دے کر کہا۔

اس منصب کے لئے ان سے زیادہ شایان وسزاوار ہم لوگ ہیں۔

ان کی بات لوگوں نے مان لی اور اس تجویز میں انہیں کے متبع ہو گئے۔

قصی نے اپنے ماں جائے بھائی رزاح بن ربیعہ بن حرام العذری کو بھی خط لکھ کے استمداد کے لئے دعوت دی‘ رزاح خود بھی مدد کو نکلے اور ان کے بھائی (باپ کی صلبی اولاد) حُن ومحمود وجلہمہ بھی انہیں کے ساتھ ہو لئے۔ اتباع میں قضاعہ کے اور لوگ بھی ہمراہ چلے۔ اور مکے پہنچ گئے۔

قبیلۂ صرفہ کے لوگ کہ غوث بن مُر کی اولاد میں تھے۔ عرفات سے لوگوں کو ہٹا دیا کرتے تھے۔ جب تک ان میں سے کوئی فرد پہلے رمی جمار نہ کر لیتا لوگ یہ منسک ادا نہ کر سکتے۔ پہلے سال تو یہی قاعدہ رہا۔ لیکن جب دوسرے سال قبیلۂ صرفہ نے (ایام حج میں) اسی ضابطہ مستمرہ پر عمل کیا تو قصی اپنی قوم قریش وکنانہ وقضاعہ کی جمعیت ساتھ لے کے عقبہ کے پاس پہنچے اور قبیلہ صرفہ سے کہا کہ تم سے زیادہ ہم اس کے مستحق ہیں۔ صرفہ نے انکار کیا تو باہم اس قدر جنگ ہوئی کہ محاربین صرفہ کو آخر کار ہزیمت اُٹھانی پڑی۔ رزاح نے (یہ دیکھ کے کہ مخالفین کا زور ٹوٹ گیا ہے) قصی سے فرمائش کی کہ لوگوں کو رمی جمار کر کے گزر جانے کی اجازت دو۔ قصی نے اجازت دے دی اور جو کچھ مخالفین کے ہاتھ میں تھا‘ سب پر غالب آ گئے (متصرف ہو گئے)۔ اسی زمانہ میں افاضہ[1] آج تک (بعہد مؤلف) قصی کی ہی اولاد میں ہے۔

اس ہزیمت سے خزاعہ اور بنی بکر کو ندامت وخجالت دامن گیر ہوئی قصی سے وہ الگ ہو گئے۔ یہ دیکھ کر قصی نے پھر ان کے ساتھ جنگ کی تیاری کی۔ ابطح میں بڑے معرکہ کا رَن پڑا فریقین میں بہتیرے قتل ہوئے آخر مصالحت کی جانب مائل ہوئے اور یعمر بن عوف بن کعب بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کو حکم ٹھہرایا۔ یعمر نے یہ فیصلہ کیا کہ تولیت خانہ کعبہ وحکومت مکہ کے لئے خزاعہ سے قصی بن کلاب اولیٰ ہیں۔

قصی نے خزاعہ وبنی بکر کے جو خون کئے ہیں وہ سب میرے قدموں تلے پامال ہیں۔ یعنی ان کا کوئی خون بہا نہیں۔

(۲) خزاعہ وبنی بکر نے قریش وبنی کنانہ کے جو خون کئے ہیں ان کا خون بہا دینا ہو گا۔

(۳) قصی کے لئے تولیت خانہ کعبہ وحکومت مکہ خالی کر دی جائے۔

اسی دن سے یعمر کا نام یعمر الشداخ پڑا کہ اپنے فیصلے سے تمام خون شدخ کر دیئے۔[2]

---

[1] افاضہ سے طواف افاضہ مراد ہے۔

[2] شدخ اصل میں توڑنے کو کہتے ہیں۔ مراد معنی خون کا کوئی معاوضہ ودیت قرار نہ دینا ہدر کر دینا‘ شداخ اسم مبالغہ جس میں یہ صفت نہایت مبالغہ کے ساتھ پائی جاتی ہو۔

قریش کی وجہ تسمیہ اور پس منظر

مقداد رضی اللہ عنہ (بن الاسود) کہتے ہیں: جب قصی کو فراغت حاصل ہوئی اور خزاعہ اور بنی بکر مکے سے نکالے جا چکے تو قریش ان کے پاس مجتمع ہوئے اور اسی دن سے اس اجتماعی حالت کی بناء پر یہ لوگ قریش کے نام سے موسوم کیے گئے۔ تقرّش (جس سے لفظ قریش نکلا ہے اس) کے معنی بھی تجمع (اجتماع) ہی کے ہیں۔

قصی کے معاملات مستقر مستقیم ہو لئے تو ان کے ماں جائے بھائی رزاح بن ربیعہ العذری اپنی برادری والوں کے ساتھ کہ تین سو کی تعداد میں تھے اپنے علاقہ میں واپس گئے رزاح اور حُن قصی سے ملا کرتے تھے۔ حج کے موسم میں مکے آیا کرتے تھے۔ انہیں کے ساتھ رہتے تھے انہیں کے گھر ٹھہرتے تھے اور دیکھتے تھے کہ قریش و عرب ان کی کیسی تعظیم کرتے تھے۔ قصی بھی رزاح اور حن کی بزرگداشت مرعی رکھتے تھے اور انہیں صلہ دیا کرتے تھے۔ قریش کے پیش نہاد بھی ان کا اجلال واکرام تھا۔ کیونکہ جنگ خزاعہ و بکر میں قریش کو ان سے مدد ملی تھی۔ اس آزمائش میں وہ پورے اترے تھے اور حق استقامت ادا کیا تھا۔

ہشام بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قریش کی وجہِ تسمیہ فقط یہ ہے کہ فہر کے تینوں بیٹوں میں دو تو ایک ماں سے تھے اور ایک بیٹا دوسری ماں سے تھا۔ یہ سب جدا جدا ہو کے تہامہ مکہ میں الگ الگ فروکش ہوئے' کچھ زمانے تک تو یہی حال رہا۔ مگر پھر کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ باہم مجتمع ہو گئے۔ مل جل گئے۔ بنی بکر نے اس پر کہا:

لقد تقرش بنو جندلة.[1]

''جندلہ کی اولاد نے تو پھر تقرش یعنی اجتماع کر لیا''۔

بت پرستی کا آغاز

قبیلۂ مضر کا پہلا شخص جو مکے میں فروکش ہوا وہ خزیمہ بن مدرکہ تھا' یہی وہ شخص ہے جس نے پہلے پہل ہبل (بت) اس کی جگہ منصوب کیا تھا۔ اور اسی بنا پر اس بت کو صنم خزیمہ (یعنی خزیمہ کا بت) کہتے تھے۔

خزیمہ کی اولاد مکہ ہی میں رہ پڑی اور اس وقت تک مقیم رہی کہ فہر بن مالک اس کے وارث ہوئے۔ اس زمانے میں بنی اسد و بنی کنانہ کے جو لوگ مکہ میں تھے سب کے سب نکل گئے اور وہاں جا کے آباد ہوئے جہاں آج تک (بعہد مصنف) ان کے منازل و مساکن موجود ہیں۔

---

[1] جندلہ کی اولاد سے فہر بن مالک ہی کی اولاد مراد ہے کیونکہ انہیں کی بیوی کا نام جندلہ بنت عامر بن الحارث یا جندلہ بنت الحارث تھا۔ اہل عرب میں طریق خطاب یہ بھی تھا کہ محل استنجاب میں بجائے نسبت اُبُوّت کے نسبت اُمُومت درمیان میں لاتے تھے۔

اولادِ قصی بن کلاب

محمد بن السائب کہتے ہیں کہ قصی کی تمام اولاد ان کی بیوی حُبّی بن حُلیل سے ہے۔

لڑکے:

- عبدالدار بن قصی جو ان کے پہلے بیٹے تھے۔
- عبد مناف بن قصی جن کا نام مغیرہ تھا۔
- عبدالعزیٰ بن قصی۔
- عبد بن قصی۔

لڑکیاں:

- تخمر بنت قصی۔
- برّہ بنت قصی۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: قصی کہا کرتے تھے کہ میرے چار لڑکے ہیں جن میں دو کے نام تو میں نے اپنے معبود کے نام پر رکھے ہیں ایک کو اپنے گھر کی نسبت سے اور ایک کو خاص اپنے سے موسوم کیا ہے۔ اسی بنا پر عبد بن قصی کو عبد قصّی کہتے تھے۔ جن دو لڑکوں کو اپنے معبود سے نامزد کیا تھا وہ عبد مناف و عبدالعزیٰ تھے۔ اور عبدالدار[1] کا سبب تسمیہ دار یعنی گھر تھا۔

دارالندوہ (مجلس شوریٰ قریش)

محمد عمر والاسلمی نے دو طریقوں سے روایت کی ہے' ایک روایت تو عبداللہ بن جعفر الزہری سے ہے جنہوں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن مسور بن مخرمہ کی کتاب سے بحوالہ محمد بن جبیر بن مُطعِم یہ خبر دی ہے۔ دوسری روایت محمد بن السائب سے ہے جو ابوصالح کے واسطے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بیان کرتے ہیں۔ ان دونوں روایتوں میں بالاتفاق کہا گیا ہے کہ کعب بن لوی کے پہلے فرزند قصی بن کلاب ہی ہیں جن کو ملک و مملکت حاصل ہوئی اور قوم نے بھی ان کی اطاعت کی' وہ اہل مکہ میں ایسے مانے ہوئے شریف تھے کہ کسی کو ان کی شرافت و عظمت میں مجال نزاع نہ تھی۔ قصی نے دارالندوہ تعمیر کر کے اس کا دروازہ بیت اللہ کی جانب رکھا۔ یہی دارالندوہ ہے جس میں قریش کے تمام معاملات فیصل ہوتے تھے' نکاح یا جنگ یا اُمور پیش آمدہ میں مشورہ۔ سب کا محل یہی تھا۔ حتیٰ کہ

① جب لڑکی بالغ ہوتی اور قمیص پہننے کے سن کو پہنچتی تو اس کا قمیص وہیں چاک کیا جاتا اور پھر وہیں سے اپنے گھر والوں میں

---

[1] عربی میں گھر کو دار کہتے ہیں' بشرطیکہ وسیع ہو اور اس پر عمارت کا اطلاق ہو سکے' ورنہ معمولی مکان کو بیت کہتے ہیں۔

پہنچائی جاتی۔

۲) علم جنگ خواہ اپنے لئے ہو یا کسی دوسری جماعت کے لئے' دارالندوہ ہی میں گاڑا جاتا جو قصی کا خاص کام تھا۔

۳) لڑکے کا ختنہ ہوتا تو دارالندوہ ہی میں ہوتا۔

۴) قریش کا کوئی قافلہ نکلتا تو وہیں سے ہو کے نکلتا۔

۵) قصی کے بزرگداشت' برکت صلاح اخذ کرنے' اوران کے فضل وشرف کا اعتراف کرنے کے لئے سفر سے واپس آتے تو پہلے دارالندوہ ہی میں اُترتے۔

جس طرح کسی مذہب کی پیروی کی جاتی ہے اہل مکہ اسی طرح قصی کے حکم کی پیروی کرتے۔ زندگی تو زندگی' قصی کے مر جانے کے بعد انہیں کے حکم پر عمل ہوتا۔

قصی بن کلاب کے اختیارات

۱) حجابت (خانہ کعبہ کی پردہ براری یا دربانی کہ جسے چاہیں اندر جانے دیں اور جسے چاہیں نہ جانے دیں)۔

۲) سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانا)۔

۳) رفادہ (حاجیوں کو کھانا کھلانے کا انتظام)۔

۴) لواء (علمِ جنگ بلند کرنا)۔

۵) ندوہ (مجلس شوریٰ یا ایوان حکومت)۔

۶) حکومت مکہ۔ یہ سارے اختیارات قصّی کے ہاتھ میں تھے۔

۷) اہل مکہ کے علاوہ جو لوگ مکہ میں داخل ہوتے قصی ان سب سے عُشر (محصول دہ یک) لیا کرتے۔

دارالندوہ کی وجہ تسمیہ

دارالندوہ کا سبب تسمیہ فقط یہ ہے کہ یہ قریش کا منتدیٰ یعنی محل اجتماع تھا۔ نیک و بد خیر وشر' کوئی معاملہ ہو سب کے لیے وہیں جمع ہوتے (ندوہ کا ماخذ ندیٰ ہے) اور ندیٰ مجمع قوم کو کہتے ہیں' جب وہ مجتمع ہوں تو اسی مناسبت سے ان کے دارالاجتماع کو ندوہ یا دارالندوہ کہیں گے۔

آبادی مکہ

قصی نے مکہ کے مختلف حصہ کر کے اپنی قوم میں تقسیم کر دیئے اوران منازل ومقامات میں قریش کی جماعتیں آباد کیں جہاں وہ اب (بعہد مصنف) ہیں۔ مکے میں عضاہ اور سلم کے درخت بکثرت تھے' حرم کے اندران کے کاٹنے سے قریش پر ہیبت

طاری ہوئی تو قصی نے خود ان کے کاٹنے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ یہ تو محض اپنے مکانات و محلات اور راستوں کے لئے تم کاٹتے ہو جو خرابی چاہے اس پر خدا کی لعنت۔

یہ کہہ کر اپنے ہاتھ سے درخت کاٹے اور ان کے اعوان و انصار نے بھی کاٹنے شروع کیے تو قریش نے بھی ہاتھ لگایا اور سب کاٹ ڈالے۔

مُجمِّع (قصی کا خطاب)

قریش نے قصی کو مجمع (جمع کرنے والے) کے لقب سے ملقب کیا' کیونکہ انہیں کی بدولت قریش کو جمعیت نصیب ہوئی تھی۔ (اسی بناء پر) ان سے اور ان کے حکم سے برکت حاصل کرتے تھے ان کا اعزاز و اکرام کرتے تھے اور انہیں اپنا مالک و حکمران بنا رکھا تھا۔

قصی نے قریش کی جماعتیں ابطح [1] میں لا بسائیں۔ اسی لئے یہ سب قریش البطاح کے نام سے موسم ہوئے۔

قبائل بنی معیص بن عامر بن لوی و بنی تیم الادرم بن غالب بن فہر۔ و بنی محارب بن فہر و بنی حارث بن فہر ظہر مکہ یعنی اس کے بالائی حصے میں مقیم رہے۔ یہی لوگ ظواہر [2] ہیں۔ کیونکہ قصی کے ساتھ یہ ابطح میں نہیں اترے تھے۔ البتہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح کا گروہ کہ بن حارث بن فہر سے تھا ابطح میں فروکش ہوا۔ لہٰذا یہ لوگ مطیبین [3] اہل ابطاح کے ساتھ شمار ہوتے تھے۔

ایک شاعر جس سے مراد ذکوان ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا آزاد غلام تھا اور ضحاک بن قیس الفہری نے اس کو مارا تھا۔ کہتا ہے:

فلو شهدتني من قريشٍ عصابة   قريش ابطاح لا قريش الظواهر

''اے کاش قریش کی ایک جماعت میرے سامنے ہوتی مگر یہ جماعت قریش بطاح کی ہوتی قریش ظواہر کی نہ ہوتی''۔

ابوكم قصي كان يُدْعي مجمّعا   به جَمَّعَ اللّٰه القبائل من فهر

''تمہارے ہی باپ قصی بن کلاب کہے جاتے تھے انہیں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قبائل فہر مجتمع و یکجا کر دیئے''۔

غرض کہ قریش کے جمع کر دینے کے باعث قصی مجمع کہے گئے۔ اور قریش کا نام بھی قصی ہی کی بدولت قریش پڑا۔ ورنہ اس سے پہلے ان کو بنی النضر یا اولاد نضر کہتے تھے۔

---

[1] ابطح 'بطحاء' بطاح: وہ فراخ وسیع وادی جس میں ریت اور کنکریاں ہوں۔

[2] قریش الظواہر: جو مکے کے بالائی حصوں میں مقیم تھے۔ قریش البطاح: جو مکے کے اندر فروکش ہوئے۔

[3] فرزندان عبد مناف و بنی عبدالدار میں کہ یہ سب قصی کی اولاد تھے' حجابہ و رفادہ لواء سقایہ کے متعلق منازعہ تھا۔ جسے طے کرنے کے لئے ایک جماعت آمادہ ہوئی تھی اور اسی جماعت کا نام مطیبین پڑا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے خاندان والے انہیں لوگوں کے پڑوس میں آباد ہوئے تھے۔

قصی کے لئے لقب قریشی

سعید بن محمد بن جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ عبدالملک بن مروان نے محمد بن جبیر سے دریافت کیا کہ ''قریش کا نام قریش کب پڑا''۔

محمد نے جواب دیا: قریش کا نام قریش اس وقت پڑا جب یہ لوگ تفریق و پراگندگی کے بعد مجتمع ہوئے۔ اسی اجتماع کا نام تقرش (یعنی قرشیت یا قریشیت) ہے۔ عبدالمطلب نے کہا: میں نے یہ بات تو نہیں سنی البتہ یہ سنی ہے کہ قصی کو قریشی کہتے تھے اور اس سے پہلے قریش کا نام نہیں پڑا تھا۔

ابوسلمہؒ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: قصی جب حرم میں فروکش ہو کے غالب آ چکے تو اچھے اچھے کام کئے۔ لہٰذا اُنہیں قریشی کہا گیا۔ اس نام سے پہلے پہل وہی موسوم ہوئے۔

ابوبکر بن عبداللہ بن ابوجہم کہتے ہیں: ''قریش کے نام سے نظر بن کنانہ موسوم ہوئے تھے''۔

تحمس (شریعت ابراہیمی میں تبدیلیاں)

یعقوب بن عتبہ الاخنسی کہتے ہیں: قریش و کنانہ وخزاعہ اور بقیہ اہل عرب کے وہ تمام لوگ جو قریش کے سلسلۂ اولاد میں داخل تھے۔ یہ سب کے سب حُمس یعنی محمس و متشدّد و سخت گیر اور پابندی رسوم کے متعلق اپنے اوپر سخت تشدد کرنے والے تھے۔

یہی روایت محمد بن عمر نے بھی کی ہے۔ مگر سند دوسری ہے۔ جس میں اتنا اضافہ ہے کہ قریش کے سلسلہ اولاد والے یا قریش کے حلیف بھی (یعنی وہ قبائل جو قریشیوں کے ساتھ پیمان رفاقت باندھتے تھے) متحمس تھے۔

محمد بن عمر کہتے ہیں: تحمس وہ چیزیں تھیں جو ان لوگوں نے دین میں ایجاد کی تھیں۔ ان محدثات پر وہ تحمس یعنی تشدد کرتے تھے۔ کہ سختی سے اپنے آپ کو ان کا پابند بنا رکھا تھا۔

1. حج کر لیتے تو حرم سے باہر نہ نکلتے۔ اس بنا پر حق تک پہنچنے سے قاصر رہتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کے لئے جو شریعت قرار دی تھی وہ عرفات پر وقوف کی شرط تھی کہ وہ من جملہ حل[1] ہے۔
2. گھی کو (موسم حج میں) پکا کے صاف نہیں کرتے تھے (اور ایسا کرنا حرام جانتے تھے)۔
3. بالوں کے چتر (چھتریا چھوٹے شامیانے یا مختصر سائبان) نہیں بنتے تھے (یا نہیں بناتے تھے)۔
4. خود یہ لوگ اویم (کیمخت) کے سرخ رنگ کے چتّے (یعنی چھوٹے چھوٹے شامیانے) نصب کر کے (ایام حج میں) رہتے اور مذہباً ایسا کرنا ضروری سمجھتے تھے۔

---

[1] حلّ: مقام بیرون حرم۔

⑤ جو حاجی باہر سے آتا تو اس پر لازم تھا کہ کپڑے پہنے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کرے لیکن یہ پابندی اس شرط کے ساتھ تھی کہ ہنوز عرفات میں نہ گیا ہو۔

⑥ عرفات سے واپس آتے تو برہنہ ہو کے خانہ کعبہ کا طواف افاضہ کرتے یا پہنتے بھی تو دو احمسی[1] کپڑے پہنتے۔

⑦ اگر کوئی اپنے دو کپڑے پہنے ہوئے طواف کرتا تو پھر ان کپڑوں کا پہننا اس کے لئے حلال نہ ہوتا۔

مزدلفہ میں آگ روشن کرنے کی رسم

محمد بن عمر کہتے ہیں: قصی جس وقت مزدلفہ میں ٹھہرے تو وہاں آگ جلانے کی رسم نکالی کہ عرفات سے جو آ رہا ہو وہ اس روشنی کو دیکھے۔ اس رسم کے مطابق ہمیشہ یہ آگ اسی شب میں یعنی شب اجتماع عرفات (حج کی رات) میں روشن رہا کرتی' جاہلیت میں یہی دستور (آخر تک) تھا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد میں بھی ہوا کی۔

محمد بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ روشنی اب (یعنی تا بہ عہد اری) ہوتی ہے۔

حاجیوں کی خدمت

قصی نے قریش پر سقایہ و رفادہ (یعنی حاجیوں کو پانی پلانا اور کھانا کھلانا لازم قرار دے کے ان سے خطاب کیا): اے جماعت قریش! تم اللہ تعالیٰ کے زیر پناہ ہو' پڑوسی ہو' خانہ خدا والے ہو' اہل حرم ہو' حاجی اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں' اس کے گھر کے زائر ہیں' اور تمام مہمانوں سے زیادہ مستحق کرامت ہیں۔ لہٰذا تم بھی ان کے لئے حج کے دنوں میں کھانے پینے کا انتظام کر دو' اور یہ انتظام اس وقت تک کے لئے ہو کہ وہ تمہارے ہاں سے رخصت ہو جائیں۔

حاجیوں کی آسائش کے لئے قریش ہر سال اپنے مال دولت میں سے کچھ مقدار نکال کے قصی کے سپرد کر دیا کرتے تھے جو منیٰ کے دنوں میں اور مکے میں لوگوں کو اسی آمدنی سے کھانا کھلواتے' اور پانی کے لئے حوض تیار کرواتے جن سے مکے منیٰ و عرفات میں لوگ سیراب ہوتے۔ جاہلیت میں ہمیشہ یہ دستور جاری رہا اور قصی کی قوم اس پر عامل رہی۔ تا آنکہ اسلام آیا اور اسلام میں بھی آج تک (یعنی تا بعہد مصنف) یہی طریقہ جاری ہے۔

---

[1] احمس انہیں لوگوں کو کہتے ہیں۔ بضرورت دو کپڑے پہن کے طواف کرنے کی رسم بھی انہیں نے نکالی تھی۔ لہٰذا ان کپڑوں کو بھی انہیں سے منسوب کر کے احمسی کپڑے کہتے تھے۔ ان رسوم کے اختیار کرنے کا سبب ان کی رائے میں خانہ کعبہ کا ادب و احترام تھا۔ انہیں رسوم تعظیمی کی شہادت دینے کے لئے عربی زبان میں لفظ حُمست بوزن و معنی حرمت یعنی اکرام و احترام آج تک چلا آتا ہے۔

عبدالدّار

قصی جب بوڑھے ضعیف ہوئے تو عبدالدار سے کہ ان کے پہلے لڑکے اور اکبر اولاد تھے۔ مگر ضعیف واقع ہوئے تھے حتیٰ کہ ان کے چھوٹے بھائی ان پر بالا رہے تھے' یہ کہا کہ بیٹا! خدا کی قسم یہ لوگ اگرچہ تجھ پر بالا ہیں مگر میں تجھے ان لوگوں کے ساتھ ملائے دیتا ہوں (برابر کئے دیتا ہوں):

① ان میں سے کوئی شخص خانہ کعبہ میں اس وقت تک داخل نہ ہو سکے گا تو دروازہ کھولے اور اسے اندر جانے دے۔
② قریش کوئی علم جنگ بلند نہ کر سکیں گے جب تک کہ تو اپنے ہاتھ سے بلند نہ کرے۔
③ مکے میں جب کوئی پانی پئے گا تیرے پلائے پئے گا۔
④ موسم حج میں جو کوئی کھانا کھائے گا' تیرے کھانے میں سے کھائے گا۔
⑤ قریش اپنے جس کام کا فیصلہ کرنا چاہیں گے' تیرے ہی گھر میں کریں گے۔

یہ کہہ کے قصی نے عبدالدار کو ۱ دارالندوہ ۲ خانہ کعبہ کی حجابت ۳ لواء ۴ سقایت ۵ رفادت دے دی اور یہ تخصیص اس لئے کی کہ دوسرے بھائیوں کے برابر ہو جائے۔

قصی کی وفات

قصی نے انتقال کیا تو مقام حجون میں دفن ہوئے۔ اس حادثے میں ان کی بیٹی تخمرہ اپنے باپ کے مرثیے میں کہتی ہیں:

طرق النّعِيُّ بُعَيد لوم الهجّد   فنعى قصيا ذا النّدى والسُّوده

''سونے والے شب میں سو رہے تھے کہ کچھ ہی دیر کے بعد موت کی خبر دینے والے نے دروازہ کھٹکھٹایا اور قصی کی خبر مرگ سنائی جو کریم تھے' سخی تھے اور سردار اور رہبر قوم تھے''۔

فنعى المهذب من لُوي كلها   فانهلّ دمعى كالجمان العفردِ

''اس نے ایسے شخص کی خبر مرگ سنائی جو تمام خاندان لوی میں سب سے زیادہ مہذب تھا یہ سن کے میرے آنسو چلنے لگے جیسے موتی یا موتی کی ایک لڑی بکھر جائے''۔

فأُرِقتُ من حزنٍ وهمٍّ داخل   اوق السليم[1] لوجده المتفقّد

''اس اندرونی رنج و غم سے میری نیند اُچٹ گئی (جاتی رہی) جیسے بے قراری کے باعث سانپ ڈسے ہوئے کی حالت ہوتی ہے''۔

---

[1] سلیم اور مسلوم اس شخص کو کہتے ہیں جسے سانپ نے ڈسا یا بچھو نے ڈنک مارا ہو۔

عبد مناف

محمد بن السائب کہتے ہیں: قصی کے انتقال کرنے پر عبد مناف بن قصی ان کے قائم مقام ہوئے۔ قریش کے تمام اُمور انہیں کے ہاتھ میں تھے۔ قصی نے اپنی قوم کے لئے جن محلات کی داغ بیل ڈالی تھی عبد مناف نے ان کے علاوہ دوسرے محلات کی داغ بیل بھی ڈالی یہ عبد مناف ہی کی خصوصیت تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جب آیت ﴿ وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾ ''اپنے خاندان کے قریب ترین لوگوں کو خدا کے خوف سے ڈراؤ'' نازل فرمائی تو آنحضرت ﷺ نے مخصوص خاندان عبد مناف ہی کو انذار فرمایا یعنی سطوت خداوندی سے ڈرایا۔

ابن عباس کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت ﴿ وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾ نازل فرمائی تو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام مروہ پر چڑھ گئے اور وہاں سے آواز دی **یا آل فھر** (اے خاندان فہر کے لوگو! کہاں ہو)۔ آواز دیتے ہی تمام قریش حاضر ہو گئے۔

ابولہب بن عبد المطلب نے کہا: اولاد فہر یہ تیرے سامنے ہے جو کہنا ہو کہہ۔ آنحضرت (سلام اللہ علیہ و برکاتہ) نے فرمایا: **یا آل غالب**۔ اس آواز پر حارث و محارب فرزندان فہر کی اولاد واپس گئی۔

آنحضرت (علیہ التحیات) نے فرمایا: **یا آل لوی بن غالب**۔ اس آواز پر تیم الادرم بن غالب کی اولاد واپس گئی۔

آنحضرت (صلوات اللہ علیہ) نے فرمایا: **یا آل کعب بن لوی**۔ اس آواز پر عامر بن لوی کی اولاد واپس گئی۔

آنحضرت (علیہ السلام) نے فرمایا: **یا آل مرۃ بن کعب**۔ اس آواز پر عدی بن کعب کی اولاد اور سہم و جمح ابنائے عمرو بن ھصیص بن کعب کی اولاد واپس گئی۔

آنحضرت (ﷺ) نے فرمایا: **یا آل کلاب بن مُرّۃ**۔ اس آواز پر مخزوم بن یقظہ بن مرّہ اور تیم بن مرّہ کی اولاد واپس گئی۔

آنحضرت (بارک اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: **یا آل قصّی**۔ اس آواز پر عبد الدار بن قصّی کی اولاد اسد بن عبد العزیٰ بن قصی کی اولاد اور عبد بن قصّی کی اولاد واپس گئی۔

ان سب کے چلے جانے پر ابولہب نے (آنحضرت ﷺ) سے کہا: یہ فرزندان عبد مناف تیرے سامنے ہیں اب جو کہنا ہو کہہ۔

اقرباء کو توحید کی دعوت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انّ اللہ قد امرنی انّ انذر عشیرتی الاقربین، و انتم الاقربون من قریش، و انی لا املك لکم من اللہ حظا و لا من الآخرۃ نصیباً الا ان تقولوا لا الہ الا اللہ فاشھد بھا لکم عند ربّکمُ و تدین لکم بھا

العرب و تذلّ لکم بها العجم.

''یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اپنے قریب ترین خاندان والوں کو ڈراؤں' قریش میں قریب ترین تمہیں لوگ ہو' میں تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہ کسی حصے کا مالک بنا سکتا ہوں نہ آخرت سے کوئی حصہ دلا سکتا ہوں۔ بجز اس صورت کے کہ تم کہو لا الٰہ الا اللہ اس صورت میں''۔

ابولہب کا انجام

① میں تمہارے پروردگار کے روبرو تمہارے حق میں شہادت دوں گا۔
② تمام عرب تمہارا ہی دین اختیار کرے گا اور تمہارے ہی طریقہ کی پیروی کرے گا۔
③ اس کے کہنے پر تمام عجم تمہارا تابع و مطیع ہو جائے گا۔

ابولہب نے یہ سن کر کہا:

تبالك فلهذا دعوتنا؟

''تو خسارے میں رہے کیا اسی لئے تو نے ہم لوگوں کو بلایا تھا؟''

اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ﴿ تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ ﴾ نازل فرمایا۔ کہتا ہے ﴿ تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ ﴾ یعنی خسرت یدا ابی لهب (ابولہب کے دونوں ہاتھ خسارے میں رہے)۔ مطلب یہ ہے کہ اے پیغمبر ﷺ! تو خسارے میں نہیں رہا۔ وہ خود ہی خائب و خاسر ہوا۔ کیونکہ انکار توحید کا آخری نتیجہ خسران ہی ہوا کرتا ہے۔

اولاد عبد مناف

ہشام بن محمد بن السائب الکلبی نے اپنے والد سے روایت کی:

عبد مناف کے چھ لڑکے اور چھ لڑکیاں ہوئیں۔

① مطلب بن عبد مناف۔ یہ سب سے بڑے لڑکے تھے۔ انہیں نے قریش کے لئے نجاشی (حکمران حبشہ) سے تجارتی معاہدہ کیا تھا کہ قریش اس کے ملک میں تجارت کر سکیں۔
② ہاشم بن عبد مناف۔ ان کا نام عمرو تھا' انہوں نے ہرقل (فرمانروائے قلمرو شام و روم) سے پیمان و عہد لیا تھا کہ قریش امن و حفاظت کے ساتھ شام میں سفر تجارت کر سکیں۔
③ عبد شمس بن عبد مناف۔
④ الف: تماضر بنت عبد مناف۔
⑤ ب: حنّہ بنت عبد مناف۔

⑥ ج: قلابہ بنت عبد مناف۔

⑦ د: برہ بنت عبد مناف۔

⑧ ھ: ہالہ بنت عبد مناف۔

ان پانچوں بہنوں اور ان کے تینوں بھائیوں یعنی آٹھ کے آٹھوں کی ماں عاتکہ کبریٰ تھیں' بنت مرّہ بن ہلال بن فالج بن ثعلبہ بن ذکوان بن ثعلبہ بن بہثہ بن سلیم بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن صعیلان بن مضر۔

⑨ نوفل بن عبد مناف۔ کسریٰ (بادشاہ ایران) سے انہیں نے اجازت نامہ حاصل کیا تھا کہ قریش' عراق میں سفر تجارت کر سکیں۔

⑩ ابوعمرو بن عبد مناف۔

⑪ ابوعبیدہ بن عبد مناف۔ یہ خود بھی انتقال کر گئے۔ اور نسل بھی نہ چلی۔ ان تینوں بھائیوں کی ماں واقدہ تھیں بنت ابوعدی کہ ان کا نام عامر تھا' بن عبدلہم بن زید۔

⑫ و: زیطہ بنت عبد مناف' ہلال بن مُعیط کہ بنی کنانہ بن خزیمہ سے ان کی اولاد انہیں کے بطن سے تھی (یعنی زیطہ ہلال بن معیط کی منکوحہ تھیں) زیطہ کی ماں ثقفیہ تھیں یعنی ان کا نام بھی یہی تھا۔

ہاشم

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ہاشم کا نام عمرو تھا' ایلاف قریش یعنی قریش کا ادب وطریقہ انہیں سے منسوب ہے (اس ایلاف یا داب قریش کی تشریح ملاحظہ ہو)۔

وہ پہلے شخص ہیں کہ سال میں دو مرتبہ قریش کے لئے (بغرض تجارت) سفر کے طریقے نکالے۔

ایک سفر تو جاڑوں میں کرتے تھے (یعنی رحلۃ الشتاء) جس میں یمن وحبشہ تک جاتے' حبشہ میں اس کے فرمانروا نجاشی کے پاس پہنچتے جو ان کی بزرگداشت کرتا اور انہیں عطیات دیتا۔

دوسرا سفر گرمیوں کا تھا (رحلۃ الصیف) جس میں شام تک جاتے' غزہ تک پہنچتے' کبھی کبھی انقرہ تک (واقع اناطول۔ روم۔ جسے عوام آج تک انگورہ کہتے ہیں) پہنچ جاتے۔ قیصر روم کی پیش گاہ در آتے جو ان کی بزرگداشت کرتا اور انہیں عطیات دیتا۔

ہاشم کی وجہ تسمیہ

ایک مرتبہ قریش پر چند ایسی خشک سالیاں گزریں ایسے ایسے قحط پڑے کہ مال و دولت سب کچھ جاتا رہا۔ انہیں دنوں ہاشم نے شام کا سفر کیا۔ وہاں پہنچ کر بہت سی روٹیاں پکوائیں جب تیار ہو گئیں تو بوریوں اور تھیلیوں میں بھر کے اونٹوں پر بار کرا لیں' واپسی میں جب مکے پہنچے تو ان روٹیوں کو ہشم[1] یعنی توڑ توڑ کے ثرید بنالی (وہ اونٹ جن پر روٹیاں بار تھیں) ذبح کر ڈالے'

[1] ہشم یعنی توڑنا' روٹی توڑنا۔ ہاشم: توڑنے والا۔

باورچیوں کو حکم دیا انہوں نے گوشت پکایا۔ جب تیار ہو گیا تو دیگیں صحنکوں میں اُلٹ دیں مکے والوں کو سیر شکم کھانا کھلایا۔ قحط کے بعد جس کی مصیبت میں لوگ مبتلا تھے' یہ پہلی بارش (ارزانی وفراخی تھی)' اسی باعث ان کا نام ہاشم پڑا۔ عبداللہ بن الزِبَعری اس باب میں کہتے ہیں:

عَمْرُ و العُلیٰ هَشَمَ الثَّرِید لقَومِهٖ وَ رِجَالُ مَکَّةَ مسنتون عِجاف

''بلند مرتبہ عمرو نے اپنی قوم کے لئے روٹیاں توڑ کے ثرید تیار کی' یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ مکے کے لوگ قحط زدہ لاغر ہو رہے تھے''۔

معروف بن خربوذ مکی سے خاندان عدی بن الخیار بن عدی نوفل بن عبد مناف کے ایک شخص نے اپنے باپ کے حوالے سے روایت کی کہ وہ وہب بن عبد قصی نے بھی اس باب میں اشعار کہے تھے۔

تحملِ هاشمٌ ما ضاق عنه واعیٰی ان یقوم بهٖ ابن بیض

''ہاشم نے وہ بوجھ اُٹھالیا جس کے برداشت کرنے اور اسے اُٹھا کے کھڑے ہونے سے شریف انسان تنگ آ گئے' تھک گئے''۔

اتاهم بالغرائر مُتَأفاتٍ من ارض الشام بالبُرّ النضیض

''لوگوں کے لئے وہ ملک شام سے عمدہ صاف گیہوں کی بوریاں بھر بھر کے لائے جن کے سب ہی مشتاق ہوتے ہیں''۔

فادمع اهل مَکّة من هَشِیْمَ و شاب الخبز باللحم الغریض

''انہوں نے بڑی وسعت وفراخی کے ساتھ روٹیاں توڑ توڑ کے مکہ والوں کو پیش کیں اور فربہ گوشت سے تر و تازہ کر دیا''۔

فظلّ القومُ بین مکللاهتٍ من الشیزاء حائرها یقیض

''سب لوگوں نے لکڑی کے ان پیالوں پر ہاتھ مارا جو بھرے ہوئے تھے لبریز تھے اور ان کے کنارے چھلک رہے تھے''۔

بنی ہاشم و بنی امیہ میں مخاصمت کی ابتداء

اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی کو (بربنائے واقعہ مذکورہ ہاشم پر حسد ہوا' وہ مالدار تھے' لہٰذا جو ہاشم نے کیا تھا بتکلّف وہی خود بھی کرنا چاہا مگر نہ کر سکے اور عاجز آ گئے۔ قریش کے کچھ لوگوں نے اس پر شماتت کی تو اُمیہ کو غصہ آ گیا' ہاشم کو برا بھلا

کہنے لگے اور انہیں منافرہ[1] کی دعوت دی۔

ہاشم نے اپنی عمر وقدر ومنزلت کا خیال کر کے مناضرہ ناپسند کیا مگر قریش نے نہ چھوڑا۔ اور ان کو محفوظ کر لیا۔ (ناچار) ہاشم نے اُمیہ سے کہا کہ میں تیرے ساتھ اس شرط سے مناضرہ کرتا ہوں کہ اگر تو مغلوب ہو تو سیاہ آنکھوں کی پچاس اونٹنیاں بطن مکہ میں تجھے ذبح کرنے کے لئے دینی ہوں گی اور دس برس کے لئے مکہ سے جلاوطن ہونا پڑے گا۔ اُمیہ نے یہ شرط منظور کر لی۔ مناضرہ ہوا' بنی خزاعہ کے کاہن کو دونوں نے حَکم بنایا۔ جس نے ہاشم کے حق میں فیصلہ کیا۔ ہاشم نے اُمیہ سے وہ مشروط اونٹ لے لئے۔ ذبح کئے اور حاضرین کی ضیافت کی۔ اُمیہ ملک شام میں نکل گئے اور وہاں دس برس تک مقیم رہے۔

یہ پہلی عداوت تھی جو ہاشم واُمیہ کے قبائل میں واقع ہوئی۔

طلبِ حکومت

علی بن یزید بن عبداللہ بن وہب بن زمعہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قصی نے عبدالدار کو جو کچھ دیا تھا' یعنی حجابہ ولواء ورفادہ وسقایہ وندوہ' فرزندان عبد مناف یعنی ہاشم وعبد شمس ومطلب ونوفل نے اتفاق کر کے اولاد عبدالدار کے ہاتھوں سے نکال لینا چاہا۔ کیونکہ ان مناصب کے لئے فرزندان عبدالدار سے کہیں زیادہ وہ اپنے آپ کو مستحق سمجھتے تھے کہ فرزندان عبدالدار پر ان کو شرف بھی حاصل تھا اور قوم میں بھی ان کی عظمت وبزرگی مسلّم تھی۔

اس معاملہ کے مدبر وکار پرداز ہاشم بن عبد مناف تھے۔

بنی عبدالدار نے تفویض اختیار سے انکار کیا اور عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار اس معاملہ میں ان کی کارسازی کو اُٹھے۔

قبائل بنی اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی' بنی زہرہ بن کلاب' وبنی تیم بن مرّہ وبنی حارث بن فہر نے بنی عبد مناف بن قصی کا ساتھ دیا۔ اور بنی عبدالدار کے ساتھ بنی مخزوم وسہم وجمح وبنی عدی بن کعب ہوئے۔ بنی عامر بن لوی ومحارب بن فہر علیحدہ رہے اور فریقین میں سے کسی کے ساتھ نہ ہوئے۔

---

[1] منافرہ: مفاخرت اور اس کا محاکمہ۔ عربوں میں دستور تھا کہ جب دو فریقین اپنی اپنی عظمت پر زور دیتے تو اعیان قوم کے مجمع عام میں ثالثوں کو حکم بنایا جاتا۔ اور وہ کسی ایک کے حق میں فیصلہ کرتے۔ اسی کا نام منافرہ تھا۔ ابتداء میں اس دستور کی حدیں تصفیہ قوت وطاقت سے متجاوز نہ تھیں فریقین جب مقابل ہوتے تو پہلا سوال یہ ہوتا کہ اَیُّنَا اَعَزُّ نفرًا یعنی تنقیح طلب امر یہ تھا کہ ہم میں از روئے تعداد وکثرت یا قلت انفار غالب کون ہے اور مغلوب کون ہے۔ منافرہ اسی سوال کا جواب دینے کے لئے ہوتا یہی اس کی وجہِ تسمیہ ہے۔

مطیّبین

دونوں جماعتوں میں سے ہر ایک نے بجائے خود سخت سے سخت قسمیں کھائیں کہ اپنی جماعت کو مخذول نہ ہونے دیں گے اور اپنے میں سے کسی کو فریق مقابل کے سپرد نہ کریں گے۔ ماء بل بحرٌ صوفة یعنی عہد و پیمان اس وقت تک برقرار رہے گا جب تک کہ آب دریا بھیڑ اور دُنبے کی اون کو تر کر سکے اس زمانے میں قول و قرار کو مؤکد کرنے کے لئے یہی محاورہ مستعمل تھا۔ مطلب یہ تھا کہ کبھی اس کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے گی۔

بنی عبد مناف اور ان کے طرفداروں نے ایک شاہ کاسہ نکالا جسے خوشبوؤں سے بھر کے خانہ کعبہ کے سامنے رکھ دیا۔ تمام لوگوں نے اس پر اپنے اپنے ہاتھ ڈالے اور حلف اُٹھا کے انہیں ہاتھوں سے کعبہ کا مسح کیا کہ یہ پیمان پوری طرح موثق ہو جائے۔ یہی کارروائی تھی جس کے بعد ان لوگوں کا نام مطیّبین پڑا (یعنی خوشبو میں ہاتھ بھرنے والے)۔

اَحلاف

بنی عبدالدار اور ان کے ساتھیوں نے خون سے بھرا ہوا شاہ کاسہ لے کے اس میں ہاتھ ڈالا اور سب نے عہد کیا کہ اپنی جماعت کو مخذول و رسوانہ ہونے دیں گے۔ ماء بل بحرٌ صوفة (جب تک آب دریا اون کو تر کر سکے) ان لوگوں کے (دو مختلف) نام پڑے:

① احلاف (یعنی حلف اُٹھانے والے)۔
② لَعقَةَ الدّم (یعنی خون چاٹنے والے)۔

مصالحت

جنگ کی تیاریاں ہوئیں۔ دونوں جماعتیں آمادہ ہو گئیں۔ جنگ آوروں کا تعبیہ ہونے لگا۔ ہر ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ میں پیوست ہو گیا یہ سامان ہو ہی رہا تھا لوگ اس آمادگی کے ساتھ تیار ہی تھے کہ مصالحت کی سلسلہ جنبانی ہوئی اور اس قرارداد پر صلح و آشتی کی ٹھہری کی:

① سقایہ و رفادہ بنی عبد مناف بن قصی کو دے دیا جائے۔
② حجابہ و لواء دارالندوہ حسب دستور سابق بنی عبدالدار کے پاس رہے اس قرارداد کے مطابق فیصلہ ہو گیا۔ اور لوگ (جو درپے حرب و قتال تھے) آویزش سے رُک گئے۔

دارالندوہ دارالامارہ کی حیثیت میں

فرزندان عبدالدار (ازروئے معاہدۂ مذکورہ حجابہ ولواء کے ساتھ) دارالندوہ پر بھی متصرف رہے اور رہتے چلے آئے۔ تا آنکہ عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار بن قصی نے (کہ منصب تولیت انہیں کو حاصل تھا تا آنکہ دارالندوہ کو معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان کے ہاتھ بیچ ڈالا (یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ارض حجاز میں بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت وسلطنت مسلّم ہو چکی تھی) دارالندوہ کو لے کے معاویہ رضی اللہ عنہ نے دارالامارہ بنالیا اور یہ آج تک (یعنی بعہد مصنف) خلفاء ہی کے ہاتھ میں ہے۔

ہاشم کی تولیت

یزید بن عبدالملک بن المغیرۃ النوفلی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' مصالحت کے بعد یہ ٹھہری کہ ہاشم بن عبدمناف بن قصی' سقایہ ورفادہ کے متولی قرار پائے' ہاشم فراخ دست آدمی تھے' حج کا موسم آتا تو قریش کے مجمع میں کھڑے ہو کے تقریر کرتے:

اے جماعت قریش! تم لوگ اللہ کے زیر جوار ہو' بیت اللہ والے ہو' اس موسم میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کے زائر آتے ہیں' جو اس کے گھر کی حرمت کے ساتھ تعظیم سے پیش آتے ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں' اور سب میں بیشتر شایان تکریم وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کا مہمان ہو' اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس نعمت سے مخصوص فرمایا ہے۔ خاص یہ کرامت تمہیں کو عطا کی ہے۔ ایک ہمسایہ اپنے دوسرے ہمسائے کا جتنا لحاظ کرتا ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ تمہارا پاس ولحاظ کرتا ہے۔ لہٰذا تم بھی اس کے زائروں کی بزرگداشت مرعی رکھو' جو بکھرے ہوئے بال غبار آلود' ہر ایک کے شہر سے ایسی ایسی لاغر ونحیف سواریوں پر آتے ہیں کہ قمار بازی کی تیر کی طرح بے بال وپر بے ساز وسامان ہوتے ہیں' چلے ہیں' چل کے تھک تھک گئے ہیں۔ جس سے بو آنے لگی ہے' کپڑوں میں جوئیں پڑ گئی ہیں' توشہ وزاد ختم ہو چکا ہے۔ تم ان کی ضیافت کرو' کھانا کھلاؤ' اور پانی پلاؤ۔

قریش اسی بنا پر حاجیوں کی آسائش وراحت رسانی کا اس قدر سامان کرتے کہ گھر والے حسب مقدور معمولی چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی فراہم کر دیتے' ہاشم بن عبدمناف خود بھی ہر سال بہت سامان اسی غرض سے نکالتے اور قریش کے جو لوگ دولت مند تھے وہ بھی اعانت کرتے۔ ہرقل (بادشاہ روم) کے سکّے کے سو سو مثقال ہر شخص بھیجتا' ہاشم حوضوں کی تیاری کا انتظام کرتے جن کا محل وقوع مقام چاہ زمزم ہوتا۔ ان میں مکّے کے کنوؤں سے پانی لاتے اور بھر دیتے' حاجی یہاں سے پانی پیتے تھے۔ یوم الترویہ (۸ ذی الحجہ) سے حاجیوں کی ضیافت کا سامان ہوتا۔ اور مکے ومنیٰ ومقام اجتماع حجاج (جمع) وعرفات پر ان کو کھانا کھلایا جاتا' گوشت روٹی' گھی اور چھوارے اور ستو کی ثرید بنا بنا کے دی جاتی' سب کے لئے پانی کا اہتمام ہوتا اور باوصف اس کے کہ حوضوں میں پانی کی کمی ہوتی پھر بھی منیٰ میں سب کو پانی پلوایا جاتا' مناسک حج سے فارغ ہو کر منیٰ سے جب لوگ واپس آتے تو اس وقت ضیافت ختم ہوتی اور لوگ اپنے اپنے مقام پر چلے جاتے۔

قیصر ونجاشی سے تجارتی معاہدات

عبداللہ بن نوفل بن الحارث کہتے ہیں: ہاشم ایک شریف آدمی تھے' قیصر سے قریش کے لئے انہیں نے یہ عہد لیا تھا کہ امن وامان وحفاظت کے ساتھ سفر کرسکیں۔ سڑکوں اور راستوں پر اپنا مال واسباب لے کے گزریں تو کرایہ ومحصول نہ دینا پڑے۔ قیصر نے یہ اجازت نامہ لکھ دیا۔ اور نجاشی (فرمانروائے حبشہ) کو بھی لکھا کہ قریش کو اپنے ملک میں داخل ہونے دیں یہ لوگ تجارت پیشہ تھے (اور اسی لئے ان ممالک میں سفر کرنے کی انہیں ضرورت لاحق تھی)۔

ہاشم کا عقد نکاح

قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ کہ تجارتی مال واسباب سے مملو تھا۔ ہاشم بھی ہو لئے راستہ مدینہ پر سے گزرتا تھا' قافلہ مقام سوق النبط فروکش ہوا (سوق النبط) نبطی قوم کا بازار یہاں ایسے بازار میں پہنچے جو سال میں ایک ہی مرتبہ لگتا اور سب لوگ اس میں مجتمع ہوتے قافلے والوں نے خرید وفروخت کی اور داد دستد ہوئی۔

ایک مقام پر کہ سر بازار واقع تھا۔ اہل قافلہ کو ایک عورت نظر پڑی۔ ہاشم نے دیکھا کہ اس عورت کو جو چیز خریدنی ہے ان کے متعلق احکام دے رہی ہے۔ یہ عورت دور اندیش مستقل مزاج صاحب جمال نظر آئی۔

ہاشم نے دریافت کیا یہ بیوہ ہے یا شوہر دار؟

معلوم ہوا بیوہ ہے' اُحیحہ بن الجلال کے عقد نکاح میں تھی۔ عمرو ومعید' دولڑکے بھی اس کے صلب سے پیدا ہوئے۔ پھر اس نے جدا کر دیا۔ اپنی قوم میں عزیز وشریف ہونے کے باعث یہ عورت اس وقت تک کسی کے نکاح میں نہ آتی جب تک یہ شرط نہ ہو جاتی کہ اس کی عنان اختیار اسی کے ہاتھ میں رہے گی۔ کسی شوہر سے نفرت وکراہت آتی تو اُس سے جدا ہو جاتی (یعنی خود اس کو طلاق دے دیتی) اس کا نام سلمٰی تھا بنت عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار۔

ہاشم نے اس کو پیغام دیا۔ ان کی شرافت ونسب کا جب حال معلوم ہوا تو وہ راضی ہوگئی اور ان کے نکاح میں آ گئی۔ ہاشم اس کے پاس آئے اور دعوت ولیمہ کی تیاری کی قافلے کے لوگ جو وہاں تھے سب کو بلایا تعداد میں یہ چالیس قریشی تھے بنی عبد مناف وبنی مخزوم وبنی سہم کے کچھ لوگ بھی ان میں تھے۔ قبیلہ خزرج (اہل مدینہ) کے بعض افراد کو بھی دعوت دی اور سب کے ساتھ چند روز وہاں مقیم رہے۔

سلمہ حاملہ ہوئیں' عبدالمطلب پیدا ہوئے۔ جن کے سر پر شیبہ تھا (یعنی سر میں کچھ بال سفید تھے) اسی مناسبت سے ان کا نام شیبہ رکھا گیا۔

وفات اور وصیت

ہاشم مع اپنے ہمراہیوں کے وہاں سے شام کو روانہ ہوئے' غزہ میں پہنچے تھے کہ بیماری کی شکایت پیدا ہوئی' لوگ ٹھہر گئے اور اس وقت تک ٹھہرے رہے کہ ہاشم نے وفات پائی۔ غزہ ہی میں ان کو دفن کیا گیا۔ اور ان کا ترکہ لے کر ان کے لڑکوں کے پاس واپس آئے۔ کہا جاتا ہے کہ ابورہم بن عبدالعزی العامری کہ عامر بن لوی کے خاندان سے تھے۔ اور ان دنوں خود بیس برس کے لڑکے تھے۔ فرزندان ہاشم کے پاس یہ ترکہ لے کر آئے تھے۔

محمد بن السائب الکلبی کہتے ہیں: ہاشم بن عبدمناف نے اپنے بھائی مطلب بن عبدمناف کو اپنا وصی بنایا تھا۔ یہی باعث ہے کہ بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب آج تک ایک ہیں اور بنی عبدشمس و بنی نوفل فرزندان عبدمناف (بھی اسی طرح) اب تک (یعنی تا بعہد مصنف) یک دست ہیں۔

اولادِ ہاشم

ہشام بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: ہاشم بن عبدمناف کے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

① شیبہ الحمد۔ انہیں کو عبدالمطلب کہتے ہیں۔ یہ اپنے مرتے دم تک قریش کے سردار رہے۔

② الف: رُقیہ بنت ہاشم۔ ہنوز لڑکی ہی تھیں۔ اٹھان بھی نہ ہوا تھا کہ انتقال کر گئیں۔ ان دونوں بہن بھائی کی ماں سلمٰی تھیں۔ بنت عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار' ان کی دونوں ماں جائے بھائی عمرو و معید تھے ابنائے اُحیحہ بن الجلال بن الحریش بن حجیبا بن کلفہ بن عوف بن عمر بن عوف بن الاوس۔

③ ابوصیفی بن ہاشم' ان کا نام عمرو تھا' یہ سب میں بڑے تھے۔

④ صیفی بن ہاشم۔ ان دونوں بھائیوں کی ماں ہند تھیں' بنت عمرو بن ثعلبہ بن الحارث بن مالک بن سالم بن غنم بن عوف بن الخزرج۔ ان کے ماں جائے بھائی مخرمہ تھے۔ ابن المطلب بن عبدمناف بن قصی۔

⑤ اسد بن ہاشم' ان کی ماں قیلہ تھیں۔ ملقب بہ جزور بنت عامر بن مالک بن جذیمہ کہ انہیں کو اَلْمُصْطَلق[1] بھی کہتے ہیں، وہ قبیلۂ خزاعہ کے تھے۔

⑥ نضلہ بن ہاشم۔

⑦ ب: شفا بنت ہاشم۔

⑧ ج: رقیہ بنت ہاشم۔ ان تینوں کی ماں اُمیہ تھیں' بنت عدی بن عبداللہ بن دینار بن مالک بن سلامان بن سعد کہ قبیلۂ قضاعہ

---

[1] المصطلق: خوش آواز' اچھا نغمہ سرا' جذیمہ بن سعد بن عمرو خزاعی کو یہ لقب ان کے حسن صورت کی بنا پر ملا تھا' قبیلۂ خزاعہ کے پہلے مغنی وہی ہیں۔

کے تھے۔ ان دونوں کے ماں جائے بھائی نضیل وعمرو تھے، نُفَیل بن عبدالعزی العدوی وعمرو بن ربیعہ بن الحارث بن حُجَیب بن خزیمہ بن مالک بن جبل بن عامر بن لوی۔

⑨ د: ضعیفہ بنت ہاشم۔

⑩ ھ: خالدہ بنت ہاشم۔ ان کی ماں اُم عبداللہ تھیں جن کا نام واقدہ بنت ابی عدی۔

⑪ و: حنہ بن ہاشم' ان کی ماں عدی تھیں' بنت حُبَیب بن الحارث بن مالک بن حطیط بن جشم بن قصی کہ انہیں کوثقیف کہتے ہیں۔

ہاشم کے غم میں اشعار

ہاشم کی کنیت ابو یزید تھی۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں' وہ اپنے بیٹے اسد بن ہاشم کے نام پر کنیت کرتے تھے (یعنی ابو اسد)۔ ہاشم کی وفات پر ان کی اولاد نے بہت سے مرثیے کہے جن میں ایک مرثیہ خالدہ بنت ہاشم کا ہے کہ محمد بن عمرو نے اس کی روایت اپنے راویوں کے حوالے سے کی ہے لیکن اس کے اشعار میں کمزوریاں ہیں:

بکر النعِیّ بخیر من وطی الحصی ذی المکرمات و ذی الفعال الفاضل

''پیغام گوئی مرگ نے سویرے ہی ایسے شخص کی موت کی خبر سنائی جو زمین پر چلنے والوں میں سب سے اچھا ذی مکرمت صاحب افعال بزرگ تھا''۔

بالسَّیدِ الغمر السَّیْد ذی النُّھٰی مَاضِی العزیمَۃِ غیرنکسٍ داخِلِ

''ایسے شخص کی سنائی جو سردار تھا' وسیع الاخلاق کریم تھا' شریف وسخی شجاع ومتواضع تھا' دانشمند تھا' ناقد العزم تھا' ضعیف الرائے پیرفرتوت نہ تھا' اور نہ سفلہ وکمینہ پست ہمت آدمی تھا''۔

زین العَشِیرَۃِ کُلِّھَا وَ رَبیعِھَا فی الطبقات و فی الزّمانِ الملحل

''متواتر خشک سالی وقحط کے زمانے میں وہ تمام خاندان کی زینت ورونق وبہار کا باعث تھا''۔

اِنّ المھذب مِن لُوَیّ کلِّھَا بالشامِ بین سفائحٍ و جَنَادِلِ

''تمام خاندان لوی کا مہذّب ترین ملک شام میں اس وقت آغشتۂ سنگ وخاک ہے''۔

فابکی علیه مَا بقیتِ بِعَوْنَۃٍ فلقد رذئتِ اخاندی و فواضِلِ

''تو جب تک زندہ ہے اس پر زار زار روتی رہ اس لئے کہ تجھے ایسے بزرگ کی مصیبت اُٹھانی پڑی ہے جو صاحب فیض وبزرگی تھا''۔

وَ لقد رذئتِ قریع فِھْرِ کُلِّھَا وَ رئیسھا فی کُلِّ امرٍ شَامِلٍ

''تجھے ایسے شخص کی مصیبت اُٹھانی پڑی ہے جو تمام قبیلۂ فہر کا سردار تھا۔ اور ہر امر عام وشامل میں سب کا رئیس مانا جاتا تھا''۔

شفاء بنت ہاشم کہتی ہیں:

عَیْنِ جُودِے بَعَبْرَۃ و مُنجُوم وَاسْفِحِی الدّمع للجواد الکریم

''اے آنکھ اشک بار ہو اور اس فیاض و کریم بزرگ کے لئے آنسو بہا''۔

ھَاشم الخیر ذی الجلالۃ والمجدوذی الباعِ والندیٰ والصّمیم

''خیر وخوبی والے ہاشم کے لئے جو صاحب جاہ وجلال و بزرگی تھا' قوت دار حوصلہ مند فیاض اور خالص ومخلص آدمی تھا''۔

عین واستعبری و سحی وجھِیّ لابَیْكِ الْمسوَّد الْمَعْلُوم

''اے آنکھ اپنے باپ کے لئے جو مشہور سردار قوم تھا رو اور خوب رو اور روتی رہ''۔

وَ رَبیع للمجتدِین و حِرْزٍ ولزازٍ لِکُلِ اَمِ عظیم

''جو حاجت مندوں کے حق میں بہار تھا' اور ہر ایک بڑے سے بڑے کام کے لئے تعویذ یا سبب حفظ وامن تھا اور دروازہ مفاسد کو بند رکھنے والا دستہ تھا''۔

شمَّرِیٍ نَماہُ لِلْعزّ صقر شَافِحِ البَیْتِ مِنْ سُرَاۃِ الْاَدیْم

''تجربہ کار ناقد العزم شہباز کہ عزت ہی کے لئے اس کا نشو ونما ہوا تھا اور اشراف روئے زمین کے گھرانوں میں اس کا گھر سب سے پرانا اور شریف تھا''۔

شَیْظَمِیٍ مُھَذَّب ذی فُضُوْلٍ اَریحَیّ مِثلَ القَناۃ وَسِیْم

''تومند بلند بالا فصیح و بلیغ' شیر مرد' مہذب' صاحب فضائل' سردار قوم جو خوش رو و خوش شکل وخوش منظر بھی تھا''۔

خَالبِیّ سَمَیْدَعِ اَحْوَذِیّ بَاسِق المَجْدِ مضرَحِیّ حَلِیْم

''سردار غالب الاطوار حاذق وقہار جس کا شجرہ مجد وکرم تناور تھا' اور جو خود ایک فیاض و بردبار سرگروہ سالار تھا''۔

صَادِقِ الناس فی المواطن شَھْمٍ مَاجَدَ الجَدِّ غیرنکسٍ ذمِیْم

''معرکوں میں راست باز بہادر و بزرگ آدمی جو سفلہ وضعیف و پست ہمت بھی نہ تھا' اور نہ خصلتوں کا برا تھا''۔

مطلب بن عبد مناف

محمد بن عمرو بن واقد الاسلمی کہتے ہیں: مطلب بن عبدمناف بن قصی بن کلاب' ہاشم اور عبدشمس دونوں سے بڑے تھے۔ قریش کے لئے نجاشی سے انہیں نے تجارتی عہدنامہ حاصل کیا تھا۔ وہ اپنی قوم میں شریف تھے' سردار تھے اور ان کی اطاعت کی جاتی تھی' جود وکرم کے باعث قریش انہیں الفیض کہتے تھے (یعنی فیاض) ہاشم کے بعد سقایہ ورفادہ کے وہی متولی ہوئے' وہ اس باب

میں کہتے ہیں:

و آبْلع لديك بنى هَاشِمْ بِمَا قَدْ فَعَلْنَا وَ لَمْ نومَرْ

''ہم نے جو کچھ کیا ہے اور بغیر کسی حکم کے جو کام ہم سے ہوا ہے بنی ہاشم کو اپنے پاس بلا کے اس کی اطلاع دے دے''۔

اَقمْنَا لَنِسْقِى حجج الْحُرَا مَ ازقُرِكَ الْمجدُ لم يُوْتَر

''ایسی حالت میں کہ مجد وشرف متروک ہو چکا تھا ہم نے حاجیانِ بیت الحرام کو پلانے کا انتظام کیا''۔

نسوق الحجيج لَابيُاتِنَا كَانَّهُمْ بقَرٌ تُحْشَرُ

''حاجیوں کو ہم اپنے گھروں میں اس طرح کھینچ لاتے ہیں کہ گویا وہ اجتماعی طور پر گائے بیل ہیں جو بے عذر کھینچے چلے آتے ہیں''۔

ثابت بن المنذر بن حرام کہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ شاعر (جناب نبویؐ) کے والد تھے۔ عمرہ کے لئے (مدینہ مبارکہ سے) مکہ میں آئے' یہاں مطلب سے ملے جو ان کے دوست تھے' (باتوں باتوں میں) ان سے کہا: اگر تو اپنے بھتیجے شیبہ کو ہمارے قبیلہ میں دیکھتا تو اس کے شکل وشمائل میں تجھے خوبی وخوبروئی وہیبت وشرافت نظر آتی' میں نے دیکھا کہ وہ اپنے ماموں زاد بھائیوں میں تیراندازی کر رہا ہے کہ نشان آموزی[1] کے دونوں تیر میرے کف دست جیسے مقدار کے ہدف میں داخل ہو جاتے ہیں' جب تیر نشانہ پر بیٹھتا ہے تو وہ کہتا ہے: انا ابن عمرو العلی (میں بلند مرتبہ عمرو کا فرزند ہوں)۔

مطلب نے کہا: میں تو جب تک وہاں نہ جاؤں اور اس کو ساتھ نہ لاؤں اتنی بھی تاخیر نہیں کر سکتا کہ شام ہو جائے (یعنی اتنی عجلت ہے کہ آج کے دن تمام ہونے کا انتظار کرنا بھی ممکن نہیں)۔

ثابت نے کہا: میری رائے میں اسے نہ تو سلمٰی تیرے سپرد کر دے گی اور نہ اس کے ماموں تجھے لے جانے دیں گے۔ اگر تو اسے وہیں رہنے دے کہ اپنے ننھیال میں اس وقت تک رہے کہ خود بخود (تیرے پاس برضا ورغبت آ جائے تو اس میں تیرا کیا حرج ہے؟)

مطلب نے کہا ابواوس! میں تو اسے وہاں نہ چھوڑوں گا کہ اپنی قوم کے مآثر وفضائل سے بیگانہ بنا رہے' تجھے یہ تو معلوم ہی ہے کہ اس کا حسب ونسب ومجد وشرف سب کچھ اس کی قوم ہی کے ساتھ ہے۔

مطلب مکے سے نکل کے چلے اور مدینے میں پہنچ کے ایک گوشے میں فروکش ہوئے۔ شیبہ کو دریافت کرتے رہے حتیٰ کہ اپنے ننھیالی لڑکوں میں تیراندازی کرتے ہوئے وہ مل گئے۔ مطلب نے دیکھا تو باپ کی شباہت ان میں نظر آئی' پہچان لیا۔

---

[1] نشانہ آموزی کے تیر اصل میں اس کے لئے لفظ مرماۃ ہے جس سے مراد وہ کمزور تیر ہے کہ لڑکے اس سے تیراندازی سیکھتے تھے' ہر ایک لڑکے کے پاس ایسے ایسے دو تیر ہوا کرتے' اسی لئے اصل میں بھی لفظ تثنیہ وارد ہے۔

آنکھیں اشکبار ہوئیں گلے سے لگایا‘ حلّہ یمانی پہنایا اور کہنے لگے:

عَرَفْتُ شَیْبَۃَ وَالنّجار قد حفلتْ ابناؤھا حَوْلَہٗ بالنّبلِ تنتضِل

’’میں نے شیبہ کو پہچان لیا اور ایسی حالت میں پہچانا کہ قبیلۂ بنی نجار کے لڑکے اس کے اردگرد تیراندازی کے لئے مجمع کئے ہوئے تھے‘‘۔

عَرَفت اَجْلَادَہٗ منا و شیمَتَہٗ فَفَاضَ مِنِّی عَلَیْہِ وَابِلٌ سَبَلَ

’’میں نے پہچان لیا کہ اس کا زور بازو وطور وطریق ہم ہی میں سے ہے اور یہ پہچان کر میری آنکھیں اس پر آنسوؤں کے ڈونگرے برسانے لگیں‘‘۔

سلمٰی نے پیغام بھیج کر مطلب کو اپنے ہاں فروکش ہونے کی دعوت دی جس کے جواب میں مطلب نے کہا: میری حالت اس (تکلف) سے بہت ہی سبک واقع ہوئی ہے‘ میں جب تک اپنے بھتیجے کو نہ پاؤں گا‘ اور اسے اس کے شہر وقوم میں نہ لے جاؤں گا اس وقت تک گرہ بھی نہیں کھولنا چاہتا۔

سلمٰی نے کہا: میں تو اس کو تیرے ساتھ بھیجنے کی نہیں۔

سلمٰی نے اس جواب میں مطلب کے ساتھ درشتی وخشونت ظاہر کی تو انہوں نے کہا ایسا نہ کر میں تو بغیر اس کے ساتھ لئے واپس جانے والا نہیں۔ میرا بھتیجا سن شعور کو پہنچ چکا ہے اور غیر قوم میں ہے اور اجنبی ہے۔ ہم لوگ اس خاندان کے ہیں کہ ہماری قوم کی شرافت اور اپنے قومی شہر میں قیام کرنا یہاں کی اقامت سے اس لئے بہتر ہے اور وہ جہاں کہیں بھی ہو بہرحال تیرا ہی لڑکا ہے۔

ابلغ بنی النجّار ان جئتَھُم انی مِنھُمْ و ابنھُم وانحمیسن

’’بنی نجار کے پاس آنا تو ان سے کہہ دینا کہ میں بھی اور ان کا لڑکا بھی یہ جماعت کی جماعت سب انہیں میں سے ہے‘‘۔

رَأیتھُمْ قوما اذا جئتھُمْ ھووا لقائی و اَحبّوا حَسِیْسِیْ

’’میں نے دیکھا کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس آئے تو وہ میری ملاقات کے خواہشمند ہوتے ہیں اور میری آہٹ سے بھی الفت رکھتے ہیں‘‘۔

ان دونوں شعروں کی روایت تو ہشام بن محمد نے اپنے والد سے کی ہے۔ اب آگے پھر وہی محمد بن عمرو والی روایت شروع ہوتی ہے۔

شیبہ سے عبد المطلب کیسے بنے؟

محمد بن عمرو کہتے ہیں: مطلب شیبہ کو لئے ہوئے ظہر کے وقت مکے پہنچے۔

قریش نے یہ دیکھ کے کہا: هذا عبدالمطلب (یہ مطلب کا غلام ہے)۔
مطلب نے کہا: ہائیں! افسوس! یہ تو حقیقت میں میرا بھتیجا شیبہ بن عمرو ہے۔
لوگوں نے (بنظر غائر) شیبہ کو جب دیکھ لیا تو (پہچان کے) سب نے کہا: ابنه لعمری (میری جان کی قسم یہ عمرو کا لڑکا ہے)۔
اس وقت سے عبدالمطلب برابر مکے ہی میں مقیم رہے' تا آنکہ سن بلوغ کو پہنچے اور جوان ہوئے۔

عبدالمطلب بحیثیت متولیٔ کعبۃ اللہ

مطلب بن عبد مناف نے تجارت کی غرض سے یمن کا سفر کیا تھا۔ وہاں مقام اومان میں انتقال کر گئے۔ ان کے بعد رفادہ وسقایہ کے عبدالمطلب بن ہاشم متولی ہوئے اور یہ مناصب ہمیشہ انہیں کے ہاتھ میں رہے۔ حاجیوں کو کھانا کھلاتے' پانی پلاتے' مکے میں کئی حوض بنوائے تھے کہ انہیں سے حاجیوں کو سیراب کراتے۔ جب زمزم سے پانی پلانے کا آغاز ہوا تو مکے میں حوضوں کے ذریعہ پانی پلانے کا دستور بند ہو گیا اور عبدالمطلب نے حجاج کو زمزم ہی سے پانی پلوانا شروع کیا' اس کا سر آغاز اس وقت سے ہوا جب زمزم کو از سر نو کھود کے جاری کیا ہے۔ یہی پانی عرفات تک پہنچاتے تھے اور وہاں بھی سب کو پلواتے تھے۔

چشمۂ زمزم

زمزم اللہ تعالٰی کی جانب سے پانی پینے کے لئے تھا۔ خواب میں کئی مرتبہ عبدالمطلب کو بشارت ہوئی' کھودنے کا حکم ملا' اور وہ جگہ بھی بتا دی گئی (ایک رات بحالت رؤیا) کہا گیا: طیبہ کو کھود ڈالو۔
انہوں نے پوچھا: طیبہ کیا ہے؟
دوسرے دن پھر آ کے کہا: بَرّہ کو کھود۔
انہوں نے پوچھا: بَرّہ کیا ہے؟
تیسرے دن وہ اپنی خوابگاہ میں استراحت کر رہے تھے کہ خواب میں ایک شخص آ کے کہتا ہے مَضْنُونہ کو کھود۔
انہوں نے پوچھا: مضنونہ کیا ہے؟ بیان کر تو کیا کہتا ہے؟
چوتھی شب میں پھر آ کے کہا: احفر زم زم (زمزم کو کھود)۔
انہوں نے پوچھا: و ما زم زم؟ (زم زم کیا ہے؟)
جواب دیا: لا تنزح ولا تذم، تسقی الحجیج الاعظم وهی بین الفرث والدم عند نقرة الغراب الاعصم (زمزم وہ ہے کہ نہ اس کا پانی ختم ہو گا نہ اُس کی مذمت کی جا سکے گی' حاجیوں کو خاطر خواہ وہ سیراب کرے گا' یہ گندگی اور خون

کے درمیان اس جگہ واقع ہے جہاں غراب اعصم[1] منقار سے کرید تا رہتا ہے)۔

محمد بن عمرو کہتے ہیں کہ ذبیح کی جگہ سے جہاں گندگی اور خون جمع رہتا ہے غراب اعصم وہاں سے ہٹتا ہی نہ تھا۔

وھی شِربٌ لك ولولدك من بعدك (اسی خواب میں عبدالمطلب کو یہ بھی بشارت ہوئی کہ یہ تیرے پینے کے لئے اور تیرے بعد تیری اولاد کے پینے کے لئے ہے)۔

عبدالمطلب نے زمین کھودنے، مٹی پھینکنے، پانی نکالنے کے سامان و آلات لئے اور اپنے بیٹے حارث بن عبدالمطلب کو ساتھ لیا کہ اس وقت تک بجز ان کے اور کوئی دوسرا لڑکا نہ تھا۔ کدال اور پھاوڑے سے زمین کھودتے تھے۔ مٹی کو برتن میں بھر دیتے تھے۔ جسے حارث اُٹھا اُٹھا کے باہر ڈال دیتے تھے۔ تین دن تک کھودتے رہے جس کے بعد زمزم کا نشان ملا۔ عبدالمطلب نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور کہا: **ھذا طویّ اسماعیلؑ** (یہ وہی زمزم ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے جاری ہوا تھا اور بعد کو پٹ گیا)۔

تحکیم

اب قریش نے بھی جان لیا تھا کہ عبدالمطلب نے پانی تک دسترس حاصل کر لی لہٰذا سب نے آ کر کہا: ''ہمیں اس میں شریک کرو''۔

عبدالمطلب نے کہا: ''میں تو شریک کرنے والا نہیں، یہ امر میرے ہی ساتھ مخصوص ہے، تمہارا اس میں لگاؤ نہیں، اس معاملہ میں جسے چاہو ثالث مقرر کر لو کہ اس سے محاکمہ کریں اور وہ فیصلہ دے''۔

قریش نے کہا: ہذیم کہ قبیلۂ بنی سعد کی کاہنہ ہے یہ کاہنہ مقام مُعان میں مقیم تھی جو شام کے نواح میں واقع ہے۔

آخر سب لوگ اس کے ہاں چلے۔ عبدالمطلب کی معیت میں اولادِ عبد مناف سے بیس آدمی تھے اور قریش نے بھی اپنے قبائل میں سے بیس آدمی لئے تھے۔ شام کے راستہ میں جب یہ لوگ فقیر یا اس کے قریب تک پہنچے تو سب کے ہاں پانی کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا (فقیر ایک سوکھے نالے کے مخزن کا نام تھا جس میں کبھی پانی رہا ہوگا، مگر ان دنوں مدتوں سے خشک پڑا تھا)۔

تشنگی کا غلبہ ہوا تو سب نے عبدالمطلب سے کہا: کیا رائے ہے؟ جواب دیا: یہ موت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک شخص اپنے لئے ایک ایک گڑھا (قبر) کھود رکھے، جب کوئی مرے تو ساتھ والے اسے دفن کر دیا کریں۔ حتیٰ کہ آخر میں صرف ایک شخص رہ جائے کہ اسے ضائع ہونے کی موت مرنا پڑے (یعنی مرنے کے بعد پیچھے کوئی اس کو قبر میں دفن کرنے والا نہ ہو)۔ یہ صورت اس سے آسان ہے کہ تم سب کے سب مر جاؤ (اور کوئی کسی کو دفن نہ کر سکے) سب لوگ (اسی رائے کے مطابق) وہیں ٹھہر گئے اور بیٹھ کے موت کا انتظار کرنے لگے۔

---

[1] غراب اعصم: وہ کوا جس کے دونوں پاؤں اور چونچ سرخ رنگ کے ہوں اور اس کے پروں میں کچھ سفیدی ہو اس زمانہ میں اسی رنگ کا ایک کوا مقام زمزم پر آ کر بیٹھتا تھا، زمزم تو باقی نہ رہا تھا البتہ اس کی جگہ قریش قربانی کیا کرتے تھے اور اسی باعث سے وہ کوا وہاں سے ہٹتا نہ تھا۔

سواری کے قدموں تلے پانی کا چشمہ

عبدالمطلب نے یہ دیکھ کے کہ سب کے سب موت کے منتظر بیٹھے ہیں لوگوں سے خطاب کیا: خدا کی قسم! خود کو اپنے ہاتھوں سے اس طرح تہلکہ میں ڈالنا تو بڑی عاجزی و بے بسی کی بات ہے۔ ہم کیوں نہ چلیں پھریں قدم بڑھائیں (بیٹھے کیوں رہیں؟) شاید اس علاقے میں کہیں نہ کہیں اللہ تعالیٰ ہمیں پانی عطا فرمائے۔ یہ سن کر سب لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ عبدالمطلب بھی اپنے سامان کے پاس آئے اور سوار ہو کر چلے۔ سواری چلی ہی تھی کہ اس کے سُم کے نیچے سے ایک چشمہ آب شیریں نمودار ہوا۔ عبدالمطلب اور ان کے ہمراہیوں نے تکبیر کہی اور سب نے پانی پیا۔ قریش کے بھی افراد نے قبائل کو بلا کے کہا: **هلموا الى الماءِ الرَّواءِ فقد سقانا الله** (یہ لو آب زلال وصافی کہ خود اللہ تعالیٰ نے ہمیں سیراب فرمایا ہے)۔ سب نے پانی پیا اور پلایا اور کہا: **قد قضى لك علينا، الذى سقاك هٰذا الماء بهٰذه الفلاة هو الذى سقاك زم زم، فوالدر لا نخاصمك فيها ابدا** (حقیقت یہ ہے کہ ہمارے خلاف تیرے حق میں فیصلہ ہو چکا جس نے اس دشت میں تجھے یہ پانی عطا فرما کے سیراب کیا ہے اسی نے آب زم زم بھی تجھے عنایت فرمایا ہے۔ خدا کی قسم ہم اس باب میں کبھی تجھ سے مخاصمت نہ کریں گے)۔

یہ سن کر عبدالمطلب نے مراجعت کی ساتھ ہی وہ سب لوگ بھی واپس آئے۔ کاہنہ تک کوئی نہ گیا اور زم زم کو عبدالمطلب کے لئے چھوڑ دیا۔

بیٹے کی قربانی کی نذر

معتمر بن سلیمان التیمی کہتے ہیں: میں نے اپنے والد کو ابومجلز سے روایت کرتے سنا کہ خواب میں کسی نے عبدالمطلب سے آ کے کہا: کھود۔ عبدالمطلب نے پوچھا: کہاں؟ جواب ملا: وہاں عبدالمطلب نے اس پر عمل نہ کیا تو پھر خواب میں آ کر ان سے کہا گیا: کھود۔ اس جگہ کھود جہاں گندگی ہے جہاں دیمک ہے جہاں قبیلۂ خزاعہ کی نشست گاہ ہے۔

عبدالمطلب نے کھودا تو ایک ہرن ملا ہتھیار ملا اور بوسیدہ کپڑے ملے۔

قوم نے جب مال غنیمت دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ گویا عبدالمطلب سے لڑنا چاہتے ہیں۔ اس حالت میں عبدالمطلب نے منت مانی کہ اگر ان کے دس لڑکے ہوئے تو ایک کو قربان کریں گے۔

جب دسوں پیدا ہو چکے اور عبدالمطلب نے عبداللہ کو قربان کرنا چاہا تو قبیلۂ بنی زہرہ نے روک دیا اور کہا: عبداللہ کے اور اتنے اونٹوں کے درمیان قرعہ ڈالو قرعہ ڈالا تو سات مرتبہ عبداللہ پر قرعہ پڑا اور ایک مرتبہ اونٹوں پر۔

سلیمان کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ سات کی تعداد ابومجلز نے کہی تھی یا نہیں آخر کو یہ ہوا کہ عبدالمطلب نے عبداللہ کو تو رہنے دیا اور اونٹوں کی قربانی کی۔

یہاں تک تو ابومجلز کی روایت تھی اب آگے پھر محمد بن عمرو کی روایت شروع ہوتی ہے۔

دفن شدہ خزانے کی دریافت

محمد بن عمر کہتے ہیں جس وقت قبیلۂ جرہم نے محسوس کیا کہ مکّے سے اب ان کو چلا جانا چاہئے تو ہرن سات قلعی تلواریں [1] اور پانچ مکمل زرہیں دفن کر دیں تھیں جن کو عبدالمطلب نے برآمد کیا۔

عبدالمطلب کا شیوہ خدا پرستی تھا' ظلم وستم وفسق وفجور کو اعظم المنکرات سمجھتے تھے۔ انہوں نے دونوں غزال کہ سونے کے تھے کعبے کے سامنے چڑھا دیئے۔ تلواریں خانہ کعبہ کے دونوں دروازوں پر لٹکا دیں کہ خزانہ کعبہ محفوظ رہے' اور کنجی قفل سونے کا بنا کر لگا دیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہ غزال قبیلۂ جرہم کا تھا' عبدالمطلب نے جب زم زم کی کھدائی شروع کی تو غزال (ہرن) اور قلعی تلواریں بھی (کھود کے) نکالیں۔ ان پر قداح [2] ڈالے تو سب کعبے کے لئے نکلیں' یہ سونے کی چیزیں تھیں جو کعبے کے دروازے پر چڑھا دیں مگر قریش کے تین شخصوں نے ایکا کر کے انہیں چرا لیا۔

باہمی اتفاق واتحاد کا معاہدہ

ہشام بن محمد نے اپنے والد سے' عبدالمجید بن ابی عبس سے اور ابوالمُقَوِّم وغیرہم سے روایت کی ہے کہ ان سب نے بیان کیا کہ تمام قریش میں عبدالمطلب سب سے زیادہ خوش رُو سب سے زیادہ بلند وبالا' سب سے زیادہ بردبار (متحمل مزاج) سب سے زیادہ فیاض اور سب سے زیادہ ان مہلکات سے دور رہنے والے شخص تھے جو لوگوں کی حالت وحیثیت بگاڑ دیا کرتے ہیں کبھی ایسا اتفاق نہیں پیش آیا کسی بادشاہ نے انہیں دیکھ کے ان کی تعظیم وتکریم نہ کی ہو اور ان کی سفارش نہ مانی ہو' وہ جب تک زندہ رہے قریش کے سردار بنے رہے' قبیلۂ خزاعہ کے کچھ لوگوں نے آ کے ان سے کہا: **نحن قومٌ متبادرون فی الدار هَلُمَّ فلها نعك** (ہم سب لوگ گھر کے اعتبار سے آپس میں ہمسایہ وہم جوار ہیں یعنی آ ؤ محالفہ یعنی باہمی امداد ونصرت کا عہد وپیمان کر لیں)۔

عبدالمطلب نے یہ درخواست قبول کر لی اور سات شخصوں کو لے کے چلے جو اولاد مطلب (ابن عبدمناف) وارقم بن نضلہ بن ہاشم وضحاک وعمرو فرزندانِ ابوصیفی بن ہاشم تھے' اس میں سے نہ تو فرزندانِ عبدشمس میں سے کوئی شریک ہوا اور نہ نوفل کی اولاد میں سے کسی نے شرکت کی۔

عبدالمطلب اپنی جماعت کو لئے ہوئے دارالندوہ میں آئے۔ جہاں دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کی مدد ومواسات کے لئے عہد وپیمان کئے اور ایک عہد نامہ لکھ کے خانہ کعبہ میں لٹکا دیا۔

---

[1] قلعی تلواریں: شیوف قلعیہ مبادیہ عرب میں ایک مقام مرج القلعۃ تھا جہاں کی تلواریں نہایت عمدہ تھیں' شمشیر قلعی اس مقام سے منسوب ہے۔

[2] قداح' جمع قدح: فال دیکھنے اور شگون لینے کے لئے تیر' جاہلیت عرب میں اس کا عام دستور تھا۔ اور اس طریقہ کو قداحہ کہتے تھے۔ میسر جس کی تحریم کلام اللہ نے کی یہ رسم بھی اسی کی ایک قسم تھی۔

عبدالمطلب اس باب میں کہتے ہیں:

سَأدمِیْ زبیرا ان توافت منیّتی بامساك ما بینی و بین بنی عمرو

''اگر میری موت آئی تو میں زبیر کو وصیت کر جاؤں گا کہ میرے اور فرزندانِ عمرو وخزاعی کے درمیان جو معاہدہ تھا وہ اس پر قائم رہے اور ٹوٹنے نہ دے''۔

و ان یحفظ الحلف الذی مسین شخهٗ ولا یلحدن فیه بظلم ولا عذر

''میں وصیت کر جاؤں گا کہ اس کے بزرگ نے جو عہد کیا ہے اس کی حفاظت کرے اور ایسا نہ ہو کہ کسی طرح کے ظلم وعذر کے باعث اس کی خلاف ورزی ہو''۔

هَم حفظوا لآل القدیم و حالفوا اباك فكانوا دون قومك من فهر

''اے زبیر! خاندان فہر کہ وہی تیری قوم والے ہیں ان سب میں سے یہی لوگ ہیں کہ انہوں نے پرانی قسم کی حفاظت کی اور تیرے باپ کے حلیف بنے''۔

اسی بنا پر عبدالمطلب نے اپنے بیٹے زبیر بن عبدالمطلب کو اس عہد و پیمان کی وصیت کی۔ زبیر نے ابوطالب سے اور ابوطالب نے یہی وصیت عباسؓ بن عبدالمطلب سے کی تھی۔

نبوت اور حکومت کی بشارت

مِسور بن مَخرمہ الزہری کہتے ہیں: عبدالمطلب جب کبھی یمن جاتے تو قوم حمیر کے ایک سرگردہ کے ہاں فروکش ہوتے ایک مرتبہ کے نزول میں ایک یمنی سے وہیں ملاقات ہوئی' جو بہت ہی طویل العمر تھا اور اس نے (قدیم) کتابیں پڑھی تھیں۔ اس نے عبدالمطلب سے کہا: تاذن لی ان افتش مكاناً منك؟ (کیا تو مجھ کو اجازت دیتا ہے کہ تیرے جسم میں سے کوئی جگہ ٹٹولوں)۔

عبدالمطلب نے جواب دیا: لیس كلّ مكان منّی اذن لك فی تفتشه (میں تجھے ہر جگہ ٹٹولنے کی اجازت تو نہیں دے سکتا)۔

یمنی نے پھر کہا: انم اهو منخریك (وہ جگہ جو ٹٹولنی ہے صرف تیرے دونوں نتھنے ہیں)۔

عبدالمطلب نے اجازت دی: فَدُوَمك (یہی بات ہے تو بسم اللہ)۔ یمنی نے عبدالمطلب کے یا ر یعنی نتھنوں کے بال دیکھے اور کہا: اری نبوة واری ملكا ولهی احدهما فی بنی زهرة (میں نبوت دیکھ رہا ہوں' ملک اور حکومت دیکھ رہا ہوں' مگر ان دونوں میں سے ایک چیز مجھے قبیلۂ بنی زہرہ میں نظر آتی ہے)۔

عبدالمطلب نے اس سفر سے واپس آ کے خود تو ہالہ بنت وہیب بن عبدمناف بن زہرہ سے نکاح کیا اور اپنے بیٹے عبداللہ کا نکاح آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ سے کر دیا جن سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اولاد عبدالمطلب کو نبوت وخلافت دونوں عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ (اس خانوادۂ شریعت کے تقدس وعظمت کو) خوب جانتا ہے' جہاں

اس سے یہ عطیہ عطا فرمایا ہے۔

خضاب

ہشام بن محمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ان سے مدینہ کے ایک شخص نے جعفر بن عبدالرحمٰن بن المسور بن مخرمہ سے روایت کی جو اپنے والد (عبدالرحمٰن بن المسور) سے راوی تھے۔ ان دونوں راویوں کا بیان یہ ہے کہ جس قریشی نے پہلے پہل وسمہ سے خضاب کیا وہ عبدالمطلب بن ہاشم تھے (اصل کتاب میں "بجائے عبدالمطلب کے عبدالمطلب بن ہاشم مرقوم ہے جسے خطائے مطبعی سمجھنا چاہئے)۔

واقعہ یہ ہے کہ عبدالمطلب جب یمن جاتے تو ایک حمیری سردار کے گھر اُترتے' عبدالمطلب سے اس نے کہا: اگر تو ان سفید بالوں کا رنگ بدل دے تو پھر جوان نظر آئے۔

عبدالمطلب نے اجازت دی تو اس حکم سے پہلے مہندی کا خضاب لگایا گیا۔ پھر اس پر وسمہ چڑھایا گیا۔ عبدالمطلب نے کہا: ہمیں اس میں بطور زادِ سفر کے تھوڑا خضاب دے دینا۔

میزبان نے بہت سا خضاب ان کے ساتھ کر دیا۔ شب میں وہ مکے پہنچے اور دِن میں باہر نکلے تو ان کے بال ایسے نظر آئے جیسے کوے کے سیاہ پر ہوں۔ نُتیلہ بنت خباب بن کلیب نے کہ عباس بن عبدالمطلب کی ماں تھیں۔ یہ دیکھ کے کہا: شیبۃ الحمد! یہ اگر ہمیشہ رہ جائے تو خوبصورتی ہے۔ عبدالمطلب نے جواب دیا:

ولو دام لی هذا السّواد حَمِدته فکان بدیلا من شبابٍ قد انصرم

''یہ سیاہی اگر میرے لیے ہمیشہ رہتی تو میں اس کی تعریف کرتا اور اِس صورت میں یہ اس جوانی کا بدلہ ہوتی جو ختم ہو چکی ہے''۔

تمتّعتُ منه والحیاة قصیرةٌ ولا بدمن موتٍ نتیلَة اوهوم

''میں نے اس سے فائدہ تو اُٹھایا مگر زندگی تھوڑی ہے اور اے نُتیلہ آخر کار مرنا یا بوڑھا ہونا ضروری ہے''۔

وما ذا الذی یجد علی المرٔ حفظةً ونعمة یومًا اذا عرشه انهدم

''انسان کو اس کی فراخی ونعمت بھلا کیا نفع پہنچا سکتی ہے جبکہ ایک دِن اس کے تخت کو منہدم ہونا ہی ہے''۔

فموتٌ جهیزٌ عاجلٌ لاشوی لهٗ احب الیّ من مقالهم حکم

''ان حالات میں لوگوں کی دانش آرائی سے زیادہ محبوب میرے نزدیک وہ موت ہے جو آراستہ ہو' جلد آئے اور اس میں کسی قسم کی آسانی وسفلگی نہ ہو''۔

یہی واقعہ تھا جس کے بعد اہل مکہ سیاہ خضاب کرنے لگے۔

عبدالمطلب کے حق میں نفیل کا فیصلہ

محمد بن السائب الکلبی کہتے ہیں کہ مجھ سے دو شخصوں نے روایت کی ہے جن میں ایک تو قبیلۂ بنی کنانہ کے ایک صاحب تھے جنہیں ابن ابی صالح کہتے تھے اور دوسرے ایک ذی علم تھے جو مقام رقہ کے باشندے اور قبیلۂ بنی اسد کے آزاد غلام تھے۔ ان دونوں صاحبوں کا بیان یہ ہے کہ عبدالمطلب بن ہاشم و حرب بن اُمیہ کے درمیان (سفر حبشہ کے دوران میں) منافرے کی ٹھہری اور دونوں نے نجاشی حبشی (بادشاہ حبشہ) کو حکم قرار دیا۔ لیکن اس نے بیچ میں پڑنے اور فیصلہ کرنے سے انکار کر دیا۔ ناچار نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب کی جانب رجوع کرنا پڑا اور وہی حکم بنائے گئے لیکن انہوں نے حرب سے یہ کہا: اتنافر رجلاً هو اطول منك قامة و اعظم منك هامة و اوسم منك وسامة، و اقل منك لامة، و اكثر منك و لدا و اجزل منك صفدًا، و اطول منك مذودًا. (کیا تو ایسے شخص سے منافرہ کرتا ہے جو تجھ سے زیادہ بلند و بالا ہے تجھ سے زیادہ بڑے سر والا ہے، تجھ سے زیادہ وجیہ ہے، موجبات ملامت و ہول و خوف میں تجھ سے بہت کم ہے، تجھ سے زیادہ کثیر الاولاد ہے، تجھ سے زیادہ جزیل العطاء و کریم و جواد ہے، تجھ سے زیادہ اس کی زبان لانبی[1] ہے؟)

نفیل نے بمقابلۂ حرب کے عبدالمطلب کے حق میں فیصلہ کیا۔ اس پر حرب نے کہا: انَّ من انتكاث الزمان آن جعلناك حَكَمًا (یہ زمانے کا نقص و ابرام ہے، یعنی خراب و فساد و نیرنگی روزگار کی یہ بھی ایک دلیل ہے کہ ہم نے تجھ کو حکم بنایا)۔

محمد بن السائب کہتے ہیں: جب تک منافرہ نہیں ہوا تھا نُفیل بن عبدالعزیٰ کو کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دادا تھے حکم نہیں بنایا تھا اس وقت تک عبدالمطلب ہی حرب بن امیہ کے ہم نشین و ہمدم تھے۔ جب نفیل نے عبدالمطلب کے حق میں فیصلہ کیا تو حرب و عبدالمطلب دونوں جدا ہو گئے اور حرب عبداللہ بن جدعان کے ندیم و ہمراز ہو گئے۔

طائف میں کامیابی

ابو مسکین کہتے ہیں: طائف میں ایک کنواں (یا چشمہ) عبدالمطلب کی ملکیت میں تھا۔ جسے ذوالہرم کہتے تھے یہ ایک زمانہ سے قبیلۂ ثقیف کے قبضے میں تھا۔ عبدالمطلب نے مطالبہ کیا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ جُندب بن الحارث بن حُبیب بن الحارث بن مالک بن حطیط بن جُشم بن ثقیف (ان دنوں) قبیلۂ ثقیف کے سردار تھے جو منکر ہو گئے اور عبدالمطلب سے لڑنے لگے۔ دونوں کو منافرے کی ضرورت پڑی جس کے لیے کاہن بنی عذرہ منتخب ہوا کہ اس کو عزّیٰ سلمہ کہتے تھے اور وہ شام میں رہتا تھا، منافرہ چند اونٹوں پر قرار پایا جو نامزد کر لیے گئے (یعنی شرط ہوئی کہ جیتنے والے کو اتنے اونٹ دیے جائیں گے)۔

عبدالمطلب چند قریشیوں کو لے کر نکلے ساتھ میں حارث بن عبدالمطلب تھے کہ ان کے علاوہ عبدالمطلب کے ان دنوں

---

[1] اردو میں تو زبان درازی بُرے معنوں میں مستعمل ہے مگر عربوں کے محاورے میں زبان دراز اس شخص کو کہتے ہیں جو نہایت فصیح اللسان ہو۔

کوئی دوسرا اثر کا نہ تھا۔

جندب چلے تو ان کے ہمراہ ثقیف کے کچھ لوگ تھے۔

عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں کے پاس (راستہ میں) پانی ختم ہو گیا ثقفیوں سے پانی مانگا تو انہوں نے نہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی عبدالمطلب کے اونٹ کے نیچے ان کے لئے ایک چشمہ جاری کر دیا۔ عبدالمطلب نے خدائے عزوجل کی حمد کی اور جان لیا کہ یہ اسی کا احسان و منت ہے۔ سب نے سیر ہو کے پانی پیا اور بقدر ضرورت لے لیا۔ ثقفیوں کا بھی پانی ختم ہو گیا۔ عبدالمطلب سے التجا کی تو انہوں نے سب کو پانی پلوایا۔

کاہن کے پاس آئے تو انہوں نے عبدالمطلب کے حق میں فیصلہ کیا۔ عبدالمطلب نے شرط کے اونٹ لے کر ذبح کر ڈالے۔ ذوالہرم کو اپنے قبضے میں لے لیا اور واپس آئے۔ خدا نے عبدالمطلب کو جندب پر اور عبدالمطلب کی قوم کو جندب کی قوم پر فضیلت بخشی۔

عبدالمطلب کی منّت ''بیٹے کی قربانی''

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن ربیعہ الحارث وغیرہما سے روایت ہے کہ زمزم کھودنے میں عبدالمطلب نے جب اپنے مددگاروں کی قلت دیکھی تو تن تنہا کھودتے تھے اور صرف اپنے بیٹے حارث کو کہ وہی خلف اکبر تھے ان کے شریک حال ہے تو منّت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں پورے دس بیٹے دیئے حتیٰ کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تو ایک کو قربانی چڑھائیں گے۔ جب دس کی تعداد پوری ہوئی تو باپ نے بیٹوں کو جمع کر کے اس منّت کی اطلاع دی اور چاہا کہ اس نذر کو اللہ تعالیٰ کے لئے وفا کریں۔

ان بیٹوں کے نام حسب ذیل ہیں:

1. الحارث بن عبدالمطلب
2. الزبیر بن عبدالمطلب
3. ابوطالب
4. عبداللہ
5. حمزہ
6. ابولہب
7. الخیداق
8. المقوم
9. ضرار
10. العباس

ان میں سے کسی نے بھی اختلاف نہ کیا سب نے وفائے نذر اور ان کے حسب خواہش عمل کرنے کی صلاح دی۔

عبدالمطلب نے کہا: اچھا تو تم میں سے ہر ایک اپنے اپنے نام قدح میں لکھ لکھ کر ڈال دے۔

اس پر عمل ہو چکا تو عبدالمطلب نے خانۂ کعبہ کے اندر آ کے سادِن (پجاری) سے کہا: ان سب کو لے کے نام نکال۔ سادِن نے نام نکالا تو سب سے پہلے عبداللہ ہی کا نام نکلا جن سے عبدالمطلب کو خاص محبت تھیں۔ (بایں ہمہ) ذبح کرنے کی چھری لئے ہوئے عبدالمطلب ان کا ہاتھ پکڑے قربان گاہ کو چلے۔ لڑکیاں (یعنی عبداللہ کی بہنیں) کہ وہیں کھڑی تھیں رونے لگیں اور ایک نے کہا: اس قربانی کے بدل کی تدبیر کر اور وہ یہ ہے کہ حرم میں جو تیری ساٹھ اونٹنیاں ہیں ان پر سے پانسے ڈال۔

عبدالمطلب نے سادِن سے کہا: عبداللہ پر اور دس اونٹوں پر پانسے ڈال۔ سادن نے نام نکالا تو عبداللہ کا نام نکلا۔ عبدالمطلب دس دس اُونٹ بڑھاتے رہے تا آنکہ سو کی تعداد پوری ہو گئی اور اب نام نکالا تو قربانی کے لئے اونٹ کا نام نکلا۔ عبدالمطلب نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور ساتھ ہی ساتھ لوگوں نے بھی تکبیر کہی۔ عبدالمطلب کی لڑکیاں اپنے بھائی عبداللہ کو لے گئیں اور اونٹوں کو لے کے عبدالمطلب نے صفا و مروہ کے درمیان قربانی کی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: عبدالمطلب نے جب ان اونٹوں کی قربانی کی تو ہر ایک کے لئے ان کو چھوڑ دیا (یعنی جو چاہے گوشت کھائے روک نہ رکھی)۔ انسان یا درندہ یا طیور کوئی بھی ہو کسی کی ممانعت نہ کی البتہ نہ خود کھایا نہ ان کی اولاد میں سے کسی نے فائدہ اٹھایا۔

عکرمہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: ان دنوں دس اونٹوں کی دیت (خوں بہا) ہوتی تھی (یعنی دستور تھا کہ ایک جانور کے بدلے دس اونٹ دیئے جائیں) عبدالمطلب پہلے شخص ہیں جنھوں نے ایک جان کا بدلہ سو اونٹ قرار دیا۔ جس کے بعد قریش اور عرب میں بھی یہ دستور ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو بحال خود برقرار رکھا۔

نبی صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور قحط سالی کا خاتمہ

عبدالرحمٰن بن موہب بن رباح الاشعری قبیلۂ بنی زہرہ کے حلیف تھے ان کے لڑکے سے ولید بن عبداللہ بن جمیع الزہری روایت کرتے ہیں یہ لڑکا اپنے والد عبدالرحمٰن کے حوالے سے راوی ہے کہ مخرمہ بن نوفل الزہری کہتے تھے میں نے اپنی ماں رقیہ بنت ابی صیفی بن ہاشم بن عبدمناف سے کہ عبدالمطلب کی لِدہ[1] (یعنی ہمجولی) تھیں۔ یہ روایت (مندرجہ ذیل) سنی ہے۔ رقیقہ مذکورہ بیان کرتی تھیں۔

قریش پر ایک مرتبہ ایسی خشک سالیاں گزریں جو مال و منال سب (اپنے ساتھ) لے گئیں اور جان پر آ بنی میں نے

---

[1] لدہ ہمجولی لڑکا یا لڑکی جو کسی کے ہم عمر و ہم سن ہو یعنی دونوں ایک ہی دن یا قریب قریب ایک ہی تاریخ میں پیدا ہوئے ہوں۔ اور دونوں کی تربیت و پرورش بھی ایک ہی ساتھ ہوئی ہو اس لفظ کا صیغۂ تثنیہ الدان اور جمع لدات ولدون ہے اسی کے مرادف لفظ ترب بھی ہے کہ وہ انہیں معنی میں مستعمل ہے۔

انہیں دونوں ایک شخص کو خواب میں کہتے سنا:

یا معشر قریش، انّ ھذا النبیّ المبعوث منکم و ھذا اِبّان خروجه و به یاتیکم الحیاء و الخصبُ، فانظر وارجلا من اوسطکم نسباً طوالاء عظاما ابیض، مقرون الحاجبین، اھدب الاشفار، جعدا سھل الخدّین، رقیق العرنین، فلیخرج ھو و جمیع ولدہ و لیخرج منکم من کل بطن رجل، فتطھروا وتطیبوا، ثم استلموا الرکن ثم ارقوا راس ابی قبیس، ثم یتقدم ھذا الرجل فیستسقی و تؤمنون، فانکم ستسقون.

رقیقہ کو خواب میں جو بشارت ہوئی اس کا مفہوم یہ تھا:

یہ پیغمبر جو مبعوث ہونے والا ہے تم ہی لوگوں میں سے ہوگا۔ اس کے ظہور کا یہی زمانہ ہے اسی کے طفیل تمہیں فراخی و کشایش نصیب ہوگی۔ دیکھو! ایسا شخص تلاش کرو جو تم سب میں اوسط النسب یعنی نہایت شریف خاندان کا ہو‘ بلند بالا ہو‘ بڑا ہو‘ بھاری بھرکم ہو‘ سفید رنگ گورا چٹا ہو‘ اس کی بھویں جٹی ہوں‘ پلکیں دراز ہوں‘ گھونگھریالے بال ہوں‘ رخسار بہت بھرے ہوئے ناک پتلی ہو (یا ناک کا بانسا پتلا ہو) وہ نکلے‘ اس کی اولاد نکلے اور تم میں سے ہر ایک گھرانے کا ایک ایک شخص نکلے سب کے سب طہارت کرو‘ خوشبوئیں لگاؤ‘ رُکن حرم کو بوسہ دو کوہ قبیس کی چوٹی پر چڑھ جاؤ‘ وہ شخص آگے بڑھے استسقاء کے لئے دُعا کرے اور تم سب آمین کہو‘ ایسا کرو گے تو سیراب کیے جاؤ گے (یعنی دُعاء قبول ہوگی اور بارانِ رحمت نازل ہوگی)۔

آنحضرت ﷺ اجتماع استسقاء میں

رقیقہ نے اس خواب کا واقعہ لوگوں سے بیان کیا سب نے دیکھا تو یہ صفت اور یہ حلیہ جو خواب میں بتایا گیا تھا کہ عبدالمطلب کا حلیہ تھا۔ سب لوگ انہیں کے پاس جمع ہو گئے۔ ہر گھرانے سے ایک ایک شخص نکلا‘ جو حکم ملا تھا بجا لائے۔ پھر جبل ابوقبیس پر چڑھ گئے۔ ساتھ میں رسول اللہ ﷺ بھی تھے کہ اس وقت لڑکے ہی تھے۔ عبدالمطلب آگے بڑھے اور دُعا کی:

اللھم ھؤلاء عبیدك و بنو عبیدك و اماء ك و بنات امائك و قد نزل بنا ما تری و تتابعت علینا ھذہ السنون فذھبت بالظلف والخفّ واشفت علی الانفس فاذھِب عنا الجدب وائتنا بالحیَا والخِصب.

بارانِ رحمت کے لئے دُعا

یا اللہ! یہ تیرے بندے ہیں‘ یہ تیرے بندہ زادے ہیں‘ یہ تیری لونڈیاں ہیں‘ یہ تیری کنیز زادیاں ہیں‘ تو دیکھ رہا ہے کہ ہم پر کیا مصیبت نازل ہے‘ یہ خشک سالیاں ایسی پڑیں کہ اُن تمام جانوروں کو ہلاک کر ڈالا جو پنجے اور سم رکھتے تھے اور اب تو جانوں پر آ بنی ہے۔ یا اللہ ہم سے اس قحط کو دفع کر ابر رحمت برسا اور فراخی عطا فرما۔

لوگ ہنوز واپس بھی نہ چلے تھے کہ اس قدر مینہ برسا‘ اتنی بارش ہوئی کہ وادیاں جاری ہو گئیں‘ نالے بہنے لگے‘ سیلاب

آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ ہی کے طفیل میں ان سب کو سیرابی نصیب ہوئی۔ اسی ذیل میں رقیقہ بنت ابوصیفی بن ہاشم بن عبد مناف کہتی ہیں:

بشيبة الحمد اسقى اللّٰهُ بلدتنا وقد فقدنا الحياء و اجلود المطر

''عبدالمطلب کے طفیل میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے شہر کو سیراب کیا حالانکہ کیفیت یہ تھی ابر باراں کو ہم کھو چکے تھے اور مینہ بسرعت روانہ ہو چکا تھا''۔

فجاد بالماء جونّي له سَبَلٌ دانٍ فعاشت به الانعام والشجر

''آخر ایسے ابر تاریک نے پانی برسایا جو مینہ سے لبریز تھا اور اس بارش کے باعث حیوانات و نباتات جی اُٹھے''۔

منًّا من اللّٰه بالميون طائرهٗ دُخير من بُشّرت يوما به مضر

''یہ اللہ تعالیٰ کا احسان تھا اور اس بابرکت اور نیک طالع کے باعث یہ احسان ظہور پذیر ہوا جو ان سب لوگوں سے بہتر ہے جن کی کبھی قوم مضر کو بشارت ہوئی تھی''۔

مبارك الامر يُستَسقَى انعام بِهٖ مافى الانام له عِدلٌ ولا خطر

''وہ کہ خود مبارک ہے' اس کے امور مبارک ہیں' اس کی بدولت بارانِ رحمت نازل ہوتا ہے' وہ بے نظیر ہے اور خلائق میں کوئی اس کا عدیل و سہیم نہیں''۔

ابرہہ کا قصہ

عثمان بن ابی سلیمان' عبدالرحمٰن بن لبلیمانی' عطار بن یسار' ابورزین العقیلی' مجاہد اور ابن عباس رضی اللہ عنہما جن کے بیانات آپس میں مخلوط ہو گئے' روایت کرتے ہیں کہ نجاشی (فرماں روائے حبشہ) نے ابوصحم اریا کو چار ہزار فوج دے کے یمن بھیجا تھا۔ اریاط نے ملک تسخیر کر لیا' اہل ملک کو ذلیل کر ڈالا' ان پر غالب آ گیا' نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہوں کو محتاج بنا دیا اور اور فقیروں کی خوب تذلیل کی۔

جو حالات اس نتیجے سے مرتب ہوئے ان کی بنا پر حبشہ کا ایک شخص کہ اسے ابویکسوم ابرہۃ الاشرم کہتے تھے اُٹھ کھڑا ہوا اور اہل یمن کو اپنی اطاعت کی دعوت دی۔ لوگوں نے یہ دعوت قبول کر لی تو اس نے اریاط کو مار ڈالا اور یمن پر متصرف ہو گیا۔

موسم حج کے دنوں میں ابرہہ نے دیکھا کہ لوگ حج بیت اللہ کا سامان کر رہے ہیں۔ پوچھا: یہ لوگ کہاں جاتے ہیں؟

جواب ملا: حج بیت اللہ کے لئے مکے جاتے ہیں۔

دریافت کیا: وہ (یعنی بیت اللہ) کس چیز سے بنایا گیا ہے؟

جواب ملا: پتھر سے۔

پھر پوچھا: اس کی پوشش کیا ہے؟

کہا: یہاں سے جو دھاری دار کپڑے جاتے ہیں وہی اس کی پوشش کے کام آتے ہیں۔

ابرہہ نے کہا: مسیح کی قسم تمہارے لئے اس سے اچھا گھر تعمیر کروں گا۔ آخر یہ عمارت اس نے تعمیر کر لی۔

نقلی کعبہ (کعبہ یمن)

ابرہہ نے اہل یمن کے لئے سفید و سرخ و زرد و سیاہ پتھروں کا ایک گھر بنایا جو سونے چاندی سے مجلی اور جواہر سے مرصع تھا۔ اس میں کئی دروازے تھے جن میں سونے کے پتر اور زریں گل میخیں جڑی تھیں اور بیچ بیچ میں جواہر تھے اس مکان میں ایک بڑا سا یاقوت احمر لگا ہوا تھا۔ پردے پڑے تھے' عود مندلی (یعنی مقام مندل) کا جو خوشبویات کے لئے مشہور تھا' وہاں لوبان' اگر عود سلگاتے رہتے تھے' دیواروں پر اس قدر مشک ملا جاتا تھا کہ سیاہ ہو جاتیں حتیٰ کہ جواہر بھی نظر نہ آتے۔

لوگوں کو اس مکان کے حج کرنے کا ابرہہ نے حکم دیا۔ اکثر قبائل عرب کئی سال تک اس کا حج کرتے رہے۔ عبادت و خدا پرستی و زہد پارسائی کے لئے متعدد اشخاص اس میں معتکف بھی تھے اور مناسک یہیں ادا کرتے تھے۔

نقلی کعبہ کا حشر

نفیل الخثعمی نے نیت کر رکھی تھی کہ اس عبادت خانے کے متعلق کوئی مکروہ حرکت کرے گا۔ اس میں ایک زمانہ گزر گیا' آخر ایک شب میں جب اس نے کسی کو جنبش کرتے نہ دیکھا تو اُٹھ کے نجاست و غلاظت اُٹھالایا صومعہ کے قبلے کو اس سے آلودہ کر دیا اور بہت سی گندگی جمع کر کے اس میں ڈال دی۔

ابرہہ کو اس کی خبر ملی تو سخت غضب ناک ہوا اور کہنے لگا: عرب نے فقط اپنے گھر (کعبۃ اللہ) کے لئے غضب میں آکر یہ کارروائی کی ہے۔ میں اس کو ڈھادوں گا۔ اور ایک ایک پتھر توڑ ڈالوں گا۔

ابرہہ کا حرم پر حملہ

نجاشی کو ابرہہ نے لکھ کے اس واقعہ کی اطلاع دی اور اس سے درخواست کی کہ اپنا ہاتھی جس کا نام محمود تھا بھیج دے۔ یہ ہاتھی ایسا تھا کہ عظمت و جسامت و قوت کے لحاظ سے روئے زمین پر کسی نے اس کی نظیر نہ دیکھی تھی' نجاشی نے اسے ابرہہ کے پاس بھیج دیا۔

جب ہاتھی آ گیا تو ابرہہ لوگوں کو لے کے نکلا (یعنی فوج لے کر مکہ مشرفہ پر چڑھائی کر دی)۔ ساتھ میں حمیر کے بادشاہ اور نفیل بن حبیب الخثعمی بھی تھے۔ حرم کے قریب پہنچے تو ابرہہ نے فوجوں کو حکم دیا کہ لوگوں کے بھیڑ بکریاں (وغیرہ) لوٹ لیں' اس حکم کے مطابق سپاہیوں نے چھاپہ مارا اور عبدالمطلب کے کچھ اونٹ پکڑ لئے۔

ابرہہ سے عبدالمطلب کی ملاقات

نفیل عبدالمطلب کا دوست تھا' اونٹوں کی نسبت عبدالمطلب نے اس سے گفتگو کی تو اس نے ابرہہ سے عرض کیا: اے بادشاہ! تیرے حضور میں ایسا شخص آیا ہے جو تمام عرب کا سردار' فضل و عظمت و شرف میں سب پر فائق ہے۔ لوگوں کو اچھے اچھے گھوڑوں پر سوار کراتا ہے۔ عطیات دیتا ہے' کھانے کھلاتا ہے' اور جب تک ہوا چلتی ہے (یعنی علی الدوام) یہی اس کا وتیرہ و شیوہ ہے۔

نفیل نے اس تقریب کے ساتھ عبدالمطلب کو ابرہہ کے حضور میں پیش کیا اس نے عرض دریافت کی تو کہا: ترد علی ابلی (غرض یہ ہے کہ میرے اونٹ مجھے واپس مل جائیں)۔

ابرہہ نے کہا: مادری ما بلغنی عنك الا الغرور و قد ظننتُ انك تلكمّني في بينكم هذا الذی صو شرفكم (میری رائے میں تیرے متعلق جو اطلاع مجھے ملی وہ محض دھوکے پر مبنی تھی میں تو اس گمان میں تھا کہ تو مجھ سے اپنے اس گھر کے متعلق گفتگو کرے گا' جس کے ساتھ تم سب کی عزت و شرف وابستہ ہے)۔

عبدالمطلب نے جواب دیا: اردد علی ابلی، و دونكَ والبيت، فانّ له ربّا سيمنعه (تو مجھے میرے اونٹ واپس دے' بیت اللہ کے ساتھ جو چاہے کر کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ اس گھر کا ایک پروردگار ہے' وہ خود ہی عنقریب اس کی حفاظت کرے گا)۔

ابرہہ نے حکم دیا کہ عبدالمطلب کے اونٹ واپس دے دیئے جائیں۔ جب اونٹ مل گئے تو عبدالمطلب نے ان کے سموں[1] پر چمڑے چڑھا دیئے' ان پر نشان کر دیئے۔ ان کو قربانی کے لئے مخصوص کر کے حرم میں چھوڑ دیا کہ انہیں پکڑیں گے تو پروردگار حرم غضب ناک ہوگا۔

عبدالمطلب کی دُعا

عبدالمطلب حراء پر چڑھ گئے' ساتھ میں عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم مطعم بن عدی اور ابو مسعود ثقفی تھے' عبدالمطلب نے اس موقع پر جنابِ الٰہی میں عرض کی:

اللهم ان المَرء يمنعُ رَحْلَه فامنَع حلالك

''یا اللہ انسان اپنے سامان کی حفاظت کرتا ہے' تو اپنے متاع و سامان کعبے کی حفاظت کر''۔

لا يَغلبَنّ صليبهم و مِحالُهم غدوا محالك

''اور ان کی صلیبیں اور ان کے فریب و حیلے تیری قوت پر قدرت پر غالب نہیں آ سکتے''۔

---

[1] اونٹ کے سموں پر چمڑے چڑھانا' علامت بنا دینا یہ ان کی تقدیس کی نشانیاں تھیں کہ لوگ سمجھ جائیں یہ قربانی کے اونٹ ہیں اور خدائے عزوجل سے تعلق رکھتے ہیں۔

إن كُنتَ تاركهُمْ و قبلتنا فأمرٌ ما بدالك

''اگر تو انہیں چھوڑ دینے والا ہے کہ ہمارے قبیلے کے ساتھ جو چاہیں کریں تو تجھ کو اختیار ہے''۔

اصحابِ فیل کا عبرتناک انجام

سمندر سے چڑیوں کے غول آگے بڑھے ہر ایک چڑیا تین تین سنگریزے لئے ہوئے تھی دو تو دونوں پاؤں میں اور ایک چونچ میں' یہ پتھر چڑیوں نے ان پر گرانے شروع کئے جس چیز تک یہ پتھر پہنچتے ان کو توڑ پھوڑ کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور اس جگہ دانے نکل آتے' یہ پہلی بیماری چیچک تھی جو ظہور پذیر ہوئی' جتنے تلخ درخت تھے (یا جن کے پھل کڑوے تھے) ان پتھروں نے سب کی بیخ کنی کر ڈالی' اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک سیلاب آیا جو ان سب کو بہا کر لے گیا اور سمندر میں ڈال دیا۔

ابرہہ اور جتنے لوگ اس کے ساتھ باقی رہ گئے تھے سب کے سب بھاگ نکلے' ابرہہ کا ایک عضو جسم سے کٹ کٹ کر گرتا جاتا تھا۔

نجاشی کا ہاتھی فیل محمود رُک گیا تھا' اس نے یہ دلیری و جرأت نہ کی کہ حرم پر حملہ کرتا۔ اس لئے بچ گیا۔ لیکن دوسرے ہاتھی نے یہ گستاخی کی تھی' سنگبار ہو گیا' یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک دو نہیں بلکہ تیرہ ہاتھی تھے۔

اب حراء سے عبدالمطلب نیچے اُتر آئے' حبشہ کے دو شخصوں نے حاضر ہو کے ان کے سر کو بوسہ دیا اور عرض کی: انت کنت اعلم (تو خوب جانتا تھا)۔

اولادِ عبدالمطلب

محمد بن السائب کہتے ہیں' عبدالمطلب کے بارہ لڑکے اور چھ لڑکیاں پیدا ہوئیں:

- ۱ حارث یہ عبدالمطلب کے سب سے بڑے لڑکے تھے انہیں کے نام سے وہ اپنی کنیت کرتے تھے یعنی ابوالحارث یہ اپنے باپ (عبدالمطلب) کی زندگی ہی میں انتقال کر گئے تھے۔ ان کی والدہ صفیہ تھیں بنت بن جنید بنت بن حجیر بن زباب بن جلیب بن سواۃ بن عامر بن صعصعہ۔
- ۲ عبداللہ جو رسول اللہ ﷺ کے والد تھے۔
- ۳ زبیر جو ایک شریف شاعر تھے' عبدالمطلب نے انہیں کو وصیت کی تھی (یعنی اپنا وصی انہیں کو بنایا تھا)۔
- ۴ ابو طالب[1] جن کا نام عبد مناف اور عبدالکعبہ تھا' لاولد انتقال کر گئے۔
- ۵ الف: ام حکیم جن کا نام البیضاء تھا۔

---

[1] ابو طالب لاولد نہ تھے ان کی اولاد آج تک باقی ہے' چنانچہ اس فصل کے آخر میں خود مصنف نے بھی یہی لکھا ہے' غالباً یہ سہو خطی ہوگا۔

۶ ب: عاتکہ

۷ ج: برّہ

۸ د: امیمہ

۹ ہ: اروی۔ ان سب کی والدہ فاطمہ تھیں' بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لُوی۔

۱۰ حمزہ رضی اللہ عنہ کہ شیر خدا و شیر رسول خدا ﷺ تھے۔ غزوۂ بدر میں شریک تھے اور اُحد میں شہید ہوئے۔

۱۱ المُقوِّم۔

۱۲ حجل جن کا نام مغیرہ تھا۔

۱۳ صفیہ ان سب کی ماں ہالہ تھیں' بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب اور ہالہ کی ماں عیلہ تھیں' بنت المطلب بن عبد مناف بن قصی۔

۱۴ عباس رضی اللہ عنہ ایک شریف و دانشمند اور ہیبت والے و رُعب والے بزرگ تھے۔

۱۵ ضرار کہ از روئے جمال و سخاوت نو جوانانِ قریش میں ممتاز تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جس زمانے میں رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل فرمائی ہے انہیں دنوں وہ لاولد انتقال کر گئے۔

۱۶ قثم بن عبد المطلب' یہ بھی لاولد تھے' ان سب کی ماں نتیلہ تھیں بنت جناب بن کلیب بن مالک بن عمرو بن عامر بن زید مناۃ بن عامر کہ وہی ضحیان تھے ابن سعد بن الخزرج بن تیم اللہ بن المضر بن قاسط بن ہنب بن افصیٰ بن دعمی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار بن معد بن عدنان۔

۱۷ ابولہب بن عبد المطلب جن کا نام عبد العزیٰ تھا اور ابو عتبہ ان کی کنیت تھی' حسن و جمال کے باعث عبد المطلب نے ابولہب ان کی کنیت رکھی تھی' فیاض آدمی تھے ان کی ماں لبنیٰ تھیں' بنت حاجر بن عبد مناف بن ضاطر بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو کہ قبیلۂ خزاعہ کے تھے۔ لبنیٰ کی ماں ہند تھیں بنت عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مُرّہ اور ہند کی ماں سوداء تھیں' بنت زہرہ بن کلاب۔

۱۸ الغیداق بن عبد المطلب جن کا نام مصعب تھا' ان کی ماں ممنعہ تھیں۔ بنت عمرو بن مالک بن مُومل بن سُوید بن اسعد بن مشنوء بن عبد بن حبتر بن عدی بن سلول بن کعب بن عمرو کہ قبیلۂ خزاعہ کے تھے اور انہیں کے ماں جائے بھائی عوف تھے ابن عبد عوف بن عبد بن الحارث ابن زہرہ' یہی عوف رسول اللہ ﷺ کے مشہور صحابی عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے والد تھے۔

کلبی کہتے ہیں کہ تمام عرب میں فرزندان عبد المطلب کی طرح کسی ایک باپ کی اولاد بھی نہ تھی اور نہ کوئی ایسا تھا جو ان سے زیادہ شریف و جسیم و بلند بینی' روشن پیشانی ہو۔ فرہ بن حجل بن عبد المطلب انہیں کے متعلق کہتے ہیں:

اعدد ضراراً عددت فتی ندًا   واللیث حمزة و اعدد العباسا

''اگر کسی فیاض نوجوان کا شمار کرنا ہے تو ضرار کو شمار کر' شیر مرد حمزہ کو شمار کر اور عباس کو شمار کر''۔

وعد زبیرًا والمقوم بعدہٗ والصتم حجلا و الفتی الرّاسا

''زبیر کو اور اس کے بعد مقوم کو حجل کو شمار کر جو نوجوان سردار ہے''۔

والقرمَ عیدنًا نعد حجا حجا سادوا علی رغم العدوِّ الناسا

''بہادر غیداق کو شمار کر کہ یہ سب عظمائے قوم ہیں اور برغم دُشمن ان کو سب کی سرداری حاصل ہو چکی ہے''۔

والحارث الفیاض ولّی ماجدا ایّام نازعہ الھُمام الکاسا

''فیاض حارث کو شمار کر جو ایسا بہادر تھا کہ جام مرگ پینے کے دِنوں میں اس نے دُنیا سے مجد و شرف کے ساتھ منہ موڑا''۔

مافی الانام عُمومۃ کعمومتی خیرًا و لا کاناسِنَا اُناسا

''جیسے چچا میرے ہیں تمام مخلوق میں ویسے اچھے چچا کسی کے نہیں اور نہ جیسے لوگ ہم میں ہیں ویسے کسی خاندان میں ہیں''۔

فرزندانِ عبدالمطلب میں عباسؓ' ابوطالب' حارث' ابولہب کی اولاد تو چلی اور اگرچہ حمزہؓ' مقوم' زبیر اور حجل کی صلبی اولاد بھی تھی مگر سب کا خاتمہ ہو گیا اور باقی جتنے تھے سب لاولد رہے۔

بنی ہاشم میں کثرتِ تعداد پہلے تو حارث بن عبدالمطلب کی اولاد میں رہی پھر ابوطالب کی اولاد میں منتقل ہو گئی۔ لیکن آخر بنی عباسؓ میں یہ کثرت آ گئی۔

عبداللہ کا نکاح آمنہ سے

اُمّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مسور بن مخرمہ اور ابوجعفر محمد بن علی بن الحسینؓ کہتے ہیں: آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب اپنے چچا وہیب بن عبدمناف بن زہرہ کی تربیت میں تھیں۔ عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی اپنے بیٹے عبداللہ (ابوالنبی صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے کے ان کے ہاں گئے اور عبداللہ کے لئے آمنہ بنت وہب کی خواستگاری کی۔ چنانچہ نکاح ہوگیا۔

اسی مجلس میں خود اپنے لئے عبدالمطلب بن ہاشم نے وہیب کی بیٹی ہالہ کی خواستگاری کی اور یہ نکاح بھی ہوگیا' یہ دونوں عقد یعنی عبداللہ بن عبدالمطلب اور عبدالمطلب بن ہاشم کے ازدواج ایک ہی مجلس اور ایک ہی نشست میں ہوئے۔ ہالہ بنت وہیب کے بطن سے حمزہ پیدا ہوئے جو نسب میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے مگر سن وعمر میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رضاعی بھائی تھے۔

محمد بن السائب اور ابوالفیاض الخثعمی کہتے ہیں: عبداللہ بن عبدالمطلب نے جب آمنہ بنت وہب سے نکاح کیا تو وہیں تین دن بسر کئے' ان لوگوں میں یہ قاعدہ تھا کہ نکاح کے بعد بیوی کے پاس جاتے تو تین دن تک اسی گھر میں رہتے۔

قتیلہ بنت نوفل کی طرف سے پیشکش:

اس باب میں جو روایتیں اور خبریں ہم کو ملی ہیں ان میں اختلاف ہے کوئی تو کہتا ہے کہ وہ عورت ورقہ بن نوفل کی بہن قتیلہ تھیں' بنت نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی' اور کوئی کہتا ہے فاطمہ بنت مُرّ الخثعمیہ تھی۔

عروہ رحمۃ اللہ علیہ بن زبیر' محمد بن صفوان رحمۃ اللہ علیہ اور سعید بن جبیر کہتے ہیں: یہ عورت (جس نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب پر پیش کیا تھا) ورقہ بن نوفل کی بہن قتیلہ بن نوفل تھی وہ دیکھ کے اپنے لئے بَر (شوہر) پسند کرتی تھی۔[1]

عبداللہ بن عبدالمطلب (ایک دن اتفاقاً) قتیلہ کے پاس سے گزرے اس نے اپنی ذات سے انہیں تمتع حاصل کرنے کے لئے بلایا اور ان کا کنارۂ دامن پکڑ لیا۔ عبداللہ نے انکار کیا کہ مجھے واپس آ جانے دے۔ وہاں سے جلدی نکل کے آمنہ بنت وہب کے پاس آئے اور ان سے ملے چنانچہ حمل ٹھہر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کا بطن میں استقرار ہوا۔ بعد کو اس عورت

---

[1] اصل میں ہے کانت تنظر وتعتاف اعتیاف کے لغوی معنی اپنی پسند سے زاد و توشہ حاصل کرنے کے ہیں۔ لیکن محاورے میں اس کا وہی مفہوم ہے جو مذکور ہوا ہے۔

کے پاس لوٹے تو اس کو منتظر پایا۔

پوچھا: تو نے مجھ پر جو پیش کیا تھا آیا اس پر راضی ہے؟

اس نے کہا: نہیں! تو یہاں سے گزر رہا تھا تو تیرے چہرے میں ایک نور چمک رہا تھا۔ اب واپس آیا ہے تو وہ نور ندارد ہے۔

بعض لوگ بجائے اس کے یہ روایت کرتے ہیں کہ قتیلہ نے (عبداللہ سے) کہا: جس طرح گھوڑے کی پیشانی چمکتی ہے اسی طرح جب تو یہاں سے گزر رہا تھا تو تیری دونوں آنکھوں کے درمیان چمک تھی۔ ایک تابندگی درخشاں تھی اب جو واپس آیا ہے تو چہرے میں وہ بات نہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جس عورت نے عبداللہ بن عبدالمطلب پر جو بات پیش کی تھی وہ ورقہ بن نوفل کی بہن اور خاندان اسد بن عبدالعزیٰ کی ایک عورت تھی۔

فاطمہ بنت مُرّ کی تمنا:

ابو الغیاض الخثعمی کہتے ہیں: عبداللہ بن عبدالمطلب قبیلۂ خثعم کی ایک عورت کے پاس سے گزرے جسے فاطمہ بنت مُرّ کہتے تھے۔ یہ بہت ہی نوخیز و نوجوان و باعصمت و عفیف و پاکدامن عورت تھی اور اس نے کتابیں بھی پڑھی تھیں۔ نوجوانانِ قریش میں اس کے چرچے تھے۔ عبداللہ کے چہرے میں اس کو نورِ نبوت نظر آیا تو پوچھا: تو کون ہے؟

عبداللہ نے حقیقت بیان کی تو کہا: کیا تو مجھ سے متمتع ہونے پر راضی ہے؟ میں تجھے سو اونٹ دوں گی۔ عبداللہ نے اس کی طرف دیکھ کے کہا:

اما الحرام فالموت دونہٗ والحِلُّ لاحِلَّ فاستبینہ

''فعل حرام تو ممکن نہیں، بجائے اس کے مرجانا قبول ہے اور حلال کی کوئی صورت نہیں کہ اس کی سبیل نکلے''۔

فکیف بالامر الذی تنوینہ

''پھر وہ امر کیونکر ہو جو تیری نیت ہے''۔

عبداللہ اس کے بعد آمنہ بنت وہب کے پاس جا کے رہے۔ پھر جو (فاطمہ) خثعمیہ اور اس کے حسن و جمال کا خیال آیا کہ اس نے ان پر کیا بات پیش کی تھی تو اس کے پاس آئے مگر اب کے مرتبہ اس کی وہ توجہ نہ دیکھی جو پہلی بار دیکھی تھی۔ پوچھا: تو نے جو مجھ سے کہا تھا کیا اس پر اب بھی راضی ہے؟

فاطمہ نے جواب دیا: قد کان ذاك مرةً فالیوم لا۔ وہ ایک مرتبہ کی بات تھی اب نہیں۔ یہ مقولہ اس وقت سے ضرب المثل مشہور ہوگیا۔

اس نے یہ بھی پوچھا: میرے بعد تو نے کیا کیا؟

عبداللہ نے کہا: میں اپنی بیوی آمنہ بنت وہب سے ملا۔

اس نے کہا: خدا کی قسم میں ایسی عورت نہیں جس کے چال چلن میں شک وشبہ کی گنجائش ہو۔ بات یہ ہے کہ میں نے تیرے چہرے میں دیکھا کہ نور نبوت چمک رہا ہے چاہا تھا کہ یہ نور مجھ میں آ جائے مگر خدا نے نہ چاہا اور اس نے وہیں منتقل کر دیا جہاں ہونا تھا۔

فاطمہ نے عبداللہ پر جو پیش کیا تھا اور عبداللہ نے اس سے انکار کیا تھا۔ نو جوانانِ قریش کو بھی اس کی خبر ملی انہوں نے اس سے تذکرہ کیا تو اس نے کہا:

انی رایت مخیلةً عرضت فتلالأت بحناتم القطر

''میں نے دیکھا کہ ایک گھٹا سامنے ہے جو تیرہ وتار (یعنی بابرکت ابر باراں) سے روشن ہوگئی ہے''۔

فلمائها نورٌ یضی لہ ماحولہٗ کاضاءة الفجر

''اس کے پانی میں ایک ایسا نور ہے جس سے اس کے اردگرد اسی طرح روشنی ہو رہی ہے جس طرح صبح صادق کی روشنی ہوتی ہے''۔

و رأیتہٗ شرفًا ابوءُ بہ ماکلّ قادح زندہ یُوری

''میں نے دیکھا کہ یہ ایک ایسی عزت ہے جو مجھے حاصل کرنی چاہیے لیکن ہر شخص جو چقماق جھاڑتا ہے ضروری نہیں کہ وہ کامیاب ہی ہو''۔

للّٰہ مازھریةٌ سلبت ثوبیك ما استلبت وما تدری

''قبیلہ بن زہرہ کی وہ خاتون کیسی خوش نصیب ہے جس نے اے عبداللہ تجھ سے یہ دولت حاصل کر لی اور تجھے خبر تک نہ ہوئی''۔

اسی سلسلہ میں اس نے یہ بھی کہا:

بنی هاشمٍ قد غادرت من اَخیكُم اُمَینةُ اذللباہ یعتلجان

''اے بنی ہاشم تمہیں خبر بھی ہے تمہارے بھائی کا نور وضوء چھوٹی سی آمنہ نے اس سے لے لیا''۔

کما غادر المصباح بعدُ خُبوّہٖ فتائلُ قد میثت لہ بدھان

''اس کی مثال ایسی ہے جس طرح چراغ کے بجھ جانے کے بعد بتیاں اس کے روغن میں تر رہتی ہیں''۔

وما کلُّ ما یحوی الفتی من تلادہٖ بحزمٍ ولافاتةٌ لتوان

''انسان جو کسی متاع کہن پر حاوی ہو جائے تو یہ ہمیشہ اس کے حزم و دوراندیشی کا نتیجہ نہیں سمجھنا چاہیے اور جو بات اس سے رہ گئی اس کو اس کی سستی وغفلت ہی پر محمول نہ کرنا چاہیے''۔

فاجمل اذا طالبتَ امرًا فانّہٗ سیکفیکہٗ جدن ایصطرعان

''جب تو کسی امر کا طلبگار ہو تو اس میں خوبی اور خوش اسلوبی کو ملحوظ رکھ کہ دو باہم آویز نصیبوں کے نتائج تجھے

کفایت کریں گے''۔

سیکفیکہٗ امّا یدٌ مقضعِلۃٌ و امّا یدٌ مبسوطۃٌ ببنان

''جو مٹھی بند ہے یا جو ہاتھ کھلے ہوئے ہیں ان میں سے کوئی نہ کوئی تیرے لئے کافی ہوگا اور عنقریب کافی ہوگا''۔

ولمّا قضت منہ اُمَیْنَۃٌ ما قضت نبا بصرِی عنہ وکُل لسانی

''چھوٹی سی آمنہ نے جب فراغت حاصل کر لی تو پھر اس نوجوان کی جانب سے میری بصارت کند اور زبان گونگی ہوگئی' یعنی اس واقعہ کے بعد اس کی طرف مجھ کو رغبت نہیں رہی''۔

ابو یزید مدنی کہتے ہیں: مجھے خبر دی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت کے پاس سے گزرے جس نے کہ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک ایسا نور تاباں ہے کہ اس کی چمک آسمان تک پہنچی ہوئی ہے۔ یہ دیکھ کے اس نے عبداللہ سے کہا: ھَل لك فی (آیا تو مجھ سے تمتع اُٹھانے میں راغب ہے؟) عبداللہ نے کہا: نعم حتٰی ارمی الجمرۃ (ہاں مگر میں پہلے رمی جمرات کرلوں)۔

عبداللہ نے یہ کہہ کے رمی جمرات کے مناسک ادا کئے' پھر اپنی بیوی آمنہ بنت وہب کے پاس گئے۔ پھر وہ خثعمیہ عورت یاد آئی تو وہاں پہنچے۔ اس نے پوچھا: ھل اتیت امرأۃ بعدی (کیا میرے بعد تو کسی عورت کے پاس گیا ہے؟) عبداللہ نے کہا: نعم امرأتی اٰمنۃ بنت وھب (ہاں اپنی بیوی آمنہ بنت وہب کے پاس)۔ خثعمیہ نے کہا: فلاحاجۃ لی فیك انك مررت و بین عینك نورٌ ساطعٌ الی لسماء فلما وقعت علیھا وھب، فاخبرھا انھا حملت خیر اھل الارض. (اب مجھے تیری ضرورت نہیں جب تو یہاں سے گزرا تھا تو تیری دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور تابفلک تاباں تھا۔ جب اس سے ملا تو نور جاتا رہا۔ اس کو اطلاع دیدے کہ وہ بہترین اہل زمین کی حاملہ ہے)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شکم مادر میں:

یزید بن عبداللہ بن وہب بن زمعہ اپنی پھوپھی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتی تھیں۔ ہم لوگ سنا کرتے تھے کہ آمنہ بنت وہب جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاملہ ہوئیں تو وہ کہتی تھیں: مجھے یہ محسوس ہی نہ ہوا کہ میں حاملہ ہوں' نہ ویسی گرانی کا احساس ہوا' جیسی عورتوں کو ہوا کرتی ہے۔ البتہ نئی بات ایام کی بندش تھی وہ بھی گاہے بند ہو جاتے گاہے عود کر آتے۔

ایک مرتبہ میں سوتے جاگتے کی درمیانی حالت میں تھی کہ ایک آنے والے نے آ کے مجھ سے کہا: تو نے محسوس بھی کیا کہ تو حاملہ ہے؟ میں نے گویا اس کا جواب دیا: میں کیا جانوں۔ اس نے کہا: تو اس اُمت کے سردار اور پیغمبر کی حاملہ ہے اور یہ واقعہ یعنی استقرار حمل دوشنبہ کو ہوا ہے۔

آمنہ کہتی ہیں کہ یہی بات تھی جس نے مجھ کو حمل کا یقین دلایا۔ پھر ایک زمانہ تک سکوت رہا۔ تا آنکہ ولادت کا وقت قریب آیا تو وہی پھر آیا اور اس نے کہا کہہ: اُعیذہ بالصمد والواحد من شر کل حاسد (میں ہر ایک حاسد کے شر سے اس بچہ کے لئے خدائے واحد وصمد سے پناہ مانگتی ہوں)۔

آمنہ کہتی ہیں: میں (اس تعلیم کے مطابق) یہی کہا کرتی تھی' عورتوں سے تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا: اپنے دونوں بازوؤں اور گلے میں لوہا لٹکا لے' لوہا لٹکا تو لیا مگر چند ہی روز لٹکا رہا پھر میں نے اس کو کٹا ہوا پایا۔ تو پھر نہ لٹکایا۔

زہری کہتے ہیں: آمنہ کہتی تھیں کہ میں حاملہ ہوئی تو وضع حمل تک کسی قسم کی مشقت نہ پائی۔

اسحاق بن عبداللہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی والدہ کہتی تھیں کہ بارہا میں حاملہ ہوئی میرے لڑکے ہوئے لیکن اس سے زیادہ بھیڑ بکریوں کا کوئی بچہ بھاری نہ رہا ہوگا۔

محمد بن عمرو الاسلمی کہتے ہیں: یہ قول (یعنی اسحاق بن عبداللہ کا بیان مذکور الصدر) من جملہ ان باتوں کے ہے جو ہمارے نزدیک مجہول ہیں اور اہل علم اس سے واقف نہیں۔ آمنہ بنت وہب اور عبداللہ بن عبدالمطلب کے بجز رسول اللہ ﷺ کے کوئی دوسرا لڑکا ہی نہیں ہوا۔

ابو جعفر محمد بن علی کہتے ہیں: آمنہ رسول اللہ ﷺ کی حاملہ ہی تھیں کہ انہیں حکم ملا' احمد نام رکھنا۔

عبداللہ کی وفات:

محمد بن کعب اور ایوب بن عبدالرحمن بن ابی صعصعہ کہتے ہیں: قریش کے ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ کہ ملک شام میں تجارت کے لئے جا رہا تھا۔ عبداللہ بن عبدالمطلب بھی نکلے اور غزہ تک گئے۔ اہل قافلہ تجارت سے فارغ ہو کے واپس ہوئے تو مدینے سے گزرے۔ عبداللہ اس وقت بیمار تھے۔ کہا کہ میں اپنے ننھیال بنی عدی بن النجار کے لوگوں میں رہ جاتا ہوں' وہاں وہ ایک مہینے تک ٹھہرے اور لوگ چلے گئے اور مکہ پہنچے۔ عبدالمطلب نے عبداللہ کی نسبت دریافت کیا تو کہا: وہ بیمار تھے' ہم انہیں ان کے ننھیال یعنی خاندان عدی بن النجار میں چھوڑ آئے۔

عبدالمطلب نے اپنے بڑے بیٹے حارث کو بھیجا۔ تو عبداللہ وفات پا چکے تھے۔ اور نابغہ کے گھر میں دفن ہوئے تھے۔ نابغہ عدی بن النجار کے ایک فرد تھے اور ان کا گھر (جس میں عبداللہ دفن ہوئے) وہ ہے کہ جب تم اس محلّہ میں داخل ہو گئے تو تمہارے بائیں جانب ایک چھوٹی سی عمارت پڑے گی۔[1]

ننھیال والوں نے حارث سے عبداللہ کی بیماری' ان کی تمریض و تیمارداری کی کیفیت بیان کی اور کہا کہ ہم انہیں دفن کر چکے۔ حارث یہ سن کر واپس آئے۔ عبدالمطلب کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو خود ان کی اور عبداللہ کے بھائی بہن سب کو سخت صدمہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ اس وقت بطن مادر میں تھے۔ عبداللہ نے پچیس برس کی عمر میں وفات پائی۔

محمد بن عمرو الواقدی کہتے ہیں: عبداللہ بن عبدالمطلب کی وفات اور ان کی عمر کے متعلق جتنی روایتیں ہیں ان سب میں صحیح ترین قول ہمارے نزدیک یہی ہے۔

زہری کہتے ہیں: عبدالمطلب نے عبداللہ کو مدینے میں سوکھے چھوارے لینے بھیجا تھا' مدینہ ہی میں وہ انتقال کر گئے۔

محمد بن عمرو کہتے ہیں: ثابت ترین روایت پہلی روایت ہے۔

---

[1] یہ نشان جو مصنف نے دیا ہے اسی زمانے کا ہے۔ اب تو محلّہ بنی عدی تک باقی نہ رہا۔

ابوعبداللہ محمد بن سعد کہتے ہیں: عبداللہ کی وفات کی نسبت ہم سے ایک روایت اور بھی کی گئی ہے اور وہ حسب ذیل ہے۔

ہشام نے اپنے والد محمد بن السائب اور عنوانہ بن الحکم' دونوں صاحبوں سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عبدالمطلب نے اس وقت وفات پائی جب رسول اللہ ﷺ ۲۸، ۲۹ مہینے کے ہو چکے تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سات (۷) مہینے کے ہو چکے تھے۔

محمد بن سعد کہتے ہیں: ثابت ترین روایت پہلی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بطن مادر ہی میں تھے کہ عبداللہ انتقال کر گئے۔

محمد بن عمرو بن واحد الاسلمی کہتے ہیں: عبداللہ بن عبدالمطلب نے ام ایمن کو پانچ اَوارِک اونٹ کو اور بھیڑ کے ایک مختصر گلے کو ترکے میں چھوڑا جس کے رسول اللہ ﷺ وارث ہوئے۔ اوارک ان اونٹوں کو کہتے ہیں جن کی خوراک درخت اراک (پیلو) ہے۔ امّ ایمن کو رسول اللہ ﷺ کی دایہ گری نصیب ہوئی ان کا نام برکہ تھا۔

آمنہ بنت وہب اپنے شوہر عبداللہ بن عبدالمطلب کے مرثیے میں کہتی ہیں:

حفا جانب البطحاء من ابن هاشم و جاور لحدًا اخارجًا فی الغماغم

''فرزند ہاشم کی وفات کے باعث بطحا کا نام ونشان تک مٹ گیا' نوحہ وبکا وگریہ وغوغا کے غیر متمیز شور میں باہر نکل کے وہ ایک لحد کا مجاور ہو گیا''۔

دعته المنایا دعوة فاجابها وما ترکت فی النّاس مثل ابن هاشم

''موت نے اسے دعوت دی اور اس نے وہ دعوت قبول کر لی' انسانوں میں کسی ایک کو بھی موت نے ایسا نہ چھوڑا جو فرزند ہاشم جیسا ہوتا''۔

عَشِیَّةَ راحوا یحملون سریرهٗ تَعَاوَرَهٗ اصحابُهٗ فی التراحم

''شب میں اس کا تابوت اُٹھا کے چلے تو اس کے ساتھیوں نے انبوہ میں تابوت کو دست بدست لیا''۔

فاِن یك غالته المنا یاوَریببهُا فقد کان عطاء کثیرَ التراحم

''اگر وہ مر گیا تو کیا ہوا' اس کے آثار خیر تو نہیں مرے' کیونکہ وہ نہایت درجہ فیاض اور بہت ہی رحم دِل تھا''۔

قد استراحَ الیراعُ من ترجمة القسم الاوّل من الجزء الاوّل من کتاب الطبقات الکبیر، صبیحة لیلة اُسری بالنبی ﷺ الی المسجد الاقصی الذی بورك حولهٗ من شهور سنة ۱۳۳۷ھ للهجرة، و بذلك قد تمت الانباء الخصیصة بما قبل مولدهٗ بنعمة اللّٰه و بنعمته تتمّ الصالحات و له الحمد من قبل و من بعد و علیه الاتکال و بیده التوفیق ربّنا تقبل منا انك انت الغفور الرحیم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ اِلَیْنَا شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ عَلٰۤی اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا ﴾

﴿ رَبَّنَا اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ○ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ ○ ﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت

تاریخ پیدائش:

ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ماہ ربیع الاوّل کی دس شبیں گزریں تھیں کہ دوشنبہ کے دِن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ اصحاب فیل اس سے پہلے نصف ماہ محرم میں آ چکے تھے۔لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور واقعہ فیل کے درمیان پچپن شبیں گزر چکی تھیں۔

محمد بن عمرو کہتے ہیں کہ ابو معشر نجیح المدنی کہا کرتے تھے: ماہ ربیع الاوّل کی دو شبیں گزری تھیں کہ دوشنبہ کے دِن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: تمہارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام دوشنبہ کے دِن پیدا ہوئے تھے۔

عبداللہ بن عقلہ بن الفغوا' عبداللہ بن عباس محمد بن کعب' عمران بن مناح سعید بن جبیر بنت ابی تجراہ' اور قیس بن مخرمہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے (یعنی جس سال اصحاب فیل کا واقعہ پیش آیا) کہ ابرہہ نے کعب شریفہ زاد ہا اللہ شرفاً وتعظیماً پر چڑھائی کی ہے اسی سال آنحضرت صلوٰۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفیل میں پیدا ہوئے۔یوم الفیل سے عام الفیل مراد ہے۔

ولادت کے وقت منفرد واقعات کا ظہور:

زہری محمد بن کعب القرظی المسور ابو وجزہ' مجاہد' ابن عباس رضی اللہ عنہما جن کی روایتیں باہم مخلوط ہوگئی ہیں کہتے ہیں کہ آمنہ بنت وہب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ) نے کہا: کوئی مشقت محسوس نہ کی۔ مجھ سے جدا ہونے پر ایک ایسا نور آن کے ساتھ ہی

نکلا کہ مشرق سے لے کر مغرب تک اس کی روشنی پھیل گئی۔ بعد کو اپنے دونوں ہاتھوں کے سہارے زمین پر آئے تو ایک مشت خاک لے کے آسمان کی جانب سر اُٹھایا۔

بعض کہتے ہیں: زمین پر آئے تو اپنے دونوں زانوؤں پر جھکے ہوئے تھے۔ سر آسمان کی جانب بلند تھا ان کے ساتھ ایک ایسا نور برآمد ہوا کہ شام کے محل و بازار روشن ہو گئے۔ حتیٰ کہ میں نے بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں دیکھ لیں۔

اسحاق بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ نے کہا: ان کے پیدا ہوتے ہی مجھ سے ایک ایسا نور برآمد ہوا کہ ملک شام کے قصر وایوان اس سے روشن ہو گئے۔ پیدا ہوئے تو پاک وصاف وطاہر ومطہر پیدا ہوئے جس طرح بھیڑ بکریوں کے بچے پیدا ہوتے ہیں کہ ان کے کچھ بھی آلائش نہیں ہوتی۔ زمین پر آئے تو فرش خاک پر اپنے ہاتھ کے سہارے بیٹھے ہوئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے متعلق ابن القبطیہ نے روایت کی کہ آنحضرت ﷺ کی والدہ کہتی ہیں: میں نے دیکھا گویا ایک شہاب مجھ سے نکلا ہے کہ زمین اس سے روشن ہو گئی ہے۔

عکرمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنی والدہ سے پیدا ہوئے تو پتھر[1] کے ایک کونڈے کے نیچے انہیں الٹا لٹا دیا گیا۔ مگر کونڈا پھوٹ گیا۔ میں نے دیکھا تو وہ آنکھ پھاڑ کے آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ابوالعجفا کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پیدا ہوتے وقت میری والدہ نے دیکھا کہ ان سے نور تاباں ہے کہ بصرہ کے قیصر دیوان اس سے روشن ہو گئے ہیں۔

ابویسہ الباہلی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری والدہ نے دیکھا کہ گویا ان سے ایسا نور برآمد ہوا ہے جس سے شام کے قیصر وایوان روشن ہو گئے۔

حسان بن عطیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں اور دونوں زانوؤں پر ٹیک لگائے آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھے ہوئے تھے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے والد عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے تو ختنہ شدہ ناف بریدہ تھے۔ عبدالمطلب کو اس پر مسرت آمیز تعجب ہوا' ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی قدر بڑھ گئی اور انہوں نے کہا: میرے اس لڑکے کی ایک خاص شان ہو گی۔ چنانچہ فی الواقع آنحضرت ﷺ کی خاص شان ہوئی۔

یزید بن عبداللہ بن زمعہ کی بہن کہتی ہیں: آمنہ بنت وہب کے بطن سے رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے تو آمنہ نے عبدالمطلب کو خبر کرائی خوش خبری لانے والا ایسے وقت میں ان کے پاس پہنچا کہ وہ حجر[2] میں اپنے بیٹوں اور قوم کے کچھ لوگوں کے

---

[1] پتھر کا کونڈا: اصل میں برمہ کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں قدر من الحجارة (پتھر کی دیگ)۔

[2] حجر وہ مقام جس پر حطیم شان ہے جو شمالی جانب سے کعبہ کو محیط ہے۔

ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اطلاع دی کہ آمنہ کے لڑکا پیدا ہوا۔ عبدالمطلب خوش ہوئے اور ان کے ساتھ جتنے لوگ تھے سب اُٹھے۔ آمنہ کے پاس آئے تو جو کچھ انہیں نظر آیا تھا' جو ان سے کہا گیا تھا اور جس کا حکم ملا تھا' عبدالمطلب کو سب کچھ سنا دیا۔ عبدالمطلب آنحضرت ﷺ کو لئے ہوئے کعبہ میں آئے۔ وہاں کھڑے ہو کر خدا سے دُعا کی اور خدا نے جو نعمت بخشی اس کا شکر کرتے رہے۔ محمد بن عمرو الاسلمی کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ اس دن عبدالمطلب نے یہ کہا تھا:

الحمدللّٰہ الذی اعطانی هذا الغلام الطّیب الاردان

''ہر طرح اور ہر قسم کی حمد و ثنا اس خدا کے لئے ہے جس نے مجھے یہ پاکدامن لڑکا عنایت فرمایا''۔

قد سادَ فی المهد علی الغِلمان اُعیذهٗ باللّٰہ ذی الارکاب

''یہ وہ لڑکا ہے کہ گہوارہ ہی میں تمام لڑکوں پر سردار ہو گیا' اس کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں اور اس کے لئے خدا سے پناہ مانگتا ہوں''۔

حق اراہ بالغ البنیان اُعیذهٗ من شر ذی شنئانٍ

''میری خواہش ہے کہ اس کو تا بہ بنیاد رسیدہ دیکھوں' میں اس کی نسبت بغض رکھنے والے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں''۔

من حاسدٍ مضطرب العنان

''میں اس حاسد سے پناہ مانگتا ہوں جو مضطرب العنان ہو یعنی ایک روش پر اسے قرار نہ رہے''۔

اسم گرامی کا انتخاب:

عثیمہ کے آزاد غلام سہل مریس کہ نصرانی تھے اور انجیل پڑھا کرتے تھے ان کا بیان ہے کہ انجیل میں رسول اللہ ﷺ کی صفت موجود ہے کہ وہ اسماعیل علیہ السلام کے خاندان سے ہوں گے اور ان کا نام احمدؐ ہوگا۔

ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہنوز بطن مادر ہی میں تھے کہ آمنہ کو حکم ہوا: ان کا نام احمدؐ رکھنا۔

محمد بن علی' یعنی ابن الحنفیہؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا نام احمدؐ رکھا گیا ہے۔

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا: میں محمدؐ ہوں' احمد ہوں' حاشر[1] ہوں' ماحی ہوں' خاتم ہوں' عاقب ہوں۔

حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ کی ایک گلی میں یہ کہتے ہوئے سنا: میں محمد ہوں' احمد ہوں' حاشر ہوں'

---

[1] حاشر: وہ پیغمبر جو قرب قیامت کے زمانے میں مبعوث ہو۔ ماحی: جس کی بدولت گناہ مٹ جائیں۔ خاتم: خاتم النبیین۔ عاقب: جس کی بعثت تمام پیغمبروں کے بعد ہوئی ہو۔

مقفّی[1] ہوں' نبی رحمت ہوں۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اپنے نام بتائے جن میں سے بعض نام ہم نے یاد کر لئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: میں محمد ﷺ ہوں' احمد ہوں' مقفی ہوں' حاشر ہوں' نبی رحمت ہوں' نبی توبہ ہوں' نبی ملحمہ[2] ہوں۔

مجاہد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں محمد ﷺ ہوں' احمد ہوں' رسول رحمت ہوں' رسول ملحمہ ہوں' مقفی ہوں' حاشر ہوں' جہاد کے لئے مبعوث ہوا ہوں' زراعت کے لئے مبعوث نہیں ہوا ہوں۔

جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پانچ نام ہیں:

① میں محمد ﷺ ہوں۔

② احمد ہوں۔

③ ماحی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے باعث کفر کو مٹاتا ہے۔

④ حاشر ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر محشور ہوں گے۔

⑤ اور میں عاقب ہوں۔

جبیر بن مطعم سے دوسری روایت بھی اسی طرح ہے مگر اس میں یہ لفظ زائد ہے: میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

نافع بن جبیر سے روایت ہے کہ وہ عبدالمطلب بن مروان کے پاس گئے تو عبدالملک نے ان سے پوچھا: تجھے رسول اللہ ﷺ کے ان ناموں کا شمار معلوم ہے جن کو جبیر یعنی ابن مطعم گنا کرتے تھے؟ نافع نے کہا: ہاں! وہ چھ نام ہیں:

① محمد ﷺ ② احمد ③ خاتم ④ حاشر ⑤ عاقب ⑥ ماحی۔

حاشر اس لئے کہ آنحضرت ﷺ تم سب کو (خدا کے خوف سے) ڈرانے کے لئے عذاب شدید کے روبرو قیامت کے ساتھ ساتھ مبعوث ہوئے۔

عاقب اس لئے کہ پیغمبروں کے بعد آئے۔

ماحی اس لئے کہ جن لوگوں نے ان کا اتباع کیا' اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہ آنحضرت ﷺ کے طفیل میں محو کر دیئے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بندگانِ خدا! دیکھو! ان لوگوں کے دشنام و لعنت کو اللہ تعالیٰ تمہاری طرف سے کیونکر پلٹ دیتا ہے۔

ان لوگوں سے آنحضرت ﷺ کی مراد قریش کے لوگ تھے۔ سامعین نے عرض کی: کیف یا رسول اللّٰہ ﷺ (یا رسول اللہ ﷺ وہ کیونکر؟) فرمایا: یشتمون مُذمّمًا و یلعنون مُذمّمًا و انا محمّد (وہ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں' مذمم پر

---

[1] مقفی: جس کا زمانہ تمام پیغمبروں کے بعد آئے۔

[2] نبی ملحمہ: وہ پیغمبر جو قرب قیامت کے ایام فتنہ وفساد کے کچھ ہی دنوں پیشتر مبعوث ہوں۔

لعنت کرتے ہیں، حالانکہ میں مذمم نہیں ہوں، میں تو محمد ہوں)۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے نام پر نام رکھو، مگر میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔ کیونکہ میں ہی ابوالقاسم ہوں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ تو دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے نام اور کنیت، دونوں کو جمع نہ کرو (یعنی ایسا نہ کرو کہ کسی کا نام رکھو تو میرا ہی نام رکھو اور کنیت رکھو تو وہ بھی میری ہی کنیت ہو) ایک تک مضائقہ نہیں، مگر دونوں کا اجتماع نامناسب ہے۔ میں ابوالقاسم ہوں، اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں محلوف [2] ابی قاسم کے الفاظ ہیں کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں تھے کہ ایک شخص نے آواز دی "یا ابا القاسم" اس آواز پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملتفت ہوئے۔ تو اس نے کہا: میں نے آپ کو آواز نہیں دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا: **سموا باسمی ولا تکتنوا بکنیتی** (میرے نام پر نام رکھو مگر میری کنیت پر کنیت نہ رکھو)۔

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک انصاری کے لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام اس نے محمد رکھا، انصار اس پر غضبناک ہوئے اور کہا: یہ نام اس وقت رکھا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم اجازت حاصل کر لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار نے اچھا کیا۔ پھر ارشاد ہوا: میرا نام رکھو میری کنیت نہ رکھو۔ کیونکہ فقط میں ہی ابوالقاسم ہوں کہ تمہارے درمیان خدا کی نعمتیں تقسیم کرتا ہوں۔

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے: ایک انصاری نے اپنی کنیت ابوالقاسم رکھی، انصار نے اس پر کہا: جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باب میں ہم دریافت نہ کر لیں، تجھے اس کنیت سے مخاطب نہ کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا نام رکھو میری کنیت نہ رکھو۔

سعید کہتے ہیں: قتادہ اس امر کو مکروہ سمجھتے تھے کہ کوئی شخص اپنی کنیت ابوالقاسم رکھے خواہ اس کا نام محمد نہ ہو۔

عبدالرحمن بن ابی عمرہ الانصاری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا نام اور میری کنیت جمع نہ کرو۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا نام نہ رکھو، میری کنیت رکھو، مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی ممانعت فرمائی کہ نام اور کنیت دونوں جمع ہوں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے نام اور میری کنیت کو جمع نہ کرو۔

مجاہد کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا نام رکھو میری کنیت نہ رکھو۔

---

[1] مذمم: مذموم و نکوہیدہ سیرت۔ محمد: ستودہ خصال۔

[2] محلوف: حلف کردہ، خدا کی قسم۔

جنہیں رسول اللہ ﷺ کی رضاعت کا شرف حاصل ہوا

آنحضرت ﷺ کے شرکائے رضاعت:

بَرّہ بنت تجراہ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کو پہلے پہل ثوبیہ نے اپنے ایک لڑکے کے ساتھ دودھ پلایا جسے مسروح کہتے تھے۔ یہ واقعہ حلیمہ کی آمد سے قبل کا ہے۔ ثوبیہ نے اس سے پہلے حمزہ بن عبدالمطلب کو دودھ پلایا تھا' اور اس کے بعد ابوسلمہ بن عبدالاسد المخزومی کو دودھ پلایا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ثوبیہ نے کہ ابولہب کی لونڈی تھیں' حلیمہ کی آمد سے پیشتر رسول اللہ ﷺ کو چند روز دودھ پلایا تھا۔ اور آپ ہی کے ساتھ ابوسلمہ بن عبدالاسد کو بھی دودھ پلاتی تھیں۔ لہٰذا ابوسلمہ آپ کے دودھ شریک بھائی تھے۔

عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ثوبیہ کو ابولہب نے آزاد کر دیا تھا اور اسی وجہ سے اس نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ ابولہب کے مرنے پر بعض لوگوں نے اس کو بدترین حالت میں خواب میں دیکھا تو پوچھا: کہو کیا گزری؟

ابولہب نے کہا: تمہارے بعد ہمیں کوئی آسائش نہ ملی۔ البتہ میں ثوبیہ کو آزاد کرنے کے باعث اس میں سیراب ہوا۔ ابولہب نے اس میں کہا تو انگوٹھے اور اس کے بعد انگلیوں کے پوروں کے درمیان اشارہ کیا تھا۔

محمد بن عمر و کئی اہل علم سے روایت کرتے ہیں جو کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ مکہ میں ثوبیہ کی خبر گیری فرماتے تھے' خدیجہ بھی ثوبیہ کی بزرگ داشت کرتیں۔ ثوبیہ اُن دنوں آزاد نہ تھیں' ان کی آزادی کی غرض سے خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ابولہب سے درخواست کی کہ ان کے ہاتھ فروخت کر دیں کہ آزاد کر دی جائیں۔ مگر ابولہب نے انکار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ میں ہجرت کی تو ابولہب نے ثوبیہ کو آزاد کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ وہاں سے بھی ثوبیہ کو ہدیے بھجواتے اور کپڑے دیتے تا آنکہ غزوۂ خیبر سے واپس آتے وقت ۷ ھ میں خبر ملی کہ ثوبیہ انتقال کر گئیں۔

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ثوبیہ کے بیٹے مَسرُوح نے کیا کیا؟ کہا گیا: وہ تو ثوبیہ سے پہلے ہی مر چکے تھے' ان کی قرابت میں بھی کوئی باقی نہیں۔

قاسم بن عباس الاسلمی کہتے ہیں: ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ ثوبیہ کا حال دریافت فرمایا کرتے اور ان کے لئے ہدیے اور کپڑے بھیجا کرتے تھے حتیٰ کہ ان کی وفات کی خبر آئی تو استفسار فرمایا: ان کی قرابت میں کون باقی ہے۔ لوگوں نے کہا: کوئی نہیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ میرے رضاعی بھائی ہیں۔

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں: حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے دودھ شریک بھائی تھے۔ آنحضرت ﷺ کو بھی اور انہیں بھی ایک عربیہ نے دودھ پلایا تھا۔ قبیلۂ بنی بکر کے لوگوں میں حمزہ کے دودھ پلانے کا انتظام تھا۔ رسول اللہ ﷺ ایک دن اپنی

دودھ پلانے والی ماں حلیمہ کے پاس تھے کہ حمزہ رضی اللہ عنہ کی والدہ نے آنحضرت ﷺ کو اپنا دودھ پلایا تھا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوج النبی ﷺ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کی گئی: یا رسول اللہ ﷺ! آپ حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی کی جانب سے کہاں (بھولے ہوئے ہیں؟) یا آپ سے یہ کہا گیا حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی کو آپ کیوں نہیں پیغام دیتے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: رضاعت کی حیثیت سے حمزہ میرے بھائی ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے لئے رسول اللہ ﷺ سے خواہش کی گئی تو فرمایا: وہ مجھ پر حلال نہیں' وہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہے جو نسبت سے حرام وہ رضاعت سے بھی حرام ہے۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی کی نسبت میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی اور ان کے حسن و جمال کا بھی تذکرہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ازروئے رضاعت وہ میرے بھائی کی لڑکی ہے۔ کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو نسبت سے حرام کیا ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہے۔

محمد بن عبید اللہ کہتے کہ میں نے ابوصالح کو علی رضی اللہ عنہ (ابن ابی طالب) سے روایت کرتے سنا کہ وہ کہتے تھے' میں نے رسول اللہ ﷺ سے حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی کے لئے تذکرہ کیا تو فرمایا: وہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہے۔

عراک بن مالک سے روایت ہے کہ زینب بنت ابی سلمہ نے ان کی خبر دی کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا (ام المومنین) نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ آپ دُرّہ بنت ابی سلمہ سے نکاح کرنے والے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **اعلی ام سلمة** (کیا امّ سلمہ پر؟) پھر فرمایا: **لو انی لم انکح امّ سلمة ما حلت لی، انّ اباها اخی من الرّضاعة** (میں اگر اُمّ سلمہ سے نکاح نہ بھی کئے ہوتا تو بھی دُرّہ ابی سلمہ میرے واسطے حلال نہ ہوتی۔ ازروئے رضاعت اس کا باپ تو میرا بھائی ہے)۔

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا:

یحییٰ بن یزید السعدی کہتے ہیں: مکے میں بچوں کو دودھ پلانے کی غرض سے قبیلۂ بنی سعد بن بکر کی دس عورتیں آئیں تو سب کو تو بچے مل گئیں' ایک باقی رہیں تو حلیمہ باقی رہیں۔

حلیمہ بنت عبداللہ بن الحارث بن شجنہ بن جابر بن ازارم بن ناصرہ بن فصیہ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مُضر۔

حلیمہ کے ساتھ ان کے شوہر حارث بھی تھے ابن عبدالعزیٰ بن رفاعہ بن ملان بن ناصرہ بن فصیہ بن سعد بن بکر بن ہوازن۔

حارث کی کنیت ابوذویب تھی حلیمہ کے لڑکے عبداللہ انہیں کے صلب سے تھے اور ہنوز شیرخوار تھے۔

حارث کی دولڑکیاں بھی تھیں۔ انیسہ بنت الحارث اور جُدّامہ بنت الحارث' جدامہ کا لقب شیماء[1] تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو وہی گود میں لئے رہتیں اور اپنی ماں کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو کھلایا کرتیں۔

---

[1] شیماء وہ عورت جس کے جسم پر دھبے ہوں۔

حلیمہ پر آنحضرت ﷺ کی رضاعت پیش کی گئی تو کہنے لگیں: یتیمٌ ولا مال له وما عست امّه ان تفعل (یتیم بے مال ومنال ان کی ماں کیا کرلیں گی)۔ قبیلہ کی تمام عورتیں حلیمہ کو چھوڑ کے چلی گئیں تو حلیمہ نے اپنے شوہر سے کہا: تیری کیا رائے ہے؟ میری ساتھ والیاں تو چلی گئیں اور مکہ میں دودھ پلانے کے لئے بجز اس یتیم بچے کے کوئی نہیں' اگر ہم اسے لے لیں تو کیا؟ کیونکہ مجھے یہ برا معلوم ہوتا ہے کہ بے کچھ لئے گھر واپس جائیں۔

شوہر نے جواب دیا: اس کو لے لے' شاید اللہ تعالیٰ اس میں ہمارے لیے بہتری کرے۔

حلیمہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ کے پاس آئیں۔ ان سے لے کے آنحضرت ﷺ کو اپنی آغوش میں لے لیا تو دونوں چھاتیاں اس قدر بھر آئیں کہ اب ان سے دودھ ٹپکا کہ تب ٹپکا۔ رسول اللہ ﷺ نے آسودہ ہو کے پیا اور آپ ﷺ کے دودھ شریک نے بھی پیا جس کی پہلے یہ حالت تھی کہ بھوک کے مارے سوتا نہ تھا۔

آنحضرت ﷺ کی والدہ نے حلیمہ سے کہا: مہربان اور شریف دائی۔ اپنے بچے (یعنی رسول اللہ ﷺ) کی جانب سے خبردار رہنا کیونکہ عنقریب اس کی ایک خاص شان ہوگی۔

آمنہ نے آنحضرت ﷺ کی ولادت کے وقت جو کچھ دیکھا تھا اور اس مولود کی نسبت جو ان سے کہا گیا تھا' حلیمہ کو سب کچھ بتا دیا اور یہ بھی کہا: مجھ سے (متواتر) تین شب کہا گیا کہ اپنے بچے کو اولاً قبیلۂ بنی سعد بن بکر میں' پھر آل ابوذویب میں دودھ پلوانا۔

حلیمہ نے کہا: یہ بچہ جو میری گود میں ہے اسی کا باپ ابوذویب میرا شوہر ہے۔

غرض کہ حلیمہ کی طبیعت خوش ہوگئی اور ان سب کو من کے خوشی خوشی آنحضرت ﷺ کو لئے ہوئے اپنی فرودگاہ پر پہنچی۔ گدھی پر اسباب و کجاوہ رکھا اور حلیمہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے آگے لئے ہوئے بیٹھ گئیں۔ ان کے آگے حارث بیٹھے۔ چلتے چلتے وادی السّرر میں پہنچے ساتھ والیوں سے ملاقات ہوئی جو شاداں و مسرور تھیں اور حلیمہ و حارث کوشش کر رہے تھے کہ ان کے برابر آ جائیں۔

حلیمہ سے ان عورتوں نے پوچھا: کیا کیا؟ جواب دیا: اخذتُ واللّٰه خیر مولود رائیة قط و اعظمهم برکة (خدا کی قسم! جتنے بچے میں نے دیکھے ان سب میں بہترین مولود و بزرگ ترین برکت والے کو میں نے لیا ہے)۔ عورتوں نے کہا: کیا وہ عبدالمطلب کا لڑکا؟ حلیمہ نے کہا: ہاں۔ حلیمہ کہتی ہیں: ہم نے اس منزل سے کوچ بھی نہ کیا تھا کہ دیکھا بعض عورتوں میں حسد نمایاں ہے۔

محمد بن عمرو کہتے ہیں بعض لوگوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کو حلیمہ اپنے گھر لے چلیں تو آمنہ بنت وہب نے کہا:

اُعِیذُہٗ باللّٰه ذی الجلال من شر ما مرّ علی الجبال[1]

''جسم پر جو شر گزرتے ہیں' جو بدی و خرابی و خستگی لاحق ہوتی ہے' جو آفات و امراض پیش آتے ہیں ان سب سے

---

[1] اس نظم کے دوسرے مصرعہ میں لفظ جبال بوزن خیال آیا ہے۔ جبال کے معنی جسم کے ہیں۔ محاورۂ عرب میں کہتے ہیں: هو عظیم الجبال یعنی وہ شخص بڑے جسم و جثے' کلّے ٹھلّے کا تناور و تنومند آدمی ہے۔ آخری مصرعہ میں حشوہ وارد ہے جس کے معنی اراذل کے ہیں۔ یعنی کم پایہ انفار۔

میں اس بچے کو خدائے ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں اور اس کے لیے خدا سے پناہ مانگتی ہوں''۔

حتی اراہُ حامل الحلال و یفعل العُرْفَ الی الموال

''میں اس وقت تک کے لئے اس کو خدا کی پناہ میں دیتی ہوں کہ اسے امر حلال کا حامل اور غلاموں کے ساتھ نیکی کرتے دیکھ لوں''۔

و غیرھم من حثوۃ الرّجال

''اور صرف غلاموں ہی کے ساتھ نہیں بلکہ یہ بھی دیکھوں کہ ان کے علاوہ دوسرے ادنیٰ درجے کے لوگوں کے ساتھ بھی وہ نیکیاں کر رہا ہے''۔

شق صدر کا واقعہ:

محمد بن عمرو اپنے اصحاب سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ دو برس تک قبیلۂ بنی سعد میں رہے' دودھ چھڑایا گیا ہے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آپ چار برس کے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی والدہ سے ملنے کے لئے آپ کو لے چلے۔ حلیمہ نے ان سے آنحضرت ﷺ کے حالات بیان کئے' اور آپ ﷺ کی برکت سے جو دیکھا تھا اس کی کیفیت سنائی۔ آمنہ نے کہا: میرے بچے کو واپس لے جاؤ میں اس کی نسبت مکہ کی وبا سے ڈرتی ہوں' خدا کی قسم اس کی ایک خاص شان ہوگی۔

چنانچہ آنحضرت سلام اللہ علیہ کو واپس لے گئیں۔

آنحضرت ﷺ جب چار برس کے ہوئے تو اپنے بھائی بہنوں کے ساتھ نکل جاتے تھے۔ یہ جگہ محلے کے قریب ہی تھی اور یہاں چارپائے رہتے تھے۔ اس مقام پر دو فرشتوں نے آ کے آنحضرت ﷺ کا شکم چیر کر ایک سیاہ نقطہ نکال کے اس کو پھینک دیا۔ اور سونے کے ایک طشت میں رکھ کے برفاب سے شکم کو دھویا۔ اُمت کے ایک ہزار آدمیوں کے ہم سنگ کر کے آپ کو تولا۔ تو آپ ہی بھاری ٹھہرے۔ ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا: دَعْهُ فلو وزن بامته كُلها لوزنهم (جانے دو اگر تمام اُمت کے ساتھ وزن کرو گے تب بھی آپ ہی کا پلہ گراں ہوگا)۔

آنحضرت ﷺ کے بھائی چیختے چلاتے اپنی ماں کے پاس پہنچے کہ اَدرِکی اخی القُرَشی (میرے قریشی بھائی کی خبر لے)۔

حلیمہ مع اپنے شوہر کے دوڑتی ہوئی نکلیں تو رسول اللہ ﷺ کو ایسی حالت میں پایا کہ آپ ﷺ کا رنگ اُڑا ہوا تھا۔ آمنہ کے پاس آنحضرت ﷺ کو لے کے پہنچیں اور کیفیت سنا کے کہا: انّا لا نردّہ الا علی جلع آنفنا (ہم اس بچے کو یوں واپس نہیں کرتے اپنی ناک کٹا کے واپس کرنے پر مجبور ہیں)۔

مگر مراجعت کے وقت آنحضرت ﷺ کو پھر لیتی آئیں اور ایک سال یا اسی کے قریب آنحضرت (واقعۂ شق صدر کے بعد) حلیمہ ہی کے پاس رہے کہ اب آپ کو وہ کہیں دور نہ جانے دیتی تھیں۔

کچھ دن گزرے تھے کہ حلیمہ نے دیکھا ایک ابر آنحضرت ﷺ پر سایہ گستر ہے' جب آپ ﷺ ٹھہر جاتے ہیں تو وہ بھی ٹھہر جاتا ہے اور چلتے ہیں تو وہ بھی چلتا ہے۔ حلیمہ اس بات سے بھی ڈریں اور آنحضرت ﷺ کو لے کے چلیں کہ آپ کو آپ کی

والدہ کے سپرد کر دیں۔ اس وقت آپ پانچ برس کے تھے۔ وہاں سے لے کے چلیں تو مکے کے قریب پہنچیں تھیں کہ لوگوں کے مجمع میں آپ کو گم کر دیا۔ تلاش کیا اور نہ پایا۔ تو آ کے عبدالمطلب کو خبر دی۔ عبدالمطلب نے بھی جستجو کی انہیں بھی نہ ملے تو کعبے کے پاس آ کے وہ کھڑے ہو گئے۔ اور کہنے لگے:

اللھم ادِّ راکبی محمّدا ﷺ ادِّهٗ اِلیَّ و اصطنع عندی یدا

''یا اللہ! میرے شہسوار محمد (ﷺ) کو مجھے دے دے' اسے مجھ کو دے دے' میرے پاس بھیج دے' اور عنایت کی بدولت مجھ پر اپنا فضل و کرم کر''۔

انت الذی جعلته لی عَضُدًا لا یُبعِد الدّھر بهٖ فلیبعدا

''یا اللہ! تو ہی نے اس لڑکے کو میرا بازو بنایا ہے' یا اللہ ایسا نہ ہو کہ زمانہ اس کو دور کر دے تو پھر یہ دور ہی ہو جائے گا''۔

انت الذی سَمَّیتَهٗ محمّدا ﷺ

''تو ہی نے تو اس کا نام محمد ﷺ رکھا ہے اور اس ستودگی اور ستائش سے موسوم کیا ہے''۔

کندیر بن سعید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے: وہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ ایک شخص نظر آیا جو کہہ رہا تھا: رَبِّ (اے میرے پروردگار)!

رُدُّ اِلی راکبی محمّدا ﷺ رُدُّهٗ اِلی واصطنع عندی یدا

''محمد ﷺ کو واپس کر دے' اسے میرے پاس واپس کر دے اور اس طرح میرے حق میں عنایت کر''۔

میں نے کہا: یہ کون ہے؟

لوگوں نے جواب دیا: عبدالمطلب بن ہاشم ہیں۔ اپنے اونٹوں کی تلاش میں اپنے ایک فرزند زادے کو بھیجا تھا اور اس لڑکے کی یہ برکت ہے کہ جس کام میں اس کو بھیجا وہ ضرور کامیاب ہو کے واپس آیا۔

سعید کہتے ہیں ہم لوگ کچھ دیر ٹھہرے تھے کہ رسول اللہ ﷺ آ گئے۔ عبدالمطلب نے آنحضرت ﷺ کو گلے سے لگا لیا اور کہا: اب میں تجھے کسی ضرورت کے لئے نہ بھیجوں گا۔

ابن القبطیہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی رضاعت قبیلۂ بنی سعد بن بکر میں ہوئی۔

یہود کا ارادۂ قتل:

اسحاق بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب آنحضرت ﷺ کی والدہ نے دودھ پلانے کے لئے (حلیمہ) سعدیہ کے سپرد کیا تو یہ بھی کہا کہ میرے بچے کی حفاظت کرتی رہنا۔ اسی کے ساتھ وہ تمام باتیں بھی حلیمہ کو بتا دیں (جو آنحضرت ﷺ کے متعلق انہوں نے دیکھی تھیں)۔

کچھ روز گزرے تھے کہ حلیمہ کے پاس یہودیوں کا گزر ہوا' جس سے حلیمہ نے کہا: میرے اس بچے کی نسبت تم مجھے کچھ

باتیں نہیں بتاتے۔ یہ شکم میں رہا اس طرح رہا پیدا ہوا تو یوں پیدا ہوا' اور میں نے یہ یہ کچھ اس کی نسبت دیکھا ہے۔ غرض کہ آنحضرت ﷺ کی والدہ نے جو باتیں بتائی تھیں سب کہہ دیں۔ ایک یہودی نے ان میں سے کہا: اقتلوہ (اسے قتل کر ڈالو)۔ دوسرے نے کہا: ایتیمٌ هو (کیا یہ بچہ یتیم ہے؟) حلیمہ نے کہا: نہیں' یہ (اپنے شوہر کی طرف اشارہ کر کے) اس کا باپ ہے اور میں اس کی ماں ہوں۔ سب نے کہا' لو کانّ یتیمًا لقتلناہ (اگر یہ بچہ یتیم ہوتا تو ہم اس کو قتل کر ڈالتے)۔

جب یہ واقعہ پیش آیا تو حلیمہ آنحضرت ﷺ کو لے کے چلی گئیں اور کہنے لگیں: قریب تھا کہ میں اپنی امانت ہی کو خراب اور ضائع کر چکی تھی۔

رضاعی بھائی کے لئے بشارت:

اسحاق کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے ایک دودھ شریک بھائی تھے جو آنحضرت ﷺ سے کہنے لگے: اتری انه یکون بعث (کیا آپ کی رائے میں پیغمبری و بعثت ہونے والی ہے)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اما و الذی نفسی بیده لاٰخذنّ بیدك یوم القیامة و لا عرفنك (قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ قیامت کے دن میں تیرا ہاتھ پکڑ لوں گا اور تجھے پہچان لوں گا)۔

رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد جب یہ صاحب ایمان لائے تو بیٹھ کے رویا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے: انما ارجوان یاخذَ النبی علیه السّلام بیدی یوم القیامة فَاَنجو (مجھے تو صرف اتنی اُمید ہے کہ رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن میرا ہاتھ پکڑ لیں گے تو میری نجات ہو جائے گی)۔

نگاہ نبوی ﷺ میں حلیمہ سعدیہ کا احترام:

یحییٰ بن یزید السعدی کہتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سب میں زیادہ فصیح میں ہوں اس لئے کہ میں قریش سے ہوں اور میری زبان بنی سعد بن بکر کی زبان ہے جو فصحائے عرب مشہور تھے۔

اُسامہ بن زید اللیثی قبیلۂ بنی سعد کے ایک بزرگ سے روایت کرتے ہیں' حلیمہ بنت عبداللہ (ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس) مکے پہنچیں' یہ وہ زمانہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر چکے تھے۔ حلیمہ نے آنحضرت ﷺ سے قحط و گرانی اور مویشیوں کے ہلاک ہو جانے کی شکایت کی۔ آنحضرت ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اس باب میں گفتگو کی تو انہوں نے حلیمہ کو چالیس بکریاں دیں اور سواری کے لئے ایک اونٹ عنایت کیا جو سامان و متاع سے لدا ہوا تھا۔ حلیمہ یہ سب لے کے اپنے اہل و عیال میں واپس آ گئیں۔

محمد بن المنکدر کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے حضور میں ایک عورت نے کہ آنحضرت ﷺ کو دودھ پلایا تھا آنے کی اجازت طلب کی' جب یہ خاتون حاضر ہوئیں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میری ماں! میری ماں! اپنی چادر لے کے ان کے لئے بچھا دی جس پر وہ بیٹھیں۔

عمر بن سعد کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی دایہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئیں تو آپ ﷺ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھا

دی' ان کے کپڑوں کے اندر اپنا ہاتھ ڈال کے ان کے سینے پر رکھا اور جو ضرورت ان کی تھی پوری کر دی۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں تو انہوں نے بھی اپنی چادر بچھا دی اور کہا: مجھے اجازت دیجئے کہ باہر سے اپنا ہاتھ آپ کے کپڑوں تک لے جاؤں اس کے بعد ان کی ضرورت پوری کر دی۔ بعد کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں تو انہوں نے بھی یہی کیا۔

قبیلۂ بنو ہوازن:

زہری' عبداللہ بن جعفر' اور ابن سبرہ وغیرہم کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گاہ میں قبیلۂ ہوازن کا وفد بمقام جعرانہ پیش ہوا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم کر چکے تھے۔ اس وفد میں ابوثروان بھی تھے کہ رشتۂ رضاعت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہوتے تھے اس موقع پر انہوں نے عرض کی: ان خطیروں میں وہ ہیں جنہوں نے آپ کی کفالت کی تھی۔ آپ کی چچی ہیں' خالائیں ہیں' دائیاں ہیں' ہم اپنے آغوش میں آپ کو پالتے رہے ہیں' اپنی چھاتیوں سے آپ کو دودھ پلاتے رہے ہیں۔ میں نے آپ کو دودھ پیتے دیکھا ہے' کوئی دودھ پیتا بچہ آپ سے اچھا نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ چھوڑتے دیکھا ہے کہ کوئی دودھ چھڑایا ہوا بچہ آپ سے اچھا نہیں دیکھا۔ آپ کو جوان دیکھا کہ کوئی جوان آپ سے اچھا نہیں دیکھا۔ نیک خصلتیں آپ میں درجۂ کمال تک پہنچ چکی ہیں بایں ہمہ آپ کی جڑ بنیاد ہم ہیں آپ کے خاندان کے لوگ ہم ہیں ہم پر احسان کیجئے۔ اللہ آپ پر احسان کرے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں نے اتنی سستی و تاخیر کی کہ میں نے گمان کیا اب تم لوگ نہ آؤ گے۔

حالت یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بردے (جو لڑائی کے لونڈی غلام بنا لئے گئے) تقسیم کر چکے تھے اور ان کے حصے بھی لگ چکے تھے۔

ہوازن کے چودہ آدمی مسلمان ہو کے آئے تھے۔ اور جو لوگ رہ گئے ان کے اسلام کی خبر لائے تھے۔ ان لوگوں کے سردار اور خطیب ابومروز ہیر بن صرد تھے جنہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں آپ کے بیخ و بن اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان ہیں' جس مصیبت میں ہم مبتلا ہیں وہ آپ پر مخفی نہیں' انہیں خطیروں میں آپ کی پھوپھیاں ہیں خالائیں اور دائیاں ہیں' کھلائیاں ہیں جو آپ کی کفالت کر چکی ہیں۔ اگر ہم حارث بن ابی شمر (بادشاہ غسان) یا نعمان بن منذر (بادشاہ حیرہ) سے یہی سلوک کئے ہوتے اور جو منزلت آپ کی ہے ہم میں یہی محل و مقام ان کو حاصل ہوا ہوتا تو ہم ان کی عاطفت وافادہ کے بھی امیدوار ہوتے' اور آپ تو بہترین کفیل ہیں۔

دوسری روایت یہ ہے کہ اس دن ابوصرہ نے حسب ذیل تقریر کی۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہی خطیرے ہیں جن میں آپ کی بہنیں ہیں' پھوپھیاں ہیں' خالائیں ہیں' چچیری اور خالہ زاد بہنیں ہیں اور ان میں جو دور کے رشتے کے بھی ہیں وہ بھی آپ سے قریبی تعلق رکھتی ہیں' میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' انہیں نے اپنے کنار و آغوش میں آپ کو لیا ہے۔ اپنی چھاتیوں کا دودھ آپ کو پلایا ہے' اور اپنے زانوؤں پر آپ کو کھلایا ہے اور اب آپ ہی بہترین کفیل ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے اچھی بات وہی ہے جو راستی میں سب سے اچھی ہو۔ مسلمانوں میں جو میرے پاس ہیں انہیں تم دیکھ رہے۔ اب بتاؤ تمہیں اپنے زن و فرزند زیادہ محبوب ہیں یا مال و منال۔ وفد نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! حسب و مال دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کر لینے کی آپ نے ہمیں اجازت دی ہے۔ ہم تو حسب کے برابر کسی چیز کو نہیں سمجھتے۔ آپ ہمارے بال بچوں کو واپس کر دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو میرے لئے اور اولاد عبدالمطلب کے لئے ہے وہ تمہارے لئے ہے۔ مسلمانوں سے میں بھی تمہارے لئے مسالت کروں گا۔ لوگوں کے ساتھ ظہر کی نماز جب میں پڑھ چکوں تم کہنا: نستشفع برسول اللہ الی المسلمین و بالمسلمین الی رسول اللہ (مسلمانوں سے رسول اللہ ﷺ کے طفیل میں اور رسول اللہ ﷺ سے مسلمانوں کی بدولت ہم طلبگار شفاعت ہیں)۔ اس پر میں تم سے کہوں گا کہ میرے اور بنی عبدالمطلب کے حصے میں جو ہیں وہ تمہارے ہیں مع ہذا میں تمہارے لئے لوگوں سے بھی طلبگاری کروں گا۔

رسول اللہ ﷺ جب ظہر کی نماز پڑھ چکے تو ان لوگوں نے اُٹھ کے جو باتیں آنحضرت ﷺ نے فرمائی تھیں عرض کیں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے اور بنی عبدالمطلب کے حصے کے بردے (لونڈی غلام) ان کو واپس کر دیئے اور مہاجرین اور انصار نے بھی اپنے اپنے حصے واپس کر دیئے اور قبائل عرب سے بھی آنحضرت ﷺ ان کے لئے خواہش ظاہر فرمائی۔ سب نے اسی ایک بات پر اتفاق کر لیا کہ تسلیم و رضا پر آمادہ ہیں۔ جتنے بردے قبضہ میں ہیں سب واپس کر دیں گے۔ البتہ کچھ لوگوں نے بردوں کے دینے سے ہاتھ روک لئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں معاوضہ میں اونٹ دے دیئے۔

وفات آمنہ امّ النبی ﷺ:

زہری، عاصم بن عمرو بن قتادہ، عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ بن محمد بن عمرو بن حزم اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جن کے بیان خلط ملط ہو گئے ہیں: رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ آمنہ بنت وہب کے پاس تھے، چھ برس کے ہوئے تو آنحضرت ﷺ کو مدینے، آپؐ کے ننھیال بنی عدی بن النجار میں لے کے چلیں کہ ان سے مل لیں، ساتھ میں امّ ایمن تھیں جو آپ کی کھلائی تھیں۔ دو اونٹ سواری میں تھے۔ نابغہ کے گھر آنحضرت ﷺ کو لے کے اُتریں اور ایک مہینے تک انہیں لوگوں میں رہیں، وہاں کی اقامت میں جو باتیں پیش آئی تھیں رسول اللہ ﷺ ان کو یاد کر کے بیان کیا کرتے تھے۔ بنی عدی بن النجار کا اُطم[1] دیکھا تو پہچان لیا اور فرمایا: میں اس اُطم پر انصار کی ایک لڑکی اُنیسہ کے ساتھ کھیلا کرتا تھا اور اپنے ننھیالی لڑکوں کے ساتھ ہم ایک چڑیا کو اُڑایا کرتے تھے جو اس اُطم پر آکے بیٹھا کرتی تھی۔

گھر کو دیکھ کر فرمایا: میری ماں مجھے لے کر یہیں اُتری تھیں اور اسی گھر میں میرے والد عبداللہ بن عبدالمطلب کی قبر ہے بنی عدی بن النجار کے حوض میں میں نے اچھی طرح سے تیراکی سیکھ لی تھی۔

کچھ یہودی بھی وہاں آ آکر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کرتے تھے۔ اُمّ ایمن کہتی ہیں کہ میں نے ان میں سے ایک کو کہتے سنا کہ یہ (یعنی آنحضرت ﷺ) اس اُمت کے پیغمبر ہیں اور یہی ان کا دار الہجرہ ہے۔ میں نے (یعنی اُمّ ایمن نے) اس کی

[1] اطم، قصر، وہ گھر جو مربع و مسطح ہو۔

باتوں میں سب کو ذہن نشین کر لیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آپ کو لے کے مکے واپس چلیں' مقام ابواء میں پہنچ کے انتقال کر گئیں' وہیں ان کی قبر ہے۔

اُمّ ایمن نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کے مکے مراجعت کی' سواری میں وہی دونوں اونٹ تھے جنہیں مدینے جاتے وقت لائے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ زندہ تھیں تب بھی اور بعد کو بھی اُمّ ایمن ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پالتی پوستی تھیں۔

عمرۂ حدیبیہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابواء میں پہنچے تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت دے دی ہے۔

قبر کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے اس کو درست کیا' صفائی ستھرائی کی اور روئے۔ مسلمان بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے پر گریاں ہوئے۔ جب اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی تو فرمایا: مجھ پر ان کی رحمت و محبت چھا گئی تو میں رویا۔

قاسم کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کے لئے (اللہ تعالیٰ سے) اجازت چاہی تو مل گئی مگر ان کے لئے مغفرت کی درخواست کی تو قبول نہ ہوئی۔

بریدہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کر لیا تو ایک مقام پر آ کے ایک بُن قبر پر بیٹھ گئے اور لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہیات ایسی بنالی تھی جیسے کوئی کسی سے خطاب کرتا ہو۔ کچھ دیر یوں ہی گزری تھی کہ روتے ہوئے اُٹھ گئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہ جناب رسالتؐ میں سب سے زیادہ جرأت رکھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو آ کے عرض کی: یارسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں' باعث گریہ کیا ہے؟ فرمایا: یہ میری والدہ کی قبر ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے زیارت کے لئے درخواست کی تو اجازت دے دی' مغفرت کے لئے درخواست کی تو قبول نہ کی۔ مجھے وہ یاد آئیں تو رقّت آ گئی اور میں رو دیا۔

ابن سعد کہتے ہیں: یہ غلط ہے اس لئے کہ آمنہ کی قبر مکے میں نہیں ہے' ابواء میں ہے۔

والدہ کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبدالمطلب کی آغوش شفقت میں:

زہری' عبدالواحد بن حمزہ بن عبداللہ' منذر بن جہم' مجاہد' ابوالحویرث اور نافع بن جبیر' جن کے بیانات باہم خلط ملط ہو گئے ہیں' کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ آمنہ بنت وہب کے ساتھ ہوتے تھے (یعنی انہیں کے ساتھ رہتے تھے)۔ جب وہ انتقال کر گئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے آپ کو لے لیا اور اپنی صلبی اولاد سے بھی زیادہ آپ کے ساتھ رقت و شفقت سے پیش آئے۔ کمال تقرب کا برتاؤ کرتے' اپنے نزدیک ہی رکھتے' عبدالمطلب جب تنہا ہوتے' جب سوتے رہتے (کہ ایسے وقتوں میں کوئی اندر نہ آتا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی اور ان کے پاس جاتے اور ان کے بستر پر بیٹھ جاتے (حالانکہ کسی دوسرے کی اتنی مجال نہ تھی)۔ یہ دیکھ کے عبدالمطلب کہتے: دَعُوا لبنی، انّه لیونُس ملکا (میرے بیٹے کو رہنے دو وہ ملک و

سلطنت سے مانوس نظر آتا ہے)۔

قبیلۂ مدلج کے کچھ لوگوں نے ایک مرتبہ عبدالمطلب سے کہا: **احتفظ به فانا لم نر قدمًا اشبه بالقوم التی فی المقام منه** (اس لڑکے کی حفاظت کر کیونکہ مقام ابراہیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جونشان قدم ہے اس کے ساتھ اس لڑکے کے قدموں سے زیادہ مشابہ ہم نے کسی کا قدم نہیں دیکھا)۔

عبدالمطلب نے ابوطالب سے کہا: سن یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔

اسی بنا پر ابوطالب' آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت کیا کرتے تھے۔

اُمّ ایمن سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ گیری کرتی تھیں ایک مرتبہ عبدالمطلب نے کہا: **یا برکة**[1] **لا تغفلی عن ابنی فانی وجدته مع غلمان قریبًا من السدوة و انّ اهل الكتاب یزعمون ان ابنی هذا نبی هذه الامة** (اے برکت میرے بیٹے سے غافل نہ رہ' میں نے اسے چندلڑکوں کے پاس بیری کے درخت کے پاس پایا ہے' حالانکہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ یہ گمان کرتے ہیں کہ میرا بیٹا اس اُمت کا پیغمبر ہے)۔

عبدالمطلب جب کھانا کھانے بیٹھتے تو کہتے: **علیَّ یا بنی** (میرے بیٹے کو میرے پاس لاؤ)۔ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ آتے کھانا نہ کھاتے' آ جاتے تو کھاتے اور کھلاتے۔

عبدالمطلب کی وصیت و وفات:

عبدالمطلب جب مشرف بموت ہوئے' وقت رحلت قریب آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت واحتیاط کے لئے ابوطالب کو وصیت کی۔ مرنے لگے تو اپنی لڑکیوں سے فرمائش کی: **ابکیننی و انا اسمع** (مجھے روؤ کہ میں بھی سنوں)۔

سب لڑکیوں نے منظوم مرثیے کہے اور ان کا ماتم کرتی رہیں۔ اُمیمہ کی نوبت آئی تو عبدالمطلب کی زبان بند ہو چکی تھی۔ بول نہ سکتے تھے۔ ان کا مرثیہ سن کے سر ہلانے لگے۔ مطلب یہ تھا کہ تو نے سچ کہا۔ میری جو صفت کی میں حقیقتًا ایسا ہی تھا۔ اُمیمہ بنت عبدالمطلب کے وہ اشعار یہ ہیں:

اَعینّی جوّدَ ابد مع دِرَر علی طیّب انحیم والمعتصَرُ

''اے میری دونوں آنکھو! آنسو بہاؤ' اشکبار رہو' ایسے شخص پر جو طبیعت و عادت کا پاک وطیب اور عطیات دینے میں کریم وفیاض تھا''۔

علی ماجد الجد و اری الزّناد جبیل لنجبا عظیم الخطر

''اس پر جو صاحب مجد وعظمت تھا' نصیبہ ور تھا' اہل حاجت کا معین و مددگار تھا' خوبرو تھا' عالی رتبہ وعظیم القدر تھا''۔

علی شیبة الحمد ذی المکرمات و ذی المجدو العزّ والمُفتَخَرُ

''آنسو بہاؤ' شیبۃ الحمد پر آنسو بہاؤ' اور اس مکرمت و بزرگی وعزت وفخر والے شخص کو روؤ''۔

---

[1] برکت کسی خاتون سے خطاب کرتے اور نام نہ لینا چاہتے تو عرب اس کو ''برکة'' کے لفظ سے مخاطب کرتے یعنی برکت والی بی بی جیسے ہندوستان میں عورتیں ''بُوا'' کہتی ہیں۔ اور مصر و شام میں آج کل ''حرمتہ'' کا اطلاق کرتے ہیں۔

و ذی الحلم والفضل فی النائبات　　　کثیر المکارم جمر الفخر

''وہ کہ حوادث ومصائب کے وقت تحمل و بردباری وفضیلت اس سے ظاہر ہوا کرتی بہت سی مکرمتیں اس کی ذات میں تھیں' بہت سے فخر اس میں موجود تھے''۔

له فضل مَجدٍ علی قومه　　　مبینٍ یلوح کضوءِ القمر

''وہ اپنی قوم پر ایسی فضیلت و برتری رکھتا تھا جو ضیائے مہتاب کی طرح کھلی ہوئی واضح وروشن تھی''۔

اتتهُ المنایا فلم تُشوِهِ　　　بصرف اللیالی و ریب القدر

''یہ سارے فضائل اس میں جمع تھے مگر موت آئی تو گردش ایام وحادثۂ تقدیر سے کوئی چیز اس کو نہ بچا سکی''۔

عبدالمطلب انتقال کے بعد مقام حجون میں دفن کیے گئے۔ وہ اس وقت بیاسی ۸۲ برس کے تھے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک سو دس (۱۱۰) برس کی عمر تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کیا آپ کو عبدالمطلب کی موت یاد ہے۔

فرمایا: ہاں! میں ان دنوں آٹھ برس کا تھا۔

اُمّ ایمن کہتی ہیں: میں نے اس دن دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبدالمطلب کے تابوت کے پیچھے پیچھے رو رہے تھے۔

ہشام بن محمد بن السائب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: عبدالمطلب بن ہاشم نے یوم الفجار سے بیشتر وفات پائی ان کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) برس تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کے گھر میں:

مجاہد' ابن عباس رضی اللہ عنہما' محمد بن صالح' عبداللہ بن جعفر' ابراہیم بن اسماعیل بن ابی حبیبہ' جن کی روایتیں باہم خلط ملط ہوگئی ہیں' کہتے ہیں: عبدالمطلب جب انتقال کر گئے تو ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس رکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کے ساتھ رہنے لگے۔ ابوطالب مال و دولت والے نہ تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی چاہتے تھے۔ حتیٰ کہ اپنی اولاد کے ساتھ بھی اتنی محبت نہ تھی۔ سوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں کے پہلو میں سوتے۔ باہر نکلتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ساتھ ہوتے۔ یہ گرویدگی اتنی بڑھی اس حد تک پہنچی کہ کسی شے کے ابوطالب اتنے گرویدہ نہ ہوئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص طور پر اپنے ساتھ کھانا کھلاتے' حالت یہ تھی کہ ابوطالب کے عیال واطفال خود ایک ساتھ یا الگ الگ' کسی طرح بھی کھانا کھاتے مگر سیر و آسودہ نہ ہوتے لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے میں شریک ہوتے تو سب کے سب آسودہ ہو جاتے۔

لڑکوں کو کھانا کھلانا چاہتے تو ابوطالب کہتے: کما انتم حتیٰ یَحْضُرَ ابنی (تم لوگ تو جیسے ہو ظاہر ہو' ٹھہرو میرا بیٹا آ جائے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آتے اور ساتھ کھاتے تو کھانا بچ جاتا' اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ میں نہ ہوتے تو لڑکوں کو سیری نصیب نہ ہوتی' اسی بنا پر ابوطالب آنحضرت صلوات اللہ علیہ سے کہا کرتے کہ انك لمبارك (تو حقیقت میں بابرکت ہے)۔

صبح کو سب لڑکے اُٹھتے تو آنکھوں میں چیپڑ بھرے ہوتے' بال بکھرے ہوتے' مگر رسول اللہ ﷺ کے بالوں میں تیل اور آنکھوں میں سرمہ لگا ہوتا۔

ابن القبطیہ کہتے ہیں: ابو طالب کے لئے بطحاء میں ایک دوہرا وسادہ رکھ دیا جاتا تھا۔ جس پر وہ تکیہ لگا کے بیٹھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے آ کے اسے بچھا دیا۔ اور اسی پر لیٹ رہے۔ ابو طالب آئے اور تکیہ لگانا چاہا (تو وسادہ نہ ملا)۔ پوچھا: وسادا کیا ہوا؟ لوگوں نے جواب دیا: وہ تو تیرے بھتیجے نے لے لیا۔ ابو طالب نے کہا: حلّ بطحاء کی قسم! حقیقت ہے یہ میرا بھتیجا نعمت کی قدر کرتا ہے۔

عمرو بن سعد کہتے ہیں: ابو طالب کے لئے ایک وسادا ڈال دیا جاتا۔ جس پر وہ بیٹھا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کہ ہنوز لڑکے تھے۔ آ کے اس پر بیٹھ گئے۔ ابو طالب نے یہ دیکھ کر کہا: قبیلہ ربیعہ کے معبود کی قسم ہے کہ یہ میرا بھتیجا فی الواقع نعمت کی قدر کرتا ہے۔

نبیٔ انور ﷺ کا پہلا سفر شام:

خالد بن خداش بحوالہ معتمر بن سلیمان روایت کرتے ہیں کہ معتمر کہتے تھے: میں نے اپنے والد سلیمان کو ابو مجلز سے یہ روایت کرتے سنا ہے کہ عبدالمطلب یا ابو طالب نے اس روایت میں خالد کو شبہ تھا کہ عبدالمطلب کا نام تھا یا ابو طالب کا عبداللہ کے انتقال کر جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی جانب توجہ کی' جب کبھی سفر میں جاتے تو ساتھ میں آنحضرت ﷺ کو بھی لے جاتے۔ ایک مرتبہ شام کا رُخ کیا' منزل پر پہنچ کر اُتر پڑے' وہاں ایک راہب کے پاس آ کے کہنے لگا:

''تم میں کوئی صالح آدمی ہے؟''

جواب دیا:

''ہم میں ایسے لوگ ہیں جو مہمان کی میزبانی کرتے ہیں' قیدی کو رہا کرتے ہیں اور نیکی کرتے ہیں۔ یہ یا اسی قبیل کا جواب دیا تھا''۔

راہب نے کہا:

''تم میں ایک صالح آدمی ہے' کچھ دیر ٹھہر کے پوچھا: اس لڑکے یعنی رسول اللہ ﷺ کے باپ کہاں ہیں؟''

مخاطب نے جواب دیا:

''یہ اس کے ولی و مربی موجود ہیں''۔

یا یہ جواب دیا گیا کہ

''یہ اس کے ولی ہیں''۔

راہب نے کہا:

احتفظ بهذا الغلام، ولا تذهب به الى الشام، ان اليهود حسدٌ و انی اخشاهم عليه

''اس لڑکے کی حفاظت کر اور اسے لے کے شام نہ جا یہودی حسد کرنے والے ہیں اور مجھے اس لڑکے کی نسبت ان سے خوف ہے''۔

انہوں نے کہا:

''یہ تو نہیں کہتا' یہ اللہ تعالیٰ کہہ رہا ہے''۔

راہب نے اس کا جواب دیا اور کہا:

''یا اللہ! میں محمد (ﷺ) کو تیرے سپرد کرتا ہوں'' یہ کہا اور پھر مر گیا۔

بحیرا راہب سے ملاقات:

داؤد بن الحصین کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب بارہ برس کے ہوئے تو شام میں تجارت کرنے کے لئے ایک قافلہ روانہ ہو رہا تھا۔ ابو طالب بھی آنحضرت ﷺ کو لے کر نکلے اور قافلہ کے ساتھ ہو لئے۔ اہل قافلہ بحیرا راہب کے پاس جا کے اُترے۔ رسول اللہ ﷺ کے متعلق بحیرا نے ابو طالب سے جو کہنا تھا کہا اور انہیں حکم دیا کہ آنحضرت ﷺ کی حفاظت کریں اسی بنا پر آنحضرت ﷺ کو لے کے ابو طالب مکے واپس آئے۔

اَلْاَمِیْنُ کا لقب:

رسول اللہ ﷺ ابو طالب کے ساتھ ہی رہے اور جوان ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کو آپ ﷺ پر اپنا فضل و کرم کرنا تھا' اس لئے خود ہی آپ ﷺ کی حراست و حفاظت کرتا تھا۔ اور جاہلیت کے اُمور و معائب سے آپ کو بچاتا تھا۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ ﷺ اپنی قوم ہی کے طریقے پر تھے اور انہیں کا مسلک رکھتے تھے۔ تا آنکہ ایسے جوان ہوئے کہ مروت و جواں مردی میں تمام قوم سے افضل' خلق میں سب سے زیادہ اچھے' اختلاط و معاشرت میں سب سے شریف تر' باتیں کرنے میں سب سے بہتر۔ حلم و امانت میں سب سے بڑے' تکلم میں سب سے سچے' فحش و اذیت میں سب سے دور و نفور تھے نہ کبھی گالی گلوچ یا بدکلماتی کرتے دیکھے گئے نہ کسی سے لڑتے جھگڑتے یا کسی پر شبہ کرتے پائے گئے۔

ایسی اچھی اچھی خیر و صلاح کی عادتیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات میں جمع کر دی تھیں کہ قوم نے آپ ﷺ کا نام ہی ''الامین'' رکھ دیا۔ مکے میں بیشتر آپ ﷺ کا یہی لقب رہا۔ ابو طالب مرتے وقت تک آپ ﷺ کی حفاظت و احتیاط و حمایت و نصرت میں سرگرم رہے۔

ابو طالب کی اولاد:

محمد بن السائب کہتے ہیں: ابو طالب کا نام عبد مناف تھا (ابو طالب کنیت تھی)۔ ان کی اولاد میں:

- طالب بن ابی طالب: ۔ سب سے بڑے تھے۔ مشرکین جبراً انہیں اور تمام بنی ہاشم کو نکال کے غزوۂ بدر کے مقام میں لے گئے تھے۔ طالب نکل کے کہنے لگے:

اللھم اما یغزونّ طالب فی مقنب من ھذہ المقانب

''یا اللہ! ان ضرر رساں بھیڑیوں کے ایک غول میں ہو کر طالب لڑتو رہا ہے' لڑنے میں ان گرگوں کا ساتھ تو دیتا ہے''۔

فلیکن المغلوب غیر الغالب ولیکن المسلوب غیر السالب

''مگر یا اللہ! جو غالب ہے وہ مغلوب ہو جائے' اور جو چھین رہا ہے اس سے چھن جائے''۔

مشرکین قریش کو جب ہزیمت ہوئی تو وہ (طالب) نہ قیدیوں میں پائے گئے۔ نہ مقتولوں میں ملے نہ مکے میں واپس آئے اور نہ ان کا حال معلوم ہوا۔ ان کی اولاد بھی نہیں۔

۲ عقیل بن ابی طالب:- ان کی کنیت ابو یزید تھی۔ طالب میں اور ان میں دس برس کی چھوٹائی بڑائی تھی۔ یعنی طالب دس سال بڑے تھے۔ انساب قریش کے یہ عالم تھے۔

۳ جعفر بن ابی طالب:- یہ عقیل سے دس برس چھوٹے تھے' قدیم الاسلام مہاجرین حبشہ میں ہیں۔ غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے' ذوالجناحین (دو پروں والے) وہی ہیں کہ ان پروں کے ذریعے بہشت میں وہ جہاں چاہتے ہیں پرواز کرتے ہیں۔

۴ علی بن ابی طالب:- یہ جعفر سے دس برس چھوٹے تھے۔

۵ الف- ام ہانی بنت ابی طالب:- ان کا نام برہنہ تھا۔

۶ ب- جمانہ بنت ابی طالب۔

۷ ج- ریطہ بنت ابی طالب:- بعض لوگ اسماء بنت ابی طالب بھی کہتے ہیں' ان سب کی ماں فاطمہ تھیں' بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔

۸ طلیق بن ابی طالب:- ان کی ماں علّہ تھیں' اور ان کے ماں جائے بھائی حُویرث تھے۔ ابن ابی ذباب بن عبداللہ بن عامر بن الحارث بن حارثہ بن سعد بن تیم بن مُرہ۔

ابو طالب کو دعوتِ اسلام اور خاتمہ:

سعید بن المسیبؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ابو طالب کے احتضار کا جب وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے۔ دیکھا تو وہاں عبداللہ بن اُمیہ اور ابو جہل بن ہشام ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((یا عم قل لا الٰه الا اللّٰه، کلمة اشهد لك بها عند اللّٰه)).

''چچا! لا الٰہ الا اللہ کہہ' اس کلمے کے کہنے سے اللہ تعالیٰ کے پاس میں تیرے حق میں گواہی دوں گا''۔

اس پر ابو جہل اور عبداللہ بن اُمیہ نے کہا: ''اے ابو طالب! کیا تو عبدالمطلب کی ملت سے بیزار و نفور ہے؟''

رسول اللہ ﷺ برابر کلمۂ توحید ان پر پیش کرتے رہے اور کہتے رہے کہ اے چچا لا الٰہ الا اللہ کہہ' اس کلمے کے باعث اللہ تعالیٰ کے پاس میں تیرے حق میں گواہی دوں گا۔

یہ تو رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے اور وہ دونوں کہتے تھے کہ اے ابو طالب کیا تو عبدالمطلب کی ملت سے پھرا جاتا ہے؟

یہ مکالمہ (عرض ورد) یوں ہی ہوتا رہا تا آنکہ آخری بات جو ابوطالب نے کہی وہ یہ تھی کہ میں عبدالمطلب کی ملت پر ہوں' یہ کہا اور پھر انتقال کر گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لاستغفرن لك ما لو اُنه)).

''اے ابوطالب! اے چچا! مجھے جب تک روکا نہ جائے میں تیرے لئے مغفرت طلب کرتا رہوں گا''۔

ابوطالب کے مرنے پر رسول اللہ ﷺ ان کے لئے استغفار کرتے رہے تا آنکہ یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وما كان للنبّي والذين أمنوا انَ يستغفر واللمشر كين ولو كانوا اولى قربى من بعد ما تبين لهم انهم اصحاب الجحيم ﴾

''پیغمبر اور مومنین پر جب یہ بات واضح ہو چکی کہ مشرکین جہنمی ہیں تو چاہے یہ مشرکین قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں ان کے لئے استغفار مناسب نہیں''۔

عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر العذری کہتے ہیں' ابوطالب نے (رسول اللہ ﷺ سے) کہا:

''اے میرے بھتیجے! خدا کی قسم اگر قریش کے اس کہنے کا خوف نہ ہوتا کہ میں ڈر گیا ہوں' کیونکہ ایسی بات کہی گئی تو یہ تجھ پر اور تیرے باپ کی اولاد پر گالی ہوگی تو میں وہی کرتا جو تو کہتا ہے اور اس سے تیری آنکھ کو ٹھنڈک پہنچاتا اس لئے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تیری باتیں میرے ساتھ قابل شکر ہیں' محسوس کر رہا ہوں کہ تجھے کیا کچھ شغف و شفقت مجھ سے ہے مشاہدہ کرتا ہوں کہ تو میرے حق میں کیسی نصیحت و خیر خواہی مرعی رکھتا ہے''۔

ابوطالب نے اس کے بعد فرزندان عبدالمطلب کو طلب کر کے کہا:

((لن تزالوا بخير ماسمعتم من محمد ﷺ و ما اتبعتم امره فاتبعوه و اعينوه ترشدوا)).

''محمد ﷺ کی باتیں جب تک سنتے رہو گے اور حکم مانتے رہو گے اس وقت تک برابر خیر و فلاح میں رہو گے ان کی پیروی کرو انہیں مدد دو کہ خود تم کو ہدایت نصیب ہو''۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کے فرمایا:

((اتحكم هم بها و تدعها لنفسك))

''تو انہیں تو اس کا حکم دیتا ہے' مگر خود اپنے لئے چھوڑ دیتا ہے؟''

ابوطالب نے کہا:

((اما انك لو سألتني الكلمة و انا صحيح لتابعتك على الذى تقول و لكن اكره ان اَجْزَ ع عند الموت فترى قريش انى اخذتها جزَ عًاوردتها فى صحتى)).

''جب تندرست تھا اس وقت اگر تو مجھ سے اس کلمہ کا سوال کرتا جو کہہ رہا ہے میں اس کی پیروی کرتا' لیکن موت کے وقت یہ برا جانتا ہوں کہ جزع و فزع میں ڈالا جاؤں اور خوفزدہ مشہور ہوں' کیونکہ اس صورت میں قریش کی رائے یہ ہوگی

کہ میں نے اپنی تندرستی کی حالت میں تو اس کے ماننے سے انکار کر دیا تھا مگر سکرات کے وقت ڈر کے قبول کر لیا"۔

عمرو بن دینار' ابوسعید یا ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ آیت:

﴿ انك لا تهدی من احببت ﴾

"تو جس سے محبت کرتا ہے اس کو ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتا"۔

ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما آیت:

﴿ وهم يَنْهَوْنَ عنه و ينئون عنه ﴾

"وہ لوگ مشرکین و کفار کو تو پیغمبر کی اذیت رسانی سے باز رکھتے ہیں' مگر خود اس کا اتباع و امتثال نہیں کرتے"۔

کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی جو لوگوں کو روکتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو اذیت نہ پہنچے اور آپ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے سے بچتے تھے اور اس میں سستی کرتے تھے۔

فوت شدہ مشرکین کے لئے استغفار کی ممانعت:

علی رضی اللہ عنہ (ابن ابی طالب) کہتے ہیں' میں نے رسول اللہ ﷺ کو ابوطالب کے انتقال کی خبر دی تو آپ ﷺ رونے لگے اور پھر فرمایا:

((اذهب فا غسله و كفنه و واره غفر الله له و رحمه)).

"جا کے اسے غسل دے اور کفن پہنا اور تو پ دے' یعنی دفن کر دے' اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرے (اور رحم کرے)"۔

چنانچہ میں نے یہی کیا۔ رسول اللہ ﷺ کئی دن تک ابوطالب کے لئے استغفار کرتے رہے اور گھر سے نہ نکلے۔ تا آنکہ جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

﴿ ما كان للنبی والذين امنوا ان يستغفر وا للمشر كين ﴾

"پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لا چکے' مناسب نہ تھا کہ مشرکوں کے لئے استغفار کرتے"۔

علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے حسب حکم میں نے بھی غسل کیا (یعنی ابوطالب کی میت کو غسل دینے کے بعد بموجب ارشاد و ہدایت نبوی خود بھی غسل کر ڈالا تھا)۔

عمرو کہتے ہیں کہ ابوطالب نے جب انتقال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے اور تجھے بخش دے جب تک جناب الٰہی سے ممانعت نہ ہوگی' میں تیرے لئے استغفار کرتا رہوں گا"۔

اس ارشاد سے مسلمان بھی اپنے مردوں کے لئے دعائے مغفرت کرنے لگے جو شرک کی حالت میں مرے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ ما كان للنبی والذين امنوا ان يستغفروا للمشر كين ولو كانوا اولی قربی ﴾

"پیغمبرؐ کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لا چکے ہیں' مناسب نہ تھا کہ مشرکوں کے لئے استغفار کریں' چاہے وہ قرابت دار ہی

کیوں نہ ہوں''۔

تجہیز و تکفین:

علیؓ بن ابی طالب کہتے ہیں' میں نے رسول اللہ ﷺ کی جناب میں حاضر ہو کے عرض کی:

((اِن عمك الشيخ الضال قد مات)).

''یا حضرتؐ! آپ کا بوڑھا گمراہ چچا مر گیا''۔

بوڑھے گمراہ چچا سے علی رضی اللہ عنہ کی مراد خود ان کے والد تھے (یعنی ابو طالب)۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اذهب فواره ولا تحدثن شيئاً حتى تاتيني)).

''جا کے اُسے دفن کر دے اور جب تک میرے پاس نہ آنا اس وقت تک کوئی بات بیان نہ کرنا' یا اس وقت تک کچھ نہ کرنا''۔

میں نے تدفین کے بعد حاضر ہو کر کہا (کیفیت) بیان کی تو مجھے حکم دیا اور اس کے مطابق میں نے غسل کیا' تو آنحضرت (سلام اللہ علیہ) نے میرے لئے ایسی دُعائیں کیں کہ خواہ کوئی کیسی ہی چیز پیش کی جائے مگر جتنی مسرت مجھے ان دُعاؤں سے ہوئی اتنی کسی چیز سے نہ ہو گی۔

ابو طالب کی موت کے بعد حضور ﷺ کا اظہارِ خیال:

عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب کہتے ہیں' میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی:

((هل نفعت ابا طالب بشيءٍ ؟ فانه قد كان يحوطك و يغضب لك)).

''کیا آپ نے ابو طالب کو بھی کچھ نفع پہنچایا جو آپ کو گھیرے رہا کرتے تھے' حفاظت کیا کرتے تھے اور اگر کوئی ایذا دینا چاہتا تو اس سے آپ کے لئے بگڑ بیٹھا کرتے تھے''۔

((نعم! وهو في ضحضاح من النار، ولولا ذلك لكان في الدَّرك الاسفل من النار)).

''ہاں! وہ خفیف اور ہلکی سی آگ میں ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو دوزخ کے طبقۂ اسفل میں ہوتا''۔

ابن شہاب سے روایت ہے کہ انہیں علی بن الحسین رضی اللہ عنہما (ابن ابی طالب) نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ابو طالب نے وفات پائی۔ تو جعفر رضی اللہ عنہ (بن ابی طالب کو ان کا یعنی ابو طالب کا) ورثہ و ترکہ نہ ملا بلکہ طالب و عقیل (فرزندانِ ابو طالب) ان کے وارث ہوئے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ نہ مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے اور نہ کافر مسلمان کا۔

عروہ کہتے ہیں' جب تک ابو طالب نے وفات نہ پائی اس وقت تک آپ سے رُکے رہے۔ عروہ کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ابو طالب جیتے رہے رسول اللہ ﷺ کی ایذا رسانی سے قریش رُکے رہے۔

اسحاق بن عبد اللہ بن الحارث کہتے ہیں' عباس رضی اللہ عنہ (ابن عبد المطلب) نے عرض کی:

((يا رسول الله ﷺ ! اترجو لابي طالب)).

''یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ابو طالب کے لئے بھی اُمید رکھتے ہیں' یعنی آیا ان کے لئے بھی کچھ اُمید مغفرت ہے؟''

فرمایا: ((کل الخیر ارجو من ربّی)).

''میں اپنے پروردگار سے ہر طرح کی خیر وخوبی اور نیکی کی اُمید رکھتا ہوں''۔

ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات:

محمد بن عمرو الاسلمی کہتے ہیں' رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے دسویں سال' ماہ شوال کا نصف تھا کہ ابو طالب نے انتقال کیا۔ اس وقت وہ کچھ اوپر اسّی (۸۰) برس کے تھے۔ ان کی وفات کے ایک مہینے پانچ دِن کے بعد خدیجہ رضی اللہ عنہا پینسٹھ (۶۵) برس کی عمر میں انتقال کر گئیں اس سے رسول اللہ ﷺ پر دوہری مصیبتیں جمع ہو گئیں۔ خدیجہ بنت خویلد کی موت (جو آپ ﷺ کی بیوی تھیں) اور ابو طالب کی موت جو آپ کے چچا تھے۔

مکے میں آنحضرت ﷺ کی ابتدائی مصروفیات

نبی اکرم ﷺ کا بکریاں چرانا:

عبید بن عمیر کہتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ما من نبی الا وقد رعی الغنم)).

''کوئی پیغمبر ایسا نہیں جس نے بھیڑ بکریاں نہ چرائی ہوں''۔

لوگوں نے عرض کی:

((و انت یا رسول اللّٰہ)).

''یارسول اللہ اور آپ؟ یعنی آپ نے بھی چرائی ہیں؟''۔

فرمایا: ((و انا)) ''اور میں نے بھی''۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اسی کو پیغمبر مبعوث فرمایا جو بھیڑ بکریاں چرا چکا ہو''۔

لوگوں نے عرض کی' یارسول اللہ ﷺ' اور آپ؟ فرمایا:

((و انا رعیتھا لاھل مکّۃ بالقراریط)).

''اور میں نے بھی اہل مکہ کے لئے جب تمر ہندی یعنی املی کے بدلے چرائی ہیں''۔

ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' اراک (یعنی درخت مسواک' پیلو) کے پھل کے لئے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے حضور سے گزرے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''ان پھلوں میں جو سیاہ ہو گیا ہو اسے لو' بھیڑ بکریاں چراتا تھا تو میں بھی ان کو چنا کرتا تھا''۔

لوگوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ! آپ نے بھی بھیڑ بکریاں چرائی ہیں؟''

فرمایا: ''ہاں! اور ایسا کوئی پیغمبر نہیں جس نے نہ چرائی ہوں''۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں' رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ہم لوگ کباث (اراک کے پکے پکے پھل) چنا کرتا تھے۔ آنحضرت (صلوٰۃ اللہ علیہ) نے فرمایا:

''جو سیاہ ہو گیا ہو وہ لو کہ سب میں اچھے وہی ہوتے ہیں' میں جب بھیڑ بکریاں چراتا تھا' تو میں بھی اسے چنتا تھا''۔

ہم نے عرض کی:

''یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ بھی بھیڑ بکریاں چراتے تھے؟''

فرمایا: ''ہاں! اور کوئی ایسا پیغمبر نہیں جس نے نہ چرائی ہوں''۔

ابواسحاق کہتے ہیں' بھیڑ بکریاں چرانے والوں اور اونٹ چرانے والوں میں تنازعہ اور جھگڑا تھا جس میں اونٹ والوں نے ان پر زیادتی کی اور بڑھ چلے ہم کو اطلاع ملی' اور حقیقت حال خدا کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے اور بھیڑ بکریوں کے چرواہے تھے' داؤد علیہ السلام مبعوث ہوئے اور وہ بھیڑ بکریوں کے چرواہے تھے' میں مبعوث ہوا تو میں اَجیادؔ [1] میں اپنے لوگوں کی بھیڑ بکریاں چراتا تھا''۔

حرب الفجار کا واقعہ:

ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ابی ربیعہ' محمد بن ابراہیم التیمی یعقوب بن عتبہ الاخنسی سے روایت ہے' اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی اس واقعہ کے بعض حصے بیان کئے ہیں ان سب کا یہ قول ہے۔

جنگ فجار کا باعث یہ ہوا کہ نعمان بن منذر (فرماں روائے حیرہ) نے تجارت کے لئے بازار عکاظ میں کچھ لطیمہ [2] بھیجا تھا۔ اس کو عمرو بن عتبہ بن جابر بن کلاب الرّحال [3] نے اپنی پناہ [4] میں لے لیا تھا۔

جو لوگ وہ لطیمہ لے کر آئے تھے' ایک تالاب پر فروکش ہوئے جسے اُوارہ کہتے تھے۔ قبیلہ بنی بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کا ایک شخص براُض بن قیس' شاطر آدمی تھا۔ جس نے عروہ پر حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ اور بھاگ کے خیبر میں چھپ رہا۔ بشر بن ابی خارم

---

1. اَجیاد: مکہ مبارکہ کی ایک سرزمین یا پہاڑی کا نام ہے جو چراگاہ کا کام دیتی تھی۔
2. لطیمہ: مشک' خوشبویات۔
3. رحّال: وہ شخص جو اونٹوں کے کجاوے کے فن میں ماہر ہو' عروہ بن عتبہ کا یہ خاص لقب تھا' اور اسی مہارت کے باعث وہ ''رحال'' مشہور تھے۔
4. پناہ میں لینا: جس طرح اس زمانے میں مال و متاع کا بیمہ کرتے ہیں' اسی طرح عرب میں دستور تھا کہ مال کو کہیں بھیجتے تو کسی کی پناہ میں دے دیتے جو اس کی حفاظت وغیرہ کا ذمہ دار ہوتا۔

عکاظ: عرب کا مشہور ترین بازار جہاں ہر سال ایک بڑا میلہ ہوتا تھا۔ عرب کی پیداوار دستکاری و دل و دماغ کی نمائش کی جاتی تھی اور علم و ادب کا سب سے بڑا دنگل ہوتا تھا۔ سال میں ایک مرتبہ بازار لگتا تھا اور ماہ ذیقعدہ کی پہلی سے بیسویں تاریخ تک کھلا رہتا۔ اس کا صدر مقام وہ میدان تھا جو نخلہ اور طائف کے درمیان واقع ہے۔

الاسدی سے کہ شاعر تھا' ملاقات ہوئی تو یہ واقعہ بیان کر کے کہہ دیا کہ عبداللہ بن جدعان' ہشام بن المغیرہ' حرب بن ابی امیہ نوفل بن معاویہ الدیلی اور بلعا بن قیس کو اس کی اطلاع کر دے۔

ان لوگوں کو خبر ہوئی تو جان بچا کے حرم (بیت اللہ) سے التجاء کی۔

اسی دِن جب کہ دِن آخر ہو چلا تھا' قبیلۂ قیس کو یہ خبر ملی تو ابو براء نے کہا: ''ہم تو قریش کی طرف سے دھوکے ہی میں تھے''۔

آخر ان کے پناہ گیروں کے پیچھے پیچھے چلے مگر انہیں اس وقت پایا جب کہ حرم کے اندر وہ جا چکے تھے۔[1]

قبیلۂ بنی عامر کے ایک شخص نے جسے اورم بن شعیب کہتے تھے' اپنی پوری آواز میں پناہ گیروں کو پکار کے کہا:

((ان میعاد ما بیننا و بینکم هذه اللیالی من قابلٍ و انا لانا قلی فی جمیعٍ)).

''آئندہ سے ہمارے تمہارے درمیان انہیں راتوں کا وعدہ ہے اور ہم مزدلفہ میں کمی اور سستی نہ کریں گے''۔

یہ کہہ کے اورم نے یہ شعر بھی کہے:

لقد وعدنا قریشًا وهی کارهةٌ　　　بأن تجیٔ الی ضرب رعابیل

احابیش:

اس سال عکاظ کا بازار نہ لگا۔ قریش' قبیلۂ کنانہ' اسد بن خُزیمہ اور احابیش کے سب لوگ جو ان میں شامل تھے۔ سال بھر تک ٹھہرے رہے اور اس جنگ کے لئے (جو ٹھن چکی تھی) تیاریاں کیا کئے۔

احابیش[2] میں یہ قبائل تھے:

1. الحارث بن عبد المناة بن کنانہ
2. عَضَل
3. القارہ
4. دِیش
5. المصطلق۔ یہ لوگ قبیلۂ خزاعہ کے تھے اور ان کی شرکت کا باعث یہ تھا کہ قبیلۂ بلحارث بن عبد مناة کے ساتھ ان کا محالفہ (باہمی عہد و پیمان) تھا۔

---

[1] عرب میں دستور تھا کہ سخت سے سخت مجرم بھی جب تک حرم کعبہ میں پناہ گیر رہتا اس سے تعرض نہ کرتے۔

[2] احابیش: مکہ مبارکہ کے پائیں میں ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جسے حبشی کہتے ہیں۔ اسی پہاڑی کے دامن میں سب لوگوں نے آپ کے مناصرت و معاونت پر قسمیں کھائی تھیں۔ قسم کے الفاظ یہ تھے: نحن لیدٌ علی غیرنا ما سجالیلٌ و وضح نهارٌ و ما رسا حبشیٌ یعنی جب تک رات کی شان یہ ہے کہ رات اندھیری ہو جب تک دِن کا منظر یہ ہے کہ روشن رہے گا جب تک کوہ حبشی اپنی جگہ پر قائم و استوار رہے گا اس وقت تک ہم لوگ غیروں کے مقابلہ میں یکدست رہیں گے۔ اسی مناسبت سے یہ مخالفین احابیش قریش کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حبشی (پہاڑ) معرف باللام نہیں۔ بلحارث اصل میں ابا الحارث تھا۔ قبیلۂ مذکورہ اسی ابوالحارث کے نام سے منسوب ہے جسے عرف عام میں بلحارث ہی کہتے ہیں۔

سردارانِ قریش:

قبیلۂ قیس عیلان کے لوگوں نے بھی جنگ کی تیاری کر لی اور آئندہ سال کے لئے موجود ہو گئے۔ سردارانِ قریش یہ لوگ تھے:

1. عبداللہ بن جدعان
2. ہشام بن المغیرہ
3. حرب بن اُمیہ
4. ابواُصیحہ سعید بن العاص
5. عتبہ بن ربیعہ
6. العاص بن وائل
7. معمر بن حبیب الجمحی
8. عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار۔

لشکر جو نکلا تو جدا جدا جھنڈیوں کے تحت نکلا' سب کی ٹولیاں اور جماعتیں الگ الگ تھیں کسی ایک سرلشکر کے تحت نہ تھا' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبداللہ بن جدعان کے یہ سب ماتحت تھے۔[1]

سردارانِ قیس:

قبیلۂ قیس میں یہ لوگ تھے:

1. ابوالبراء عامر بن مالک بن جعفر
2. سبیع بن ربیعہ بن معاویہ النصری
3. دُرید بن الصمہ
4. مسعود بن معتب الثقفی
5. ابوعروہ بن مسعود
6. عوف بن ابی حارث المری
7. عباس بن رعل السلمی

یہ سب لوگ سردار و سپہ سالار تھے (یعنی غنیم کی طرح ان سرداروں میں سے بھی ہر ایک کی فوج اپنی اپنی جگہ مستقل و خود مختار تھی اور کوئی ایک سرلشکر نہ تھا جس کے سب ماتحت و فرمان پذیر ہوتے) لیکن یہ بھی کہا جاتا ہے ابوالبراء ان سب کے اولی الامر تھے جھنڈا انہیں کے ہاتھ میں تھا اور صفیں انہیں نے برابر کیں۔ (مصنف نے یہ دوسرا قول بصیغۂ تضعیف بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم)

---

[1] روایت کا خاص لفظ ہے: خَرَجُوْا مُتَسَانِدِین. متساندین کے متبادر معنی تو ایک دوسرے پر ٹیک لگانے والے سہارا لینے والے کے ہیں' مگر عہد جاہلیت کے محاورہ میں اس کا وہی مفہوم تھا جو ترجمہ میں لکھا گیا۔ یقال هم متساندون، ای تحت رایاتٍ تشتّٰی لاتجمعهم رایةُ امیرٍ واحد.

مقابلۂ فریقین:

فریقین کا مقابلہ ہوا تو دن کے ابتدائی حصہ میں قریش پر' کنانہ پر اور ان کے متعلقین پر قیس کے لئے شکست ہوئی مگر پچھلے پہروں میں قریش و کنانہ کے لئے قیس پر ہزیمت آئی۔[1]

فاتحوں نے اپنے حریفوں کے قتل کرنے میں ایسی مرگا مرگی پھیلائی (یعنی اس کثرت سے لوگوں کو قتل کیا' کہ عتبہ بن ربیعہ نے جو اس وقت جوان تھے' اور ہنوز ان کی عمر پورے تیس برس کی نہ ہوئی تھی' صلح کے لئے آواز دی اور اس شرط پر مصالحت ہو گئی کہ مقتولوں کا شمار کیا گیا اور قریش نے اپنے مقتولین کے علاوہ غنیم کے جن لوگوں کو قتل کیا تھا قیس کو ان سب کے خون بہا دیئے۔ جنگ نے اپنے بوجھ رکھ دیئے (یعنی لڑائی ختم ہو گئی اور قریش و قیس دونوں اپنے اپنے مقام پر واپس آ گئے)۔

حرب الفجار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت:

حرب الفجار کا تذکرہ کرتے ہوئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اپنے چچاؤں کے ساتھ اس جنگ میں موجود تھا' میں نے اس میں شرکت کی تھی' تیر چلائے تھے اور میں یہ نہیں چاہتا کہ ایسا میں کاش نہ کئے ہوتا (یعنی یہ شرکت جنگ و تیراندازی موجب پشیمانی نہیں)''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس میں شریک ہوئے ہیں اس وقت بیس برس کے تھے اور یہ جنگ فجار واقعۂ اصحاب فیل سے بیس برس بعد ہوئی تھی۔

حکیم بن حزام کہتے ہیں: ''میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرب الفجار میں موجود تھے''۔

محمد بن عمرو کہتے ہیں: ''عربوں نے فجار کے متعلق بہت سے اشعار کہے ہیں''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حلف الفضول:

عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے حکیم بن حزام کو کہتے ہوئے سنا کہ قریش جب جنگ فجار سے واپس آ رہے تھے اس وقت حلف الفضول کا واقعہ پیش آیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں بیس برس کے تھے۔

محمد بن عمرو کہتے ہیں: ضحاک کے علاوہ دوسرے راوی نے مجھ سے روایت کی کہ جنگ فجار شوال میں ہوئی تھی اور اس حلف کی نوبت ذی قعدہ میں آئی۔[2]

---

[1] یعنی پہلے ہلہ میں قیس کو فتح' قریش کو شکست' اور پچھلے میں قیس کو شکست قریش کو فتح ہوئی۔ ترجمہ میں عرب کا خاص اندازِ بیان دکھایا گیا ہے۔ اس مفہوم کو شکر ادا کرتے تھے۔

[2] پہلی روایت' بحوالہ عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے راوی محمد بن عمرو الواقدی ہی ہیں جو انہوں نے ضحاک بن عثمان سے روایت کی ہے۔ ضحاک نے عبداللہ بن عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے اور عبداللہ نے اپنے والد عروہ رضی اللہ عنہ سے یہ دوسری روایت کسی دوسرے راوی سے ہے جس میں روایت ضحاک کی بظاہر تصحیح اور وہ حقیقت میں توضیح کی گئی ہے۔

جتنے عہد و پیمان ہو چکے تھے حلف الفضول کا معاہدہ ان سب میں معزز تھا۔ سب سے پہلے زبیر بن عبدالمطلب نے اس کی دعوت دی بنی ہاشم و بنی زہرہ و بنی تیم' یہ سب لوگ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہوئے' زبیر نے ان کے لئے کھانے کا انتظام کیا۔ سب نے اللہ تعالیٰ کو بیچ میں ڈال کے ان لفظوں میں عہد کیا: ''جب تک دریا میں صوف کے بھگونے کی شان باقی ہے' ہم مظلوم کا ساتھ دیں گے تا آنکہ اس کا حق ادا کیا جائے' اور معاش میں ہم (اس کی) خبر گیری و مواسات بھی کریں گے''۔

قریش نے اسی بنا پر اس حلف (عہد) کا نام حلف الفضول رکھا۔

جبیر بن مطعم کہتے ہیں: میں ابن جدعان کے گھر میں جس حلف میں شریک ہوا تھا' مجھے یہ پسند نہیں کہ سرخ رنگ کے اونٹ ملیں تو میں اس کو توڑ دوں۔ ہاشم و زہرہ و تیم نے قسمیں کھائی تھیں کہ کوئی دریا جب تک کسی صوف کو بھگو سکتا ہے' وہ مظلوم کا ساتھ دیں گے اور اگر مجھ کو (اب بھی) اس میں بلایا جائے تو میں قبول کر لوں گا۔ حلف الفضول یہی ہے۔

محمد بن عمرو کہتے ہیں: ہم کو معلوم نہیں کہ اس حلف میں بنی ہاشم سے کوئی سبقت لے گیا ہو (یعنی جہاں تک علم کی رسائی ہے) سب سے پہلے بنی ہاشم ہی نے اس کارِ خیر کی طرح ڈالی اور ایسے بابرکت عہد و پیمان کے آثار استوار کئے۔

چچا کے کہنے پر سفر شام کے لئے روانگی:

نفیسہ بنت مُنیہ کہ یعلی بن مُنیہ کی بہن تھیں' کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ جب پچیس برس کے ہو گئے تو ابو طالب نے کہا کہ میں ایسا شخص ہوں کہ میرے پاس مال کہاں' زمانہ ہم پر سخت گزر رہا ہے' اور یہ تمہاری قوم کے قافلے ہیں جن کے سفر شام کا وقت آ گیا ہے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد اپنے تجارتی قافلوں میں تمہاری قوم کے کچھ لوگوں کو بھیجا کرتی ہیں' اگر وہاں جا کے تم اپنے آپ کو ان پر پیش کرو تو وہ فوراً تمہیں منظور کر لیں گے۔

یہ گفتگو جو آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے چچا کے درمیان ہوئی تھیں۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اس کی خبر پہنچی تو انہوں نے اس باب میں پیغام بھیجا۔ اور آنحضرت ﷺ کو کہلایا کہ آپ کی قوم کے کسی شخص کو میں جتنا (اجورہ) دیتی ہوں (آپ اس تجارتی سفر کے لئے رضامند ہو جائیں تو) آپ کی خدمت میں اس کا دوگنا پیش کروں گی۔

عبداللہ بن عقیل کہتے ہیں' ابو طالب نے کہا: اے میرے بھتیجے! مجھے یہ خبر ملی ہے کہ خدیجہ نے فلاں شخص کو دو بکروں کے عوض اپنا اجیر مقرر کیا ہے۔ جو معاوضہ خدیجہ نے اس کو دیا ہے ہم اس معاوضہ پر تیرے لئے تو راضی نہیں مگر کیا تو اس سے گفتگو کرنے پر آمادہ ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ما احببت (تو جیسا چاہے)۔

ابو طالب نے یہ سنا تو خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے کہا: ''اے خدیجہ! کیا تو محمد (ﷺ) کو اجرت پر کام دینے کے لئے راضی ہے؟ ہم کو خبر ملی ہے کہ تو نے فلاں شخص کو دو بکروں[1] کے معاوضہ پر اپنا اجیر مقرر کیا ہے۔ لیکن محمد (ﷺ) کے لئے تو چار

---

[1] بکرہ اردو میں تو بکرہ گوسفند نرینہ کو کہتے ہیں مگر عربی میں جوان اونٹوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اور یہاں مراد بھی یہی ہے۔

بکروں سے کم پر راضی نہ ہوں گے''۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''اگر کسی دور کے مبغوض آدمی کے لئے بھی تو یہ سوال کرتا تو ہم ایسا ہی کرتے' چہ جائے کہ تو نے ایک قریبی دوست کے لئے یہ خواہش کی ہے''۔

نسطور راہب سے ملاقات:

نفیسہ بنت منیہ کہتی ہیں: ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا' یہ وہ رزق ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے تیری جانب اُسے کھینچ کے بھیجا ہے۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اور آپ کے جتنے چچا تھے سب نے اہل قافلہ کو آپ کے متعلق وصیت کی۔ چلتے چلتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور میسرہ ملک شام کے شہر بُصرٰی میں پہنچے اور وہاں ایک درخت کے سائے میں فروکش ہوئے۔

نسطور راہب نے یہ دیکھ کے کہا: ''اس درخت کے نیچے بجز پیغمبر کے اور کوئی نہیں اُترا''۔

میسرہ نے پوچھا: ''کیا اس شخص (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھوں میں سرخی ہے؟''

میسرہ نے کہا: ''ہاں! اور یہ سرخی کبھی اس سے جدا نہیں ہوتی''۔

نسطور نے کہا: ''وہ پیغمبر ہے' اور سب میں پچھلا پیغمبر ہے''۔

بتوں سے فطری بیزاری:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارتی مال واسباب کو فروخت کر لیا تو ایک شخص سے مناقشہ ہوا۔ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لات و عزّٰی کے حلف اُٹھانے کو کہا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے کبھی ان دونوں کی قسم نہیں کھائی' اور میں تو گزرتے وقت ان سے منہ موڑ لیا کرتا ہوں''۔

اس شخص نے کہا: ''بات وہی ہے جو آپ نے فرمائی''۔

اور پھر میسرہ سے کہا:

((ھذا واللّٰہ نبیّ تجدہ احبارنا فی کتبھم)).

''خدا کی قسم! یہ تو وہی پیغمبر ہے' جس کی صفت ہمارے علماء کتابوں میں مذکور پاتے ہیں''۔

میسرہ کا یہ حال تھا کہ جب دوپہر ہوتی اور گرمی بڑھتی تو وہ دیکھتا کہ دو فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ سے سایہ کر رہے ہیں۔ یہ سب کچھ اس کے دِل نشین ہو گیا اور خدا نے اس کے دِل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی محبت ڈال دی کہ گویا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام بن گیا۔

تجارتی قافلے کی واپسی:

قافلے نے اپنا تجارتی مال واسباب فروخت کر کے فراغت کر لی۔ جس میں معمول سے دو چند نفع اُٹھایا' واپس چلے تو مقام مَرّ الظہران میں پہنچ کے میسرہ نے عرض کی: ''یا محمد! آپ خدیجہ کے پاس چل دیجئے اور آپ کے باعث اللہ تعالیٰ نے خدیجہ کو

جو نفع پہنچایا ہے اس کی اطلاع دیجئے۔ خدیجہ آپ کا یہ حق یاد رکھیں گی''۔

رسول اللہ ﷺ اس رائے کے مطابق پہلے روانہ ہو گئے تا آنکہ ظہر کے وقت مکہ پہنچے۔ خدیجہ اس وقت اپنے ایک بالا خانے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اونٹ پر سوار تشریف لاتے ہیں اور دو فرشتے اِدھر اُدھر سے سایہ کئے آتے ہیں۔ خدیجہ نے اپنے ہاں کی عورتوں کو یہ نظارہ دکھایا تو ان کو تعجب ہوا۔

رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور منافع کا حال بیان کیا تو خدیجہ رضی اللہ عنہا خوش ہوئیں اور جو کچھ دیکھا تھا بعد کو میسرہ کے آنے پر جب بیان کیا تو میسرہ نے کہا: ''میں تو جب سے ملک شام سے واپس آیا ہوں یہی دیکھتا آیا ہوں''۔

میسرہ نے وہ باتیں بھی کہہ دیں جو نسطورا راہب نے کہی تھیں' اور اس شخص کی گفتگو بھی بیان کر دی جس نے مال کے بیچنے میں آنحضرت ﷺ سے مخالفت کی تھی''۔

رسول اللہ ﷺ کے قدوم پہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارت ایسی کامیاب نکلی کہ جتنا پہلے منافع ہوا کرتا تھا اس سے دو چند نفع ہوا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جو معاوضہ نامزد کیا تھا اس کو بھی دو چند کر دیا (یعنی بجائے چار کے آٹھ اونٹ کر دیئے)۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت ﷺ کا نکاح:

نفیسہ بنت مُنیہ کہتی ہیں: خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی اس بزرگی اور برتری کے ہوتے بھی جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے چاہی تھی۔ حقیقتاً ایک عاقبت اندیش مستقل [1] مزاج اور شریف بیوی تھیں۔

اور اس وقت تمام قریش میں باعتبار خاندان کے سب سے زیادہ شریف' باعتبار عزت کے سب سے بڑی اور باعتبار مال و دولت کے سب سے بڑھ کے تھیں۔ اگر ہو سکتا تو قوم کے جتنے لوگ تھے سب اُن کے ساتھ نکاح کرنے کے خواہشمند تھے۔ یہ سب درخواست کر چکے تھے اور سب نے مال و زر بھی پیش کئے تھے۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تجارتی قافلے میں محمد (ﷺ) جب شام سے واپس آئے تو چپکے سے خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مجھے ان کے پاس بھیجا اور میں نے کہا: ''اے محمد (ﷺ)! آپ کو نکاح کرنے سے کیا امر مانع ہے؟''

فرمایا: ''میرے ہاتھ میں وہ سامان نہیں جس سے نکاح کر سکوں''۔

میں نے عرض کی: ''اگر سامان ہو جائے اور آپ کو حسن و جمال و زر و مال و شرف کفاءت کی جانب دعوت دی جائے تو کیا آپ قبول فرمائیں گے؟''

اچھا تو کون ہے؟

---

[1] مستقل مزاج: اصل میں جدۃ ہے۔ جس کے معنی شدت و قوت والی عورت کے ہیں۔ استقلال طبیعت کے یہی اوصاف ہیں اور محاورے میں بھی مراد یہی ہے۔

میں نے عرض کی: ''خدیجہ رضی اللہ عنہا''۔

فرمایا: ''وہ میرے لئے کیونکر؟ (یعنی میرے ساتھ ان کی تزویج کی کیا سبیل ہے)''۔

میں نے عرض کی: ''یہ میرا ذمہ''۔

فرمایا: ''تو میں کروں گا''۔

میں نے جا کر خدیجہ رضی اللہ عنہا کو خبر دی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ فلاں وقت آئیں اور اپنے چچا عمرو بن اسد کو بلایا کہ وہ آ کر نکاح کر دیں چنانچہ وہ حاضر ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ اپنے چچاؤں کے ساتھ تشریف لائے جن میں سے ایک نے رسم نکاح ادا کی۔

عمرو بن اسد نے اس موقع پر کہا: **هذا البقع لا يقرع انفهٔ** (یہ وہ نکاح ہے کہ اس کی ناک نہیں ٹکرائی جا سکتی' یعنی اس پر کسی قسم کی نکتہ چینی و حرف گیری ممکن نہیں)۔

رسول اللہ ﷺ نے جب یہ نکاح کیا ہے تو آپ ﷺ اس وقت پچیس برس کے تھے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا ان دنوں چالیس برس کی تھیں۔ واقعۂ اصحاب فیل سے وہ پندرہ برس پہلے پیدا ہو چکی تھیں۔

محمد بن جبیر بن مطعم' عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کہتے ہیں: خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا عمرو بن اسد نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد حرب فجار سے پہلے مر چکے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: عمرو بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی نے خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد کو رسول اللہ ﷺ کے عقد نکاح میں دیا' عمرو اس وقت بہت بوڑھے تھے' اسد کے صلب سے اس وقت بجز عمرو کے اور کوئی اولاد باقی نہیں رہی تھی' اور عمر بن اسد کے تو کوئی پیدا ہی نہ ہوا۔

دو من گھڑت روایتیں:

(۱) معیمر بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ ابومجلز نے روایت کی کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن سے کہا: (محمد ﷺ) کے پاس جا کے ان سے میرا تذکرہ کر۔ یہی الفاظ تھے یا اسی قسم کے الفاظ کہے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن آنحضرت (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے پاس آئیں اور جو خدا نے چاہا آنحضرت ﷺ نے ان کو جواب دیا۔

ان لوگوں نے (یعنی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف کے لوگوں نے) اتفاق کر لیا کہ رسول اللہ ﷺ ہی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کریں۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد کو اتنی شراب پلائی گئی کہ وہ مست ہو گئے۔ پھر محمد ﷺ کو بلایا اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آپ کے نکاح میں دے دیا۔ بوڑھے کو ایک لباس پہنا دیا۔ جب وہ ہوش میں آیا تو پوچھا: یہ حلّہ کیسا؟

لوگوں نے جواب دیا: یہ تجھے تیرے داماد محمد (ﷺ) نے پہنایا ہے۔

بوڑھا بگڑ گیا اور ہتھیار اُٹھا لیا۔ بنی ہاشم نے بھی ہتھیار سنبھالے اور کہا: کچھ اس قدر ہم تمہارے خواہشمند نہ تھے۔

اس کشاکشی کے بعد آخرکار مصالحت ہوگئی۔

(۲) محمد بن عمر اس سند کے علاوہ دوسری سند سے روایت کرتے ہیں کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد کو اس قدر شراب پلائی کہ وہ مست ہوگیا۔ گائے ذبح کی، والد کے جسم میں خوشبو لگائی اور ایک مُخطط (دھاری دار) حُلّہ پہنایا۔ جب اسے ہوش آیا تو پوچھا: ما هذا العقير، و ما هذا العبير، و ما هذا الحبير؟ (یہ ذبیحہ کیسا؟ یہ خوشبو کیسی؟ اور یہ دھاری دار لباس کیسا؟)۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: تو نے مجھے محمد (ﷺ) کے عقد نکاح میں دے دیا ہے (یہ سب کچھ اسی ذیل میں ہے)۔

اس نے کہا: میں نے یہ کام نہیں کیا۔ بھلا میں ایسا کام کیوں کروں گا۔ بزرگانِ قریش نے تجھے پیغام دیا تب تو میں نے کیا ہی نہیں؟

محمد بن عمرو کہتے ہیں: ہمارے نزدیک یہ سب سہو[1] ونسیان اور وہم ہے۔ جو بات ہمارے نزدیک ثابت ہے اور اہل علم سے محفوظ چلی آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے باپ خویلد بن اسد کا جنگ فجار سے بیشتر انتقال ہو چکا تھا۔ اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ان کے چچا عمرو بن اسد نے رسول اللہ ﷺ کے عقد نکاح میں دیا تھا۔

آنحضرت ﷺ کی اولاد اور ان کے نام

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے پہلے فرزند قاسم تھے جو نبوت سے پہلے مکے میں پیدا ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ انہیں کے نام پر کنیت بھی کرتے تھے (یعنی ابوالقاسم کنیت اسی بناء پر تھی کہ قاسم آپ کے فرزند کا نام نامی تھا)۔

۲. بعد کو آپ کے صلب سے زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔
۳. پھر رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔
۴. پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔
۵. پھر اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔
۶. عہد اسلام میں (یعنی بعثت کے بعد) آپ کے صلب سے عبداللہ پیدا ہوئے جن کا طیب وطاہر لقب پڑا)۔

ان تمام نبی زادوں اور نبی زادیوں کی والدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ بنت خُویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی، اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ماں فاطمہ تھیں، بنت زائدہ ابن الاصم بن مریم بن رواحہ بن حُجر بن معیص بن عامر بن لُوی۔

ان سب میں پہلے قاسم نے انتقال فرمایا۔ پھر عبداللہ نے وفات پائی اور یہ دونوں حادثے مکّے میں ہوئے۔ عاص بن وائل السہمی نے اس موقع پر کہا کہ:

قدا انقطع ولده فهو ابتر.

''آپ کی اولاد منقطع ہوگئی، لہٰذا ابتر ہیں''۔

---

[1] وہم، سہو: اصل میں لفظ اوہل ہے جس کے معنی ضعف، نسیان، وہم اور غلط کے ہیں۔ توہل کا استعمال یہیں سے نکلا ہے۔ جس کے معنی معرض غلط میں آنے یا لانے کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس پر آیت نازل فرمائی:

﴿ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ﴾

''حقیقت میں ابتر وہ ہے جو تیری عیب جوئی کرتا ہے' یا تجھ پر عیب لگاتا ہے''۔

محمد بن جبیر بن مطعم کہتے ہیں:

قاسم دو برس کے تھے کہ انتقال کیا۔[1]

سلمٰی صفیہ بنت عبدالمطلب کی آزاد لونڈی' خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زچگی میں دائیگی کا کام کیا کرتی تھیں (یعنی وہی قابلہ ہوتی تھیں)۔ لڑکا ہوتا تو خدیجہ رضی اللہ عنہا دو بکریاں' لڑکی ہوتی تو ایک بکری کا عقیقہ کرتیں۔ دو دو لڑکوں کے درمیان ایک ایک کا فاصلہ تھا۔ لڑکوں کے لئے دودھ پلانے والیاں مقرر کیا کرتیں اوران کے پیدا ہونے سے پہلے ہی یہ انتظام کرلیتیں۔

ابراہیم بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

عبدالمجید بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کے چھٹے سال ماہ ذیقعدہ میں حدیبیہ سے واپس آئے تو آپ نے حاطب بن ابی بلتعہ کو مقوقس قبطی والی اسکندریہ کے پاس بھیجا اور انہیں ایک خط بھی دیا جس میں مقوقس کو اسلام کی دعوت دی تھی۔ مقوقس نے جب یہ پڑھا تو حاطب سے اچھی باتیں کیں۔ خط سربمہر تھا۔ مقوقس نے اس کو ہاتھی دانت کی ایک ڈبیہ میں رکھ کے اس پر مہر لگا کے ایک لونڈی کے سپرد کردیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کا جواب لکھا مگر اسلام نہ لایا۔

مقوقس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں:

1. ماریہ کو۔
2. ان کی بہن سیرین کو۔
3. اپنے گدھے کو جس کا نام یعفور تھا۔
4. اپنے خچر کو جس کا نام دلدل تھا' تحفۃً بھیجا۔ یہ خچر سفید رنگ کا تھا اور ان دنوں عرب میں بھی ایسا خچر نہ تھا۔

ابوسعید کہ اہل علم میں سے تھے' کہتے ہیں: ماریہ رضی اللہ عنہا علاقہ انصنا (مصر) کے مقام حفن کی تھیں۔

عبدالرحمٰن بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ کہتے ہیں: ماریہ رضی اللہ عنہا قبطیہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے تھے۔ وہ گورے رنگ گھونگھریالے بال کی حسین وجمیل بیوی تھیں۔

---

[1] اس روایت کا سلسلۂ اسناد یوں ہے:

((اخبرنا محمد بن عمر قال حدثني عمرو بن سلمة الهذلي بن سعد بن محمد بن جبير بن مطعم عن ابيه قال ... الخ))

اس میں سلمۃ الہذلی اور سعد کے درمیان لفظ ''بن'' غلط ہے اور بجائے اس کے عن ہونا چاہئے' کیونکہ سعید بن محمد کے سلسلۂ اولاد میں عمرو بن سلمہ نہ تھے۔ واللہ اعلم

مار یہ قبطیہ رضی اللہ عنہا:

رسول اللہ ﷺ نے ان کو اور ان کی بہن کو امّ سلیم بنت ملحان کے ہاں ٹھہرایا اور پھر ان کے پاس آ کر دونوں بیبیوں پر اسلام پیش کیا اور دونوں مسلمان ہو گئیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ماریہ قبطیہ کو ملک یمین کی حیثیت سے اپنے پاس رکھا۔ بنی مضر کے اموال و اسباب میں آنحضرت ﷺ کا کچھ مال مقام عالیہ میں تھا۔ ماریہ رضی اللہ عنہا کو بھی وہیں بھیج دیا' جہاں وہ گرمیوں میں رہیں اور خزانۃ النخل میں بھی رہتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ وہیں ان کے پاس آیا کرتے تھے وہ اچھی دیندار تھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ماریہ رضی اللہ عنہا کی بہن سیرین رضی اللہ عنہا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ شاعر کو بخش دی جن کے بطن سے حسان رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔

حضرت ماریہ کے ہاں بیٹے کی پیدائش:

رسول اللہ ﷺ کے صلب سے ماریہ رضی اللہ عنہا کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابراہیم رضی اللہ عنہ رکھا۔ ساتویں دن آنحضرت ﷺ نے ان کا عقیقہ کیا' ایک بکری ذبح کی' ابراہیم کے سر کے بال اتروائے اور اس کے ہم وزن چاندی مسکینوں کو خیرات کی۔ بالوں کو فرمایا تو زمین میں دفن کر دیئے گئے اور لڑکے کا نام ابراہیم رکھا گیا۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ کی دائی رسول اللہ ﷺ کی آزاد لونڈی سلمٰی تھیں۔ سلمٰی نکل کے اپنے شوہر ابو رافع کے پاس گئیں اور ان سے کہا کہ میں نے ایک لڑکے کی دائیگی کی ہے۔ ابو رافع رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے' اور آنحضرت ﷺ کو مبارکباد دی۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں ایک غلام انعام دیا۔

رسول اللہ ﷺ کی بیویاں رشک کھانے لگیں اور جس وقت ماریہ رضی اللہ عنہا کے لڑکا ہوا تو ان پر یہ بات گراں گزری۔

ابو جعفر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (کچھ دنوں ماریہ رضی اللہ عنہا کے پاس نہ گئے کیونکہ آپ کی بیویوں پر وہ گراں گزرتی تھیں) بیویاں ان پر رشک کھاتی تھیں مگر نہ اس قدر جتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کو رشک تھا۔

محمد بن عمرو کہتے ہیں: ابراہیم رضی اللہ عنہ ہجرت کے آٹھویں سال ماہ ذی الحجہ میں ماریہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ابراہیم رضی اللہ عنہ جب پیدا ہوئے تو جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کے کہا:

السلام عليك يا ابا ابراهيم (اے ابراہیم کے والد! السلام علیکم)۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ (حرم) سے باہر نکل کے ہمارے پاس آئے' اور فرمایا کہ آج شب کو میرے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے اور میں نے اپنے باپ کے نام پر اس کا نام ابراہیم رکھا ہے۔

حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کل رات میرے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے اور میں نے اپنے باپ کے نام پر اس کا نام ابراہیم رضی اللہ عنہ رکھا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ سے جب ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابراہیم کی ماں کو جو (مِلک یمین تھیں) ان کے لڑکے (ابراہیم) نے آزاد کر دیا۔

شیر خوارگی:

عبداللہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں' ابراہیم رضی اللہ عنہ جب پیدا ہوئے تو زنان انصار نے باہم رغبت کی کہ کون انہیں دودھ پلائے (یعنی سب چاہتی تھیں کہ ابراہیم کو ہم ہی دودھ پلائیں کوئی دوسری مرضعہ نہ ہو)۔

رسول اللہ ﷺ نے ابراہیم رضی اللہ عنہ کو امّ بردہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیا' بنت المنذر بن زید بن لبید بن خواش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار۔

امّ بردہ کے شوہر براء رضی اللہ عنہ تھے۔ ابن اوس بن خالد بن الجعد بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن عدی بن النجار۔

ابراہیم رضی اللہ عنہ کو ام بردہ رضی اللہ عنہا دودھ پلاتی تھیں۔ اور وہ اپنے انہیں رضاعی باپ ماں کے پاس محلّہ بنی النجار میں رہتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ بھی امّ بردہ کے گھر آتے تھے اور دوپہر کے وقت وہیں قیلولہ فرماتے تھے۔ اور اس وقت ابراہیم رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے پاس لائے جاتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کا اہل وعیال سے حسن سلوک:

انس رضی اللہ عنہ بن مالک کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آج رات میرے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جس کا نام میں نے اپنے باپ کے نام پر رکھا ہے۔

آنحضرت (صلوات اللہ علیہ والسلام) نے ابراہیم علیہ السلام کو امّ سیف کے حوالے کر دیا' جو مدینے کے ایک لوہار کی بیوی تھیں۔ اس لوہار کا نام ابوسیف تھا۔

رسول اللہ ﷺ تشریف لے چلے اور میں آپ کے پیچھے ہولیا۔ تا آنکہ ہم ابویوسف کے پاس پہنچے جو اس وقت اپنی دھونکنی دھونک رہے تھے اور تمام گھر دھوئیں سے بھر گیا تھا۔ میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آگے بڑھنے میں جلدی کر کے ابویوسف کے یہاں پہنچ گیا اور ان سے کہا: ابوسیف روک دے' رسول اللہ ﷺ آ گئے۔

ابوسیف رُک گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے لڑکے کو بلوایا' سینے سے لگایا اور جو خدا نے چاہا فرمایا۔

انس بن مالک کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے زیادہ میں نے کسی کو عیال واطفال پر مہربان نہ پایا۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ کے دودھ پینے اور رہنے کا انتظام عوالی مدینہ (بالائی حصہ شہر) میں تھا۔ آنحضرت ﷺ وہیں تشریف لے جاتے تھے' اور ساتھ ہم بھی آتے تھے۔

گھر میں دھواں بھرا ہوتا۔ آپ اندر جاتے' کیونکہ ابراہیم رضی اللہ عنہ کے مرضعہ کے شوہر لوہار تھے۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ (اپنی گود میں) لے لیتے اور بوسہ دیتے تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ابراہیم رضی اللہ عنہ جب پیدا ہوئے تو رسول اللہ ﷺ ان کو لئے ہوئے میرے پاس آئے اور فرمایا' میرے ساتھ اس کی شباہت دیکھ۔

میں نے کہا: میں تو کوئی شباہت نہیں دیکھی۔
فرمایا: کیا تو اس کے گورے رنگ اور گوشت کو نہیں دیکھتی۔
میں نے کہا: جو صرف دائی (یا اونٹنی) کے دودھ سے پالا جاتا ہے وہ گورا اور موٹا فربہ ہو یا کرتا ہے۔
رسول اللہ ﷺ سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری روایت عمرو نے کی ہے اور اس کا بھی یہی مضمون ہے۔ البتہ اس میں یہ فقرہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جسے بھیڑ کا دودھ پلایا جائے وہ فربہ اور گورا ہوتا ہے۔
محمد بن عمرو کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی چند راس بھیڑ بکریاں ابراہیم رضی اللہ عنہ کے واسطے مخصوص تھیں اور ایک اونٹنی کا دودھ بھی انہیں کے لئے خاص تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا اور ان کی والدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کا جسم اچھا تھا۔

آنحضرت ﷺ کے لخت جگر ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات

مکحول کہتے ہیں: ابراہیم رضی اللہ عنہ کے نزع روح کا عالم تھا کہ رسول اللہ ﷺ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سہارے اندر تشریف لائے۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ انتقال کر گئے تو آنحضرت ﷺ آبدیدہ ہو گئے۔
عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ) یہی بات تو ہے جس سے آپ ﷺ لوگوں کو منع فرمایا کرتے۔ مسلمان جب آپ کو روتے دیکھیں گے تو سب رونے لگیں گے۔
آنحضرت ﷺ کے جب آنسو تھمے تو فرمایا: فقط رحم کی بات ہے اور جو خود رحم نہیں کرتا اس پر رحم کیا بھی نہیں جاتا۔ ہم تو لوگوں کو صرف نوحہ کرنے سے روکتے ہیں اور اس امر سے کہ کسی شخص کا ماتم یوں کیا جائے کہ جو باتیں اس میں نہ ہوں ان کا بیان ہو۔
پھر فرمایا: اگر یہ جامع راستہ نہ ہوتا (یعنی اگر سبیل موت جامع جمیع عالم نہ ہوتی) اگر یہ ایسی راہ نہ ہوتی جس پر سب ہی کو چلنا ہے اور جو ہم میں پیچھے ہیں وہ ہمارے اگلوں سے مل جانے والے ہیں تو اس غم کے علاوہ ہم ابراہیم رضی اللہ عنہ پر کچھ اور ہی غم کئے ہوتے۔ اور ہم (اس حالت میں بھی) اس کی وفات پر رنجیدہ ہیں۔ آنکھیں اشک بار ہیں دل رنجیدہ ہے مگر ہم ایسی بات نہیں کرتے جو پروردگار کو ناخوش کردے۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ کی رضاعت (شیر خوارگی) کا جو زمانہ باقی رہ گیا وہ تو بہشت میں پورا ہوگا۔
عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ میرا ہاتھ پکڑ کے اس نخلستان کو لے چلے جہاں ابراہیم رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کا دم نکل ہی رہا تھا کہ آپ نے میری آغوش میں دے دیا۔ آنحضرت ﷺ یہ دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔ تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ آپ گریاں ہیں؟ کیا آپ نے گریہ و بکا سے منع نہیں کیا تھا؟
میں نے نوحے کی ممانعت کی تھی دو احمقانہ فاجرانہ آوازوں کی ممانعت کی تھی ایک آواز وہ کہ عیش و نعمت کے وقت بلند ہو جو لہو لعب و مزامیر شیطان ہے اور دوسری وہ آواز کہ مصیبت کے وقت نکلے۔ جو چہروں کا خراشنا جیب و دامن پھاڑنا اور شیطان کی

جھنکار ہے۔

حُدَیبیہ میں عبداللہ بن نمیر نے (اسی) ذیل میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فقرہ بھی بیان کیا کہ یہ تو فقط رحم کی بات ہے' اور جو خود رحم نہیں کرتا' اس پر رحم کیا بھی نہیں جاتا۔ ❶

اے ابراہیم رضی اللہ عنہ! اگر یہ (موت کا معاملہ) امر حق نہ ہوتا' اگر یہ وعدۂ صادقہ نہ ہوتا' اگر یہ ایسا راستہ نہ ہوتا جس پر سب ہی کو چلنا ہے اور ہم میں جو پیچھے رہ گئے ہیں وہ بھی اگلوں کے ساتھ عنقریب شامل ہو جانے والے ہیں تو ہم تجھ پر اس سے کہیں زیادہ سخت رنج کئے ہوتے۔

اور حقیقت میں ہم تیرے واسطے رنجیدہ ہیں' آنکھ میں آنسو بھرے ہیں' دِل رنج سے لبریز ہے۔ اس پر بھی ہم ایسی بات نہیں کہتے جو پروردگار عزوجل کو ناخوش کر دے۔

مکحول سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے' جو سکرات اور چل چلاؤ کے عالم میں تھے' اور آنحضرت (سلام اللہ علیہ) آبدیدہ ہو گئے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔ عرض کی: آپ گریہ کرتے ہیں' حالانکہ آپ نے گریے سے روکا ہے۔

فرمایا: میں نے فقط نوحہ کرنے سے روکا ہے اور اس بات کی ممانعت کی ہے کہ مرنے والے میں جو وصف نہ ہو اس کا بین کیا جائے۔ گریہ بے اختیار تو حقیقت میں رحمت ہے۔

عطا کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ نے جب انتقال کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: دِل عنقریب رنجیدہ ہوا چاہتا ہے' آنکھ عنقریب اشک بار ہونے کو ہے' بایں ہمہ ایسی بات ہرگز ہم نہ کہیں گے جو پروردگار کو ناخوش کر دے۔ اگر یہ سچا وعدہ اور جامع دِن نہ ہوتا تو ہمارا غم تجھ پر بہت سخت بڑھ جاتا' اور اے ابراہیم رضی اللہ عنہ ہم تیرے لئے رنجیدہ ہیں۔

بکیر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن الاشج سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرزند پر گریہ فرمایا۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے چیخ کے نالہ کیا۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں روک دیا۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں نے تو آپ ﷺ کو روتے دیکھا۔

فرمایا: رونا رحمت ہے اور چیخنا شیطان سے ہے۔

حکم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ابراہیم رضی اللہ عنہ نے جب انتقال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ معدود اجل نہ ہوتی' اگر یہ معلوم وقت نہ ہوتا' تو جتنا رنج ہم نے کیا ہے اس سے زیادہ سخت رنج کرتے۔ آنکھ آبدیدہ ہے' دِل رنجیدہ ہے' مگر اللہ نے چاہا تو ہم وہی باتیں کہیں گے جو پروردگار کو راضی رکھیں۔ اور اے ابراہیم رضی اللہ عنہ! تیری وفات پر ہم رنجیدہ ہیں۔

قتادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آنکھ آبدیدہ ہے' دِل رنجیدہ ہے' مگر اللہ نے چاہا تو ہم اچھی ہی بات کہیں گے اور اے ابراہیم! ہم تجھ پر غمگین ہیں۔

---

❶ یہ ایک جملہ معترضہ تھا' اب پھر روایت سابقہ شروع ہوتی ہے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بقیہ ارشادات۔

اسی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: ابراہیم رضی اللہ عنہ کی بقیہ شیر خوارگی بہشت میں پوری ہوگی۔

عمرو بن سعید کہتے ہیں، ابراہیمؑ نے جب وفات پائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابراہیمؑ میرا فرزند ہے، وہ دودھ پیتے مرا[1] ہے، بہشت میں اس کے لئے دو دائیاں (اناٸیں) ہیں جو اس کی شیر خوارگی کی تکمیل کر رہی ہیں۔

شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت میں ابراہیم رضی اللہ عنہ کو ایک دودھ پلانے والی دائی ہے جو اس کی شیر خوارگی کا بقیہ پورا کر رہی ہے۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی ایک دودھ پلانے والی بہشت میں ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دیکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو دم توڑ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھیں بھر آئیں اور فرمایا کہ آنکھ آبدیدہ ہے دل رنجیدہ ہے اور ہم بجز اس بات کے جس سے ہمارا پروردگار راضی رہے کچھ اور نہیں کہتے۔ اے ابراہیم! واللہ ہم تیرے لئے غمگین ہیں۔

قتادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند کی نمازِ جنازہ پڑھی اور فرمایا کہ اس کی شیر خوارگی بہشت میں پوری ہوگی۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ پر نماز پڑھی، جو (ماریہ رضی اللہ عنہا) قبطیہ کے بطن سے تھے۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ جب مرے ہیں تو سولہ مہینے کے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے لئے ایک انا ہے جو بہشت میں اس کی شیر خوارگی پوری کر رہی ہے اور وہ صدیق ہے۔

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ پر نماز پڑھی۔ اور وہ سولہ (۱۶) مہینے کے تھے۔

براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ایک دودھ پلانے والی بہشت میں ہے جو اس کی شیر خوارگی کا بقیہ پورا کر رہی ہے۔ اور وہ صدیق اور شہید ہے۔

اسمٰعیل السدی کہتے ہیں: میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ پر نماز پڑھی تھی؟ انہوں نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔ اللہ ابراہیم رضی اللہ عنہ پر رحم کرے، وہ اگر جیتے تو صدیق و نبی ہوتے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ پر (جنازے کی نماز میں) چار تکبیریں کہیں۔

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نماز پڑھی۔

---

[1] وہ دودھ پیتے مرا ہے۔ اصل میں ہے: انه مات في الثدي. عربوں میں ان دنوں محاورہ تھا کہ جو بچے عالم شیر خوارگی میں انتقال کرتے تو ان کے لئے کہتے وہ چھاتی (پستان) میں مرا ہے منشاء وہی ہے جو ترجمے میں ہے۔

مِسعَر بحوالہ عدی بن ثابت روایت کرتے ہیں کہ عدی نے براء رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ بہشت میں رسول اللہ ﷺ کے فرزند متوفی کی دودھ پلانے والی یا دائی ہے۔

حدیث میں دودھ پلانے والی کا لفظ تھا یا دائی کا؟ مسعر کو اس میں شک ہے۔

براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ نے (۱۶) مہینے کی عمر میں وفات پائی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے بقیع میں دفن کرو اس لئے کہ اس کی ایک دودھ پلانے والی بہشت میں ہے۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے۔

محمد بن عمر بن علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کہتے ہیں: بقیع میں پہلے پہل عثمان رضی اللہ عنہ بن مظعون دفن ہوئے۔ پھر ابراہیم رضی اللہ عنہ فرزند رسول اللہ ﷺ کی نوبت آئی۔

محمد بن موسیٰ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ محمد بن عمر بن علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے مجھے خبر دینے کے لئے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

بقیع کی حد پر پہنچ کے اس مزبلے کے نیچے سے گزرتے ہوئے جو مکان کے پیچھے ہے بائیں جانب سے ہو کر مکان کی منتہا سے آگے بڑھے تو وہیں ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر ہے۔

ابراہیم بن نوفل بن المغیرہ بن سعید الہاشمی نے خاندان علی رضی اللہ عنہ (ابن ابی طالب) کے ایک شخص سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دفن کیا تو فرمایا: کیا کوئی ہے جو ایک مشک لائے؟

ایک انصاری یہ سن کے ایک مشک پانی لایا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اسے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر پر چھڑک دے۔

ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر راستے کے قریب ہے' اسی کے ساتھ راوی نے اشارہ کیا کہ یہ قبر عقیل کے مکان کے قریب ہے۔

عطا کہتے ہیں: ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر جب برابر ہو چکی تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ جیسے پتھر قبر کے کنارے پڑا ہو' آنحضرت ﷺ اپنی انگلی سے برابر کرنے لگے اور فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جب کوئی کام کرے تو اسے درست طور پر کرنا چاہئے کہ مصیبت زدہ کی طبیعت کو اس سے تسلی ہوتی ہے۔

مکحول کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیٹے کی قبر کے کنارے دیکھا تو لحد میں ایک شگاف نظر آیا' گورکن کو خشک مٹی کا ایک ٹکڑا [1] (بڑا ڈھیلا) دے کر فرمایا:

((انها لا تضر و لا تنفع ولكنها تقر عين الحيّ)).

''یہ نہ مُضر ہے نہ مفید' لیکن زندہ آدمی کی آنکھ میں اس سے ٹھنڈک آتی ہے' یعنی مرنے والے کو قبر کی درستی و نادرستی سے کوئی سروکار نہ اس سے مضرت نہ اس سے نفع تاہم دیکھنے والا جب قبر کو درست دیکھتا ہے تو ایک گونہ تسلی ہوتی ہے''۔

---

[1] خشک مٹی کا ٹکڑا یا ڈھیلا: اصل میں لفظ مَدَرہ ہے جس کے یہی معنی ہیں۔

ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت سورج گرہن:

سائب بن مالک کہتے ہیں: آفتاب میں کسوف (گرہن) آ گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ نے اسی دن وفات پائی۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جس دن ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی سورج میں گرہن لگ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خدا کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں آفتاب و ماہتاب بھی ہیں۔ کسی کی موت سے ان میں گہن نہیں لگتا۔ جب تم دونوں کو گہن کی حالت میں دیکھو تو دُعا کرو تا آنکہ کھل جائیں۔

محمود بن لبید کہتے ہیں: جس دن ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی' آفتاب میں گہن لگ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ سنا تو باہر نکل آئے' اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا:

عقیدے کی اصلاح:

اما بعد! ایّھا الناس ان الشمس والقمر اٰیتان من آیات اللّٰہ لا ینکسفان لموت احدو لا لحیاۃ احدٍ فاذا رأیتم ذلک فافزعوا الی المساجد۔

''اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد اے لوگو! واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں آفتاب و ماہتاب بھی ہیں۔ نہ کسی کی موت سے گہناتے ہیں نہ کسی کی حیات سے۔ لہٰذا جب تک تم یہ کیفیت دیکھو تو (زوال نعمت کے نمونے سے) سہمے ہوئے مسجدوں کی جانب رجوع کرو۔ یعنی جنابِ الٰہی میں دست بدعا ہو کہ اپنے فضل سے جو نور و نعمت ہمیں عنایت فرمائی ہے' وہ برقرار رہے' ایسا نہ ہو کہ انہیں کی طرح ان میں بھی زوال آئے''۔

یہ کہتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ تو خدا کے پیغمبر ہیں' پھر آپ روتے ہیں؟

فرمایا: میں فقط ایک انسان ہی تو ہوں' آنکھ میں آنسو بھرے ہیں' دِل میں خشوع ہے' بایں ہمہ ایسی بات نہیں کہتا جو پروردگار کو ناراض کردے۔ خدا کی قسم اے ابراہیم! حقیقت میں ہم تیرے لئے رنجیدہ ہیں۔

ابراہیم رضی اللہ عنہ نے جب انتقال کیا تو اٹھارہ مہینے کے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر فرمایا کہ ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ایک دودھ پلانے والی بہشت میں ہے۔

عامر کہتے ہیں: ابراہیم رضی اللہ عنہ اٹھارہ مہینے کے تھے کہ وفات پائی۔

اسماء بنت یزید کہتی ہیں: ابراہیم رضی اللہ عنہ نے جب وفات پائی تو رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

تعزیت کرنے والے نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! خدا کا حق جاننے پہچاننے کے سب سے زیادہ شایان آپ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آنکھ میں آنسو بھرے ہیں' دِل رنجیدہ ہے' مگر ہم ایسی بات نہیں کہتے جو پروردگار کو ناراض کردے۔ اگر یہ (وعدہ موت) سچا اور جامع وعدہ نہ ہوتا' اگر پچھلے اگلوں کے ساتھ جا ملنے والے نہ ہوتے تو اے ابراہیم! تجھ پر ہم اس سے زیادہ غم کرتے اور ہم واقع میں تیرے واسطے رنجیدہ ہیں۔

عبدالرحمٰن بن حسان رضی اللہ عنہما بن ثابت اپنی والدہ سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ابراہیم رضی اللہ عنہ کے حادثے میں میں موجود تھی۔ میں نے دیکھا کہ جب میں اور میری بہن چیختی تھیں تو رسول اللہ ﷺ اس وقت روکتے نہ تھے۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ جب انتقال کر گئے تو آپ ﷺ نے نالہ وفریاد سے منع فرمایا۔

فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے غسل دیا' رسول اللہ ﷺ اور عباس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اس کے بعد جنازہ اٹھایا گیا تو میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ قبر کے کنارے تھے اور عباس رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ قبر میں فضل بن عباس رضی اللہ عنہما واسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اُترے۔ میں قبر کے پاس آ رہی تھی مگر کوئی منع نہ کرتا تھا۔

اس دِن آفتاب گہنا گیا تو لوگوں نے کہا: یہ ابراہیم رضی اللہ عنہ کی موت کے باعث ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آفتاب کسی موت وحیات سے نہیں گہناتا۔

اینٹ میں شگاف دیکھ کے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اسے بند کر دیا جائے۔

اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی گئی تو فرمایا: اس سے نہ ضرر پہنچتا ہے نہ نفع ہوتا ہے' لیکن زندہ آدمی کی آنکھ اس سے خنک ہوتی ہے۔ بندہ جب کوئی کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اسے درست اور ٹھیک طرح سے کرے۔

ابراہیم رضی اللہ عنہ نے سہ شنبہ کے دِن وفات پائی۔ ربیع الاوّل کی دس شبیں گزر چکی تھیں اور دسواں سال تھا (یعنی ۱۰ ربیع الاوّل ۱۰ھ)۔

عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ کہتے ہیں' رسول اللہ ﷺ کے فرزند ابراہیم نے بنی مازن بن اُمّ بردہ رضی اللہ عنہا کے پاس وفات پائی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فی الواقع بہشت میں ایک مرضعہ اس کی شیر خوارگی کے دِن پورے کر رہی ہے۔

اُمّ بردہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے ایک چھوٹی سی چوکی پر جنازہ اٹھایا گیا اور بقیع میں رسول اللہ ﷺ نے ان پر نماز پڑھائی۔

استفسار کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم انہیں کہاں دفن کریں؟

فرمایا: ہمارے سلف عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے پاس۔

رسول اللہ ﷺ نے اُمّ بردہ رضی اللہ عنہا کو ایک قطعہ نخلستان عنایت فرمایا جسے منتقل کر کے انہوں نے بدلے میں عبداللہ بن زمعہ ابن الاسود الاسدی کا مال حاصل کیا۔

عمر بن الحم بن ثوبان کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تو ایک پتھر ان کی (ابراہیم کی قبر پر رکھ دیا) اور قبر پر پانی چھڑکاؤ ہوا۔

محمد بن عبداللہ بن مسلم کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بن محمد بن عمرو بن حزم کو میں نے اپنے چچا یعنی زہری سے روایت کرتے سنا کہ وہ کہتے تھے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابراہیم رضی اللہ عنہ اگر زندہ رہتے تو میں ہر ایک قبطی سے جزیہ ساقط کر دیتا۔

ابن جابر نے مکحول رضی اللہ عنہ کو روایت کرتے سنا کہ ابراہیم رضی اللہ عنہ نے جب وفات پائی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں فرمایا: وہ (یعنی ابراہیم رضی اللہ عنہ) اگر زندہ ہوتا تو اس کا کوئی ماموں غلام نہ ہوتا (یعنی قبطی لوگوں کے تمام لوگ ابراہیم رضی اللہ عنہ کے طفیل آزاد ہو جاتے)۔

بیت اللہ کی تعمیر نو

تعمیر کعبہ میں آنحضرت ﷺ کی شرکت:

عمرو الہذلی، ابن عباس رضی اللہ عنہما، محمد بن جبیر بن مطعم، جن کی روایتیں آپس میں مل جل گئی ہیں یہ سب کہتے ہیں: پانی کی روکے پر واقع تھی۔ سیلاب اس کے اوپر سے آتا تھا۔ تاآنکہ خانہ کعبہ تک پہنچ جاتا تھا۔ جس کے باعث درز اور شگاف بھی اس میں آ گیا تھا۔ قریش ڈرے کہ منہدم نہ ہو جائے۔ کچھ زیور اور سونے کا ایک ہرن کہ موتی اور جواہرات سے مرصع زمین پر نصب تھا۔ بیت اللہ سے چوری ہو گئے۔

انہیں دنوں سمندر میں ایک جہاز آ رہا تھا۔ جس میں رومی (عیسائی) سوار تھے۔ اور باقوم نام ایک شخص ان کا سرگروہ تھا۔ یہ شخص معمار بھی تھا۔ ہوا نے جہاز کو درہم برہم کر کے مقام شعیبہ پہنچا دیا کہ جدہ سے پہلے جہازوں کی بندرگاہ یہی مقام تھا۔ یہاں آ کے جہاز ٹوٹ گیا۔

ولید بن مغیرہ کچھ قریشیوں کے ساتھ جہاز تک پہنچے۔ اس کی لکڑیاں مول لیں۔ باقوم رومی سے بات چیت کی جوان کے ساتھ ہولیا اور لوگوں نے کہا (لو بنینا بیت ربنا) اگر ہم اپنے پروردگار کا گھر بنائیں۔ فصیح محاورۂ جاہلیت اسی قدر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ہم اپنے پروردگار کا گھر بنائیں، یعنی خانہ کعبہ کی از سرنو تعمیر کریں تو اچھی بات ہے۔

قریش نے یہ انتظام کیا کہ پتھر جمع کر کے کنارے صاف اور درست کر لئے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ بھی انہیں لوگوں کے ساتھ پتھر اُٹھا اُٹھا کے لے جا رہے تھے۔ آپ ﷺ اس وقت پینتیس (۳۵) برس کے تھے۔

حالت یہ تھی کہ لوگ اپنی اپنی تہ بند کے دامنوں کو اُٹھا کے گردنوں پر ڈال لیتے تھے اور پتھر اُٹھاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی یہی کیا مگر دامن پھنس جانے کے باعث پھسل جانے کی نوبت آ چلی تھی کہ پکار ہوئی: عورتك اپنا پردہ یعنی اپنی ستر عورت کا خیال رکھو اور دیکھو کہ بے پردگی نہ ہونے پائے۔ یہ پہلی پکار تھی۔

ابو طالب نے کہا: اے میرے بھتیجے اپنے تہ بند کا دامن سر پر ڈال لے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: یہ جو کچھ مجھے پیش آیا اپنی تعدی کے باعث پیش آیا۔

اس کے بعد کبھی رسول اللہ ﷺ کا پردہ مکشوف نظر نہ آیا۔

جب خانہ کعبہ (کی قریب الانہدام عمارت) کے ڈھانے پر سب نے اتفاق کر لیا تو کسی نے کہا: اس عمارت میں صرف پاک کمائی داخل کرو اور وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ کوئی قطع رحم نہ ہونے پائے اور نہ اس میں کسی پر زور و ظلم ہو۔

انہدام کی ابتداء ولید بن مغیرہ نے کی۔ پھاوڑا لے کے کھڑا ہو گیا اور پتھر گرانے لگا۔ کہتا جاتا تھا: یا اللہ! تجھے ناراض کرنا

مقصود نہیں، ہم لوگ تو فقط بہتری چاہتے ہیں۔

ولید خود بھی انہدام میں لگا رہا اور قریش نے بھی ساتھ دیا۔ جب ڈھا چکے تو عمارت شروع کی۔ بیت اللہ کا امتیاز و اندازہ کر کے تعمیر کے لئے قرعے ڈالے۔

رکن اسود سے رکن حجر تک کعبے کے پیش خانے کی تعمیر بنی عبد مناف اور بنی زہرہ کے حصے میں آئی۔

رکن حجر سے دوسرے رکن حجر تک بنی اسد بن عبدالعزی و بنی عبدالدار بن قصی کے حصے میں آیا۔

بنی تیم و بنی مخزوم کے حصے میں مابین رکن حجر تک برکن یمانی۔

بنی سہم و بنی جمح و بنی عدی و بنی عامر بن لوی، مابین رکن یمانی تا برکن اسود اسی تقسیم کے مطابق سب نے تعمیر کا آغاز کیا۔

حجر اسود کی تنصیب

قرعۂ فال بنام حبیب ذوالجلال:

عمارت اس حد تک پہنچی جہاں خانہ کعبہ میں رکن[1] نصب کرنے کا موقع تھا تو ہر قبیلے نے اس کے لئے اپنے اپنے استحقاق پر زور دیا۔ اور اس قدر مخالفت ہوئی کہ جنگ کا اندیشہ ہونے لگا۔ آخر یہ رائے قرار پائی کہ باب بنی شیبہ سے پہلے پہل جو داخل ہو وہی حجر اسود کو اُٹھا کے اپنی جگہ پر رکھ دے۔

سب نے اس پر رضامندی ظاہر کی اور اس رائے کو تسلیم کر لیا۔

باب بنی شیبہ سے پہلے پہل جو اندر آئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ لوگوں نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بول اُٹھے: ''یہ امین ہیں، ہمارے معاملے میں جو فیصلہ یہ کریں گے ہم اس پر راضی ہیں''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رشک آفرین فیصلہ:

قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قرارداد سے اطلاع دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر اپنی چادر بچھا دی اور رکن (حجر اسود) اس میں رکھ کے فرمایا: قریش کے ہر ایک ربع سے ایک ایک شخص آئے (یعنی تمام قریش جو چار بڑی جماعتوں میں منقسم ہیں، ان میں سے ہر ایک جماعت اپنا اپنا ایک ایک قائم مقام منتخب کرے)۔

ربع اوّل بنی عبد مناف میں عتبہ بن ربیعہ (منتخب ہوئے)۔

ربع ثانی میں ابو زمعہ۔

ربع ثالث میں ابو حذیفہ بن المغیرہ۔

اور ربع رابع میں قیس بن عدی۔

---

[1] رکن: حجر اسود۔

اب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر فرد اس کپڑے کا ایک ایک گوشہ پکڑ لے اور سب مل کے اسے اُٹھاؤ۔ سب نے اسی طرح اُٹھایا اور پھر رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود کو اسی جگہ (جہاں وہ ہے) اپنے ہاتھ سے اُٹھا کے رکھ دیا۔

نجد کے ایک شخص نے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کو ایک پتھر دینا چاہا' جس سے آنحضرت ﷺ رکن کو مضبوط رکھ سکیں۔ عباس بن عبدالمطلب نے کہا: نہیں! اور اس شخص کو ہٹا کے خود رسول اللہ ﷺ کو ایک پتھر دیا۔ جس سے آپ نے رکن کو مضبوط فرمایا۔ نجدی اس ہٹائے جانے پر غضب ناک ہوا۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: بیت اللہ میں ہمارے ساتھ وہی شخص عمارت کا کام کر سکتا ہے جو ہم میں سے ہو۔

نجدی نے کہا: تعجب ہے ایسے لوگ جو اہل شرف ہیں' عقلمند ہیں' مسن ہیں' صاحب مال ہیں' اپنے وسیلہ مکرمت و بزرگی و حفاظت میں ایسے شخص کو اپنا سر گروہ قرار دیتے ہیں جو عمر میں سب سے چھوٹا اور سب سے کم مال و دولت رکھتا ہے۔ گویا سب لوگ اس کے خدمت گار ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ' خدا کی قسم یہ شخص سب سے بڑھ جائے گا۔ سب کو اپنے پیچھے چھوڑ جائے گا اور خوش بختی اور سعادت ان سب سے بانٹ لے گا۔

کہا جاتا ہے کہ یہ کہنے والا ابلیس تھا۔

ابوطالب نے اس موقع پر کہا:

انّ لنا اوّلَهٗ و اخره — فی الحکم والعدلِ الذی لا ننکره

''اس کی ابتداء بھی حقیقت میں ہمارے ہی لئے اور انتہاء بھی۔ حکم میں بھی اور عدل میں بھی جس میں مجال انکار نہیں''۔

وقد جهدنا جهده لنعُمره — وقد عمر تاخیره و اکبره

''ہم نے اس کی تعمیر اور اس کے آباد کرنے کے لئے کوشش کی۔ اور ہم نے اس کی خیر و بزرگی کو آباد بھی کر لیا یہ کہ ہم نے اس کے بہترین و بزرگ ترین حصہ کو بنا بھی لیا''۔

فاِنْ یّکُن حَقًّا ففِینَا اَوْفَرَه

''اب اگر کوئی حق ہے تو بدرجہ وافر و کثیر ہم ہی لوگوں میں ہے''۔

پھر تعمیر ہونے لگی تا آنکہ لکڑی کی جگہ آ ئی (یعنی چھت بنانے کی نوبت آئی جس میں لکڑیوں کی ضرورت پڑتی ہے)۔ پندرہ شہتیر [1] تھے جن پر چھت قائم کی گئی۔ سات ستونوں پر بنیادیں رکھیں اور حجر کو بیت اللہ کے باہر کر دیا۔

دلی آرزو کا اظہار:

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اے عائشہ رضی اللہ عنہا) تیری قوم نے کعبے کی عمارت میں کمی کر دی۔ اگر

[1] شہتیر: اصل میں لفظ جائز ہے جس کے معنی یہی ہیں۔ حِجر: وہ مقام ہے جس پر حطیم حاوی اور خانہ کعبہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً کو شمالی جانب سے محیط ہے۔

وہ شرک کو چھوڑ کے ابھی نئے نئے مسلمان نہ ہوتے تو جو کچھ اس تعمیر میں انہوں نے چھوڑ دیا ہے میں اس کو پھر سے بنا دیتا۔ میرے بعد اگر تیری قوم اسے بنانا چاہے تو آ انہوں نے جو چھوڑا ہے میں اسے تجھ کو دکھا دوں۔

اس کے بعد آپ نے حجر میں سات گز کے قریب قریب عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا (جسے خالی چھوڑ دیا گیا تھا)۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیان میں یہ (بھی) فرمایا تھا کہ زمین میں اس کے دو مشرقی و مغربی دروازے بھی میں بناتا۔ کیا تو جانتی ہے کہ تیری قوم نے کس لئے دروازہ اونچا کر دیا؟

میں نے عرض کی' میں تو نہیں جانتی۔

فرمایا: تعزز کے لئے کہ جسے وہ چاہیں وہی اندر آ سکے اور کوئی دوسرا داخل نہ ہو۔ جب یہ لوگ کسی کے اندر آنے کو مکروہ خیال کریں تو اسے چھوڑ دیتے حتیٰ کہ وہ داخل ہونے لگتا تو اسے دھکیلتے یہاں تک کہ وہ گر پڑتا۔

سعید بن عمر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے' میں نے قریش کو دیکھا کہ دوشنبہ و پنجشنبہ کے دن خانہ کعبہ کو کھولتے تھے جس کے دروازے پر دربان بیٹھے ہوتے تھے۔ وہ شخص (جسے زیارت کرنی ہوتی) چڑھ کے اوپر آتا اور پھر دروازے میں سے ہو کے اندر جاتا۔ اگر مراد یہ ہوتی کہ وہ اندر آئے تو وہ دھکیل دیا جاتا جس سے وہ گر پڑتا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ چوٹ بھی لگتی۔ کعبے کے اندر جوتی پہنے داخل نہ ہوتے اس کو بڑی (بری) بات جانتے تھے۔ زینے کے نیچے اپنی جوتیاں رکھ دیا کرتے تھے۔

ابن مرسا کہ قریش کے آزاد غلام تھے۔ کہتے تھے کہ میں نے عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کو کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے حج کے موقع پر دھاری دار غلاف چڑھایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ کب سے پیغمبر ہوئے؟ لوگوں نے کہا ہائیں' ہائیں۔ آنحضرت (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے فرمایا: اسے کہنے دو۔ آدم ہنوز روح و جسم کی درمیانی حالت میں تھے کہ میں پیغمبر تھا۔

ابن ابی الجدعاء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ کب سے پیغمبر ہوئے؟

فرمایا: جب آدم علیہ السلام ہنوز روح اور جسم کے درمیان تھے۔

مُطرّف بن عبداللہ بن الشخیر کہتے ہیں: ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ کب سے پیغمبر ہیں؟

فرمایا: آدم علیہ السلام کی روح و خاک کے درمیان (یعنی روح و خاک سے آدم علیہ السلام کا جسم ابھی مرکب بھی نہ ہوا تھا کہ مجھے شرف نبوت حاصل ہو چکا تھا۔ مطلب یہ کہ میری نبوت ازلی ہے موقت نہیں ہے۔

عامر کہتے ہیں: ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی آپ کب سے پیغمبر ہوئے؟ فرمایا مجھ سے جب میثاق لیا گیا ہے تو آدم علیہ السلام اس وقت روح و جسم کی درمیانی حالت میں تھے۔

عرباض رضی اللہ عنہ بن ساریہ کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ہیں کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: آدم

ہنوز اپنی خاک ہی میں رلے ملے تھے کہ میں خدا کا بندہ اور خاتم النبیین ہو چکا تھا۔ میں ابھی ابھی تم لوگوں کو اس کی خبر دیتا ہوں۔ میرے والد ابراہیم (خلیل اللہ علیہ السلام) کی دُعاء میرے لئے عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور میری ماں کا خواب جو انہوں نے دیکھا تھا (یہ تمام باتیں ولادت سے بیشتر ہی ظہور کی خبر دے چکی تھیں)۔

پیغمبروں کی مائیں یوں ہی رؤیا دیکھتی ہیں اور اسی طرح انہیں خواب دکھایا جاتا ہے۔

وضع حمل کے وقت رسول اللہ ﷺ کی والدہ نے ایک نور دیکھا تھا کہ ان کے لئے شام کے ایوان تک اس سے روشن ہو گئے تھے۔

ضحاک سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے والد ابراہیم علیہ السلام کی دُعا ہوں۔ خانہ کعبہ کے قاعدے بلند کر رہے تھے کہ انہوں نے کہا:

((ربنا و ابعث فیهم رسولاً منهم)).

''اے ہمارے پروردگار! ان لوگوں میں ایک پیغمبر بھیج جو انہیں میں سے ہو''۔

اس کو پڑھ کے آنحضرت ﷺ نے آخر تک یہ آیت تلاوت فرمائی۔

عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن معمر کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے والد ابراہیم علیہ السلام کی دُعا ہوں اور میرے لئے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے بشارت دی تھی۔

ابوامامہ باہلی کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی گئی کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ اپنے ابتدائے امر سے آگاہ فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے والد ابراہیم علیہ السلام کی دُعا میرے لئے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے بشارت دی۔

قتادہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں آفرینش وخلقت میں سب سے پہلے اور بعثت میں سب سے پچھلا شخص ہوں۔

نزول وحی سے قبل کے واقعات:

خالد بن معدان کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی گئی کہ آپ اپنی نسبت ہمیں مطلع فرمائیے۔

ارشاد ہوا: ہاں میں دُعائے ابراہیم ہوں' میری بشارت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے دی۔ میری ماں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا کہ ان سے ایک ایسا نور نکلا کہ شام کے قصر وایوان (تک) اس سے روشن ہو گئے۔ میری رضاعت قبیلۂ بنی سعد بن بکر میں ہوئی۔ ایک مرتبہ میں اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ تھا۔ ہم اپنے مکانات کے پیچھے جانوروں کو چرا رہے تھے کہ دو سفید پوش آدمی سونے کا ایک طشت لئے جو برف سے لبریز تھا میرے پاس آئے۔ دونوں نے پکڑ کے میرا سینہ چاک کیا۔ میرا دِل نکالا اور چاک کر کے ایک سیاہ نقطہ نکال کر پھینک دیا۔

میرے سینے اور دِل کو اسی برف سے دھویا اور پھر (ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا): انہیں ان کی اُمت کے سو آدمیوں کے برابر تول' ان کے ساتھ مجھے تولا تو بھاری ٹھہرا۔ آخر اس نے کہا: انہیں ان کی امت کے ہزار آدمیوں کے برابر وزن

کر وزن ہوا تو پھر بھی بھاری ٹھہرا۔ آخر اس نے کہا: انہیں چھوڑ دے کہ اگر ان کی تمام اُمت کے ساتھ ان کا وزن ہو تب بھی انہیں کا پلہ بھاری رہے گا۔

سعادت مندی کی علامات:

موسیٰ بن عبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے بھائی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پیدا ہوئے اور زمین پر آئے دونوں ہاتھوں کے بل تھے۔ سر آسمان کی جانب اُٹھا ہوا تھا' اور ہاتھ میں ایک مشت خاک تھی۔ خاندانِ لہب کے ایک شخص کو یہ خبر پہنچی تو اس نے اپنے ایک ساتھی سے کہا: اسے بچا' فال اگر سچ نکلی تو واقعۃً یہ بچہ اہل زمین پر غالب آئے گا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ اسی حالت میں ایک آنے والا آیا جس نے پکڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکم چاک کر ڈالا۔ اور اس میں سے ایک نقطہ نکال کے پھینک دیا۔ اور کہا: **هذه نصيب الشيطان منك** (تجھ میں سے یعنی تیرے جسم میں سے یہ شیطان کا حصہ تھا)۔ پھر سونے کے ایک طشت میں اسے رکھ کے آبِ زم زم سے دھویا اور جوڑ دیا۔ بچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ کے پاس (یہ کہتے ہوئے) دوڑے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہو گئے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہو گئے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں تو دیکھا آپ کا رنگ متغیر تھا۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: فی الواقع ہم دیکھا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے میں سوئی (بخیہ) کا نشان موجود ہے۔

زید بن اسلم کہتے ہیں: حلیمہ جب (مکہ میں) آئیں تو ساتھ ان کے شوہر بھی تھے۔ اور ایک چھوٹا بچہ تھا۔ جسے دودھ پلاتی تھیں۔ اس بچے کا نام عبداللہ تھا۔ سفید رنگ کی ایک گدھی اور ایک بوڑھی سن دراز اونٹنی بھی تھی۔ جس کا بچہ بھوک کے مارے مر چکا تھا۔ اور اس کی ماں (یعنی اونٹنی) کے تھن میں دودھ کا ایک قطرہ بھی نہ تھا۔ ان لوگوں نے آپس میں گفتگو کی' کوئی بچہ مل گیا تو اسے دودھ پلائیں گے۔

حلیمہ کے ساتھ قبیلۂ سعد کی (دوسری) عورتیں بھی تھیں' سب نے آ کے چند روز قیام کیا بچے لئے' مگر حلیمہ نے کوئی نہ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر پیش کئے جاتے تھے مگر وہ کہتی تھیں یتیمٌ لا اب له (یہ بچہ یتیم ہے' اس کا تو باپ مر چکا ہے' یعنی اُجرت رضاعت کی یہاں کیا اُمید ہے)۔ حتیٰ کہ آخر میں جب چل چلاؤ کا وقت آیا تو حلیمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لے لیا۔ ساتھ والیاں ایک دِن پہلے ہی جا چکی تھیں۔

آمنہ نے چلتے وقت کہا: اے حلیمہ! تو نے ایک ایسے بچے کو لیا ہے جس کی ایک خاص شان ہے' خدا کی قسم میں حاملہ تھی مگر حمل سے جو اذیت عورتیں پاتی ہیں مجھے کچھ نہ ہوئی۔ یہ واقعہ ہے کہ میں سامنے لائی گئی اور مجھ سے کہا گیا تو ایک بچہ جنے گی اس کا نام احمد رکھنا' وہ تمام جہان کا سردار ہوگا۔ یہ بچہ جب پیدا ہوا تو اپنے دونوں ہاتھوں پر ٹیک لگائے زمین پر آیا اور آسمان کی جانب سر اُٹھائے ہوئے تھا۔

حلیمہ نے خاص اپنے شوہر کو خبر دی' خوش ہو گئے۔ آخر گدھی پر سوار ہو کے واپس چلے جو تیز رفتار ہو گئی تھی اور اونٹنی کا تھن دودھ سے بھر گیا تھا' شام و سحر دونوں وقت اسے دوہتے تھے۔ جاتے جاتے حلیمہ اپنے ساتھ والیوں سے جا ملیں۔ انہوں نے دیکھا

تو پوچھا: من اخذت (کس کو لیا؟)

جواب میں واقعے کی اطلاع دی گئی تو کہنے لگیں: واللّٰہ انا لنرجوان یکون مبارکًا (خدا کی قسم ہم اُمید کرتے ہیں کہ یہ بچہ مبارک ہوگا)۔

حلیمہ نے کہا: ہم نے تو اس کی برکت دیکھ لی' میری چھاتیوں میں اتنا دودھ بھی نہ تھا کہ اپنے بیٹے عبداللہ کو سیر کر سکتی' بھوک کے مارے وہ ہمیں سونے نہیں دیتا تھا' اب کیفیت یہ ہے کہ وہ اور اس کا بھائی آنحضرت علیہ السلام دونوں جتنا چاہتے ہیں پیتے ہیں' پی کے آسودہ ہو جاتے ہیں اور سور ہتے ہیں اگر ان کے ساتھ تیسرا بچہ ہو تو وہ بھی سیر ہو جائے۔ اس کی ماں نے مجھے حکم دیا کہ (کسی کاہن سے) اس کے متعلق دریافت کروں۔

ہذیل ثامی کاہن کو دکھانے کا واقعہ:

اپنے دیار میں پہنچ کے حلیمہ رہنے سہنے لگیں۔

تا آنکہ عکاظ کا بازار لگا۔ رسول اللہ ﷺ کو لئے ہوئے قبیلۂ ہذیل کے ایک عراف (قسمت شناس' کاہن) کے پاس چلیں جسے لوگ اپنے بچے دکھاتے تھے۔ عراف نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو چلایا:

یا معشر هذیل، یا معشر العرب.

''ہذیل کے لوگو گھر دوڑو' عرب کے لوگو دوڑو''۔

میلے والے اس کے پاس جمع ہو گئے تو اس نے کہا:

اقتلوا هذا الصبی.

''اس بچے کو مار ڈالو''۔

اتنے میں آنحضرت ﷺ کو لے کر حلیمہ چل دیں۔ لوگ پوچھنے لگے:

''کون سا بچہ؟''

وہ کہتا:

''یہی''۔

لیکن کوئی بھی کچھ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کو تو وہ لے جا چکی تھیں۔

عراف سے کہتے:

''وہ کیا بات ہے؟''

آخر اس نے کہا:

رایت غلامًا والهته لیقتلنّ اهل دینکم و لیکسرن الهتکم و لیظهرنّ امره علیکم.

''میں نے ایک لڑکا دیکھا' اس کے معبودوں کی قسم ہے وہ تمہارے دین والوں کو قتل کر ڈالے گا' تمہارے دیوتاؤں کو

توڑ پھوڑ ڈالے گا' اور اس کا حکم تم سب پر غالب آئے گا''۔

سوق عکاظ میں جستجو ہونے لگی۔ مگر نہ ملے۔ کیوں کہ حلیمہ آپ کو لے کے اپنے گھر واپس جا چکی تھی۔ اس واقعہ کے بعد آنحضرت ﷺ کو نہ کبھی کسی عراف[1] کے روبرو پیش کرتیں اور نہ کسی کو دکھاتی تھیں۔

عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک کہتے ہیں: قبیلۂ ہذیل کا یہ بوڑھا عراف چلایا کہ یالھذیل والھتہ (ہذیل اور اس کے دیوتاؤں کی جے)۔ ان ھذالینتظر امرا من السماء (یہ بچہ آسمان سے کسی حکم کا انتظار کر رہا ہے)۔

رسول اللہ ﷺ کی نسبت لوگوں کو بھڑکاتا رہا اس حالت میں کچھ ہی روز گزرے تھے کہ دیوانہ[2] ہو گیا' عقل جاتی رہی حتیٰ کہ کافر ہی مرا۔

آثار عظمت:

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: حلیمہ رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں نکلیں' یہ وہ وقت تھا کہ دوپہر کی دھوپ سے چارپائے ستانے لگے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو اپنی ہمشیرہ (یعنی دودھ شریک بہن دختر حلیمہ) کے ساتھ پایا تو کہنے لگیں فی ھذا الحرّ (ہائیں اس گرمی میں)۔

آنحضرت ﷺ کی ہمشیرہ بولیں: یا امّہ (اے میری ماں!) میرے بھائی کو گرمی لگی ہی نہیں۔ میں نے دیکھا کہ ایک ابر ان پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ جب ٹھہرتے ہیں وہ بھی ٹھہر جاتا ہے اور جب چلتے ہیں وہ بھی ساتھ چلتا ہے۔ تا آنکہ آپ اس جگہ پہنچے۔

ابو معشر نجیح[3] کہتے ہیں: کعبے کے سائے میں عبدالمطلب کے لئے ایک بچھونا بچھا دیا جاتا تھا' جس کے اردگرد ان کے بیٹے بیٹھ کر عبدالمطلب کا انتظار کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اس وقت بالکل ہی کمسن[4] تھے۔ دودھ چھوٹ چکا تھا اور کچھ کھانے لگے تھے اور جسم میں گوشت بھر چلا تھا' آتے اور آ کے بچھونے پر چڑھ جاتے اور بیٹھ رہتے۔ چچا کہتے: مھلاً یا محمد عن فراش

---

[1] عراف: علم العرافہ کا ماہر عرب جاہلیت میں اس علم کا رواج تھا۔ مشکل سے مشکل پیچیدگیوں میں عراف سے رجوع کرتے۔ خصومات میں' قضایا میں' امراض میں' رؤیا و خواب میں غرض کہ اپنے نزدیک جس بات کو اہم سمجھتے سب میں عراف کی رائے لیتے اور اسے اشارۂ غیبی سمجھتے۔ گویا اس فن کو علم و فلسفہ و قضا وطب و دین مذہب سب سے تعلق تھا اور اس کا ماہر ان سب کے متعلق پیش گوئی کر سکتا تھا۔

[2] دیوانہ ہو گیا' اصل میں ہے ''دلہ'' اہل عرب زوال عقل و خود فراموشی کو ''دلہ'' کہتے ہیں جو لازمۂ دیوانگی ہے۔

[3] ابو معشر نجیح السندی: علم حدیث کے ایک مشہور راوی' فن تاریخ کے نہایت ممتاز ماہر اور سیرۃ النبی ﷺ کے ایک نامور مصنف گزرے ہیں اور صدر اوّل کے اساتذۂ اخبار و سیر و مغازی میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کا خاندان سندھ سے نکل کر عرب پہنچا تھا اور وہاں پہنچ کے مدنیت عرب کا رکن رکین بنا تھا۔ ہندوستان کو یہ فخر حاصل ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ممتاز ترین سیرت نویس اسی ملک کا تھا۔

[4] کم سن: اصل میں ہے ''غلام جفر'' جو ایسے چھوٹے بچے کو کہتے ہیں کہ اس کی ہڈیوں پر گوشت چڑھنے لگا ہو' جسم بھرنے لگا ہو اور دودھ چھوڑ کے کچھ کھانے پینے کی عادت پڑی ہو۔

ابیك (اے محمدؐ! اپنے باپ کے بچھونے سے ہٹ کر بیٹھو)۔

عبدالمطلب جب یہ دیکھتے تو کہتے: ''میرے بیٹے سے بوئے حکومت ومملکت آتی ہے''۔

یا یہ کہتے: ''وہ اپنے جی میں حکومت کی باتیں کررہا ہے''۔

عمرو بن سعید سے روایت ہے کہ ابوطالب نے بیان کیا: ''مقام ذی المجاز میں تھا' اور میرے ساتھ میرا بھتیجا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے۔ مجھے پیاس لگی تو آپ نے شکایت کی اور کہا' اے میرے بھتیجے! مجھے پیاس لگی ہے۔ میں نے یہ اس وقت کہا جب کہ میں دیکھ رہا تھا کہ خود ان پر بھی کچھ تشنگی غالب ہے۔ البتہ انہیں بے قرار واضطراب نہیں ہے''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر پاؤں موڑ لیے اور اُتر کے فرمایا: اے میرے چچا! کیا پیاس لگی ہے؟

میں نے کہا: ہاں!

آپ نے زمین پر ایڑی دبائی۔ یکایک دیکھتے ہیں تو پانی موجود ہے۔ فرمایا: اے میرے چچا! پیو۔

ابوطالب کہتے ہیں کہ میں نے پانی پیا۔

آثارِ نبوت:

عبداللہ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں' ابوطالب نے شام کا سفر کرنا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے چچا! تو مجھے یہاں کس کے پاس چھوڑے جاتا ہے۔ میرے تو کوئی ماں بھی نہیں جو کفالت کرے اور نہ کوئی دوسرا ہے جو پناہ دے سکے۔ ابوطالب کو رقت آئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیچھے بٹھالیا اور لے کے چلے۔ اثنائے سفر میں ایک دیر کے راہب کے ہاں فروکش ہوئے جس نے پوچھا: ''یہ لڑکا تیرا کون ہے؟''

ابوطالب نے کہا: ''میرا بیٹا ہے''۔

راہب نے کہا: ''وہ تیرا بیٹا نہیں اور نہ اس کا باپ زندہ ہے''۔

ابوطالب نے پوچھا: ''یہ کیوں؟''

اس نے جواب دیا: ''اس لئے کہ اس کا منہ پیغمبر کا منہ ہے' اس کی آنکھ پیغمبر کی آنکھ ہے''۔

ابوطالب نے دریافت کیا: ''پیغمبر کیا چیز ہے؟''

راہب نے کہا: ''پیغمبر وہ ہے کہ آسمان سے اس کے پاس وحی آتی ہے' اور وہ زمین والوں کو اس کی خبر دیتا ہے''۔

ابوطالب نے کہا: ''تو جو کہتا ہے اللہ اس سے کہیں برتر ہے''۔

راہب نے کہا: ''یہودیوں سے اس کو بچائے رکھنا''۔

وہاں سے چلے تو پھر ایک دوسرے دیر کے راہب کے ہاں فروکش ہوئے' اس نے بھی پوچھا: ''یہ لڑکا تیرا کون ہے''۔

ابوطالب نے کہا: ''یہ میرا بیٹا ہے''۔

راہب نے کہا: ''یہ تیرا بیٹا نہیں ہے' اس کا باپ زندہ ہو ہی نہیں سکتا''۔

ابوطالب نے کہا: ''یہ کس لئے.....؟''

راہب نے کہا: ''اس لئے کہ اس کا منہ پیغمبر کا منہ ہے' اس کی آنکھ پیغمبر کی آنکھ ہے''۔

ابوطالب نے کہا: ''سبحان اللہ! تو جو کہہ رہا ہے اللہ اس سے کہیں برتر ہے''۔

رسول اللہ ﷺ سے ابوطالب کہنے لگے: ''اے میرے بھتیجے تو کیا نہیں سنتا کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اے میرے چچا! اللہ کی کسی قدرت کا انکار نہ کر''۔

بچپن میں علامات نبوت:

محمد بن صالح بن دینار' عبداللہ بن جعفر الزہری اور داؤد بن الحصین کہتے ہیں: ابوطالب جب ملک شام کو چلے تو رسول اللہ ﷺ ساتھ تھے۔ یہ پہلی مرتبہ کا واقعہ ہے۔ آنحضرت سلام اللہ علیہ اس وقت بارہ برس کے تھے۔ شام کے شہر بصریٰ میں جب اُترے تو وہاں ایک راہب تھا جسے بحیرا کہتے تھے وہ اپنے ایک صومعہ (عبادت خانہ میں) رہتا تھا۔ جس میں علمائے نصاریٰ رہا کرتے اور موروثی طور پر رہتے آئے تھے۔ یہاں ایک کتاب کا درس بھی دیتے تھے۔

قافلے والے بحیرا کے پاس اُترے۔ بحیرا کی یہ حالت تھی کہ اکثر قافلے گزرا کرتے تھے مگر وہ ان سے ہم کلام بھی نہ ہوتا تھا۔ اس سال نوبت آئی۔ تو حسب معمول اس کے صعومے کے قریب ہی اُترے کہ پہلے جب بھی ادھر سے گزرتے یہیں اُترا کرتے تھے۔ بحیرا نے (اب کی مرتبہ) ان کے لیے کھانا پکوایا اور سب کو دعوت دی۔ دعوت دینے کا سبب یہ ہوا کہ قافلہ پہنچا تو بحیرا نے دیکھا کہ ایک بادل ہے جو تمام لوگوں کو چھوڑ کر اکیلے ایک رسول اللہ ﷺ پر سایہ کئے ہے۔ لوگ درخت کے نیچے اُترے تو بحیرا نے دیکھا کہ وہی بادل درخت پر سایہ کئے ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس کے سائے میں آئے تو شاخیں سرسبز ہو گئیں۔

بحیرا نے یہ کیفیت دیکھی تو کھانا منگوایا اور پیغام بھیجا۔

اے جماعت قریش! میں نے تم لوگوں کے لئے کھانا تیار کرایا ہے' میں چاہتا ہوں کہ تم سب اس میں شریک ہو' چھوٹے بڑے' آزاد' غلام کوئی بھی نہ رہ جائے۔ اس سے میری عزت ہوگی۔

ایک شخص نے کہا: بحیرا! تیری یہ خاص بات ہے' تو ہمارے لئے ایسا نہیں کیا کرتا تھا۔ آج کیا ہے؟

بحیرا نے کہا: میں تمہاری بزرگداشت کرنا چاہتا ہوں اور تم اس کے مستحق ہو۔

سب لوگ آئے مگر کم سنی کے باعث رسول اللہ ﷺ رہ گئے۔ کیونکہ سب میں آپ ﷺ ہی چھوٹے تھے۔

قافلے کا سامان درخت کے نیچے تھا' آپ بھی وہیں بیٹھے رہے۔

بحیرا نے ان لوگوں کو دیکھا تو جس کیفیت کو وہ جانتا پہچانتا تھا کسی میں نہ پائی اور کہیں نظر نہ آئی۔ وہ بادل سر پر دکھائی نہ دیا بلکہ دیکھا تو وہیں رسول اللہ ﷺ کے سر پر رہ گیا ہے۔ بحیرا نے دیکھ کے کہا: تم میں سے کوئی ایسا نہ ہو کہ میرے ہاں کھانا کھانے سے رہ جائے۔

لوگوں نے کہا: بجز ایک لڑکے کے سب میں کم سن وہی ہے' اور اسباب کے پاس دوسرا کوئی باقی نہیں رہا۔

بحیرا نے کہا: اسے بھی بلاؤ کہ میرے کھانے میں شریک ہو۔ یہ کتنی بری بات ہے کہ تم سب آؤ' اور ایک شخص رہ جائے۔ باوصف اس کے کہ میں دیکھتا ہوں وہ بھی تمہیں لوگوں میں سے ہے۔

لوگوں نے کہا: خدا کی قسم وہ ہم سب میں شریف النسب ہے۔ وہ شخص یعنی ابو طالب کا بھتیجا ہے اور عبدالمطلب کی اولاد میں ہے۔

حارث بن عبدالمطلب بن عبد مناف نے کہا: خدا کی قسم! ہمارے لئے یہ قابل ملامت امر تھا کہ عبدالمطلب کا لڑکا ہم میں نہ ہو اور پیچھے رہ جائے۔

حارث یہ کہہ کے اُٹھے' آنحضرت ﷺ کو آغوش میں لیا اور لا کے کھانے پر بٹھا دیا۔ ابر اس وقت بھی آپ ﷺ کے سر پر ہیات افروز حسن و جمال تھا۔ بحیرا سخت نظر تامل سے آپ کو دیکھنے لگا۔ جسم کی چیزیں دیکھنی شروع کیں' جن کی علامتیں آنحضرت ﷺ کے اوصاف کی نسبت اس کے پاس (لکھی ہوئی) موجود تھیں۔

بتوں کا واسطہ دینے والے کو جواب:

رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کے اس راہب نے کہا: اے لڑکے! تجھے لات و عزیٰ کا واسطہ دلاتا ہوں کہ جو کچھ تجھ سے پوچھوں اس کا جواب دے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لات و عزیٰ کا واسطہ دلا کے مجھ سے نہ پوچھ کہ خدا کی قسم! جتنا میں ان دونوں سے بغض رکھتا ہوں اس قدر کسی چیز سے متنفر نہیں۔

راہب نے کہا: میں تجھے اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ جو کچھ میں تجھ سے پوچھوں اس کا جواب دے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو تیرے جی میں آیا ہے پوچھ لے۔

آنحضرت ﷺ کے حالات کی نسبت راہب نے سوالات شروع کئے حتیٰ کہ آپ کے سونے کی کیفیت بھی دریافت کی۔ رسول اللہ ﷺ جواب دیتے جاتے تھے جو خود اس کی معلومات کے مطابق اُتر رہے تھے۔ راہب نے پھر آنحضرت ﷺ کی آنکھوں کے درمیان نظر کی پھر آپ کی پیٹھ کھول کے مہر نبوت دیکھی' اور دونوں مونڈھوں کے درمیان اسی طرح نمایاں جس طرح صفت و کیفیت راہب کے پاس مرقوم تھی' یہ سب دیکھ کے مہر نبوت جہاں تھی اس کو چوم لیا۔

قریش کی جماعت میں چرچے ہوئے کہ اس راہب کے نزدیک محمد (ﷺ) کی خاص قدر و عزت ہے۔

آنحضرت ﷺ کو یہود سے بچانا:

راہب کا یہ برتاؤ دیکھ دیکھ کے ابو طالب اپنے بھتیجے (آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی نسبت خوف کھا رہے تھے۔ ابو طالب سے اس نے پوچھا: ''یہ لڑکا تیرا کون ہے؟''

ابو طالب نے کہا: ''میرا بیٹا ہے''۔

راہب نے کہا: ''وہ تیرا بیٹا نہیں ہے' اور نہ یہ امر اس لڑکے کے شایانِ شان ہے کہ اس کا باپ زندہ ہو''۔

ابو طالب نے کہا: "تو میرا بھتیجا ہے"۔

راہب نے کہا: "اس کا باپ کیا ہوا؟"

ابو طالب نے جواب دیا: "وہ اپنی ماں کے شکم میں تھا کہ باپ مر گیا"۔

راہب نے پوچھا: "اس کی ماں کیا ہوئی؟"

ابو طالب بولے: "تھوڑا ہی زمانہ گزرا کہ انتقال کر گئیں"۔

راہب نے کہا: تو نے سچ کہا۔ اپنے بھتیجے کو لے کے اس کے شہر و دیار میں واپس پہنچا دے یہودیوں سے بچائے رکھنا کہ خدا کی قسم اگر اسے دیکھ لیا اور جو کچھ میں اس کی نسبت جانتا ہوں وہ بھی جان گئے تو اسے اذیت پہنچانا چاہیں گے۔ تیرے اس بھتیجے کی بڑی شان ہونے والی ہے جو ہماری کتابوں میں (لکھی ہوئی ہے) موجود ہے اور ہم اپنے آبا و اجداد سے اس کی روایت کرتے چلے آئے ہیں یہ بھی جان لے کہ میں نے تیری خیر خواہی کی ہے اور نصیحت کا فرض ادا کیا ہے۔

اہل قافلہ جب تجارت سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ کو لے کے ابو طالب فوراً چل دیئے۔

کچھ یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا اور آپ کے اوصاف بھی جان لئے تھے۔ ان لوگوں نے دھوکا دے کے یکا یک ہلاک کرنا چاہا۔ بحیرا کے پاس جا کے اس امر میں مذاکرہ کیا تو اس نے سخت ممانعت کی۔

اور پوچھا: **اتجدون صفته** (تم لوگ نبی موعود کی صفت اس لڑکے میں پاتے ہو؟)

یہودیوں نے کہا: ہاں!

بحیرا نے کہا: **فمالکم الیه سبیل** (جب یہ بات ہے تو اس کی اذیت رسانی کی سبیل ہی ممکن نہیں)۔

یہودیوں نے یہ بات مان لی اور باز آئے۔

ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں مراجعت کی تو ازراہِ شفقت پھر کبھی آپ کو لے کر سفر کو نکلے۔

سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے روایت ہے کہ ابو طالب سے اس راہب نے کہا: یہاں کے علاقے میں اپنے بھتیجے کو لے کے نہ نکلنا' اس لئے کہ یہودی عداوت پیشہ ہیں' اور یہ اس امت کا پیغمبر ہے' وہ عرب ہے۔ یہودی حسد کریں گے' وہ چاہتے ہیں کہ نبی موعود بنی اسرائیل کی قوم کا ہو۔ لہٰذا اپنے بھتیجے کو بچائے رکھنا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت:

نفیسہ رضی اللہ عنہا بنت منیہ کہ یعلیٰ بن منیہ کی بہن تھیں۔ کہتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پچیس برس کے ہوئے' مکے میں اس وقت تک آپ "امین" کے نام سے موسوم تھے۔ اور یہ نام اس لئے مشہور تھا کہ نیک خصلتیں آپ کی ذات میں حد کمال کو پہنچی ہوئی تھیں۔

شام کے تجارتی سفر کی مزید تفصیل:

آپ اسی عمر میں تھے کہ ابو طالب نے گزارش کی: اے میرے بھتیجے' میں ایک ایسا شخص ہوں کہ میرے پاس مال و زر

نہیں۔ زمانہ ہم پر شدت وسخت گیری کر رہا ہے' پے در پے کئی مہنگے سے گزرتے چلے آئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ نہ ہمارے پاس مایہ وبضاعت ہے' نہ سامانِ تجارت ہے یہ تیری قوم کا قافلہ ہے کہ ملک شام میں اس کے سفر کا وقت آ گیا ہے اور خدیجہ بنت خویلد تیری قوم کے لوگوں کو اپنے اسباب کے ساتھ بھیجتی ہے اگر تو بھی اپنے آپ کو پیش کرے (تو بہتر ہے)۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر ملی تو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیغام بھیجا اور جو اجرت دوسروں کو دیتی تھیں' آپ ﷺ کے لئے اس کا دونا معاوضہ قرار دیا۔ آنحضرت ﷺ اس قرارداد کے مطابق خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ کے ساتھ چلے تا آنکہ شام کے شہر بُصرٰی میں پہنچے اور یہاں کے بازار میں ایک درخت کے نیچے فروکش ہوئے۔ ایک راہب جس کا نام نسطور تھا۔ یہ مقام اس کی عبادت گاہ کے قریب ہی واقع تھا۔ میسرہ کو یہ راہب پہلے سے جانتا تھا' اس کے پاس آ کے پوچھا: اے میسرہ اس درخت کے نیچے کون اُترا ہے؟

میسرہ نے کہا: ایک قریشی جو حرم کعبہ والوں میں ہے۔

راہب نے کہا: اس درخت کے نیچے بجز پیغمبر کے اور کوئی دوسرا ہرگز نہیں اُترا۔

یہ کہہ کے میسرہ سے دریافت کیا: کیا اس کی دونوں آنکھوں میں سرخی ہے؟

میسرہ نے جواب دیا: ہاں! اور یہ سرخی کبھی اُس سے جدا نہیں ہوتی۔

راہب نے کہا: وہی وہی' آخری پیغمبر' اے کاش میں وہ زمانہ پاتا جب اس کے اخراج کا وقت آتا۔

رسول اللہ ﷺ جو مال لے کے چلے تھے' بصرٰی کے بازار میں اس کو بیچ ڈالا اور دوسرا سامان مول لیا۔ ایک شخص کے ساتھ کسی چیز میں اختلاف کیا۔

اس نے کہا: لات وعزیٰ کا حلف اُٹھاؤ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے کبھی ان دونوں کی قسم نہیں کھائی۔ میں تو پاس سے گزرتا ہوں تو اُن کی جانب سے منہ پھیر لیتا ہوں۔

اس شخص نے تصدیق کی کہ بات وہی ہے جو تو نے کہی۔

میسرہ سے راہب نے تنہائی میں کہا: خدا کی قسم یہ پیغمبر ہے' جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُسی کی قسم کہ یہ وہی ہے جس کی صفت ہمارے علماء اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔

میسرہ نے ذہن نشین کر لی اور آخر کار تمام قافلے والے واپس چلے۔

میسرہ کی نگاہ (اثنائے سفر میں) رسول اللہ ﷺ پر تھی۔ جب دوپہر ہوتی اور گرمی پڑتی تو دیکھتا کہ آنحضرت ﷺ اونٹ پر سوار ہیں اور دو فرشتے دھوپ سے آپ ﷺ پر سایہ کئے ہوئے ہیں۔

راویوں کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میسرہ کے دِل میں آنحضرت ﷺ کی ایسی محبت ڈالی دی کہ رسول اللہ ﷺ کا وہ گویا غلام بن گیا۔ واپسی میں جب مقام مرالظہران پہنچے تو آنحضرت ﷺ سے عرض کی: یا محمد (ﷺ)! آپ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس

جایئے اور مجھ سے پہلے پہنچ جایئے آپ کے باعث مال میں اللہ تعالیٰ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جو نفع پہنچایا ہے اس سے مطلع فرمایئے۔ آپ کے لئے وہ اس کا خیال رکھیں گی۔

رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے تا آنکہ ظہر کے وقت مکے پہنچے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے ایک بالاخانے میں چند عورتوں کے ساتھ بیٹھی تھیں جن میں ایک نفیسہ بنت منیہ بھی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنے اونٹ پر سوار ہیں اور دو فرشتے سایہ کر رہے ہیں۔ ان عورتوں کو یہ کیفیت دکھائی تو سب متعجب ہوئیں۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور مال میں جو نفع ہوا تھا اس کا حال بیان کیا۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس سے خوش ہوئیں۔ میسرہ کے آنے پر اپنا مشاہدہ اس سے بیان کیا تو میسرہ نے کہا: جب سے ملک شام سے ہم واپس چلے ہیں یہ اسی وقت سے دیکھتا آیا ہوں۔

میسرہ نے نسطور راہب کی بات بھی خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سنا دی اور اُس شخص کی گفتگو بھی بتا دی جس نے بیع کے معاملے میں آنحضرت ﷺ سے مخالفت کی تھی۔

پہلے جتنا فائدہ ہوتا' اس مرتبہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس سے دونا فائدہ اٹھایا۔ آنحضرت ﷺ کے لئے جو معاوضہ نامزد کیا تھا۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس کی مقدار بھی دونی کر دی۔

چند آثار نبوت:

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: من جملہ آثار نبوت پہلے پہل جو چیز رسول اللہ ﷺ نے مشاہدہ فرمائی وہ یہ تھی کہ آپ ہنوز لڑکے ہی تھے کہ حکم ہوا: استتر (ستر عورت کر' جن اعضاء کو ڈھانک چھپا کے رکھنا چاہیئے انہیں کھلا نہ رہنے دے)۔ اسی دن سے پھر آپ کے اعضائے نہفتنی نظر نہ آئے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ (کے جسم) میں اسے نہ دیکھا۔

برّہ بنت ابی تجراۃ کہتی ہیں: اللہ تعالیٰ کو جب رسول اللہ ﷺ کا اکرام اور نبوت کی ابتداء منظور ہوئی تو یہ کیفیت پیش آنے لگی کہ آنحضرت ﷺ جب قضائے حاجت کے لئے نکلتے تو اتنی دور نکل جاتے کہ کوئی گھر نظر نہ آتا۔ غاروں اور دروں اور دیواروں میں چلے جاتے مگر وہاں جس پتھر اور جس درخت کے پاس سے گزرتے وہ کہتا: السلام علیك یا رسول الله ﷺ (اے خدا کے پیغمبر! آپ سلامت رہیں)۔ داہنے بائیں اور پیچھے دیکھتے تو کوئی نظر نہ آتا۔

ربیع یعنی ابن خثیم کہتے ہیں: عہد جاہلیت میں اسلام سے بیشتر رسول اللہ ﷺ کو حکم بنایا جاتا تھا۔ مقدمات پیش ہوتے تھے۔ اور آپ سے فیصلہ کرایا جاتا تھا۔ اسلام میں تو پھر آپ کی یہ خصوصیت ہو ہی گئی۔

ربیع نے ایک بات کہی ہے' اور وہ کون سی بات ہے؟ وہ بات یہ ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی' آپ کو امین بنا دیا تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کا امین آنحضرت ﷺ کو ٹھہرایا تھا۔

مجاہد سے روایت ہے کہ قبیلۂ بنی غفار کے لوگوں نے ایک گوسالے کی قربانی کرنی چاہی کہ اسے ذبح کر کے بعض دیوتاؤں پر چڑھائیں۔ گوسالے کو (قربانی کے لئے) جب باندھا تو وہ چلایا:

يالِ ذريع امرٌ لنجح، صالحٌ يصيح بمكة يشهد ان لا الله الا الله.

''جماعت کی دہائی ایک معاملہ کامیاب ہو چکا ہے' ایک چلانے والا' بزبان فصیح مکے میں اس بات کی شہادت دیتے ہوئے چلا رہا ہے کہ بجز اللہ کے اور کوئی معبود نہیں''۔

لوگوں نے دیکھا اور کچھ روز کے بعد اس تاریخ کا حساب لگایا تو معلوم ہوا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے تھے۔[1]

حضور علیہ السلام کو مشرکانہ میلے میں لیکر جانے کی کوشش:

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں مجھ سے اُمّ ایمن نے بیان کیا کہ بوانہ ایک بت تھا۔ جس کے حضور میں قریش حاضر ہو کے اس کی تعظیم کرتے تھے' قربانی کرتے تھے' وہیں اپنے سر منڈاتے تھے۔ ایک رات دِن اسی کے پاس معتکف رہتے تھے اور یہ تمام رسمیں سال میں ایک دِن ہوا کرتی تھیں۔

ابوطالب اپنے لوگوں کے ساتھ اس تقریب میں شریک ہوتے رہتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے کہ لوگوں کی معیت میں آپ بھی اس تہوار میں شرکت فرمائیں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکار ہی کرتے رہے۔ حتیٰ کہ میں نے دیکھا ابوطالب آپ سے ناخوش ہو گئے اور آپ کی پھوپھیاں سخت غضب ناک ہو کر کہنے لگیں۔

تو جو ہمارے دیوتاؤں سے پرہیز و اجتناب کر رہا ہے تو اس کرتوت سے ہمیں خود تجھ پر خوف ہے۔

یہ بھی کہنے لگیں: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا ارادہ ہے کہ تم اپنی قوم کے کسی میلے میں نہ شریک ہوتے اور نہ ان کی جمعیت بڑھاتے؟

اُمّ ایمن کہتی ہیں کہ سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درپے رہے' ناچار آپ کو جانا پڑا' گئے تو جب تک خدا نے چاہا ان کی نظروں سے غائب رہے' واپس آئے تو مرعوب و دہشت زدہ تھے۔

پھوپھیوں نے پوچھا:

((ما دهاك)).

''تجھے کیا ہو گیا ہے؟''

((انى اخشٰى ان يكون بى لمم)).

''میں ڈرتا ہوں کہ مجھے جنون نہ ہو''۔

ان سب نے کہا:

((ما كان الله ليبليك بالشيطان و فيك من خصال الخير ما فيك)).

''تجھ میں جو جو نیک خصلتیں ہیں ان کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ شیطان کے ابتلاء میں تجھے نہ پھنسائے گا''۔

---

[1] ذریع، بوزن، امیر، بمعنی جماعت۔

((فما الذی رأیت؟))

''آخر تو نے کیا دیکھا؟''

فرمایا:

((انی کلما ذنوب من صنم تمثّل لی رجلٌ ابیض طویلٌ یصبح بی وراء ك یا محمّد ﷺ لا تمسه)).

''ان بتوں میں سے جس بات کے پاس جاتا ایک سفید رنگ بلند وبالا آدمی دکھائی دیتا جو للکارتا اے محمد (ﷺ) پیچھے ہٹ جا اسے نہ چھو''۔

اُمّ ایمن کہتی ہیں اس واقعہ کے بعد قریش کے کسی میلے میں آنحضرت نے شرکت نہ کی حتیٰ کہ نبوت سے فائز ہوئے۔

''تبع'' شاہِ یمن کی مدینہ آمد:

اُبی بن کعب کہتے ہیں' تبع (بادشاہ یمن) جب مدینے میں آیا اور ایک نالی کے کنارے فروکش ہوا تو علمائے یہود کو بلا کے کہا: اس شہر کو ویران کیا چاہتا ہوں' تاکہ یہودیوں کا مذہب یہاں استقامت نہ پا سکے' عربوں کا مذہب مرجع قرار پائے۔

سامول یہودی نے کہ سب سے بڑا عالم تھا اس کا جواب دیا:۔

کتب سابقہ میں آپ ﷺ کا ذکر مبارک اور یہود کی زبانی اس کا تذکرہ:

اے بادشاہ! یہ وہ شہر ہے کہ اولادِ اسماعیل (علیہ السلام) کے ایک پیغمبر کا یہ مقام ہجرت ہوگا۔ اس کی ولادت گاہ مکہ' نام احمد' اور یہ (شہر مدینہ) اس کا دارالہجرت ہوگا۔ اسی جگہ جہاں تو اس وقت کھڑا ہے' بہتیرے مقتول ومجروح ہوں گے اس کے اصحاب بھی اور اس کے دُشمن بھی۔

تبّع نے پوچھا: تمہارے گمان کے مطابق وہ تو پیغمبر ہوگا۔ پھر اُن دنوں اس سے لڑے گا کون؟

سامول نے کہا: اُسی کی قوم اس پر چڑھائی کرے گی اور یہی آپس میں لڑیں گے۔

تبع نے کہا: اس کی قبر کہاں ہوگی؟

سامول نے کہا: اسی شہر میں۔

تبّع نے دریافت کیا: جب اُس کے ساتھ لڑیں گے تو شکست کس کو ہوگی؟

سامول نے کہا: کبھی اُسے اور کبھی اُنہیں۔ جس جگہ اس وقت تو ہے یہیں اُس کو ہزیمت ہوگی اور یہاں اُس کے اتنے اصحاب کام آئیں گے کہ جتنے کسی دوسری جگہ قتل نہ ہوئے ہوں گے۔ مگر انجام کار اسی کو فتح ہوگی۔ وہی غالب آئے گا اور ایسا غالب آئے گا کہ اس امر (نبوت) میں کوئی اس کا منازع (یعنی طرف مقابل) نہ رہ جائے گا۔

تبّع نے پوچھا: اس کا حلیہ کیا ہوگا؟

سا مول نے کہا: وہ نہ پست قامت ہوگا' نہ دراز قد۔ دونوں آنکھوں میں سرخی ہوگی' اونٹ پر سوار ہوا کرے گا۔ شملہ [1] پہنے گا۔ گردن پر تلوار رہے گی' جو اس کے مقابل آئے گا' خواہ بھائی ہو' یا بھتیجا یا چچا' کسی کی پرواہ نہ کرے گا۔ تا آنکہ غالب آئے۔

تبع نے کہا: اس شہر پر قبضہ کرنے کی کوئی سبیل نہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ میرے ہاتھ پر ویران ہو نا چار تبع یمن چلا گیا۔

عبدالحمید بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ زبیر بن باطا جو یہودیوں میں سب سے بڑا عالم تھا۔ کہتا تھا کہ میں نے ایک کتاب پائی ہے جس کا ختم میرا باپ مجھے سنایا کرتا تھا۔ اس کتاب میں احمد کا تذکرہ ہے کہ وہ ایک پیغمبر ہوں گے۔ اور سر زمین قرظ [2] میں ظہور فرمائیں گے۔ ان کا حلیہ ایسا اور ایسا ہوگا۔ اپنے باپ کے مرنے پر زبیر نے لوگوں سے اس کا تذکرہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ اس وقت مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ کچھ ہی دن گزرے تھے کہ اُس نے سنا رسول اللہ ﷺ نے مکے میں ظہور فرمایا ہے وہ کتاب لی' اور وہ تشریح مٹادی۔ رسول اللہ ﷺ کی شان جو اس کتاب میں مذکور تھی چھپا ڈالی اور کہہ دیا اس میں نہیں ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مبعوث ہونے سے قبل ہی قریظ و نضیر و خیبر و فدک کے یہودیوں کے ہاں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صفات و شمائل اور حلیہ موجود تھا۔ یہ بھی جانتے تھے کہ آپ کا دار الہجرت مدینہ ہوگا۔ آنحضرت صلوٰۃ اللہ علیہ جب پیدا ہوئے تو علمائے یہود نے کہا کہ آج شب کو احمد (ﷺ) پیدا ہو گئے۔ یہ ستارہ نکل آیا جب آپ نبی ہوئے تو انہیں لوگوں نے کہا: احمد ﷺ نبی ہو گئے۔ وہی ستارہ طلوع ہو گیا جو کسی نبی کی نبوت کے وقت طلوع ہوا کرتا ہے۔ وہ لوگ اس کو پہچانتے تھے۔ آپ کا ذکر پڑھا کرتے تھے۔ اور آپ کی صفت بیان کیا کرتے تھے۔ مگر حسد و سرکشی کی وجہ سے انکار کر بیٹھے۔

نحلہ بن ابی نملہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ یہود بنی قریظہ رسول اللہ ﷺ کا ذکر اپنی کتابوں میں پڑھا کرتے تھے اور اپنے بچوں کو آپ کی صفت اور نام اور ہمارے پاس ہجرت کر کے آنے کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ ظاہر ہو گئے تو ان لوگوں نے حسد کیا اور بغاوت کی اور کہا کہ یہ وہ نہیں ہیں۔

ابوسفیان مولائے ابن ابی احمد سے مروی ہے کہ ثعلبہ بن سعید و اسید بن سُعیہ و اسد بن عبید کا (جو ان لوگوں کے چچا کے بیٹے تھے) اسلام محض ابو عمیرہ بن الہیبان کی حدیث کی وجہ سے ہوا۔

ابن الہیبان یہودی جو یہود شام میں سے تھا۔ اسلام سے چند سال پہلے آیا۔

لوگوں نے کہا کہ ہم نے کسی شخص کو جو پانچ وقت کی نماز نہ پڑھتا ہو (یعنی مسلمان نہ ہو) اس سے بہتر نہیں دیکھا۔ اور جب ہم سے بارش روک لی جاتی تھی تو ہم اس کے محتاج ہوتے تھے۔ اس سے کہتے کہ اے ابن الہیبان نکلو اور ہمارے لئے بارش کی

---

[1] شِمْلَہ: بالکسر' ھَیْاۃ اشتمال' کپڑے کو اس طرح پہننا کہ تمام بدن چھپا رہے۔ عمامہ کا شَمْلَہ عربی زبان کا لفظ ہے۔

[2] قرظ: بزرگ درخت سَلَم یا درخت سنط کا پھل یہ دونوں قسم کے درخت صحرائے عرب میں مشہور تھے۔ اہل عرب ان کے پتے اور پھل کی بڑی قدر کرتے تھے اور اسی کا نام قرظ تھا۔ قرظ کو نچوڑ کر ایک دوا بناتے تھے جسے آقاقیا کہتے تھے۔ ملک میں اس کی تجارت بھی تھی۔ سعد القرظ رسول اللہ ﷺ کا اصل نام فقط ''سعد'' تھا۔ اسی کی تجارت کے باعث ''سعد القرظ'' مشہور ہوئے۔ خود ملک عرب کو بھی اس زمانے میں اسی وجہ سے ''سرزمین قرظ'' کہتے تھے۔

دُعا کرو۔ وہ کہتا تھا: نہیں! تاوقتیکہ تم لوگ اپنے (نماز استسقاء کے لئے) نکلنے سے پہلے صدقہ نہ دو (میں دُعاء نہ کروں گا)۔ ہم کہتے تھے کیا چیز پہلے کریں۔

وہ جواب دیتا کہ ایک صاع کھجور یا دومد جو ہر شخص کے بدلے صدقہ دو۔

ہم یہی صدقہ کرتے تھے پھر وہ ہمیں وادی کے وسط میں لے جاتا تھا۔ واللہ ہم لوگ (مقام دُعاء سے) نہ ہٹتے تھے تا وقتیکہ ابر نہ گزرتا تھا اور ہم پر بارش نہ کردیتا تھا۔

اس نے بہت مرتبہ ہمارے ساتھ یہی کیا اور ہر مرتبہ ہمیں بارش دی گئی۔ وہ ہمارے درمیان ہی تھا کہ اس کی وفات کا وقت آ گیا۔

اس نے کہا کہ اے گروہ یہود تمہارے خیال میں مجھے کس چیز نے شراب وخمیر (کی روٹی) کے ملک سے تکلیف اور بھوک کے ملک کی طرف نکالا۔

لوگوں نے کہا: اے ابوعمیر! تم ہی زیادہ جانتے ہو۔

اس نے جواب دیا: میں اس زمین پر محض اس لئے آیا کہ ایک نبی کے خروج کا انتظار کروں جن کا زمانہ تم پر آ گیا ہے۔ یہی شہر ان کی ہجرت گاہ ہے اور مجھے اُمید ہے کہ میں ان کو پاؤں گا۔ میں ان کی پیروی کروں گا۔ تم لوگ اگر ان کو سننا تو ہرگز کوئی شخص تم پر ان کے پاس سبقت نہ کرنے پائے کیونکہ وہ خونریزی بھی کریں گے اور بچوں اور عورتوں کو قید بھی کریں گے یہ چیز ہرگز ہرگز تمہیں ان سے روکنے نہ پائے۔

وہ مر گیا۔ جب وہ رات آئی کہ اس کی صبح کو بنی قریظہ پر فتح حاصل ہوئی تو ثعلبہ اور اسید فرزندان سعید و اسید بن عبید نے جو نوجوان تھے ان لوگوں سے کہا کہ اے گروہ یہود واللہ یہ تو وہی شخص ہے جن کا وصف ہم سے ابوعمیر ابن الہیبان نے بیان کیا تھا۔ لہٰذا اللہ سے ڈرو اور ان کی پیروی کرو۔

انہوں نے کہا کہ یہ وہ نہیں ہیں۔

ان جوانوں نے کہا: واللہ بالضرور یہ وہی ہیں۔

یہ لوگ اُتر آئے اور اسلام لائے۔ ان کی قوم نے اسلام لانے سے انکار کیا۔

محمد بن جبیر بن مطعم نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے ایک ماہ قبل ہم لوگ صنم بوانہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اونٹوں کی قربانی کی تھی۔ اتفاق سے ایک بت کے پیٹ سے ایک شور کرنے والا شور کر رہا تھا کہ ایک عجیب بات سنو۔ وحی کا چرانا بند ہو گیا اور ہمیں شہاب (انگارے) مارے جاتے ہیں۔ ایک نبی کی وجہ سے جو مکے میں ہوں گے اور ان کا نام احمد ہوگا اور ان کی ہجرت گاہ یثرب ہوگی۔

ہم لوگ رک گئے اور متعجب ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ ظاہر ہو گئے۔

النضر بن سفیان الہذلی نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہم لوگ اپنے ایک قافلے کے ہمراہ ملک شام روانہ ہوئے۔

جب زرقاء ومعاون کے درمیان پہنچے تو ستانے کے لئے رات کو مقیم ہو گئے۔ اتفاق سے ایک سوار کہہ رہا تھا اے سونے والو! بیدار ہو جاؤ کیونکہ یہ وقت سونے کا نہیں۔ احمد (ﷺ) ظاہر ہو گئے ہیں اور جن پورے طور پر کھدیڑ دیئے گئے ہیں۔

ہم لوگ پریشان ہو گئے۔ حالانکہ ہمارے رفیق بہت تھے جنہوں نے اس کو سنا ہم اپنے اعزہ کے پاس آئے تو انہیں مکے میں اس اختلاف کا ذکر کرتے سنا جو قریش میں ایک نبی کے متعلق تھا۔ جو بنی عبدالمطلب میں سے ظاہر ہوئے تھے۔ اور نام احمد (ﷺ) تھا۔

عامر بن ربیعہ سے مروی ہے کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو کہتے سنا کہ ہم اولاد اسماعیل (علیہ السلام) کی شاخ بنی عبدالمطلب میں سے ایک نبی کے منتظر ہیں۔ میں خیال نہیں کرتا کہ انہیں پاؤں گا میں ان پر ایمان لاتا ہوں' اور ان کی تصدیق کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں۔ (اے مخاطب!) اگر تمہاری مدت دراز ہو اور تم انہیں دیکھو تو ان سے میرا سلام کہہ دینا اور میں تمہیں بتاؤں گا کہ ان کی صفت کیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ تم پر مخفی نہ رہیں گے۔

میں نے کہا: بیان کرو۔

انہوں نے کہا: وہ ایسے شخص ہوں گے جو نہ بلند قامت ہوں گے' نہ پست قد اور نہ بہت بال والے ہوں گے نہ کم بال والے۔ ان کی آنکھوں سے سرخی کبھی جدا نہ ہوگی۔ دونوں شانوں کے درمیان (پشت پر) مہر نبوت ہوگی۔ نام احمد ہوگا۔

یہ شہر (مکہ) ان کا مقام ولادت و بعثت ہوگا۔ پھر اُس (مکے) سے قوم انہیں نکال دے گی اور جو کچھ تعلیمات الٰہی وہ لائیں گے ناپسند کرے گی۔ یہاں تک کہ وہ یثرب کی طرف ہجرت کریں گے اور ان کے امر کو غلبہ ہو جائے گا۔

بس خبردار رہنا کہ تمہیں ان سے بہکا نہ دیا جائے۔ میں تمام شہروں میں دین ابراہیم کی طلب و تلاش میں گھوما ہوں۔ جس یہودی نصرانی یا مجوسی سے دریافت کرتا تھا وہ کہتے تھے کہ یہ دین تمہارے بعد آئے گا۔ اور آنحضرت ﷺ کی صفات اسی طرح بیان کرتے تھے جس طرح میں نے تم سے بیان کی ہیں اور کہتے تھے کہ ان کے سوا اب کوئی نبی باقی نہیں۔

عامر بن ربیعہ نے کہا: جب میں اسلام لایا تو رسول اللہ ﷺ کو زید بن عمرو کے قول کی خبر دی اور ان کی طرف سے آپ کو سلام کہہ دیا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا۔ ان کے لئے دُعائے رحمت کی اور فرمایا کہ میں نے انہیں جنت میں ناز سے ٹہلتے دیکھا ہے۔

عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب سے مروی ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل نے کہا: میں نے نصرانیت و یہودیت کی خوشبو لی مگر ان دونوں کو ناپسند کیا۔ شام اور اس کے مضافات میں پھرا' یہاں تک کہ صومعہ میں ایک راہب کے پاس گیا' اس سے اپنی قوم سے جدائی و بت پرستی و یہودیت و نصرانیت سے کراہت بیان کی تو اس نے کہا: میں خیال کرتا ہوں کہ تم دین ابراہیم چاہتے ہو۔ اے اہل مکہ کے برادر! تم وہ دین تلاش کرتے ہو جس پر آج عمل نہیں کیا جاتا۔ وہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے جو حنیف (موحد) تھے۔ نہ یہودی تھے نہ نصرانی۔ وہ اسی بیت اللہ کی طرف نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے تھے۔ جو تمہارے شہر (مکہ) میں ہے۔ لہٰذا تم اپنے شہر میں چلے جاؤ۔ کیونکہ تمہاری قوم میں سے تمہارے ہی شہر میں ایک نبی مبعوث ہوں گے جو دین حنیف ابراہیم علیہ السلام

کو لائیں گے اور وہ خدا کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ بزرگ ہوں گے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: مکے میں ایک یہودی رہتا تھا جو وہیں تجارت کرتا تھا۔ جب وہ شب ہوئی جس میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی تو اس نے قریش کی ایک مجلس میں کہا: کیا آج کی شب تم لوگوں میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ لوگوں نے کہا ہمیں اس کا علم نہیں ہے۔

اس نے کہا: میں نے غلطی کی، واللہ! جہاں میں ناپسند کرتا تھا (وہیں ولادت ہوئی)۔ اے گروہ قریش دیکھو! جو میں تم سے کہتا ہوں اس کی جانچ کرو۔ آج کی شب کو اس اُمت کے نبی احمد ﷺ جو سب سے آخر میں پیدا ہوئے ہیں اگر میں غلطی کرتا ہوں تو وہ فلسطین میں (پیدا ہوئے) ہیں ان کے دونوں شانوں کے درمیان ایک سیاہ و زرد مسّا ہے جس میں برابر برابر بال ہیں۔

ساری قوم اپنی نشست گاہ سے منتشر ہوگئی اور وہ لوگ اس کی بات سے تعجب کر رہے تھے۔

جب یہ لوگ اپنے اپنے مکان گئے تو انہوں نے اپنے اپنے متعلقین سے ذکر کیا ان میں سے بعض سے کہا گیا کہ آج شب کو عبداللہ بن عبدالمطلب کے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اس کا نام انہوں نے محمد ﷺ رکھا ہے۔

اس روز کے بعد یہ سب لوگ ملے اور اس یہودی کے پاس گئے اس سے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ میرے خبر دینے کے بعد ہوا ہے یا اس سے پہلے۔ لوگوں نے کہا کہ اس سے پہلے اور اس کا نام احمد ہے۔

اس نے کہا: ہمیں اس کے پاس لے چلو۔

یہ لوگ اس کے ہمراہ نکلے، یہاں تک کہ بچے کی والدہ کے پاس گئے۔ انہوں نے اس بچے کو ان کے پاس باہر بھیج دیا۔ اس یہودی نے وہ مسّا بچے کی پیٹھ پر دیکھا تو غش آ گیا۔ افاقہ ہوا تو لوگوں نے کہا کہ تیری بربادی ہو تجھے کیا ہوا۔

جواب دیا: بنی اسرائیل سے نبوت چلی، اور ان کے ہاتھوں سے کتاب الٰہی نکل گئی۔ یہ لکھا ہوا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کو قتل کرے گا اور ان کے احبار پر غالب آ جائے گا۔ عرب نبوت پر فائز ہوئے۔ اے گروہ قریش کیا تم خوش ہوئے۔ خبردار! واللہ وہ تم کو ایسا غلبہ دے گا۔ جس کی خبر مشرق سے مغرب تک جائے گی۔

یعقوب بن عتبہ بن المغیرہ بن الاخنس سے مروی ہے کہ ستارہ گرنے سے عرب میں سب سے پہلے قبیلۂ ثقیف پریشان ہوا۔ وہ لوگ عمرو بن اُمیہ کے پاس آئے کہ تم دیکھتے نہیں کہ کیا بات پیدا ہوئی۔

اس نے کہا کہ ہاں میں دیکھتا ہوں۔ تم لوگ غور کرو۔ اگر یہ راہ بتانے والے ستارے وہی ہیں جن سے راستے کا اندازہ کیا جاتا ہے اور جاڑے گرمی اور بارش کے اوقات معلوم ہوتے ہیں اگر وہی ستارے بکھر گئے ہیں تو دنیا کا فیصلہ ہے اور اس مخلوق کی روانگی ہے جو اس دُنیا میں ہے۔ اور اگر یہ کوئی دوسرے ستارے ہیں تو کوئی اور امر ہے جس کا اس مخلوق کے ساتھ اللہ نے ارادہ کیا ہے۔ اور کوئی نبی عرب میں مبعوث ہوگا۔ اس بات کا چرچا ہو گیا۔

محمد بن کعب القرظی سے مروی ہے کہ اللہ نے یعقوب کو وحی بھیجی کہ میں تمہاری ذرّیت میں سے بادشاہ اور انبیاء مبعوث

کروں گا۔ یہاں تک کہ میں اس نبی حرم کو مبعوث کروں گا جس کی اُمت ہیکل بیت المقدس تعمیر کرے گی۔ وہ خاتم الانبیاء ہو گا اور اس کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہو گا۔

شعبی سے مروی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے دفتر میں ہے کہ تمہاری اولاد میں چند شاخیں اور چند شاخیں ہوں گی (یعنی اولاد اسماعیل واولاد اسحاق) یہاں تک کہ وہ نبی اُمّی آئیں گے جو خاتم الانبیاء ہوں گے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو ہاجرہ (والدہ اسماعیل) کو نکالنے کا حکم ہوا تو انہیں براق پر سوار کیا گیا۔ وہ جس شیریں اور نرم (قابل زراعت) زمین پر گزرتے تھے تو کہتے تھے کہ اے جبرئیل یہیں اُتار دو۔ جواب ملتا نہیں یہاں تک کہ مکہ آئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: اے ابراہیمؑ اُترو۔ انہوں نے کہا: یہاں نہ دودھ کے جانور نہ زراعت۔ جبرئیل نے کہا: ہاں! یہیں تمہارے بیٹے کی اولاد سے وہ نبی نکلیں گے جن سے کلمۂ علیا تکمیل کو پہنچے گا۔

محمد بن کعب القرظی سے مروی ہے کہ جب ہاجرہ اپنے فرزند اسماعیل علیہ السلام کو لے کے نکلیں تو وہاں انہیں ایک ملنے والا ملا اور کہا اے ہاجرہ تمہارا بیٹا متعدد قبائل کا باپ ہو گا اور اسی قبیلے سے نبی اُمی پیدا ہوں گے جو ساکن حرم ہوں گے۔

عاصم بن عمرو وغیرہ سے مروی ہے کہ جب ہاجرہ اپنے فرزند اسماعیل علیہ السلام کو لے کے نکلیں تو وہاں انہیں ایک ملنے والا ملا اور کہا: اے ہاجرہ! تمہارا بیٹا متعدد قبائل کا باپ ہو گا اور اسی قبیلے سے نبی امی پیدا ہوں گے جو ساکن حرم ہوں گے۔

عاصم بن عمرو وغیرہ سے مروی ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کے قلعہ میں اُترے تو کعب بن اسد نے بنی قریظہ سے کہا: اے گروہ یہود! اس شخص کی پیروی کرو کیونکہ واللہ وہ نبی ہیں۔ تمہیں بھی خوب واضح ہو گیا ہے کہ وہ نبی مرسل ہیں یہ وہی ہیں جن کو تم اپنی کتاب میں (لکھا ہوا) پاتے ہو۔ یہ وہی ہیں جن کے متعلق عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی ہے۔ تم لوگ خوب ان کی صفت پہچانتے ہو۔

ان لوگوں نے جواب دیا: بیشک یہ وہی ہیں۔ مگر ہم لوگ توریت کے حکم سے جُدا نہ ہوں گے (توریت کو ترک کر کے قرآن پر عمل نہیں کریں گے)۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدرسہ توریت میں آئے اور فرمایا تم میں جو سب سے بڑا ہو اسے میرے پاس بھیجو۔

انہوں نے کہا وہ عبداللہ بن صوریا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے تنہائی میں ملے۔ ان سے آپ نے اس کے دین کی اور اس انعام کی جو اللہ نے ان لوگوں پر کیا تھا اور اس من وسلویٰ کی جو انہیں عطاء کیا تھا۔ اور اس ابر کی جس کے ذریعے سے ان پر سایہ ڈالا تھا قسم دی کہ کیا تو جانتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

اس نے کہا کہ بار الہا! ہاں جو میں جانتا ہوں اسے ساری قوم جانتی ہے۔ بیشک آپ کی حالت وصفت توریت میں واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔ ان لوگوں نے آپ سے حسد کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا خود تمہیں کون سا امر مانع ہے۔

عرض کی: میں اپنی قوم کی مخالفت پسند نہیں کرتا۔ عنقریب یہ لوگ آپ کی پیروی کریں گے اور اسلام لائیں گے، تو میں بھی اسلام لاؤں گا۔

محمد بن عمارہ بن عزیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وفد نجران آیا ان میں ابوالحارث بن علقمہ بن ربیعہ بھی تھا جو ان لوگوں کے دین کا عالم بھی تھا' اور رئیس بھی تھا۔ وہ ان کا اسقف (پادری) اور امام اور توریت کا معلّم بھی تھا۔ ان لوگوں میں اس کی قدر بھی تھی اس کے خچر نے ٹھوکر کھا کے اسے گرا دیا۔ بھائی نے کہا کہ دور ماندہ ہلاک ہو گیا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کرتا ہے۔

ابوالحارث نے کہا تم خود ہلاک و برباد ہوئے۔ کیا تم اس شخص کو برا کہتے ہو جو مرسلین میں سے ہے۔ بیشک یہ وہی ہیں جن کی عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی ہے اور بے شک توریت میں انہیں کا تذکرہ ہے۔ انہوں نے کہا: پھر تجھے ان کا دین قبول کرنے سے کون سا امر مانع ہے۔

اس نے کہا: اس قوم نے ہمیں شریف بنایا ہے' ہمارا اکرام کیا' ہمیں مال دیا' ان لوگوں کو آپ کی مخالفت کے سوا اور کوئی بات منظور نہیں۔

بھائی نے قسم کھائی کہ وہ اس کی وجہ سے کسی طرف مائل نہ ہوں گے تاوقتیکہ مدینہ آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائیں۔ اس نے کہا: اے برادر! جانے دو کیونکہ میں تو محض مزاح کر رہا تھا۔ جواب دیا: اگرچہ مزاح ہو۔ وہ اپنی سواری مارنے لگے اور یہ شعر پڑھنے لگے۔

اليك يذوى قلقا و ضنينها معترضا فى بطنها جنينها
مخالفا دين النصارى دينها

ابوالحارث کے بھائی آئے اور اسلام لائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قریش نے النضر بن الحارث بن علقمہ اور عقبہ بن ابی معیط وغیرہ کو یہود یثرب کے پاس بھیجا اور ان لوگوں سے کہا کہ تم ان سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دریافت کرو۔

یہ لوگ مدینہ آئے اور کہا ہم لوگ تمہارے پاس ایک ایسے امر کے لئے آئے ہیں جو ہم میں پیدا ہو گیا ہے ہمارا ایک یتیم حقیر لڑکا بہت بڑی بات کہتا ہے۔ وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ رحمٰن کا سوال ہے ہم سوائے رحمٰن یمامہ کے اور کسی کو رحمان نہیں پہچانتے۔

ان لوگوں نے کہا کہ ہم سے اس کی صفت بیان کرو۔

صفت بیان کی تو پوچھا: تم میں سے کس نے اس کی پیروی کی۔

انہوں نے کہا کہ ہمارے ادنیٰ ترین لوگوں نے۔ ان میں سے ایک عالم ہنسا اور کہا: یہی وہ نبی ہیں جن کی نعت وصفت ہم (اپنی کتاب میں) پاتے ہیں اور ان کی قوم کو ان کا سخت دشمن پاتے ہیں۔

حرام بن عثمان الانصاری سے مروی ہے کہ اسعد بن زرارہ اپنی قوم کے چالیس آدمیوں کے ہمراہ ملک شام سے تجارت کے لئے آئے۔ انہوں نے ایک خواب دیکھا کہ کوئی آنے والا ان کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابوامامہ ایک نبی مکے میں ظاہر ہوں گے۔ تم ان کی پیروی کرنا۔ اس کی یہ علامت ہے کہ تم لوگ ایک منزل میں اُترو گے' تمہارے ساتھیوں پر ایک مصیبت آئے گی' تم بچ جاؤ گے اور فلاں شخص کی آنکھ میں طاعون ہو جائے گا۔

لوگ ایک منزل میں اُترے اور رات کے وقت ان سب کو طاعون نے آدبایا۔ سوائے ابوامامہ کے اور ان کے ایک ساتھی کے جس کی آنکھ میں طاعون ہوا سب پر مصیبت آ گئی۔

صالح بن کیسان سے مروی ہے کہ خالد بن سعید نے کہا: میں نے نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے خواب میں ایک تاریکی دیکھی جس نے مکے کو چھپالیا۔ یہاں تک کہ میں نہ پہاڑ کو دیکھتا تھا نہ زمین کو۔ پھر میں نے ایک نور دیکھا جو زمزم سے نکلا مثل چراغ کی روشنی کے۔ وہ جب بلند ہوتا بڑا ہو جاتا' اور پھیل جاتا' وہ بلند ہوا اور سب سے پہلے میرے لئے بیت اللہ روشن ہو گیا۔ روشنی بڑی ہو گئی' کوئی پہاڑ اور زمین ایسی باقی نہ رہی جس کو میں نہ دیکھتا۔ وہ بلند ہو کر پھیل گیا۔ پھر وہ اُترا یہاں تک کہ میرے لئے یثرب کے کھجور کے باغ جن میں گدرائی کھجوریں تھیں روشن ہو گئے۔ میں نے اسی روشنی میں کسی کہنے والے کو سنا کہ وہ کہتا ہے: سبحانہ' سبحانہ' ابن ماردا ذرح اور الاکمہ کے درمیان ہضبۃ الحصیٰ میں ہلاک ہو گیا۔ یہ اُمت سعادت مند ہوئی۔ امیین کا نبی آ گیا۔ مکتوب الٰہی اپنی مدت کو پہنچ گیا۔ اس بستی (مکے) نے جھٹلایا اس پر دو مرتبہ عذاب ہوگا۔ تیسری بار وہ توبہ کرے گی۔ تین میں دو مشرق میں باقی رہیں اور ایک مغرب میں۔

خالد بن سعید نے یہ خواب اپنے بھائی عمرو بن سعید سے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ تم نے عجب واقعہ دیکھا۔ میرا گمان ہے کہ یہ امر عبدالمطلب کے خاندان میں ہوگا۔ کیونکہ تم نے نور کو زمزم سے نکلتے دیکھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ نے بعض انبیائے بنی اسرائیل کو وحی بھیجی کہ تم پر میرا بہت سخت غضب ہے اس لئے کہ تم نے میرا حکم ضائع کر دیا۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ تمہارے پاس روح القدس نہیں آئیں گے۔ تاوقتیکہ میں ملک عرب سے اس نبی اُمی کو مبعوث نہ کر دوں جس کے پاس روح القدس آئیں گے۔

ابو حازم سے مروی ہے کہ ایک کاہن مکے میں ایسے وقت آیا کہ رسول اللہ ﷺ پانچ برس کے تھے اور آپ ﷺ کی دایہ آپ کو عبدالمطلب کے پاس لائی تھیں اور وہ ہر سال آپ کو ان کے پاس لایا کرتی تھیں۔ اس کاہن نے جو آپ کو عبدالمطلب کے ساتھ دیکھا تو کہا: اے گروہ قریش! اس بچے کو قتل کر دو۔ کیونکہ یہ تم کو قتل کر دے گا اور تمہیں جدا کر دے گا۔

عبدالمطلب آپ کو لے کے بھاگے اور قریش کو جیسا کہ کاہن نے ڈرایا تھا' وہ لوگ آپ کے حال سے برابر ڈرتے رہے۔

علی بن حسین سے مروی ہے کہ بنی النجار میں ایک عورت تھی جس کا نام فاطمہ بنت النعمان تھا ایک جن اس کے تابع تھا۔ وہ اس کے پاس آیا کرتا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کی تو وہ اس کے پاس آیا اور دیوار پر اُتر گیا۔ فاطمہ نے کہا: تجھے کیا ہوا کہ جس طرح آیا کرتا تھا نہیں آتا۔ اس نے کہا کہ وہ نبی آ گئے ہیں جو شراب و زنا کو حرام بتاتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب نبی ﷺ مبعوث ہوئے' تو جن کھدیڑ دیئے گئے۔ اور انہیں ستارے مارے گئے۔ حالانکہ آپ کی بعثت کے قبل وہ لوگ (آسمان کی خبریں) سنا کرتے تھے (آسمان پر) جنوں کے ہر قبیلہ کا ایک ٹھکانا تھا۔ جہاں بیٹھ کے وہ لوگ خبریں سنا کرتے تھے اور اس واقعہ سے سب سے پہلے جو لوگ خوفزدہ ہوئے وہ اہل طائف تھے' جن کے پاس اونٹ یا بکری تھی۔ وہ روزانہ اپنے معبودوں کے لئے ذبح کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ان کا مال ختم کر کے قریب پہنچ گیا۔ پھر وہ باز آ گئے۔

ان میں سے بعض نے بعض سے کہا کہ کیا تم دیکھتے نہیں کہ آسمان کے راہ بتانے والے ستارے اس طرح ہیں کہ گویا ان میں سے کچھ نہیں گیا۔ ابلیس نے کہا کہ زمین پر کوئی نئی بات ہوئی ہے۔ تم لوگ میرے پاس ہر زمین کی مٹی لاؤ۔ مٹی اس کے پاس لائی جاتی تھی اور وہ اسے سونگھ کر ڈال دیتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے پاس تہامہ کی مٹی لائی گئی۔ اسے اس نے سونگھا اور کہا وہ نئی بات یہیں ہے۔

زہری سے مروی ہے کہ (بعثت سے پہلے) وحی سنی جاتی تھی' بنی اسد کی ایک عورت کے کوئی جن تابع تھا۔ ایک روز وہ اس کے پاس آیا اور چلانے لگا کہ وہ امر آ گیا جس کی طاقت نہیں۔ احمد (ﷺ) نے زنا حرام کر دیا۔ پھر جب اللہ اسلام کو لے آیا تو (جنوں کو وحی) سننے سے روک دیا۔

سعید بن عمرو الہذلی نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ہمراہ اپنے بت سواع کے پاس حاضر ہوا۔ ہم لوگ اس کے پاس قربانیاں لے گئے تھے۔ میں سب سے پہلا شخص تھا جس نے اس پر ایک فربہ گائے چڑھائی۔ اسے اس بت پر ذبح کیا۔ پھر ہم نے اس کے پیٹ سے یہ آواز سنی کہ تعجب' تعجب' بالکل تعجب۔ متفرق قسم کے لوگوں میں ایسے نبی کے ظہور کا وقت ہے جو زنا کو حرام بتائیں گے' بتوں کے لئے ذبح کرنے کو حرام کہیں گے۔ آسمانوں پر پہرہ کر دے گا۔ اور ہم (جنوں) کو شہاب (ٹوٹنے والے ستارے) مارے گئے۔

(یہ آواز سن کر) ہم لوگ منتشر ہو گئے۔ مکے آئے اور دریافت کیا' مگر ہمیں کوئی ایسا شخص نہ ملا جو محمد (ﷺ) کے خروج کی خبر دیتا۔ یہاں تک کہ ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملے۔ ہم نے ان سے کہا: اے ابوبکرؓ! کیا کوئی ایسے شخص مکے میں ظاہر ہوئے ہیں جو اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ان کا نام احمد (ﷺ) ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں کیا بات ہے؟ میں نے انہیں یہ واقعہ (بت کے پیٹ کی آواز کا) بتایا۔ انہوں نے کہا: ہاں! یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ انہوں نے ہمیں اسلام کی دعوت دی۔ ہم نے کہا: تاوقتیکہ ہم یہ نہ دیکھ لیں کہ قوم کیا کرتی ہے (ہم اسلام نہیں لائیں گے)۔ کاش! ہم لوگ اسی روز اسلام لے آتے پھر اس کے بعد ہم لوگ اسلام لائے۔

عبداللہ سعدہ الہذلی نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہم لوگ اپنے بت سواع کے پاس تھے۔ میں اپنی دو سو بھیڑوں کا ایک گلہ جن کو خارش کی شکایت تھی' اس (بت) کے پاس لے گیا تھا۔ میں انہیں اس کے قریب کر کے برکت کا طالب ہوا۔ پھر میں نے بت کے شکم سے ایک منادی کی آواز سنی جو یہ ندا دیتا ہے کہ جنوں کا مکر گیا۔ ہمیں ایک نبی کی وجہ سے جن کا نام احمد (ﷺ) ہے'

شہاب مارے گئے۔

میں نے کہا کہ مجھے واللہ عبرت دلائی گئی ہے۔

میں اپنی بکریاں واپس لے کے اپنے متعلقین کے پاس چلا گیا۔ پھر ایک شخص سے ملا جس نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے ظہور کی خبر دی۔

محمد بن عمر الشامی نے اپنے مشائخ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ابو طالب کی پرورش میں تھے اور ابو طالب زیادہ مال دار نہ تھے۔ ان کا اونٹوں کا ایک گلہ تھا ان کے پاس اس کا دودھ لایا جاتا تھا۔ جب ابو طالب کے اہل وعیال سب مل کر یا تنہا کھاتے تو شکم سیر نہ ہوتے تھے۔ اور جب ان کے ساتھ نبی ﷺ بھی نوش فرماتے تھے تو سب شکم سیر ہو جاتے تھے۔ ابو طالب جب ان لوگوں کو کھانا کھلانا چاہتے تو کہتے کہ میرے بیٹے کے آنے تک ٹھہر جاؤ۔ آپ ﷺ آتے تھے اور ان لوگوں کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔ تو ان سب کے کھانے سے بچ جاتا تھا۔ ہوتا یہ تھا کہ سب سے پہلے آپ ﷺ نوش فرماتے پھر انہیں دیتے تو وہ سب پیتے تھے۔ اور وہ سب سیر ہو جاتے تھے۔ ابو طالب کہتے تھے کہ بیشک آپ مبارک ہیں اور بچے صبح کو پراگندہ بال اور آنکھوں میں چیپڑ بھرے ہوئے اُٹھتے تھے۔ نبی ﷺ تیل اور سرمہ لگائے اُٹھتے تھے۔

اُمّ ایمن نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو بچپن اور بڑے پن میں کبھی بھوک پیاس کی شکایت کرتے نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ صبح کو جاتے تھے اور زم زم نوش فرماتے تھے۔ پھر ناشتہ پیش کیا جاتا تھا تو فرماتے تھے کہ میں اسے نہیں چاہتا میں شکم سیر ہوں۔

نبوت محمدی ﷺ

رسول اللہ ﷺ سے قبل نام ''محمد'':

سعید بن المسیّب سے مروی ہے کہ عرب کاہنوں اور اہل کتاب سے سنا کرتے تھے کہ ایک نبی مبعوث ہوگا۔ جس کا نام محمد (ﷺ) ہوگا۔ جس عرب کو یہ معلوم ہوا۔ اس نے نبوت کی طمع میں اپنے لڑکے کا نام محمد (ﷺ) رکھا۔

محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ بنی سُلیم میں بنی ذکوان کے محمد بن خزاعی بن خزابہ کا نام (محمد) نبوت کی طمع میں رکھا گیا۔ وہ یمن میں ابرہہ کے پاس چلا گیا اور مرنے تک اس کے ساتھ اُس کے دین پر رہا۔ جب وہ صاحب وجاہت ہوگیا' تو اس کے بھائی قیس بن خزاعی نے حسب ذیل شعر کہا ۔

فذلکم ذوالتاج منا محمد و رایته فی حرمته الموتِ تخفق

''ہمارا صاحب تاج محمد یہ ہے جس کا جھنڈا ہجومِ موت میں لہراتا ہے''۔

قتادہ بن السکن العرفی سے مروی ہے کہ بنی تمیم بن محمد سفیان بن مجاشع اُسقف (یعنی پوپ یا بہت بڑا پادری) تھا۔ اس کے باپ سے کہا گیا کہ عرب کے لئے ایک نبی ہوگا۔ جس کا نام محمد ہوگا۔ تو اس نے اس کا نام محمد رکھا اور بنی سُواءہ میں محمد الجشمی کا اور محمد الاسیدی کا اور محمد الفقیمی کا نام (محمد) بھی طمع نبوت میں لوگوں نے رکھا۔

نزول وحی کے بعد چند اہم واقعات و معجزات:

ابوزید سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجون میں تھے اور آپ رنجیدہ و غمگین تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! مجھے آج کوئی ایسی نشانی دکھادے جس کے بعد میں اپنی قوم کے تکذیب کرنے والوں کی پرواہ نہ کروں۔

یکایک مدینے کے پہاڑی راستے کی طرف کچھ نظر آیا۔ آپ نے اُسے پکارا' وہ زمین کو چاک کرتا ہوا آیا' یہاں تک کہ آپ کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے آپ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ نے اُسے واپسی کا حکم دیا تو وہ واپس چلا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب مجھے اپنی قوم کے تکذیب کرنے والوں کی پرواہ نہیں۔

عطاء سے مروی ہے مجھے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ مسافر تھے۔ آپ استنجا یا قضائے حاجت کے ارادے سے تشریف لے گئے۔ مگر کوئی ایسی چیز نہ ملی جس سے آپ لوگوں سے آڑ کریں۔ دو درختوں کو دیکھا جو دور دور تھے۔ آپ نے ابن مسعود سے فرمایا

جاؤ۔ اوران دونوں کے بیچ میں کھڑے ہوکے کہو کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ تم دونوں اکٹھا ہو جاؤ تا کہ میں تمہاری آڑ میں قضائے حاجت کرلوں۔

ابن مسعود گئے اوران دونوں سے کہا تو ایک ان میں دوسرے کے پاس آ گیا اور آپ نے ان کی آڑ میں قضائے حاجت کر لی۔

یعلی بن مرہ سے مروی ہے کہ میں ایک سفر میں نبی ﷺ کے ہمراہ تھا لوگ ایک منزل میں اُترے آپ نے مجھ سے فرمایا کہ ان دونوں درختوں کے پاس جاؤ اوران سے کہو کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں اکٹھا ہو جانے کا حکم دیتے ہیں۔ ان دونوں کے پاس گیا اوران سے یہی کہا۔ ایک نے دوسرے کی طرف جنبش کی اور دونوں جمع ہو گئے۔ نبی ﷺ روانہ ہوئے۔ آپ آڑ میں ہو گئے اور قضائے حاجت کی۔ اس کے بعد ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے ٹھکانے کی طرف جنبش کی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ بیت الخلاء تشریف لے جاتے ہیں مگر آپ کا کسی قسم کا فضلہ نظر نہیں آتا۔

فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انبیاء کے بدن سے جو خارج ہوتا ہے زمین اسے نگل لیتی ہے اس لئے اُس میں سے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

نورِ اعظم کی زیارت:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک روز جس وقت میں بیٹھا ہوا تھا جبرئیل آئے‘ انہوں نے میری پیٹھ پر ہاتھ مارا تو میں اُٹھ کر ایک درخت کے پاس گیا جس میں پرندے کے آشیانے کی طرح دو چیزیں تھیں۔ ایک میں وہ بیٹھ گئے اور دوسری میں میں بیٹھ گیا۔ وہ اونچی ہوئی‘ اتنا بلند ہوگئی کہ مشرق و مغرب کو روک لیا۔ اگر میں آسمان کو چھونا چاہتا تو ضرور چھو لیتا۔ میں اپنی نگاہ پھیر رہا تھا اور جبرئیل کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ ایسے معلوم ہوتے تھے گویا ایک فرش ہے جو ملا ہوا ہے۔ میں نے اللہ کے متعلق ان کی فضیلت علمی کو پہچانا۔ انہوں نے میرے لئے آسمان کا دروازہ کھولا۔ میں نے اس نورِ اعظم کو دیکھا اس طرف پردہ پڑا تھا۔ اور جھالر موتی اور یاقوت کی تھی۔ پھر اللہ نے مجھے جو وحی کرنا چاہی کی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے یہاں پہرہ دیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ واللّٰه يعصمك من الناس ﴾

''لوگوں سے اللہ آپ کی حفاظت کرے گا''۔

آپ نے خیمے سے اپنے سر باہر نکالا‘ اور فرمایا: اے لوگو! واپس جاؤ۔ کیونکہ لوگوں سے اللہ نے میری حفاظت کی ہے۔

عطاء سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہم گروہ انبیاء ہیں‘ ہماری آنکھیں سوتی ہیں اور ہمارے دِل نہیں سوتے۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دِل نہیں سوتا۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس برآمد ہوئے اور فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ

جبرئیل علیہ السلام میرے سرہانے اور میکائیل میرے پائنتی ہیں۔ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کہتا ہے: آنحضرت ﷺ کی کوئی مثال پیش کرو۔انہوں نے (آنحضرت ﷺ سے) کہا کہ سنیے۔(آپ ﷺ کے کان سنتے رہیں) اور سمجھیے (آپ ﷺ کا قلب سمجھتا رہے) آپ کی اور آپ کی اُمت کی مثال اس بادشاہ کی ہے جس نے ایک مکان بنایا اس میں ایک کوٹھری بنائی اور دسترخوان بچھایا۔پھر ایک قاصد کو بھیجا کہ وہ لوگوں کو کھانے کی دعوت دے۔بعض نے قاصد کی دعوت قبول کر لی اور بعض نے اسے چھوڑ دیا۔

بادشاہ تو اللہ ہے اور مکان اسلام ہے اور کوٹھڑی جنت ہے۔اور اے محمد (ﷺ) آپ قاصد ہیں۔اے محمد (ﷺ)! جس نے آپ کی دعوت قبول کر لی وہ اسلام میں داخل ہو گیا اور جو اسلام میں داخل ہو گیا وہ جنت میں داخل ہو گیا اور جو جنت میں داخل ہو گیا وہ وہ نعمتیں کھائے گا جو اس میں ہیں۔

تاجدارِ نبوت کو زہر دینے کی یہودی کوشش:

ابوسلمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ صدقہ نہیں کھاتے تھے اور ہدیہ نوش فرماتے تھے۔ایک یہودیہ نے آپ ﷺ کو ایک بھونی ہوئی بکری بھیجی۔رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب نے اس میں سے نوش فرمایا۔اس بکری نے کہا: میں زہر آلودہ ہوں۔آپ ﷺ نے اصحاب سے فرمایا کہ ہاتھ اُٹھا لو۔اس نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ زہر آلود ہے۔سب نے ہاتھ اُٹھا لیا۔مگر بشیر بن البراء شہید ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس یہودیہ کو بلایا اور فرمایا کہ تجھے اس حرکت پر کس نے آمادہ کیا؟

اس نے جواب دیا: مجھے معلوم تھا کہ اگر آپ نبی ہوں گے تو آپ کو نقصان نہ کرے گا۔اور اگر آپ بادشاہ ہوں گے تو میں لوگوں کو آپ سے فرصت دلا دوں گی۔کہ آپ ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا اور وہ قتل کر دی گئی۔

یہ واقعہ غزوۂ خیبر کا ہے جہاں زینب بنت الحارث یہودیہ نے آپ کو زہر آلود بھنا ہوا گوشت ہدیۃً بھیجا اور آپ کو بطور اعجاز اس کا زہر آلود ہونا معلوم ہو گیا۔مگر اس سے حضرت بشیر شہید ہو گئے اس لئے قصاصاً اس یہودیہ کی بھی گردن ماردی گئی۔اگر وہ اپنے مزعومہ امتحان نبوت میں آپ کی کامیابی کے بعد بھی ایمان لے آتی تو اس سزا سے بچ جاتی۔نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر مسلم کے گھر کا پکا ہوا کھانا بالکل حلال ہے۔ورنہ آنحضرت ﷺ اس یہودیہ کے گھر کا پکا ہوا گوشت ہرگز نوش نہ فرماتے۔قرآن مجید میں بھی ہے:

﴿ فطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم ﴾

معجزات رسول صلی اللہ علیہ وسلم

پانی سے دودھ بن جانا:

سالم بن ابی الجعد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کو کسی کام سے بھیجا۔ ان دونوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس کو ہم توشہ بنائیں۔ فرمایا: مجھے ایک مشک لا دو وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشک لائے تو آپ نے ہمیں اس کے بھرنے کا حکم دیا۔ ہم نے اسے پانی سے بھر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ڈاٹ لگا دی اور فرمایا تم دونوں جاؤ یہاں تک کہ فلاں فلاں مقام تک پہنچو۔ اللہ تم دونوں کو رزق دے گا۔

وہ دونوں روانہ ہوئے یہاں تک کہ اس مقام پر آئے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا تھا۔ ان کی مشک کھل گئی' بکری کا دودھ اور مکھن نکل آیا' دونوں نے کھایا اور پیا یہاں تک کہ شکم سیر ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر بھیڑیئے کی گواہی:

ابوسعید الحضرمی سے مروی ہے کہ قبیلۂ اسلم کا ایک شخص اپنی بکریوں کے ساتھ تھا جن کو وہ ذوالحلیفہ کے میدان میں چرا رہا تھا۔ اس پر ایک بھیڑیا ٹوٹ پڑا اور ایک بکری چھین لی۔ وہ شخص چلایا اور پتھر مار کے اپنی بکری چھڑا لی۔

بھیڑیا سامنے آیا اور دم کو رانوں کے نیچے دبا کر سرین کے بل اس شخص کے روبرو بیٹھ گیا۔ اور کہا کہ کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے کہ مجھ سے وہ بکری چھینتے ہو جو خدا نے مجھے بطور رزق دی ہے۔

اس شخص نے کہا بخدا میں نے کبھی ایسی بات نہیں سنی۔ بھیڑیے نے کہا تم کس بات سے تعجب کرتے ہو۔ اس نے کہا: میں بھیڑیے کو اپنے ساتھ باتیں کرنے سے تعجب کرتا ہوں۔

بھیڑیے نے کہا: تم نے اس سے زیادہ عجیب بات کو چھوڑ دیا ہے۔ دیکھو! وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو دو پتھریلی زمینوں کے درمیان کھجوروں کے باغ میں لوگوں سے گزری ہوئی باتیں بیان کرتے ہیں اور جو آنے والی باتیں ہیں وہ بھی ان سے بیان کرتے ہیں اور تم یہاں اپنی بکری کے پیچھے پڑے ہوئے ہو۔

جب اس شخص نے بھیڑیے کا کلام سنا تو اپنی بکریوں کو جمع کیا اور انصار کے گاؤں قباء میں لایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دریافت کیا تو ابوایوب رضی اللہ عنہ کے مکان میں پایا۔ اس نے بھیڑیے کا واقعہ سنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچ کہا۔ عشاء کے وقت آنا اور جب دیکھنا کہ لوگ جمع ہو گئے تو انہیں اس واقعے کی خبر دینا۔

اس نے یہی کیا۔ جب نماز پڑھ لی اور لوگ جمع ہوئے تو اس اسلمی نے انہیں بھیڑیے کے واقعے کی خبر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: سچ کہا' سچ کہا' سچ کہا۔ ایسے عجائب قیامت سے پہلے ہوں گے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ قریب ہے' قریب ہے کہ تم میں سے ایک شخص شام یا صبح کو اپنے متعلقین سے غائب ہوگا۔ پھر اس کا کوڑا یا اس کی چھڑی یا اس کا جوتا اسے واقعہ کی خبر دے گا۔ جو اس کے متعلقین نے اس کے بعد کیا ہوگا۔

عثمان بن مظعون کے قبول اسلام کا واقعہ:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مکے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت اپنے مکان کے آگے میدان میں بیٹھے ہوئے تھے تو عثمان بن مظعون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کترائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بیٹھتے نہیں۔ عرض کی: ہاں (بیٹھتا ہوں)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے روبرو بیٹھے پھر جس وقت وہ آپ سے باتیں کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اُٹھائی۔ اور تھوڑی دیر تک آسمان کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر اپنی طرف نظر ڈالنے لگے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے زمین پر داہنی جانب ڈالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہم نشین عثمان رضی اللہ عنہ سے سرک کر اسی مقام پر بیٹھ گئے۔ جہاں نظر ڈالی تھی۔ اپنے سر کو اس طرح حرکت دینے لگے گویا آپ وہ بات سمجھنا چاہتے ہیں جو آپ سے کہی جا رہی ہے۔ ابن مظعون بھی دیکھ رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی ضرورت پوری کر لی اور وہ بات سمجھ لی جو آپ سے کہی جا رہی تھی تو نظر آسمان کی طرف اُٹھائی جیسا کہ پہلی بار کیا تھا۔ آپ کی نظر اس کے پیچھے تھی یہاں تک کہ وہ آسمان میں چھپ گیا۔

پھر آپ اپنی پہلی ہی نشست پر عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں جن اوقات میں آپ کے پاس بیٹھا کرتا تھا' اور آپ کے پاس آیا کرتا تھا ان میں میں نے آپ کو آج صبح کی طرح کرتے نہیں دیکھا۔

فرمایا: تم نے مجھے کیا کرتے دیکھا؟

انہوں نے کہا: آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی نظر آسمان کی طرف اُٹھاتے ہیں۔ پھر آپ نے اسے اپنی داہنی طرف ڈالا۔ اس کے پاس سرک گئے۔ مجھے چھوڑ دیا۔ اور اپنے سر کو اس طرح حرکت دینے لگے' گویا آپ اس بات کو سمجھنا چاہتے ہیں' جو آپ سے کہی جا رہی ہے۔

فرمایا: کیا تم اسے سمجھ گئے؟

عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی تم بیٹھے تھے تو میرے پاس اللہ کا قاصد آیا۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اللہ کا قاصد؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر اس نے آپ سے کیا کہا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ان اللّٰہ یامر بالعدل والاحسان و ایتاء ذی القربٰی وینھٰی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون)).

''اللہ عدل واحسان کا اور قرابت دار کو دینے کا حکم دیتا ہے' بدکاری بے حیائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے' تم کو نصیحت کرتا ہے تا کہ اللہ کو یاد کرو''۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: بس یہی بات تھی کہ میرے دِل میں ایمان نے جگہ کر لی اور مجھے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت پیدا ہوگئی۔

یہود کے سوالات اور حضور علیہ السلام کے جوابات:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک روز یہود کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی۔ ان لوگوں نے کہا کہ اے ابوالقاسم ہم سے وہ چند خصلتیں بیان کیجئے جو ہم آپ سے دریافت کریں جن کو سوائے نبی کے کوئی نہیں جانتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جو چاہو دریافت کرو لیکن میرے لئے اللہ کو ذمہ دار کر دو اور جو عہد یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے لیا تھا۔ وہ مجھ سے کرو کہ اگر میں تم سے کچھ بیان کروں اور تم اسے سمجھ لو تو تم بالضرور اسلام پر میری پیروی کرو گے۔

ان لوگوں نے کہا کہ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے (منظور) ہے۔

فرمایا: تو پھر جو چاہو پوچھو۔

انہوں نے کہا: وہ چار باتیں ہمیں بتائیے جو ہم آپ سے پوچھتے ہیں۔

ہمیں بتائیے کہ وہ کون سا کھانا تھا جو اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) نے توریت نازل ہونے سے پہلے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا؟

عورت کی منی کی مرد کی منی سے کیا کیفیت ہوتی ہے۔ اور اس سے لڑکا کیسے پیدا ہوتا ہے اور لڑکی کیسے پیدا ہوتی ہے؟

سونے میں ان نبی امّی کی کیا کیفیت ہوتی ہے' اور کون فرشتہ ان کا دوست ہوتا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر اللہ کا عہد لازم ہے اگر میں تمہیں بتا دوں گا تو تم ضرور میری پیروی کرو گے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عہد و پیمان چاہا انہوں نے کر لیا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں' جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل کی۔ کیا تم جانتے ہو کہ اسرائیل (یعنی) یعقوب علیہ السلام سخت بیمار ہو گئے' اور ان کی علالت طول پکڑ گئی تو انہوں نے اللہ کے واسطے نذر مانی کہ اگر اللہ انہیں شفا دے گا تو وہ اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ پینے کی چیز اور سب سے زیادہ پسندیدہ کھانے کی چیز (اپنے اوپر) حرام کر لیں گے۔

ان کی سب سے زیادہ پسندیدہ کھانے کی چیز (اونٹ کا گوشت) اور سب سے زیادہ پسندیدہ پینے کی چیز اونٹ کا دودھ تھا۔

ان لوگوں نے کہا: اے اللہ ہاں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ تو ان لوگوں پر گواہ رہنا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں اسی اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل

فرمائی۔

کیا تم جانتے ہو کہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہوتی اور عورت کی منی زرد اور پتلی ہوتی ہے پھر ان میں سے جو غالب ہوتی ہے اللہ کے حکم سے بچہ اور شباہت اس کی ہوتی ہے اگر مرد کی منی عورت کی منی پر غالب آ جائے تو اللہ کے حکم سے لڑکا ہوتا ہے اور اگر عورت کی منی مرد کی منی پر غالب آ جائے تو اللہ کے حکم سے لڑکی ہوتی ہے۔

ان لوگوں نے کہا: اے اللہ ہاں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! ان لوگوں پر گواہ رہنا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں اسی اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی۔ کیا تم جانتے ہو کہ ان نبی امی کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا قلب نہیں سوتا۔

ان لوگوں نے کہا: اے اللہ ہاں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! ان پر گواہ رہنا۔

ان لوگوں نے کہا: اب آپ ﷺ ہم سے یہ بیان کر دیجئے کہ کون سا فرشتہ آپ کا دوست ہے' بس اسی وقت ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہو جائیں گے' یا آپ کو چھوڑ دیں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے دوست جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ اور کبھی کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا جس کے وہ دوست نہ ہوں۔

انہوں نے کہا: اس حالت میں تو ہم آپ کو چھوڑ دیں گے۔ اگر آپ ﷺ کا دوست جبرائیل کے سوا اور کوئی فرشتہ ہوتا تو ضرور آپ ﷺ کی پیروی کرتے اور آپ ﷺ کی تصدیق کرتے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اب تمہیں میری تصدیق کرنے سے کونسا امر مانع ہے؟

ان لوگوں نے کہا: جبرئیلؑ ہمارے دشمن ہیں۔

اسی بات پر اللہ جل شانہٗ نے فرمایا:

﴿ قل من كان عدوا لجبريل فانه نزله على قلبك باذن الله ... الى قوله ... كانهم لايعلمون ﴾

''آپ کہہ دیجئے کہ جو شخص جبرئیل علیہ السلام کا دشمن ہو (تو ہوا کرے) کیونکہ انہوں نے قرآن کو آپؐ کے قلب پر خدا کے حکم سے نازل کیا ہے...... الخ...... اسی بات پر ان لوگوں نے (اپنے اوپر) غضب پر غضب نازل کرایا''۔

سست رفتار گدھے کی رفتار میں تیزی:

اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سعد کو دیکھنے تشریف لے گئے۔ انہیں کے پاس قیلولہ فرمایا۔ جب ٹھنڈا وقت ہو گیا تو وہ لوگ اپنا ایک دیہاتی سست رفتار گدھا لائے۔ اور اس پر رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک چادر کسی۔ رسول اللہ ﷺ سوار ہوئے۔ سعد نے چاہا کہ اپنے بیٹے کو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بٹھا دیں تا کہ وہ گدھے کو واپس لے آئیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم ان کو میرے ساتھ بھیجنے ہی والے ہو تو انہیں میرے آگے سوار کرو۔

سعد نے کہا: نہیں یارسول اللہ ﷺ! آپ کے پیچھے ہی بٹھاؤں گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سواری کے مالک ہی اس کے آگے کے حصے کے زیادہ مستحق ہیں۔

سعد نے کہا کہ میں انہیں آپ ﷺ کے ہمراہ نہ بھیجوں گا' لیکن آپ خود گدھے کو لوٹا دیجئے گا۔

چنانچہ آپ ﷺ نے خود اسے لوٹا دیا۔ اس کی رفتار کی یہ کیفیت تھی کہ خوش رفتار اور اتنا تیز رو ہو گیا تھا کہ اس کے ساتھ کوئی (جانور) نہ چل سکتا تھا۔

منافقین کی نشاندہی:

ثابت البنانی سے مروی ہے کہ منافقین جمع ہوئے اور انہوں نے آپس میں گفتگو کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کچھ لوگ جمع ہوئے اور انہوں نے یہ کہا اور یہ کہا۔ لہٰذا تم لوگ کھڑے ہو اور اللہ سے توبہ کرو۔ اور میں بھی تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔ وہ لوگ کھڑے نہ ہوئے۔

آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کھڑے ہو اور اللہ سے توبہ کرو اور میں بھی تمہارے لئے استغفار کروں گا۔ جب اس پر بھی نہ کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ضرور بالضرور کھڑے ہو ورنہ میں تمہیں نام بنام بتادوں گا۔

(اس پر بھی نہ اُٹھے) تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے فلاں شخص! اُٹھ۔ چنانچہ وہ لوگ شرمندہ ہو کر چہرہ چھپائے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

دُعائے نبوی سے بارانِ رحمت کا نزول:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جمعے کے روز میں منبر کے پاس کھڑا تھا اور رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔

بعض اہل مسجد نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! بارش روک لی گئی ہے اور مویشی ہلاک ہو گئے۔ لہٰذا آپ اللہ سے دُعاء کیجئے کہ وہ ہمیں پانی دے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا دیئے۔

ہم لوگ آسمان پر ذرا سا بھی ابر نہیں دیکھتے تھے مگر اللہ نے ابر کو جمع کر دیا اور اس نے ہم پر خوب پانی برسایا۔ میں نے مضبوط سے مضبوط آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنے دِل میں پریشان تھا کہ وہ کیونکر اپنے متعلقین کے پاس جائے گا۔ سات دِن تک اس طرح بارش ہوتی رہی کہ وہ تھمتی نہ تھی۔

دوسرے جمعہ کو جب رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو حاضرین میں سے کسی نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! مکانات گر گئے اور مسافر رُک گئے۔ اللہ سے دُعا کیجئے کہ وہ اس کو ہم سے اُٹھا لے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کے فرمایا:

((اللهم حوالينا و لا علينا)).

''اے اللہ! ہمارے اطراف برسے اور ہم پر نہ برسے''۔

ابر ہمارے سروں پر تھا۔ وہ اس طرح پھٹ گیا گویا ہم ایسی جگہ ہیں کہ ہمارے گرداگرد بارش ہوتی ہے اور ہم پر نہیں برستا۔

کھانے میں برکت کا معجزہ:

ثابت سے مروی ہے کہ انصار کی ایک خاتون نے اپنا تھوڑا سا کھانا تیار کیا۔ شوہر سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ' آپ کو دعوت دو' اور رسول اللہ ﷺ سے یہ بات خفیہ طور پر کہو۔

وہ آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! فلاں خاتون نے تھوڑا سا کھانا تیار کیا ہے' میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ ہمارے یہاں تشریف لائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے سب لوگوں سے فرمایا کہ فلاں کے والد کی دعوت قبول کرو۔

انہوں نے کہا میں آیا اور میری یہ کیفیت تھی کہ اپنے متعلقین کے پاس جو کچھ چھوڑا تھا اس کی وجہ سے میرے قدم میرا ساتھ نہ دیتے تھے اور رسول اللہ ﷺ لوگوں کو لے آئے ہیں۔

میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ ہماری تو فضیحت ہوگئی' رسول اللہ ﷺ سب لوگوں کو اپنے ہمراہ لے آئے۔ بیوی نے کہا کہ میں نے تمہیں یہ مشورہ نہیں دیا تھا کہ خفیہ طور پر آنحضرت ﷺ سے کہنا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے تو یہی کیا۔ بیوی نے کہا کہ تب تو رسول اللہ ﷺ خود زیادہ جانتے ہیں۔

سب لوگ آ گئے یہاں تک کہ گھر بھر گیا۔ حجرہ بھی بھر گیا اور وہ لوگ گھر کے احاطے میں بھی تھے۔ (کھانے کی کوئی چیز) مٹھی بھر لائی گئی اور رکھ دی گئی۔ رسول اللہ ﷺ اسے برتن میں پھیلانے لگے اور فرمانے لگے کہ ماشاء اللہ۔ (پھر لوگوں سے) فرمایا کہ قریب آؤ اور کھاؤ۔ جب ایک کا پیٹ بھر جائے' تو وہ اپنے ساتھی کے لیے جگہ خالی کر دے۔

ایک آدمی (کھا کر) اُٹھنے لگا اور دوسرا (اس کے مقام پر) بیٹھنے لگا۔ یہاں تک کہ گھر والوں میں سے کوئی نہ رہا جو شکم سیر نہ ہو گیا ہو۔

آپ ﷺ نے فرمایا اہل حجرہ کو بلاؤ۔ بیٹھنے والا بیٹھنے لگا اور کھڑا ہونے والا کھڑا ہونے لگا۔ یہاں تک کہ یہ لوگ بھی شکم سیر ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: احاطہ والوں کو بلاؤ۔ ان لوگوں نے بھی اسی طرح کیا۔ کھانا برتن میں اسی طرح باقی رہا جس طرح کہ تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے (اہل خانہ سے) کہا کہ کھاؤ اور اپنے پڑوسیوں کو کھلاؤ۔

انگلیوں سے پانی کا چشمہ:

ثابت سے مروی ہے کہ میں نے ان سے کہا: اے ابوحمزہ! اُن عجائب (معجزات) میں سے جن میں آپ خود موجود ہوں اور جن کو آپ کسی اور کی روایت سے نہ بیان کریں ہم سے کچھ بیان کیجیے۔

انہوں نے کہا: ایک روز رسول اللہ ﷺ نے نمازِ ظہر پڑھی اور روانہ ہوئے یہاں تک کہ آپ نشست گاہوں پر بیٹھ گئے۔ جن پر جبرائیل آیا کرتے تھے۔ بلال آئے اور عصر کی اذان کہی۔ ہر وہ شخص اُٹھ کھڑا ہوا جس کے متعلقین مدینے میں تھے تا کہ قضائے حاجت کرے اور وضو کا پانی حاصل کرے۔

مہاجرین کے چند لوگ رہ گئے جن کے متعلقین مدینے میں نہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک کشادہ پیالہ لایا گیا جس

میں پانی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ہتھیلی برتن میں رکھی، مگر رسول اللہ ﷺ کی پوری ہتھیلی برتن میں نہ سمائی تو آپ ﷺ نے ان چاروں انگلیوں کو برتن میں گھما کر فرمایا کہ قریب آؤ اور وضوء کرو۔ آپ کا ہاتھ برتن ہی میں تھا۔ لوگوں نے وضو کیا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی ایسا شخص نہ رہا جس نے وضو نہ کرلیا ہو۔

ثابت نے کہا کہ میں نے (انس سے) پوچھا اے ابوحمزہ! آپ کے خیال میں وہ لوگ کتنے تھے (جنہوں نے اس ایک برتن سے وضو کیا)۔ انہوں نے کہا کہ ستر اسّی کے درمیان تھے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے پانی مانگا اور آپ کے پاس ایک کشادہ پیالے میں لایا گیا۔ آپ نے اپنا ہاتھ اس میں رکھ دیا تو پانی آپ کی انگلیوں سے اس طرح اُبلنے لگا گویا وہ چشمے ہیں۔ ہم سب نے پیا (اور بروایت خالد) ساری جماعت وضو کرنے لگی۔

انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اس جماعت کا اندازہ کیا تو ستر سے اسّی تک رہے ہوں گے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نماز کا وقت آ گیا تو مسجد کے پڑوسی اُٹھ کر وضو کرنے لگے اور ستر سے اسّی کے درمیان تک لوگ رہ گئے۔ جن کے مکانات دور تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک طشت منگایا جس میں پانی تھا۔ لیکن بھرا ہوا نہ تھا۔ آپ نے اپنی انگلیاں اس میں ڈال دیں اور آپ (اس برتن کو) اُن لوگوں کے پاس پہنچانے لگے اور فرمانے لگے کہ وضو کرو سب نے وضو کرلیا۔ اور برتن میں جتنا پانی تھا اتنا ہی باقی رہا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ اپنی کسی ضرورت سے تشریف لے چلے۔ ہمراہ اصحاب میں سے بھی کچھ لوگ تھے، یہ لوگ چلتے رہے، نماز کا وقت آ گیا تو اس جماعت کو کوئی چیز نہ ملی جس سے وضو کریں۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں کوئی چیز نہیں ملتی جس سے وضو کریں۔ لوگوں کے چہروں سے اس کی ناگواری نظر آتی تھی۔ ایک شخص گیا اور ایک پیالہ لایا جس میں بہت پانی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے لیا اور وضو کیا۔ آپ ﷺ نے چاروں انگلیاں اس پیالے میں پھیلا کر فرمایا تم لوگ آؤ۔ ساری قوم نے وضو کیا۔ انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ یہ لوگ کتنے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ ستر یا اسّی کے قریب۔

لعابِ دہن کی برکت سے حوض کے پانی میں اضافہ:

ایاس بن سلمہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب حدیبیہ آئے۔ تعداد میں ہم چودہ سو آدمی تھے۔ حوض پر پچاس بکریاں بھی تھیں جن کو وہ حوض سیراب نہ کرسکتا تھا۔ تو پھر چودہ سو آدمیوں کو اس کا پانی کیا کافی ہوسکتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ حوض پر بیٹھ گئے۔ آپ نے اس میں لعاب دہن ڈالا یا دُعاء کی (راوی کو یاد نہیں رہا) تو وہ جوش مارنے لگا۔ چنانچہ ہم نے پیا اور پلایا اور بھر لیا۔

بھیڑ کے دودھ میں برکت کا واقعہ:

نافع سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں چار سو کی تعداد میں آدمی تھے۔ آپ ﷺ نے ہمیں ایسی

منزل میں اُتارا جہاں پانی نہ تھا۔ مسلمانوں کو سخت تکلیف تھی۔ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے قیام فرمادیا۔ تو سب نے بھی قیام کر دیا۔ یکا یک ایک تیز دھار کے سینگوں والی بھیڑ سامنے آئی جو چل رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا دودھ دوہا۔ آپ نے سارے لشکر کو شکم سیر کر دیا اور خود بھی سیراب ہو گئے۔ فرمایا کہ اے نافع اسے رُوک لینا۔ مگر میرا خیال تو یہی ہے کہ تم اسے روک نہ سکو گے۔ نافع نے کہا کہ جب رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے یہ فرمایا کہ میرا خیال تو یہی ہے کہ تم اسے روک نہ سکو گے تو میں نے ایک لکڑی لی اور زمین میں گاڑ دی۔ ایک رسی لی اور اس بھیڑ کو باندھ دیا۔ رسول اللہ ﷺ اور سب لوگ سو گئے۔ میں بھی سو گیا۔ جب بیدار ہوا تو اتفاق سے رسی کھلی ہوئی تھی اور بھیڑ نہ تھی۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور آپ کو خبر دی۔ میں نے کہا کہ بھیڑ چلی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے نافع کیا میں نے تمہیں آگاہ نہیں کر دیا تھا کہ تم اسے روک نہ سکو گے؟ جو اسے لایا تھا وہی اسے لے بھی گیا۔

توشۂ سفر میں برکت:

عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ الانصاری نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہم لوگ کسی غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے لوگوں پر فاقہ کی مصیبت آ گئی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی بعض سواریوں کو ذبح کرنے کی اجازت چاہی اور عرض کیا کہ اس ذریعہ سے اللہ ہمیں (منزل تک) پہنچا دے گا۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ان کی سواریوں کے ذبح کرنے کی اجازت دینے کا قصد کیا ہے تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگر سواریاں ذبح کر دی جائیں گی تو ہماری کیا کیفیت ہوگی۔ کل صبح کو ہم بھوکے اور پیادہ دُشمن کا مقابلہ کریں گے۔ آپ کی رائے ہو تو لوگوں سے ان کا بقیہ توشہ منگائیے اور اسے جمع کیجئے اور اللہ سے برکت کی دُعا کیجئے۔ بیشک ہمیں اللہ آپ کی دُعا سے پہنچا دے گا۔ آپ کی دُعا میں ہمیں برکت دے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کا بقیہ توشہ منگایا تو لوگ ایک مٹھی اور اس سے زیادہ غلہ لانے لگے۔ سب سے بڑی مقدار جو لایا وہ ایک صاع (ساڑھے تین سیر) کھجور تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کو جمع کرایا، کھڑے ہوئے جو دُعا اللہ کو منظور تھی مانگی، لشکر کو مع ان کے برتنوں کے بلایا اور حکم دیا کہ وہ چنگل سے بھریں۔ سارے لشکر میں کوئی برتن ایسا نہ بچا جس کو انہوں نے بھر نہ لیا۔ اس پر بھی بچ رہا تو رسول اللہ ﷺ اتنا مسکرائے کہ آپ کی کچلیاں کھل گئیں۔ فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو بندۂ مومن ان دونوں کلمات کے (عقیدے کے) ساتھ قیامت میں اللہ سے ملے گا تو اس سے دوزخ روک دی جائے گی۔

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے لئے رسول اللہ ﷺ کی دُعاء:

ابوقتادہ سے مروی ہے کہ ایک شب کو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں وعظ سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اسی شب کو رات بھر چلو گے اور صبح کو ان شاء اللہ پانی (منزل) پر پہنچو گے۔ لوگ اس کیفیت سے روانہ ہوئے کہ کوئی کسی کی طرف رُخ نہ کرتا تھا۔ میں بھی رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں چل رہا تھا۔

آدھی رات گزر گئی تو یکا یک نبی ﷺ کو نیند آ گئی۔ آپ اپنی سواری پر جھک گئے۔ بغیر اس کے کہ میں آپ کو بیدار کرتا' آپ کے سہارا لگا دیا۔ آپ اپنی سواری پر درست ہو کر بیٹھ گئے۔ پھر ہم روانہ ہوئے۔

رات آخر ہو گئی۔ تو رسول اللہ ﷺ کو پھر نیند آ گئی۔ اور دوبارہ اپنی سواری پر جھک گئے۔ میں نے بغیر اس کے کہ آپ کو بیدار کروں آپ کے سہارا لگا دیا آپ اپنی سواری پر درست ہو کر بیٹھ گئے۔ پھر ہم روانہ ہوئے۔

جب پچھلی شب کا آخری حصہ ہوا تو آپ اس قدر جھک گئے جو پہلی دونوں مرتبہ سے بہت زیادہ تھا۔ جب قریب تھا کہ آپ ڈھلک جائیں گے میں نے پھر آپ ﷺ کو سہارا دے دیا۔ آپ نے اپنا سر اُٹھایا اور فرمایا کہ یہ کون ہے۔ میں نے کہا: ابوقتادہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا اس طرح میرے ہمراہ چلنا کب سے ہے۔ میں نے کہا کہ میرا اس طرح آپ کے ہمراہ چلنا برابر رات ہی سے ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تمہاری اس طرح حفاظت کرے گا جس طرح تم نے اس کے نبی کی کی ہے۔

نماز فجر قضا ہونے کا واقعہ:

پھر فرمایا کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم لوگ حریفوں سے مخفی رہیں گے۔ کیا تم کسی کے متعلق یہ خیال کرتے ہو کہ وہ منزل میں آرام کر کے سفر کرنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا کہ ایک شتر سوار یہ ہیں۔ پھر میں نے کہا ایک شتر سوار یہ ہیں پھر ہم جمع ہو گئے۔ اور ہم سب سات شتر سوار تھے۔ نبی علیہ السلام راستہ سے ہٹ گئے۔ اپنا سر (آرام کے لئے رکھ دیا اور فرمایا کہ ہماری نماز کا خیال رکھنا کہ کہیں سونے میں قضا نہ ہو جائے۔ سب سے پہلے جو شخص بیدار ہوا وہ سورج نکلنے کی وجہ سے بیدار ہوا۔ ہم سب لوگ گھبرا کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب لوگ سوار ہو جاؤ۔ ہم لوگ روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب آفتاب بلند ہو گیا تو آپ اُترے وضو کا برتن مانگا جو میرے پاس تھا اور اس میں پانی تھا۔

ہم لوگوں نے وضو سے کم وضو کیا۔ اور اس (برتن) میں کچھ پانی بچ گیا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابوقتادہ ہمارا وضو کا یہ برتن اچھی طرح رکھنا کیونکہ اس کے لئے ایک عظیم الشان خبر ہو گی نماز کی اذان کہی گئی تو نبی علیہ السلام نے دو رکعتیں فجر سے پہلے پڑھیں آپ نے اسی طرح فجر کی نماز پڑھی جس طرح آپ روزانہ پڑھا کرتے تھے۔

آپ نے فرمایا کہ سوار ہو جاؤ۔ ہم سب لوگ سوار ہو گئے۔ بعض لوگ سرگوشی کرنے لگے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: یہ کیا بات ہے کہ تم لوگ مجھے چھوڑ کر سرگوشی کر رہے ہو۔ ہم لوگوں نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ ہم اپنی نماز میں اپنی کوتاہی کے بارے میں سرگوشی کر رہے ہیں (جس کا وقت گزر گیا ہے اور ہم سوتے رہے)۔

فرمایا: کیا میرے اندر تمہارے لئے نمونہ نہیں ہے (یعنی جس طرح تم سے وقت فوت ہو گیا اسی طرح مجھ سے بھی فوت ہو گیا) بے شک سو جانے میں (اپنی طرف سے کوتاہی نہیں ہے (بلکہ یہ تو معذوری ہے کہ آنکھ ہی نہ کھلی (لیکن کوتاہی اس شخص کی ہے جو اس نماز کو ادا نہ کرے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آ جائے۔ جو ایسا کرے (کہ وقت پر نہ پڑھ سکے) تو اسے چاہیے اس وقت کی نماز جب بیدار ہو پڑھ لے۔ جب دوسرا دن ہو تو وقت پر پڑھے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے خیال میں لوگوں نے کیا کیا۔ پھر فرمایا کہ لوگوں کی یہ کیفیت ہو گی کہ وہ اپنے نبی کو نہ پائیں گے۔

ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو تسلی کے لئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تم کو دھمکاتے ہیں۔ آپ ایسے نہیں ہیں کہ تمہیں چھوڑ جائیں۔ لوگوں نے کہا کہ نبی علیہ السلام تمہارے سامنے ہیں۔ اگر تم ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔

جس وقت ہر چیز گرم ہوگئی یا جس وقت دن بلند ہوگیا' ہم لوگوں کے پاس پہنچے اور وہ لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم پیاس کے مارے مر گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم پر ہلاکت نہ آئے گی۔ آپ نے قیام فرمایا' اور فرمایا کہ میرے لئے میرا چھوٹا پیالہ چھوڑ دو آپ نے وضو کا برتن مانگا۔ نبی ﷺ (چھوٹے پیالے میں پانی اُنڈیلنے لگے اور میں لوگوں کو پلانے لگا)۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ پانی کم ہے تو ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جماعت کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو تم میں ہر شخص سیراب ہو جائے گا۔ نبی ﷺ اُنڈیلتے اور میں لوگوں کو پلانے لگا۔ یہاں تک کہ میرے اور آنحضرت ﷺ کے سوا کوئی باقی نہ بچا۔ آپ نے پانی انڈیلا اور مجھ سے فرمایا کہ پیو۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ تاوقتیکہ آپ نہ نوش فرمائیں گے میں نہیں پیوں گا۔ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ قوم کا ساقی قوم کے آخر میں پیتا ہے۔ چنانچہ میں نے بھی پیا اور نبی علیہ السلام نے بھی نوش فرمایا۔ چنانچہ لوگ پانی کے پاس بکثرت سیراب ہو کر آئے۔

عبداللہ بن رباح نے کہا کہ میں تمہاری اس جامع مسجد میں یہ حدیث بیان کرتا ہوں۔ مجھ سے عمران بن حصین نے کہا کہ دیکھو اے نوجوان کہ تم کیونکر حدیث بیان کرتے ہو کیونکہ اس شب میں میں بھی ایک سوار تھا۔ راوی نے کہا: اے ابونجید کیا آپ زیادہ جانتے ہیں۔ پوچھا: آپ کن لوگوں میں سے ہیں۔ میں نے کہا کہ انصار میں سے۔ انہوں نے کہا کہ تب تو آپ لوگ اپنی حدیث کو زیادہ جانتے ہیں' آپ قوم سے حدیث بیان کیجئے۔

میں نے قوم سے حدیث بیان کی تو عمران نے کہا کہ میں بھی اس شب موجود تھا اور میں نہیں سمجھتا کہ کسی نے اس حدیث کو اس طرح یاد کیا ہو جس طرح آپ نے یاد کیا ہے۔

کھجور کے درخت سے حضور علیہ السلام کی پکار کا جواب:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے کہا' آپ کس سبب سے نبی ہیں۔

فرمایا: اگر میں کھجور کے درخت کی کسی چیز کو دعوت کروں اور وہ میری دعوت قبول کرے تو کیا تم مجھ پر ایمان لے آؤ گے۔ اس نے کہا کہ جی ہاں۔ آپ نے اس کو دعوت کی اور اس نے آپ کی دعوت قبول کی تو وہ شخص آپ ﷺ پر ایمان لایا اور مسلمان ہو گیا۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ہمیں حدیبیہ میں پیاس کی شدت پیش آئی تو ہم لوگ گھبرائے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ آپ کے سامنے ایک مٹی کی ہانڈی تھی' جس میں پانی تھا۔ اس میں آپ ﷺ نے اس طرح اپنی انگلیاں پھرائیں' اور فرمایا کہ بسم اللہ' لو۔ پھر پانی آپ کی انگلیوں سے اس طرح نکلنے لگا کہ گویا وہ چشمے ہیں۔ وہ ہم سب کو کافی ہوگیا اور سب کو پہنچ گیا۔ ہم نے پیا اور وضو کیا۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے لئے دودھ میں برکت:

المقداد سے مروی ہے کہ میں اور میرے دو ہمراہی اس کیفیت سے آئے کہ مشقت کی وجہ سے ہماری سماعت و بصارت جا چکی تھی۔ ہم لوگ اپنے کو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کرتے تھے اور کوئی شخص ہمیں قبول نہ کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے متعلقین کے پاس لے گئے۔ وہاں تین بکریاں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے درمیان یہی دودھ دوہ لو۔ ہم لوگ دودھ دوہا کرتے تھے اور ہر شخص اپنا حصہ پی لیتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ آپ کے لئے اُٹھا رکھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تشریف لاتے تھے اور اس طرح سلام کرتے تھے کہ سونے والے بیدار نہ ہوتے اور جاگنے والے سن لیتے۔ مسجد میں نماز پڑھ کر شربت دودھ کا حصہ نوش فرماتے۔

مقداد نے کہا: ایک شب میرے پاس شیطان آیا اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انصار کے پاس تشریف لے جاتے ہیں تو وہ لوگ آپ کو تحفہ دیتے ہیں اور ان لوگوں کے پاس آپ (ضروریات) پا جاتے ہیں۔ آپ کو اس گھونٹ بھر دودھ کی حاجت نہیں ہے۔ لہٰذا تم اس کو پی جاؤ۔

وہ مجھے سبز باغ دکھاتا رہا یہاں تک کہ میں نے اسے پی لیا۔ جب وہ میرے پیٹ میں پہنچ گیا اور وہ سمجھ گیا کہ اب اس دودھ پر کوئی قابو نہیں تو اس نے مجھے شرمندہ کیا اور کہا کہ تم پر افسوس ہے' کیا حرکت کی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دودھ پی گئے۔ آپ تشریف لائیں گے اور اس شربت یا دودھ کو نہ دیکھیں گے تو تمہارے لئے بددُعاء کریں گے اور تم ہلاک ہو جاؤ گے تمہاری دُنیا بھی جائے گی اور آخرت بھی جائے گی۔

مقداد نے کہا: میرے بدن پر ایک کمبل تھا کہ جب سر پر اوڑھا جاتا تھا تو قدم باہر ہو جاتے تھے' اور جب قدموں پر ڈالا جاتا تھا تو سر کھل جاتا تھا۔ مجھے نیند نہ آتی تھی۔ میرے دونوں ہمراہی سو گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح سلام کیا جس طرح آہستہ آواز سے کیا کرتے تھے۔ مسجد میں آئے اور نماز پڑھی۔ پھر شربت کے پاس آئے (برتن کو) کھولا تو اس میں کچھ نہ پایا۔ آپ نے آسمان کی طرف سر اُٹھایا۔ میں نے اپنے دِل میں کہا کہ آپ میرے لئے بددُعا کریں گے اور میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! اسے کھلا جو مجھے کھلائے اور اسے پلا جو مجھے پلائے۔ میں نے اپنے کمبل کی طرف رُخ کیا اور اسے اپنے اوپر کس لیا۔ چھری لی اور بکریوں کے پاس جا کر تلاش کرنے لگا کہ ان میں کون زیادہ موٹی ہے تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذبح کروں۔ اتفاق سے وہ سب کی سب دودھ سے بھری ہوئی تھیں۔

میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقین کے لئے ایسے برتن کی طرف رُخ کیا جس میں ان لوگوں کی دودھ دوہنے کی خواہش نہ تھی اس میں میں نے اتنا دودھ دوہا کہ پھین برتن کے اوپر آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مقداد کیا تم نے آج شب کو اپنے حصے کا شربت (دودھ) نہیں پیا۔ جو اس قدر لے آئے۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نوش فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا۔ مجھے دیا تو میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نوش فرمائیے۔ آپ نے نوش فرمایا۔ پھر مجھے دیا۔ جو بچا تھا وہ میں نے پی لیا۔ جب میں سمجھ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیراب ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کی برکت مجھے پہنچ گئی' تو میں اتنا ہنسا کہ

زمین پر لوٹ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے مقداد یہ بھی تمہاری ایک برائی ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرا یہ معاملہ ہوا اور میں نے یہ کیا (یعنی شیطان کا واقعہ بیان کر دیا)۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: یہ بھی اللہ کی طرف سے ایک رحمت ہی تھی۔ کیا تم میرے قریب نہیں لائے تھے تا کہ اپنے ان دونوں ہمراہیوں کو بیدار کرو اور وہ بھی اس (دودھ) میں سے کچھ پا جائیں۔ میں نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا کہ جب آپ اسے (دودھ کو) پا گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ پا گیا تو مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ لوگوں میں سے کس نے اسے پایا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

قاسم سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ میں کسی کو نہیں پہچانتا جو مجھ سے پہلے اس طرح اسلام لایا ہو۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے میں اپنے متعلقین کی بکریاں (جنگل میں) چرا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے ایک بکری پکڑ لی اور اس کے تھن کو چھوا تو دودھ اُتر آیا۔ چنانچہ میں کسی کو نہیں پہچانتا جو مجھ سے پہلے اس طرح اسلام لایا ہو۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی آزادی:

سلمان سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ کسی صحابی کے جنازے میں تھے۔ جب مجھے آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ میرے پیچھے گھوم جاؤ۔ آپ نے اپنی چادر اُتار دی۔ میں نے مہر نبوت دیکھی اور اسے بوسہ دیا۔ پھر میں گھوم کر آپ کے پاس آ گیا اور سامنے بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ (اپنے آقا سے) مکاتیب کر لو یعنی بعد ادائے زرِ ثمن اپنی آزادی کی دستاویز دکھا دو۔

میں نے تین سو پھل دینے والی کھجور کی قلموں اور چالیس اوقیہ (ڈیڑھ سیر سے زائد) سونے پر مکاتیب کر لی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو۔ لوگ ایک ایک دو دو تین تین قلمیں لاتے تھے یہاں تک کہ تین سو قلمیں جمع ہو گئیں۔

عرض کی مجھے ان کے پھل لانے پر کیونکر قدرت ہو گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جاؤ اور ان کے بونے کے لئے اپنے ہاتھ سے گڑھے کھود دو۔ میں نے گڑھے کھود دے۔ آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ میرے ہمراہ تشریف لائے اور انہیں اپنے ہاتھ سے رکھ دیا۔ ان میں سے ایک درخت بھی پھل دینے سے نہ بچا اور سونا (ادا کرنا) رہ گیا۔

میں جس وقت آنحضرت ﷺ کے پاس تھا تو کبوتر کے انڈے کے برابر زکوٰۃ کا سونا لایا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فارسی مکاتب غلام (یعنی سلمان) کہاں ہیں۔ میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لو اس میں سے ادا کر دو۔ عرض کی یہ مجھے کیونکر کافی ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان سے اسے چھوا۔ میں نے اس میں چالیس اوقیہ (اپنے آقا کو) تول دیا اور جتنا لوگوں کو دیا تھا، اتنا ہی میرے پاس بچ گیا۔

یہودی مریض کا قبول اسلام:

ابوصحر العقیلی سے مروی ہے کہ میں نکل کر مدینے گا تو رسول اللہ ﷺ نے جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے آگے چل رہے تھے آپ ایک یہودی پر گزرے جس کے پاس ایک دفتر تھا۔ اس میں توریت تھی۔ وہ اپنے ایک مریض بھتیجے کو پڑھ کر سنا رہا تھا جو اس کے سامنے تھا۔

نبی ﷺ نے فرمایا اے یہودی میں تجھے اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل کی اور بنی اسرائیل کے لئے سمندر میں راستہ کر دیا۔ کیا تو اپنی توریت میں میری صفت و ذکر اور میرے ظہور کا مقام پاتا ہے؟ اس نے اپنے سر کے اشارہ سے کہا: نہیں۔

اس کے بھتیجے نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل کی اور بنی اسرائیل کے لئے سمندر میں راستہ کر دیا کہ بے شک یہ شخص اپنی کتاب میں آپ کی نعت اور آپ کا زمانہ اور آپ کی صفت اور آپ کے ظہور کا مقام (لکھا ہوا) پاتا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس یہودی کو اپنے ساتھی کے پاس سے اٹھا دو۔ اس نوجوان کی روح قبض کر لی گئی تو نبی علیہ السلام نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی اور اسے دفن کیا۔

رسول اللہ ﷺ اُمّ معبد کے خیمہ میں:

بنی جمح کے ایک شیخ سے مروی ہے کہ جب نبی علیہ السلام (دورانِ ہجرت میں) اُمّ معبد کے پاس آئے تو دریافت فرمایا کہ ضیافت کی کوئی چیز ہے؟ اُمّ معبد نے کہا: نہیں۔

آپ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں سے علیحدہ ہٹ گئے۔ شام کو ان کے بیٹے بکریوں کو (جنگل میں سے چرا کر) لائے۔ تو انہوں نے اپنی والدہ سے کہا کہ یہ مجمع کیسا ہے جو مجھے دور بیٹھا ہوا نظر آ رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک قوم ہے جنہوں نے ہم سے مہمانی (ضیافت) طلب کی تو میں نے کہا کہ ہمارے پاس کوئی چیز ضیافت کی نہیں ہے۔

ان کے بیٹے ان حضرات کے پاس آئے اور عذر کیا کہ وہ ایک ضعیف عورت ہیں اور جس چیز کی آپ کو ضرورت ہو وہ ہمارے پاس ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ اور اپنی بکریوں میں سے ایک بکری میرے پاس لے آؤ۔ وہ گئے اور ایک بکری پکڑی جو بچہ تھی۔ ان کی والدہ نے کہا کہ تم کہاں جاتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ان دونوں (آنحضرت ﷺ و ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے مجھ سے بکری مانگی ہے۔ اُمّ معبد نے کہا کہ یہ لوگ اسے کیا کریں گے۔ بیٹے نے کہا جو چاہیں گے۔

نبی علیہ السلام نے اس کے تھن پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کے دودھ اُتر آیا۔ آپ ﷺ نے دوہا۔ یہاں تک کہ ایک بڑا پیالہ بھر گیا اور آپ ﷺ نے اسے اسی طرح دودھ سے بھرا ہوا چھوڑا جس طرح تھی۔ فرمایا کہ اسے اپنی والدہ کے پاس لے جاؤ اور بکریوں میں سے میرے پاس دوسری بکری لے آؤ۔ وہ اپنی والدہ کے پاس دودھ کا پیالہ لائے تو پوچھا" یہ تمہیں کہاں سے مل گیا۔ انہوں نے کہا

کہ فلاں بکری کا دودھ ہے۔

اُمّ معبد نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے اس کے تو کبھی بچہ بھی نہیں ہوا۔ لات کی قسم میں اس شخص کو یہ گمان کرتی ہوں کہ وہ نئے دین والے ہیں جو مکے میں تھے۔ اُمّ معبد نے دودھ پیا' ان کے بیٹے آپ ﷺ کے پاس ایک دوسری بکری لائے' جو بچہ تھی۔ آپ ﷺ نے اس کا بھی دودھ دوہا یہاں تک کہ وہ بڑا پیالہ بھر گیا اور اسے اسی طرح دودھ بھرا ہوا چھوڑا جیسی کہ وہ تھی۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ تم بھی پیو' انہوں نے بھی پیا۔

فرمایا میرے پاس کوئی اور بکری لاؤ۔ وہ اسے آپ ﷺ کے پاس لائے تو آپ ﷺ نے دوہا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پلایا۔ پھر فرمایا کہ میرے پاس کوئی اور بکری لاؤ۔ وہ اسے آپ ﷺ کے پاس لائے۔ آپ ﷺ نے دوہا اور نوش فرمایا اور ان سب بکریوں کو اسی طرح دودھ بھرا چھوڑا' جیسی کہ وہ ہو گئی تھیں۔

بارگاہِ رسالت میں اونٹ کی شکایت:

حسن سے مروی ہے کہ جس وقت نبی ﷺ اپنی مسجد میں تھے ایک بھڑ کنے والا اونٹ آیا۔ اس نے اپنا سر نبی ﷺ کے آغوش میں رکھ دیا اور بلبلانے لگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا یہ اونٹ کہتا ہے کہ ایک شخص کا ہے جو اس کو اپنے والد کی جانب سے کھانے میں ذبح کرنا چاہتا یہ فریاد کرنے آیا ہے۔

ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ فلاں شخص کا اونٹ ہے اور اس نے اس کے متعلق یہی ارادہ کیا ہے۔ نبی علیہ السلام نے اس شخص کو بلایا اور دریافت کیا تو اس نے بتایا اس کا ارادہ اس اونٹ کے متعلق یہی ہے۔ نبی علیہ السلام نے اس سے سفارش فرمائی کہ وہ اسے ذبح کرے جو اس نے منظور کر لیا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کھانے میں برکت:

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ علی رضی اللہ عنہ نے کہا ایک رات کو ہم لوگ بغیر شب کھانا کھائے ہوئے سو گئے۔ صبح کو اُٹھ کر باہر گیا۔ واپس آیا تو دیکھا فاطمہ رضی اللہ عنہا رنجیدہ تھیں۔ میں نے کہا آپ کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا: آج نہ تو ہم نے رات کا کھانا کھایا اور نہ دِن کا کھانا کھایا اور نہ ہمارے پاس رات کا کھانا ہے۔

میں نکلا اور تلاش کیا تو کچھ مل گیا جس سے میں نے غلہ اور ایک درہم کا گوشت خریدا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس لایا تو انہوں نے روٹی اور سالن پکایا۔ جب وہ ہانڈی پکانے سے فارغ ہوئیں تو کہا کاش آپ میرے والد کے پاس جا کر انہیں بلا لاتے۔

میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا جو مسجد میں کروٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے کہ اے اللہ! میں بھوک سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' ہمارے پاس کھانا ہے لہٰذا تشریف لایئے۔ آپ ﷺ نے میرے اوپر سہارا لگایا یہاں تک کہ اندر تشریف لائے اور ہانڈی اُبل رہی تھی۔

آپ ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے سالن نکالو۔ انہوں نے ایک پیالے میں نکالا۔ فرمایا کہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے لئے سالن نکالو۔ انہوں نے ایک پیالے میں سالن نکالا۔ یہاں تک کہ انہوں نے آپ ﷺ

کی نو بیویوں کے لئے سالن نکالا۔

فرمایا کہ اپنے بیٹے کے لئے اور شوہر کے لئے سالن نکالو۔ اس کی بھی تعمیل کی۔

فرمایا کہ تم نکالو اور کھاؤ۔ انہوں نے سالن نکالا' ہانڈی چڑھا دی گئی اور وہ بھری ہوئی تھی۔ چنانچہ جتنا اللہ نے چاہا ہم نے اس میں سے کھایا۔

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب آپ مکے میں تھے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ آپ کے لئے کھانا تیار کریں۔ علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اولاد عبدالمطلب کو بلاؤ۔ انہوں نے چالیس آدمیوں کو بلایا۔

آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنا کھانا کھاؤ۔

علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان لوگوں کے پاس ثرید لایا جو صرف اتنا تھا کہ ایک آدمی کھا لیتا مگر ان سب نے اس میں سے کھایا۔ یہاں تک کہ سیر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو پانی پلاؤ۔ میں نے انہیں ایک ایسے برتن میں سے پانی پلایا جو ایک آدمی بھر کی سیرابی کا تھا۔ مگر اس میں سے سب نے پیا اور یہاں تک کہ باز آ گئے۔

بنو ہاشم کو دعوتِ اسلام:

ابولہب نے کہا کہ محمد (ﷺ) تم نے سب پر جادو کر دیا ہے۔ سب چلے گئے۔ آپ ﷺ نے کہا: ان لوگوں کو نہیں بلایا۔ چند روز کے بعد ان لوگوں کے لئے اسی طرح کھانا تیار کرایا۔ مجھے حکم دیا تو میں نے ان سب کو جمع کیا۔ انہوں نے کھایا۔ آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ میں جس کام پر ہوں اس میں کون میری مدد کرے گا۔ اور میری دعوت قبول کرے گا۔ اس شرط پر کہ وہ میرا بھائی ہو اور اس کے لئے جنت ہو۔

علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں (مدد کروں گا اور دعوت قبول کروں گا)۔ حالانکہ میں ان سب میں کم سن اور ان سب میں کمزور اور پتلی پنڈلیوں والا ہوں۔ ساری قوم خاموش رہی۔ ان لوگوں نے کہا کہ اے ابوطالب! تم اپنے بیٹے (علیؓ) کو نہیں دیکھتے۔ ابوطالب نے کہا کہ انہیں چھوڑ دو کیونکہ وہ اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ خیر کرنے میں ہرگز کوتاہی نہ کریں گے۔

آنکھ کا تندرست ہونا:

زید بن اسلم وغیرہ سے مروی ہے کہ (غزوۂ اُحد میں) قتادہ بن نعمان کی آنکھ میں چوٹ آ گئی اور وہ ان کے رُخسار پر بہہ آئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے ہاتھ سے (آنکھ کے حلقے) میں لوٹا دیا۔ وہ سب سے اچھی اور سب سے زیادہ درست ہو گئی۔

چھڑی کا تلوار بننا:

زید بن اسلم وغیرہ سے مروی ہے کہ غزوۂ بدر میں عکاشہ بن محصن کی تلوار ٹوٹ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں درخت کی ایک چھڑی دے دی جوان کے ہاتھ میں تیز چمکدار اور مضبوط تلوار بن گئی۔

فراق رسول میں لکڑی کا رونا:

عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک لکڑی سے جو مسجد میں تھی تکیہ لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ جب منبر بنایا گیا تو رسول اللہ ﷺ اس پر چڑھے۔ وہ لکڑی رونے لگی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے گلے لگایا تو خاموش ہوگئی۔

قرعہ اندازی کا غلط ہو جانا:

زید بن اسلم وغیرہ سے مروی ہے کہ (بحالت شرک) سراقہ بن مالک نے تیروں سے اس امر کے متعلق قرعہ ڈالا کہ آنحضرت ﷺ (مکے سے بچ کر) نکل جائیں گے یا نہیں۔ ہر مرتبہ یہی نکلا کہ آپ ﷺ (مکے سے بچ کر) نہیں جائیں گے۔ وہ نبی ﷺ کی تلاش میں سوار ہوئے اور آنحضرت ﷺ کو پا گئے۔ نبی ﷺ نے دُعا کی کہ ان کے گھوڑے کے پیر دھنس جائیں۔ پیر دھنس گئے۔ سراقہ نے عرض کیا کہ اے محمد (ﷺ) آپ اللہ سے دُعا کیجئے کہ وہ میرے گھوڑے کو چھوڑ دے تو میں آپ سے باز آ جاؤں گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! اگر یہ سچے ہوں تو ان کے گھوڑے کو رہا کر دے۔ چنانچہ گھوڑے کے پیر نکل آئے۔

بائیکاٹ کا معاہدہ دیمک نے چاٹ کھایا:

قریش کے ایک شیخ سے مروی ہے کہ جب ہاشم نے رسول اللہ ﷺ کو قریش کے حوالے کرنے سے انکار کیا تو قریش نے باہم ایک عہد نامہ لکھا کہ وہ بنی ہاشم کو نہ بیٹی دیں گے نہ ان کی بیٹی لیں گی۔ نہ ان سے کچھ خریدیں گے اور نہ ان کے ہاتھ فروخت کریں گے۔ نہ کسی امر میں ان سے میل جول کریں گے اور نہ ان سے بولیں گے۔

قریش نے باہم یہ عہد لکھا تو بنی ہاشم تین سال تک اپنے شعب میں (جو مکے کے قریب ایک مقام ہے) محصور رہے۔ سوائے ابولہب کے کہ وہ تو ان لوگوں کے ہمراہ شعب میں نہیں گیا' باقی عبدالمطلب بن عبدمناف کا خاندان شعب میں چلا گیا۔

جب (اس معاہدے کو) تین برس گزر گئے تو اللہ نے اپنے نبی کو عہد نامے کے مضمون پر اور اس امر پر مطلع کر دیا کہ اس میں جو ظلم و جور کا مضمون تھا اسے دیمک کھا گئی باقی صرف اللہ کا ذکر رہ گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ابوطالب سے بیان کیا تو ابوطالب نے کہا: اے میرے بھتیجے! جو تم مجھے خبر دے رہے ہو' کیا یہ سچ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بخدا ہاں۔

ابوطالب نے اس کو اپنے بھائیوں سے بیان کیا۔ تو ان لوگوں نے ابوطالب سے کہا کہ آنحضرت ﷺ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ ابوطالب نے کہا بخدا آپ کبھی جھوٹ نہیں بولتے ہیں۔ (اے میرے بھتیجے!) تمہاری کیا رائے ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری یہ رائے ہے کہ آپ لوگوں کو اچھے سے اچھے کپڑے دستیاب ہوں وہ پہنیے پھر سب مل کر قریش کے پاس جائیے تاکہ اس واقعہ کی خبر انہیں پہنچنے سے پہلے ہم ان سے بیان کر دیں۔

لوگ روانہ ہوئے یہاں تک کہ مسجد حرام میں پہنچے۔ انہوں نے حطیم کا قصد کیا۔ حطیم میں صرف قریش کے سن رسیدہ اور صاحب عقل و فہم لوگ بیٹھا کرتے تھے۔

اہل مجلس ان کی طرف متوجہ ہو کر دیکھنے لگے کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ ابوطالب نے کہا کہ ہم ایک کام سے آئے ہیں لہٰذا

تم لوگ بھی ایک ایسے سبب سے اُسے مان لو جو تم کو بتایا جائے گا۔

ان لوگوں نے مرحبا و اہلاً کے نعرے لگائے۔ اور کہا کہ ہمارے یہاں وہ بات ہوگی جس سے تم خوش ہو گے۔ اچھا تم کیا چاہتے ہو۔

ابوطالب نے کہا کہ میرے بھتیجے نے مجھے خبر دی ہے اور انہوں نے کبھی مجھ سے غلط بات نہیں کہی کہ تمہاری اس کتاب پر جو تم نے لکھی ہے اللہ نے دیمک مسلط کر دی اس میں ظلم و جور و قطع رحم کے متعلق جو مضمون تھا اسے وہ چاٹ گئی صرف وہ مضمون باقی رہ گیا ہے جس میں اللہ کا ذکر ہے۔ اگر میرے بھتیجے سچے ہیں تو تم لوگ اپنی بری رائے سے ہٹ جاؤ۔ اور اگر وہ جھوٹے ہیں تو میں انہیں تمہارے حوالے کر دوں گا۔ پھر چاہے تو تم لوگ انہیں قتل کر دینا' خواہ زندہ رکھنا۔

ان لوگوں نے کہا کہ تم نے ہمارے ساتھ انصاف کیا ہے۔ انہوں نے اس کتاب کو منگوا بھیجا۔ جب وہ لائی گئی تو ابوطالب نے کہا کہ اس کو پڑھو۔ لوگوں نے اسے کھولا تو اتفاق سے وہ اسی طرح تھی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ سوائے اس حصہ کے جس میں اللہ کا ذکر تھا سب کا سب دیمک کھا گئی تھی۔

سب لوگ حیران ہوئے اور شرمندگی سے سرنگوں ہو گئے۔ ابوطالب نے کہا: کیا تمہیں واضح ہو گیا ہے کہ تمہیں لوگ ظلم و قطع رحم و بدی کے قریب تر ہو؟ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

قریش نے بنی ہاشم کے ساتھ جو برتاؤ کیا تھا اس پر چند آدمیوں نے ایک دوسرے کو ملامت کی' پھر یہ لوگ بہت تھوڑے رہ گئے۔

ابوطالب یہ کہتے ہوئے شعب واپس آئے کہ اے گروہ قریش! ہم لوگ کس بنا پر محصور و مقید ہیں۔ حالانکہ حقیقت امر واضح ہو گئی ہے۔

ابوطالب اور ان کے ساتھی کعبے کے پردوں میں داخل ہوئے۔ اور کہا اے اللہ! جن لوگوں نے ہم پر ظلم کیا' ہم سے قطع رحم کیا اور ہماری اس چیز کو حلال سمجھ لیا جو اس پر حرام ہے اس سے ہماری مدد کر۔ یہ کہا اور واپس ہو گئے۔

ایک جن کا خبر دینا:

جابر وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق سب سے پہلے جو خبر مدینے میں آئی یہ تھی کہ اہل مدینہ میں سے ایک عورت کے ایک جن تابع تھا وہ ایک پرندے کی شکل میں آیا مکان کی دیوار پر اُترا تو اس عورت نے کہا کہ نیچے اُتر' تو ہم سے بات کر ہم تجھ سے بات کریں تو ہمیں خبر دے اور ہم تجھے خبر دیں' اس نے کہا مکے میں ایک نبی مبعوث ہوئے ہیں جنہوں نے زنا کو ہم پر حرام کر دیا' اور ہمارا اقرار (چین) چھین لیا ہے۔

زمانۂ بعثت و مقصد آمد مصطفیٰ:

سفیان ثوری سے مروی ہے کہ میں نے السدی کو آیت ﴿ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ﴾ (یعنی اللہ نے آپ کو ناواقف پایا' پھر اس نے ہدایت کر دی) کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ آپ چالیس برس تک اپنی قوم کے حال پر رہے۔

انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ولادت سے چالیس برس بعد مبعوث کیے گئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ چالیس (برس) کے بعد مبعوث ہوئے تھے۔ جب انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا' اے ابوحمزہ! رسول اللہ ﷺ جب مبعوث ہوئے تو آپ کس شخص کی عمر کے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپ چالیس برس کے تھے۔ العلاء نے پوچھا پھر اس کے بعد کیا ہوا۔ انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا' آپ ﷺ دس سال مکے میں رہے اور دس سال مدینے میں رہے۔

ابن سعد نے کہا: انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آپ مکے میں دس برس رہے اور ان کے سوا کوئی اس کو نہیں کہتا (سب تیرہ برس کہتے ہیں)۔

عامر سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر نبوت نازل ہوئی تو آپ ﷺ چالیس برس کے تھے۔ تین سال اسرافیلؑ آپ کے ساتھ رہے۔ پھر انہیں آپ سے جدا کر لیا گیا اور جبرئیل علیہ السلام کو دس برس مکے میں اور دس برس مدینے میں آپ ﷺ کی ہجرت کے زمانہ میں ساتھ رکھا گیا۔ تریسٹھ سال کی عمر میں رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی۔

محمد بن سعد نے کہا: میں نے یہ حدیث محمد بن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کی تو فرمایا' ہمارے شہر کے اہل علم بالکل نہیں جانتے کہ اسرافیل علیہ السلام نبی ﷺ کے ساتھ رکھے گئے ان کے علماء اور ان میں سے علمائے سیرت کہتے ہیں کہ آپ ﷺ پر جب سے وحی نازل ہوئی۔ اس وقت سے آپ کی وفات تک سوائے جبرئیل کے کوئی فرشتہ آپ کے ساتھ نہیں رکھا گیا۔

زرارہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ قرن ایک سو بیس برس کا ہوتا ہے جس سال رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے۔ وہ وہی سال تھا۔ جس میں یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔

ابوجعفر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں احمر (سرخ) واسود (سیاہ) کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ عبدالملک نے کہا کہ احمر انسان اور اسود جن ہیں۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ان سب کا رسول ہوں جن کو میں زندہ پاؤں اور جو میرے بعد پیدا ہوں۔

خالد بن سعدان سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم لوگوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں' اگر مجھ کو نہ مانیں تو عرب کی طرف وہ بھی مجھے نہ مانیں تو قریش کی طرف وہ بھی نہ مانیں تو بنی ہاشم کی طرف اور اگر وہ بھی نہ مانیں تو میں صرف اپنی ہی طرف (تبلیغ کروں گا)۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے تمام لوگوں کی طرف سے رسول بنایا گیا ہے اور مجھی پر انبیاء ختم کر دیئے گئے ہیں۔

جابر سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا: میں ایک ہزار نبی یا اس سے زیادہ کا ختم کرنے والا ہوں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: میں ایک ہزار نبی یا اس سے زیادہ کا ختم کرنے والا ہوں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں آٹھ ہزار انبیاء کے بعد بھیجا گیا ہوں جن میں چار ہزار نبی بنی اسرائیل کے ہیں۔

حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ملت حنفیہ سہلہ کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں صرف اس لئے مبعوث ہوا ہوں کہ اخلاق حسنہ کو مکمل کردوں۔

معبد بن خالد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے لوگو میں تو محض وہ رحمت ہوں جو بطور ہدیہ بھیجی گئی ہے میں ایک قوم کی ترقی اور دوسروں کی تنزلی کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔

ابو صالح سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! میں تو محض وہ رحمت ہوں جو بطور ہدیہ بھیجی گئی ہے۔

مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں صرف اس لئے مبعوث ہوا ہوں کہ اخلاق کا حسن مکمل کردوں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں لوگوں سے اس وقت تک جہاد کرنے کے لئے مامور ہوا ہوں کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہیں۔ جو لا الٰہ الا اللہ کہے گا اس کی جان اور مال مجھ سے محفوظ ہو جائے گا۔ سوائے اس کے کہ جو اس (جان و مال کے لینے کا) حق ہوگا (تو لیا بھی جائے گا)۔ اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے (کہ وہ واقعی مسلمان ہوا یا نہیں) اس نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے اور اس قوم کا ذکر کیا ہے جس نے تکبر کیا۔ فرماتا ہے کہ:

﴿ انھم كانوا اذا قيل لهم لا اله الا الله يستكبرون ﴾

''وہ لوگ جو ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے''۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں لوگوں سے اس وقت تک جہاد کرنے پر مامور ہوں کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہیں۔ جب وہ اس کو کہیں گے تو اپنے جان و مال کو مجھ سے بچالیں گے سوائے اس کے کہ جو اس کا حق ہو اور اُن کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

یوم بعثت:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ تمہارے نبی علیہ السلام دوشنبہ کو نبی بنائے گئے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام دوشنبے کو نبی بنائے گئے۔

ابو جعفر سے مروی ہے کہ ۱۷ رمضان یوم دوشنبہ کو حراء میں رسول اللہ ﷺ پر فرشتہ نازل ہوا۔ اس زمانے میں رسول اللہ ﷺ چالیس برس کے تھے جو فرشتہ آپ پر وحی لے کر نازل ہوا تھا وہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔

وحی سے قبل سچے خواب:

قتادہ رضی اللہ عنہ سے آیت ﴿ و ايدناه بروح القدس ﴾ (اور ہم نے روح القدس سے آپ کی مدد کی) کی تفسیر میں مروی

ہے کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس وحی کی ابتداء ہوئی وہ سچے خواب تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی خواب نہ دیکھتے تھے' جو سفیدی صبح کی طرح پیش نہ آتا ہو۔ جب تک اللہ کو منظور ہوا اسی حالت پر رہے۔ خلوت و گوشہ نشین رہتے تھے۔ جس میں قبل اس کے کہ اپنے اعزہ و متعلقین کے پاس واپس آئیں متعدد راتیں تنہائی و عبادت میں گزارتے تھے۔ پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس آتے تھے۔ اسی طرح راتوں کے لئے توشہ لے لیتے تھے یہاں تک کہ یکا یک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس امر حق آ گیا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حراء میں ہی تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت (مذکورہ) میں تھے تو اجیاء میں قیام تھا۔ آپ نے افق آسمان پر ایک فرشتے کو اس کیفیت سے دیکھا کہ وہ اپنا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھے ہوئے پکار رہا ہے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں جبرئیل (علیہ السلام) ہوں۔ یا محمدؐ! میں جبرئیلؑ ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈر گئے۔ جب اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھاتے تھے تو برابر ان کو دیکھتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت تیزی کے ساتھ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ انہیں اس واقعے سے آگاہ کیا اور فرمایا: اے خدیجہؓ! واللہ مجھے ان بتوں اور کاہنوں کا سا بغض کبھی کسی چیز سے نہیں ہوا۔ میں اندیشہ کرتا ہوں کہ کہیں کاہن نہ ہو جاؤں۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہر گز نہیں۔ اے میرے چچا کے فرزند یہ نہ کہیے۔ اللہ آپ کے ساتھ ایسا کبھی نہ کرے گا۔ آپ صلہ رحم کرتے ہیں۔ بات سچ کہتے ہیں اور امانت دار ہیں۔ آپ کے اخلاق کریم ہیں۔

پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور یہ گویا سب سے پہلی مرتبہ ان کے پاس گئیں۔ انہیں اس واقعے سے خبردار کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔

ورقہ نے کہا: بخدا تمہارے چچا کے فرزند بیشک سچے ہیں۔ یہ نبوت کی ابتداء ہے بیشک ان کے پاس ناموس اکبر (جبرئیل علیہ السلام) آئیں گے۔ تم ان سے کہو کہ وہ اپنے دِل میں سوائے نیکی کے اور کوئی بات نہ لائیں۔

عروہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے خدیجہ رضی اللہ عنہا! میں ایک نور دیکھتا ہوں اور ایک آواز سنتا ہوں' اندیشہ ہے کہ میں کاہن نہ ہو جاؤں۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے فرزند عبداللہ! اللہ آپ کے ساتھ ایسا ہر گز نہیں کرے گا آپ سچ بات کہتے ہیں' امانت ادا کرتے ہیں' اور صلہ رحمی کرتے ہیں۔

غالباً ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے خدیجہ رضی اللہ عنہا! میں ایک آواز سنتا ہوں اور ایک نور دیکھتا ہوں۔ ڈرتا ہوں کہ مجھے جنون نہ ہو جائے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے فرزند عبداللہ! اللہ ایسا نہیں ہے کہ آپ کے ساتھ ایسا کرے۔ وہ ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے کہا: اگر وہ سچے ہیں تو یہ ناموس موسیٰ علیہ السلام کی طرح ناموش (فرشتہ) ہے جس کی آواز و روشنی ہے۔ وہ میری زندگی میں مبعوث ہو گئے تو میں ان کی حمایت کروں گا' مدد کروں گا۔ اور ان پر ایمان لاؤں گا۔

پہلی وحی کا نزول:

محمد بن عبادہ بن جعفر سے مروی ہے کہ بعض علماء کو کہتے سنا کہ سب سے پہلے جو وحی نبی علیہ السلام پر نازل ہوئی وہ یہ تھی:

﴿ اقرأ باسم ربك الذی خلق ○ خلق الانسان من علق ○ اقرأ و ربك الاكرم ○ الذی علم بالقلم ○ علم الانسان ما لم يعلم ○ ﴾

جو وحی حراء کے مقام پر نبی علیہ السلام پر نازل ہوئی یہ اس کا ابتدائی حصہ ہے۔ اس کے بعد مشیت الٰہی کے مطابق اس کا آخری حصہ بھی نازل ہوا۔

عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ سب سے پہلے جو سورت نبی علیہ السلام پر نازل کی گئی وہ ﴿ اقرأ باسم ربك الذی خلق ﴾ ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حراء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو کچھ دِن تک یہ کیفیت رہی کہ جبرئیل علیہ السلام نظر نہ آئے۔ آپ کو شدید غم ہوا۔ کبھی کوہ ثبیر جاتے تھے کبھی حراء اور یہ ارادہ کرتے تھے کہ اپنے آپ کو اس پر سے گرا دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پہاڑوں میں سے کسی کا ارادہ فرما رہے تھے کہ آسمان سے ایک آواز سنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آواز کی گرج سے رُک گئے۔ سر اُٹھایا تو آسمان و زمین کے درمیان جبرئیل علیہ السلام ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے نظر آئے جو کہہ رہے تھے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ واقعی رسول ہیں اور میں جبرئیلؑ ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح واپس ہوئے کہ اللہ نے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دی تھیں اور دِل مضبوط کر دیا تھا۔ اس کے بعد وحی کا تانتا بندھ گیا۔

ابوبکر بن عبداللہ بن ابی مریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے کہا گیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی آنکھ کو سونا چاہئے۔ کان کو سننا چاہئے اور قلب کو یادِ الٰہی کرنا چاہئے۔ چنانچہ میری آنکھ سوتی ہے' قلب یاد کرتا ہے اور کان سنتا ہے۔

کیفیت وحی:

عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی تھی۔ چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کی جاتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی وجہ سے مدہوشی کی طرح پژمردہ ہو جاتے تھے۔

ابوراوی الدوسی سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت وحی نازل ہوتے دیکھا جب آپ اپنی سواری پر تھے۔ وہ چلاتی تھی اور اپنے ہاتھ پیر سکیڑتی تھی۔ مجھے گمان ہوا کہ اس کی باہیں ٹوٹ جائیں گی۔ اکثر وہ بھڑکتی تھی' اپنے ہاتھ گڑو کے کھڑی ہو جاتی تھی یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ثقل وحی سے افاقہ ہو جاتا اور آپ اس سے مثل موتی کی لڑی کے اُتر جاتے تھے۔

عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ نے اپنے چچا سے روایت کی کہ انہیں یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے' میرے پاس وحی دو طریقے سے آیا کرتی ہے۔

(۱) اسے جبرئیل علیہ السلام لاتے ہیں اور مجھے تعلیم کرتے ہیں۔ جس طرح ایک آدمی دوسرے آدمی کو تعلیم کرتا ہے۔ یہ طریقہ

جس میں مجھ سے چین چھوٹ جاتا ہے۔

(۲) میرے پاس جرس کی آواز کی طرح آتی ہے۔ یہاں تک کہ میرے قلب میں رچ جاتی ہے۔ یہ وہ طریقہ ہے جس سے چین نہیں چھوٹتا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حارث بن ہشام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کبھی تو وہ میرے پاس جرس کی جھنکار کی سی آواز میں آتی ہے اور وہ مجھ پر سب وحی سے زیادہ سخت ہوتی ہے۔ پھر وہ مجھ سے منقطع ہو جاتی ہے اور مجھے یاد ہو جاتا ہے۔ کبھی فرشتہ میرے لئے شکل بدل لیتا ہے' مجھ سے کلام کرتا ہے' وہ جو کچھ کہتا ہے میں اسے یاد کر لیتا ہوں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے شدید سردی کے زمانے میں آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتے دیکھا ہے۔ اختتام پر آپ ﷺ کی پیشانی سے پسینہ ٹپکتا ہوتا تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب نبی علیہ السلام پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ اس کی شدت محسوس کرتے تھے۔ اسے یاد کرتے تھے اور اپنے لب ہلاتے تھے تاکہ بھول نہ جائیں۔

پھر اللہ نے آپ ﷺ پر یہ آیت نازل کی ﴿ لا تحرك به لسانك لتعجل به ﴾ (آپ زبان کو حرکت نہ دیجئے کہ اس کے ساتھ عجلت کریں)۔ اس کے ساتھ عجلت کریں کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سیکھنے میں عجلت کریں۔ ﴿ ان علينا جمعه و قرآنه ﴾ (بے شک اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے) یعنی آپ اسے بھول نہیں سکتے۔ یعنی یہ ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اسے آپ کے سینے میں جمع کر دیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ قرآنه کا مطلب یہ ہے کہ آپ اسے پڑھیں گے۔ ﴿ فاتبع قرآنه ﴾ (لہٰذا آپ ان کے پڑھنے کی پیروی کیجئے) یعنی آپ خاموش رہیے (اور جبرئیل علیہ السلام کا پڑھنا سنیے)۔ ﴿ ان علينا بيانهٗ ﴾ یعنی ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اسے آپ کی زبان سے بیان کرا دیں گے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ مطمئن ہو گئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت: ﴿ لا تحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه و قرآنه ﴾ کی تفسیر میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نزول وحی سے شدت محسوس کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ اپنے لبوں کو حرکت دیتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نازل فرمایا کہ ﴿ لا تحرك به لسانك ... الآية ﴾ آپ اس کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیجئے' آپ کے سینے میں اس کا جمع کرنا ہمارے ذمہ ہے (جب جمع ہو جائے گا تو) پھر آپ اسے پڑھیں گے۔ ﴿ فاذا قراناه فاتبع قرانٰه ﴾ یعنی اسے سنیے اور خاموش رہیے۔ ﴿ ثم ان علينا بيانه ﴾ یہ ہمارے ذمہ ہے کہ آپ اسے پڑھیں گے۔ اس کے بعد جب رسول اللہ ﷺ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آتے تھے تو آپ ﷺ ان کا کلام سنتے تھے۔ جب جبرئیل علیہ السلام چلے جاتے تھے تو آپ اسے اسی طرح پڑھتے تھے جس طرح آپ کو پڑھایا جاتا تھا۔

آغازِ تبلیغ:

عبدالرحمٰن بن القاسم نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا۔ آپ کے پاس جو وحی اللہ کی جانب سے آتی ہے اس کی اچھی طرح تبلیغ کریں لوگوں کو احکام الٰہی سے ندا دیں اور انہیں اللہ کی طرف بلائیں۔ آپ ابتدائے نبوت سے تین سال تک خفیہ طور پر دعوت دیتے تھے یہاں تک کہ آپ کو کھلم کھلا دعوت دینے کا حکم ہوگیا۔

محمد سے آیت ﴿ و من احسن قولا ممن دعا الی اللّٰہ و عمل صالحًا و قال اننی من المسلمین ﴾ (اس شخص سے زیادہ اچھے کلام والا کون ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے عمل صالح کرے اور کہے کہ میں بھی مسلمان ہوں) کی تفسیر میں مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔

زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خفیہ و اعلانیہ اسلام کی طرف دعوت دی' نوجوان اور کمزوروں میں سے جس کو خدا نے چاہا اللہ کو مانا' یہاں تک کہ آپ پر ایمان لانے والوں کی کثرت ہوگئی آپ جو کچھ فرماتے تھے کفار قریش بھی اس کے منکر نہ تھے کہ خاندان عبدالمطلب کا یہ لڑکا آسمان کی باتیں کرتا ہے۔ یہی طریقہ رہا یہاں تک کہ اللہ نے ان کے معبودوں کی ہجو کی جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کیا کرتے تھے۔ ان کے ان بزرگوں کی ہلاکت کا ذکر کیا جو کفر پر مر گئے تھے۔ وہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے چوکنا ہوگئے اور آپ کے دشمن ہوگئے۔

کوہ صفا پر پہلا خطبہ:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آیت ﴿ و انذر عشیرتک الاقربین ﴾ (اور اپنے سب سے زیادہ قریب کے رشتہ داروں کو ڈرایئے) نازل کی گئی تو رسول اللہ ﷺ کوہ صفا پر چڑھ گئے اور فرمایا اے گروہ قریش۔

قریش نے کہا محمد (ﷺ) کوہ صفا پر چڑھ کر پکارتے ہیں۔ سب لوگ آئے جمع ہوگئے اور کہا کہ اے محمد (ﷺ)! آپ کو کیا ہوا ہے؟

فرمایا کہ اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ ایک لشکر اس پہاڑ کی جڑ میں ہے تو کیا تم لوگ میری تصدیق کرو گے۔

لوگوں نے کہا جی ہاں۔ آپ ہمارے نزدیک غیر متہم ہیں (آپ پر کبھی کوئی تہمت کذب کی بھی نہیں لگائی گئی)۔ اور ہم نے کبھی آپ کے کذب کا تجربہ نہیں کیا۔

آپ نے کہا: میں ایک عذابِ شدید سے تمہیں ڈرانے والا ہوں۔ اے بنی عبدالمطلب اے بنی عبد مناف اے بنی زہرہ (یہاں تک کہ آپ ﷺ نے قبیلۂ قریش کی تمام شاخوں کو گن ڈالا) اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے سب سے زیادہ قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤں اور میں نہ تو دنیا کی تمہاری کسی منفعت پر قادر ہوں اور نہ آخرت کے کسی حصہ پر سوائے اس کے تم لا الٰہ الا اللہ کہو۔

ابولہب کہنے لگا: تبا لک سائر الیوم الھذا جمعتنا (دن بھر آپ کی بربادی ہو کیا اسی لئے آپ نے ہمیں جمع کیا تھا)۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے پوری سورت ﴿ تبت یدآ ابی لھب ﴾ نازل فرمائی۔ (ابولہب ہی کے دونوں ہاتھ تباہ ہوگئے)۔

یعقوب بن عتبہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے مکہ میں اسلام کو ظاہر کیا' آپ کا کام پھیل گیا' بعض نے بعض کو دعوت دی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک کنارے خفیہ طور پر دعوت دیتے تھے' سعید بن زید بھی اسی طرح کرتے تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کرتے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ علانیہ دعوت دیتے تھے۔ حمزہ بن عبدالمطلب وابوعبیدہ بن الجراح بھی۔

قریش اس سے سخت غصہ ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حسد و بغاوت کا ظہور ہوا۔ بعض لوگ آپ کی بدگوئی کرتے تھے' وہ کھلم کھلا آپ سے عداوت کرتے تھے۔ دوسرے لوگ پوشیدہ رہتے تھے حالانکہ وہ بھی اسی (عداوت وحسد کی) رائے پر تھے مگر وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت کرنے اور اس کا بیڑا اُٹھانے سے اپنی براءت کرتے تھے۔

دُشمن اسلام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے عداوت و دشمنی رکھنے والے جھگڑے اور فساد کے خواہاں یہ لوگ تھے:

1. ابوجہل بن ہشام
2. ابولہب بن عبدالمطلب
3. اسود بن عبد یغوث
4. حارث بن قیس جس کی ماں کا نام غیطلہ تھا۔
5. ولید بن المغیرہ
6. امیہ
7. اُبی فرزندان خلف
8. ابوقیس بن الفاکہ بن المغیرہ
9. نضر بن الحارث
10. منبہ بن الحجاج
11. عاص بن وائل
12. زہیر بن ابی امیہ
13. سائب بن صیفی بن عابد
14. اسود بن عبدالاسد
15. عاص بن سعید بن العاص
16. عاص بن ہاشم
17. عقبہ بن ابی مُعیط
18. ابن الاصدی الہذلی جس کو اروی (بنت عبدالمطلب) نے نکال دیا تھا۔

۱۹ حکم بن ابی العاص

۲۰ عدی بن الحمراء

یہ اس لیے کہ یہ سب قریش کے ہمسایہ تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جن کی عداوت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی وہ ابوجہل و ابولہب و عقبہ بن ابی معیط تھے۔ عتبہ و شیبہ فرزندانِ ربیعہ و ابوسفیان بن حرب بھی اہل عداوت تھے مگر یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی بدگوئی نہیں کرتے تھے۔ یہ لوگ عداوت میں مثل قریش تھے۔

سوائے ابوسفیان اور حکم کے ان میں سے کوئی اسلام نہیں لایا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں دو پڑوسیوں کے شر کے درمیان تھا۔ ابولہب و عقبہ بن ابی معیط۔ دونوں پاخانہ لاتے تھے اور میرے دروازے پر ڈالتے تھے۔ بعض مرتبہ ایسی ناپاک چیزیں ہوتی تھیں جو لوگ پھینک دیتے تھے۔ میرے دروازے پر ڈال جاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لاتے اور فرماتے' اے بنی عبد مناف یہ کون سا حق ہمسائیگی ہے۔ پھر اسے راستے میں ڈال دیتے تھے۔

ابوطالب کے ساتھ قریشی وفد کی ملاقات:

عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر العذری وغیرہ سے مروی ہے کہ جب قریش نے اسلام کا ظہور اور مسلمانوں کا کعبہ کے گرد بیٹھنا دیکھا تو وہ حیران ہو گئے۔ ابوطالب کے پاس آئے اور کہا: آپ ہمارے بزرگ اور ہم لوگوں میں افضل ہیں۔ ان بے وقوفوں نے آپ کے بھتیجے کے ساتھ ہو کر جو کچھ کیا ہے وہ بھی آپ نے دیکھا ہے۔ (مثلاً) ہمارے معبودوں کو ترک کر دینا اور ان کا ہم پر طعنہ زنی کرنا اور ہمارے نوجوانوں کو احمق کہنا (وغیرہ)۔

یہ (قریش کے) لوگ عمارہ بن الولید بن المغیرہ کو بھی اپنے ہمراہ لائے تھے۔ ان لوگوں نے کہا' ہم آپ کے پاس ایسے شخص کو لائے ہیں جو نسب و جمال و بہادری اور شعر گوئی میں جوان قریش ہے اسے آپ کے حوالے کرتے ہیں تاکہ اس کی مدد و میراث آپ کے لئے ہو۔ آپ اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم اسے قتل کر دیں۔ یہ طریقہ خاندان کو ملانے والا اور انجام کار کے اعتبار سے بہترین ہوگا۔

ابوطالب نے کہا: واللہ تم لوگوں نے میرے ساتھ انصاف کیا نہیں۔ تم مجھے اپنا بیٹا دیتے ہو تاکہ میں تمہارے لئے اسے پرورش کروں اور تمہیں اپنا بھتیجا دے دوں۔ تاکہ تم اسے قتل کرو۔ یہ تو انصاف نہ ہوا۔ تم لوگ مجھ سے غریب و ذلیل کا سا سودا کرتے ہو۔

ان لوگوں نے کہا: آنحضرت ﷺ کو بلا بھیجو تاکہ ہم فیصلہ و انصاف انہیں کے سپرد کر دیں۔ ابوطالب نے آپ ﷺ کو بلا بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ ابوطالب نے کہا: اے میرے بھتیجے! یہ لوگ آپ کے چچا اور آپ کی قوم کے شرفاء ہیں اور آپ سے فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ کہو میں سنوں گا۔ ان لوگوں نے کہا: آپ ہمارے معبودوں کو چھوڑ دیجئے اور ہم لوگ آپ کو اور آپ کے معبود کو چھوڑ دیں گے۔ ابو طالب نے کہا: قوم نے آپ کے ساتھ انصاف کیا لہٰذا آپ ان کے فیصلے کو قبول کیجئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم لوگوں کی رائے ہے کہ میں تمہیں یہ قول دے دوں تو تم بھی ایک ایسے کلمے کا قول دو گے کہ اس کی وجہ سے تم سارے عرب کے مالک بن جاؤ گے اور عجم بھی تمہارے لئے اسی کو دین بنائے گا۔

ابو جہل نے کہا: یہ کلمہ تو بہت ہی نفع مند ہے آپ کے والد کی قسم ہم اسے اور اس کے سے دس کلموں کو ضرور ضرور کہیں گے۔

آپ نے فرمایا: لا الٰہ الا اللہ کہو۔

وہ لوگ سخت ناخوش ہوئے اور کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے کہ اپنے معبودوں پر سختی سے جمے رہو یہی چیز مقصود و مراد ہے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ کہنے والا (بجائے ابو جہل کے) عقبہ بن ابی معیط تھا۔

ان لوگوں نے کہا کہ ہم ان کے پاس دوبارہ کبھی نہ جائیں گے اس سے بہتر کوئی بات نہیں کہ محمد (ﷺ) کو دھوکے سے قتل کر دیا جائے۔

جب یہ شب گزری اور دوسرے دن کی شام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ گم ہو گئے۔ ابو طالب آپ ﷺ کے چچا قیامگاہ پر آئے مگر آپ کو نہ پایا (اندیشہ ہوا کہ خدانخواستہ قریش نے آپ کو قتل تو نہیں کر دیا)۔

ابو طالب نے بنی ہاشم و بنی مطلب کے نوجوانوں کو جمع کیا اور کہا تم میں سے ہر شخص کو ایک ایک تیز تلوار لے کر میری پیروی کرنا چاہئے۔ جب میں مسجد حرام میں داخل ہوں تو تم میں ہر نوجوان کو چاہئے کہ وہ کسی بڑے سردار کے پاس بیٹھے جن میں ابو جہل بھی ہو کیونکہ اگر محمد (ﷺ) قتل کر دیئے گئے ہیں تو (وہ ابو جہل) شر سے جدا نہیں ہے (یعنی وہ بھی اس میں ضرور شریک ہو گا)۔

نوجوانوں نے کہا ہم کریں گے۔

زید بن حارثہ آئے تو انہوں نے ابو طالب کو اسی حال پر پایا۔ ابو طالب نے کہا اے زید تم نے میرے بھتیجے کا پتہ بھی پایا۔ انہوں نے کہا جی ہاں میں تو ابھی ان کے ساتھ ہی تھا۔ ابو طالب نے کہا تاوقتیکہ میں انہیں دیکھ نہ لوں اپنے گھر نہ جاؤں گا۔

زید تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ کوہ صفا پر ایک مکان میں تھے اور ساتھ اصحاب بھی تھے جو باہم باتیں کر رہے تھے۔ زید نے آپ ﷺ کو یہ واقعہ بتایا۔ رسول اللہ ﷺ ابو طالب کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! کہاں تھے؟ اچھی طرح تو تھے؟ فرمایا: جی ہاں۔ انہوں نے کہا کہ اپنے گھر جائیے۔

رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لے گئے۔ صبح ہوئی تو ابو طالب نبی ﷺ کے پاس گئے اور آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر مجالس قریش پر کھڑا کر دیا۔ ابو طالب کے ساتھ ہاشمی و مطلبی نوجوان بھی تھے۔

ابو طالب نے کہا: اے گروہ قریش! تمہیں معلوم ہے کہ میں نے کس بات کا قصد کیا تھا۔ ان لوگوں نے کہا نہیں۔ ابو طالب نے انہیں واقعہ بتایا اور نوجوان سے کہا کہ جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں ہے اسے کھول دو۔ ان لوگوں نے کھولا تو ہر شخص کے

پاس تلوار تھی۔

ابوطالب نے کہا: واللہ اگر تم لوگ آنحضرت ﷺ کو قتل کر دیتے تو میں تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتا۔ یہاں تک کہ ہم تم دونوں آپس میں فنا ہو جاتے۔ ساری قوم بھاگی اور ان میں سے تیز بھاگنے والا ابوجہل تھا۔

ہجرت حبشہ اولیٰ:

زہری سے مروی ہے کہ جب مسلمانوں کی کثرت ہوگئی ایمان ظاہر ہو گیا اور اس کا چرچا ہونے لگا تو کفار قریش کے بہت سے لوگوں نے اپنے قبیلے کے مومنین پر حملہ کر دیا۔ ان پر عذاب کیا۔ قید کر دیا اور انہیں دین سے برگشتہ کرنا چاہا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم روئے زمین پر منتشر ہو جاؤ۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کہاں جائیں؟ فرمایا: یہاں۔ آپ ﷺ نے حبشہ (افریقہ) کی طرف اشارہ فرمایا۔ وہ آپ ﷺ کا سب سے زیادہ پسندیدہ ملک تھا جس کی جانب ہجرت کی جاتی۔

مسلمانوں کی کافی تعداد نے ہجرت کی۔ ان میں بعض وہ تھے جو اپنے ہمراہ اپنے متعلقین کو بھی لے گئے۔ اور بعض وہ تھے جو خود ہی گئے یہاں تک کہ ملک حبشہ میں در آئے۔

حارث بن الفضیل سے مروی ہے کہ مسلمان خفیہ طور پر روانہ ہوئے۔ وہ گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ یہ لوگ شعیبہ پہنچے ان میں سوار بھی تھے پیادہ بھی تھے۔ جس وقت مسلمان (ساحل تک) آئے تو اللہ نے تجار کی دو کشتیوں کو ساتھ ساتھ پہنچا دیا۔ انہوں نے ان مہاجرین کو نصف دینار کے عوض میں حبشہ تک کے لئے سوار کر لیا۔

ان لوگوں کی روانگی رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں ہوئی تھی۔ قریش بھی ان لوگوں کے پیچھے پیچھے چلے۔ جب سمندر کے اس مقام پر آئے جہاں سے مہاجرین سوار ہوئے تھے تو ان میں سے کسی کو بھی نہ پایا۔

مہاجرین نے کہا: ہم لوگ ملک حبشہ میں آ گئے۔ وہاں ہم بہترین ہمسائے کے پڑوس میں رہے۔ ہمیں اپنے دین پر امن مل گیا۔ ہم نے اس طرح اللہ کی عبادت کی کہ نہ ہمیں ایذاء دی گئی اور نہ ہم نے کوئی ایسی بات سنی جو ناگوار ہو۔

شرکائے ہجرت حبشہ اولیٰ:

محمد بن یحییٰ بن حبان سے مروی ہے کہ اس جماعت مہاجرین کے مردوں اور عورتوں کے نام یہ ہیں:

(۱) عثمان بن عفان جن کے ہمراہ ان کی بیوی

(۲) رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ بھی تھیں۔

(۳) ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ جن کے ہمراہ ان کی بیوی

(۴) سُہلہ بنت سہیل بن عمرو بھی تھیں۔

(۵) زبیر بن العوام بن بن خویلد بن اسد۔

(۶) مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار۔

(۷) عبدالرحمٰن بن عوف بن عبدالحارث بن زہرہ۔

(۸) ابوسلمہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن مخزوم جن کے ہمراہ ان کی بیوی

(۹) اُمّ سلمہ بنت ابی امیہ بن المغیرہ بھی تھیں۔

(۱۰) عثمان بن مظعون الجحی۔

(۱۱) عامر بن ربیعہ العنزی جو بنی عدی بن کعب کے حلیف تھے اور ان کے ہمراہ ان کی بیوی

(۱۲) لیلیٰ بنت ابی حثمہ بھی تھیں۔

(۱۳) ابوسبرہ بن ابی رحم بن عبدالعزیٰ العامری۔

(۱۴) وحاطب بن عمرو بن عبد شمس۔

(۱۵) وسہیل بن بیضاء جو بنی الحارث بن فہر میں سے تھے۔

(۱۶) عبداللہ بن مسعود جو حلیف بنی زہرہ تھے۔

حبشہ سے اصحاب کی واپسی کی وجہ:

المطلب بن عبداللہ بن خطب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قوم کا باز رہنا دیکھا تو آپ تنہا بیٹھے اور تمنا ظاہر فرمائی کہ کاش مجھ پر کوئی ایسی وحی نازل نہ ہوتی جو کفار کو مجھ سے بیزار کرتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم میں مقرب اور ان کے نزدیک ہو گئے وہ لوگ آپ کے نزدیک ہو گئے۔

ایک روز کعبہ کے گرد انہیں مجالس میں سے کسی میں بیٹھے اور آپ نے ان لوگوں کو یہ پڑھ کر سنایا: ﴿ والنجم اذا ھوی ﴾ ہے۔ ﴿ افرأیتم اللات العزی و مناۃ الثالثۃ الاخری ﴾ تک۔ شیطان نے آپ کی زبان پر یہ دو کلمات بھی ڈال دیئے: ﴿ تلك الغرانیق العُلی و ان شفاعتھن لترتجی ﴾ یہ تصاویر (بت) بلند مرتبہ ہیں اور بیشک ان کی شفاعت کی توقع کی جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات ادا فرمائے۔ آپ آگے بڑھے پوری سورۃ پڑھی اور سجدہ کیا۔ ساری قوم مشرکین نے بھی سجدہ کیا۔ ولید بن مغیرہ نے مٹی اپنی پیشانی تک اُٹھائی اور اس پر سجدہ کیا۔ وہ بہت بوڑھا تھا' سجدہ کرنے پر قادر نہ تھا۔

کہا جاتا ہے کہ جس نے مٹی لی اور سجدہ کیا اور پیشانی تک اٹھایا۔ وہ ابواُحیحہ بن سعید بن العاص تھا وہ بہت بوڑھا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ مٹی جس نے اُٹھائی وہ ولید تھا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ابواحیحہ تھا' دوسرے کہتے ہیں کہ ان دونوں نے یہی کیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کلمہ ارشاد فرمایا اس سے سب لوگ خوش ہو گئے اور کہا ہم خوب جانتے ہیں کہ اللہ ہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ وہی پیدا کرتا ہے اور رزق دیتا ہے۔ لیکن ہمارے یہ معبود اس کے یہاں ہماری سفارش کرتے ہیں جب آپ نے بھی ان (معبودوں) کا ایک حصہ مقرر کر دیا ہے (کہ انہیں غافل نہ مانا صرف شفیع مانا) تو ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کا یہ کہنا بہت ہی گراں معلوم ہوا۔ کیونکہ دراصل آپ نے یہ کلمات ہی نہ فرمائے تھے۔ یہ محض راوی کا سہو ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ شیطان نے آپ کی آواز ملا کر یہ کلمات کہہ دیئے ہوں۔ اسی سورت کے شروع میں ﴿ وما ینطق عن الھوٰی، ان ھو الا وحی یوحی ﴾ موجود ہے کہ آپ کی زبان مبارک سے وحی کے ساتھ غیر وحی نکل ہی نہیں سکتی پھر

یہ کیونکر ممکن ہے کہ شیطان کی زبان کو آپ کی زبان پر قابو مل جائے۔ خدانخواستہ ایسا ہوتو پھر آپ کی تمام وحی میں شیطانی کلمات کی آمیزش کا شبہ ہوسکتا ہے۔ حاشا وکلا۔

آپ بیت اللہ میں بیٹھ گئے۔ شام ہوئی تو جبرئیل علیہ السلام آئے۔ آپ نے ان سے اس سورت کا دور کیا۔ جبریل نے کہا کہ کیا میں آپ کے پاس یہ دونوں کلمات بھی لایا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اللہ پر وہ بات کہہ دی جو اس نے نہیں کہی تھی (یہ بھی محض وہم راوی ہے)۔ قرآن میں صاف صاف مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ اللہ کی طرف سے کوئی بات بغیر اس کے کہے نہیں کہہ سکتے: ﴿ ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین ﴾۔

پھر اللہ نے آپ کو یہ وحی بھیجی (جس میں یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ آنحضرت ﷺ تو اپنی طرف سے ہرگز وحی بنا ہی نہیں سکتے۔ کوئی اور شخص بھی اس کا وہم و وسوسہ نہ کرے)۔ ﴿ و ان کادوا لیفتنونك عن الذی او حینا الیك لتفتری علینا غیرہ و اذا لاتخذوك خلیلا الی قوله ثم لا تجدلك علینا نصیرا ﴾ (اگرچہ قریب ہے کہ یہ لوگ جو وحی ہم نے آپ کو بھیجی ہے اس سے آپ کو باز رکھیں تا کہ آپ اسی وحی کے خلاف ہم پر بہتان باندھیں اور اس وقت یہ لوگ آپ کو دوست بنالیں' وغیرہ وغیرہ۔ پھر آپ (ایسا واقعہ ہونے پر) ہمارے خلاف اپنا کوئی مددگار نہ پائیں گے)۔

یہ آیت خود بتاتی ہے کہ ایسا واقعہ ہوا نہیں بلکہ مشرکین کی خواہش تھی کہ ایسا ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی یہ آیت نازل کر کے ان کی اُمید باطل پر پانی پھیر دیا۔

ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام سے مروی ہے کہ اس سجدہ کی خبر لوگوں میں اتنی شائع ہوئی کہ ملک حبشہ تک پہنچ گئی۔

رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو معلوم ہوا کہ اہل مکہ نے سجدہ کیا اور اسلام لائے۔ ولید بن مغیرہ اور ابواحیحہ نے بھی نبی ﷺ کے پیچھے سجدہ کیا۔ اس جماعت مہاجرین نے کہا کہ جب یہی لوگ اسلام لے آئے تو اب مکے میں اور کون رہ گیا۔ ہمیں اپنے قبائل' اہل حبشہ سے زیادہ محبوب ہیں۔

یہ لوگ واپسی کے ارادے سے روانہ ہوئے جب مکے کے اسی طرف دن کے ایک گھنٹے راہ پر تھے تو ان کی ملاقات بنی کنانہ کے چند شتر سواروں سے ہوئی۔ قریش اور ان کا حال دریافت کیا تو شتر سواروں نے کہا محمد (ﷺ) نے ان کے معبودوں کا خیر کے ساتھ ذکر کیا یہ گروہ ان کا پیروکار ہوگیا۔ پھر آنحضرت ﷺ ان (معبودوں) سے برگشتہ ہو گئے تو وہ لوگ بھی ان کے ساتھ شر کرنے لگے۔ ہم نے ان لوگوں کو اسی حالت میں چھوڑا ہے۔ اس جماعت نے ملک حبشہ کی واپسی کے بارے میں باہم مشورہ کیا۔ قرار پایا کہ اب تو پہنچ گئے۔ دیکھیں تو قریش کس حال میں ہیں جو شخص اپنے اعزہ سے تجدید ملاقات کرنا چاہے تو کر لے' پھر واپس آئے۔

ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ سوائے ابن مسعود کے جو تھوڑی دیر (بیرون مکہ ٹھہر کر) ملک حبشہ واپس ہو گئے۔ اور

سب لوگ مکے میں داخل ہوئے اور جو شخص داخل ہوا اپنے پڑوسی کے ساتھ داخل ہوا۔

محمد بن عمر نے کہا کہ یہ لوگ رجب ۵ ؁ نبوی میں مکے سے نکلے تھے۔ شعبان و رمضان میں (ملک حبشہ میں) مقیم رہے اور سجدے کا واقعہ رمضان میں ہوا تھا اور یہ لوگ شوال ۵ ؁ نبوی میں آئے تھے۔

ہجرت حبشہ ثانی:

عبدالرحمٰن بن سابط وغیرہ سے مروی ہے کہ جب اصحاب نبی ﷺ پہلی ہجرت سے مکے میں گئے تو ان کی قوم نے سختی کی اور ان کے خاندان نے ان پر حملہ کیا ان کو سخت اذیت کا سامنا ہوا۔

رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ ملک حبشہ کی روانگی کی اجازت مرحمت فرمائی اس بار روانگی پہلے سے بہت زیادہ دشوار تھی۔ قریش کی طرف سے انتہائی سختی سے دوچار ہونا پڑا اور (سخت اذیت پہنچی) قریش کو جب نجاشی کا اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا معلوم ہوا تو سخت ناگوار گزرا۔

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! نجاشی کے پاس ہماری پہلی ہجرت اور یہ دوسری اس طرح ہوئی کہ آپ ہمارے ہمراہ نہیں تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اللہ کی طرف اور میری طرف ہجرت کرنے والے ہو تمہیں ان دونوں ہجرتوں کا ثواب ہوگا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ بس اتنا ہی کافی ہے۔

ہجرت کرنے والے مردوں کی تعداد تراسی تھی اور عورتیں گیارہ قریشی سات بیرونی تھیں ان مہاجرین نے ملک حبشہ میں نجاشی کے یہاں اچھے برتاؤ میں قیام کیا۔

جب ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت فرمانے کی خبر سنی تو تینتیس مرد اور آٹھ عورتیں واپس آ گئیں دو مرد تو مکے ہی میں وفات پا گئے اور سات آدمی قید کر لیے گئے اور چوبیس بدر میں حاضر ہوئے۔

۷ ؁ نبوی میں ربیع الاوّل کا مہینہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کو ایک فرمان تحریر فرمایا جس میں اسلام کی دعوت دی۔ عمرو بن اُمیہ الضمری کے ہمراہ روانہ کیا۔

فرمان سن کر نجاشی اسلام لایا اور کہا: اگر میں حاضر خدمت ہونے پر قادر ہوتا تو ضرور حاضر ہوتا۔

رسول اللہ ﷺ نے تحریر فرمایا کہ وہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان بن حرب کا آپ کے ساتھ نکاح کر دیں جو اپنے شوہر عبیداللہ بن جحش کے ہمراہ ان لوگوں میں تھیں جنہوں نے ملک حبشہ میں ہجرت کی تھی۔ عبیداللہ وہاں نصرانی ہو گیا اور مر گیا۔

نجاشی نے ان کا نکاح آنحضرت ﷺ کے ساتھ کر دیا اور آپ کی طرف سے چار سو دینار مہر کے دیئے جو شخص ام حبیبہ کے ولی نکاح ہوئے وہ خالد بن سعید العاص تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کو تحریر فرمایا کہ آپ کے اصحاب میں سے جو لوگ ان کے پاس باقی ہیں انہیں آپ کے پاس بھیجیں اور سوار کرا دیں۔

بہ تعمیل ارشاد نبوی نجاشی نے مہاجرین کو عمرو بن امیہ الضمری کے ساتھ دو کشتیوں میں سوار کر دیا۔ یہ لوگ ساحل بولا پر جس کا نام الجار بھی ہے لنگر انداز ہوئے۔ سواریاں کرائے پر لیں' مدینہ مبارکہ آئے۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ خیبر میں تشریف فرما ہیں' آپ کے پاس روانہ ہو گئے۔ بارگاہِ رسالت میں پہنچے تو خیبر فتح ہو چکا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے گفتگو فرمائی کہ ان لوگوں کو بھی اپنے (مال غنیمت کے) حصوں میں شریک کر لیں' اس حکم کی سب نے تعمیل کی۔

رسول اللہ ﷺ اپنے خاندان کے ہمراہ شعب ابی طالب میں:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب قریش کو جعفر اور ان کے ہمراہیوں کے ساتھ نجاشی کا اکرام والطاف معلوم ہوا تو بہت گراں گزرا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب پر سخت غصہ ہوئے۔ آپ کے قتل پر اتفاق کیا اور بنی ہاشم کے خلاف ایک عہد نامہ لکھا کہ نہ تو ان سے شادی بیاہ' خرید و فروخت کریں گے' نہ میل جول رکھیں گے۔

جس نے یہ عہد نامہ لکھا وہ منصور بن عکرمہ العبدری تھا کہ اس کا ہاتھ شل ہو گیا۔ انہوں نے اس عہد نامے کو کعبے کے بیچ میں لٹکا دیا۔

بعض اہل علم کی رائے ہے وہ عہد نامہ ام الجلاس بنت مُخرّبہ الحنظلیہ کے پاس رہا جو کہ ابو جہل کی خالہ تھی۔

محرم ۷ھ نبوی کی چاندرات کو شعب ابی طالب میں بنی ہاشم کا محاصرہ کر لیا گیا۔ بنی المطلب بن عبد مناف بھی شعب ابی طالب میں بھاگ آئے۔ ابولہب نکل کر قریش سے جاملا' اس نے بنی ہاشم و بنی المطلب کے خلاف قریش کو قوت پہنچائی۔

قریش نے ان لوگوں کا غلہ اور ضروری اشیاء بند کر دیں (بنی ہاشم) موسم حج کے سوا نہ نکلتے تھے۔ ان پر سخت مصیبت آ گئی شعب سے بچوں کے رونے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں' بعض قریش تو اس سے خوش ہوتے تھے اور بعض کو ناگوار ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ منصور بن عکرمہ (عہد نامہ نویس) پر جو مصیبت آئی اسے دیکھو۔

تین سال تک یہ لوگ شعب میں مقیم رہے' اللہ نے ان کے عہد نامے کی حالت پر اپنے رسول ﷺ کو مطلع کیا کہ دیمک نے ظلم و جور والے مضمون کو کھا لیا' جو اللہ کا ذکر تھا وہ رہ گیا۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ قریش نے اپنے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک عہد نامہ لکھا تھا۔ اور اس پر تین مہریں لگائی تھیں۔ اللہ عزوجل نے اس مضمون پر دیمک کو مسلط کر دیا جو سوائے اللہ عزوجل کے نام کے سب کھا گئی۔

محمد بن عکرمہ سے مروی ہے کہ سوائے ﴿باسمك اللهم﴾ کے عہد نامہ کی ہر چیز کھا گئی۔

قریش کے ایک شیخ سے مروی ہے کہ وہ عہد نامہ ان کے دادا کے پاس تھا۔ ہر چیز جو عدم تعاون کے متعلق تھی کھا لی گئی سوائے ﴿باسمك اللهم﴾ کے۔

رسول اللہ ﷺ نے ابوطالب سے اس کا ذکر کیا' ابوطالب نے اپنے بھائیوں سے بیان کیا اور سب لوگ مسجد حرام کو گئے۔

ابو طالب نے کفار قریش سے کہا' میرے بھتیجے نے خبر دی ہے اور انہوں نے ہرگز مجھ سے غلط نہیں کہا ہے کہ اللہ نے تمہارے عہد نامے پر دیمک کو مسلط کر دیا ہے جو مضمون ظلم و جور یا قطع رحم کا تھا۔ اس نے کھالیا' وہی مضمون باقی رہ گیا ہے جس میں اللہ کا ذکر ہے' اگر میرے بھتیجے سچے ہیں تو تم لوگ اپنی برائی سے باز آ جاؤ اور اگر وہ غلط کہتے ہیں تو میں انہیں تمہارے حوالے کر دوں گا۔ تم انہیں قتل کرنا یا زندہ رکھنا۔

لوگوں نے جواب دیا کہ تم نے ہم سے انصاف کیا۔ عہد نامہ منگا بھیجا۔ کھولا تو اتفاق سے وہ اسی طرح تھا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ لوگ حیران ہو کر سرنگوں ہو گئے۔

ابو طالب نے کہا ہم لوگ کب تک مقید و محصور رہیں گے۔ حالانکہ معاملے کی حقیقت ظاہر ہو گئی۔ یہ کہا اور ہمراہیوں کے ساتھ کعبے کے اندر گئے۔ وہاں ابو طالب نے کہا کہ اے اللہ! ہماری مدد کر اُس شخص سے جو ہم پر ظلم کرے ہم سے قطع رحم کرے اور ہماری جو چیز اس پر حرام ہے اسے حلال سمجھے' لوگ شعب کو واپس آ گئے۔

قریش نے جو برتاؤ بنی ہاشم کے ساتھ کیا تھا اس پر ان کے کچھ لوگ باہم ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے' یہ مطعم بن عدی اور عدی بن قیس و زمعہ بن الاسود و ابوالبختری بن ہاشم و زہیر بن ابی امیہ تھے۔ ان لوگوں نے ہتھیار پہنے۔ بنی ہاشم و بنی المطلب کے پاس گئے اور کہا کہ اپنے اپنے مکانات کو روانہ ہو جائیں۔ ان لوگوں نے یہی کیا۔

قریش نے یہ دیکھا تو حیران ہو گئے اور سمجھ گئے کہ ہرگز ان لوگوں کو بے یار و مددگار نہ کر سکیں گے۔ شعب سے ان لوگوں کی روانگی ۱۰ نبوی میں ہوئی تھی۔

محمد بن علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اعزہ شعب میں دو سال رہے حکم نے کہا کم از کم تین سال رہے۔

طائف کا اذیت ناک سفر:

عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر وغیرہ سے روایت ہے کہ جب ابو طالب و خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد کی وفات ہو گئی اور ان دونوں کی وفات کے درمیان ایک مہینہ پانچ دن کا فصل تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو مصیبتیں جمع ہو گئیں۔

آپ گھر ہی میں رہنے لگے اور باہر نکلنا کم کر دیا۔ قریش کو وہ کامیابی حاصل ہو گئی جو اب تک حاصل نہ ہوئی تھی اور نہ انہیں توقع تھی۔

ابولہب کو معلوم ہوا تو وہ آپ کے پاس آیا اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ جہاں چاہتے ہیں جائیے' جو کام آپ ابو طالب کی زندگی میں کرتے تھے کیجئے' لات کی قسم جب تک میں زندہ ہوں کسی کی آپ تک رسائی نہ ہو گی۔

ابن الغیطلہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا تھا۔ ابولہب اس کے پاس آیا اور اسے برا بھلا کہا۔ تو وہ چلاتا ہوا بھاگا کہ اے گروہ قریش ابو عتبہ (ابولہب) بے دین ہو گیا۔

قریش آ گئے اور ابولہب کے پاس کھڑے ہو گئے' ابولہب نے کہا: میں نے دین عبدالمطلب کو ترک نہیں کیا۔ مگر میں ظلم سے اپنے بھتیجے کی حفاظت کرتا ہوں یہاں تک کہ یہ جس کام کا ارادہ کرتے ہیں اس کے لئے چلے جائیں۔

قریش نے کہا: تم نے اچھا کیا' خوب کیا اور صلہ رحم کیا۔

رسول اللہ ﷺ چند روز اسی حالت پر رہے۔ آپ جاتے تھے آتے تھے قریش میں سے کوئی شخص آپ کی روک ٹوک نہ کرتا تھا۔ یہ لوگ ابولہب سے ڈر گئے تھے۔

ایک روز عقبہ بن ابی معیط اور ابوجہل بن ہشام ابولہب کے پاس آئے اور کہا کہ تمہارے بھتیجے نے تمہیں یہ بھی بتایا کہ (خدا کے یہاں) تمہارے والد کا ٹھکانا کہاں ہے۔

ابولہب نے آپ سے پوچھا کہ اے محمد (ﷺ)! عبدالمطلب کا ٹھکانا کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی قوم کے ساتھ۔ ابولہب نکل کر ان دونوں کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: اپنی قوم کے ساتھ۔

ان دونوں نے کہا: آنحضرت ﷺ کا گمان یہ ہے کہ وہ دوزخ میں ہیں۔

ابولہب نے کہا: اے محمد (ﷺ)! کیا عبدالمطلب دوزخ میں جائیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اور وہ بھی جو اس دین پر مرے جس پر عبدالمطلب مرے۔

ابولہب نے کہا: واللہ میں ہمیشہ آپ کا دشمن رہوں گا۔ آپ کا یہ گمان ہے کہ عبدالمطلب دوزخ میں ہیں۔ اس نے اور تمام قریش مکہ نے آپ پر سختی شروع کی۔

محمد بن جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ ابوطالب کی وفات ہو گئی تو قریش نے رسول اللہ ﷺ پر دست درازی شروع کر دی وہ آپ پر جری وگستاخ ہو گئے آپ طائف چلے گئے ہمراہ زید بن حارثہ بھی تھے۔

یہ روانگی شوال کے کچھ دن باقی تھے کہ ۱۰ھ نبوی میں ہوئی۔

محمد بن عمرو نے ایک دوسری سند میں سے بیان کیا ہے کہ آپ دس دن تک طائف میں رہے اشراف میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کے پاس آپ نہ جاتے اور گفتگو نہ کرتے۔ مگر ان لوگوں نے آپ کی دعوت قبول نہ کی۔ انہیں اپنے نوجوان پر (قبول دعوت کا) اندیشہ ہوا تو کہا: اے محمد (ﷺ)! آپ ہمارے شہر سے چلے جایئے اور وہاں رہیے جہاں آپ کی دعوت قبول کر لی گئی ہو۔

احمقوں کو آپ کے خلاف بھڑکا دیا' وہ آپ کو پتھر مارنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ کے دونوں قدموں سے خون بہنے لگا۔ زید بن حارثہ آنحضرت ﷺ کو بچا کر اپنے اوپر روکتے تھے مگر بے سود ان کے سر میں بھی متعدد زخم آئے۔

رسول اللہ ﷺ طائف سے واپس ہوئے۔ آپ رنجیدہ تھے کہ نہ تو کسی مرد نے آپ کی دعوت قبول کی اور نہ کسی عورت نے۔ جب آپ مقام نخلہ میں اُترے تو رات کی نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے۔ جنوں کا ایک گروہ آپ کی طرف پھیر دیا گیا جن میں سات شخص اہل نصیبین میں سے تھے' انہوں نے آپ کی قراءت سنی' آپ ﷺ سورۂ جن پڑھ رہے تھے' رسول اللہ ﷺ کو ان لوگوں کی خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ و اذ صرفنا الیک نفرا من الجن یستمعون القرآن ﴾

''اور جب ہم نے جنوں کے ایک گروہ کو آپ کی طرف پھیر دیا تھا جو قرآن سنتے تھے''۔

چنانچہ یہ وہی لوگ تھے جو نخلہ میں آپ کی طرف پھیر دیئے گئے تھے۔ آپ نے نخلہ میں چند روز قیام کیا۔ زید بن حارثہ نے عرض کیا کہ آپ کیونکر قریش میں جایئے گا۔ انہوں نے تو آپ کو نکال دیا ہے۔

فرمایا اے زید، تم جو کچھ دیکھتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو کشایش اور راہ بنانے والا ہے۔ بیشک اللہ اپنے دین کا مددگار ہے اور اپنے نبی کو غالب کرنے والا ہے۔

آپ حرا تک پہنچے، قبیلۂ خزاعہ کے ایک شخص سے مطعم بن عدی کے پاس کہلا بھیجا کہ میں تمہارے پڑوس میں داخل ہو سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ فوراً اپنے لڑکے کو بلایا اور کہا کہ ہتھیار پہن کر بیت اللہ کی دیواروں کے پاس رہو۔ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پناہ دی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے، آپ کے ہمراہ زید بن حارثہ بھی تھے یہاں تک کہ آپ مسجد حرام میں پہنچ گئے۔

مطعم بن عدی اپنی سواری پر کھڑے ہوئے اور ندا دی کہ اے گروہ قریش میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پناہ دی ہے۔ لہٰذا تم میں سے کوئی شخص ان پر حملہ نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود تک گئے۔ اسے بوسہ دیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے مکان واپس آئے۔ مطعم بن عدی اور ان کے لڑکے آپ کے گرد حلقہ کئے ہوئے تھے۔

معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ربّ سے درخواست کیا کرتے تھے کہ وہ آپ کو جنت و دوزخ دکھائے۔ ہجرت سے اٹھارہ مہینے قبل جب ۱۷ رمضان یوم شنبہ کی شب ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں تنہا سو رہے تھے تو جبرئیل و میکائیل علیہما السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ وہاں چلئے جس کی آپ نے اللہ سے درخواست کی تھی۔

دونوں آپ کو مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان لے گئے۔

پھر معراج (سیڑھی) لائی گئی۔ وہ دیکھنے میں بڑی خوبصورت تھی۔ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایک کر کے تمام آسمانوں پر چڑھا لے گئے۔ ان (آسمانوں) میں آپ انبیاء سے ملے۔ اور آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گئے۔ آپ کو جنت و دوزخ دکھائی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں ساتویں آسمان تک پہنچا تو سوائے قلموں کی آواز کے اور کچھ نہ سنتا تھا۔ آپ پر پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔ جبرئیل علیہ السلام اترے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نمازیں ان کے اوقات میں پڑھائیں۔

شب معراج کے واقعات:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہجرت سے ایک سال قبل ۱۷ ربیع الاوّل کی شب کو شعب سے بیت المقدس تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے جایا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ایک چوپایہ پر سوار کیا گیا جو قد میں گدھے اور خچر کے درمیان تھا۔

اس کے دونوں رانوں پر پر تھے جن سے وہ اپنے دونوں پروں کو ٹھیلتا تھا۔

جب میں اس کے نزدیک گیا کہ سوار ہوں تو وہ بھڑ کنے لگا۔ جبرئیل علیہ السلام نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا اور کہا اے براق تجھے شرم نہیں آتی' واللہ محمد (ﷺ) سے پہلے اللہ کا کوئی بندہ تجھ پر سوار نہیں ہوا۔ جو اللہ کے نزدیک ان سے زیادہ بزرگ ہو۔ وہ شرم سے پسینہ پسینہ ہو گیا اور رُک گیا کہ میں اس پر سوار ہوں۔ پھر اس نے اپنے کان ہلائے اور زمین سمیٹ دی گئی۔ یہاں تک کہ اس کا کنارہ براق کے قدم پڑنے کی آخری جگہ تھی۔ اس کی پشت اور کان دراز تھے۔

جبرئیل علیہ السلام میرے ساتھ اس طرح روانہ ہوئے کہ نہ وہ مجھے چھوڑتے تھے اور نہ میں انہیں چھوڑتا تھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے مجھے بیت المقدس پہنچا دیا۔ براق اپنے مقام پر پہنچ گیا۔ جہاں وہ کھڑا ہوتا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے اسے باندھ دیا۔ اس جگہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے تمام انبیاء کی سواری باندھی جاتی تھی۔

آپ نے فرمایا: میں نے تمام انبیاء کو دیکھا جو میرے لئے جمع کر دیئے گئے تھے۔ میں نے ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کو دیکھا۔ خیال ہوا ضرور ان کا کوئی امام بھی ہوگا۔ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے آگے کر دیا میں نے سب کے آگے نماز پڑھی' دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم سب توحید کے ساتھ بھیجے گئے۔

بعض اہل علم نے کہا: اس شب کو نبی ﷺ گم ہو گئے۔ عبدالمطلب کے لڑکے آپ کی تلاش وجستجو میں اِدھر اُدھر نکلے' عباس بن عبدالمطلب بھی نکلے ذوطوی تک پہنچے تو پکارنے لگے یا محمد (ﷺ)! یا محمد (ﷺ)! رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: لبیک (میں حاضر ہوں)۔ انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے رات سے قوم کو پریشانی میں ڈال دیا۔ کہاں تھے؟ فرمایا: میں بیت المقدس سے آ رہا ہوں۔ پوچھا: اسی شب میں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ انہوں نے کہا کہ آپ کو سوائے خیر کے کوئی اور بات تو پیش نہیں آئی۔ فرمایا: مجھے خیر کے سوا اور کوئی بات پیش نہیں آئی۔

ام ہانی بنت ابی طالب نے کہا: آپ ہمارے ہی گھر سے شب کو لے جائے گئے۔ اس شب کو آپ نے عشاء کی نماز پڑھی اور سو گئے۔ جب فجر ہونے لگی تو ہم نے صبح (کی نماز) کے لئے آپ کو بیدار کر دیا۔ آپ اُٹھے' نماز پڑھ لی تو فرمایا اے اُمّ ہانی جیسا کہ تم نے دیکھا میں نے اسی وادی میں تم لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی' صبح کی نماز میں نے تم لوگوں کے ساتھ پڑھی۔

آپ اُٹھے کہ باہر جائیں میں نے کہا یہ بات لوگوں سے نہ بیان کیجئے گا' وہ آپ کی تکذیب کریں گے اور ایذاء دیں گے۔ فرمایا کہ میں ضرور ضرور ان سے بیان کروں گا۔ آپ نے لوگوں کو خبر دی وہ متعجب ہوئے اور کہا کہ ہم نے اس طرح کی بات کبھی نہیں سنی۔

رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا: میری قوم میری تصدیق نہ کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی تصدیق کریں گے۔ وہی صدیق ہیں۔

بہت سے آدمی جو نماز پڑھتے تھے اور اسلام لائے تھے فتنے میں پڑ گئے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں حطیم میں کھڑا ہو گیا' بیت المقدس کو میرے خیال میں ڈال دیا گیا۔ میں لوگوں کو اس کی

نشانیوں کی خبر دینے لگا اور میں اسے دیکھتا جاتا تھا۔

بعض لوگوں نے کہا کہ مسجد بیت المقدس کے کتنے دروازے ہیں' میں نے اس کے دروازے شمار نہ کئے تھے' مگر میں ان کی طرف دیکھتا تھا اور ایک ایک دروازہ شمار کرتا تھا۔ اس طرح لوگوں کو بتا دیتا تھا۔ میں نے ان لوگوں کے قافلوں کو جو راستے میں تھے اور ان کی علامات کو بھی بتایا۔ اس کو بھی ان لوگوں نے اسی طرح پایا جس طرح میں نے انہیں بتایا تھا۔

اللہ عزوجل نے آپ پر یہ آیت نازل کی:

﴿ وما جعلنا الرؤيا التي اريناك الافتنة للناس ﴾

''اور ہم نے جو سیر آپ کو دکھائی وہ محض لوگوں کی آزمائش کے لئے تھی''۔

یہ رویائے عین تھا جس کو آپ نے اپنی آنکھ سے دیکھا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو حطیم میں اس حالت میں دیکھا کہ قریش مجھ سے رات کے چلنے کے راستے کو دریافت کرتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی چند اشیاء دریافت کیں جن کو میں نے اچھی طرح یاد نہیں رکھا۔ مجھے ایسی سخت بے چینی ہوئی کہ اس سے پہلے میں کبھی ایسا بے چین نہیں ہوا تھا۔ اللہ نے بیت المقدس کو میری طرف بلند کر دیا کہ میں اسے دیکھ لوں' وہ مجھ سے جو کچھ دریافت کرتے تھے اس کی خبر دیتا تھا۔

میں نے اپنے آپ کو انبیاء کی جماعت میں دیکھا۔ موسیٰ علیہ السلام نظر آئے جو کھڑے نماز پڑھ رہے تھے وہ مستقل مزاج یا نڈر اور سخت یا بے مروت آدمی تھے غصہ ور لوگوں میں سے معلوم ہوتے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نظر آئے جو کھڑے نماز پڑھ رہے تھے ان کے سب سے زیادہ مشابہ عروہ بن مسعود الثقفی ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نظر آئے جو کھڑے نماز پڑھ رہے تھے جن کے سب سے زیادہ مشابہ تمہارے ساتھی یعنی خود (آنحضرت ﷺ) ہیں۔ پھر نماز کا وقت آ گیا تو میں نے ان سب کی امامت کی جب نماز سے فارغ ہوا تو مجھ سے کسی کہنے والے نے کہا: اے محمد (ﷺ)! یہ مالک ہیں جو دوزخ کے منتظم ہیں۔ آپ انہیں سلام کیجئے میں ان کی طرف مڑا تو پہلے انہوں نے سلام کیا۔

زمانۂ حج میں دعوت و تبلیغ:

یزید بن رومان وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابتدائے نبوت سے تین سال تک مکہ میں پوشیدہ طور پر رہے۔ چوتھے سال آپ ﷺ نے اعلان کیا' دس سال تک لوگوں کو اس طرح اسلام کی دعوت دی کہ آپ موسم حج میں ہر سال آتے تھے حجاج کو ان کی منازل عکاظ و مجنہ و ذی المجاز میں تلاش کرتے تھے اور دعوت دیتے تھے یہاں تک کہ لوگوں نے آپ کو روکا۔ آپ اپنے رب کی رسالت (پیغام) پہنچاتے تھے اور ان کے لئے جنت کا وعدہ کرتے تھے کوئی شخص نہ تو آپ کی مدد کرتا اور نہ آپ کی بات مانتا تھا۔

آپ قبائل میں سے ایک ایک قبیلے کو اور ان کی منزلوں کو دریافت فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے لوگو: لا الٰہ الا اللہ کہو تو فلاح پاؤ گے۔ اس کی بدولت عرب کے مالک بن جاؤ گے اور عجمی تمہارے فرماں بردار ہو جائیں گے اور جب تم ایمان لاؤ گے تو

جنت میں بادشاہ ہو جاؤ گے۔

ابولہب آپ کے پیچھے پیچھے کہتا تھا کہ آپ کی اطاعت نہ کرنا کیونکہ یہ صابی (دین سے پھر جانے والے) اور کاذب ہیں۔ وہ لوگ بہت بری طرح رسول اللہ ﷺ کو جواب دیتے تھے اور آپ کو ایذاء پہنچاتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ کے اہل وعیال اور کنبے والے آپ سے زیادہ واقف ہیں کیونکہ انہوں نے آپ کی پیروی نہیں کی اور آپ سے گفتگو کرتے تھے آپ انہیں اللہ کی طرف دعوت دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ اگر چاہتا ہے تو یہ لوگ اس طرح (مخالف) نہ ہوتے۔

(راوی کہتے ہیں کہ) ہم سے ان قبائل کا نام بتایا گیا ہے جن کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے دعوت دی اور اپنے آپ کو پیش کیا۔

بنی عامر بن صعصعہ' محارب بن خصفہ' فزارہ' غستان' مرہ حنیفہ' سلیم' عبس بن نصر بن البکا' کندہ کلب' حارث بن کعب' عذرہ حضارمہ (حضرموت کے رہنے والے) مگران میں سے کسی نے بھی دعوت قبول نہ کی۔

اوس وخزرج کا قبول اسلام:

محمود بن لبید وغیرہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکے میں جب تک مقیم رہے آپ کا قیام اسی طرح رہا کہ ہر سال قبائل عرب کو دعوت دیتے۔ آپ ﷺ اپنے کو منیٰ وعکاظ ومجنہ میں ان کے آگے پیش کرتے کہ وہ آپ کو ٹھکانا دیں اس طرح آپ اپنے رب کا پیغام پہنچاتے اور ان کے لئے جنت کا وعدہ کرتے تھے۔

عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جو آپ کو قبول کرتا' آپ کو ایذاء دی جاتی تھی اور برا بھلا کہا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ نے اپنے دین کو غالب کرنے' اپنے نبی کی مدد اور اپنے وعدہ کو پورا کرنے کا ارادہ کرلیا۔

وہ آپ کو انصار کے اس قبیلہ کے پاس لے گیا جن کے ساتھ اللہ کو فضل وکرم منظور تھا۔

آپ ان کے ایک گروہ کے پاس پہنچے جو سر منڈا رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ ان کے پاس بیٹھ گئے۔ انہیں اللہ کی طرف دعوت دی اور قرآن سنایا۔

انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی دعوت قبول کرلی اور بہت عجلت کے ساتھ وہ لوگ ایمان لائے۔ آنحضرت ﷺ کی تصدیق کی' آپ کو ٹھکانا دیا' مدد اور ہمدردی کی' واللہ وہ لوگ سب سے زیادہ زبان دراز (فصیح) اور سب سے زیادہ تیز تلوار والے تھے۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ انصار میں سب سے زیادہ پہلے کون اسلام لایا اور دعوت قبول کی۔ اہل علم نے ایک معین شخص کو بھی بیان کیا ہے اور دو شخصوں کو بھی بیان کیا ہے۔ یہ بھی بیان کیا ہے کہ چھ شخصوں سے پہلے کوئی نہیں تھا اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے جو ایمان لائے وہ آٹھ آدمی تھے۔ ہم نے ان میں سے ہر ایک کو لکھ دیا ہے۔

ایک روایت کے مطابق کہ انصار میں سب سے پہلے جو شخص ایمان لائے وہ اسعد بن زرارہ وذکوان بن عبد قیس تھے جو مکہ روانہ ہوئے تا کہ عتبہ بن ربیعہ کے پاس جائیں۔ اس نے ان دونوں سے کہا کہ ہمیں اس نمازی (یعنی آنحضرت ﷺ نے) ہر کام

سے روک دیا ہے۔ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) ہے اسد بن زرارہ وابوالہیثم بن التیہان یثرب میں توحید کے متعلق گفتگو کیا کرتے تھے جب ذکوان بن عبد قیس نے عتبہ کا کلام سنا تو اسعد بن زرارہ سے کہا کہ قبول کر لو یہ تمہارا ہی دین ہے۔ دونوں اُٹھ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے آپ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا دونوں اسلام لائے اور مدینہ واپس آ گئے۔ اسعد ابوالہیثم بن التیہان سے ملے انہیں اسلام کی خبر دی۔ ارشاد نبوی و دعوت حق کا ذکر کیا تو اسعد ابوالہیثم نے کہا: میں بھی تمہارے ساتھ گواہی دیتا ہوں کیونکہ بیشک وہ رسول ہیں وہ بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔

کہا جاتا ہے کہ رافع بن مالک الزرقی و معاذ بن عفراء عمرہ کے لئے مکہ روانہ ہوئے۔ ان دونوں سے رسول اللہ ﷺ کے معاملہ کا ذکر کیا گیا تو خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا۔ دونوں اسلام لے آئے۔ یہی دونوں سب سے پہلے مسلمان تھے۔ یہ دونوں مدینہ آ گئے۔ مدینہ کی سب سے پہلی مسجد جس میں قرآن پڑھا گیا مسجد بنی زُریق تھی۔

اوس وخزرج کی صلح:

کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکے سے نکلے' اہل یثرب کے ایک گروہ پر گزر ہوا جو منٰی میں اترا تھا' کل آٹھ آدمی تھے۔ بنی النجار میں سے معاذ بن عفراء و اسعد بن زرارہ بنی زریق میں سے رافع بن مالک و ذکوان بن عبد قیس' بنی سالم میں سے عبادہ بن الصامت و ابوعبدالرحمٰن یزید بن ثعلبہ بنی عبدالاشہل میں سے ابوالہیثم بن التیہان جو قبیلۂ بلی کے حلیف تھے اور بنی عمرو بن عوف میں سے عویم بن ساعدہ۔

رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کے سامنے اسلام پیش کیا' یہ لوگ مسلمان ہوئے۔ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا: تم میری پشت پناہی کرو کہ میں اپنے ربّ کی رسالت کو (پیغام) پہنچا دوں۔

ان لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم اللہ اور اس کے رسول کے لئے انتہائی کوشش کرنے والے ہیں۔ خوب سمجھ لیجئے کہ ہم آپس میں بغض رکھنے والے دُشمن تھے۔ پہلے سال کی جنگ بعاث ہماری ہی جنگوں میں سے ایک جنگ تھی جس میں ہم نے آپس میں خونریزی کی تھی۔ اگر آپ ہمارے یہاں مدینے میں تشریف لائے اور ہم لوگ اسی باہمی عداوت کی حالت پر ہوئے تو ہمارا آپ پر اتفاق نہ ہوگا۔ ہمیں مہلت دیجئے کہ اپنے قبائل کے پاس واپس جائیں شاید اللہ ہم میں صلح کرا دے۔ آپ سے ملاقات سال آئندہ موسم حج میں ہوگی۔

کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس موسم حج میں نکلے جس میں انصار کے چھ اشخاص سے آپ ﷺ کی ملاقات ہوئی۔ آپ ان کے پاس کھڑے ہو گئے اور فرمایا: کیا تم لوگ یہود کے حلیف ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں اللہ کی طرف دعوت دی۔ اسلام پیش کیا اور قرآن کی تلاوت فرمائی۔ سب اسلام لے آئے۔ وہ لوگ یہ تھے:

بنی النجار میں سے اسعد بن زرارہ و عوف بن الحارث بن عفراء۔

بنی زریق میں سے رافع بن مالک۔

بنی سلمہ میں سے قطبہ بن عامر بن حدیدہ۔

بن حرام بن کعب میں سے عتبہ بن عامر بن نابیؒ۔

بنی عبید عدی بن سلمہ میں سے جابر بن عبداللہ رئاب تھے اور ان سے پہلے کوئی اسلام نہ لایا تھا۔

محمد بن عمرو نے کہا: ہم نے ان لوگوں کے بارے میں جو کچھ سنا اس میں ہمارے نزدیک یہی سب سے زیادہ درست ہے اور یہی متفق علیہ ہے۔

زکریا بن زید نے اپنے والد سے روایت کی کہ یہی چھ شخص تھے جن میں ابوالہیثم بن التیہان تھے اس کے بعد حدیث اوّل ہی کا مضمون ہے۔ یہ لوگ مدینہ آئے اور اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی جو لوگ اسلام لائے' لائے مدینہ میں انصار کا کوئی گھر نہ بچا جس میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر نہ تھا۔

بیعت عقبۂ اولیٰ کے شرکائے گرامی:

جن میں ہمارے نزدیک کوئی اختلاف نہیں۔

عبادہ بن الصامت وغیرہ سے مروی ہے کہ جب آئندہ سال ہوا' تو آپ ﷺ سے بارہ آدمی ملے یہی عقبۂ اولیٰ (کہلاتا) ہے۔

ان بارہ آدمیوں میں بنی النجار میں سے اسعد بن زرارہ' عوف و معاذ تھے۔ دونوں مؤخر الذکر حارث کے فرزند تھے' ان کی والدہ عضراء تھیں۔

بنی زریق میں سے ذکوان بن قیس و رافع بن مالک تھے۔

بنی عوف بن الخزرج میں سے عبادہ بن الصامت و یزید بن ثعلبہ ابوعبدالرحمٰن تھے۔

بنی عامر بن عوف میں سے عباس بن عبادہ بن فضلہ تھے۔

بنی سلمہ میں سے عقبہ بن عامر بن نابیؒ تھے۔

بنی سواد میں سے قطبہ بن عامر بن حدیدہ تھے۔

یہ دس آدمی تو قبیلۂ خزرج کے تھے' قبیلۂ اوس میں سے دو شخص تھے۔

ابوالہیثم بن التیہان قبیلۂ بلی حلیف بن عبدالاشہل میں سے تھے۔

بنی عمرو بن عوف میں سے عویم بن ساعدہ تھے۔

یہ لوگ ایمان لائے اور بیعت خواتین کی کہ اللہ کے ساتھ کوئی چیز شریک نہ کریں گے۔ چوری زنا اور قتل اولاد نہ کریں گے۔ کوئی بہتان جو دیدہ و دانستہ بنایا ہو نہ باندھیں گے۔ کسی نیک کام میں نافرمانی نہ کریں گے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اگر تم وفا کرو گے تو تمہارے لئے جنت ہے جس نے ذرا کوتاہی کی تو وہ اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے خواہ وہ اس پر عذاب کرے خواہ معاف کر دے۔

اس زمانے میں جہاد فرض نہیں کیا گیا تھا۔ یہ لوگ مدینہ واپس گئے' اللہ نے اسلام کو غلبہ دیا' اسعد بن زرارہ مدینہ میں مسلمانوں کو جمعہ کی نماز پڑھایا کرتے تھے۔

اوس وخزرج نے رسول اللہ ﷺ کو لکھا کہ ہمارے یہاں کسی کو بھیج دیجئے جو ہمیں قرآن پڑھائے۔ آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کے پاس مصعب بن عمیر العبدری کو بھیج دیا وہ اسعد بن زرارہ کے پاس اُترے' لوگوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے۔

بعض اہل علم نے روایت کی کہ مصعب ان لوگوں کو جمعہ پڑھایا کرتے تھے' پھر مصعب ستر انصار کے ساتھ روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ موسم حج میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔

بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل ستر (۷۰) حضرات:

زید بن رومان سے مروی ہے کہ جب حج کا وقت آ گیا تو رسول اللہ ﷺ کے اسلام لانے والے اصحاب ایک دوسرے کے پاس گئے تاکہ حج کو جانے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچنے کا ایک دوسرے سے وعدہ لیں۔ اس زمانہ میں اسلام مدینہ میں پھیل چکا تھا۔

یہ لوگ جو ستر آدمی یا ایک دو زائد تھے اوس وخزرج کے پانچ سو آدمی کی جماعت کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس مکہ میں آئے۔ آنحضرت ﷺ کو سلام کیا۔ آپ نے ان لوگوں سے منٰی میں وسط ایام تشریق (از ۹ رتا ۱۳ رذی الحجہ) میں نفر اوّل (یعنی ۱۲ رذی الحجہ) کی شب کو (ملنے کا) وعدہ کیا کہ ہجوم کو سکون ہو جائے۔ (یعنی بھیڑ کم ہو جائے) تو یہ لوگ آپ ﷺ کے پاس شعب ایمن میں پہنچ جائیں۔ جو منٰی سے اُترتے وقت عقبہ سے نیچے ہے اور جہاں اس زمانہ (مصنف طبقات) میں مسجد ہے۔

آپ نے انہیں حکم دیا کہ نہ تو وہ کسی سونے والے کو بیدار کریں اور نہ کسی غیر حاضر کا انتظار کریں۔

سکون کے بعد یہ جماعت خفیہ طور پر ایک ایک دو دو کر کے روانہ ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ ان لوگوں سے پہلے ہی اس مقام پر پہنچ چکے تھے۔ ہمراہ عباس بن عبدالمطلب بھی تھے۔ ان کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ جو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو نظر آئے وہ رافع بن مالک الزرقی تھے پھر اور ستر لوگ پہنچ گئے ہمراہ دو عورتیں بھی تھیں۔

اسعد بن زرارہ نے کہا' سب سے پہلے عباس بن عبدالمطلب نے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا: اے گروہ خزرج! محمد (ﷺ) کو تم لوگوں نے جہاں بلایا ہے۔ محمد (ﷺ) اپنے خاندان میں سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ ہم میں سے جو ان کے قول پر ہے' ان کی حمایت کرتا ہے۔ جو ان کے قول پر نہیں ہے وہ بھی باعتبار حسب وشرف آنحضرت ﷺ کی حفاظت کرتا ہے۔ محمد ﷺ نے سوائے تمہارے اور سب کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اگر تم لوگ صاحب قوت وشوکت ہو' جنگ میں ماہر اور سارے عرب کی عداوت میں جو تم پر ایک ہی کمان سے تیر اندازی کریں گے' مستقل ہو تو اپنی رائے پر غور کرو۔ آپس میں مشورہ کرو (کیونکہ آنحضرت ﷺ کو مدینہ میں لے جانے میں عرب سے تمہیں جنگ کرنا پڑے گی) باہم اختلاف نہ کرو' جو کچھ کرو اتحاد واتفاق سے کرو۔ سب سے بہتر بات وہی ہے جو سب سے زیادہ سچی ہو۔

البراء بن معرور نے جواب دیا۔ آپ ﷺ نے جو کچھ کہا ہم نے سنا۔ واللہ! ہمارے دلوں میں اس کے سوا ہوتا جو آپ کہتے ہیں تو ہم اُسے ضرور کہہ دیتے۔ ہم تو وفا وصدق اور رسول اللہ ﷺ پر اپنی جانیں نثار کرنا چاہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے سامنے قرآن کی تلاوت فرمائی۔ اللہ کی طرف دعوت دی' اسلام کی ترغیب دی اور اس مقصد کو بیان کیا جس کے لئے یہ لوگ جمع ہوئے تھے۔

البراء بن معرور نے آپ کو ایمان اور تصدیق کی صورت میں جواب دیا۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں بیعت کر لیجئے کیونکہ ہم لوگ اہل حلقہ ہیں جن کے ہم بزرگوں سے وارث چلے آتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس نے گفتگو کی اور رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو قبول کیا اور آپ کی تصدیق کی وہ ابوالہیثم بن التیہان تھے۔

سب نے کہا ہم اس کو اموال کی مصیبت اور اشراف کے قتل پر کیسے قبول کرلیں (یعنی اسلام قبول کرنے سے ہمارے جان و مال پر مصیبت آجائے گی اس لئے ہم اسے کیونکر قبول کریں)۔

جب بک بک کرنے لگے تو عباس بن عبد المطلب نے جو رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے کہا: اپنی آواز کو پست کرو' ہم پر جاسوس لگے ہوئے ہیں۔ اپنے سن رسیدہ لوگوں کو آگے کرو تا کہ تم میں سے وہی لوگ ہمارے کلام کے ذمہ دار ہوں۔ ہمیں تمہاری قوم سے بھی تمہارے خلاف اندیشہ ہے' جب تم لوگ بیعت کر چکو تو اپنے اپنے مقامات پر چلے جاؤ۔

البراء بن معرور نے تقریر کی اور عباس بن عبد المطلب کو جواب دیا۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ اپنا ہاتھ پھیلایئے (تاکہ میں بیعت کروں)۔

سب سے پہلے شخص جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی البراء بن معرور تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس نے بیعت کی وہ ابوالہیثم بن التیہان یا اسعد بن زرارہ تھے پھر کل ستر آدمیوں نے بیعت کرلی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: موسیٰ نے بنی اسرائیل میں سے بارہ نقیب لئے تھے۔ تم میں سے کوئی شخص اپنے دل میں یہ خیال نہ کرے کہ اس کے سوا اور کو انتخاب کرلیا گیا۔ میرے لئے (نقیبوں کا) جبریل ہی انتخاب کریں گے۔

انتخاب کے بعد نقیبوں سے فرمایا: تم لوگ دوسروں کے ذمہ دار ہو' جیسا کہ حواریین عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ذمہ دار تھے' یا میں اپنی قوم کا ذمہ دار ہوں۔ ان لوگوں نے کہا: جی ہاں۔

قوم نے بیعت کرلی اور کامل ہو گئے' تو شیطان عقبہ پر سے ایسی بلند آواز سے چلایا جو سنی گئی کہ اے اہل اخاشب کیا تمہیں محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھ والے دین سے پھرنے والوں میں کوئی فائدہ ہے۔ جنہوں نے تمہاری جنگ پر اتفاق کرلیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے کجاوؤں میں جلدی چلے جاؤ۔

عباس بن عبادہ بن نضلہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا' اگر آپ چاہیں تو ہم اہل منیٰ پر اپنی تلواریں لے کے ٹوٹ پڑیں۔ حالانکہ اس شب کو سوائے (عباس بن عبادہ) کے اور کسی کے پاس تلوار نہ تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ لہٰذا تم جلدی اپنے کجاوؤں میں چلے جاؤ۔ لوگ اپنے کجاوؤں میں منتشر ہو گئے۔

صبح ہوئی تو ان لوگوں کے پاس قریش کی ایک جماعت اشراف گئی۔ یہ لوگ شعب الانصار میں داخل ہوئے اور کہا اے گروہ خزرج ہمیں معلوم ہوا کہ تم لوگ کل شب کو ہمارے ساتھی (آنحضرت ﷺ) سے ملے۔ تم نے ان سے ہمارے ساتھ جنگ پر بیعت کی ہے۔ عرب میں جتنے قبیلے بخدا ہیں کسی کے ساتھ ہم لڑنا اس قدر برا نہیں جانتے جس قدر تم سے جنگ کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ قبیلۂ خزرج کے مشرکین میں سے جو لوگ وہاں تھے بڑی تیزی سے اللہ کی قسم کھانے لگے کہ ایسا نہیں ہوا۔ اور ہمیں تو اس کا علم بھی نہیں۔ ابن اُبی کہنے لگے یہ محض باطل ہے نہ ایسی کوئی بات ہوئی ہے نہ میری قوم بغیر میرے حکم ایسا کرے گی۔ میں یثرب میں ہوتا تو مجھ سے ضرور مشورہ کرتے (پھر یہاں کون سا امر مانع تھا)۔

قریش ان لوگوں کے پاس سے واپس چلے گئے۔ البراء بن معرور نے کوچ کیا وہ مقام بطن یاجج میں آئے اور اپنے مسلمان ساتھیوں سے مل گئے۔

قریش ان لوگوں کو ہر طرف تلاش کرنے لگے مگر مدینے کے راستوں سے آگے نہ بڑھے (یعنی صرف انہیں راستوں پر تلاش کرتے رہے)۔ (جستجو کے لئے) گروہ مقرر کر دیئے اتفاق سے سعد بن عبادہ کو پا گئے کجاوہ کی رسّی سے ان کا ہاتھ گردن میں باندھ دیا' انہیں مارنے لگے بال (پٹے) جو کان کی لو تک دراز تھے۔ گھسیٹنے لگے اس طرح مکے میں لائے۔

سعد کے پاس مطعم بن عدی اور حارث بن امیہ بن عبد شمس آئے دونوں نے مل کر ان لوگوں کے ہاتھ سے چھڑایا۔

انصار نے سعد بن عبادہ کو نہ پایا تو ان کے پاس واپس جانے کا مشورہ کیا۔ اتفاق سے سعد انہیں نظر آ گئے' ساری جماعت نے مدینے کی طرف کوچ کیا۔

ہجرت سے قبل رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی:

سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر قرآن نازل ہوا تو آپ تینتالیس برس کے تھے اور آپ دس برس مکہ میں رہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکے میں دس برس رہے۔

عائشہ و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکے میں دس برس اس طرح رہے کہ آپ پر قرآن نازل ہوتا رہا اور مدینے میں دس برس رہے۔

یزید بن ابی حبیب سے مروی ہے کہ نبی ﷺ مکے میں دس برس رہے' وہاں سے صفر میں نکلے اور ربیع الاوّل میں مدینہ آئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں پندرہ برس رہے' سات برس تک آپ روشنی و نور دیکھتے اور آواز سنتے رہے۔ آٹھ برس تک آپ پر وحی نازل ہوتی رہی اور مدینے میں آپ دس برس رہے۔

سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ ایک شخص ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دس برس مکہ میں اور دس برس مدینے میں وحی نازل کی گئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ کون کہتا ہے؟ مکے میں آپ پر پندرہ سال تک یا اس سے زیادہ وحی نازل کی گئی۔

ابورجاء سے مروی ہے کہ میں نے حسن سے سنا کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی: ﴿ و قرآنًا فرقناه لتقرأه علي الناس علي مكث و نزلناه تنزيلا ﴾ اور قرآن کو ہم نے جدا جدا کر دیا ہے تاکہ آپ اسے ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کو سنائیں اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا نازل کیا ہے۔ حسن رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ وہاں (مکے میں) قرآن کے بعض حصے کو بعض سے پہلے نازل کرتا تھا اس لئے کہ اسے معلوم تھا کہ یہ لوگوں میں قائم رہے گا۔

حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ قرآن کے اوّل وآخر کے درمیان اٹھارہ سال کا فاصلہ تھا۔ آٹھ سال تک آپ پر مکے میں، قبل اس کے کہ ہجرت فرمائیں، نازل ہوتا رہا اور دس برس تک مدینے میں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مبعوث ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تیرہ برس تک مقیم رہے کہ آپ پر وحی نازل ہوتی رہی پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں تیرہ برس رہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں تیرہ برس تک اس طرح رہے کہ آپ پر وحی نازل ہوتی رہی۔

اہل ایمان کو ہجرت مدینہ کی اجازت:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب ستر انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپس گئے۔ تو آپ کا دل خوش ہو گیا' اللہ نے آپ کے لئے حامی بنا دیئے۔ ایک جنگجو' بہادر اور ذی استعداد قوم تیار کر دی۔

مشرکین کی جانب سے مسلمانوں پر سخت مصیبت نازل ہونے لگی۔ کیونکہ انہیں ان کی روانگی کا علم ہو گیا تھا۔ قریش نے آپ کے اصحاب کو ضیق میں کر دیا۔ ان کی توہین وتذلیل کرنے لگے گالیاں دیتے اور طرح طرح سے ایذاء رسانی کے درپے ہوتے جس کی مثال پہلے نہ تھی۔

اصحاب نے شکایت کی اور آپ سے ہجرت کی اجازت مانگی۔ فرمایا: مجھے تمہارا دارِ ہجرت خواب میں دکھایا گیا ہے۔ مجھے دو پتھریلی زمینوں کے درمیان ایک شورہ والی کھجور کے باغ کی زمین دکھائی گئی ہے' اگر (مقام) سراۃ شورہ اور کھجور والا ہوتا تو میں کہتا کہ یہی وہ ہے (جو مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے)۔

آپ چند روز تک ٹھہرے رہے۔ پھر خوش خوش اپنے اصحاب کے پاس آ گئے اور فرمایا مجھے تمہارے دار ہجرت کی خبر دی گئی ہے' وہ یثرب ہے' جو جانا چاہے وہیں جائے۔

یہ جماعت باہم موافقت وہمدردی کے ساتھ مصروف بہ تیاری ہوئی اپنی روانگی کو پوشیدہ رکھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سب سے پہلے جو مدینہ آئے وہ ابوسلمہ بن عبداللہ تھے ان کے بعد عامر بن ربیعہ آئے۔

ہمراہ ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہ بھی تھیں جو سب سے پہلی شتر سوار خاتون تھیں کہ مدینہ میں آئیں۔ اصحاب گروہ گروہ آنے لگے۔ انصار کے یہاں ان کے مکانوں میں اُترتے۔

انصار نے ان کو ٹھکانہ دیا' ان کی مدد کی اور ان سے ہمدردی کی اور رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے سالم مولائے ابی حذیفہ قبا میں مہاجرین کی امامت کرتے تھے۔

جب مسلمان مدینہ روانہ ہو گئے تو قریش کو ان پر حرص آئی اور سخت غصہ ہوئے ان نوجوانوں پر جو چلے گئے تھے بہت طیش آیا۔

انصار کے ایک گروہ نے عقبۂ آخرہ میں رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی۔ وہ مدینہ واپس آ گئے تھے۔ جب مہاجرین اوّلین قباء آ گئے تو یہ انصار رسول اللہ ﷺ کے پاس مکے گئے اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ہجرت کر کے آئے یہی وہ لوگ ہیں جو مہاجرین انصار کہلائے۔

ان کے نام یہ ہیں: ذکوان بن عبد قیس وعقبہ بن وہب بن کلدہ وعباس بن عبادہ بن نضلہ وزیاد بن لبید۔

تمام مسلمان مدینہ چلے گئے۔ کوئی بھی مکہ میں روانگی سے نہ بچا' سوائے رسول اللہ ﷺ وابوبکر وعلی رضی اللہ عنہما کے یا جو فتنہ میں ڈال دیا گیا تھا اور قید کر دیا گیا تھا یا مریض یا ضعیف تھا۔

آغازِ ہجرت

قتل کی سازش:

سراقہ بن جشم وغیرہ سے روایت ہے کہ مشرکوں نے جب دیکھا کہ مسلمانوں نے اپنی عورتیں اور بچے قبائل اوس وخزرج کے ہاں (مدینہ شریفہ) میں بھیج دیئے تو سمجھ گئے کہ یہ صاحب اثر لوگ ہیں' اب رسول اللہ ﷺ بھی وہیں چلے جائیں گے۔ سب کے سب دارالندوہ میں جمع ہوئے' جتنے دانش منداور صائب الرائے تھے سب نے شرکت کی کہ آنحضرت ﷺ کے معاملہ میں باہم مشورہ کریں۔

نجد کے ایک بڑے بوڑھے کی شکل میں ایک شخص یہاں آیا تلوار لٹک رہی تھی موٹے بھوٹے کپڑے پہنے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے متعلق بحث چھڑی' ہر شخص نے اپنی رائے کے مطابق مشورہ دیا' ہر ایک کی رائے کو ابلیس رد کرتا تھا' کسی کی رائے کو پسند نہ کیا۔

ابوجہل نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم قریش کے ہر ہر قبیلے کا ایک ایک شخص لے لیں جو بہادر اور دلیر ہو۔ پھر اسے ایک تیز تلوار دے دیں تا کہ یہ سب مل کر مثل ایک شخص کے آنحضرت ﷺ کو ماریں تا کہ آپ کا خون تمام قبائل میں تقسیم ہو جائے اور بنی عبدمناف کی بھی سمجھ میں نہ آئے گا کہ اس کے بعد کیا کریں۔ وہ نجدی (ابلیس) کہنے لگا اس نوجوان (ابوجہل) کی خوبی اللہ ہی کے لئے ہے واللہ رائے تو یہی صائب ہے ورنہ پھر کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔

اس بات پر اتفاق کر کے سب لوگ منتشر ہو گئے۔ جبریل رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے' آپ کو اس خبر سے آگاہ کیا اور مشورہ دیا کہ اس شب کو آپ اپنی خوابگاہ میں نہ سوئیں رسول اللہ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اللہ نے مجھے روانگی کی اجازت دے دی ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ (میری) ہمراہی؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' میری ان دوسواریوں میں سے ایک آپ لے لیجئے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہ قیمت لوں گا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سواریوں کو بنی قشیر کے مویشی میں سے آٹھ سو درہم میں خریدا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے ایک لے لی جس کا نام قصواء تھا۔

آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس شب کو وہ آپ کی خوابگاہ میں سوئیں۔ علی رضی اللہ عنہ سوئے۔ انہوں نے ایک سرخ حضرمی چادر جس میں رسول اللہ ﷺ سویا کرتے تھے اوڑھ لی۔

کاشانۂ نبوی کا محاصرہ:

قریش کا یہ گروہ جمع ہو گیا جو دروازہ کی درزوں سے جھانک رہے تھے۔ آپ ﷺ کی گھات میں تھے اور آپ کو پکڑنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ باہم مشورہ کر رہے تھے کہ بستر پر لیٹنے والے پر کون حملہ کرے۔

اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ برآمد ہوئے۔ وہ سب اگرچہ دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے دو لپ بھر سنگ ریزے اُٹھائے' ان لوگوں کے سروں پر چھڑکا اور یہ پڑھنے لگے: ﴿یٰسین والقرآن الحکیم﴾ سے ﴿سوآءٌ علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون﴾ تک پہنچے۔ رسول اللہ ﷺ گزر گئے۔

کسی کہنے والے نے ان سے کہا کس کا انتظار کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ محمد (ﷺ) کا۔ اس نے کہا کہ تم ناکامیاب ہوئے اور نقصان میں رہے۔ واللہ وہ تو تمہارے پاس سے گزر گئے اور تمہارے سروں میں پر سے چھڑک گئے۔ ان لوگوں نے کہا کہ واللہ ہم نے انہیں دیکھا اور وہ لوگ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

یہ لوگ (۱) ابوجہل و (۲) حکم بن ابی العاص و (۳) عقبہ بن ابی معیط و (۴) نضر بن الحارث و (۵) امیہ بن خلف و (۶) ابن الغیطلہ و (۷) وزمعہ بن الاسود و (۸) طعیمہ بن عدی و (۹) ابولہب و (۱۰) ابی بن خلف و (۱۱) نبیہ و (۱۲) منبہ پسران حجاج تھے۔

جب صبح ہوئی تو علی بستر سے اُٹھے' ان لوگوں نے ان سے رسول اللہ ﷺ کو دریافت کیا تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے آپ کے متعلق علم نہیں۔

نبی و صدیق کا غارِ ثور میں قیام:

رسول اللہ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان چلے گئے۔ رات تک اسی میں رہے۔ پھر آپ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نکلے اور غارِ ثور کو روانہ ہو گئے اس کے اندر داخل ہوئے مکڑی نے اس کے راستے پر جالا تان دیا جس کا بعض حصہ بعض پر تھا۔

قریش نے رسول اللہ ﷺ کی انتہائی جستجو کی یہاں تک کہ غار کے راستے تک پہنچ گئے ان میں سے بعض نے کہا کہ اس پر تو محمد (ﷺ) کی ولادت سے بھی پہلے کی مکڑی ہے' وہ سب واپس ہو گئے۔

ابو مصعب المکی سے مروی ہے کہ میں نے زید بن ارقم و انس بن مالک و مغیرہ بن شعبہ کا زمانہ پایا ہے میں نے ان کو بیان کرتے سنا کہ شب کو غار میں اللہ تعالیٰ نے ایک درخت کو حکم دیا تو وہ نبی ﷺ کے قریب اُگ آیا۔ اس نے آپ کی آڑ کر لی اللہ نے مکڑی کو حکم دیا تو اس نے آپ کے روبرو جالا لگا دیا اور آڑ کر لی اللہ نے دو جنگلی کبوتروں کو حکم دیا جو غار کے منہ پر بیٹھ گئے۔

قریش کے نوجوان جن میں ہر خاندان کا ایک ایک آدمی تھا۔ اپنی اپنی تلواریں لاٹھیاں اور لٹھ لئے ہوئے آئے یہاں تک کہ جب وہ آپ ﷺ سے چالیس ہاتھ کے فاصلے پر تھے تو ان کے آگے والے شخص نے نظر ڈالی ان دونوں کبوتروں کو دیکھ کر واپس ہو گیا اس کے ساتھیوں نے کہا کہ تجھے کیا ہوا کہ غار میں نہیں دیکھا اس نے کہا کہ غار کے منہ پر دو وحشی کبوتر ہیں میں سمجھا کہ اس میں کوئی نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی بات سنی۔ سمجھ گئے کہ ان دونوں (کبوتروں) کے ذریعے اللہ نے آپ سے (دشمنوں کو) دفع کیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعا دی اور ان کی جزاء مقرر کر دی وہ حرم الٰہی میں منتقل ہو گئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خاص معاہدہ پر چرائی والی بکریاں تھیں جن کو عامر بن فہیرہ چرایا کرتے تھے۔

رات کے وقت ان بکریوں کو ان حضرات کے پاس لاتے تھے اور وہ دودھ دوہ لیتے تھے۔ جب صبح ہو جاتی تھی تو لوگوں کے ساتھ چلے جاتے تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہم نے دونوں حضرات کے لئے پسندیدہ تر سامان سفر تیار کیا ایک توشہ دان میں توشہ تیار کیا۔ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی اوڑھنی کا ایک ٹکڑا کاٹا اور اس سے انہوں نے توشہ دان کا منہ بند کیا' دوسرا ٹکڑا کاٹا اور اس سے مشکیزے کے منہ کی روک بنایا اسی وجہ سے ان کا نام ذات النطاقین (دو اوڑھنی والی) رکھ دیا گیا۔

ابن اریقط کی ہمراہی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں تین شب رہے ان دونوں کے پاس عبداللہ بن ابی بکر سوتے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنی الدیل کے ایک شخص کو جن کا نام عبداللہ بن اریقط تھا' ہادی اور خفیہ راستوں کی رہبر کی حیثیت سے اُجرت پر رکھ لیا۔ حالانکہ وہ دین کفر پر تھا۔ مگر ان سے اطمینان تھا۔ ان دونوں حضرات کے ساتھ عامر بن فہیرہ بھی تھے۔ ابن اریقط دونوں حضرات کے ساتھ رجز خوانی کرتے رہے۔ قریش کو پتہ بھی نہ لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف لے گئے یہاں تک کہ انہوں نے اسفل مکہ سے ایک جن کی آواز سنی جو نظر نہ آتا تھا ۔

جزی اللّٰہ ربّ الناس خیر جزائہ　　　رفیقین حلا خیمۃ ام معبد

''اللہ جو تمام لوگوں کا پالنے والا ہے ان دونوں رفیقوں کو اپنی بہترین جزا دے جنہوں نے اُمّ معبد کے خیمے میں دوپہر کو آرام فرمایا''۔

ھما نزلا بالبر و اعتدیابہ　　　فقد فاز من امسی رفیق محمدٌ

''یہ دونوں خشکی میں اُترے اور وہاں سے گزر گئے' وہ شخص کامیاب رہا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق ہو گیا (یعنی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ)''۔

نبوت کے قدم اُمّ معبد کے خیمے میں:

ابی معبد الخزاعی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تو آپ اور ابوبکر اور مولائے ابوبکر عامر بن فہیرہ تھے۔ ان حضرات کے رہبر عبداللہ بن اریقط اللیثی تھے۔ یہ حضرات اُمّ معبد خزاعیہ کے خیمہ پر گزرے تو قوی و دلیر تھے۔ وہ اپنے خیمے کے آگے میدان میں چادر اوڑھ کر بیٹھی رہتی تھیں اور کھلاتی پلاتی تھیں۔ چنانچہ ان حضرات نے ان سے کھجور یا گوشت کو دریافت کیا کہ خریدیں مگر ان میں سے کوئی چیز بھی ان کے پاس نہ پائی۔

اتفاق سے زادراہ ختم ہو چکا تھا۔ اور یہ سب قحط کی حالت میں تھے۔ اُمّ معبد نے کہا کہ واللہ اگر ہمارے پاس کچھ ہوتا تو مہمانداری ہی آپ کو کسی چیز کا محتاج نہ کرتی۔

رسول اللہ ﷺ کی ایک بکری پر نظر پڑی جو خیمے کے ایک حصہ سے بندھی تھی آپ نے فرمایا کہ اے ام معبد یہ بکری کیسی ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ وہ بکری ہے جس کو تھکن نے بکریوں سے پیچھے کر دیا ہے (جس کی وجہ سے اور بکریاں چرنے گئیں اور یہ رہ گئی)۔ فرمایا اس کے کچھ دودھ بھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ (اس بکری کے لئے دودھ دینا) اس سے (یعنی جنگل جانے سے) بھی زیادہ دشوار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم مجھے اجازت دیتی ہو کہ میں اس کا دودھ دوہوں۔ انہوں نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' ہاں اگر آپ اس کے دودھ دیکھیں (تو دوہ لیجئے)۔

آپ نے بسم اللہ کہہ کر تھن پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ اے اللہ ام معبد کو ان کی بکری میں برکت دے اس بکری نے ٹانگیں پھیلا دیں' کثرت سے دودھ دیا اور فرمانبرداری ہو گئی۔

آپ نے ان کا وہ برتن مانگا جو ساری قوم کو سیراب کر دے اس میں آپ نے دودھ کو سیلاب کی طرح دوہا یہاں تک کہ کف اس کے اوپر آ گیا۔ آپ نے اسے پلایا' ام معبد نے پیا یہاں تک کہ وہ بھی سیراب ہو گئیں اور آپ نے اپنے اصحاب کو پلایا۔ وہ بھی سیراب ہو گئے۔ سب سے آخر میں آنحضرت ﷺ نے بھی نوش فرمایا اور فرمایا کہ قوم کے ساقی کو سب سے آخر میں پینا چاہئے۔

سب نے ایک بار پینے کے بعد دوبارہ پیا اور خوب سیر ہو گئے۔ پھر آپ نے اسی برتن میں ابتدائی طریقہ پر دوبارہ دوہا اور اس کو اُمّ معبد کے پاس چھوڑ دیا۔

کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اُمّ معبد کے شوہر ابومعبد اپنی بکریاں ہنکاتے ہوئے آ گئے جو ایسی پیلا (یعنی گابھن نہ ہونے والی) اور دُبلی پتلی تھیں کہ اچھی طرح چل نہ سکتی تھیں ان کا مغز بہت کم تھا ان میں ذرا سی بھی چربی نہ تھی۔ ابومعبد نے دودھ دیکھا تو تعجب کیا اور کہا کہ تم لوگوں کو کہاں سے مل گیا۔ حالانکہ بکریاں دور چرنے گئی ہوئی تھیں اور گھر میں کوئی دودھ والی بکری نہ تھی۔

اُمّ معبد نے کہا واللہ اس کے سوا کچھ نہیں ہوا کہ ہمارے پاس ایک بابرکت بزرگ گزرے جن کی یہ باتیں تھیں۔ ابومعبد نے کہا کہ میں انہیں قریش کا وہی ساتھی خیال کرتا ہوں جن کی تلاش کی جا رہی ہے۔ اے ام معبد مجھ سے ان کی صفت تو بیان کرو۔

ام معبد نے کہا کہ میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جن کی صفائی و پاکیزگی بہت صاف اور کھلی ہوئی ہے۔ چہرہ نہایت نورانی ہے' اخلاق اچھے ہیں' ان میں پیٹ بڑا ہونے کا عیب نہیں ہے نہ ان میں کوتاہ گردن اور چھوٹا سر ہونے کی خرابی ہے۔ وہ حسین وجمیل ہیں' آنکھوں میں کافی سیاہی ہے' پلک کے بال خوب گھنے ہیں' آنکھوں میں بلندی' آنکھ میں سیاہی کی جگہ سیاہی خوب تیز ہے اور سفیدی کی جگہ سفیدی بہت تیز ہے۔ ابروئیں باریک ہیں اور آپس میں ملی ہوئی ہیں۔ بالوں کی سیاہی بھی بہت خوب تیز ہے گردن میں بلندی اور داڑھی میں گھنا پن ہے۔

جب خاموش ہوتے ہیں تو ان پر وقار چھا جاتا ہے اور جب ہنستے ہیں تو حسن کا غلبہ ہوتا ہے۔ گفتگو ایسی نگینوں کی لڑی

ہوتی ہے جو گر رہے ہوں وہ شیریں گفتار ہیں۔ قول فیصل کہنے والے ہیں ایسے کم گو نہیں جس سے مقصد ادا نہ ہو نہ فضول گو ہیں دور سے دیکھو تو سب سے زیادہ بارُعب وحسین ہیں قریب سے سب سے زیادہ شیریں گفتار وجمیل ہیں۔ ایسے متوسط اندام ہیں تم درازی قد کا عیب نہ لگاؤ گے اور نہ کوئی آنکھ کوتاہی قد ہونے کی وجہ سے انہیں حقیر جانے گی۔ وہ دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ تھے (یعنی دو رفیق ان کے ساتھ اور بھی تھے)۔ دیکھنے میں وہ تینوں میں سب سے زیادہ بارونق اور مقدار میں حسین۔ ان کے رفقاء ایسے تھے جو کہ انہیں گھیرے رہتے تھے جب وہ کچھ فرماتے تھے تو لوگ اچھی طرح آپ کا کلام سنتے تھے۔ اگر کوئی حکم دیتے تھے تو سب کے سب ان کے حکم کی طرف دوڑتے تھے وہ مخدوم تھے اور ایسے تھے کہ جن کے پاس خدمت کے لئے لوگ دوڑتے تھے وہ نہ ترش رو تھے نہ زیادہ گو تھے۔

ابو معبد نے کہا واللہ یہ تو قریش کے وہی ساتھی تھے جن کا ہم سے تذکرہ کیا گیا ہے۔ اے اُمّ معبد اگر میں ان کے وقت میں آ جاتا تو ضرور درخواست کرتا کہ میں آپ کی صحبت میں رہوں۔ اگر تم اس کا موقع پاتا تو ضرور ایسا کرنا۔

مکہ میں غیبی آواز:

صبح کے وقت مکہ میں آسمان وزمین کے درمیان ایک آواز ظاہر ہوئی جس کو لوگ سنتے تھے اور آواز والے کو نہیں دیکھتے۔ وہ کہتا تھا:

جزی اللّٰہ رب الناس خیر جزائہ　　　رفیقین حلا خیمۃ ام معبد

''اللہ جو پروردگار ہے تمام لوگوں کی اپنی بہترین جزا دے ان دونوں رفیقوں کو جو ام معبد کے خیموں میں اُترے''۔

ھما نزلا بالرد ارتحلابہ　　　فافلح من امسی رفیق محمد

''وہ دونوں اس خشکی میں اُترے اور وہاں سے چلے بھی گئے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رفیق وہ کامیاب ہو گئے (یعنی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ)''۔

فیال قصی مازوی اللّٰہ عنکم　　　بہ من فعال لا مجازی و سودد

''اے قبیلۂ قصی تم کو کیا ہو گیا ہے اللہ نے تمہیں ایسے کام اور ایسی سرداری کی توفیق نہیں دی جس کی جزا مل سکے''۔

سلوا اختکم من شاقھا و انائھا　　　فانکم ان تسلوا الشاۃ تشھد

''اپنی بہن سے ان کی بکری اور برتن میں دودھ بھر جانے کا حال پوچھو اگر تم بکری سے پوچھو گے تو وہ بھی شہادت دے گی''۔

دعالھا بشاۃ حائل فتحلبت　　　لہ بصریح ضرّۃ الشاۃ زبد

''ایسی بکری تھی جو بالکل دبلی اور بے دودھ کے تھی مگر وہی بکری خالص دودھ دینے لگی جس میں روغن اور کف

بھرا ہوا تھا''۔

فغادرہ رھنا لدیھا لحالب تدرلبنھا فی مصدر ثم مودد

''حضرت نے یہ بکری وہیں چھوڑ دی کہ آنے جانے والے اس کے دودھ سے سیر ہوں''۔

یہ قوم صبح کو اپنے نبی کی تلاش کر رہی تھی' ام معبد کے خیمے کو گھیر لیا۔ یہاں تک کہ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس غیبی آواز کے جواب میں یہ اشعار ذیل کہے:

لقد خاب قوم زال عنھم بینھم وقدس من یسری الیھم و یغتدی

''وہ قوم نقصان میں رہی جس سے ان کے نبی چلے گئے' اور وہ قوم مقدس ہے جس کی طرف وہ (نبی) صبح و شام چلتے ہیں''۔

ترحل من قوم فزالت عقولھم وحل علی قوم بنور مجدد

''ایک قوم سے انہوں نے کوچ کیا تو ان لوگوں کی عقلیں جاتی رہیں' اور ایک دوسری قوم کے پاس تازہ بتازہ نور کے ساتھ اُترے''۔

وھل یستوی ضلال قوم تسلعوا عمًا و ھداۃ یھتدون بمھتد

''اور کیا وہ گمراہ قوم جنہوں نے وجہ نابینائی انکار کیا اور وہ ہدایت پانے والے جو ہدایت یافتہ سے ہدایت پاتے ہیں برابر ہیں؟''

نبی یری ما لا یری الناس حولہ و یتلو کتاب اللہ فی کل مشھد

''وہ ایسے نبی ہیں جو اپنے گرد وہ دیکھتے ہیں جو اور لوگ نہیں دیکھتے اور مشہد میں کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں''۔

فان قال۔ فی یوم مقالۃ غائب فتصدیقھا فی ضحوۃ الیوم اوغد

''اگر وہ دن میں کوئی بات غائب کی سی کہتے ہیں (یعنی پیشگوئی) تو اس کی تصدیق اسی روز دن چڑھے یا دوسرے دن ہو جاتی ہے''۔

لتھن ابابکر سعادۃ جدہ بصحبۃ من یسعد اللہ یسعد

''ابوبکر کو اپنے نصیب کی سعادت جو بوجہ صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں حاصل ہوئی مبارک ہو جس کو اللہ سعادت دیتا ہے وہی سعید ہوتا ہے''۔

و یھن بنی کعب مکان فتاتھم و مقعدھا للمسلمین بمرصد

''اور بنی کعب کو بھی اپنی خاتون کا مرتبہ مبارک ہو جن کی نشست گاہ مسلمانوں کی جائے پناہ ہے''۔

عبدالملک نے کہا ہمیں معلوم ہوا کہ ام معبد نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کی اور اسلام لائیں۔

سراقہ بن مالک رسول اللہ ﷺ کے تعاقب میں:

رسول اللہ ﷺ کی غار سے روانگی شب دوشنبہ ۴ ربیع الاوّل کو ہوئی۔ سہ شنبہ کو قدید میں آپ نے قیلولہ فرمایا جب وہاں سے روانہ ہوئے تو سراقہ بن مالک بن جعشم نے جو اپنے گھوڑے پر سوار تھے ان لوگوں کو روکا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بددُعا دی جس سے ان کے گھوڑے کے پاؤں دھنس گئے۔ انہوں نے کہا کہ اے محمد ﷺ اللہ سے دُعاء کیجئے کہ وہ میرے گھوڑے کو رہا کر دے میں آپ کے پاس سے پلٹ جاؤں گا۔ جو لوگ میرے پیچھے (آپ کی تلاش میں) ہیں انہیں بھی واپس کر دوں گا۔ آپ نے دعاء کی اور وہ رہا ہو گیا وہ واپس گئے انہوں نے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں پایا تو کہا کہ لوٹ چلو میں تمہاری براءت چاہ لوں گا کہ یہاں کوئی نہیں ہے تم لوگ نقش قدم میں میری مہارت کو جانتے ہو وہ سب لوٹ گئے۔

عمیر بن اسحاق سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے اور آپ کے ہمراہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان دونوں حضرات کو سراقہ بن مالک بن جعشم نے روکا تو ان کا گھوڑا دھنس گیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ دونوں میرے لئے اللہ سے دُعا کیجئے۔ میں آپ کے لئے یہ کروں گا کہ اب نہ پیچھا کروں گا دونوں نے اللہ سے دُعا کی مگر وہ دوبارہ پلٹے تو ان کا گھوڑا دھنس گیا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ سے دُعاء کیجئے اور میں آپ کے لئے یہ کروں گا کہ پھر نہ پلٹوں گا دونوں نے اللہ سے دُعا کی انہوں نے دونوں حضرات کے سامنے توشہ اور سواری پیش کی دونوں نے فرمایا کہ ہم کو تمہیں کافی ہو تو انہوں نے کہا میں اس کا بھی آپ کے لئے ذمہ لیتا ہوں۔

(عود بسوئے حدیث اوّل)

مقام قبا پر تشریف آوری:

اور رسول اللہ ﷺ خرار کے درمیان چلے' آپ ثنیۃ المرہ سے آگے بڑھے ثقف سے چل کر مدلجۂ لقف سے گزر گئے۔ مدلجۂ مجاج کے اندر سے گزرے مرجح مجاج میں پہنچے' بطن مرجح میں گئے' بطن ذات کشد میں پہنچے' حدائد کو طے کیا' اذاخر اور بعد بطن ریغ سے گزر فرمایا' وہیں نماز مغرب پڑھی پھر ذی سلم' پھر مدلجہ کو چھوڑ دیا پھر العثانیہ چلے پھر بطن القاحہ سے گزر گئے۔ پھر عرج میں اُترے پھر جداوات میں پھر غابر میں رکوبہ کی داہنی طرف سے چلے' پھر بطن العقیق میں اترے یہاں تک کہ الجثجاثہ پہنچ گئے فرمایا کہ ہمیں بنی عمرو بن عوف تک جانے کا راستہ کون بتائے گا آپ مدینے کے قریب نہ تھے پھر آپ الظبی کے راستے پر چلے یہاں تک کہ العصبہ پر نکلے۔

مہاجرین رسول اللہ ﷺ کے اپنے پاس تشریف لانے کے منتظر تھے۔ وہ لوگ ظہر حرہ العصبہ تک انصار کے ہمراہ صبح جایا کرتے تھے دِن چڑھے تک آپ کی تشریف آوری کے منتظر تھے جب سورج انہیں جلا دیتا تھا تو اپنے اپنے مکانات واپس چلے جاتے تھے جب وہ دِن آیا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور وہ ۲/ ربیع الاوّل روز دوشنبہ تھا اور کہا جاتا ہے کہ بارہویں ربیع الاوّل تھی تو لوگ جس طرح انتظار میں بیٹھا کرتے تھے بیٹھ گئے جب سورج کی تپش و تمازت بڑھی تو وہ اپنے اپنے مکانات کو چلے گئے۔

اتفاق سے ایک یہودی اپنے قلعہ پر بلند آواز سے چلا رہا تھا کہ اے بنی قیلہ یہ تمہارے ساتھی (دوست) آ گئے۔ سر

لوگ نکلے تو اتفاق سے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے تینوں اصحاب تھے۔ بنی عمرو بن عوف میں ایک شور اور تکبیر کی آواز سنی گئی' مسلمان ہتھیار باندھنے لگے۔

رسول اللہ ﷺ قبا پہنچ گئے تو آنحضرت ﷺ بیٹھ گئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر لوگوں کو نصیحت کرنے لگے' مسلمان آ کر رسول اللہ ﷺ کو سلام کرنے لگے۔

رسول اللہ ﷺ کلثوم بن الہدم کے پاس اترے اور ہمارے نزدیک یہی درست ہے آپ سعد بن خثمہ کے مکان میں اپنے اصحاب سے باتیں کرتے تھے' اس مکان کا نام منزل العراب تھا۔ اسی لئے کہہ دیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ سعد بن خثمہ کے پاس اُترے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مکے اور مدینے کے درمیان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے ردیف (اونٹ پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے) تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ملک شام کی آمد ورفت رہا کرتی تھی اس لئے وہ پہچانے جاتے تھے نبی ﷺ کو کوئی نہیں پہچانتا تھا (راستے کے) لوگ کہتے تھے کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ لڑکا جو تمہارے آگے (اونٹ پر) ہے کون ہے' ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے تھے' یہ مجھے راستہ بتاتے ہیں۔

جب یہ دونوں حضرات مدینے کے قریب آ گئے تو حرہ میں اُترے۔ آپ نے انصار کو بلا بھیجا۔ وہ لوگ آئے اور کہا کہ آپ دونوں حضرات امن واطمینان سے اٹھیے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس روز سے آپ مدینے میں داخل ہوئے ہیں' میں آپ کے پاس حاضر رہا۔ میں نے کبھی کوئی دن اس روز سے جس روز آپ ہمارے پاس تشریف لائے زیادہ نورانی وحسین نہیں دیکھا۔ جس روز آپ کی وفات ہوئی میں آپ کے پاس حاضر تھا اس روز سے زیادہ میں نے کوئی دن برا اور تاریک نہیں دیکھا۔

وارئ یثرب میں نبی رحمت ﷺ کی تشریف آوری:

ابووہب مولائے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ (سفر ہجرت) میں اس طرح سوار ہوئے کہ اپنی اونٹنی پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے تھے جب کوئی آدمی انہیں (ابوبکر کو) ملتا تھا تو کہتا تھا کہ آپ کون ہیں؟ وہ کہتے تھے کہ میں طالب ہوں' طلب کرتا ہوں۔ وہ کہتا تھا کہ آپ کے پیچھے کون ہیں تو وہ کہتے تھے کہ راستہ بتانے والے ہیں جو مجھے راستہ بتاتے ہیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ دن آیا رسول اللہ ﷺ مدینے میں داخل ہوئے تو مدینے میں ہر شے منور و روشن ہوگئی۔

البراء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہجرت کے سفر میں نبی ﷺ مدینے میں تشریف لائے۔ میں نے اہل مدینہ کو نبی ﷺ سے زیادہ کسی چیز سے خوش ہوتے نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ میں نے عورتوں اور بچوں کو کہتے ہوئے سنا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں جو تشریف لے آئے ہیں۔

اہل مدینہ کے لئے خوشی کا دن:

البراء سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے سب پہلے ہمارے پاس مصعب بن عمیر وابن ام مکتوم آئے

یہ دونوں لوگوں کو قرآن پڑھانے لگے پھر عمار و بلال و سعد آئے اس کے بعد بیس اصحاب کے ساتھ عمر بن الخطاب آئے تب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔

میں نے لوگوں کو کبھی کسی چیز سے اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا وہ آپ سے خوش ہوئے حتیٰ کہ میں نے غلاموں اور بچوں کو کہتے سنا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں جو تشریف لے آئے ہیں حتیٰ کہ میں نے سبح اسم ربك الاعلی اور مفصل میں سے چند سورتیں پڑھیں (مفصل وہ حصۂ قرآن ہے جن کا نماز میں پڑھنا مسنون ہے وہ سورہ حجرات سے آخر تک ہے' اس میں بھی تین حصے ہیں' طول' اوساط- قصار)۔

بنی نجار کے وفد سے ملاقات:

زرارہ بن ابی اوفی سے مروی ہے عبداللہ بن سلام نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ آپ کی طرف دوڑے کہا جانے لگا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے ہیں' میں بھی لوگوں کے ساتھ گیا تا کہ آپ ﷺ کو دیکھوں۔ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ مبارک دیکھا تو ایسا نظر آیا جو کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا سب سے پہلے جو کلام میں نے آپ سے سنا یہ تھا کہ اے لوگو! اسلام کی اشاعت کرو' کھانا کھلاؤ' قرابت داروں کے ساتھ احسان کرو' اس وقت نماز پڑھا کرو جب سب لوگ سوتے ہیں اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

محلّہ بنی عمرو میں قیام:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو مدینے کے بلند حصے کے ایک محلے جو بنی عمرو بن عوف کہلاتا تھا' اترے۔ آپ چودہ شب مقیم رہے پھر آپ نے بنی النجار کے ایک گروہ کو بلا بھیجا۔ وہ لوگ اپنی تلواریں لٹکائے ہوئے آئے۔ وہ منظر میری آنکھوں میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ تھے' ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے ہم نشین تھے اور بنی النجار کا گروہ آپ کے گرد تھا یہاں تک کہ ابوایوب کا بیرونی میدان آپ کے دل میں ڈالا گیا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ اس طرح مدینہ میں تشریف لائے کہ آپ اپنی اونٹنی پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیچھے بٹھائے ہوئے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بوڑھے اور ان سے جان پہچان تھی رسول اللہ ﷺ جوان تھے آپ کو کوئی پہچانتا نہ تھا لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملتے تھے اور کہتے تھے کہ اے ابوبکر یہ کون شخص ہیں جو آپ کے آگے ہیں۔ وہ کہتے یہ مجھے راستہ بتاتے ہیں۔

گمان کرنے والا یہ گمان کرتا تھا کہ آنحضرت ﷺ ان کو زمین کی راہ بتاتے ہیں حالانکہ ان کی مراد صرف راہ کی خیر تھی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ مڑے تو اتفاق سے انہیں ایک سوار نظر آیا جو ان حضرات سے آملا تھا۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ سوار ہے جو ہم سے آملا ہے۔ نبی ﷺ مڑے اور فرمایا کہ اے اللہ اس کو پچھاڑ دے۔ اس کے گھوڑے نے اسے پچھاڑ دیا پھر کھڑا ہو کر ہنہنانے لگا۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم اپنی جگہ رک جاؤ اور ہرگز کسی کو ہم سے نہ ملنے دو۔

وہ (سوار) شروع دوپہر میں تو رسول اللہ ﷺ کے خلاف کوشاں تھے اور دوپہر کے آخر میں آپ کے لئے مسلح تھے (کہ

کسی کو آنے نہ دیتے)۔

بارگاہِ رسالت میں انصار کی حاضری:

نبی ﷺ الحرہ کے ایک جانب اترے اور انصار کو بلا بھیجا۔ وہ لوگ نبی ﷺ کے پاس آئے آپ کو اور ابوبکر کو سلام کیا اور کہا کہ آپ دونوں حضرات امن اطمینان سے مخدوم ومطاع بن کر سوار ہو جائیے نبی ﷺ سوار ہوئے انصار نے دونوں حضرات کو ہتھیار سے گھیر لیا۔ مدینہ میں کہا جانے لگا کہ رسول اللہ ﷺ آ گئے لوگ نظریں پھاڑ پھاڑ کر رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے لگے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ آ گئے آپ چلتے رہے یہاں تک کہ ابوایوب رضی اللہ عنہ کے مکان کے پہلو میں اُترے۔

جب عبداللہ بن سلام نے آپ کی خبر سنی تو آپ اپنے متعلقین سے باتیں کر رہے تھے۔ عبداللہ بن سلام اپنے متعلقین کے کھجور کے باغ میں ان کے لئے کھجوریں چن رہے تھے وہ جس چیز میں چن رہے تھے انہوں نے اس کے رکھنے میں جلدی کی اور اس (ٹوکری) کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے آئے۔ نبی ﷺ کی بات سنی پھر اپنے متعلقین کے پاس واپس آ گئے۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے لئے شرف میزبانی:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے متعلقین کا کون سا مکان زیادہ قریب ہے۔ ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ مکان میرا ہے اور یہ دروازہ میرا ہے۔ آپ نے کہا کہ جاؤ ہمارے لئے قیلولہ کی جگہ درست کرو' وہ گئے اور انہوں نے دونوں حضرات کے لئے قیلولے کی جگہ ٹھیک کی پھر آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آپ دونوں حضرات کے لئے قیلولے کی جگہ ٹھیک کر دی اللہ کی برکت پر اُٹھیے اور آرام فرمائیے (عود بسوئے مضمون حدیث اوّل)۔

اہل علم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ بنی عمرو بن عوف میں دوشنبہ وسہ شنبہ وچہار شنبہ وپنج شنبہ تک رہے۔ جمعہ کے دن نکلے اور بنی سالم میں آپ نے نماز جمعہ پڑھائی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ بنی عمرو بن عوف میں چودہ شب تک مقیم رہے جمعہ کو آفتاب بلند ہوا تو آپ نے اپنی سواری منگائی مسلمان بھی جمع ہوئے اور ہتھیار پہنے۔

پہلی نماز جمعہ:

رسول اللہ ﷺ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوئے۔ لوگ داہنے اور بائیں آپ کے ہمراہ تھے۔ انصار نے آپ کو اس طرح روکا کہ آپ کے گھر پر نہ گزرتے تھے جو یہ نہ کہتے ہوں کہ یا رسول اللہ ﷺ! ادھر قوت وثروت وحفاظت کے سامان ہیں' تشریف لائیے۔ آپ ان سے کلمۂ خیر فرماتے تھے اور ان کے لئے دُعا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس اونٹنی کو منجانب اللہ حکم دیا گیا ہے سب نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ جب آپ مسجد بنی سالم میں آئے تو مسلمانوں کو جو آپ کے ہمراہ تھے نماز جمعہ پڑھائی اور وہ سو تھے۔

اہل مدینہ کا اظہارِ عقیدت:

شرجیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے قبا سے مدینہ منتقل ہونے کا ارادہ کیا تو آپ کو بنی سالم نے روکا' آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لی اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ ادھر کافی تعداد وتیاری اور ہتھیار اور حفاظت میں تشریف لائیے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا راستہ چھوڑ دو کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔

پھر بنی الحارث بن الخزرج نے آپ کو روکا اور آپ سے اسی طرح کہا۔ آپ نے انہیں اسی طرح جواب دیا۔
بنی عدی نے روکا اور آپ سے اسی طرح کہا۔ آپ نے بھی اسی طرح انہیں جواب دیا یہاں تک کہ وہ وہیں رک گئی جہاں اللہ نے اسے حکم دیا تھا۔

(عود بسوئے مضمون حدیث اوّل) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے آپ نے راستے کا داہنا رخ اختیار کیا یہاں تک کہ آپ بنی الحبلی میں آئے۔ آپ روانہ ہوئے مسجد کو پہنچ گئے (اونٹنی) مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رک گئی۔ لوگ اپنے اپنے یہاں اُترنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگے۔

ابوایوب خالد بن زید بن کلیب آئے انہوں نے آپ کا کجاوہ اتارا اور آپ کو اپنے مکان میں لے گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ آدمی اپنے کجاوے کے ساتھ ہے۔

اسعد بن زرارہ آئے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لی۔ وہ ان کے یہاں رہی اور یہی درست ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہلا ہدیہ:

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر وہ سب سے پہلا ہدیہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابوایوب رضی اللہ عنہ کے مکان پر گیا وہ تھا جو میں نے پہنچایا' ایک بہت بڑا پیالہ ثرید کا تھا' جس میں روٹی گھی اور دودھ تھا۔

میں نے کہا کہ یہ پیالہ میری والدہ نے بھیجا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تمہیں برکت دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو بلایا' سب نے کھایا' میں دروازے سے ہٹنے بھی نہ پایا تھا کہ سعد بن عبادہ کا پیالہ ثرید اور گوشت کا آیا' کوئی شب ایسی نہ تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر تین چار آدمی کھانا نہ لاتے ہوں۔ جس کی انہوں نے باری مقرر کر لی تھی حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوایوب رضی اللہ عنہ کے مکان سے منتقل ہو گئے۔

وہاں آپ کا قیام سات مہینے رہا۔

اہل بیت کی مدینہ تشریف آوری:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوایوب ہی کے مکان سے زید بن حارثہ و ابورافع کو مکے بھیجا۔ ان دونوں کو دو اونٹ اور پانسو درہم دیئے۔ یہ دونوں آپ کے پاس فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی زوجہ سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ اور اسامہ بن زید کو آپ کے پاس لائے۔ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے قبل ان کے شوہر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (ملک حبشہ) ہجرت کرا چکے تھے۔ ابوالعاص بن الربیع نے اپنی بیوی زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر لیا' زید بن حارثہ نے اپنی بیوی ام ایمن کو مع ان کے فرزند اسامہ بن زید کے سوار کر لیا۔ عبد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بھی ابوبکر کے عیال کو لے کر انہیں لوگوں کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ ان میں عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ چنانچہ یہ سب لوگ مدینے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو حارثہ بن النعمان کے مکان پر اُتارا۔

تمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رب انعمت علی فرد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات وسرایا

غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

موسیٰ بن عقبہ سے روایت ہے کہ ستائیس غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جہاد فرمایا' سینتالیس سرایا بھیجے اور نو غزوات میں اپنے ہاتھ سے قتال فرمایا۔

(۱) بدر (۲) احد (۳) مریسیع (۴) خندق (۵) قریظہ (۶) خیبر (۷) فتح مکہ (۸) حنین (۹) طائف۔ اس تعداد پر اجماع ہے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کے غزوے میں بھی قتال فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے آپ کے لئے خصوصیت کے ساتھ نفل قرار دیا تھا۔ خیبر سے واپس آتے ہوئے وادیٔ القریٰ میں بھی قتال فرمایا اور آپ کے بعض اصحاب مقتول ہوئے۔ غابہ میں بھی قتال فرمایا۔

مدینہ تشریف آوری کی صحیح تاریخ:

راویوں کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے سے ہجرت فرمائی ہے تو شنبہ ۱۲/ ربیع الاوّل کو مدینے تشریف لائے اسی پر اجماع ہے اور بروایت بعض آپ ۲/ ربیع الاوّل کو تشریف لائے۔

سفید جھنڈا:

ماہ رمضان میں ہجرت کے ساتویں مہینے وہ سب سے پہلا علم جو آنحضرت ﷺ نے حمزہ بن عبدالمطلب بن ہشام کو عنایت فرمایا اس کا رنگ سفید تھا ابو مرثد کناز بن الحصین الغنوی نے اسے اٹھایا جو حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے رسول اللہ ﷺ نے تیس مہاجرین کے ساتھ انہیں روانہ فرمایا' بعض کا قول ہے کہ نصف مہاجرین تھے نصف انصار لیکن اجماع اسی پر ہے کہ سب مہاجرین تھے' بدر میں انصار کو ساتھ لے کے جب تک آپ نے غزوہ نہیں فرمایا اس وقت تک کسی انصار کو کسی میدان میں نہیں بھیجا۔

انصار نے شرط کر لی تھی کہ اپنے شہر (مدینے) ہی میں کی حفاظت کریں گے۔ ہمارے نزدیک یہی ثابت ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قافلۂ قریش سے مڈبھیڑ:

حمزہ قافلہ قریش کے روکنے کے لیے روانہ ہوئے یہ قافلہ شام سے آیا تھا اس میں تین سو آدمی تھے' ابوجہل بن ہشام ہمراہ تھا۔

یہ لوگ (یعنی مہاجرین) عیص کی جانب سے سمندر کے ساحل تک پہنچ گئے۔ فریقین کی مڈبھیڑ ہوئی یہاں تک کہ سب لڑنے مرنے کے لیے صفیں باندھ لیں۔

مجدی بن عمرو الجہنی جو فریقین کا حلیف تھا' کبھی ان لوگوں کی طرف جانے لگا اور کبھی ان لوگوں کی طرف جانے لگا یہاں تک کہ وہ ان کے درمیان حائل ہو گیا۔ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مدینے واپس ہوئے۔

سریۂ عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ:

رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے آٹھویں مہینے شروع شوال میں عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب بن عبد مناف کا رابغ کی جانب وہ سریہ ہے جس میں لوائے ابیض (علم سفید) ان کے لیے نامزد کیا گیا تھا۔ اس کو مسطح بن اثاثہ بن عبدالمطلب بن عبد مناف لیے ہوئے تھے جنہیں رسول اللہ ﷺ نے ساٹھ مہاجرین کے ہمراہ بھیجا تھا ان میں کوئی انصاری نہ تھا۔

وہ ابوسفیان بن حرب سے ملے اس کے ہمراہ دو سو اہل قریش تھے' وہ ایک پانی کے مقام پر تھا' جس کا نام احیاء تھا جو جحفہ سے دس میل پر رابغ کا حصہ ہے (یہ فاصلہ اس صورت میں ہے کہ بائیں ہاتھ کے راستے سے قدید کا ارادہ کیا جائے وہ لوگ صرف اس لیے سیدھے راستے سے پھرے کہ اپنے سواری کے اونٹوں کو چرائیں۔

ان میں تیراندازی ہوئی انہوں نے تلواریں نہیں کھینچیں اور نہ قتال کے لیے صف بستہ ہوئے ان لوگوں کے درمیان تیراندازی صرف اس لیے ہوئی کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس روز ایک تیر پھینکا تھا وہ سب سے پہلا تیر تھا جو اسلام میں پھینکا گیا تھا' دونوں فریق اپنی اپنی جائے پناہ میں واپس آئے۔ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ اس جماعت کا سردار عکرمہ بن ابی جہل تھا۔

سریۂ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ:

ذی القعدہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہجرت کے نویں ماہ کے شروع میں الخرار کی طرف سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا سریہ

ہوا جس میں لوائے ابیض (علم سفید) ان کے لیے نامزد کیا گیا تھا‘ جسے المقداد بن عمرو البہرانی اٹھائے ہوئے تھے‘ انہیں آپ نے بیس مہاجرین کے ہمراہ بھیجا تھا کہ قافلہ قریش کو روکیں جوان کی طرف سے گزرے ان سے یہ عہد لے لیا تھا کہ وہ الخرار سے آگے نہ بڑھیں۔ الخرار اُن چند کنوؤں کا نام ہے جو الجحفہ سے مکے کی طرف جانے میں المجحہ کی بائیں جانب خم کے قریب ملتے ہیں۔ سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ پیادہ روانہ ہوئے دن کو کمین گاہ میں پوشیدہ ہو جاتے تھے اور رات کو چلتے تھے‘ یہاں تک کہ جب ہمیں پانچویں صبح ہوئی تو قافلے کے متعلق علم ہوا وہ شب ہی کو گزر گیا۔ ہم مدینہ لوٹ آئے۔

غزوۂ الابواء:

آغاز سفر میں ہجرت کے گیارھویں مہینے رسول اللہ ﷺ کا غزوۂ الابواء ہے آپ کا علم حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اٹھایا اور وہ سفید تھا۔ آپ نے مدینہ پر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور صرف مہاجرین کے ہمراہ روانہ ہوئے جن میں کوئی انصاری نہ تھا۔ آپ قافلۂ قریش کو روکنے کے لیے الابواء پہنچے مگر جنگ کی نوبت نہ آئی‘ یہی غزوۂ ودان ہے اور آپ دونوں مقام الابواء وودان پر وارد ہوئے‘ ان دونوں میں چھ میل کا فاصلہ ہے‘ یہ سب سے پہلا غزوہ ہے جسے بہ نفس نفیس آپ نے کیا۔

اسی غزوہ میں آپ نے مخشی بن عمرو الضمری سے جو آپ کے زمانے میں بنی ضمرہ کا سردار تھا ان شرائط پر مصالحت فرمائی کہ نہ آپ بنی ضمرہ سے جنگ کریں گے اور نہ وہ آپ سے لڑیں گے نہ آپ کے خلاف لشکر جمع کریں گے اور نہ دشمن کو مدد دیں گے آپ کے اور ان کے درمیان ایک عہد نامہ تحریر کیا گیا (اور ضمرہ بنی کنانہ میں سے ہیں) پھر رسول اللہ ﷺ مدینے کی جانب مراجعت فرما ہوئے اس طرح آپ پندرہ روز سفر میں رہے۔

کثیر بن عبداللہ المزنی اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ الابواء کے سب سے پہلے غزوہ میں جہاد کیا۔

غزوۂ بواط:

ہجرت کے تیرھویں مہینے شروع ربیع الاوّل میں رسول اللہ ﷺ کا غزوۂ بواط ہے آپ کا جھنڈا سفید تھا۔ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ لیے ہوئے تھے آنحضرت ﷺ نے مدینے میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا اور دو اصحاب کے ہمراہ اس قافلۂ قریش کو روکنے کے لیے نکلے جس میں امیہ بن خلف الجمحی کے ساتھ سو آدمی قریش کے اور ڈھائی ہزار اونٹ تھے۔

آپ بواط پہنچے یہ جگہ جہینہ کے پہاڑی سلسلہ میں علاقہ رضوی اور شام کے راستے کے متصل ذی خشب کے قریب ہے‘ بواط اور مدینے کے درمیان تقریباً چار برد (اڑتالیس میل) کا فاصلہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو جنگ کی نوبت نہ آئی اور آپ مدینے مراجعت فرما ہوئے۔

کرز بن جابر الفہری کی تلاش کے لئے غزوہ

اسی ماہ ربیع الاوّل کے شروع میں رسول اللہ ﷺ کا کرز بن جابر الفہری کی تلاش میں غزوہ ہے۔ آپ کا جھنڈا سفید تھا جو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اٹھایا تھا مدینے میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا۔

کرز بن جابر نے مدینے کی چراگاہ کو لوٹا تھا اور جانوروں کو ہنکا لے گیا تھا' وہ اپنے جانور الجماء میں چراتا تھا' مدینے کی چراگاہ ایک جگہ تھی جہاں لوگ اپنے جانور چراتے تھے' الجماء ایک پہاڑ ہے جو العقیق کے علاقے سے الجرف تک پھیلا ہے اس کے اور مدینے کے درمیان تین میل کا فاصلہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ اسے تلاش کرتے ہوئے اس وادی میں پہنچے جس کا نام سفوان تھا جو بدر کے نواح میں ہے' کرز بن جابر اس وادی سے چلا گیا تھا آپ اس سے نہ ملے اور مدینے میں تشریف لائے۔

غزوۂ ذی العشیرہ:

جمادی الآخر میں ہجرت کے سولھویں مہینے رسول اللہ ﷺ کا غزوۂ ذوالعشیرہ ہوا' علم نبویؐ جو سفید تھا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اٹھایا آپ نے مدینے میں ابوسلمہ بن عبدالاسد المخزومی کو اپنا جانشین بنایا اور ڈیڑھ سو یا بروایت دیگر دو سو مہاجرین کے ساتھ روانہ ہوئے آپ نے ہمراہ چلنے کے لیے کسی پر جبر نہیں کیا' کل تیس اونٹ تھے جن پر لوگ باری باری سوار ہوتے تھے۔

قافلۂ قریش نے جب سفر شام شروع کیا تو آپ اسے روکنے کے لیے نکلے آپ کے پاس مکہ سے قافلہ روانہ ہونے کی خبر آئی تھی کہ اس میں قریش کا مال لدا تھا۔ آپ ذوالعشیرہ پہنچے جو ینبوع کے علاقے میں بنی مدلج اور ینبوع اور مدینے کے درمیان نو برد (۱۰۸ میل) کا فاصلہ ہے' اس قافلہ کے متعلق جس کے لیے آپ نکلے تھے معلوم ہوا کہ چند روز قبل جا چکا تھا یہ وہی قافلہ تھا کہ جب شام سے لوٹا تو آپ اس کے ارادہ سے نکلے مگر وہ سمندر کے کنارہ سے نکل گیا' قریش کو اس کی خبر پہنچی تو وہ اس کی حفاظت کے لیے روانہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ سے بدر میں ملے آپ نے ان پر حملہ کیا اور جسے قتل ہونا تھا وہ قتل ہوئے۔

ذی العشیرہ میں رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب مقرر فرمائی یہ اس لیے کہ آپؐ نے انہیں اس طور پر سوتا ہوا دیکھا کہ وہ غبار آلود ہیں آپ نے فرمایا کہ اے ابوتراب بیٹھ جاؤ وہ بیٹھ گئے' اسی غزوہ میں آپؐ نے بنی مدلج اور ان کے ان خلفاء سے جو بنی ضمرہ میں تھے صلح فرمائی تھی پھر آپؐ مدینے کی طرف واپس ہوئے اور جنگ کی نوبت نہیں آئی۔

سریۂ عبداللہ بن جحش الاسدی رضی اللہ عنہ:

ماہ رجب میں رسول اللہ ﷺ کے ہجرت کے سترھویں مہینے کے شروع میں نخلہ کی جانب عبداللہ بن جحش الاسدی رضی اللہ عنہ کا سریہ ہوا۔ انہیں آپؐ نے بارہ مہاجرین کے ہمراہ بطن نخلہ کو روانہ کیا جن میں سے ہر دو کے قبضے میں ایک اونٹ تھا نخلہ ابن عامر کا

وہ باغ ہے جو مکے کے قریب ہے انہیں حکم دیا کہ وہ قافلہ قریش کی گھات میں رہیں وہ قافلہ ان کے پاس اترا اہل قافلہ کو ان سے ہیبت معلوم ہوئی اور ان کی حالت انوکھی نظر آئی۔

عکاشہ بن محصن الاسدی نے سر منڈایا جس کو عامر بن ربیعہ نے مونڈا تاکہ قوم مطمئن ہو جائے وہ مطمئن ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ لوگ یہیں کے رہنے والے ہیں ان سے کوئی خوف نہیں انہوں نے اپنی سواری کے جانور (چرانے کے لیے) چھوڑ دیئے اور کھانا تیار کیا اس روز کے متعلق انہوں نے یہ شک کیا کہ آیا ماہ حرام میں سے ہے یا نہیں پھر انہوں نے جرأت کی اور ان سے قتال کیا۔

واقد بن عبداللہ التیمی مسلمانوں کے پاس آنے کے لیے نکلے تو اسے عمرو بن الحضرمی نے تیر مارا اور قتل کر دیا' مسلمانوں نے ان پر حملہ کر دیا عثمان بن عبداللہ بن المغیرہ اور الحکم بن کیسان تو گرفتار ہوئے نوفل بن عبداللہ بن المغیرہ ان سے بچ کے نکل گیا اور قافلے کو لے کر بھاگا اس میں شراب اور چمڑے اور کشمش تھی جسے وہ طائف سے لائے تھے۔

وہ لوگ ان سب چیزوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائے تو آپ نے اسے رکھوا دیا اور دونوں قیدیوں کو قید کر دیا جس شخص نے الحکم بن کیسان کو قید کیا وہ المقداد بن عمرو تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے (الحکم کو) اسلام کی دعوت دی وہ اسلام لائے اور بیر معونہ میں شہادت پائی۔

اس سریہ میں سعد بن ابی وقاص' عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہما کے اونٹ پر ان کے ہم نشین تھے اونٹ راستہ بھول کر بحران چلا گیا جو معدن بنی سلیم کے علاقے میں ہے وہ دونوں دو روز تک اس کی تلاش میں اس مقام پر ٹھہرے رہے اور ان کے ساتھی نخلہ چلے گئے' سعد و عتبہ رضی اللہ عنہما اس وقت حاضر خدمت نہ ہوئے اور چند روز بعد آ گئے۔

کہا جاتا ہے کہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ جب نخلہ سے لوٹے تو آپؐ نے مال غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا' تمام مال غنیمت کو اصحاب میں تقسیم کر دیا' یہ پہلا خمس (پانچواں حصہ) تھا جو اسلام میں معین کیا گیا۔

کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نخلہ کے مال غنیمت کو روکا یہاں تک کہ آپ بدر سے واپس آئے پھر آپؐ نے اسے بدر کے مال غنیمت کے ساتھ تقسیم کر دیا اور ہر جماعت کو اس کا حق دے دیا۔

اسی سریہ میں عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کا نام امیر المومنین رکھا گیا۔

غزوۂ بدر:

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوۂ بدر القتال ہے' اسے بدر کبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

تجارتی قافلہ کا تعاقب:

راویوں کا بیان ہے' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ طور پر اس قافلہ کی واپسی کے منتظر تھے جو ملک شام گیا تھا۔ پہلے بھی آپؐ نے اس کا ارادہ فرمایا تھا یہاں تک کہ آپ ذی العشیرہ پہنچے تھے' آپ نے طلحہ بن عبیداللہ التیمی اور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کو قافلے کی خبر دریافت کرنے کے لیے بھیجا وہ دونوں التجبار پہنچے جو الحوراء کے علاقے سے ہے اور کشد الجہنی کے پاس اترے اس

نے ان دونوں کو پناہ دی اور ان کی مہمانداری کی (قافلے کا حال ان سے پوشیدہ رکھا' یہاں تک کہ قافلہ گزر گیا' طلحہ وسعید دونوں روانہ ہوئے ہمراہ کشد بھی محافظ بن کر چلا۔ جب یہ لوگ ذوالمروہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ قافلہ سمندر کے کنارے کنارے تیزی سے نکل گیا۔

طلحہ وسعید مدینے آئے کہ رسول اللہ ﷺ کو قافلہ کی خبر دیں مگر انہیں معلوم ہوا کہ آپؐ روانہ ہو گئے آپؐ نے مسلمانوں کو اپنے ہمراہ روانہ ہونے کی دعوت دی اور فرمایا۔ یہ قریش کا وہ قافلہ ہے جس میں ان کا مال واسباب ہے شاید اللہ تعالیٰ اسے تم کو غنیمت میں دے دے جو جلدی کر سکا اس نے اس کی طرف جلدی کی اور بہت سے آدمیوں نے اس سے دیر کر دی۔

جو لوگ پیچھے رہ گئے انہیں بھی ملامت نہ کی گئی کیونکہ وہ قتال کے لیے نہیں روانہ ہوئے تھے بلکہ قافلہ کے لیے روانہ ہوئے تھے۔

اسلامی لشکر کی روانگی:

رسول اللہ ﷺ ہجرت کے انیسویں ماہ کے شروع ۱۲ ر رمضان یوم شنبہ کو مدینے سے روانہ ہوئے یہ روانگی طلحہ بن عبیداللہ اور سعید بن زید کے روانہ کرنے کے دس دن بعد ہوئی مہاجرین میں سے تو آپ کے ہمراہ جو روانہ وہ ہوئے انصار بھی اس غزوہ میں ہمراہ تھے حالانکہ اس سے قبل ان میں سے کسی نے جہاد نہ کیا تھا۔

اصحابِ بدر رضوان اللہ علیہم اجمعین:

رسول اللہ ﷺ نے اپنا لشکر بیر ابی عنبہ پر قائم کیا جو مدینے سے ایک میل کے فاصلے پر ہے' آپ نے اپنے اصحاب کو ملاحظہ فرمایا اور اسے واپس کر دیا جسے آپ نے چھوٹا سمجھا آپ تین سو پانچ آدمیوں کے ہمراہ روانہ ہوئے جن میں ۷۴ مہاجرین تھے اور بقیہ ۲۰۱ ر انصار۔

آٹھ آدمی وہ تھے جو کسی سبب سے پیچھے رہ گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا حصہ واجر مقرر فرمایا۔ وہ تین مہاجرین میں سے تھے:

۱۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے ان کی بیوی رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی تیمارداری کے لیے چھوڑ دیا کہ وہ بیمار تھیں' وہ ان کے پاس مقیم رہے یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی۔

۲۔ طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ' اور

۳۔ سعید بن زید رضی اللہ عنہ جنہیں رسول اللہ ﷺ نے قافلہ کی خبر دریافت کرنے کے لیے بھیجا تھا۔

پانچ انصار میں سے تھے:

۱۔ ابولبابہ بن المنذر رضی اللہ عنہ جن کو آپؐ نے مدینے میں اپنا خلیفہ بنایا۔

۲۔ عاصم بن عدی العجلانی رضی اللہ عنہ جن کو آپ نے اہل عالیہ پر خلیفہ بنایا۔

۳۔ الحارث بن حاطب العمری رضی اللہ عنہ جن کو آپ نے بنی عمرو بن عوف کے پاس کسی بات کی وجہ سے جو ان کی طرف سے ہوئی

الروحاء سے واپس کر دیا۔

۴۔ الحارث بن حاطب رضی اللہ عنہ جو الروحاء میں تھک گئے تھے۔ اور

۵۔ خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ یہ بھی تھک گئے تھے۔

یہ آٹھ آدمی ہیں جن کے بارے میں ہمارے نزدیک کوئی اختلاف نہیں ہے اور سب کے سب مستحق اجر ہیں۔

اونٹوں میں ستر اونٹ تھے جن پر باری باری سفر ہوتا تھا' گھوڑے صرف دو تھے ایک مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کا اور ایک مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ کا۔

دُشمن کی جاسوسی کا انتظام:

رسول اللہ ﷺ نے اپنے آگے دو جاسوسوں کو مشرکین کی طرف روانہ کر دیا تھا کہ آپ کے پاس دشمن کی خبر لائیں بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء تھے جو جہینہ میں سے تھے اور انصار کے حلیف تھے دونوں چاہ بدر تک پہنچے' خبر معلوم کی اور رسول اللہ ﷺ کے پاس لوٹ گئے۔

مشرکین کے تجارتی قافلہ کی حالت:

مشرکین کو شام میں یہ خبر پہنچی تھی کہ رسول اللہ ﷺ ان کی واپسی کی گھات میں ہیں وہ لوگ جب شام سے روانہ ہوئے تو ضمضم بن عمرو کو قریش مکہ کے پاس روانہ کر کے انہیں اس بات کی خبر دی اور حکم دیا کہ وہ نکل کر قافلہ کی حفاظت کریں۔

مشرکین مکے سے تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے ان کے ساتھ غلام اور دف تھے ابوسفیان بن حرب قافلہ کو لایا۔ جب وہ مدینے کے قریب پہنچا تو وہ لوگ خوف زدہ تھے اور ضمضم اپنی قوم (قریش) کی تاخیر کو محسوس کر رہے تھے۔

خوف وہراس کے اسی عالم میں قافلہ بدر پہنچا اور وہاں منزل کی' ابوسفیان نے مجدی بن عمرو سے پوچھا۔ محمدؐ کے جاسوس تو کہیں نظر نہیں پڑے؟ کیونکہ مکہ کا کوئی قریشی مرد وعورت ایسا نہیں ہے جس کے پاس نصف اوقیا یا زیادہ مال رہا ہو اور اس نے ہمارے ساتھ روانہ نہ کر دیا ہو۔

مجدی نے کہا کہ بخدا میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا جسے میں اجنبی سمجھتا سوائے ان دو سواروں کے جو اس مکان تک آئے تھے' اس نے عدی وبسبس کے اونٹ کی نشست کی طرف اشارہ کیا ابوسفیان آیا دونوں اونٹوں کی چند مینگنیاں لے کر توڑیں' کھجور کی گٹھلی نکلی تو کہا کہ یہ مدینے کا چارہ ہے' یہ محمدؐ کے جاسوس تھے۔

اس نے قافلہ کے سر برآوردہ لوگوں کو غیرت دلائی اور سمندر کے کنارے سے لے کے چلا' بدر کو بائیں جانب چھوڑ کر تیزی کے ساتھ بھاگ گیا' قریش مکے سے آ گئے تو ابوسفیان بن حرب نے ان کے پاس قیس بن امرئ القیس کو بھیج کر خبر دی کہ قافلہ بچ گیا' لوگ واپس چلے جائیں گے' مگر قریش نے واپس ہونے سے انکار کیا اور غلاموں کو جحفہ سے واپس کر دیا۔

ابوسفیان کا اظہار افسوس:

قاصد ابوسفیان سے الہدہ میں ملا جو مکہ سے بائیں جانب کے راستے پر عسفان سے سات میل پر ہے۔ جہاں بنوضمرہ اور

کچھ خزاعہ کے لوگ ہیں' اس (قاصد) نے اسے (ابوسفیان کو) قریش کے گزرنے کی خبر دی (تو نہایت افسوس کے ساتھ کہا) کہ ہائے قوم' یہ عمرو بن ہشام یعنی ابوجہل کا فعل ہے اور کہا کہ بخدا ہم اس وقت تک نہ جائیں گے جب تک بدر میں نہ اتر لیں۔

مقام بدر:

بدر زمانۂ جاہلیت کے تماشا گاہوں میں سے ایک تماشا گاہ تھا جہاں عرب جمع ہوتے تھے۔ یہاں ایک بازار تھا' بدر اور مدینے کے درمیان اٹھانوے میل کا فاصلہ تھا وہ راستہ جس پر رسول اللہ ﷺ بدر کی طرف روانہ ہوئے الروحاء کا تھا مدینہ اور الروحاء کے درمیان چار روز کا راستہ تھا پھر وہاں سے المنصرف تک بارہ میل کا ذات اجذال تک بارہ میل کا پھر المعلات تک جو السلم کا سیلابی میدان ہے بارہ میل کا۔ وہاں سے الاثیل تک بارہ میل پھر بدر تک دو میل کا فاصلہ تھا۔

فرات بن حیان العجلی:

قریش نے فرات بن حیان العجلی کو جو اس وقت مکے میں مقیم تھا جب قریش نے مکہ چھوڑا۔ ابوسفیان کے پاس بھیجا تا کہ وہ اسے روانہ ہونے اور مکہ چھوڑنے کی خبر دے مگر اس نے ابوسفیان کے خلاف راستہ اختیار کیا وہ جحفہ میں مشرکین کے پاس پہنچ گیا اور ان کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔ بدر کے دن اسے متعدد زخم لگے اور وہ پچھلے پاؤں بھاگ گیا۔

بنی زہرہ کی مقام جحفہ سے واپسی:

بنی زہرہ جحفہ سے پلٹ گئے اس کا مشورہ انہیں الاخنس بن شریف الثقفی نے دیا جو ان کا حلیف تھا اور ان میں اس کی بات مانی جاتی تھی اس کا نام ابی تھا مگر جب اس نے بنی زہرہ کو لوٹا دیا تو کہا گیا خنس بہم (اس نے انہیں پیچھے کر دیا) اسی وجہ سے اس کا نام الاخنس ہو گیا اس روز بنی زہرہ سو آدمی تھے' بعض نے کہا بلکہ تین سو آدمی تھے۔

بنی عدی کا جنگ سے کنارہ کشی کرنا:

بنی عدی بن کعب جنگی جماعت کے ساتھ تھے' مگر جب وہ ثنیہ لفت پہنچے تو صبح کے وقت مکے کا رخ کر کے کنارۂ سمندر کی طرف پھر گئے۔ اتفاقاً ابوسفیان بن حرب ان سے ملا اور کہا کہ اے بنی عدی تم کیسے پلٹ آئے نہ تو قافلے میں نہ جنگی جماعت میں؟

انہوں نے جواب دیا کہ تو نے قریش کو کہلا بھیجا تھا کہ وہ پلٹ جائیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ (ابوسفیان) ان سے مرالظہر ان میں ملا۔

بنی زہرہ اور بنی عدی کے مشرکین میں سے کوئی شخص بدر میں حاضر نہیں ہوا۔

انصار کے قابل رشک جذبات:

رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے' جب بدر کے قریب پہنچے تو قریش کی روانگی کی خبر آئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کو اس سے آگاہ کیا اور ان سے مشورہ لیا' المقداد بن عمرو البہرانی نے عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اگر آپ ہمیں برک الغماد (مقام) تک لے جائیں گے تو ہم ضرور آپؐ کے ساتھ چلیں گے یہاں تک کہ وہاں پہنچ جائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے مشورہ دو' آپ کی مراد صرف انصار سے تھی۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض

کیا میں انصار کی طرف سے جواب دیتا ہوں' یا رسول اللہ شاید آپ کی مراد ہم سے ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں' عرض کیا: اے اللہ کے نبی آپؐ نے جو کچھ قصد فرمایا ہے اسے جاری رکھیے' قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اگر آپؐ اس سمندر میں پیش قدمی کرنا چاہیں گے اور اس میں داخل ہوں گے تو ہم بھی ضرور اس طرح آپؐ کے ساتھ داخل ہوں گے' کہ ایک آدمی بھی پیچھے نہ رہے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی برکت کے ساتھ چلو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے' بخدا میں قوم کے بچھڑنے کے مقامات دیکھ رہا ہوں۔

پرچم اسلام:

اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد جھنڈے نامزد فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا سب سے بڑا تھا مہاجرین کا جھنڈا مصعب بن عمیر کے ساتھ تھا قبیلۂ خزرج کا جھنڈا الحباب بن المنذر کے ساتھ اور قبیلۂ اوس کا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کا شعار (نشان شناخت) ''یا بنی عبدالرحمٰن'' خزرج کا ''یا بنی عبداللہ'' اور اوس کا ''یا بنی عبیداللہ'' مقرر فرمایا کہا جاتا ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس روز' یا منصور امت تھا۔

مشرکین کے ہمراہ بھی تین جھنڈے تھے' ایک جھنڈا ابوعزیز بن عمیر کے ساتھ ایک النضر بن الحارث کے ساتھ اور ایک طلحہ بن ابی طلحہ کے ساتھ تھا۔ یہ سب بنی عبدالدار میں سے تھے۔

اسلامی لشکر کی بدر میں آمد:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب جمعہ ۱۷ رمضان کو بدر کے قریب اترے' مشرکین کی خبر دریافت کرنے کے لیے علی اور زبیر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو چاہ بدر پر بھیجا' ان لوگوں کو قریش کی پانی بھرنے والی جماعت ملی جن میں ان کے پانی پلانے والے بھی تھے ان لوگوں نے اس جماعت کو گرفتار کر لیا۔

کفار کی تعداد جاننے کا نبوی انداز:

قریش کو جب اس کی خبر پہنچی تو لشکر گھبرا گیا' ان پانی پلانے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ قریش کہاں ہیں انہوں نے جواب دیا کہ اس ٹیلے کے پیچھے جسے آپ دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ کتنے ہیں' انہوں نے کہا بہت ہیں آپؐ نے فرمایا وہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ایک دن نو اور ایک دن دس آپؐ نے فرمایا کہ وہ ہزار اور نو سو کے درمیان ہیں اور نو سو پچاس آدمی تھے اور ان کے گھوڑے سو تھے۔

حباب بن المنذر کا مشورہ اور تائید آسمانی:

حباب بن المنذر نے عرض کیا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مقام جہاں آپؐ ہیں منزل نہیں ہے' آپؐ ہمارے ساتھ ایسے مقام پر تشریف لے چلیے جہاں پانی قوم کے قریب ہو۔ مجھے اس جگہ کا اور وہاں کے کنوؤں کا علم ہے اس میں ایک کنواں ہے جس کے پانی کی شیرینی میں جانتا ہوں جو ٹوٹتا نہیں' ہم اس پر حوض بنا لیں گے' خود سیراب ہوں گے قتال کریں گے اور اس کے سوا باقی

کنوؤں کو پاٹ دیں گے۔

بدر میں بارش:

رسول اللہ ﷺ کے پاس جبریلؑ آئے اور عرض کیا رائے یہی ہے جس کا حباب نے مشورہ دیا ہے' رسول اللہ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور یہی کیا مگر وہ وادی (میدان کی زمین) پولی تھی' اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابر کو بھیجا جس نے اسے تر کر دیا۔ مسلمان چلنے سے نہ رُکے مشرکین کے یہاں اس قدر بارش ہوئی کہ وہ چلنے کے قابل نہ رہے حالانکہ ان کے درمیان صرف ایک ریت کا ٹیلہ تھا اس شب کو مسلمانوں پر غنودگی طاری ہوگئی۔

خیمۂ نبویؐ:

رسول اللہ ﷺ کے لیے کھجور کی لکڑی کا سائبان بنا دیا گیا نبی ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس میں داخل ہو گئے' سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اس سائبان کے دروازے پر تلوار لٹکا کر کھڑے ہو گئے۔

لشکر اسلام کی صف بندی:

صبح ہوئی تو قبل اس کے کہ قریش نازل ہوں آپؐ نے اصحاب کو صف بستہ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کو صف بستہ اور برابر کر ہی رہے تھے کہ قریش نکل آئے آپ انہیں تیر کی طرح سیدھا کر رہے تھے۔ اس روز آپؐ کے ہاتھ میں ایک تیر تھا جس سے آپ ایک طرف اشارہ کرتے تھے کہ آگے بڑھ اور دوسری طرف اشارہ کرتے تھے کہ پیچھے ہٹ' یہاں تک کہ وہ سب برابر ہو گئے۔

فرشتوں کی آمد:

ایک ایسی تیز ہوا آئی جس کی سی شدت ان لوگوں نے نہ دیکھی تھی' وہ چلی گئی۔ اور ایک دوسری ہوا آئی وہ بھی چلی گئی۔ اور ایک ہوا آئی' پہلی ہوا میں جبریل علیہ السلام ایک ہزار لشکر ملائکہ کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی ہمراہی کے لیے تھے' دوسری طرف ہوا میں میکائیل علیہ السلام ایک ہزار ملائکہ کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے میمنہ (لشکر کے داہنی بازو) کے لیے تھے۔

ملائکہ کی علامت وہ عمامے تھے جن کے سرے وہ اپنے دونوں شانوں کے درمیان لٹکائے ہوئے تھے اور سبز و سرخ و زرد سرخ نور کے تھے۔ ان کے گھوڑوں کی پیشانیوں میں بال تھے رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ملائکہ نے نشان جنگ لگا لیا۔ لہٰذا تم بھی نشان جنگ لگا لو۔ چنانچہ ان لوگوں نے اپنی زرہ و خود میں نشان لگایا۔ بدر کے دن ملائکہ ابلق گھوڑوں پر سوار تھے۔

عمیر بن وہب اور حکیم بن حزام کا قریش کو مشورہ:

راوی نے' کہا کہ جب (مسلمانوں کی جماعت مطمئن ہوگئی تو مشرکین نے عمیر بن وہب الجمحی کو بھیجا جو تیر والا تھا اس سے کہا کہ محمدؐ اور ان کے اصحاب کا اندازہ کرو وہ وادی (میدان) میں گیا پھر لوٹا اور کہا۔

نہ تو ان کے لیے مدد (امدادی فوج) ہے اور نہ کمین (پوشیدہ لشکر) پوری قوم تین سو ہیں اگر زیادہ ہوں گے تو بہت کم زیادہ ہوں گے' ان کے ہمراہ ستر اونٹ اور دو گھوڑے ہیں اے گروہ قریش مصائب حامل موت ہیں (یعنی مسلمانوں کی کم تعدادی

ان کے لیے باعث ہلاکت نہ ہوگی) یثرب کے سیراب کرنے والے اونٹ قاتل موت کے حامل ہیں وہ ایک سی جماعت ہے کہ سوائے ان کی تلواروں کے نہ کوئی محافظ ہے اور نہ کوئی جائے پناہ ہے' کیا تم انہیں دیکھتے نہیں کہ وہ لوگ اس طرح خاموش ہیں کہ کلام نہیں کرتے جو یہ پھن والے سانپوں کی طرح زبانیں نکالتے ہیں خدا کی قسم میں تو نہیں سمجھتا کہ تم ان کا کوئی آدمی قتل کر دو بغیر اس کے کہ ہمارا کوئی آدمی قتل کر دیا جائے۔ جب وہ تم سے اپنے شمار کے مطابق پہنچ جائیں گے تو اس کے بعد جینے کا مزہ نہیں۔ لہٰذا اپنے معاملہ میں غور کرو۔

اس نے حکیم بن حزام سے گفتگو کی' لوگوں کے پاس گیا اور شیبہ اور عتبہ کے پاس آیا۔ جو ان کی جماعت میں بڑے محتاط اور رعب والے تھے انہوں نے لوگوں کو واپس ہونے کا مشورہ دیا۔

ابوجہل کا جوش:

عتبہ نے کہا کہ میری نصیحت کو رد نہ کرو اور نہ میری رائے کو نادانی پر محمول کرو۔ مگر ابوجہل نے جب اس کا کلام سنا تو اس پر حسد کیا اور اس کی رائے کو غلط قرار دیا۔ اس نے لوگوں کے درمیان اختلاف کرا دیا اور عامر بن الحضرمی کو اس نے یہ حکم دیا کہ اپنے بھائی عمر کے نام سے واویلا کرے جو نخلہ میں قتل کر دیا گیا تھا عامر سامنے آیا اور اس نے اپنے حصہ زیریں پر خاک ڈالی اور وائے عمر ''وائے عمر'' چیخنے لگا۔ اس سے اس کا مقصد عتبہ کو رسوا کرنا تھا کیونکہ قریش میں وہی اس کا حلیف تھا۔

عمیر بن وہب آیا' اس نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا' مگر مسلمان اپنی صفوں میں ثابت قدم رہے اور اپنی جگہ سے ہٹے نہیں اس پر عامر بن الحضرمی نے بھی حملہ کر دیا اور جنگ چھڑ گئی۔

پہلا قتل:

مسلمانوں میں جو سب سے پہلے نکلا وہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام مجمع تھے۔ انہیں عامر بن الحضرمی نے قتل کر دیا' انصار میں جو سب سے پہلے قتل کیا گیا وہ حارثہ بن سراقہ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انہیں حبان بن العرقہ نے قتل کیا کہا گیا کہ ان کو عمیر بن الحمام نے قتل کیا جسے خالد بن الاعلم العقیلی نے مار ڈالا۔

شیبہ و عتبہ و ولید کی مبارزت طلبی:

ربیعہ کے دونوں بیٹے شیبہ و عتبہ اور الولید بن عتبہ نکلے انہوں نے مقابلہ کی دعوت دی تو قبیلہ بنی الحارث کے تین انصاری معاذ اور معوذ اور عوف جو عفراء کے فرزند تھے ان کی طرف نکلے' مگر رسول اللہ ﷺ نے یہ ناپسند فرمایا کہ سب سے پہلا قتال جس میں مسلمان مشرکین سے مقابلہ کریں انصار میں ہو آپ نے یہ پسند فرمایا آپ کے چچا اور آپ کے قوم کے ذریعے سے شوکت ظاہر ہو' آپ نے انہیں حکم دیا تو وہ لوگ اپنی صفوں میں واپس آ گئے اور آپ نے ان کے لیے کلمہ خیر فرمایا۔

مشرکین نے پکار کر کہا اے محمدؐ ان مقابلہ کرنے والوں کو ہماری طرف روانہ کرو جو ہماری قوم میں سے ہوں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بنی ہاشم کھڑے ہو اور اس حق کے ساتھ قتال کرو جس کے ساتھ اللہ نے تمہارے نبی کو مبعوث کیا کیونکہ وہ اپنے باطل کو لائے ہیں تا کہ اللہ کے نور کو گل کر دیں۔

حمزہ بن عبدالمطلب' علی بن ابی طالب اور عبیدہ بن الحارث بن المطلب بن عبد مناف رضی اللہ عنہم کھڑے ہوئے۔ اور عتبہ کی طرف بڑھے تو عتبہ نے کہا کچھ بات کروتا کہ ہم تمہیں پہچان لیں وہ خود پہنے تھے (اس لیے پہچانے نہ جا سکے)۔

حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں حمزہ ہوں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا شیر ہے تو عتبہ نے کہا اچھا مقابل ہے' علی بن ابی طالب اور عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہما نے کہا اور میں ان دونوں (شیبہ و ولید) کے حلیفوں کا شیر ہوں جو تیرے ساتھ ہیں اس نے کہا دونوں اچھے مقابل ہیں۔

اس نے اپنے بیٹے ولید سے کہا کہ اے ولید اٹھ' علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس کے سامنے آئے اور دونوں میں تلوار چلنے لگی' علی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ عتبہ کھڑا ہوا اور اس کی طرف حمزہ رضی اللہ عنہ بڑھے دونوں نے تلوار چلائی' حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا' شیبہ اٹھا اور اس کے مقابلہ میں عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے جو اس روز رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سب سے زیادہ سن رسیدہ تھے' شیبہ نے عبیدہ کے پاؤں پر تلوار کا کنارہ مارا جو ان کی پنڈلی کی مچھلی میں لگا۔ اور اسے کاٹ دیا۔

حمزہ و علی رضی اللہ عنہما نے شیبہ پر حملہ کیا اور اسے ان دونوں نے قتل کر دیا انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿هذان خصمان اختصموا فی ربهم﴾ (یہ دونوں فریق ہیں (یعنی مسلمین و مشرکین) جنہوں نے اپنے پروردگار کے بارے میں جھگڑا کیا) اور انہیں کے بارے میں سورۂ انفال یا اس کا اکثر حصہ ﴿یوم نبطش البطشة الکبریٰ﴾ (یعنی یوم بدر (جس روز ہم سخت پکڑ کریں گے' جس روز سے مراد بدر کا دن ہے) ﴿وعذاب یوم عقیم﴾ (سخت دن کا عذاب) ﴿وسیهزم الجمع ویولون الدبر﴾ نازل ہوا۔

راوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے پیچھے اس طرح دیکھا گیا کہ تلوار میان سے باہر نکالے ہوئے اس آیت (سیهزم الجمع) کی تلاوت فرما رہے ہیں (یعنی عنقریب اس جماعت کو شکست ہوگی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے) ان کے زخمیوں کو آپ ﷺ نے اٹھوایا۔ اور بھاگنے والوں کی تلاش فرمائی۔

شہدائے بدر کے اسمائے گرامی:

اس روز مسلمانوں میں چودہ آدمی شہید ہوئے چھ مہاجرین میں سے اور آٹھ انصار میں سے:

۱۔ عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب بن عبد مناف رضی اللہ عنہ۔

۲۔ عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔

۳۔ عاقل بن ابی البکیر رضی اللہ عنہ۔

۴۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام مجع۔

۵۔ صفوان بن بیضاء رضی اللہ عنہ۔

۶۔ سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ۔

۷۔ مبشر بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ۔

عبیدہ سے مروی ہے کہ اہل بدر تین سو تیرہ تھے یا چودہ تھے دو سو ستر انصار میں سے تھے اور بقیہ دوسرے لوگوں میں سے
ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اہل بدر تین سو تیرہ تھے جن میں مہاجرین میں چھہتر تھے اور ۱۷ر رمضان یوم جمعہ کو اہل بدر کو ہزیمت ہوئی۔

اصحابِ بدر کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا:

عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے دن تین سو پندرہ مجاہدین کے ہمراہ روانہ ہوئے جیسا کہ طالوت روانہ ہوئے تھے' جس وقت وہ لوگ روانہ ہوئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی۔

اے اللہ یہ لوگ برہنہ پا ہیں لہٰذا انہیں سواری دے' اے اللہ یہ لوگ برہنہ ہیں انہیں لباس دے' اے اللہ یہ لوگ بھوکے ہیں لہٰذا انہیں سیر کر' اللہ نے بدر کے دن فتح دی' وہ لوگ جس وقت لوٹے تو اس حالت میں لوٹے کہ ان میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جو ایک یا دوسری سواری کے بغیر ہوا انہوں نے کپڑے بھی پائے اور سیر بھی ہوئے۔

مطر سے مروی ہے کہ بدر کے دن آزاد کردہ غلام میں سے دس سے زائد حاضر تھے مطر نے بیان کیا کہ ان لوگوں کا بھی مناسب حصہ لگایا گیا۔

یوم بدر کی تاریخ:

عامر بن ربیعہ البدری سے مروی ہے کہ بدر کا دن ۱۷ر رمضان المبارک دوشنبے کو تھا۔

الزہری سے مروی ہے کہ میں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام سے شب بدر کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ شب جمعہ ۱۷ر رمضان کو ہوئی۔

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر ۱۷ر رمضان یوم جمعہ کو ہوئی۔

محمد بن سعد (مؤلف کتاب ہذا) کہتے ہیں کہ یہی ثابت ہے کہ وہ جمعے کو ہوئی اور دوشنبہ کی حدیث شاذ ہے۔

ابن ابی حبیبہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ابن المسیب سے سفر کے روزے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رمضان میں دو غزوے کیے' غزوۂ بدر' غزوۂ فتح مکہ' ہم لوگوں نے دونوں میں روزہ نہیں رکھا۔

عبداللہ بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں غزوۂ بدر کیا جب تک آپ اپنے اہل کے پاس واپس نہ ہوئے آپ نے کسی دن روزہ نہ رکھا۔

ابن طلحہ کہتے ہیں کہ ابوایوب سے یوم بدر کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ یا رمضان کے سترہ دن گزرے تھے اور تیرہ دن باقی تھے یا گیارہ دن باقی تھے اور ۱۹ دن گزرے تھے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ بدر کے دن تین آدمی ایک اونٹ پر تھے' اور ابولبابہ و علی رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم نشین تھے۔ ایسا ہوتا تھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی (پیادہ چلنے کی) نوبت ہوتی تھی تو وہ دونوں عرض کرتے تھے کہ آپ سوار ہو

جایئے تا کہ ہم دونوں آپ کی جانب سے پیادہ چلیں' آپ فرماتے تھے کہ نہ تو تم دونوں پیادہ روی میں مجھ سے زیادہ طاقتور ہو اور نہ میں ثواب میں تم لوگوں سے زیادہ بے نیاز ہوں (یعنی مجھے ثواب کی ویسی ہی حاجت ہے جیسی تمہیں' پھر میں پیادہ روی کا اجر کیوں چھوڑوں)۔

مشرکین کی تعداد:

ابوعبیدہ بن عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم نے بدر کے دن جماعت مشرکین کو گرفتار کیا تو ہم نے ان سے پوچھا تم لوگ کتنے تھے انہوں نے کہا کہ ہم لوگ ایک ہزار تھے۔

ابوعبیدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے بدر کے دن مشرکین کے ایک آدمی کو گرفتار کر لیا' اس سے ان کی تعداد دریافت کی تو اس نے کہا ہم لوگ ایک ہزار تھے۔

الشعبی سے مروی ہے کہ بدر کے قیدیوں کا فدیہ چار ہزار سے کم تھا۔ جس کے پاس کچھ نہ تھا اسے یہ حکم دیا گیا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھا دے۔

غریب قیدیوں کا زرِ فدیہ:

عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن ستر قیدیوں کو گرفتار کیا آپ بقدر ان کے مال کے ان سے فدیہ لے رہے تھے۔ اہل مکہ لکھنا جانتے تھے اور اہل مدینہ لکھنا نہیں جانتے تھے جس کے پاس فدیہ نہ تھا دس بچے مدینے کے بچوں میں سے اس کے سپرد کیے گئے۔ اس نے انہیں سکھایا' جب وہ ماہر ہو گئے تو وہی اس کا فدیہ ہو گیا۔

عامر سے مروی ہے کہ اہل بدر کا فدیہ چالیس چالیس اوقیہ تھا جس کے پاس نہ تھا اس نے دس مسلمانوں کو لکھنا سکھایا زید بن ثابت بھی انہیں میں سے ہیں جنہیں لکھنا سکھایا گیا۔

فدیہ لینے کا فیصلہ:

عبیدہ سے مروی ہے کہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئے اور عرض کی اگر آپ چاہیں تو انہیں قتل کر دیں اور اگر چاہیں تو ان سے فدیہ لے لیں اس صورت میں فدیہ لینے والے ستر شہید ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کو آواز دی' لوگ آئے یا ان میں سے لوگ آئے آپ نے فرمایا یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں جو ان دونوں باتوں میں تمہیں اختیار دیتے ہیں' یا تو قیدیوں کو سامنے لا کے سب کو قتل کر دو یا اس طرح ان سے فدیہ لے لو جو تم میں اس کو قبول کریں وہ بقدر ان کی تعداد کے شہید کیے جائیں گے' ان لوگوں نے عرض کی کہ ہم فدیہ لیں گے اس سے ان لوگوں کے خلاف قوت حاصل کریں گے۔ اور ہم میں سے ستر جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ آخر ان سے فدیہ لے لیا۔

سماک بن حرب سے مروی ہے کہ میں نے عکرمہ کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ جب اہل بدر سے فارغ ہوئے تو آپ سے کہا گیا کہ آپ قافلے کو ضرور لے لیجئے کیونکہ اب اس کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں' عباس نے آپ ؐ سے پکار کر کہا کہ یہ آپ ؐ کے لیے مناسب نہیں' آپ ؐ نے فرمایا کیوں؟ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کیا ہے جو

اپنے وعدے کے مطابق آپ کو دے دی۔

ابوالبختری کا قتل:

العیزار بن حریث سے مروی ہے کہ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو ندا دی گئی' آگاہ ہو کہ اس قوم (مشرکین) میں سے سوائے ابوالبختری کے میرے نزدیک کسی کا کوئی احسان نہیں ہے لہٰذا جس نے اسے گرفتار کیا ہو' رہا کر دے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے امن دے دیا مگر معلوم ہوا کہ وہ قتل کیا جا چکا ہے۔

سات افراد کے لیے بدعاء:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ رو ہو کر قریش کے سات افراد کے لیے بددعاء فرمائی جن میں ابوجہل وامیہ بن خلف وعتبہ بن ربیعہ وشیبہ بن ربیعہ وعقبہ بن ابی معیط بھی تھے آپ نے خدا کی قسم کے ساتھ فرمایا کہ ضرور تم لوگ ان کو اس حالت بدر میں پچھڑا ہوا دیکھو گے کہ آفتاب نے ان کو جلا دیا ہو گا وہ دن بھی سخت گرم تھا۔

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یوم بدر ہوا اور جنگ شروع ہو گئی تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ لی (یعنی آپ کو آگے کیا' اس روز آپ سب سے زیادہ مشغول جنگ تھے کوئی شخص آپ سے زیادہ مشرکین سے قریب نہ تھا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شجاعت:

السدی سے مروی ہے کہ یوم بدر ہوا تو ربیعہ کے بیٹے عتبہ وشیبہ اور ولید بن عتبہ نکلے ان کے مقابلہ کو حمزہ بن عبدالمطلب و علی بن ابی طالب وعبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم نکلے شیبہ حمزہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر آئے اور ان سے کہا' تو کون ہے' انہوں نے کہا میں اللہ اور اس کے رسول کا شیر ہوں تو اس نے کہا اچھا مقابل ہے؟ پھر دونوں میں تلوار چلنے لگی اور حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا' الولید علی رضی اللہ عنہ کے سامنے آیا اور کہا' تو کون ہے؟ انہوں نے کہا میں اللہ کا بندہ ہوں؟ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں' علی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا' عتبہ عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر آیا اور پوچھا تو کون ہے' انہوں نے کہا میں وہ شخص ہوں جو معاہدۂ حلف میں ہے اس نے کہا اچھا مقابل ہے۔ دونوں میں تلوار چلنے لگی' عتبہ نے حریف کو کمزور کر دیا۔ حمزہ وعلی رضی اللہ عنہما عتبہ پر ٹوٹ پڑے۔

ابوعبداللہ بن محمد سعد (مؤلف کتاب) کہتے ہیں کہ پہلی حدیث کی بناء پر ثابت یہی ہے کہ حمزہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ کو قتل کیا۔ علی رضی اللہ عنہ نے الولید کو اور عبیدہ نے شیبہ سے قتال کیا (جس کو علی وحمزہ رضی اللہ عنہما نے مل کر بعد کو قتل کر دیا)۔

گھوڑوں کی تعداد:

یزید بن رومان سے مروی ہے کہ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف دو گھوڑے تھے ایک گھوڑے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں بنی الاسود کے حلیف مقداد بن عمرو سوار تھے دوسرا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے حلیف مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ کے لیے تھا' اس روز مشرکین کے ہمراہ سو گھوڑے تھے۔

قتیبہ نے اپنی حدیث میں بیان کیا کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ تین گھوڑے تھے (دو گھوڑوں پر تو وہی تھے جن کا ذکر

ہوااور) ایک گھوڑے پر زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سوار تھے۔

مسلمان مخبر:

عکرمہ سے مروی ہے بدر کے دن رسول اللہ ﷺ نے عدی بن ابی الزغباء اور بسبس بن عمرو کو مخبر بنا کے بھیجا' دونوں (بدر کے) کنوؤں پر آئے' ابوسفیان کو دریافت کیا تو انہیں اس کے مقام کی اطلاع دی گئی' دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اطلاع دی کہ یارسول اللہ ﷺ وہ فلاں دن فلاں کنویں پر اترے گا اور ہم لوگ فلاں فلاں کنوؤں پر اتریں گے وہ فلاں دن فلاں کنویں پر اترے گا اور فلاں دن فلاں کنویں پر اتریں گے۔ یہاں تک کہ ہم لوگ اس سے مل جائیں گے جبکہ وہ (بدر کے) کنویں پر ہوگا۔

ابوسفیان آیا اور اسی کنویں پر اترا' قوم سے (جو وہاں تھی) دریافت کیا کہ آیا تم نے کسی کو دیکھا ہے انہوں نے کہا سوائے دو آدمیوں کے کسی کو نہیں دیکھا اس نے کہا مجھے ان دونوں کے اونٹوں کی نشست گاہ دکھاؤ' انہوں نے اسے نشست گاہ دکھائی اس نے مینگنی لی اور اسے مسل کے چورا چورا کر دیا تو کھجور کی گٹھلی نظر آئی اس نے کہا بخدا یثرب کی آبپاشی کے اونٹ ہیں پھر ساحل سمندر کا راستہ اختیار کیا اور اہل مکہ کو لکھ کر نبی ﷺ کی روانگی کی خبر دی۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفاشعاری:

عکرمہ سے مروی ہے کہ اس روز (بدر کے دن) رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے مشورہ طلب فرمایا سعد بن عبادہ یا سعد بن معاذ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ جب چاہیں چلیں اور جہاں قیام فرمائیں جس سے چاہے جنگ کیجئے اور جس سے چاہے صلح کیجئے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اگر آپ اتنا چلیں کہ برک الغماد تک جو یمن کا علاقہ ہے پہنچ جائیں تو ہم لوگ اس طرح آپ کی پیروی کریں گے کوئی شخص پیچھے نہ رہے گا۔ عتبہ بن ربیعہ نے ان مشرکین سے کہا کہ اپنے انہیں چہروں کے بل واپس چلو جو گویا چراغ ہیں ان لوگوں کے مقابلہ سے جن لوگوں کے چہرے گویا سانپ ہیں بخدا تم انہیں قتل نہ کرو گے تاوقتیکہ وہ تم میں سے اپنے برابر قتل نہ کریں پھر اس کے بعد تمہاری خیر نہیں۔ اس روز مسلمان کھجوریں کھا رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس جنت کی طرف سبقت کرو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔

عمیر بن الحمام رضی اللہ عنہ کی شہادت:

عمیر بن الحمام ایک طرف تھے ہاتھ میں کھجوریں تھیں جن کو وہ کھا رہے تھے انہوں نے کہا واہ واہ (بخ بخ) نبی ﷺ نے ان سے فرمایا بس کرو' انہوں نے کہا یہ کھجوریں ہرگز مجھ پر غالب نہ آئیں گی' پھر کہا میں تم پر ہرگز زیادہ نہ کروں گا یہاں تک کہ میں اللہ سے مل جاؤں (یعنی اب میں زندگی میں سوائے کھجور کے کوئی کھجور نہ کھاؤں گا وہ (ہاتھ کی کھجوریں) کھانے لگے پھر کہا' دور ہو تمہیں نے مجھے روک لیا جو ہاتھ میں تھیں وہ پھینک دیں' اپنی تلوار کی طرف اٹھے جو چیتھڑوں میں لپیٹی ہوئی لٹکی تھی اسے لے لیا اور آگے بڑھ کے لڑے یہاں تک کہ شہید ہو گئے اور اس روز انہیں غنودگی آ رہی تھی۔

مسلمان اڑتی ہوئی بالو پر اترے' بارش ہوئی جس سے وہ مثل کوہ صفا کے ہو گئی لوگ اس پر آسانی سے دوڑتے تھے۔

غزوۂ بدر اور ارشاداتِ ربانی:

اللہ جل ثناءہٗ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ اذ یغشیکم النعاس امنۃً منہ وینزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم بہ ویذھب عنکم رجز الشیطان ولیربط علی قلوبکم و یثبت بہ الاقدام ﴾

''اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ اپنی جانب سے تمہارے سکون کے لیے تم پر غنودگی طاری کر رہا تھا اور تم پر آسمان سے بارش نازل فرما رہا تھا تاکہ اس کے ذریعے سے تمہیں پاک کر دے شیطان کا خوف دور کر دے دلوں کو مضبوط کر دے اور ثابت قدم کر دے''۔

جب یہ آیت سیھزم الجمع ویولون الدبر نازل ہوئی (یعنی عنقریب اس جماعت کو شکست ہوگی اور وہ پشت پھیر کر بھاگیں گے) تو عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا کس جماعت کو شکست ہوگی اور کون غالب ہوگی؟ جب یوم بدر ہوا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ زرہ پہن کر حملہ کرتے ہیں اور سیھزم الجمع ویولون الدبر کہتے جاتے ہیں مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان لوگوں کو عنقریب شکست دے گا۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ آیت ﴿و اذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض ﴾ اس وقت کو یاد کرو جب تم لوگ قلیل اور روئے زمین پر کمزور سمجھے جاتے تھے) یوم بدر کے متعلق نازل ہوئی' یہ آیت ﴿اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوھم الا دبار﴾ (جب تم لوگ کفار کا مقابلہ کرنا تو پشت نہ پھیرنا) بھی یوم بدر کے بارے میں نازل ہوئی اور یہ آیت ﴿یسئلونک عن الانفال﴾ آپ سے لوگ مال غنیمت کے بارے میں سوال کرتے ہیں' یوم بدر کے بارے میں نازل ہوئی۔

ایوب و یزید بن حازم سے مروی ہے کہ عکرمہ کو یہ پڑھتے سنا ﴿فثبتوا الذین آمنوا﴾ یعنی اے ملائکہ تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھنا' اتنا مضمون تو ایوب و یزید کا متفق علیہ ہے۔

حماد نے کہا کہ (روایت میں) ایوب نے اتنا اور بڑھایا کہ عکرمہ نے کہا: ﴿فاضربوا فوق الاعناق﴾ (اے ملائکہ تم کفار کی گردنیں ماردو)۔

اس روز آدمی کا سر جدا ہو جاتا تھا اور یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ کس نے علیحدہ کیا۔

ابوجہل کی تلاش:

عکرمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز فرمایا ابوجہل کو تلاش کرو' لوگوں نے تلاش کیا وہ نہ ملا آپ نے دوبارہ فرمایا کہ اسے تلاش کرو کیونکہ اس کے ساتھ میرا یہ وعدہ ہے کہ اس کا گھٹنہ گذرگاہ ہوگا جب تلاش کیا تو اس طرح پایا کہ اس کا گھٹنہ گذرگاہ تھا۔

اس روز اہل بدر کے فدیہ کی مقدار چار ہزار اور اس سے کم تک پہنچ گئی اگر کوئی آدمی اچھا لکھنا جانتا تھا تو اس سے یہی فدیہ ٹھہرالیا گیا کہ وہ لکھنا سکھادے۔

حالت سجدہ میں حضور علیہ السلام کی دُعا:

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یوم بدر ہوا تو میں نے کسی قدر جنگ کی پھر جلدی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کہ دیکھوں آپ نے کیا کیا آپ سجدے میں فرما رہے تھے یا حی یا قیوم' یا حی یا قیوم' اس پر کچھ بڑھاتے نہ تھے میدان جنگ کو لوٹا' واپس آیا تو آپ حالت سجدہ میں یہی فرما رہے تھے میں عرصہ جنگ کو واپس ہوا تو آپؐ حالت سجدہ میں یہی فرما رہے تھے اللہ نے آپ کو فتح عطا فرمائی۔

حضور علیہ السلام کی تلوار:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حصہ میں بدر کے دن ایک تلوار ذوالفقار مخصوص فرمائی۔

عبادہ بن حمزہ بن الزبیر سے مروی ہے کہ بدر کے دن جو ملائکہ نازل ہوئے ان کے عمامے زرد تھے۔ زبیر کے پاس بدر کے دن زرد رومال تھا جس کا وہ عمامہ باندھتے تھے۔

عطیہ بن قیس سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی جنگ سے فارغ ہوئے تو جبریل علیہ السلام سرخ گھوڑے پر سوار ہو کر آپؐ کے پاس آئے ان کی پیشانی پر بل پڑے تھے' زرہ پہنے ہوئے تھے اور ہاتھ میں نیزہ تھا جس کی باڑھ غبار آلود تھی انہوں نے عرض کی یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے آپؐ کے پاس بھیجا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ آپ کے راضی ہونے تک آپ سے جدا نہ ہوں' آیا آپؐ راضی ہیں' فرمایا ہاں راضی ہوں تو واپس ہوئے۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ ﴿اذ انتم بالعُدوۃ الدنیا وھم بالعدوۃ القصوی﴾ (یہ وقت تھا کہ جب تم میدان کے اس کنارے پر تھے اور وہ لوگ اس کنارے پر) وہ لوگ وادی کے ایک کنارے پر اور یہ لوگ دوسرے کنارے پر اسی طرح اسے عفان نے بھی ''بالعدوہ'' پڑھا ہے۔

شہدائے بدر کی نماز جنازہ:

عامر سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر روانہ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینے میں اپنا خلیفہ بنایا۔

عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے بدر کی نماز جنازہ پڑھی۔

زکریا بن ابی زائدہ' عامر سے روایت کرتے ہیں کہ بدر اسی شخص کا تھا جس کا نام بدر تھا یعنی میر تھا۔

محمد بن سعد (مؤلف کتاب ہذا) کہتے ہیں کہ محمد بن عمر نے بیان کیا کہ ہمارے مدنی دوست اور سیرت کے راوی سب یہی کہتے ہیں کہ مقام کا نام بدر ہے (نہ کہ کسی شخص کا نام)۔

سریۂ عمیر بن عدی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے انیسویں مہینے کے شروع میں ۲۵ رمضان کو عمیر بن عدی خرشہ الخطمی کا عصماء بنت مروان کی طرف سریہ ہے جو بنی امیہ بن زید سے تھی۔

گستاخ عورت کا قتل:

عصماء یزید بن زید بن حصن الخطمی کے پاس تھی' اسلام کی ہجو کرتی نبی ﷺ کو ایذء پہنچاتی آپ کی مخالفت پر برانگیختہ کرتی اور شعر کہتی تھی۔

عمیر بن عدی اس کے پاس آئے' مکان میں داخل ہوئے' عصماء کے ارد گرد اس کے بچوں کی ایک جماعت سو رہی تھی گود میں ایک بچہ تھا جسے وہ دودھ پلاتی تھی' عمیر نابینا تھے ہاتھ سے ٹٹول کر بچے کو ماں سے علیحدہ کیا تلوار اس کے سینے پر رکھ دی جو جسم کے پار ہوگئی۔

عمیر نے صبح کی نماز مدینے میں نبی ﷺ کے ساتھ پڑھی رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم نے دختر مروان کو قتل کر دیا؟ انہوں نے عرض کی ہاں' کیا اس بارے میں میرے ذمہ کچھ اور ہے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں' اس کے بارے میں دو بھیڑیں لڑیں گی۔

یہ کلمہ وہ تھا جو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے سنا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام عمیر بصیر (بینا) رکھا۔

سریۂ سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ

شروع شوال میں رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بیسویں مہینے ابوعفک یہودی کی جانب سالم بن عمیر العمیری کا سریہ ہے ابوعفک بنی عمرو بن عوف کا بہت بڑا بوڑھا جو ایک سو برس کا تھا' یہودی تھا' لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت پر برانگیختہ کرتا اور شعر کہتا تھا۔

ابوعفک یہودی کا قتل:

سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے جو بکثرت رونے والوں میں سے تھے اور بدر میں حاضر ہوئے تھے۔ کہا کہ مجھ پر یہ نذر ہے کہ یا تو میں ابوعفک کو قتل کروں گا یا اس کے لیے مر جاؤں گا۔ وہ ٹھہرے ہوئے اس کی غفلت کے انتظار میں تھے گرمی کی ایک رات کو ابوعفک میدان میں سویا' سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہو گیا وہ سامنے آئے اور تلوار اس کے جگر پر رکھ دی ہے اسے دبا کر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ وہ اس کے بستر میں گھس گئی' اللہ کا دشمن چلایا تو اس کے ماننے والے دوڑے آئے' لاش اس کے گھر لے گئے اور دفن کر دی۔

غزوۂ بنی قینقاع:

نصف شوال شنبے کے روز ہجرت کے بیسویں مہینے رسول اللہ ﷺ نے بنی قینقاع سے جنگ کی' بنی قینقاع یہودی تھے اور عبداللہ بن ابی بن سلول کے حلیف یہود میں ان سے زیادہ کوئی بہادر اور ہمت والا نہ تھا' یہ لوگ سنار تھے۔

نبی ﷺ سے انہوں نے صلح کر لی تھی' جنگ بدر ہوئی تو ان لوگوں نے نافرمانی اور حسد کا اظہار کیا اور عہد و میثاق کو توڑ دیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی: ﴿واما تخافن من قوم خیانة فانبذ الیهم علی سواء ان اللہ لا یحب الخائنین﴾ (اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت (یعنی عہد شکنی) کا اندیشہ ہو تو آپؐ ان کے عہد کو مساوی طور پر واپس کر

دیجئے بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے بنی قینقاع سے اندیشہ ہے آپ اس آیت کی وجہ سے ان کی جانب روانہ ہو گئے اس روز آپ کا جھنڈا حمزہ بن عبدالمطلب لیے ہوئے تھے یہ جھنڈا اسفید تھا دوسرے چھوٹے جھنڈے نہ تھے۔

بنی قینقاع کا محاصرہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولبابہ بن عبدالمنذر العمری کو مدینے میں اپنا خلیفہ بنایا اور یہود کی طرف روانہ ہوئے ذی القعدہ کے چاند تک پندرہ روز بنی قینقاع کا محاصرہ رکھا وہ سب سے پہلے یہودی تھے جنہوں نے بدعہدی اور جنگ کی اور قلعہ میں محفوظ ہو گئے۔

آپ نے ان کا نہایت سختی سے محاصرہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فیصلہ پر راضی ہو گئے کہ ان کا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے۔ عورتیں اور بچے ان کے لیے۔ آپ نے حکم دیا تو ان کی مشکیں کس دی گئیں۔

بنی قینقاع کے حق میں ابن ابی کی سفارش:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیں کسنے پر المنذر بن قدامہ السلمی کو مامور فرمایا جو قبیلۂ سعد بن خیثمہ نے بنی السلم میں سے تھے عبداللہ بن ابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جان بخشی کی درخواست کی بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا انہیں چھوڑ دو خدا ان پر لعنت کرے ان کے ساتھ اس (عبداللہ بن ابی سلول) پر بھی لعنت کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جان بخش دی اور حکم دیا کہ مدینے سے باہر نکال دیئے جائیں اس کام پر عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ مامور ہوئے یہود اذرعات چلے گئے مگر وہاں بھی زیادہ نہ رہ سکے۔

مال غنیمت کی تقسیم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہتھیاروں میں سے تین کمانیں لیں جن میں ایک کمان کا نام الکتوم تھا جو غزوۂ احد میں ٹوٹ گئی' ایک کمان کا نام الروحاء تھا اور ایک کا البیضاء آپ نے ان کے سامان جنگ میں سے دو زرہیں الصغد یہ اور فضہ تین تلواریں لیں ایک سیف قلعی' دوسری بتار' اور ایک اور تلوار تھی' تین نیزے لیے' مسلمانوں نے ان کے قلعہ میں بہت سے ہتھیار اور سوناری کے اوزار پائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مخصوص حصہ اور خمس (پانچواں حصہ) لے لیا باقی چار حصے اصحاب پر تقسیم فرما دیئے۔ یہ بدر کے بعد پہلا خمس تھا جو لیا گیا۔ جو شخص ان لوگوں کے مالوں پر قبضہ کرنے لیے مقرر کیا گیا وہ محمد بن مسلمہ تھے۔

غزوۂ سویق:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ ذی الحجہ یوم یکشنبہ ہجرت کے بائیسویں مہینے غزوۂ سویق کے لیے روانہ ہوئے مدینے میں ابولبابہ المنذر العمری کو خلیفہ بنایا۔

مشرکین جب بدر سے واپس ہوئے تو ابوسفیان بن حرب نے تیل کو حرام کر دیا تاوقتیکہ محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب سے انتقام نہ لے لیا جائے' حدیث زہری کی بناء پر وہ دوسواروں کے ہمراہ روانہ ہوا' اور حدیث ابن کعب کی بناء پر چالیس سواروں کے ساتھ۔

ابوسفیان اور سلام بن مشکم کی ملاقات:

ابوسفیان النجد یہ پہنچے رات کے وقت بنی النضیر کے پاس گئے یحییٰ بن اخطب کا دروازہ کھٹکھٹایا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے اصحاب کے حالات دریافت کریں مگر اس نے دروازہ کھولنے سے انکار کیا' سلام بن مشکم کا دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نے کھول دیا' ان کی ضیافت کی شراب پلائی' اور رسول اللہ ﷺ کے حالات بھی بتائے۔

جب تڑکا ہوا تو ابوسفیان بن حرب نکلا' العریض تک گیا مدینے اور العریض کے درمیان تقریباً تین میل کا فاصلہ ہے وہاں اس نے انصار کے ایک آدمی کو قتل کر دیا جو اس کا اجیر (مزدور) تھا' چند مکانات اور گھاس جلا دی اس نے یہ خیال کیا کہ قسم پوری ہو گئی اور پشت پھیر کر بھاگا۔

ابوسفیان کا فرار:

یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپؐ نے اصحاب کو ندا دی مہاجرین و انصار کے دوسو آدمیوں کے ہمراہ ان لوگوں کے نشان قدم پر روانہ ہوئے ابوسفیان اور اس کے ساتھی تیز بھاگنے لگے ستو کی تھیلیاں گراتے جاتے تھے جو عام طور پر ان کا زادراہ تھا مسلمان انہیں لے لیتے تھے اسی سے اس کا نام غزوۂ سویق ہو گیا (سویق بمعنی ستو)۔

مسلمان ان سے نہ مل سکے رسول اللہ ﷺ مدینے واپس ہوئے آپؐ پانچ روز مدینے سے باہر رہے۔

غزوۂ الکدر یا قرارۃ الکدر:

پھر نصف محرم کو رسول اللہ ﷺ ہجرت کے تیسویں مہینے غزوۂ الکدر یا قرارۃ الکدر کے لیے روانہ ہوئے' یہ مقام معدن بنی سلیم کے قریب ہے جو سد معونہ کے اس طرف الارحضیہ کے علاقے میں ہے' مدینے اور معدن کے درمیان آٹھ برد (۹۶ میل) کا فاصلہ ہے۔

آنحضرت ﷺ کا جھنڈا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اٹھایا' آپؐ نے مدینے پر عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔

خبر پہنچی کہ اس مقام پر سلیم و غطفان کا ایک گروہ ہے آپؐ ان کی جانب گئے مگر وہاں کسی کو نہ پایا' اصحاب کی ایک جماعت کو وادی کے بلند حصے کی طرف بھیجا اور خود ان لوگوں کی طرف متوجہ رہے چند چرواہے ملے جن میں ایک غلام یسار تھا' اس سے لوگوں کو دریافت فرمایا' تو اس نے کہا مجھے کوئی علم نہیں ہے میں پانچویں دن پانی کے لیے جاتا ہوں اور آج چوتھا روز ہے لوگ کنویں اور پانی کی طرف جا چکے ہیں اور ہم لوگ چوپایوں کے لیے گھروں سے دور ہیں۔

رسول اللہ ﷺ اس طرح واپس ہوئے کہ چوپایوں پر قابض ہو چکے تھے۔ انہیں آپؐ نے مدینے کی طرف روانہ فرمایا' لوگوں نے مال غنیمت مدینے سے تین میل کے فاصلے پر صرار میں تقسیم کر لیا۔ چوپائے پانچ سو اونٹ تھے آپؐ نے خمس (پانچواں

حصہ) نکال لیا اور چار خمس مسلمانوں پر تقسیم کر دیئے۔ ہر شخص کو دو اونٹ ملے' وہ لوگ دو سو آدمی تھے' یسار نبی ﷺ کے حصہ آیا آپ ﷺ نے اسے آزاد کر دیا۔ اس لیے کہ نماز پڑھتے دیکھا تھا۔

رسول اللہ ﷺ (مدینے سے پندرہ شب باہر رہے)۔

سریہ قتل کعب بن الاشرف

کعب بن الاشرف کے قتل کا حکم:

کعب بن الاشرف یہودی کے قتل کا سریہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے پچیسویں مہینے ۱۴ ربیع الاوّل کو ہوا' وہ شاعر تھا رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے اصحاب کی ہجو کیا کرتا تھا۔ مخالف پر لوگوں کو برانگیختہ کرتا اور ایذاء دیتا تھا غزوہ بدر ہوا تو وہ ذلیل و سرنگوں ہو گیا اور کہا کہ آج زمین کا شکم اس کی پشت سے بہتر ہے۔

وہ مکہ آیا' مقتولین پر قریش کو رُلایا اور شعر کے ذریعے سے برانگیختہ کیا' مدینے آیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ ابن الاشرف کے اعلان شر اور شعر کہنے کو تو جس طرح چاہے مجھ سے روک دے' نیز ارشاد فرمایا' کوئی ہے جو ابن الاشرف سے میرا انتقام لے' کیونکہ اس نے مجھے ایذاء پہنچائی ہے۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ:

محمد بن مسلمہ نے عرض کی' اس کے لیے میں ہوں' یا رسول اللہ ﷺ میں اسے قتل کر دوں گا آپؐ نے اجازت دی اور فرمایا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں مشورہ کر لو محمد بن مسلمہ اور قبیلہ اوس کے چند آدمی جمع ہوئے جن میں عباد بن بشر' ابو نائلہ' سلکان بن سلامہ' الحارث بن اوس بن معاذ اور ابوعبس بن جبیر بھی تھے۔

انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگ اسے قتل کر دیں گے' اجازت دیجئے کہ ہم کوئی بات بنائیں فرمایا مناسب ہے ابو نائلہ کعب بن الاشرف کے رضاعی (دودھ شریک) بھائی تھے۔

منصوبہ قتل:

وہ اس کے پاس روانہ ہو گئے' کعب کو سخت تعجب ہوا اور ڈر گیا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میں ابو نائلہ ہوں' میں تو صرف اس لیے تیرے پاس آیا ہوں کہ تجھے اس شخص کے آنے کی خبر دوں جو ہم لوگوں پر مصیبت ہے' عرب ہم سے لڑتے ہیں اور ایک ہی کمان سے تیر مارتے ہیں' حالانکہ ہم لوگ اس سے کنارہ کشی چاہتے ہیں میرے ہمراہ وہ لوگ ہیں جن کی رائے میری رائے کے موافق ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ انہیں تیرے پاس لے آؤں ہم لوگ تجھ سے غلہ اور کھجوریں خریدیں اور جو چیز قابل اعتماد ہو تیرے پاس رہن کر دیں۔

وہ ان کی بات سے مطمئن ہوگیا اور کہا کہ انہیں جب چاہو لے آؤ۔ وہ اس کے پاس سے کسی وقت کے وعدے سے نکلے ساتھیوں کے پاس آئے اور انہیں خبر دی تو وہ سب اس رائے سے متفق ہوگئے کہ اس کے پاس اس وقت چلیں جب شام ہو جائے۔

وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' آپ کو خبر دی' آپؐ ان کے ہمراہ روانہ ہوئے بقیع تشریف لائے۔ انہیں روانہ کر دیا اور فرمایا کہ اللہ کی برکت اور مدد کے بھروسہ پر تم لوگ جاؤ۔ چاندنی رات میں وہ لوگ روانہ ہوئے اور اس کے قلعہ تک پہنچے ابونائلہ نے پکارا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی عورت نے رضائی پکڑ لی اور کہا کہ تو کہاں جاتا ہے؟ تو تو ایک جنگجو آدمی ہے اس نے حال ہی میں شادی کی تھی' کعبؓ نے کہا کہ مجھ سے وعدہ ہے' وہ تو میرا بھائی' ابونائلہ ہے تو اس نے اپنے ہاتھ سے رضائی اوڑھ لی اور کہا کہ اگر مرد کو نیزہ مارنے کو بھی بلایا جائے تو چاہیے کہ قبول کرلے۔

کعب ان کے پاس آیا۔ ان لوگوں نے تھوڑی دیر تک باتیں کیں یہاں تک کہ وہ ان سے کھل گیا اور مانوس ہوگیا۔ ابونائلہ نے اپنا ہاتھ اس کے بالوں میں داخل کر دیا اور سر کے پٹے (بال) پکڑ لیے۔ اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اللہ کے دشمن کو قتل کر دو سب نے اپنی اپنی تلوار سے وار کیے' مگر بے سود' بعض تلواروں نے بعض کو لوٹا دیا۔ کعب ابونائلہ سے چمٹ گیا۔

کعب بن الاشرف یہودی کا قتل:

محمد بن مسلمہ کہتے ہیں: مجھے ایک گپتی یاد آئی جو میری تلوار میں تھی اسے کھینچ لیا اور اس کی ناف میں گھسیٹر کے زور سے دبایا' گپتی کاٹتی ہوئی زیر ناف اتر گئی اللہ کے دشمن نے ایک ایسی چیخ ماری جس سے یہود کے قلعوں میں سے کوئی قلعہ باقی نہ رہا۔ جس پر آگ نہ روشن ہوگئی ہو انہوں نے اس کا سر کاٹ لیا اور اپنے ہمراہ لے آئے بقیع الغرقد پہنچے تو تکبیر کہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شب کو کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ ان کی تکبیر سنی تو آپؐ نے بھی تکبیر کہی۔ سمجھ گئے کہ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔

وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے' آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان چہروں کو فلاح یاب کرے انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کے چہرے کو بھی' یہ کہا اور آپؐ کے آگے کعب کا سر ڈال دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد کی' صبح ہوئی تو فرمایا' یہودیوں مین سے تم جس پر قابو پاؤ قتل کر دو۔ وہ ڈرے ان میں سے کوئی نہیں نکلا اور نہ کچھ بولے انہیں اندیشہ تھا کہ ابن الاشرف کی طرح ان پر بھی شب خون نہ مارا جائے۔

زہری سے حق تعالیٰ کے اس قول:

﴿ ولتسمعن من الذین او توا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیراً ﴾

''ان لوگوں سے جن کو تم سے قبل کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا تم لوگ ضرور ضرور بہت سی ایذا رساں باتیں سنو گے''۔

کے بارے میں مروی ہے کہ وہ کعب بن الاشرف ہے جو مشرکین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کے خلاف اپنے اشعار سے برانگیختہ کرتا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کی ہجو کرتا تھا۔

کعب کے قتل کے متعلق دوسری روایت:

انصار میں سے پانچ آدمی اس کے پاس گئے جن میں محمد بن مسلمہ اور ایک اور شخص تھے جنہیں ابو عبس کہا جاتا' وہ العوالی میں اپنی قوم کی مجلس میں تھا۔ جب اس نے ان کو دیکھا تو ڈرا اور ان کی حالت سے بھڑک گیا۔

ان لوگوں نے کہا کہ ہم تیرے پاس ایک ضرورت سے آئے ہیں' اس نے کہا: تم میں سے ایک شخص میرے پاس آئے اور اپنی ضرورت سے مجھے آگاہ کرے' ایک آدمی اس کے پاس آیا اور کہا کہ ہم اس لیے تیرے پاس آئے ہیں کہ تیرے ہاتھ وہ زرہیں فروخت کریں جو ہمارے پاس ہیں تاکہ ہم انہیں خرچ کریں اس نے کہا بخدا اگر ایسا کرو گے تو تم اچھا کرو گے۔ جب سے یہ شخص (یعنی آنحضرت ﷺ) تم میں اترا ہے تم لوگ مصیبت میں پڑ گئے۔

انہوں نے وعدہ کیا کہ اس کے پاس ایسے وقت آئیں گے جب کوئی دوسرا نہ ہوگا' حسب وعدہ کعب کے پاس پہنچ کر آواز دی' اس کی عورت نے کہا کہ کیا ان لوگوں نے کسی ایسی چیز کے لیے تیرا دروازہ کھٹکھٹایا ہے۔ جو تجھے پسند ہے' اس نے کہا ان لوگوں نے اپنی غرض اور مقصد کے متعلق مجھے پہلے ہی آگاہ کر دیا ہے۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ کعب ان لوگوں کے سامنے آیا اور پوچھا کہ میرے پاس کیا رہن کرو گے کیا اپنے بیٹے رہن کرو گے؟ اس کا ارادہ یہ تھا کہ انہیں کھجوریں قرض دے۔

انہوں نے کہا کہ ہم لوگ اس سے شرماتے ہیں کہ ہمارے لڑکوں کو عار دلائی جائے اور کہا جائے کہ یہ ایک وسق پر گرو ہے اور یہ دو وسق پر' اس نے کہا اچھا اپنی عورتوں کو میرے پاس رہن کر دو۔ انہوں نے کہا تو سب سے زیادہ خوبصورت ہے' ہمیں تجھ سے اطمینان نہیں کون عورت ہے جو تیری خوبصورتی کی وجہ سے بچ سکے گی۔ البتہ ہم لوگ اپنے ہتھیار تیرے پاس رہن کر دیں گے تجھے معلوم ہے کہ آج کل ہمیں ہتھیاروں کی کس قدر ضرورت ہے اس نے کہا' ہاں' اپنے ہتھیار لے آؤ اور جو چاہو لا دے جاؤ۔

اصحاب نے کہا کہ ہمارے پاس آؤ تاکہ معاملہ کی گفتگو کریں۔ کعب اترنے لگا تو اس کی عورت لپٹ گئی اور کہا کہ اس قسم کے لوگوں کے پاس قوم میں سے کسی کو بھیج دیا کر جو تیرے ہمراہ ہوں' اس نے کہا اگر یہ لوگ مجھے سوتا ہوا پاتے تو نہ جگاتے' عورت نے کہا اچھا چھت پر ہی سے ان سے بات کر لے وہ نہ مانا اور ان کے پاس اتر آیا' اس کی خوشبو تمام مہک رہی تھی' پوچھا' اے فلاں' یہ کیسی خوشبو ہے اس نے کہا یہ فلاں کی ماں (یعنی اس کی عورت) کا عطر ہے' ایک آدمی اس کا سر سونگھنے کے بہانے سے بڑھا اور مضبوط پکڑ کے کہا اللہ کے دشمن کو قتل کر دو۔ ابو عبس نے اس کے کولہے میں نیزہ مارا اور محمد بن مسلمہ نے تلوار ماردی' وہ قتل ہو گیا تو واپس ہوئے۔

یہودیوں پر خوف کا غلبہ:

یہود کی صبح خوف کی حالت میں ہوئی' نبی ﷺ کے پاس آئے اور شکایت کی کہ ہمارا سردار دغا سے قتل کیا گیا۔ نبی ﷺ نے اس کے افعال یاد دلائے کہ کس طرح وہ لوگوں کو برانگیختہ کرتا تھا' لڑائی پر ابھارتا تھا اور ایذاء پہنچاتا تھا آپ ؐ نے انہیں اس امر کی دعوت دی کہ اپنے اور آپ ؐ کے درمیان ایک معاہدۂ صلح لکھ دیں جو کافی ہو۔

یہ عہد نامہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

غزوۂ غطفان:

ہجرت کے پچیسویں مہینے ماہ ربیع الاوّل میں رسول اللہ ﷺ کا نجد کی جانب غزوۂ غطفان ہے جو النخیل کے نواح میں ذوی مر میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ بنی ثعلبہ ومحارب کی ایک جماعت نے ذی امر میں جمع ہو کر یہ قصد کیا ہے کہ آپ کو تمام اطراف سے گھیر لیں' یہ فعل بنی محارب میں سے ایک شخص کا ہے جس کا نام دعثور بن الحارث ہے۔

نیابت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ:

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو جمع کیا اور چار سو پچاس آدمیوں کے ہمراہ جن کے پاس گھوڑے تھے۔۱۲/ربیع الاوّل کو روانہ ہوئے مدینے میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا مسلمانوں کو ذی القصہ میں بنی ثعلبہ کا ایک شخص ملا جس کا نام جبار تھا۔ لوگ اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے اس نے ان کی خبر دی اور کہا کہ اگر وہ لوگ آپ کی آمد سن لیں گے تو ہرگز مقابلہ نہ کریں گے۔ وہ لوگ پہاڑ کی چوٹیوں پر بھاگ گئے' میں آپ کے ہمراہ چلتا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی وہ مسلمان ہو گیا۔ اسے بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا رسول اللہ ﷺ کا کسی سے مقابلہ نہ ہوا۔ آپ انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں پر دیکھ رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ اور اصحاب بارش سے بھیگ گئے آپؐ نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر پھیلا دیئے تاکہ خشک ہو جائیں' درخت پر لٹکا دیئے اور خود ایک کروٹ لیٹ گئے۔

دعثور بن الحارث کا قبول اسلام:

دشمنوں میں سے ایک شخص آیا جس کا نام دعثور بن الحارث تھا۔ اس کے پاس تلوار تھی' رسول اللہ ﷺ کے سرہانے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا آج آپ کو مجھ سے کون بچائے گا۔ آپؐ نے فرمایا: ''اللہ'' جبرئیل علیہ السلام نے آپ کے سینہ مبارک میں القاء کیا تھا۔

تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی' رسول اللہ ﷺ نے اٹھالی اور فرمایا: تجھے مجھ سے کون بچائے گا' اس نے کہا کوئی نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں وہ اپنی قوم کے پاس آیا اور انہیں اسلام کی دعوت دینے لگا۔

اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ یایھا الذین اٰمنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذھم قوم ۔ الآیۃ ﴾

''اے ایمان والو اپنے اوپر اللہ کے انعام کو یاد کرو جبکہ ایک قوم نے تم پر دست درازی کا ارادہ کیا تو اللہ نے ان کا ہاتھ روک دیا''۔

رسول اللہ ﷺ مدینے میں تشریف لائے نوبت جنگ کی نہیں آئی اور آپ کی غیبت گیارہ دن رہی۔

غزوۂ بنی سلیم:

۶ جمادی الاولیٰ ہجرت کے ستائیسویں مہینے رسول اللہ ﷺ کا بحران کا غزوہ ہے۔ بحران الفرع کے نواح میں ہے مدینے اور فرع کے درمیان آٹھ برد (۹۶ میل) کا فاصلہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی کہ بحران میں بنی سلیم کا مجمع ہے آپ تین سو اصحاب کے ہمراہ روانہ ہوئے مدینے میں ابن ام مکتوم کو خلیفہ بنایا اور تیز چل کر آپ بحران میں وارد ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ لوگ اپنے اپنے پانی کے مقامات کو منتشر ہو گئے آپ واپس ہوئے نوبت جنگ نہیں آئی دس روز آپ باہر رہے۔

سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ:

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا سریہ القروہ کی جانب ہجرت کے اٹھائیسویں مہینے شروع جمادی الآخر میں پیش آیا یہ سب سے پہلا سریہ ہے جس میں زید امیر بن کے نکلے' القروہ نجد کی زمین الزبدہ اور الغمرہ کے درمیان ذات عرق کے نواح میں ہے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ نے قافلۂ قریش کے روکنے کے لیے بھیجا جس میں صفوان بن امیہ اور حویطب بن عبدالعزیٰ اور عبداللہ بن ابی ربیعہ تھے۔ ان کے ہمراہ بہت سا مال سونے چاندی کے سکے برتن اور چاندی تھی جن کا وزن تیس ہزار درم تھا۔ ان کا رہبر فرات بن حیان العجلی تھا' اس نے انہیں عراق کے راستے سے ذات عرق روانہ کیا۔

رسول اللہ ﷺ کو خبر پہنچی تو آپ نے زید بن حارثہ کو سو سواروں کے ہمراہ روانہ کیا انہوں نے اسے روک لیا اور قافلے کو پالیا۔ قوم کے بڑے بڑے لوگ بچ کر نکل گئے تمام مال یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے آپ نے اسے پانچوں حصوں پر تقسیم فرمایا اس کا ایک خمس (پانچواں حصہ) بیس ہزار درہم کو پہنچا جو بچا وہ آپ نے اہل سریہ کو تقسیم کر دیا۔

غزوۂ احد:

۷ رشوال یوم شنبہ رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کے بتیسویں مہینے غزوۂ احد پیش آیا۔

مشرکین جو بدر میں آئے تھے جب مکے کو لوٹے تو اس قافلے کو جسے ابوسفیان بن حرب لایا تھا دارالندوہ میں ٹھہرا ہوا پایا۔ سرداران قریش ابوسفیان کے پاس گئے اور کہا کہ ہم لوگ نہایت خوش ہوں گے اگر تم اس قافلے کے نفع سے محمد (ﷺ) کی طرف (جانے کے لیے) سامان سفر مہیا کرو۔ ابوسفیان نے کہا میں پہلا شخص ہوں جس نے اسے منظور کیا اور عبد مناف کی اولاد بھی میرے ساتھ ہے۔

مال فروخت ہو کر سونا جمع ہوا۔ کل ایک ہزار اونٹ تھے اور پچاس ہزار دینار کا مال تھا قافلے کے مالکوں کو اصل سرمایہ دے دیا گیا اور نفع نکال لیا گیا۔ معمول یہ تھا کہ ایک دینار میں دینار نفع لیتے تھے۔

انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ان الذین کفروا ینفقون اموالهم لیصدوا عن سبیل اللہ﴾ (وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اپنے مال کو اس لیے خرچ کرتے ہیں کہ اللہ کے راستے سے روکیں) انہوں نے قاصد روانہ کیا جو عرب میں جا کر نصرت کی دعوت دیتے تھے۔ انہوں نے سب سے مال جمع کیا' جو عرب کے ساتھ تھے سب متفق ہو کر حاضر ہوئے قریش نے ہمراہ

عورتوں کو لینے پر بھی اتفاق کیا۔ تا کہ وہ مقتولین بدر کو یاد دلائیں انہیں غصہ دلائیں جس سے شدت انتقام تیز ہو۔

یہود مدینہ کی افواہیں:

عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے تمام باتیں رسول اللہ ﷺ کو لکھ بھیجیں' رسول اللہ ﷺ نے سعد بن الربیع کو عباس رضی اللہ عنہ کے خط کی خبر دی یہودیوں اور منافقوں نے مدینے میں خوفناک خبریں مشہور کر دیں قریش مکے سے روانہ ہو گئے ان کے ہمراہ اپنی قوم کے پچاس آدمیوں کے ساتھ فاسق ابو عامر بھی تھا جو اس کے قبل راہب کہلاتا تھا۔ ان کی تعداد تین ہزار تھی' سات سو زرہیں' دو سو گھوڑے' تین ہزار اونٹ اور پندرہ عورتیں تھیں۔ خبر روانگی لوگوں میں شائع ہو گئی۔ یہاں تک کہ وہ ذوالحلیفہ میں اُترے۔

کفار کے حالات کی خبر:

رسول اللہ ﷺ نے اپنے دو جاسوس انس و مونس کو جو فضالہ کے بیٹے اور الظفری تھے ۵/ شوال شب پنج شنبہ کو روانہ کیا وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس ان کی خبر لائے۔ قریش نے اپنے اونٹ اور گھوڑے العریض کی کھیتی میں چھوڑے اور وہاں سے روانہ ہوئے تو گھاس ختم ہو چکی تھی۔

آپ نے الحباب بن المنذر بن الجموح کو بھی ان کی طرف روانہ کیا۔ وہ لشکر میں داخل ہوئے تعداد کا اندازہ کیا اور آپ کے پاس خبر لائے۔

سعد بن معاذ' اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم شب جمعہ کو مسلح ہو کے مسجد میں رسول اللہ ﷺ کے دروازہ پر رہے۔ مدینے کی حفاظت کی گئی یہاں تک کہ صبح ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ کا خواب:

رسول اللہ ﷺ نے اس شب کو خواب دیکھا کہ آپ ایک مضبوط زرہ پہنے ہیں۔ آپ کی تلوار ذوالفقار دھار کے پاس سے تڑک گئی ہے ایک گائے ذبح کی جا رہی ہے اور ایک مینڈھا اس کے پیچھے ہے آپ نے اصحاب کو اس کی خبر دی اور تعبیر فرمائی کہ محفوظ زرہ سے مراد مدینہ ہے' تلوار کا تڑکا خود مجھ پر مصیبت کی علامت ہے ذبح کی ہوئی گائے میرے اصحاب کا قتل ہے' مینڈھے کا پیچھا کرنا' اس سے مراد لشکر کفار ہے جسے اللہ تعالیٰ قتل کرے گا۔

مشاورت:

رسول اللہ ﷺ کے اس خواب کی بنا پر یہ رائے ہوئی کہ مدینے سے نہ نکلیں۔ آپ چاہتے تھے کہ آپ کی رائے کی موافقت کی جائے۔ اصحاب سے مشورہ فرمایا تو عبداللہ بن ابی بن سلول نے کہا کہ آپ نہ نکلیں اکابر مہاجرین و انصار کی بھی یہی رائے تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ مدینے میں ٹھہرو۔ عورتوں اور بچوں کو قلعوں میں کر دو۔ دو نوجوانوں نے جو بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ سے دشمن کی طرف نکلنے کی درخواست کی اور شہادت کی رغبت ظاہر کی انہوں نے کہا کہ ہمیں ہمارے دشمن کی طرف لے چلئے' پھر ان لوگوں کا غلبہ ہو گیا جو باہر نکلنا چاہتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز جمعہ پڑھائی' وعظ بیان فرمایا۔ انہیں کوشش اور جہاد کرنے کا حکم دیا اور یہ خبر دی کہ جب تک وہ صبر کریں گے ان کی مدد ہوگی انہیں اپنے دشمن کے مقابلے کے لیے تیاری کا حکم دیا چنانچہ لوگ روانگی سے خوش ہوئے۔

آپؐ نے لوگوں کو نماز عصر پڑھائی' سب جمع تھے۔ اہل العوالی بھی حاضر ہو گئے رسول اللہ ﷺ اپنے مکان میں داخل ہوئے آپ کے ہمراہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی تھے دونوں اصحاب نے آپؐ کے عمامہ باندھا لیا۔ لباس (جنگ) پہنایا لوگ صف باندھے ہوئے آپؐ کے برآمد ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔

سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر نے کہا کہ تم نے باہر نکلنے پر رسول اللہ ﷺ سے زبردستی کی۔ حالانکہ امر مناسب آپؐ پر آسمان سے نازل ہو جاتا ہے لہٰذا تم لوگ معاملہ کو آپؐ ہی کے سپرد کر دو۔

رسول اللہ ﷺ اس طرح برآمد ہوئے کہ زرہ پہنے ہوئے تھے آپؐ نے زرہ کو ظاہر کیا اور اس کے درمیان چمڑے کی پٹی سے باندھا تھا۔ جو تلوار لٹکانے کی تھی' آپؐ عمامہ باندھے اور تلوار لٹکائے ہوئے' ڈھال پشت پر تھی۔

سب لوگ اس پر نادم ہوئے جو انہوں نے کیا اور عرض کی ہمیں یہ حق نہیں ہے کہ آپ کی مخالفت کریں لہٰذا جو مناسب معلوم ہو وہ کیجئے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی نبی کو یہ مناسب نہیں کہ جب وہ اپنی زرہ پہن لے تو اسے اتار دے تاوقتیکہ اللہ اس کے اور دشمن کے درمیان فیصلہ نہ کر دے تم اسے دیکھو جس کا میں نے تمہیں حکم دیا اسے کرو اور اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ۔ تمہاری ہی مدد ہوگی' جب تک تم صبر کرو گے۔

پرچم اسلام:

آپؐ نے تین نیزے طلب فرمائے اور تین جھنڈے بنائے' اوس کا جھنڈا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو دیا' خزرج کا جھنڈا الحباب بن المنذر رکو' اور کہا جاتا ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو اپنا جھنڈا جو مہاجرین کا جھنڈا تھا۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دیا' یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دیا۔ مدینہ پر عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔

پیش قدمی:

رسول اللہ ﷺ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے کمان کو کندھے پر ڈال لیا اور ایک نیزہ ہاتھ میں لے لیا مسلمان مسلح اور زرہ پوش تھے ان کے پاس سو زرہیں تھیں۔ دونوں سعد یعنی سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما آپؐ کے آگے نکلے دونوں دوڑ رہے تھے اور زرہ پوش تھے لوگ آپؐ کے دائیں بائیں تھے۔

اس طرح آپؐ روانہ ہوئے جب الشیخین پہنچے جو دو قلعے ہیں تو آپؐ متوجہ ہوئے اور بہت سے ہتھیار والے لشکر کو دیکھا جس کے خاص قسم کے بال تھے۔ آپؐ نے فرمایا یہ کیا ہے لوگوں نے عرض کی کہ یہ ابن ابی کے یہودی خلفاء ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اہل شرک سے اہل شرک پر مدد نہ لو' آپؐ نے جسے واپس کیا اسے واپس کیا اور جسے اجازت دی اسے اجازت دی۔

آفتاب غروب ہو گیا۔ بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی نبی ﷺ نے اصحاب کو مغرب کی نماز پڑھائی اور الشیخین ہی میں شب باش ہوئے۔

لشکر کی حفاظت کا اہتمام:

آپؐ بنی النجار میں اترے تھے۔اس رات کے پہرے پر محمد بن مسلمہ کو پچاس آدمیوں کے ہمراہ عامل مقرر فرمایا جو رات بھر لشکر کے گرد گشت کرتے رہے۔

مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو جب کہ آپ روانہ ہوئے اور اترتے دیکھ لیا تھا وہ سب جمع ہو گئے عکرمہ بن ابی جہل کو مشرکین کی ایک جماعت کے ساتھ اپنے پہرے پر عامل بنایا۔

رسول اللہ ﷺ پچھلی شب کو اس طور پر روانہ ہوئے کہ آپؐ کے رہبر ابوحثمہ الحارثی تھے آپؐ اسی روز احد کے مقام پر القنطرہ تک پہنچ گئے' نماز کا وقت آ گیا' آپ مشرکین کو دیکھ رہے تھے بلال رضی اللہ عنہ کو (اذان کا) حکم دیا۔ انہوں نے اذان اور اقامت کہی آپؐ نے اصحاب کو صف بہ صف کر کے نماز پڑھائی۔

ابن ابی کی بدعہدی:

ابن ابی اسی مقام سے ایک لشکر کے ہمراہ اس طرح اکھڑ گیا کہ گویا وہ ایک مظلوم ہے جو ان کے آگے جا رہا ہے وہ کہتا جاتا تھا کہ آپؐ نے میری نافرمانی کی اور بچوں کی اور ان لوگوں کی اطاعت کی جن کو عقل نہیں اس کے ہمراہ تین سو آدمی علیحدہ ہو گئے۔

صف آرائی:

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف سات سو اصحاب رہ گئے آپؐ کے پاس ایک گھوڑا آپ کا اور ایک گھوڑا ابو بردہ بن ینار کا تھا۔ آپؐ سامنے آ کر اصحاب کو صف بستہ کر رہے تھے۔آپؐ نے میمنہ اور میسرہ بنایا۔ آنحضرت ﷺ دو زرہیں خود اور لوہے کی ٹوپی (مغفر و بیضہ) پہنے ہوئے تھے۔آپؐ نے احد کو اپنی پشت پر اور مدینے کو سامنے کیا۔

کوہ عینین مع نالے کے بائیں جانب تھا اس پر پچاس تیر اندازوں کو مقرر کیا عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا عامل بنایا۔ اور سمجھا دیا کہ تم لوگ اپنے اسی مورچے پر کھڑے رہنا۔ ہماری پشت کی حفاظت کرنا۔ اگر تم یہ دیکھو کہ ہم کو مال غنیمت ملا ہے تو ہمارے شریک نہ ہونا اور اگر تم یہ دیکھنا کہ ہم قتل ہو رہے ہیں۔تو ہماری مدد نہ کرنا۔

مشرکین بھی سامنے آ کر اپنی صفیں درست کرنے لگے انہوں نے میمنہ پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اور میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو عامل بنایا دونوں کناروں (میمنہ و میسرہ) پر دو سو گھوڑے تھے۔سواروں پر صفوان بن امیہ کو مقرر کیا اور کہا جاتا ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو۔ تیر اندازوں پر جو سو تھے عبداللہ بن ابی ربیعہ کو' جھنڈا طلحہ بن ابی طلحہ کے حوالے کیا' ابوطلحہ کا نام عبداللہ بن عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی تھا۔

علمبردار اسلام:

رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ مشرکین کا جھنڈا کون اٹھائے گا تو کہا گیا عبدالدار۔ آپؐ نے فرمایا ہم وفائے عہد کے ان سے زیادہ مستحق ہیں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کہاں ہیں' عرض کی میں یہ ہوں' فرمایا جھنڈا لے لو۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے

جھنڈا لے لیا اور وہ اسے لے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ہو گئے۔

آغازِ جنگ:

جس شخص نے سب سے پہلے جنگ چھیڑی وہ فاسق ابو عامر تھا جو اپنی قوم کے پچاس آدمیوں کے ساتھ نکلا اور پکار کر کہا کہ میں ابو عامر ہوں' مسلمانوں نے کہا کہ نہ تیرے لیے مرحبا ہے اور نہ خوش آمدید اس نے کہا کہ میرے بعد میری قوم پر ایک شر نازل ہوا' اس کے ساتھ قریش کے غلام بھی ہیں۔

وہ لوگ اور مسلمان پتھر پھینکنے لگے ابو عامر اور اس کے ساتھیوں نے پشت پھیر لی' مشرکین کی عورتیں ڈھول تاشے اور دف بجا کر برانگیختہ کرنے لگیں۔ مقتولین بدر کی یاد دلا کر یہ اشعار پڑھنے لگیں:

نحن بنات طارق نمشي على النمارق

''ہم لوگ رات کو آنے والے کی بیٹیاں ہیں۔ ہم لوگ تکیے پر چلتے ہیں۔

ان تقبلوا نعانق او تدبروا نفارق

فراق غير وامق

اگر تم لوگ مقابلہ پر آ ؤ گے تو اور اگر پشت پھیر کر بھاگو گے تو تمہارے گلے لگ جائیں گے ہم تم سے جدا ہو جائیں گے۔ اور جدائی بھی وہ ہو گی جو نفرت کرنے والے کی ہوتی ہے''۔

شجاعت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

قوم کے بعض لوگ بعض کے نزدیک آ گئے۔ تیر انداز مشرکین کے لشکر پر تیر پھینک رہے تھے' قبیلۂ ہوازن نے پشت پھیر لی' طلحہ بن ابی طلحہ نے جو جھنڈا لیے ہوئے تھا۔ پکارا کہ کون جنگ کرے گا۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نکلے اور دونوں صفوں کے درمیان مقابلہ ہوا۔ علی رضی اللہ عنہ نے اس پر سبقت کی اور سر پر ایسا مارا کہ کھوپڑی پھٹ گئی اور وہ گر پڑا وہ لشکر کا سردار تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مسرور ہوئے آپ نے بلند آواز سے تکبیر فرمائی اور مسلمانوں نے بھی تکبیر کہی مشرکین کے لشکروں پر حملہ کر کے انہیں مارنے لگے یہاں تک کہ ان کی صفیں پراگندہ ہو گئیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی دلیری:

مشرکین کا جھنڈا ابو شیبہ عثمان بن ابی طلحہ نے اٹھایا' وہ عورتوں کے آگے رجز کہتا تھا اور یہ شعر پڑھتا تھا:

انّ على اهل اللواء حقّا ان تخضب الصعدة او تندقّا

''بے شک جھنڈے والے پر واجب ہے کہ اس کا نیزہ (خون میں) رنگ جائے یا ٹوٹ جائے''۔

اس پر حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے حملہ کیا' انہوں نے اس کے شانے پر اس زور سے تلوار ماری کہ ہاتھ اور بازو کاٹتی ہوئی کمر تک پہنچ گئی اور اس کا پھیپھڑا ظاہر ہو گیا۔ حمزہ رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے لوٹے کہ میں تو ساقی الحجیج کا بیٹا ہوں (الحجیج وہ شخص جس کے زخم کی گہرائی ناپی جائے)۔

مشرک علمبرداروں کا خاتمہ:

وہ جھنڈا ابو سعد بن ابی طلحہ نے اٹھایا۔ اسے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک تیر مارا جو اس کے گلے میں لگا اور کتے کی طرح زبان باہر نکل پڑی پھر اسے قتل کر دیا۔

مسافع بن طلحہ بن ابی طلحہ نے وہ جھنڈا اٹھایا' عاصم بن ثابت نے تیر مار کر اسے قتل کر دیا۔

کلاب بن طلحہ بن ابی طلحہ نے اٹھایا تو اسے زبیر بن عوام نے قتل کر دیا۔

الجلاس بن طلحہ بن ابی طلحہ نے اٹھایا تو طلحہ بن عبید اللہ نے اسے قتل کر دیا۔

ارطاۃ بن شرجیل نے جھنڈا لیا تو اسے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا۔

شریح بن قارظ نے اٹھایا تو کسی شخص نے اسے قتل کر دیا۔ اس کا نام معلوم نہ ہوسکا۔

ان کے غلام صواب نے وہ علم اٹھایا' کوئی کہتا ہے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اور کوئی کہتا ہے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا۔ کوئی کہتا ہے قزمان نے اسے قتل کیا اور یہی قول سب سے زیادہ ثابت ہے۔

مشرکین کی پسپائی:

جب جھنڈا اٹھانے والے قتل کر دیئے گئے تو مشرکین اس طرح ہزیمت اٹھا کے بھاگے کہ کسی چیز کی طرف بھی رخ نہ کرتے تھے حالانکہ ان کی عورتیں ہلاکت کی دعاء کر رہی تھیں مسلمان تعاقب کر کے جہاں چاہتے تھے قتل کرتے تھے انہیں لشکر گاہ سے نکال دیا اور لوٹ لیا غنیمت کا مال جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔

تیر اندازوں کی لغزش:

تیر اندازوں نے جو کوہ عینین پر تھے گفتگو کی' آپس میں اختلاف ہو گیا ان کے امیر' عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ ایک قلیل جماعت کے ساتھ جو دس سے کم تھی اپنے مقام پر ثابت قدم رہے انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے آگے نہ بڑھوں گا اپنے ساتھیوں کو نصیحت کی اور رسول اللہ ﷺ کا حکم یاد دلایا۔ مگر انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ مراد نہیں' مشرکین تو بھاگ گئے پھر ہمارا مقصد مقام یہاں کیوں ہو' وہ لوگ لشکر کے پیچھے جا رہے تھے۔ انہیں کے ہمراہ لوٹ رہے تھے اور پہاڑ کو تنہا چھوڑ دیا۔

خالد بن الولید نے پہاڑ کو خالی اور وہاں والوں کی قلت کو دیکھا تو لشکر کو لوٹایا عکرمہ بن ابی جہل بھی پیچھے رہ گیا۔ انہوں نے بقیہ تیر اندازوں پر حملہ کر کے قتل کر دیا ان کے امیر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ بھی قتل ہو گئے۔

مسلمانوں کی صفیں ٹوٹ گئیں' ان کی چکی گھوم گئی' ہوا بدل کے مغربی ہو گئی حالانکہ اس کے قبل مشرقی تھی' ابلیس لعنۃ اللہ نے ندا دی کہ محمد ﷺ قتل کر دیئے گئے۔ مسلمانوں کے حواس جاتے رہے وہ خلاف قاعدہ قتال کرنے لگے' حیرانی اور جلدی کی وجہ سے جسے وہ جانتے بھی تھے ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت:

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے گئے تو جھنڈا ایک فرشتے نے لے لیا جو مصعب کی صورت کا تھا۔ اس روز ملائکہ حاضر

ہوئے مگر جنگ نہیں کی مشرکین نے اپنے شعار (جنگی اصطلاح) میں ندا دی کہ: یاللعزّٰی یا للھبل۔

انہوں نے مسلمانوں کا قتل عظیم کیا۔ ان میں سے جس نے پشت پھیر لی پھیر لی۔

رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ثابت قدم صحابہ رضی اللہ عنہم:

رسول اللہ ﷺ اس طرح ثابت قدم رہے۔ کہ ہٹتے نہ تھے۔ اپنی کمان سے تیر پھینک رہے تھے۔ جب ختم ہو گئے تو پتھر مارنے لگے۔ ہمراہ اصحاب میں سے چودہ آدمی کی ایک جماعت ہی ثابت قدم رہی' جن میں سات مہاجرین بشمول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ اور سات انصار میں تھے۔ انہوں نے مدافعت کی۔

ابن قمیہ کا رسول اللہ ﷺ پر حملہ:

مشرکین کو رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک میں کچھ کامیابی حاصل ہوئی کچلیوں اور آگے کے دانتوں کے درمیانی چار دانت پر ضرب آ گئی' چہرۂ مبارک اور پیشانی پر زخم آ گیا۔ آپؐ پر ابن قمیہ نے تلوار سے حملہ کیا۔ اور داہنے پہلو پر مارا' طلحہ بن عبیداللہ نے اپنے ہاتھ سے بچایا' اس میں ان کی انگلی بیکار ہو گئی' ابن قمیہ نے دعویٰ کیا کہ اس نے آپ کو شہید کر دیا ہے یہ وہ بات تھی جس نے مسلمانوں کو مرعوب کر دیا اور انہیں شکستہ خاطر بنا دیا۔

اسمائے شہداء و مقتولین اُحد:

اس روز حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے جنہیں وحشی نے شہید کیا۔ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو ابوالحکم بن الاخنس بن شریق نے شہید کیا۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ابن قمیہ نے شہید کیا' شماس بن عثمان بن الشرید المخزومی رضی اللہ عنہ کو ابی بن خلف الجمحی' عبداللہ و عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما فرزندان الہیب نے جو بنی سعد میں سے تھے۔ وہب بن قابوس المزنی اور اس کے بھتیجے الحارث بن عقبہ بن قابوس نے شہید کیا۔

انصار میں سے ستر آدمی شہید ہوئے جن میں سے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بھائی عمرو بن معاذ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما کے والد الیمان رضی اللہ عنہ کو تو مسلمانوں نے غلطی سے شہید کر دیا۔

حنظلہ بن ابی عامر راہب' سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے والد خیثمہ ابوبکر کے داماد خارجہ بن زید بن ابی زہیر' سعد بن الربیع اور ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے والد مالک بن سنان' العباس بن عبادہ بن نضلہ' مجذر بن زیاد عبداللہ بن عمرو بن حرام' عمرو بن الجموح جو ان کے سرداروں میں سے تھے۔ بہت سے آدمیوں کے ہمراہ شہید ہوئے۔

مشرکین میں سے تیئس آدمی مقتول ہوئے جن میں جھنڈے کے اٹھانے والے اور عبداللہ بن حمید بن زہیر بن الحارث بن اسد بن عبدالعزیٰ' ابوعزیز بن عمیر' ابوالحکم بن الاخنس بن شریق الثقفی جسے علی خنس بن ابی طالب نے قتل کیا' سباع بن عبدالعزیٰ الخزاعی جو ام انمار کا بیٹا تھا۔ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا' ہشام بن ابی امیہ بن المغیرہ' الولید بن العاص بن ہشام' امیہ بن ابی حذیفہ بن المغیرہ' خالد بن الاعلم العقیلی' ابی بن خلف الجمحی جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے قتل فرمایا۔ ابوعزہ الجمحی جس کا نام عمرو بن عبداللہ بن عمیر بن وہب بن حذافہ بن جمح ہے' تھے۔

ابوعزہ کا قتل:

ابوعزہ وہ شخص ہے جو جنگ بدر میں گرفتار ہو گیا تھا' رسول اللہ ﷺ نے احسان فرمایا تو اس نے کہا کہ میں آپ کے مقابلہ پر کسی جماعت میں اضافہ نہ کروں گا۔ مشرکین کے ہمراہ جنگ احد میں نکلا تو اسے رسول اللہ ﷺ نے اسیر کر کے گرفتار کر لیا۔ اس کے سوا آپ نے کسی اور کو گرفتار نہیں کیا۔ اس نے کہا کہ اے محمد (ﷺ) مجھ پر احسان کیجئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کو ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جا سکتا۔ تو مکے اس طرح نہیں لوٹنے پائے گا۔ کہ اپنے رخساروں پر ہاتھ پھیر کر کہے کہ میں نے دو مرتبہ محمد ﷺ سے تمسخر کیا' آپؐ نے اس کے متعلق عاصم بن ثابت بن ابی الافلح کو حکم دیا تو انہوں نے اس کی گردن ماردی۔

شہدائے احد کی نماز جنازہ:

جب مشرکین احد سے واپس ہو گئے۔ تو مسلمان اپنے مقتولین کی طرف واپس ہوئے۔ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ نے انہیں نہ غسل دیا اور نہ دوسرے شہدا کو غسل دیا اور فرمایا انہیں مع ان کے خون اور زخموں کے کفنا دو' انہیں رکھ دو میں ان سب کا نگران ہوں۔

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی امتیازی خصوصیت:

حمزہ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے شخص تھے۔ جن پر چار مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے تکبیر فرمائی (یعنی نماز جنازہ پڑھی) پھر آپ کے پاس شہداء جمع کیے گئے۔ جب کسی شہید کو لایا جاتا تھا تو اسے حمزہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں رکھ دیا جاتا تھا۔ پھر ان پر اور اس شہید پر نماز پڑھتے تھے۔ اس طرح آپ نے ان پر ستر مرتبہ نماز پڑھی۔

ہم نے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شہدائے احد پر نماز نہیں پڑھی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گڑھا کھودو' گہرا اور چوڑا کرو جسے قرآن زیادہ یاد ہو اسے مقدم کرو۔

وہ لوگ جنہیں ہم جانتے ہیں ایک قبر میں دو دفن کیے گئے یہ تھے:

عبداللہ بن عمرو بن حرام اور عمرو بن الجموح ایک قبر میں خارجہ بن زید اور سعد بن الربیع ایک قبر میں النعمان بن مالک اور عبدہ بن الحسحاس ایک قبر میں۔

پھر سب لوگ یا اکثر اپنے مقتولین کو مدینے اٹھا لے گئے اور نواح میں دفن کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے منادی نے ندا دی کہ مقتولین کو ان کی خواب گاہوں کی طرف واپس کرو' منادی نے صرف ایک ہی شخص کو پایا جو دفن نہیں کیے گئے تھے۔ وہ لوٹا دیئے گئے اور وہ شماس بن عثمان المخزومی تھے۔

اسی روز رسول اللہ ﷺ واپس ہوئے نماز مغرب مدینے میں پڑھی۔ ابن ابی اور منافقین نے رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کی ناکامیابی پر خوشیاں منائیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مشرکین آج کی طرح ہم پر کامیابی حاصل نہ کر سکیں گے۔ یہاں تک کہ ہم رکن (حجر اسود) کو بوسہ دیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا سوگ:

انصار اپنے مقتولین پر روئے رسول اللہ ﷺ نے سنا تو فرمایا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ پر رونے والا کوئی نہیں' انصار کی عورتیں رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر آئیں اور حمزہ رضی اللہ عنہ پر روئیں رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا کی اور واپس جانے کا حکم دیا۔ آج تک وہ عورتیں جب انصار میں سے کوئی مرتا ہے۔ تو پہلے حمزہ رضی اللہ عنہ پر روتی ہیں پھر میت پر۔

شعبی سے مروی ہے کہ احد کے دن رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے ساتھ مکر کیا (یعنی خفیہ تدبیر کی) اور یہ پہلا دن تھا کہ مکر کیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ کے زخم:

انس بن مالک سے مروی ہے کہ احد کے دن نبی ﷺ کے دانت (جو کچلی اور سامنے کے دانتوں کے درمیان تھے) اور آپ کی پیشانی زخمی ہو گئی چہرہ پر خون بہا (صلوات اللہ علیہ رضوانہ رحمۃ وبرکاتہ)۔

آپ نے فرمایا وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے نبی کے ساتھ یہ کیا حالانکہ وہ انہیں کے پروردگار کی طرف بلاتا تھا۔ اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿لیس لك من الامر شئ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظالمون﴾ (یعنی آپ کو اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں خدا کو اختیار ہے۔ انہیں معاف کرے یا ان پر عذاب کرے۔ کیونکہ یہ لوگ ظالم ہیں)۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی شہادت:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب یوم احد ہوا تو مشرکین کو شکست ہوئی ابلیس نے پکار کر کہا' اے اللہ کے بندو اپنی دوسری جماعت کو دیکھو پہلی جماعت لوٹی' وہ اور ان کی دوسری جماعت باہم شمشیر زنی کرنے لگی' حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اتفاقاً ان کے باپ نعمان ہیں (جنہیں تلوار ماری جا رہی ہے) تو کہا اے اللہ کے بندو' یہ تو میرے باپ ہیں' میرے باپ ہیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں خدا کی قسم وہ لوگ نہ باز آئے تا آنکہ انہیں قتل کر دیا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تمہاری مغفرت کرے۔

عروہ نے کہا کہ خدا کی قسم ان کی بقیہ خیر حذیفہ میں رہی یہاں تک کہ وہ بھی اللہ سے جا ملے۔

نوجوان صحابہ رضی اللہ عنہم کا جوش وخروش:

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے خواب دیکھا کہ ایک محفوظ زرہ میں ہوں اور میں نے ذبح کی ہوئی گائے دیکھی تعبیر لی کہ زرہ سے مراد مدینہ اور گائے سے مراد جماعت ہے۔ اگر تم چاہو تو ہم مدینے میں مقیم رہیں جب وہ لوگ حملہ آور ہوں تو ان سے جنگ کریں۔

انہوں نے کہا' واللہ جاہلیت میں کوئی ہمارے شہر میں داخل نہ ہوا تو اسلام میں کون ہمارے پاس گھسے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری مرضی' وہ چلے گئے رسول اللہ ﷺ نے زرہ پہن لی تو انہوں نے کہا' کہ ہم نے یہ کیا کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی رائے کو رد کر دیا۔ آئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کی مرضی' فرمایا کسی نبی کو جائز نہیں کہ جب وہ زرہ پہن لے تو اسے قتال سے پہلے

اتار دے۔

زہری سے مروی ہے کہ شیطان نے احد کے دن پکار کر کہا کہ محمد (ﷺ) قتل کر دیئے گئے۔

کعب بن مالک نے کہا کہ میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے نبی ﷺ وسلم کو پہچانا۔ میں نے خود کے نیچے آپ کی دونوں آنکھوں کو پہچانا تو بلند آواز سے پکارا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں آپ نے میری طرف اشارہ کیا کہ خاموش رہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم الآیہ ﴾

''محمد ﷺ بھی اللہ کے رسول ہی ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر گئے۔ کیا یہ مرجائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم اپنے پیچھے پلٹ جاؤ گے؟''۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ابی بن خلف الجمحی بدر کے دن گرفتار ہوا' اس نے رسول اللہ ﷺ کو فدیہ دیا اور کہا کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے جسے میں روزانہ ایک فرق (۸ سیر) جوار کھلاتا ہوں۔ شاید آپ کو اسی پر سوار ہو کے قتل کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں' ان شاءاللہ اس پر تجھے کروں گا۔

جب احد کا دن ہوا تو ابی بن خلف اسی گھوڑے کو ایڑ مارتا ہوا سامنے آیا۔ رسول اللہ ﷺ کے قریب گیا چند مسلمانوں نے اسے روکا کہ قتل کر دیں مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مہلت دو مہلت دو۔

رسول اللہ ﷺ ایک نیزہ لے کر کھڑے ہوئے جو آپ کے ہاتھ میں تھا۔ اس سے آپ نے ابی بن خلف کو مارا جس سے ایک پسلی ٹوٹ گئی وہ مجروح ہو کے اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا۔ اسے ان لوگوں نے اٹھا لیا اور واپس لے گئے' کہنے لگے کہ تیرے لیے کوئی خوف نہیں ہے' مگر ابی نے ان سے کہا کہ کیا انہوں نے مجھ سے نہیں فرمایا تھا کہ ان شاءاللہ میں تجھے قتل کردوں گا۔ اس کے ساتھی اسے لے گئے تھوڑی دور جا کر مر گیا' اسے ان لوگوں نے دفن کر دیا۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اسی کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی ﴾

''جس وقت مارا آپ نے نہیں مارا' لیکن اللہ نے مارا''۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جاں نثاری:

سفیان بن عیینہ سے مروی ہے۔ کہ احد کے دن تقریباً تیس آدمیوں پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مصیبت آئی ان میں سے ہر ایک آتا تھا۔ اور آپ کے سامنے دوزانو بیٹھ جاتا تھا (یا سفیان نے کہا کہ آپ کے سامنے آجاتا تھا) پھر کہتا تھا کہ میرا چہرہ آپ کے چہرے کی وقایہ ہے (یعنی اس کے بدلے حاضر ہے) اور میری جان آپ کی جان پر قربان ہے۔ آپ پر اللہ کا ایسا سلام ہو

تیر انداز دستے کو ہدایات:

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب احد کا دن ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازوں پر جو پچاس تھے عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو سردار بنا کے ایک مقام پر مقرر کر دیا۔ اور فرمایا کہ اگر تم ہمیں اس حالت میں دیکھو کہ پرندے نوچ رہے ہیں تب بھی اپنے مقام سے نہ ٹلو تاوقتیکہ تمہارے پاس قاصد نہ بھیجا جائے۔ اور اگر تم یہ دیکھو کہ ہم نے اس قوم کو بھگا دیا' ہم ان پر غالب آ گئے اور ہم نے انہیں روند ڈالا تب بھی اپنی جگہ سے نہ ٹلو جب تک کہ تمہارے پاس قاصد نہ بھیجا جائے۔

براء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کو شکست دی' میں نے خدا کی قسم عورتوں کو دیکھا کہ پہاڑ پر اس طرح بھاگ رہی تھیں کہ ان کی پنڈلیاں اور پازیبیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ اپنے کپڑے اٹھائے ہوئے تھیں عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے کہا کہ غنیمت' اے قوم غنیمت' تمہارے ساتھی غالب آ گئے تم کس کا انتظار کرتے ہو' عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تم بھول گئے' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے فرمایا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو بخدا ان لوگوں کے پاس جائیں گے اور غنیمت حاصل کریں گے۔

براء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب وہ ان کے پاس پہنچے تو ان کے چہرے پھیر دیئے گئے وہ ہزیمت اٹھا کے آ گئے اس آیت کے یہی معنی ہیں: ﴿اذ يدعوهم الرسول في اخراهم﴾ (جبکہ رسول انہیں ان کی دوسری جماعت میں بلا رہے تھے) چنانچہ سوائے بارہ آدمی کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کوئی نہ رہا ان (مشرکین) کو ہمارے ستر آدمی ملے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو بدر کے دن ایک سو چالیس مشرکین ملے تھے۔ جن میں ستر اسیر تھے اور ستر مقتول۔

ابو سفیان کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نعرۂ حق:

ابو سفیان سامنے آیا۔ اور اس نے تین مرتبہ کہا کہ آیا اس جماعت میں محمدؐ ہیں؟ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جواب دینے سے منع فرمایا' اس نے کہا کہ آیا اس جماعت میں ابن ابی قحافہ ہیں' کیا اس جماعت میں ابن ابی قحافہ ہیں' کیا اس جماعت میں ابن قحافہ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) ہیں کیا اس جماعت میں (فاروق اعظم) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں' کیا اس جماعت میں ابن الخطاب ہیں' کیا اس جماعت میں ابن الخطاب ہیں؟۔

ابو سفیان اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ یہ لوگ تو قتل کر دیئے گئے اور تم ان کے لیے کافی ہو گئے' عمر (فاروق) رضی اللہ عنہ کو اپنے نفس پر قابو نہ رہا' انہوں نے کہا بخدا اے اللہ کے دشمن تو جھوٹا ہے۔ وہ لوگ جن کو تو نے شمار کیا سب کے سب زندہ ہیں اور وہ چیز تیرے لیے باقی ہے۔ جو تیرے ساتھ برائی کرے گی۔

ابو سفیان نے کہا کہ یہ دن بدر کے دن کا بدلہ ہے' جنگ تو کبھی موافق ہوتی ہے' کبھی مخالف تم لوگ اس جماعت میں مثلہ (ناک کان کاٹنا) پاؤ گے جس کا میں نے حکم نہیں دیا اور نہ مجھے وہ برا معلوم ہوا' وہ رجز برانگیختہ کرنے والے اشعار پڑھنے لگا اور کہنے لگا: "اعل هبل اعل هبل" (ہبل (بت کا نام ہے) بلند رہ۔ ہبل بلند رہ)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ اسے جواب نہیں دیتے؟ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے کیا جواب دیں' فرمایا کہو

اللہ اعلیٰ واجل (یعنی اللہ بزرگ و برتر ہے) ابوسفیان نے کہا کہ العزیٰ (بت کا نام ہے) ہمارے ہی لیے ہے تمہارے لیے کوئی عزیٰ نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم لوگ اسے جواب نہیں دیتے۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا جواب دیں؟ فرمایا کہو: **اللہ مولانا ولا مولٰی لکم** (اللہ ہمارا مولا ہے اور تمہارا کوئی مولا نہیں ہے)۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اعزاز:

سہل بن سعد سے مروی ہے کہ احد کے دن رسول اللہ ﷺ کا ایک دانت ٹوٹ گیا۔ چہرہ مبارک زخمی ہو گیا۔ خود سر پر ٹوٹ گیا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کا زخم دھو رہی تھیں اور علی رضی اللہ عنہ اس پر ڈھال سے پانی ڈالتے تھے‘ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ دیکھا کہ پانی سے سوائے خون کی زیادتی کے اور کچھ نہیں ہوتا تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک ٹکڑا بوریہ کا لیا‘ اسے جلایا اور لگا دیا۔ جس سے خون رُک گیا۔

مشرکین کی مدد لینے سے انکار:

ابوحمید الساعدی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ احد کے دن برآمد ہوئے ثنیۃ الوداع سے آگے بڑھ گئے تو ایک بہت سے ہتھیار والے لشکر کو دیکھا فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ عبداللہ بن ابی بن سلول ہے‘ اہل قینقاع کے چھ سو یہودی ہمراہ ہیں جو اس کے دوست و معاہد ہیں اور وہ لوگ عبداللہ بن سلام کے قبیلے کے ہیں‘ استفسار فرمایا: اسلام لا چکے ہیں‘ لوگوں نے کہا نہیں یا رسول اللہ ﷺ فرمایا ان سے کہو واپس جائیں کیونکہ ہم مشرکین کے خلاف مشرکین سے مدد نہیں لیں گے۔ ابو مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شہدائے احد کی نماز جنازہ پڑھی۔

غزوۂ حمراء الاسد:

غزوۂ حمراء الاسد ہجرت کے بتیسویں مہینے ۸ رشوال یکشنبہ کو ہوا‘ رسول اللہ ﷺ احد سے شنبے کی شام کو واپس ہوئے تو اس شب کو آپ ﷺ کے دروازہ پر چند معزز انصار نے پاسبانی کی۔ مسلمان رات کو اپنے زخموں کا علاج کرتے رہے۔

یکشنبے کو رسول اللہ ﷺ نے نماز صبح پڑھی اور بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا ندا دیں کہ رسول اللہ ﷺ تم کو دشمن کی تلاش کا حکم دیتے ہیں ہمارے ہمراہ سوائے اس کے جو جنگ میں حاضر تھا کوئی نہ نکلے۔

جابر بن عبداللہ نے عرض کیا کہ احد کے دن میرے باپ نے مجھے میری بہنوں کی نگران کے لیے چھوڑ دیا تھا اس لیے میں جنگ میں حاضر نہ ہوا‘ اجازت دیجئے کہ میں آپ ﷺ کے ہمراہ چلوں انہیں رسول اللہ ﷺ نے اجازت دے دی۔ سوائے ان کے آپ کے ہمراہ کوئی ایسا شخص نہیں روانہ ہوا‘ جو جنگ میں موجود نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا جھنڈا طلب فرمایا جو بندھا ہوا تھا۔ کھلا نہ تھا۔

آپ ﷺ نے اسے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دیا‘ اور کہا جاتا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو۔

آپ اس حالت میں روانہ ہوئے کہ چہرہ مبارک مجروح تھا اور پیشانی مبارک زخمی تھی دندان مبارک ٹوٹا ہوا تھا۔ اور

نیچے کا ہونٹ اندر کی جانب سے مجروح تھا داہنا شانہ ابن قمیہ کی تلوار کی ضرب سے ست تھا۔ اور دونوں گھٹنے چھلے ہوئے تھے العوالی کے باشندے بھی جب انہیں آواز آئی جمع ہو کر شریک ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور لوگ آپ کے ہمراہ روانہ ہوئے آپ نے قبیلۂ اسلم کے تین آدمیوں کو اس قوم کے نشان قدم پر بنا کے بھیجا ان میں سے دو آدمی اس قوم سے یعنی کفار سے‘ حمراء الاسد میں ملے جو وادی العقیق کے راستے ... حلیفہ کی بائیں جانب مدینے سے دس میل کے فاصلے پر ہے جبکہ وادی کا راستہ اختیار کیا جائے۔

اس کے لیے بہت مسافت تھی لوگ پلٹنے کا مشورہ کر رہے تھے صفوان بن امیہ انہیں اس سے منع کر رہا تھا‘ اتنے میں یہ دونوں آدمی نظر میں پڑ گئے۔ کفار ان کی طرف متوجہ ہوئے‘ ان پر غالب آ گئے (قتل کر دیا) اور روانہ ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ بھی مع اپنے اصحاب کے روانہ ہوئے حمراء الاسد میں پڑاؤ کیا۔ آپ نے ان دونوں آدمیوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا وہ دونوں باہم قرابت دار بھی تھے۔

ان راتوں میں مسلمانوں نے پانچ سو جگہ آگ روشن کی تھی جو دور دور سے نظر آتی تھی لشکر کی آواز اور آگ کی روشنی ہر طرف گئی اللہ تعالیٰ نے دشمن کو اس سے دفع کیا۔

رسول اللہ ﷺ مدینے واپس ہوئے اور جمعے کو داخل ہوئے آپ پانچ شب باہر رہے‘ مدینے پر عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا تھا۔

سریۂ ابی سلمہ بن عبدالاسد المخزومی رضی اللہ عنہ:

قطن کی جانب ابوسلمہ بن عبدالاسد المخزومی کا سریہ ہوا۔ قطن ایک پہاڑ نواح فید میں ہے‘ وہاں بنی اسد بن خذیمہ کا چشمہ آب تھا۔ محرم کے چاند پر رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے پینتیسویں مہینے یہ سریہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کو خبر پہنچی کہ طلیحہ وسلمہ فرزندان خویلد مع اپنے پیروؤں کے اپنی قوم میں جا کر رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کی دعوت دیتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ابوسلمہ کو بلایا ان کے لیے جھنڈا مقرر کیا اور ہمراہ مہاجرین وانصار میں سے ایک سو پچاس آدمی روانہ ہو گئے۔ ان سے فرمایا جاؤ یہاں تک کہ علاقہ بنی اسد میں پہنچو قبل اس کے کہ ان کی جماعتیں تمہارا مقابلہ کریں تم ان پر حملہ کر دو۔

وہ روانہ ہوئے اور اپنی رفتار تیز کر دی۔ معمولی راستے کو ترک کر دیا۔ الاخبار سے گزر کر قطن کے قریب پہنچ گئے۔ میدان پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا تین غلام چرواہوں کو گرفتار کیا باقی بچ گئے۔

وہ اپنی جماعت کے پاس آئے انہیں خبر کی سب لوگ اطراف میں منتشر ہو گئے ابوسلمہ نے اونٹ اور بکریوں کی تلاش میں اپنے ساتھیوں کو تین جماعتوں پر تقسیم کر دیا وہ صحیح وسالم واپس ہوئے اونٹ اور بکریاں ساتھ لائے کوئی شخص نہیں ملا جو مزاحم ہوتا‘ ابوسلمہ ان سب کو مدینہ لے آئے۔

سریۂ عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ:

عرنہ میں سفیان بن خالد بن نبیح الہذلی کی جانب عبداللہ بن انیس کا سریہ ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے

پینتیسویں ماہ ۵ رمحرم یوم دوشنبہ کو مدینے روانہ ہوئے رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ سفیان بن خالد الہذ لی واللحیانی نے جو عرنہ اور اس کے قرب و جوار میں اترا کرتا تھا۔ اپنی قوم وغیرہ کے لوگوں کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے لیے کچھ گروہ جمع کیے ہیں رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ اسے قتل کر دیں۔

انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کا کچھ حال مجھ سے بیان فرما دیجئے آپ نے فرمایا کہ جب تم اسے دیکھو گے تو اس سے ڈر جاؤ گے اس سے پریشان ہو جاؤ گے۔ اور تمہیں شیطان یاد آ جائے گا۔ عبداللہ نے کہا کہ میں آدمیوں سے نہیں ڈرتا' رسول اللہ ﷺ سے بات بنانے کی اجازت چاہی جو مل گئی۔

میں نے اپنی تلوار لی اور اپنے کو بنی خزاعہ کی طرف منسوب کرتا ہوا نکلا' جب بطن عرنہ پہنچا تو اس سے اس حالت میں ملا کہ وہ جا رہا تھا' اس کے پیچھے مختلف قبائل کے لوگ تھے۔ جو اس کے پاس جمع ہو گئے تھے' رسول اللہ ﷺ نے جو حلیہ بیان فرمایا تھا اس سے میں نے پہچانا۔ اور ڈر گیا۔ خوف ایسا طاری ہوا کہ پسینے پسینے ہو گیا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ اور اس کے رسول سچے ہیں۔ اس نے مجھے دریافت کیا تو میں نے کہا کہ خزاعہ کا ایک آدمی ہوں۔ محمد (ﷺ) کے لیے تیرے گروہ کو سن کر یہاں آیا کہ میں بھی تیرے ساتھ ہو جاؤں۔ اس نے کہا بے شک میں ان کے مقابلہ کی تیاری کر رہا ہوں۔

میں اس کے ساتھ باتیں کرتا چلا اس کو میری بات شیریں معلوم ہوئی باتیں کرتے کرتے اس کے خیمے تک پہنچ گئے۔ اس کے ساتھی جدا ہو گئے' لوگ منقطع ہو گئے اور سو گئے تو میں نے اسے دھوکا دے کر قتل کر دیا اور اس کا سر لے لیا۔

میں پہاڑ کے غار میں داخل ہو گیا اور مکڑی نے مجھ پر جالا لگا دیا۔ بہت تلاش کیا۔ مگر انہیں کچھ نہ ملا۔ اور واپس ہونے کے لیے پلٹے۔ میں نکلا' رات بھر چلتا تھا اور دن کو پوشیدہ رہتا تھا۔ یہاں تک کہ مدینے آ گیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں پایا' جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا تمہارا چہرہ فلاح پائے۔ میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ آپ کا چہرہ بھی فلاح پائے میں نے اس کا سر آپ کے سامنے رکھ دیا اور واقعے سے آپ کو آگاہ کیا۔ اٹھارہ روز باہر رہے اور ۲۳ محرم یوم شنبہ کو آئے۔

آپ نے مجھے ایک عصا عطا فرمایا کہ اسے پکڑ کے جنت میں چلے جاؤ وہ عصا ان کے پاس رہا۔ جب وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ عصا کفن میں رکھ دیں' انہوں نے یہی کیا۔

سریہ المنذر بن عمرو:

رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے چھتیسویں مہینے صفر میں بیر معونہ کی طرف المنذر بن عمرو الساعدی کا سریہ ہوا۔

عامر بن جعفر ابو براو ملاعب الاسنۃ الکلابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ اور آپ کو ہدیہ دیا' مگر آپ نے قبول نہیں فرمایا۔ آپ نے اس پر اسلام پیش کیا مگر اس نے اسلام قبول نہیں کیا اور دور بھی نہیں ہوا۔

عامر نے درخواست کی کہ اگر آپ اصحاب میں سے چند آدمی میرے ہمراہ میری قوم کے پاس بھیج دیں۔ تو امید ہے کہ وہ آپ کی دعوت قبول کر لیں گے اور آپ کے حکم کا اتباع کریں گے' آپ نے فرمایا کہ مجھے اہل نجد کا خوف ہے۔ اس نے کہا میں تو ان کے ہمراہ ہوں' پھر کیسے کوئی ان کے سامنے آئے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے انصار میں سے ستر نوجوانوں کو جو قاری کہلاتے تھے اس کے ہمراہ کر دیا اس پر المنذر بن عمرو الساعدی کو امیر بنایا یہ لوگ بیر معونہ پر اترے جو بنی سلیم کا گھاٹ تھا۔ اور بنی عامر بنی سلیم کی زمین کے درمیان تھا' یہ دونوں بستیاں اسی کی شمار ہوتی تھیں اور وہ المعدن کے نواح میں تھا۔ وہ لوگ وہیں اترے پڑاؤ کیا اور اپنے اونٹ چھوڑ دیئے۔

بئر معونہ پر ۷۰ صحابہ رضی اللہ عنہم کی مظلومانہ شہادت:

انہوں نے پہلے حرام بن ملحان کو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے ساتھ عامر بن الطفیل کے پاس بھیجا اس نے حرام پر حملہ کر کے شہید کر دیا۔ مسلمانوں کے خلاف اس نے بنی عامر کو بلایا مگر انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ ابو براء کے ساتھیوں (مہمانوں) کے ساتھ دغا نہیں کی جائے گی۔

اس نے ان کے ساتھ قبائل سلیم میں سے عصیہ اور ذکوان اور رعل کو پکارا وہ لوگ اس کے ہمراہ روانہ ہو گئے اور اسے اپنا رئیس بنالیا' حرام کے آنے میں دیر ہوئی تو مسلمان ان کے نشان قدم پر روانہ ہوئے' کچھ دور جا کر انہیں وہ جماعت ملی۔ انہوں نے مسلمانوں کا احاطہ کر لیا دشمن تعداد میں زیادہ تھے۔ جنگ ہوئی رسول اللہ ﷺ کے اصحاب شہید کر دیئے گئے۔

مسلمانوں میں سلیم بن ملحان اور الحکم بن کیسان تھے' جب انہیں گھیر لیا گیا تو انہوں کہا' اے اللہ ہمیں سوائے تیرے کوئی ایسا نہیں ملتا جو ہمارا اسلام تیرے رسول کو پہنچا دے لہٰذا تو ہی ہمارا اسلام پہنچا۔ آپ کو (ﷺ) جبریل علیہ السلام نے اس کی خبر دی تو فرمایا و علیہم السلام۔

منذر بن عمرو سے ان لوگوں نے کہا کہ اگر تم چاہو تو ہم تمہیں امن دے دیں مگر انہوں نے انکار کیا کہ وہ حرام کے قتل گاہ پر آئے ان لوگوں سے جنگ کی یہاں تک کہ شہید کر دیئے گئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ بڑھ گئے تاکہ مر جائیں' یعنی موت کے آگے چلے گئے حالانکہ وہ اسے جانتے تھے۔

عمرو بن امیہ الضمری کی رہائی:

مسلمانوں میں عمرو بن امیہ الضمری تھے۔ سوائے ان کے سب شہید کر دیئے گئے۔ عامر بن طفیل نے کہا کہ میری ماں کے ذمہ ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ لہٰذا تم ابں کی طرف سے آزاد ہو اور ان کی پیشانی کو کاٹ دیا۔ عمرو بن امیہ نے عامر بن فہیرہ کو مقتولین میں نہ پایا تو عامر بن طفیل سے دریافت کیا' اس نے کہا کہ انہیں بنی کلاب کے ایک شخص نے جس کا نام جبار بن سلمٰی ہے قتل کر دیا۔ جب اس نے انہیں نیزہ مارا تو انہوں نے کہا واللہ میں کامیاب ہو گیا۔ وہ آسمان کی طرف بلندی میں اٹھا لیے گئے۔

جبار بن سلمٰی نے جو عامر بن فہیرہ کا قتل اور ان کا اٹھایا جانا دیکھا تو وہ اسلام لے آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ملائکہ نے ان کے جثے کو چھپا دیا۔ اور وہ علیین میں اتار دیئے گئے۔

رسول اللہ ﷺ کو شہدائے بیر معونہ کی اطلاع:

رسول اللہ ﷺ کے پاس بیر معونہ والوں کی خبر آئی اسی شب خبیب بن عدی اور مرثد بن عدی بن ابی مرثد کی مصیبت کی بھی خبر آپ کے پاس آئی آپ نے محمد بن مسلمہ کو بھیجا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ابو براء کا کام ہے میں اسی لیے ناپسند

کرتا تھا۔

قاتلین کے لیے بددعا:

رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز میں رکوع کے بعد ان (مسلمان) کے قاتلین کے لیے بددعا فرمائی: **اللّٰهم اشدد وطاءتك على مضر** (اے اللہ مضر پر اپنی گرفت مضبوط کردے) **اللّٰهم سنين كسني يوسف** (اے اللہ یوسف کے قحط کی طرح ان پر قحط نازل فرما) **اللّٰهم عليك ببني لحيان و عضل والقارة وزغب ورعل و ذكوان وعصية** (اے اللہ بنی لحیان وعضل وقارہ وزغب ورعل وعصیہ کی گرفت کر) **فانهم عصوا اللّٰه ورسوله** (کیونکہ انہوں نے اللہ اوراس کے رسول کی نافرمانی کی ہے)۔

رسول اللہ ﷺ نے کسی اور پر اتنا رنج محسوس نہیں فرمایا جتنا مقتولین بیر معونہ پر ان کے بارے میں اللہ نے قرآن میں نازل فرمایا جو بعد کو منسوخ ہو گیا: **بلغوا قومنا عنا انا لقينا ربنا فرضي عنا ورضينا عنه** (ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم اپنے پروردگار سے ملے وہ ہم سے خوش ہوا اور ہم اس سے خوش ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ بنی عامر کو ہدایت دے اور عامر بن طفیل سے میرے نقض عہد کا بدلہ لے عمرو بن امیہ چار روز پیادہ چل کر آئے۔ وہ جب صدور قنادہ میں تھے۔ تو انہیں بنی کلاب کے دو شخص ملے جنہیں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے امن تھا مگر یہ جانتے نہ تھے۔ اس لیے انہوں نے ان دونوں کو قتل کر دیا۔ عمرو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ کو اصحاب بیر معونہ کے قتل کی خبر دی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ان میں سے تم پلٹ آئے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دونوں عامریوں کے قتل کی خبر دی۔ تو آپ نے فرمایا تم نے بہت برا کیا۔ ان دونوں کو تو میری طرف سے امن و پناہ تھی میں دونوں کا خوں بہا ضرور ادا کروں گا۔ آپؐ نے ان دونوں کا خوں بہا ان دونوں کی قوم میں بھیج دیا۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ رعل و ذکوان وعصیہ و بنی لحیان رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے اپنی قوم کے خلاف مدد چاہی آپ نے ستر انصار سے ان کی مدد فرمائی یہ لوگ قاری کہلاتے تھے دن بھر لکڑیاں چنتے اور رات بھر نماز پڑھتے تھے۔ جب وہ بیر معونہ پہنچے تو ان کے ساتھ بدعہدی کی اور انہیں قتل کر ڈالا یہ خبر نبی ﷺ کو پہنچی تو آپ نے ایک مہینے تک صبح کی نماز میں رعل و ذکوان وعصیہ و بنی لحیان پر بددعا کی۔

ہم نے ایک زمانے تک ان کے بارے میں قرآن کی یہ آیت پڑھی پھر وہ یا تو اٹھالی گئی یا بھلا دی گئی۔ **بلغوا عنا قومنا انا لقينا ربنا فرضي عنا و رضينا عنه.**

شہدائے بیر معونہ کی عظمت وفضیلت:

مکحول سے مروی ہے کہ میں نے انس بن مالک سے قاری ابو حمزہ کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا افسوس ہے۔ وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قتل کر دیئے گئے وہ ایسا گروہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے شیریں پانی لاتا تھا۔ لکڑیاں چنتا تھا۔ جب رات ہوتی تو السواری کی طرف نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے۔

کعب بن مالک اور چند اہل علم سے مروی ہے۔ کہ منذر بن عمرو الساعدی بیر معونہ کے دن شہید ہوئے' وہ ایسے شخص تھے جن کو کہا جاتا ہے کہ موت کے لیے آگے بڑھ گئے' عامر بن طفیل نے ان کے لیے بنی سلیم سے مدد چاہی تھی' وہ اس کے ہمراہ گئے اور انہیں قتل کر دیا۔ سوائے عمرو بن امیہ الضمری کے جنہیں عامر بن طفیل نے گرفتار کر لیا تھا۔ مگر پھر چھوڑ دیا۔

جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا' کہ تم ان میں سے پلٹ آئے اسی گروہ میں عامر بن فہیرہ بھی تھے۔ ابن شہاب نے کہا کہ عروہ بن زبیر کا گمان یہ ہے کہ وہ اسی روز قتل کر دیئے گئے مگر جس وقت وہ سب لوگ دفن کیے گئے تو ان کا جسم نہیں ملا۔ عروہ نے کہا کہ لوگوں کا گمان یہ تھا کہ ملائکہ ہی نے انہیں دفن کیا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو لوگ بیر معونہ میں شہید ہوئے ان کے بارے میں قرآن نازل ہوا جو بعد کو منسوخ ہو گیا: **بلغوا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی عنا و رضینا عنه** اور رسول اللہ ﷺ ان لوگوں پر جنہوں نے انہیں قتل کیا تیس دن صبح کو بددعا کی وہ رعل و ذکوان و عصیہ تھے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔

عاصم سے مروی ہے کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ میں نے کسی پر رسول اللہ ﷺ کو اتنا رنجیدہ ہوتے نہیں دیکھا جتنا کہ اصحاب بیر معونہ پر۔

سریۂ مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ:

شروع صفر میں رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے چھتیسویں مہینے رجیع کی جانب مرثد بن ابی الغنوی کا سریہ ہے۔

اسید بن علاء بن جاریہ سے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہم نشینوں میں تھے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک قوم عضل و قارہ سے آئی جو الہون بن خزیمہ کی طرف منسوب تھے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں بھی اسلام ہے۔ لہٰذا ہمارے ہمراہ اپنے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو بھیج دیجئے جو ہمیں سمجھائیں' قرآن پڑھائیں اور شریعت اسلامی سکھائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ہمراہ دس آدمی روانہ کیے (۱) عاصم بن ثابت بن ابی الافلح (۲) مرثد بن ابی مرثد (۳) عبداللہ بن طارق (۴) خبیب بن عدی (۵) زید بن دثنہ (۶) خالد بن ابی البکیر (۷) معتب بن عبید جو عبداللہ بن طارق کے اخیافی بھائی تھے' دونوں قبیلہ بلی سے تھے۔ جو بنی ظفر کے حلیف تھے۔

ان پر آپ نے عاصم بن ثابت کو اور بعض نے کہا کہ مرثد بن ابی مرثد کو امیر بنایا' وہ روانہ ہوئے۔ جب رجیع پہنچے جو الہدہ سے نکلنے پر ہذیل کا گھاٹ ہے (الہدہ وہاں (یعنی رجیع) سے سات میل ہے اور عسفان سے بھی سات میل ہے) تو انہوں نے اس جماعت کے ساتھ بدعہدی کی' ان کے خلاف پکار کر ہذیل کو بلایا۔ بنو لحیان ان کی طرف نکلے مگر اس جماعت کو سوائے ان لوگوں کے کسی کا خوف نہ ہوا' جن کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ اور انہیں گھیر لیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے بھی اپنی تلواریں لے لیں اور ان سے کہا کہ ہم لوگ بخدا تم سے لڑنا نہیں چاہتے ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ اہل مکہ سے تمہارے ذریعہ عوض لیں' تمہارے لیے تو عہد و میثاق ہے کہ ہم تم کو قتل نہ کریں گے۔

لیکن عاصم بن ثابت' مرثد بن ابی مرثد' خالد بن ابی البکیر اور معتب بن ابی البکیر نے کہا کہ واللہ ہم کسی مشرک کا عہد و

عقد (معاملہ) کبھی قبول نہ کریں گے ان لوگوں نے ان سے جنگ کی یہاں تک کہ قتل کر دیئے گئے مگر زید بن دثنہ اور خبیب بن عدی اور عبداللہ بن طارق گرفتار کر لیے گئے انہوں نے اپنے آپ کو ان لوگوں کے حوالے کر دیا۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے سر کی قدرتی حفاظت:

انہوں نے چاہا کہ عاصم کا سر سلافہ بنت سعد بن شہید کے ہاتھ فروخت کریں جس نے نذر مانی تھی کہ عاصم کے کاسئہ سر میں شراب پیئے گی۔ عاصم نے اس کے دو بیٹوں مسافع وجلاس کو احد کے دن قتل کیا تھا' مگر بھڑوں (زنبور) نے ان کی حفاظت کی تو انہوں کہا کہ ان کو اتنی مہلت دو کہ شام ہو جائے کیونکہ اگر شام ہو جائے گی تو وہ بھڑیں۔ ان کے پاس سے چلی جائیں گی۔

حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ کی شہادت:

اللہ تعالیٰ نے وادی میں سیلاب بھیج دیا جو انہیں اٹھا لے گیا وہ ان تین آدمیوں کو لے کر روانہ ہو گئے جب مرالظہر ان پہنچے تو عبداللہ بن طارق نے اپنا ہاتھ رسی سے چھڑا لیا اور اپنی تلوار لے لی قوم ان کے پیچھے رہ گئی تھی۔ ان لوگوں نے پتھر مار کر انہیں قتل کر دیا۔ ان کی قبر مرالظہر ان میں ہے۔

حضرت خبیب اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کی مظلومانہ شہادت:

خبیب اور زید کو مکے لائے زید کو صفوان بن امیہ نے خرید لیا کہ اپنے باپ کے عوض قتل کرے' خبیب بن عدی کو حجیر بن ابی اہاب نے اپنے بھانجے عقبہ بن الحارث بن عامر بن نوفل کے لیے خریدا کہ وہ انہیں اپنے باپ کے بدلے قتل کرے۔ ان لوگوں نے دونوں کو قید رکھا' اشہر حرام (وہ مہینے جن میں لوگ قتل وخونریزی کو حرام سمجھتے تھے) نکل گئے تو دونوں کو تنعیم لے گئے اور وہاں قتل کر دیا۔ دونوں نے قبل اس کے کہ انہیں قتل کیا جائے دو دو رکعت نماز پڑھی' خبیب پہلے شخص ہیں جنہوں نے قتل کے وقت دو رکعتیں مسنون کیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدنا زید رضی اللہ عنہ کی محبت کا مظاہرہ:

عمرو بن عثمان بن عبداللہ بن موہب سے مروی ہے کہ موہب نے جو حارث بن عامر کے آزاد کردہ غلام تھے بیان کیا کہ ان لوگوں نے خبیب کو میرے پاس کر دیا تھا۔ مجھ سے خبیب نے کہا کہ اے موہب میں تجھ سے تین باتیں چاہتا ہوں:

۱: مجھے آب شیریں پلایا کر۔

۲: مجھے اس سے بچا جو بتوں کے نام پر ذبح کیا جائے۔

۳: جب وہ لوگ میرے قتل کا ارادہ کریں تو مجھے آگاہ کر دے۔

عاصم بن عمرو بن قتادہ سے مروی ہے کہ قریش کا ایک گروہ جن میں ابوسفیان بھی تھا زید کے قتل میں حاضر ہوا۔ ان میں سے کسی نے کہا: اے زید! تمہیں خدا کی قسم کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم اس وقت اپنے عزیزوں میں ہوتے اور تمہارے بجائے محمدؐ ہمارے پاس ہوتے کہ ہم ان کی گردن مارتے انہوں نے کہا: نہیں۔ خدا کی قسم میں یہ نہیں چاہتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بجائے میرے کوئی کانٹا بھی چبھویا جائے جو انہیں ایذا دے اور میں اپنے عزیزوں میں بیٹھا رہوں۔

راوی نے کہا کہ ابوسفیان کہتا تھا' واللہ میں نے کبھی کسی قوم کو اپنے ساتھی سے اس قدر زیادہ محبت کرتے نہیں دیکھا جس قدر محمدؐ کے ساتھ ان کے اصحاب کو ہے۔

غزوۂ بنی النضیر:

ماہ ربیع الاوّل ۴ھ میں ہجرت کے سینتیسویں مہینے غزوہ بنی النضیر ہوا۔ بنی النضیر کے مکانات الغرس اور اس کے متصل تھے جو آج بنی خطمہ کا قبرستان ہے' وہ بنی عامر کے حلفاء تھے۔

رسول اللہ ﷺ شنبے کو روانہ ہوئے۔ مسجد قباء میں نماز پڑھی۔ ہمراہ مہاجرین وانصار کی ایک جماعت تھی' آپ بنی النضیر کے پاس تشریف لائے ان سے اس بارے میں گفتگو فرمائی کہ وہ لوگ ان دونوں کلابیوں کی دیت کے معاملہ میں آپ کی مدد کریں جنہیں عمرو بن امیہ ضمری نے قتل کر دیا تھا۔ انہوں نے کہا اے ابوالقاسمؐ آپؐ جو چاہتے ہیں ہم کریں گے۔ مگر ان میں بعض نے بعض سے تنہائی میں باتیں کیں اور آپ سے بدعہدی کا قصد کر لیا۔

عمرو بن حجاش بن کعب بن بسیل النضری نے کہا کہ میں مکان پر چڑھ جاؤں گا اور آپ پر ایک پتھر ڈھلکا دوں گا۔ سلام بن مشکم نے کہا کہ ایسا نہ کرو واللہ تم نے جو ارادہ کیا اس کی انہیں خبر دی جائے گی اور یہ اس عہد کے بھی خلاف ہے۔ جو ہمارے اور ان کے درمیان ہو چکا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس ان کے قصد کی خبر آئی۔ آپؐ اس تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے گویا کسی حاجت کا قصد فرماتے ہیں اور مدینے روانہ ہو گئے اصحاب بھی آپ سے آ ملے۔ انہوں نے عرض کیا آپ اس طرح کھڑے ہو گئے کہ ہمیں خبر بھی نہ ہوئی۔ فرمایا یہود نے بدعہدی کا ارادہ کیا ہے۔ اللہ نے اس کی مجھے خبر دے دی۔ اس لیے میں کھڑا ہو گیا۔

بنی نضیر کو دس دن کی مہلت:

رسول اللہ ﷺ نے محمد بن مسلمہ سے کہلا بھیجا کہ تم لوگ میرے شہر سے نکل جاؤ اور میرے ساتھ اس میں نہ رہو۔ تم نے جس بدعہدی کا قصد کیا' وہ کیا میں تمہیں دس دن کی مہلت دیتا ہوں اس کے بعد جو نظر آئے گا۔ اس کی گردن مار دی جائے گی۔

وہ اس پر بھی چند روز ٹھہر کر تیاری کرتے رہے۔ انہوں نے ذوالجدر میں اپنے مددگاروں کے پاس قاصد روانہ کیا' اور لوگوں سے تیز چلنے والے اونٹ کرائے پر لیے۔

بنی نضیر کا اعلان جنگ:

ابن ابی نے کہلا بھیجا کہ تم لوگ شہر سے نہ نکلو اور قلعے میں مقیم ہو جاؤ میرے ساتھ میرے ہم قوم اور عرب دو ہزار ہیں جو تمہارے ساتھ تمہارے قلعے میں داخل ہوں گے اور آخر تک مر جائیں گے' قریظہ اور غطفان کے حلفاء تمہاری مدد کریں گے۔

جو کچھ ابن ابی نے کہا: اس سے حیی کو لالچ پیدا ہوا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو کہلا بھیجا کہ ہم لوگ شہر سے نہیں نکلیں گے' آپؐ سے جو ہو سکے وہ کیجئے' رسول اللہ ﷺ نے زور سے تکبیر کہی مسلمانوں نے بھی آپ کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہود نے اعلان جنگ کر دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب کے ہمراہ ان کی طرف روانہ ہوئے بنی النضیر کے میدان میں نماز عصر پڑھی۔علی رضی اللہ عنہ کو اپنا علم دیا اور مدینہ پر ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔

بنو قریظہ کی علیحدگی:

جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو تیر اور پتھر اپنے ہمراہ لے کے قلعوں پر چڑھ گئے' قریظہ ان سے علیحدہ رہے۔انہوں نے مدد نہیں کی ابن ابی اور اس کے حلفائے غطفان نے بھی انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا وہ ان کی مدد سے مایوس ہو گئے۔

محاصرۂ بنی نضیر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کر لیا اور باغ کاٹ ڈالا تب انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے شہر سے نکلے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا آج میں اس کو نہیں مانتا لیکن اس سے اس طرح نکلو کہ تمہارے لیے تمہاری جانیں ہوں گی اور سوائے زرہ کے جو کچھ اونٹ لاد لیں گے وہ ہوگا اس شرط پر یہود اتر آئے۔

بنی نضیر کی جلاوطنی کا فیصلہ:

آپؐ نے پندرہ دن تک ان کا محاصرہ کیا' وہ اپنے مکان اپنے ہاتھ سے خراب کر رہے تھے۔آپ نے انہیں مدینے سے جلاوطن کر دیا اور ان کے نکالنے پر محمد بن مسلمہ کو والی بنایا۔یہود نے اپنے بچوں اور عورتوں کو بھی سوار کر لیا اور وہ چھ سو اونٹوں پر سوار ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ لوگ اپنی قوم میں ایسے ہی ہیں جیسے بنی المغیرہ قریش میں وہ خیبر چلے گئے منافقین کو ان پر بڑا رنج ہوا۔

بنی نضیر کے اموال و اسلحہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مالوں اور زرہوں پر قبضہ کر لیا۔آپ کو پچاس زرہیں' پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں ملیں۔بنو النضیر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص تھے۔آپ کے حوائج ضروریہ رفع کرنے کے لیے (ان کے اموال) خاص آپ کے لیے تھے۔آپؐ نے ان اموال کو پانچ حصوں پر تقسیم نہیں فرمایا۔نہ اس میں سے کسی کا کوئی حصہ لگایا اپنے اصحاب میں سے چند آدمیوں کو عطا فرمایا اور ان اموال سے انہیں وسعت عطا فرمائی۔

جن لوگوں کو عطا کیا گیا ان میں سے مہاجرین کے نام جو ہمیں معلوم ہوئے یہ ہیں۔

ابوبکر صدیق کو بیر حجر' عمر بن الخطاب کو بیر جرم' عبدالرحمٰن بن عوف کو سوالہ' صہیب بن سنان کو الضراطہ' زبیر بن العوام کو اور ابوسلمہ بن عبدالاسد کو البویلہ' سہیل بن حنیف اور ابودجانہ رضی اللہ عنہم کو وہ مال دیا۔جو ابن خرشد کا مال کہلاتا تھا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کا باغ البویرہ جلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ما قطعتم من لینة او ترکتموها قائمة علی اصولها فباذن الله﴾ (تم نے جو کھجور کے درخت کاٹ ڈالے یا انہیں ان

کی جڑوں پر قائم رہنے دیا تو یہ اللہ ہی کے حکم سے ہوا تا کہ اللہ کافروں کو ذلیل کرے)۔

حسن سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے جب بنی النضیر کو جلاوطن کیا تو فرمایا چلے جاؤ کیونکہ یہ پہلا حشر ہے اور میں (ان کے) نشان پر ہوں۔

غزوۂ بدر الموعد:

رسول اللہ ﷺ کا غزوۂ بدر الموعد جو بدر القتال کے علاوہ ہے ذیقعدہ کے چاند پر ہجرت کے پینتالیسویں مہینے پیش آیا۔ جب ابوسفیان بن حرب نے یوم احد میں واپس ہونے کا ارادہ کیا تو اس نے ندا دی کہ ہمارے تمہارے درمیان سال کے شروع میں' بدر الصفراء (کی جنگ کا) وقت مقرر ہے۔ جہاں ہم لوگ مل کے قتال کریں گے رسول اللہ ﷺ نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہہ دو' ہاں ان شاء اللہ' لوگ اس بات پر منتشر ہو گئے۔ قریش بھی لوٹ گئے۔

نعیم بن مسعود کی مہم پر روانگی:

انہوں نے اپنے طرفداروں کو اس میعاد کی خبر دی اور روانگی کی تیاری کی جب میعاد قریب آئی تو ابوسفیان نے روانگی ناپسند کی نعیم بن مسعود الاشجعی مکے میں آیا تو اس سے ابوسفیان نے کہا کہ میں نے محمدؐ اور ان کے اصحاب سے وعدہ کیا تھا کہ ہم بدر میں ملیں گے۔ اب وہ وقت آ گیا ہے۔ مگر یہ سال خشک ہے۔ اور ہمارے لیے وہ سال مفید ہے۔ جس میں سبزہ اور کثیر بارش ہو۔ مجھے یہ بھی گوارہ نہیں کہ محمد روانہ ہوں اور میں روانہ نہ ہوں کیونکہ انہیں ہم پر جرأت ہو جائے گی' ہم صرف اس بات پر تیرے بیس کام کر دیں گے جن کا تیرے لیے سہل بن عمرو ضامن ہو گا کہ تو مدینے میں پہنچ کر اصحاب محمد کو ان سے جدا کر دے۔

وہ راضی ہو گیا انہوں نے انتظام کیا' اسے ایک اونٹ پر سوار کیا جو تیزی کے ساتھ روانہ ہوا اور مدینے میں آیا' اس نے ابوسفیان کی تیاری اور اس کے ہتھیار کی خبر دی' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ضرور ضرور روانہ ہوں گا۔ خواہ میرے ہمراہ کوئی شخص بھی روانہ نہ ہو۔

مدینے سے روانگی:

اللہ نے مسلمانوں کی مدد کی اور ان سے رعب کو دور کیا رسول اللہ ﷺ نے مدینے پر عبداللہ بن رواحہ کو خلیفہ بنایا۔ جھنڈا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اٹھایا۔ آپ مسلمانوں کے ہمراہ روانہ ہوئے جو پندرہ سو تھے صرف دس گھوڑے ساتھ تھے۔

بدر الصفراء پر اجتماع:

وہ لوگ اپنا مال و اسباب تجارت بھی لے گئے بدر الصفراء ایک مقام اجتماع تھا جس میں عرب جمع ہوا کرتے تھے' وہ ایک بازار تھا جو ذی القعدہ کے چاند سے ۸ تاریخ تک قائم رہتا تھا پھر لوگ اپنے اپنے شہروں میں منتشر ہو جاتے تھے۔ مسلمان ذی القعدہ کی چاند رات کو پہنچے اور صبح کو بازار لگ گیا۔ وہ لوگ آٹھ دن وہاں رہے' جو مال تجارت لے گئے تھے۔ اسے فروخت کیا تو انہیں ایک درم پر ایک درم نفع ہوا جب واپس ہوئے تو قریش نے ان کی روانگی سن لی۔

مشرکین کا فرار:

ابوسفیان بن حرب دو ہزار قریش کے ہمراہ مکے سے نکلا ان کے ساتھ پچاس گھوڑے تھے۔ وہ مجنہ تک پہنچے جو مرالظہر ان میں ہے۔ وہاں ابوسفیان نے کہا کہ واپس چلو کیونکہ ہمیں سوائے سبزہ اور بارش کثیر کے اور کوئی سال مناسب نہیں جن میں ہم مویشی چرائیں اور دودھ پییں' یہ سال خشک ہے لہٰذا میں تو پلٹتا ہوں اور تم بھی پلٹو۔ اہل مکہ نے اس لشکر کا نام جیش السویق رکھا (یعنی ستو کا لشکر) اس لیے کہ وہ لوگ ستو پیتے ہوئے نکلے تھے۔

معبد بن ابی معبد الخزاعی رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کی بدر میں پہنچنے کی خبر مکے میں لایا تو صفوان بن امیہ نے ابوسفیان سے کہا میں نے تجھے اسی روز اس قوم سے میعاد مقرر کرنے کو منع کیا تھا۔ اب انہیں ہم پر جرأت ہوگئی انہوں نے دیکھ لیا کہ ہم ان سے پیچھے رہ گئے پھر ان لوگوں نے غزوہ خندق کے لیے جنگ وخروج وتیاری شروع کی۔

غزوۂ بدرالصغریٰ:

مجاہد سے مروی ہے۔ کہ آیت ﴿الذین قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا لكم﴾ (یہ وہ ہیں کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ تمہارے لیے سامان جمع کیا ہے) کی تفسیر میں کہا کہ یہ ابوسفیان ہے' جس نے احد کے دن کہا تھا کہ اے محمدؐ! تمہاری میعاد بدر ہے۔ جہاں تم نے ہمارے ساتھیوں کو قتل کیا تھا تو محمد ﷺ نے فرمایا' قریب ہے۔

نبی ﷺ اپنے وعدے کے مطابق گئے بدر میں اترے اور بازار کے وقت پہنچے اللہ تبارک وتعالیٰ کا قول یہی ہے: ﴿فانقلبوا بنعمة من الله وفضل لم يمسسهم سوء﴾ (یہ لوگ اللہ کے ایسے فضل ونعمت کے ساتھ واپس ہوئے کہ انہیں ذرا سی بھی ناگواری نہ پیش آئی) فضل وہ ہے۔ جو انہیں تجارت سے ملا' یہ (غزوہ) غزوۂ بدرالصغریٰ ہے۔

غزوۂ ذات الرقاع:

رسول اللہ ﷺ ہجرت کے سینتالیسویں مہینے ماہ محرم میں غزوۂ ذات الرقاع کے لیے روانہ ہوئے۔

کوئی آنے والا مدینے میں اپنا مال تجارت لایا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو خبر دی کہ انمار وثعلبہ نے مقابلے کے لیے کچھ گروہ جمع کیے ہیں' یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ نے مدینے پر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قائم مقام بنایا اور شب شنبہ ۱۰ محرم کو چار سو اصحاب کے ساتھ اور کہا جاتا ہے کہ سات سو اصحاب کے ساتھ روانہ ہوئے۔ آپؐ چلتے چلتے ان کے مقام جو ذات الرقاع میں تھا آ گئے۔ یہ ایک پہاڑ ہے جس میں سرخی وسیاہی وسفیدی کی زمینیں ہیں اور النخیل کے قریب السعد اور الشقرہ کے درمیان ہے۔

پہلی بار نماز خوف:

آپؐ نے ان مقامات میں سوائے عورتوں کے کسی کو نہ پایا' انہیں گرفتار کر لیا ان میں ایک خوبصورت لڑکی بھی تھی اعراب پہاڑوں کی چوٹیوں پر بھاگ گئے نماز کا وقت آیا تو مسلمانوں کو خوف ہوا کہ وہ لوگ حملہ کر دیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز خوف پڑھائی یہ سب سے پہلا موقع تھا جو آپ نے نماز خوف پڑھی۔

مدینہ واپسی:

رسول اللہ ﷺ مدینے کا ارادہ کر کے واپس ہوئے آپ نے جابر بن عبداللہ سے اسی سفر میں ایک اوقیہ میں ان کا اونٹ خریدا اور مدینے تک اس کی سواری کی شرط کر دی ان سے ان کے والد کا قرض دریافت فرمایا تو انہوں نے بتایا' رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے اسی شب میں پچیس بار دعائے مغفرت فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے جمال بن سراقہ کو اپنی اور مسلمانوں کی سلامتی کی خوشخبری دینے کے لیے مدینے روانہ کیا' آپ ۲۵ محرم یکشنبے کو صرار میں آئے' صرار مدینے سے تین میل ہے جو عراق کے راستے میں جاہلیت کے زمانے کا کنواں تھا۔ آپ پندرہ شب باہر رہے۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ ذات الرقاع میں ہم کسی سایہ دار درخت کے نیچے ہوتے تو اسے رسول اللہ ﷺ کے لیے چھوڑ دیتے تھے۔ مشرکین میں سے ایک شخص آیا۔ رسول اللہ ﷺ کی تلوار ایک درخت سے لٹکی ہوئی تھی' اس نے وہ لے لی اور سونت لی' رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ کیا آپ مجھ سے ڈرتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں' اس نے کہا پھر مجھ سے آپ کو کون بچائے گا؟ آپؐ نے فرمایا اللہ مجھے تجھ سے بچائے گا۔ اسے اصحاب نے دھمکایا تو اس نے تلوار میان میں کر دی اور لٹکا دی۔

اذان کہی گئی تو آپ نے ایک گروہ کو دو رکعتیں پڑھائیں' وہ لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ پھر دوسرے گروہ کو دو رکعتیں پڑھائیں' رسول اللہ ﷺ کی چار رکعتیں اور ہر جماعت کی دو رکعتیں۔

غزوۂ دومۃ الجندل:

ماہ ربیع الاوّل میں ہجرت کے انچاسویں مہینے رسول اللہ ﷺ کا غزوہ دومۃ الجندل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ دومۃ الجندل میں بہت بڑی جماعت ہے جو شتر سوار اور مزدور ادھر سے گزرتے ہیں۔ وہ لوگ ان پر ظلم کرتے ہیں ان کا ارادہ مدینے پر حملہ کا ہے۔

دومۃ الجندل شام کے راستہ کے کنارے پر ہے' اس کے اور دمشق کے درمیان پانچ رات کی مسافت ہے اور مدینے سے پندرہ یا سولہ رات کی مسافت ہے۔

مدینہ میں حضور علیہ السلام کی نیابت:

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بلایا' مدینے پر سباع بن عرفطہ الغفاری کو اپنا قائم مقام بنایا آپؐ ۲۵ ربیع الاوّل کو ایک ہزار مسلمانوں کے ہمراہ روانہ ہوئے رات کو چلتے تھے دن کو پوشیدہ ہو جاتے تھے ہمراہ ایک رہبر بنی عذرہ میں سے تھا۔ جس کا نام مذکور تھا۔ جب آپ ان لوگوں کے نزدیک ہوئے تو وہ ترک وطن کر رہے تھے۔ اتفاقاً اونٹوں اور بکریوں کے نشان تھے آپؐ نے مویشی اور چرواہوں پر حملہ کیا جو مل گیا وہ مل گیا جو بھاگ گیا وہ بھاگ گیا۔

اس کی خبر اہل دومہ کو ہوئی تو منتشر ہو گئے رسول اللہ ﷺ ان کے میدان میں اترے مگر وہاں کوئی نہ ملا' آپ وہاں چند روز ٹھہرے چھوٹی چھوٹی جماعتیں اطراف میں روانہ کیں وہ واپس آ گئے اور انہیں کوئی نہ ملا۔ ایک شخص گرفتار ہوا اس سے رسول

اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا تو اس نے کہا کہ وہ لوگ جب ہی بھاگ گئے جب انہوں نے یہ سنا کہ آپ نے ان کے اونٹ پکڑ لیے ہیں آپ نے اس پر اسلام پیش کیا' وہ اسلام لے آیا۔

رسول اللہ ﷺ ۲۰ رربیع الآخر کو اس طرح مدینے واپس ہوئے کہ آپ کو جنگ کی نوبت نہیں آئی۔

عیینہ بن حصن سے معاہدہ:

اسی غزوے میں رسول اللہ ﷺ نے عیینہ بن حصن سے اس امر پر صلح فرمائی کہ وہ تغلمین اور اس کے قرب و جوار سے المراض تک جانور چرائے وہ مقام سرسبز تھا۔ اور عیینہ کا شہر خشک تھا۔ تغلمین المراض سے دو میل ہے اور المراض ربذہ کے راستے پر مدینے سے چھتیس میل کے فاصلے پر ہے۔

غزوہ المریسیع:

شعبان ۵ھ میں رسول اللہ ﷺ کا غزوہ المریسیع ہے۔ بنی المصطلق خزاعہ میں سے تھے۔ جو بنی مدلج کے حلفاء تھے۔ وہ اپنے ایک کنویں پر اترا کرتے تھے' جس کا نام المریسیع تھا اس کے اور الضرع کے درمیان تقریباً ایک دن کی مسافت تھی الضرع اور مدینے کے درمیان آٹھ برد (۹۶) میل کا فاصلہ تھا۔

الحارث بن ابی ضرار:

ان کا سرغنہ اور سردار الحارث بن ابی ضرار تھا۔ وہ اپنی قوم میں اور ان عربوں میں گیا جن پر اس کا قابو تھا انہیں رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی دعوت دی ان لوگوں نے مان لی اور اس کے ہمراہ آپ کی طرف جانے کی تیاری کی۔ یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ نے بریدہ بن حصیب الاسلمی کو بھیجا کہ وہ اس کا علم حاصل کریں انہوں نے آپ کو ان کے حال کی خبر دی رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بلایا ان لوگوں نے روانگی میں عجلت کی گھوڑوں کی باگ ڈور پکڑ کر روانہ ہوئے۔ جو تعداد میں تیس تھے دس مہاجرین کے اور بیس انصار کے۔

مدینہ میں قائم مقام:

آپ کے ہمراہ منافقین کے بھی بہت سے آدمی روانہ ہوئے' جو اس سے قبل کسی غزوے میں روانہ نہیں ہوئے تھے۔ آپ نے مدینے پر زید بن حارثہ کو قائم مقام بنایا' ہمراہ دو گھوڑے تھے (۱) لزاز (۲) الظرب۔

آنحضرت ﷺ ۲ رشعبان یوم دوشنبہ کو روانہ ہوئے' حارث بن ابی ضرار اور اس کے ہمراہیوں کو رسول اللہ ﷺ کی روانگی کی اور اس امر کی خبر ملی کہ اس کا جاسوس قتل کر دیا گیا' جسے اس نے اس لیے بھیجا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی خبر لائے۔

حارث اس کے ہمراہیوں کو سخت ناگوار گزرا انہیں بہت خوف ہوا۔ جو عرب ان کے ساتھ تھے وہ سب جدا ہو گئے رسول اللہ ﷺ المریسیع پہنچ گئے۔ جو ایک گھاٹ ہے آپ نے وہاں اپنا خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا۔ ہمراہ عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

آغاز جنگ:

لوگوں نے جنگ کی تیاری کی رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو صف بستہ کیا مہاجرین کا جھنڈا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو

انصار کا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو دیا۔ تھوڑی دیر انہوں نے تیر اندازی کی پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا تو انہوں نے یکبارگی حملہ کر دیا مشرکین میں سے کوئی شخص نہ بچا' دس قتل ہوئے اور باقی گرفتار ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے مردوں عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا اونٹ بکری پکڑ لی مسلمانوں میں سوائے ایک شخص کے کوئی مقتول نہیں ہوا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے تھے کہ نبی ﷺ نے اس طرح ان پر حملہ کیا کہ وہ لوگ غافل تھے اور ان کے جانوروں کو گھاٹ پر پانی پلایا جا رہا تھا۔ آپ نے ان کے جنگ جویوں کو قتل کر دیا۔ اور بچوں کو قید کر لیا۔ مگر پہلی روایت زیادہ ثابت ہے۔

آپ نے قیدیوں کے متعلق حکم دیا ان کی مشکیں کس دی گئیں ان پر آپ نے بریدہ بن حصیب الاسلمی کو عامل بنایا' مال غنیمت کے متعلق حکم دیا تو وہ جمع کیا گیا اور اس پر آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام شقران کو عامل بنایا' بچوں کو ایک طرف جمع کیا' خمس کی تقسیم اور مسلمانوں کے حصوں پر محمیہ بن جزء کو عامل بنایا۔

قیدی تقسیم کر دیے گئے اور لوگوں کے پاس پہنچ گئے اونٹ اور بکریاں بھی تقسیم کی گئیں ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر کیا گیا۔ گھر کا سامان اس کے ہاتھ فروخت کیا گیا جو زیادہ دیتا تھا۔ گھوڑے کے دو حصے اس کے مالک کا ایک حصہ اور پیادے کا ایک حصہ لگایا گیا اونٹ دو ہزار تھے۔ اور بکریاں پانچ ہزار۔

جویریہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث کے ساتھ حضور علیہ السلام کا نکاح:

قیدی دو سو گھر والے تھے۔ جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار ثابت بن قیس بن شماس اور ان کے چچا زاد بھائی کے حصہ میں آئی ان دونوں نے اسے نو اوقیہ سونے پر مکاتب بنا دیا اس نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی کتابت کے بارے میں درخواست کی آپ نے ان کی طرف سے ادا کر دیا اور ان سے عقد کر لیا وہ ایک خوب صورت لڑکی تھیں۔

کہا جاتا ہے کہ آپ نے بنی المصطلق کے ہر قیدی کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا یہ بھی روایت ہے۔ کہ آپ نے ان کی قوم کے چالیس آدمیوں کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا۔

قیدیوں میں وہ بھی تھے۔ جن پر بغیر فدیہ کے رسول اللہ ﷺ نے احسان فرمایا اور وہ بھی تھے جن سے فدیہ لیا گیا۔ عورتوں اور بچوں کا بقدر چھ حصوں کے فدیہ لیا گیا بعض قیدیوں کو مدینہ لائے تو ان کے وارث آئے اور انہوں نے ان کا فدیہ ادا کیا۔ بنی المصطلق کی کوئی عورت ایسی نہ تھی جو اپنی قوم میں واپس نہ گئی ہو۔ یہی ہمارے نزدیک ثابت ہے۔

سنان بن دبر الجہنی نے جو انصار میں سے تھے اور بنی سالم کے حلیف تھے اور جہجاہ بن سعید الغفاری نے پانی پر جھگڑا کیا' جہجاہ نے اپنے ہاتھ سے سنان کو مارا تو سنان نے آواز دی: "یا للانصار" (اے انصار) اور جہجاہ نے آواز دی "یا قریش' یا لکنانہ" (اے کنانہ) قریش فوراً متوجہ ہوئے اور اوس اور خزرج بھی متوجہ ہوئے انہوں نے ہتھیار نکال لیے' مہاجرین و انصار میں چند آدمیوں نے گفتگو کی سنان نے اپنا حق چھوڑ دیا اور انہیں معاف کر دیا' انہوں نے صلح کر لی۔

ابن ابی کے برے خیالات:

عبداللہ بن ابی نے کہا کہ جب ہم مدینے واپس جائیں گے تو عزت والا ذلیل کو وہاں سے ضرور نکال دے گا۔ وہ اپنی

قوم کے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوا جو موجود تھے۔ اور کہا کہ یہ وہ ہے جو تم نے خود اپنے ساتھ کیا زید بن ارقم نے سنا تو نبی ﷺ تک اس کا قول پہنچا دیا۔ آپ نے کوچ کا حکم دیا اور اسی وقت روانہ ہوئے اور لوگ آپ کے پیچھے ہو گئے۔ عبداللہ بن ابی لوگوں سے آگے بڑھ گئے اور اپنے باپ کے انتظار میں راستے میں ٹھہر گئے۔ جب انہوں اس کو دیکھا تو اسے ٹھہرالیا اور کہا کہ میں اس وقت تک تجھے نہ چھوڑوں گا جب تک تو یہ نہ سمجھ جائے کہ تو ہی ذلیل ہے اور محمد ﷺ عزت والے ہیں۔

ان کے پاس سے رسول اللہ ﷺ گزرے۔ آپ نے فرمایا اسے جانے دو بخدا جب تک وہ ہم میں رہے گا حسن اخلاق ہی سے اس کے ساتھ پیش آئیں گے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار اور تیمم کا حکم:

اسی غزوہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گر گیا' اس کی تلاش میں لوگ رکے تو تیمم کی آیت نازل ہوئی۔ اسید بن حضیر نے کہا کہ اے آل ابوبکر تمہاری یہ پہلی برکت کیسی اچھی ہے اسی غزوے میں عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ اور ان کی شان میں تہمت لگانے والوں کا قول ہوا۔ راوی نے کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی براءت نازل فرمائی۔

اس غزوہ میں رسول اللہ ﷺ اٹھائیس روز باہر رہے اور مدینے میں رمضان کے چاند کے وقت تشریف لائے۔

غزوۂ خندق یا غزوۂ احزاب:

ذی القعدہ ۵ھ میں رسول اللہ ﷺ کا غزوۂ خندق ہے اور یہی غزوۂ احزاب ہے۔

قریش اور بنی نضیر کا معاہدہ:

رسول اللہ ﷺ نے بنی نضیر کو جلا وطن کر دیا تو وہ خیبر چلے گئے ان کے اشراف ومعززین میں سے چند آدمی مکہ روانہ ہوئے اور قریش کے پاس ٹھہر کر انہیں رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ کی ترغیب دی ان سے انہوں نے معاہدہ کیا اور سب نے آپ سے جنگ پر اتفاق کیا اس کے لیے انہوں نے ایک وقت کا وعدہ کر لیا وہ لوگ ان کے پاس سے نکل کر غطفان وسلیم کے پاس آئے اسی قسم کا معاہدہ ہوا پھر ان کے پاس سے بھی روانہ ہو گئے۔

دشمنان اسلام کا اجتماع:

قریش تیار ہو گئے انہوں نے متفرق قبائل کو اور ان عربوں کو جو ان کے حلیف تھے جمع کیا تو چار ہزار ہو گئے دارالندوہ میں جھنڈا تیار ہوا اسے عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ نے اٹھایا قریش اپنے ہمراہ تین سو گھوڑے اور پندرہ سو اونٹ لے چلے ابوسفیان بن حرب بن امیہ ان کا سردار تھا۔ مرالظہر ان میں بنوسلیم بھی ان کے پاس پہنچ گئے جو تعداد میں سات سو تھے۔ ان کا سردار سفیان بن عبدالشمس تھے۔ جو حرب بن امیہ کا حلیف اور اس ابوالاعور السلمی کا باپ تھا۔ جو جنگ صفین میں معاویہ کے ساتھ تھا۔

ان کے ہمراہ بنواسد بھی نکلے جن کی سرداری طلحہ بن خویلد الاسدی کر رہا تھا۔ فزارہ بھی نکلے جو سب کے سب تھے وہ ایک ہزار اونٹ تھے۔ ان کا سردار عیینہ بن حصن تھا۔

اشجع نکلے وہ چار سو تھے۔ اور ان کی سرداری مسعود بن رخیلہ کر رہا تھا۔

بنو مرہ نکلے جو چار سو تھے۔ ان کا سپہ سالار حارث بن عوف تھا۔
ان کے ہمراہ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ تھے۔

زہری نے روایت کی ہے کہ حارث بن عوف' بنی مرہ کو واپس لے گیا ان میں غزوۂ خندق میں کوئی حاضر نہیں ہوا۔ اسی کو بنی مرہ نے بھی روایت کیا ہے' مگر پہلی روایت زیادہ ثابت ہے کہ وہ لوگ غزوہ خندق میں حارث بن عوف کے ہمراہ حاضر ہوئے اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کی ہجو کی۔

کفار کی مجموعی تعداد:

وہ تمام قومیں جن کا ذکر کیا گیا اور جو غزوۂ خندق میں شریک ہوئیں تعداد میں دس ہزار تھیں ان کے بہت سے گروہ تھے اور وہ تین لشکروں میں تھے سب کی عنان ابوسفیان بن حرب کے ہاتھ تھی۔

مشاورت سے خندق کھودنے کا فیصلہ:

رسول اللہ ﷺ کو ان لوگوں کے مکے سے روانہ ہونے کی خبر پہنچی تو آپؐ نے اصحاب کو بلایا انہیں دشمن کی خبر دی اور مشورہ کیا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کی رائے دی جو مسلمانوں کو پسند آئی۔

رسول اللہ ﷺ نے کوہ سلع کے میدان میں ان کی چھاؤنی قائم کی اور سلع کو پس پشت کیا اس روز مسلمان تین ہزار تھے۔ آپ نے مدینے پر عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو قائم مقام بنایا۔ آپؐ نے شہر کے گرد خندق کھودی مسلمان عجلت کے ساتھ کام کرنے لگے چاہتے تھے کہ دشمن کے آنے سے پہلے تیار ہو جائے رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کے ہمراہ اپنے ہاتھ سے کام کیا تاکہ مسلمانوں کا حوصلہ بڑھے۔

آپ نے ہر جانب ایک جماعت کو مقرر فرمایا' مہاجرین راتج کی طرف سے ذباب تک کھود رہے تھے اور انصار ذباب سے جبل بنی عبید تک باقی مدینے میں عمارتیں باہم ملی ہوئی تھیں۔ جس سے ایک قلعہ معلوم ہوتا تھا۔ بنو عبدالاشہل نے راتج سے اس کے پیچھے تک خندق کھودی' اور اس طرح مسجد کی پشت تک آ گئی۔ بنو دینار نے جرباء سے اس مقام تک خندق کھودی جہاں آج (بعہد مصنف) ابن ابی الجنوب کا مکان ہے اس کے کھودنے سے چھ دن میں فارغ ہوئے۔

عورتوں اور بچوں کی حفاظت کا انتظام:

مسلمان بچوں اور عورتوں کو قلعوں میں اٹھا لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ ۸/ ذی القعدہ یوم دوشنبہ کو روانہ ہوئے آپ کا جھنڈا جو مہاجرین کا تھا زید بن حارثہ اٹھائے ہوئے تھے انصار کا جھنڈا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اٹھائے تھے۔

بنو قریظہ کی غداری:

ابوسفیان بن حرب نے حیی بن اخطب کو خفیہ طور پر بنی قریظہ کے پاس بھیج کر ان سے درخواست کی کہ وہ اس عہد کو توڑ دیں جو ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ہوا ہے اور آپ کے مقابلہ میں وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو جائیں (پہلے تو) انہوں نے انکار کیا۔ پھر مان لیا۔ یہ خبر نبی ﷺ کو پہنچی تو آپ نے کہا: "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" (ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیسا اچھا

کارساز ہے) نفاق ظاہر ہوگیا لوگ جنگ سے ڈر گئے۔ مصیبت بڑھ گئی' خوف شدید ہو گیا۔ بچوں اور عورتوں کا اندیشہ ہونے لگا۔ وہ ایسے ہی ہو گئے جیسا اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿اذجاء کم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر﴾ (وہ وقت یاد کرو جب کہ وہ لوگ (مشرکین) اوپر اور نیچے سے تمہارے پاس آ گئے اور جب کہ نگاہیں کج ہو گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان دشمن کے سامنے اور مقابلہ سے ہٹتے نہ تھے۔ سوائے اس کے کہ اپنی خندق کو روکے ہوئے تھے اور اس کی حفاظت کر رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلمہ بن اسلم کو دو سو آدمیوں کے ہمراہ اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو تین سو آدمیوں کے ہمراہ بھیجتے رہتے تھے۔ جو مدینے کی حفاظت کرتے تھے اور بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے۔ یہ اس لیے کہ بچوں پر بنو قریظہ کی طرف سے خوف کیا جاتا تھا۔ عباد بن بشر مع دوسرے انصار کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کی حفاظت پر تھے جو تمام رات پاسبانی کیا کرتے تھے۔

غزوۂ خندق میں جھڑپیں:

مشرکین نے اپنے درمیان باری مقرر کر لی تھی کسی دن صبح کو ابوسفیان بن حرب اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جاتا تھا کسی دن خالد بن ولید کسی دن عمرو بن العاص کسی دن ہبیر بن ابی وہب اور کسی دن ضرار بن الخطاب الفہری۔ یہ لوگ برابر اپنے گھوڑوں کو گھمایا کرتے تھے کبھی الگ الگ ہو جاتے تھے اور کبھی مل جاتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے مقابلہ کرتے تھے اور اپنے تیر اندازوں کو آگے کر دیتے تھے۔ جو تیر پھینکتے تھے۔

حبان بن العرقہ نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ایک تیر مارا جو ان کی کلائی کی رگ میں لگا اور کہا کہ اسے پکڑ۔ میں ابن العرقہ ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے دوزخ میں غرق کرے اور کہا جاتا ہے کہ جس نے اسے تیر مارا وہ ابواسامہ الجشمی تھا۔

کفار کے روساء نے اس امر پر اتفاق کر لیا کہ کسی دن صبح کو سب جائیں وہ سب مل کر گئے ان کے ہمراہ تمام گروہوں کے لشکر تھے۔ وہ خندق میں کوئی ایسی تنگ جگہ تلاش کرنے لگے۔ جہاں سے اپنا لشکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب تک پہنچا دیں۔ مگر انہیں نہ ملی۔

انہوں نے کہا کہ یہ ایسی تدبیر ہے کہ عرب نہیں کر سکتے ان سے کہا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک فارسی شخص ہے جس نے آپ کو اس بات کا مشورہ دیا۔ انہوں نے کہا یہ اسی کی تدبیر ہے۔

عمرو بن عبدود کا قتل:

وہ ایسے تنگ مقام پر پہنچے جسے مسلمان بھول گئے تھے عکرمہ بن ابی جہل نوفل بن عبداللہ' ضرار بن الخطاب' ہبیرہ بن ابی وہب اور عمرو بن عبدود اس سے گزر گئے عمرو بن عبدود جنگ کی دعوت دینے لگا کہ:

وقد بهجت من النداء لجمعهم هل من مبازر

''ان کی جماعت کو آواز دیتے دیتے خود میری آواز بیٹھ گئی کہ ہے کوئی لڑنے والا جو مقابلہ کو نکلے''۔

عمرو بن عبدود اس وقت نوے برس کا تھا' علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اس سے لڑوں گا' رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی تلوار دی عمامہ باندھا اور کہا اے اللہ اس کے مقابلہ میں ان کی مدد کر۔ علی رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لیے نکلے ان میں سے ایک دوسرے کے قریب ہو گیا غبار اڑا اور علی رضی اللہ عنہ نے اسے مار کر قتل کر دیا اور تکبیر کہی تو ہمیں معلوم ہوا کہ انہوں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ اس کے ساتھی پشت پھیر کر بھاگے ان کے گھوڑے انہیں بچا لے گئے زبیر بن العوام نے نوفل بن عبداللہ پر تلوار سے حملہ کیا' اسے مار کے دو ٹکڑے کر دیا۔

جنگ کا آغاز:

آخر یہ ٹھہری کہ دوسرے دن مقابلہ ہوگا سب نے رات اس حالت میں گزاری کہ اپنے ساتھیوں کو تیار کرتے رہے اپنے لشکروں کو پھیلا دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی جانب بہت بڑا لشکر مقرر کیا جس میں خالد بن الولید تھا اس روز دن بھر جنگ ہوتی رہی کچھ رات گئے تک یہی سلسلہ جاری رہا نہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ سکے نہ رسول اللہ ﷺ کو فرصت ملی کہ نماز پڑھ سکیں آپؐ نے اور آپؐ کے اصحاب نے ظہر پڑھی نہ عصر نہ مغرب نہ عشاء یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ہزیمت دی وہ متفرق ہو کر اپنے اپنے مقام و لشکر کی طرف واپس ہو گئے۔ مسلمان رسول اللہ ﷺ کے خیمے کی طرف واپس ہوئے۔

طفیل بن نعمان کی شہادت:

اسید بن حضیر دو سو مسلمانوں کے ہمراہ خندق ہی پر رہے خالد بن ولید مشرکین کے لشکر کے ساتھ پلٹ پڑا جو مسلمانوں کی تلاش میں تھا تھوڑی دیر انہوں نے مقابلہ کیا مشرکین کے ہمراہ وحشی بھی تھا اس نے طفیل بن نعمان کو جو سلمہ میں سے تھے اپنا نیزہ کھینچ کے مارا انہیں قتل کر کے وہ لوگ بھاگ گئے۔

نماز عصر کی قضاء:

رسول اللہ ﷺ اپنے خیمہ کی طرف گئے آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اذان کہی اور ظہر کی اقامت کہی' پھر آپ نے نماز پڑھی انہوں نے ہر نماز کے بعد علیحدہ علیحدہ اقامت کہی آپؐ اور آپؐ کے اصحاب نے قضا نمازیں پڑھیں اور فرمایا ان لوگوں نے ہمیں نماز وسطیٰ یعنی عصر سے باز رکھا اللہ تعالیٰ ان کے شکموں اور قبروں میں آگ بھر دے۔

اس کے بعد ان لوگوں کی کوئی جنگ نہیں ہوئی سوائے اس کے کہ وہ رات میں جاسوسوں کا بھیجنا ترک نہیں کرتے تھے جو دھوکے کی امید میں تھے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب دس رات سے زائد محصور رہے تھے کہ ان میں سے ہر ایک کو پریشانی و مشقت لاحق ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ نے ارادہ کیا کہ غطفان سے آپ اس شرط پر مصالحت کر لیں کہ انہیں ایک تہائی پھل دیا کریں گے اور وہ لوگوں کے درمیان نااتفاقی کرا دیں تاکہ کفار آپ کے پاس سے واپس چلے جائیں۔

انصار نے اس سے انکار کیا تو آپ نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔

حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حکمت عملی:

نعیم بن مسعود الاشجعی اسلام لے آئے تھے انہوں نے اپنے اسلام کو زینت دی' وہ قریش اور قریظہ اور غطفان کے درمیان گئے ان کی طرف سے ان کواوران کی طرف سے ان کوایسا کلام پہنچایا جس سے ہر گروہ سمجھا کہ وہ اس کے خیر خواہ ہیں کفار نے ان کا قول قبول کرلیا اس طرح انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی مخالفت ترک کرادی۔

نعیم ایسی چال چلے کہ ہر گروہ کوایک دوسرے سے وحشت ہوگئی قریظہ نے قریش سے ضمانت طلب کی تاکہ وہ ان کے ساتھ نکلیں اور جنگ کریں' مگر قریش نے اس سے انکار کیا اوران کو متہم جانا۔ قریظہ نے سبت ہفتہ' کی ان سے علت بیان کی اور کہا ہم اس روز (ہفتہ کو) نہیں لڑتے اس لیے کہ ہماری ایک قوم نے ہفتے کے دن سرکشی کی تھی تو وہ بندر اور سور بنا دیئے گئے۔ ابوسفیان بن حرب نے کہا کہ میں اپنے آپ کو کیوں نہیں دیکھتا جو میں بندر اور سور کے بھائیوں سے مدد مانگتا ہوں۔

آندھی کی صورت میں غیبی امداد:

اللہ تعالیٰ نے شب شنبہ کوایک ہوا بھیجی جومشرکین کا کام تمام کرگئی ہوا اتنی تیز چلی کہ نہ تو کوئی خیمہ ٹھہر سکا اور نہ ہانڈی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف حذیفہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ ان کی خبر لائیں۔ اس شب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر نماز پڑھتے رہے۔

ابوسفیان کا فرار:

ابوسفیان بن حرب نے کہا اے گروہ قریش تم لوگ ایسے مکان میں نہیں ہو جو قیام گاہ ہو' گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو گئے' میدان خشک ہوگیا۔ بنوقریظہ نے ہم سے وعدہ خلافی کی اور ہمیں وہ لگی ہے جو تم دیکھ رہے ہو لہٰذا کوچ کرو میں بھی کوچ کرتا ہوں۔

وہ کھڑا ہوگیا اور اپنے اونٹ پر بیٹھ گیا جس کی رسی بندھی ہوئی تھی اسے مارا تو وہ اپنے تین پیروں سے کودا اس نے اس کی رسی اس وقت تک نہ کھولی جب تک وہ کھڑا نہ ہوگیا ابوسفیان کھڑا ہی تھا کہ لوگ کوچ کرنے لگے سارا لشکر تیزی سے روانہ ہو گیا ابوسفیان نے تعاقب کے اندیشہ سے عمرو بن العاص اور خالد بن الولید کو دوسو سواروں کے ہمراہ لشکر کے پیچھے حصے پر اپنا محافظ مقرر کیا۔

لشکر کفار کی واپسی:

حذیفہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹے اور آپ کو تمام واقعے کی خبر کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح صبح ہوئی کہ آپ کے سامنے لشکروں میں سے ایک بھی نہ تھا سب اپنے اپنے شہروں کو دفع ہو چکے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اپنے اپنے مکان واپس جانے کی اجازت دے دی وہ لوگ جلدی جلدی اور خوش خوش روانہ ہوئے۔

شہدائے غزوۂ خندق:

جولوگ غزوۂ خندق میں شہید ہوئے ان میں یہ بھی تھے: (۱) انس بن اوس بن عتیک جو بنی عبدالاشہل میں سے تھے انہیں

خالد بن الولید نے قتل کیا تھا۔ (۲) عبداللہ بن سہل الاشہلی (۳) ثعلبہ بن عنمہ بن عدی بن نابیؔ جن کو ہبیرہ بن وہب نے قتل کیا (۴) کعب بن زید جو بنی دینار میں سے تھے انہیں ضرار بن الخطاب نے قتل کیا۔

مشرکین میں سے عثمان بن منبہ بن عبید بن السباق بھی قتل ہوا جو بنی عبدالدار بن قصی میں سے تھا مشرکین نے پندرہ روز مسلمانوں کا محاصرہ کیا رسول اللہ ﷺ ۲۳ ذی القعدہ یوم چہارشنبہ ۵ھ کو واپس ہوئے۔

مہاجرین وانصار کے لیے دعائے نبوی ﷺ:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مہاجرین وانصار ٹھنڈی صبح میں نکل کر خندق کھود رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے: اے اللہ! خیر تو آخرت ہی کی خیر ہے۔ لہٰذا انصار ومہاجرین کی مغفرت فرما ان لوگوں نے آپ کو جواب دیا: ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمدؐ سے ہمیشہ کے لیے جہاد کی بیعت کی ہے جب تک ہم باقی رہیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے اصحاب جب خندق کھود رہے تھے تو کہہ رہے تھے کہ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیشہ کے لیے جہاد کی بیعت ہے جب تک ہم باقی رہیں نبی ﷺ فرما رہے تھے اے اللہ خیر تو آخرت ہی کی خیر ہے لہٰذا انصار ومہاجرین کی مغفرت فرما آپؐ کے پاس جو کی روٹی لائی گئی جس پر بودار چربی تھی انصار نے اس میں سے کھائی اور نبی ﷺ نے فرمایا خیر تو آخرت ہی کی خیر ہے۔

لسانِ نبوت پر اشعار:

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ ہمارے پاس اس حالت میں تشریف لائے جب ہم خندق کھود رہے تھے اور اپنے کندھوں پر مٹی ڈھو رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عیش تو صرف آخرت ہی کا عیش ہے لہٰذا اے اللہ تو انصار ومہاجرین کی مغفرت فرما۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنگ احزاب میں رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ مٹی ڈھو رہے تھے مٹی نے آپ کے شکم مبارک کی سفیدی کو چھپالیا تھا۔ آپ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

اللھم لو لا انت ما اھتیدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

''اے اللہ اگر تو نہ ہوتا تو نہ ہم ہدایت پاتے' نہ خیرات کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔

فانزلن سکینۃ علینا وثبت الاقدام ان لاقینا

بس ہم پر سکون نازل کر جب ہم (دشمن سے) ملیں تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔

ان الاولی لقد بغوا علینا اذا ارادوا فتنۃ ابینا

ان لوگوں نے ہم پر بغاوت کی ہے۔ جب انہوں نے فتنے کا ارادہ کیا ہم نے انکار کیا''۔

''ہم نے انکار کیا'' اسے آپؐ بلند آواز سے فرما رہے تھے۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یوم خندق مدینے میں ہوا تھا ابوسفیان بن حرب آیا جو قریش اس کے ساتھ تھے' جو

کنانہ اور عیینہ بن حصن میں سے ان کے تابع تھے جو غطفان وطلیحہ میں سے عیینہ بن حصن کے تابع تھے بنی اسد میں سے اور ابوالاعور جو اس کے تابع تھے جو بنی سلیم اور قریظہ میں سے اس کے تابع تھے سب ہمراہ ہوئے۔

آیات قرآنی کا نزول:

قریظہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان معاہدہ تھا۔ انہوں نے اسے توڑ دیا اور مشرکین کی مدد کی اللہ تعالیٰ نے انہی کے بارے میں نازل فرمایا:

﴿ وانزل الذین ظاهر وهم من اهل الكتاب من صياصيهم ﴾

''اور جن اہل کتاب نے ان مشرکین کی مدد کی تھی ان کو اللہ نے ان کے قلعوں میں سے اتار دیا''۔

جبرئیل علیہ السلام آئے' ان کے ہمراہ آندھی تھی۔ جب آپ نے جبرئیل کو دیکھا تو تین مرتبہ فرمایا: ''دیکھو خوش ہو جاؤ'' اللہ نے ان پر ایسی آندھی بھیجی جس نے خیموں کو اکھاڑ دیا۔ ہانڈیاں الٹ دیں کجاووں کو دفن کر دیا اور میخوں کو اکھاڑ پھینکا لوگ اس طرح روانہ ہوئے کہ کوئی کسی کی طرف رخ نہ کرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ اذ جاء تكم جنود فارسلنا عليهم ريحا وجنودا لم تروها ﴾

''اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے پاس ایک لشکر آیا پھر ہم نے ان پر آندھی اور ایسے لشکر کو بھیجا جسے تم نہیں دیکھتے تھے) اس کے بعد رسول اللہ ﷺ واپس ہوئے''۔

مراجعت مدینہ:

ابوبشر نے کہا رسول اللہ ﷺ جب اپنے مکان سے واپس آئے تو آپؐ نے اپنے سر کا داہنا حصہ دھویا اور بایاں باقی تھا کہ جبرئیل نے کہا: خبردار میں آپ کو سر دھوتے دیکھتا ہوں' واللہ ہم اب تک (گھوڑے سے) نہیں اترے۔ اٹھیے' رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ بنی قریظہ کی طرف روانہ ہوں۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے یوم خندق میں فرمایا اللہ تعالیٰ ان کی (مشرکین کی) قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے۔ کیونکہ انہوں نے ہمیں نماز سے روکا' یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔

نماز وسطیٰ قضاء ہونے پر افسوس:

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مسلمانوں نے یوم الاحزاب میں عصر نہیں پڑھی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا یا فرمایا سورج لوٹ گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ ان (کفار) کے گھر آگ سے بھر دے کیونکہ انہوں نے ہمیں نماز وسطیٰ سے روکا' یہاں تک کہ سورج غائب ہو گیا' یا فرمایا سورج لوٹ گیا' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ نماز وسطیٰ نماز عصر ہے۔ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم خندق میں فرمایا' انہیں (مشرکین کو) کیا ہوا ہے؟ اللہ ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے کیوں کہ انہوں نے ہمیں نماز وسطیٰ سے جو عصر ہے باز رکھا۔

ابی جمعہ سے جنہوں نے نبی ﷺ کی صحبت پائی ہے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے سال احزاب میں مغرب پڑھی' جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ تم سے کسی کو معلوم ہے کہ میں نے عصر بھی پڑھی ہے' انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے تو نہیں پڑھی آپ نے مؤذن کو حکم دیا تو انہوں نے نماز کی اقامت کہی' آپؐ نے عصر پڑھی پھر مغرب دہرائی۔

صحابہ کو وظیفہ کی تعلیم:

ابن ابی صفرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جس وقت خندق کھودی اور آپ کو یہ اندیشہ ہوا کہ ابوسفیان شب خوں مارے گا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم پر شب خون مارا جائے تو تمہارا ورد یہ ہوگا "حم لا ینصرون"۔

ابوصفرہ سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے شب خندق میں فرمایا' میرا خیال یہی ہے کہ وہ قوم تم پر رات ہی کو شب خوں مارے گی' تمہارا شعار "حم لا ینصرون" ہے۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ مشرکین نے خندق میں چوبیس رات تک نبی ﷺ کا محاصرہ کیا۔

نصرت الٰہی کے طلبگار:

ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب یوم الاحزاب ہوا۔ تو نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کا دس روز سے زائد محاصرہ کیا گیا جس سے ہر ایک کو مشقت لاحق ہوئی یہاں تک کہ نبی ﷺ نے فرمایا اے اللہ میں تجھ سے تیرا عہد اور وعدہ طلب کرتا ہوں' اے اللہ اگر تو چاہے تو تیری عبادت نہ کی جائے۔ وہ لوگ اسی حالت پر تھے کہ نبی ﷺ نے عیینہ بن حصن بن بدر کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر تو مناسب سمجھے کہ میں تم لوگوں کے لیے انصار کے تہائی پھل مقرر کردوں تو کیا تو غطفان کو جو تیرے ساتھ ہیں واپس کر دے گا اور احزاب (متفرق گروہوں) کے درمیان نا اتفاقی کرا دے گا' عیینہ نے آپ کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر آپ میرا حصہ مقرر فرمادیں تو میں کردوں گا۔

نبی ﷺ نے سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کے پاس قاصد بھیجا' انہیں اس کی خبر دی تو انہوں نے کہا کہ اگر آپ کسی بات پر (اللہ کی طرف سے) مامور ہیں تو اللہ کے امر کو جاری کیجئے' آپ نے فرمایا اگر میں کسی بات پر مامور ہوتا تو تم دونوں سے مشورہ نہ لیتا یہ میری رائے ہے جس کو میں تم دونوں کے سامنے پیش کرتا ہوں ان دونوں نے کہا کہ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ انہیں سوائے تلوار کے کچھ نہ دیں۔

نعیم بن مسعود الاشجعی کی کامیابی:

ابن ابی نجیح سے مروی ہے کہ اسی وقت جب کہ وہ اس کی فکر میں تھے یکایک نعیم بن مسعود الاشجعی آ گئے وہ ایسے تھے کہ دونوں فریق ان سے مطمئن تھے انہوں نے ان لوگوں کے درمیان نا اتفاقی کرادی۔ احزاب بغیر قتال کے بھاگ گئے اللہ تعالیٰ کے قول کے یہی معنی ہیں: ﴿و کفی اللہ المؤمنین القتال﴾ اور جنگ میں اللہ ہی مومنین کے لیے کافی ہوگیا۔

مشرکین کے لیے رسول اللہ ﷺ کی بددعا:

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں دوشنبہ سہ شنبہ چہارشنبہ کو احزاب کے لیے بددعا کی

کنانہ اور عیینہ بن حصن میں سے ان کے تابع تھے جو غطفان وطلیحہ میں سے عیینہ بن حصن کے تابع تھے' بنی اسد میں سے اور ابوالاعور جو اس کے تابع تھے جو بنی سلیم اور قریظہ میں سے اس کے تابع تھے سب ہمراہ ہوئے۔

آیات قرآنی کا نزول:

قریظہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان معاہدہ تھا۔ انہوں نے اسے توڑ دیا اور مشرکین کی مدد کی اللہ تعالیٰ نے انہی کے بارے میں نازل فرمایا:

﴿ وانزل الذین ظاھر وھم من اھل الکتاب من صیاصیھم ﴾

''اور جن اہل کتاب نے ان مشرکین کی مدد کی تھی ان کو اللہ نے ان کے قلعوں میں سے اتار دیا''۔

جبرئیل علیہ السلام آئے' ان کے ہمراہ آندھی تھی۔ جب آپ نے جبرئیل کو دیکھا تو تین مرتبہ فرمایا: ''دیکھو خوش ہو جاؤ'' اللہ نے ان پر ایسی آندھی بھیجی جس نے خیموں کو اکھاڑ دیا۔ ہانڈیاں الٹ دیں کجاووں کو دفن کر دیا اور میخوں کو اکھاڑ پھینکا لوگ اس طرح روانہ ہوئے کہ کوئی کسی کی طرف رخ نہ کرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ اذ جاء تکم جنود فارسلنا علیھم ریحا وجنودا لم تروھا ﴾

''اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے پاس ایک لشکر آیا پھر ہم نے ان پر آندھی اور ایسے لشکر کو بھیجا جسے تم نہیں دیکھتے تھے) اس کے بعد رسول اللہ ﷺ واپس ہوئے''۔

مراجعت مدینہ:

ابوبشر نے کہا رسول اللہ ﷺ جب اپنے مکان سے واپس آئے تو آپؐ نے اپنے سر کا داہنا حصہ دھویا اور بایاں باقی تھا کہ جبرئیل نے کہا: خبردار میں آپ کو سر دھوتے دیکھتا ہوں' واللہ ہم اب تک (گھوڑے سے) نہیں اترے۔ اٹھیے' رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ بنی قریظہ کی طرف روانہ ہوں۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے یوم خندق میں فرمایا اللہ تعالیٰ ان کی (مشرکین کی) قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے۔ کیونکہ انہوں نے ہمیں نماز سے روکا' یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔

نماز وسطیٰ قضاء ہونے پر افسوس:

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مسلمانوں نے یوم الاحزاب میں عصر نہیں پڑھی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا یا فرمایا سورج لوٹ گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ ان (کفار) کے گھر آگ سے بھر دے کیونکہ انہوں نے ہمیں نماز وسطیٰ سے روکا' یہاں تک کہ سورج غائب ہو گیا' یا فرمایا سورج لوٹ گیا' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ نماز وسطیٰ نماز عصر ہے۔ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم خندق میں فرمایا' انہیں (مشرکین کو) کیا ہوا ہے؟ اللہ ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے کیوں کہ انہوں نے ہمیں نماز وسطیٰ سے جو عصر ہے باز رکھا۔

ابی جمعہ سے جنہوں نے نبی ﷺ کی صحبت پائی ہے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے سال احزاب میں مغرب پڑھی' جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ تم سے کسی کو معلوم ہے کہ میں نے عصر بھی پڑھی ہے' انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے تو نہیں پڑھی آپ نے مؤذن کو حکم دیا تو انہوں نے نماز کی اقامت کہی' آپ نے عصر پڑھی پھر مغرب دہرائی۔

صحابہ کو وظیفہ کی تعلیم:

ابن ابی صفرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جس وقت خندق کھودی اور آپ کو یہ اندیشہ ہوا کہ ابوسفیان شب خوں مارے گا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم پر شب خون مارا جائے تو تمہارا وردیہ ہوگا "حم لا ینصرون"۔

ابوصفرہ سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے شب خندق میں فرمایا' میرا خیال یہی ہے کہ وہ قوم تم پر رات ہی کو شب خون مارے گی' تمہارا اشعار "حم لا ینصرون" ہے۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ مشرکین نے خندق میں چوبیس رات تک نبی ﷺ کا محاصرہ کیا۔

نصرت الٰہی کے طلبگار:

ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب یوم الاحزاب ہوا۔ تو نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کا دس روز سے زائد محاصرہ کیا گیا جس سے ہر ایک کو مشقت لاحق ہوئی یہاں تک کہ نبی ﷺ نے فرمایا اے اللہ میں تجھ سے تیرا عہد اور وعدہ طلب کرتا ہوں' اے اللہ اگر تو چاہے تو تیری عبادت نہ کی جائے۔ وہ لوگ اسی حالت پر تھے کہ نبی ﷺ نے عیینہ بن حصن بن بدر کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر تو مناسب سمجھے کہ میں تم لوگوں کے لیے انصار کے تہائی پھل مقرر کر دوں تو کیا تو غطفان کو جو تیرے ساتھ ہیں واپس کر دے گا اور احزاب (متفرق گروہوں) کے درمیان نا اتفاقی کرا دے گا' عیینہ نے آپ کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر آپ میرا حصہ مقرر فرما دیں تو میں کر دوں گا۔

نبی ﷺ نے سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کے پاس قاصد بھیجا' انہیں اس کی خبر دی تو انہوں نے کہا کہ اگر آپ کسی بات پر (اللہ کی طرف سے) مامور ہیں تو اللہ کے امر کو جاری کیجئے' آپ نے فرمایا اگر میں کسی بات پر مامور ہوتا تو تم دونوں سے مشورہ نہ لیتا یہ میری رائے ہے جس کو میں تم دونوں کے سامنے پیش کرتا ہوں ان دونوں نے کہا کہ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ انہیں سوائے تلوار کے کچھ نہ دیں۔

نعیم بن مسعود الاشجعی کی کامیابی:

ابن ابی نجیح سے مروی ہے کہ اسی وقت جب کہ وہ اس کی فکر میں تھے یکا یک نعیم بن مسعود الاشجعی آ گئے وہ ایسے تھے کہ دونوں فریق ان سے مطمئن تھے انہوں نے ان لوگوں کے درمیان نا اتفاقی کرا دی۔ احزاب بغیر قتال کے بھاگ گئے اللہ تعالیٰ کے قول کے یہی معنی ہیں: ﴿وکفی اللہ المؤمنین القتال﴾ اور جنگ میں اللہ ہی مومنین کے لیے کافی ہو گیا۔

مشرکین کے لیے رسول اللہ ﷺ کی بددعا:

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں دوشنبہ سہ شنبہ چہارشنبہ کو احزاب کے لیے بددعا کی

چہار شنبہ کو ظہر و عصر کی نماز کے درمیان قبول ہوگئی ہم نے خوشخبری آپ کے چہرہ سے معلوم کی جابر نے کہا کہ جب کوئی زبردست وسخت دشوار معاملہ پیش آیا تو میں نے اسی روز کی اسی ساعت میں التجا کی اور اللہ سے دعا کی تو مجھے قبولیت معلوم ہوئی۔

عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے مروی ہے کہ یوم الاحزاب میں رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے لیے بددعا کی کہ اے کتاب کے نازل کرنے والے' جلدی حساب لینے والے احزاب کو ہزیمت دے' اے اللہ انہیں شکست دے اور ڈگمگا دے۔

غزوۂ بنی قریظہ:

ذی القعدہ ۵ھ میں رسول اللہ ﷺ کو غزوۂ بنی قریظہ پیش آیا لوگوں نے بیان کیا۔ کہ جب خندق سے مشرکین پلٹ گئے اور رسول اللہ ﷺ بھی واپس ہوکر عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں داخل ہوئے۔ تو آپ کے پاس جبریل آئے اور مقام جنائز میں کھڑے ہوکر کہا (عذیرك من محارب) اپنے محارب (جنگ کرنے والے) کے مقابلہ میں اپنے مددگار سے ملئے' تو گھبرا کر رسول اللہ ﷺ ان کے پاس نکل آئے' انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ آپ بنی قریظہ کی طرف جائیں اور میں بھی ان کا ارادہ کرتا ہوں ان کے قلعوں کو میں ہلا دوں گا۔

رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو بلایا' انہیں اپنا جھنڈا دیا۔ اور بلال رضی اللہ عنہ کو بھیجا انہوں نے لوگوں میں ندا دی رسول اللہ ﷺ تمہیں یہ حکم دیتے ہیں کہ عصر کی نماز سوائے بنی قریظہ کے اور کہیں نہ پڑھو۔

مدینے پر رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ام مکتوم کو جانشین بنایا اور مسلمانوں کے ہمراہ جو تین ہزار تھے ان کی جانب روانہ ہوگئے' چھتیس گھوڑے ساتھ تھے یہ ۲۳/ ذی القعد چہار شنبہ کا دن تھا۔ پندرہ روز تک ان کا نہایت شدید محاصرہ کیا لوگوں نے تیر پھینکے مگر وہ اس طرح اندر گھسے کہ کوئی باہر نہ نکلا۔

ابولبابہ بن عبدالمنذر کی ندامت:

بنی قریظہ کو محاصرہ سے سخت تکلیف ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا کہ ابولبابہ بن عبدالمنذر کو ہمارے پاس بھیج دیجئے۔ آپ نے انہیں بھیج دیا۔ یہود نے اپنے معاملے میں ان سے مشورہ کیا تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ آنحضرت ﷺ کے قصد میں تمہارے لیے ذبح ہے اس پر ابولبابہ نادم ہوئے (کہ آنحضرت ﷺ کا راز ان لوگوں سے کیوں کہہ دیا) انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور کہا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول کی خیانت کی وہ واپس ہوکر مسجد میں جا بیٹھے اور (اسی شرم سے) رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر نہیں ہوئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

بنو قریظہ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر اترے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق محمد بن مسلمہ کو حکم دیا' ان کے مشکیں کس کے ایک کنارے کر دیا گیا اسی وقت جب وہ ایک کنارے تھے عورتیں اور بچے نکالے گئے ان پر عبداللہ بن سلام کو عامل بنایا۔

مال غنیمت:

تمام سامان زرہیں' اسباب' کپڑے جو قلعے میں پائے گئے وہ سب جمع کیا گیا سامان میں پندرہ سو تلواریں تین سو زرہیں' دو ہزار نیزے اور پندرہ سو ڈھالیں جو چمڑے کی تھیں ملیں شراب اور شراب کے مٹکے تھے' یہ سب بہا دیا گیا اس کا خمس نہیں کیا گیا'

پانی کھینچنے والے اور چلنے والے بہت سے اونٹ بھی ملے۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

اوس نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ بنی قریظہ کو انہیں ہبہ کر دیں وہ ان کے حلفاء تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کا فیصلہ سعد بن معاذ کے سپرد کیا انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہر وہ شخص جس پر استرے چلتے ہیں (یعنی مرد ہے) قتل کر دیا جائے عورتوں اور بچوں کو قید کر دیا جائے اور ان کا مال تقسیم کر دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ کا سات آسمان کے اوپر سے جو فیصلہ تھا تم نے اس کے مطابق فیصلہ کیا۔

بنی قریظہ کا عبرتناک انجام:

رسول اللہ ﷺ ۷/ ذی الحجہ یوم پنج شنبہ کو واپس ہوئے۔ آپؐ نے ان کے متعلق حکم دیا تو وہ مدینے میں داخل کیے گئے بازار میں ان کے لیے ایک خندق کھودی گئی رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب بیٹھے وہ لوگ اس کی طرف ایک ایک گروہ کر کے لائے گئے اور ان کی گردنیں ماری گئیں' کل تعداد چھ اور سات سو کے درمیان تھی۔

مال غنیمت کی تقسیم:

رسول اللہ ﷺ نے ریحانہ بنت عمرو کو اپنے لیے منتخب فرمایا۔ مال غنیمت کے متعلق حکم دیا تو وہ جمع کیا گیا آپ نے اسباب اور قیدیوں میں سے خمس نکالا باقی کے متعلق حکم دیا تو وہ زائد دینے والے کے ہاتھ بیچا گیا۔ آپ نے اسے مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا' سب تین ہزار بہتر حصے ہوئے گھوڑے کے دو حصے اور اس کے مالک کا ایک حصہ اور خمس محمیہ بن جزء الزبیدی کے پاس پہنچ گیا۔ رسول اللہ ﷺ کسی کو آزاد کر رہے تھے اور جس کو چاہا اسے خادم بنایا اسی طرح آپ نے اس اسباب کے ساتھ کیا جو آپ کو پہنچا۔

قلعۂ بنی قریظہ پر پیش قدمی:

یزید بن الاصم سے مروی ہے کہ جب اللہ نے احزاب کو دور کر دیا اور نبی ﷺ اپنے مکان واپس گئے تو آپ اپنا سر دھو رہے تھے۔ کہ جبریل علیہ السلام آئے اور عرض کیا کہ آپ کو اللہ معاف کرے' آپ نے ہتھیار اتار دیے۔ حالانکہ اللہ کے ملائکہ نے ابھی تک نہیں اتارے۔ بنو قریظہ کے قلعے کے نزدیک ہمارے پاس آئیے۔

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں میں ندا دلوائی کہ بنی قریظہ کے قلعے کو آؤ رسول اللہ ﷺ نے غسل کر لیا اور آپ لوگوں کے پاس قلعہ کے قریب آ گئے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب احزاب واپس ہو گئے تو نبی ﷺ نے لوگوں میں ندا دلوائی کہ کوئی شخص ظہر کی نماز سوائے بنی قریظہ کے کہیں نہ پڑھے بعض لوگوں کو نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہوا تو انہوں نے پڑھ لی دوسروں نے کہا کہ ہم سوائے اس مقام کے کہیں نماز نہ پڑھیں گے جہاں ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے' خواہ وقت فوت ہی کیوں نہ ہو جائے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے دونوں فریق میں سے کسی پر ملامت نہیں کی۔

بیہقی وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بنی قریظہ میں آئے تو آپ بے زین کے گدھے پر سوار ہوئے' لوگ پیدل چل رہے تھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی غنم کی گلی میں جبریل علیہ السلام کی سواری کا اڑتا ہوا غبار جب کہ رسول اللہ ﷺ بنی قریظہ تشریف لے گئے میری نظر میں ہے۔

حضرت جبرئیل کی آمد:

الماجشون سے مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام یوم الاحزاب (غزوۂ خندق) میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک گھوڑے پر آئے جو ایک سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے اور اپنے دونوں شانوں کے درمیان لٹکائے ہوئے تھے' ان کے دانتوں پر غبار تھا ان کے نیچے سرخ چار جامہ تھا انہوں نے (رسول اللہ ﷺ سے) کہا کہ آپ نے ہمارے ہتھیار اتارنے سے پہلے ہتھیار اتار دیئے' آپ کو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ بنی قریظہ کی طرف چلیے۔

سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے چودہ شب بنی قریظہ کا محاصرہ کیا۔

عطیہ القرظی سے مروی ہے کہ یوم قریظہ میں میں بھی ان لوگوں میں تھا جو گرفتار کیے گئے جو بالغ تھے وہ قتل کیے جاتے تھے اور جو نابالغ تھے وہ چھوڑ دیئے جاتے تھے۔ میں ان میں تھا جو بالغ نہ تھے۔

حمید بن ہلال سے مروی ہے کہ نبی ﷺ اور بنی قریظہ کے درمیان خفیف سا عہد تھا۔ جب احزاب وہ تمام لشکر لائے جنہیں وہ لائے تھے (تو انہوں نے عہد توڑ دیا۔ اور رسول اللہ ﷺ پر مشرکین کو غالب کرا دیا) اللہ نے اپنے لشکر اور آندھی کو بھیجا وہ لوگ بھاگ کر چلے گئے اور دوسرے اپنے قلعہ میں رہ گئے۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب نے ہتھیار رکھ دیئے' جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے' آپ ان کے پاس آئے جبریل علیہ السلام گھوڑے کے سینے سے تکیہ لگائے ہوئے تھے۔

آپ نے فرمایا جبریل علیہ السلام کہتے ہیں ہم نے اب تک ہتھیار نہیں رکھے' آپ بنی قریظہ کی طرف چلیے۔ ان کے ابرو پر غبار جما ہوا تھا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ میرے اصحاب کو تکان ہے۔ اگر کچھ روز کی مہلت دیجئے (تو بہتر ہو) جبریل علیہ السلام نے کہا کہ آپ چلیے میں اسی گھوڑے کو ان کے قلعوں میں داخل کر دوں گا۔ اور منہدم کر دوں گا۔ جبریل علیہ السلام اور آپ کے ہمراہی ملائکہ نے رخ پھیر لیا' یہاں تک کہ انصار بنی غنم کی گلی میں غبار بلند ہوا رسول اللہ ﷺ بھی روانہ ہوئے' اصحاب میں سے کوئی شخص آپ کے روبرو آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ تشریف رکھیے ہم لوگ کافی ہیں' فرمایا وہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ان کے متعلق سنا ہے کہ وہ آپ کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں' فرمایا موسیٰ علیہ السلام کو اس سے بہت ایذا دی گئی۔

رسول اللہ ﷺ بنی قریظہ پہنچے تو فرمایا اے بندر اور سور کے بھائیو! مجھ سے ڈرو' مجھ سے ڈرو' ان میں سے بعض نے بعض سے کہا یہ ابوالقاسم ہیں ہم نے آپ سے بدی کرنے کا معاہدہ نہیں کیا تھا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات:

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی رگ دست میں تیر مارا گیا زخم بند اور خشک ہو گیا انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ انہیں اس

وقت تک موت نہ دے جب تک بنی قریظہ سے ان کا دل نہ ٹھنڈا ہو جائے' بنی قریظہ کو ان کے قلعہ میں اس غم نے گرفتار کیا۔ جس نے گرفتار کیا تو وہ تمام لوگوں میں سے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر اترے سعد رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے جنگجو قتل کر دیئے جائیں اور بچوں کو قید کیا جائے۔

یہ صورتحال دیکھ کر بعض لوگوں نے کہا کہ یہ شہر مہاجرین کا ہوگا نہ کہ انصار کا اس پر انصار نے کہا کہ وہ ہمارے بھائی ہیں ہم تو ان کے ساتھ تھے' انہوں نے قائل اول نے' پھر کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مہاجرین تم سے بے نیاز ہو جائیں۔ جب سعد ان سے فارغ ہوئے اور انہیں جو حکم دینا تھا دے دیا وہ کروٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے کہ ان پر سے ایک بکری گزری اس نے ان کے زخم کو کھر سے ٹھیس لگا دی وہ پھر نہ خشک ہوا یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔

رئیس دومۃ الجندل کا ہدیہ:

دومۃ الجندل کے رئیس نے رسول اللہ ﷺ کو ایک خچر اور ایک ریشمی جبہ بھیجا جبے کی خوبی پر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب تعجب کرنے لگے تو آپ نے فرمایا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے رومال جنت میں اس سے بہتر ہیں۔

سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بجانب قبیلہ قرطاء:

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا قرطہ کی جانب سریہ' رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے انسٹھویں مہینے ۱۰ رمحرم کو واقع ہوا رسول اللہ ﷺ نے انہیں تیس سواروں کے ہمراہ قرطاء کی جانب بھیجا وہ لوگ بنی بکر کے کلاب کے سلسلے کی ایک شاخ ہیں جو ضریہ کے نواح میں البکرات میں اترا کرتے تھے' ضریہ اور مدینے کے درمیان سات شب کی مسافت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ انہیں ہر طرف سے گھیر لیں وہ رات کو چلتے تھے اور دن کو پوشیدہ ہو جاتے تھے انہوں نے ان پر حملہ کر دیا ایک جماعت کو قتل کیا اور باقی لوگ بھاگ گئے اونٹ اور بکری ہنکا لائے' کوئی شخص نیزہ بازی کے لیے ظاہر نہ ہوا' اور وہ مدینے آ گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے خمس نکالنے کے بعد جو بچا ان کے ساتھیوں پر تقسیم کر دیا اونٹ دس بکری کے برابر شمار ہوا کل ڈیڑھ سو اونٹ اور تین ہزار بکریاں تھیں محمد بن مسلمہ انیس شب باہر رہے ۲۹ رمحرم کو آ گئے۔

غزوۂ بنی لحیان:

ربیع الاوّل ۶ ھ میں رسول اللہ ﷺ بنی لحیان کی طرف جو نواح عسفان میں تھے روانہ ہوئے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عاصم بن ثابت اور ان کے ساتھیوں کا سخت صدمہ محسوس کیا اور ملک شام کا ارادہ ظاہر فرمایا ربیع الاوّل کی چاندرات کو لوگوں کی بے خبری کے عالم میں دو سو آدمیوں کا لشکر جمع کیا جن کے ہمراہ بیس گھوڑے تھے۔

مدینے پر عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ آپ تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے اور بطن غران میں پہنچے۔ اس کے اور عسفان کے درمیان جہاں آپ کے اصحاب پر مصیبت آئی تھی پانچ میل کا فاصلہ تھا آپ نے ان کے لیے رحمت کی دعا فرمائی۔

بنی لحیان کی روپوشی:

بنولحیان کو خبر ہوئی تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر بھاگ گئے۔ کوئی قابو میں نہ آیا۔ آپ ایک یا دو دن مقیم رہے۔ ہر طرف لشکر بھیجے مگر وہ لوگ بھی کسی پر قابو نہ پاسکے' وہاں سے روانہ ہو کر آپ عسفان آئے دس سواروں کے ساتھ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ قریش سنیں اور خوف زدہ ہوں لشکر غمیم تک آیا اور واپس گیا انہیں کوئی نہ ملا۔

مدینہ واپسی:

رسول اللہ ﷺ یہ فرماتے ہوئے مدینے کی طرف واپس ہوئے کہ ہم لوگ رجوع کرنے والے' توبہ کرنے والے' اپنے رب کی عبادت کرنے والے اور حمد کرنے والے ہیں' آپ چودہ رات باہر رہے۔

غزوۂ بنی لحیان کا اجمالی خاکہ:

عاصم بن عمرو بن عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ بنی لحیان میں روانہ ہوئے آپ نے یہ ظاہر فرمایا کہ شام کا ارادہ ہے تا کہ ان کو غفلت کی حالت میں پائیں۔

آپ مدینے سے نکلے' غراب' مخیض اور البتراء کے راستے ہوتے ہوئے ذات الیسار کی طرف گھومے۔ پھر آپ بین کے راستے پر نکلے صخرات الثمام سے ہوتے ہوئے السیالہ کا سیدھا راستہ اختیار کیا۔ آپ نے رفتار بہت تیز کر دی اور غران میں اترے (اسی دن ابن ادریس نے بیان کیا' جہاں بنولحیان کے مکانات تھے۔ یہاں معلوم ہوا کہ لوگ پہاڑوں کی چوٹیوں پر محفوظ ہو گئے ہیں۔ جب وہ ارادہ جو آپ نے دشمن کے لیے کیا تھا کامیاب نہ ہوا تو لوگوں نے کہا کہ اگر ہم عسفان میں اتریں تو اہل مکہ کو معلوم ہو گا کہ ہم وہاں آئے تھے آپ مع اصحاب کے روانہ ہوئے اور عسفان میں اترے اصحاب میں سے دو سواروں کو روانہ کیا جو غمیم کی جھونپڑیوں میں پہنچے پھر واپس آ گئے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ ہم توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے' ان شاء اللہ اپنے پروردگار کی حمد کرنے والے' عبادت کرنے والے ہیں' سفر کی مشقت واپسی کی تکان' اہل و عیال اور مال میں نظر بد سے میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں۔

ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلۂ ہذیل کے بنی لحیان کی طرف کچھ لوگوں کو بھیجا اور فرمایا کہ ہر دو آدمی میں ایک آدمی تیز رفتاری اختیار کرے ثواب دونوں کے درمیان رہے گا۔ جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے عسفان کو تلاش کیا پھر واپس ہوئے تو فرمایا ہم رجوع کرنے والے توبہ کرنے والے اپنے رب کی عبادت اور حمد کرنے والے ہیں۔

غزوۃ الغابہ:

ربیع الاوّل ۶ھ میں رسول اللہ ﷺ نے غزوۃ الغابہ کا ارادہ فرمایا جو مدینے سے ایک برید (۱۲ میل) کے فاصلے پر شام کے راستے پر ہے۔

ابن ابوذر رضی اللہ عنہ کی شہادت:

رسول اللہ ﷺ کی دودھ دینے والی بیس اونٹنیاں تھیں۔ جو الغابہ میں چرتی تھیں اور ان میں ابوذر رضی اللہ عنہ تھے۔ شب چہارشنبہ کو چالیس سواروں کے ہمراہ عیینہ بن حصن نے ان پر دھوکے سے حملہ کیا۔ اونٹنیوں کو بھگا لے گئے اور ابوذر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو قتل کر دیا' ایک چیخ کی آواز آئی جس میں الفزع الفزع (پریشانی پریشانی) کی ندا تھی' پھر یہ ندا دی گئی اے اللہ کی جماعت سوار ہو جاؤ' یہ سب سے پہلی ندا تھی جو ان کلمات کے ساتھ دی گئی۔

مدینے سے روانگی:

رسول اللہ ﷺ سوار ہوئے چہارشنبہ کی صبح کو چہرے پر رومال باندھے ہوئے الحدید روانہ ہوئے۔ وہاں ٹھہر گئے۔ سب سے پہلے شخص جو آپ کے سامنے آئے وہ المقداد بن عمرو تھے' وہ زرہ وخود پہنے اور اپنی تلوار کو برہنہ کیے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے نیزے میں جھنڈا باندھ دیا اور فرمایا جاؤ' یہاں تک کہ تمہیں لشکر ملیں۔ میں بھی تمہارے نقش قدم پر ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے مدینے پر عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو ان کی قوم کے تین سو آدمیوں کے ہمراہ مدینے کی حفاظت کے لیے چھوڑا۔

معرکہ آرائی:

المقداد نے بیان کیا کہ میں نکلا تو دشمن کی آخری جماعتوں میں پایا۔ ابوقتادہ نے مسعدہ کو قتل کر دیا انہیں رسول اللہ ﷺ نے اس کا گھوڑا اور ہتھیار دے دیا عکاشہ بن محصن نے اثار بن عمرو بن اثار کو قتل کیا المقداد نے عمرو بن حبیب بن عیینہ بن حصن کو اور قرفہ بن مالک بن حذیفہ بن بدر کو قتل کیا۔ مسلمانوں میں محرز بن فضلہ شہید ہوئے۔ جنہیں مسعدہ نے شہید کیا۔ سلمہ بن الاکوع کو جو پیادہ تھے ایک جماعت ملی تو وہ انہیں تیر مارنے لگے اور کہتے تھے ''یہ لے'' اور یہ شعر پڑھتے تھے:

وانا ابن الاکوع الیوم یوم الرّضع

''میں ابن الاکوع ہوں۔ یہ دن قابل ملامت لوگوں کی مصیبت کا دن ہے''۔

مسلمانوں نے ان لوگوں کو ذی قرد تک بھگا دیا۔ جو خیبر کے نواح میں المستناخ کے متصل ہے۔

سلمہ نے بیان کیا کہ شام کے وقت رسول اللہ ﷺ کو ایک لشکر ملا۔ عرض کی: یارسول اللہ وہ قوم پیاسی ہے' اگر آپ مجھے سو آدمیوں کے ہمراہ بھیجیں تو جو جانوران کے ساتھ ہیں۔ سب چھین لوں گا اور سرداروں کو گرفتار کرلوں گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ اس وقت غطفان میں جمع ہوں گے۔

شور غل بنی عمرو بن عوف تک گیا تو امداد آئی اور برابر لشکر آتے رہے لوگ پیادہ بھی تھے۔ اور اپنے اونٹوں پر بھی تھے' یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ذی قرد میں پہنچ گئے انہوں نے دس اونٹنیاں چھین لیں اور وہ قوم بقیہ اونٹنیوں کے ساتھ جو دس تھیں بچ گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے ذی قرد میں نماز خوف پڑھی آپ وہاں خبر دریافت کرنے کے لیے ایک شبانہ روز مقیم رہے آپ نے اپنے ہر سو اصحاب میں ایک اونٹ تقسیم فرمایا جسے وہ ذبح کرتے تھے کل تعداد پانچ سو تھی‘ کہا جاتا ہے کہ سات سو تھی سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں کئی بورے کھجور اور دس اونٹ روانہ کیے وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ذی قرد میں پہنچے۔

امیر سریہ سعد بن زید الاشہلی رضی اللہ عنہ:

ہمارے نزدیک ثابت یہ ہے کہ نے رسول اللہ ﷺ نے اس سریہ پر سعد بن زید الاشہلی کو امیر بنایا تھا۔ لیکن حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول "غداة فوارس المقداد" (المقداد کے سواروں کی صبح) کی وجہ سے لوگوں نے اسے المقداد کی طرف منسوب کر دیا تو سعد بن زید نے ان پر عتاب کیا اور کہا کہ حرف روی نے مجبوراً میرا نام المقداد تک پہنچا دیا۔ رسول اللہ ﷺ پانچ شب باہر رہنے کے بعد دوشنبے کو مدینے پہنچے۔

سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کی شاندار کارکردگی:

سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں اور نبی ﷺ کے غلام رباح نبی ﷺ کے اونٹ لے گئے‘ میں طلحہ بن عبید اللہ کا گھوڑا بھی لے گیا میرا ارادہ تھا کہ اسے بھی اونٹوں کے ہمراہ پانی پلاؤں جب تاریکی ہوگئی تو عبدالرحمٰن بن عیینہ نے رسول اللہ ﷺ کے اونٹوں کو لوٹ لیا۔ اور چرواہے کو قتل کر دیا‘ وہ اور اس کے ساتھ چند آدمی جو سواروں کے ہمراہ تھے۔ ان کو ہنکاتے ہوئے روانہ ہوئے میں نے رباح سے کہا اس گھوڑے پر بیٹھ کر اسے طلحہ کے پاس پہنچا دو اور رسول اللہ ﷺ کو خبر کر دو کہ ان کے جانور لوٹ لے گئے۔ میں ایک ٹیلے پر کھڑا ہو گیا اپنا منہ مدینے کی جانب کر لیا اور تین مرتبہ ندا دی ''یا صباحاہ'' (ہائے صبح) پھر اس قوم کا پیچھا کیا‘ میرے پاس تلوار اور تیر بھی تھے میں انہیں تیر مار کر زخمی کرنے لگا ایسا اس وقت کرتا جب درختوں کی کثرت ہوتی تھی۔ جب کوئی سوار میری طرف پلٹتا تو میں درخت کی جڑ میں بیٹھ کر اسے تیر مارتا تھا‘ جو سوار میری طرف متوجہ ہوا میں نے اسے زخمی کر دیا۔ انہیں تیر مارتا اور کہتا تھا کہ:

انا ابن الاکوع   والیوم یوم الرضع

''میں ابن الاکوع ہوں۔ اور یہ قابل ملامت لوگوں کے لیے مصیبت کا دن ہے''۔

میں ایک آدمی سے ملاوہ اپنی سواری ہی پر تھا کہ میں نے اسے تیر مارا میرا تیر اس شخص کے لگا اور جگر چھید دیا میں نے کہا یہ لے‘ میں ابن الاکوع ہوں اور یہ دن قابل ملامت لوگوں کی مصیبت کا دن ہے۔ جب میں درخت کی آڑ میں ہوتا تھا تو انہیں تیروں سے گھیر لیتا میرا اور ان کا برابر یہی حال رہا اور جب دشواریاں تنگ کرتی تھیں تو پہاڑ پر چڑھ کر ان پر پتھر پھینکتا تھا۔ میں ان کا پیچھا کرتا تھا اور رجز پڑھتا تھا تا آنکہ میں نے نبی ﷺ کے ان جانوروں کو جنہیں اللہ نے پیدا کیا تھا اپنے پس پشت کر لیا اور ان لوگوں کے ہاتھوں سے چھڑا لیا۔

میں برابر انہیں تیر مارتا رہا انہوں نے تیس سے زائد نیزے ڈال دیئے اور تیس سے زائد چادریں جن سے وہ بار ہلکا کر رہے تھے۔ جو کچھ وہ ڈالتے تھے میں اس پر پتھر رکھ دیتا تھا۔ میں نے اسے رسول اللہ ﷺ کے راستے پر جمع کیا۔ جب صبح کی روشنی

پھیل گئی تو ان کی مدد کے لیے عیینہ بن بدر الفزاری آیا۔ وہ لوگ ایک تنگ گھاٹی میں تھے‘ میں پہاڑ پر چڑھ گیا اور ان لوگوں کے اوپر تھا۔ عیینہ نے کہا یہ کیا ہے۔ جو مجھے نظر آتا ہے انہوں نے کہا کہ اسی سے ہمیں ایذا پہنچی اس نے ہمیں صبح سے اس وقت تک نہیں چھوڑا جو کچھ ہمارے ہاتھوں میں تھا سب لے لیا اور اسے اپنے پیچھے کر دیا۔ عیینہ نے کہا: ایسا نہ ہو کہ یہ جو دکھائی دیتا ہے اس کے پیچھے کوئی جستجو کرنے والا ہو جس نے تمہیں چھوڑ دیا ہو۔ تم میں سے ایک جماعت کو اس کے مقابلہ کے لیے کھڑا ہونا چاہیے ان میں سے چار کی ایک جماعت میرے مقابلہ کو کھڑی ہوگئی‘ وہ پہاڑ پر چڑھے‘ میں نے انہیں آواز دی اور کہا: کیا تم لوگ مجھے پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا: تو کون ہے؟ میں نے کہا میں ابن الاکوع ہوں‘ جس کے چہرے کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکرم کیا تم میں سے کوئی بھی مجھے پا نہیں سکتا اور نہ وہ شخص مجھ سے بچ سکتا ہے جسے میں طلب کروں ان میں سے ایک شخص نے کہا اس کا یہ گمان ہے۔

میں اپنی نشست گاہ سے ہٹنے بھی نہ پایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سواروں کو دیکھا جو درختوں کے درمیان تھے۔ سب سے آگے الاخرم الاسدی تھے ان کے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ابو قتادہ اور ابو قتادہ کے پیچھے المقداد تھے‘ مشرکین پشت پھیر کر بھاگے۔

اخرم رضی اللہ عنہ اور ابن عیینہ سے مقابلہ:

میں پہاڑ سے اتر کر اخرم کے آگے آ گیا۔ ان کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہا: اے اخرم اس جماعت سے ڈرو (یعنی ان سے بچو) مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تمہیں لوٹ لیں گے لہٰذا انتظار کرو یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب آ ملیں۔

انہوں نے کہا اے سلمہ اگر تمہیں اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان ہے اور تم جانتے ہو کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے تو میرے اور شہادت کے درمیان حائل نہ ہو۔ میں نے ان کے گھوڑے کی باگ چھوڑ دی۔ وہ عبدالرحمٰن بن عیینہ سے ملے وہ ان پر پلٹ پڑا دونوں نیزے چلانے لگے اخرم نے عبدالرحمٰن کو زخمی کر دیا‘ عبدالرحمٰن نے انہیں نیزہ مار کر قتل کر دیا۔ عبدالرحمٰن نے اخرم کا گھوڑا بدل لیا۔

معرکہ ذوقرد:

میں نکل کر اس قوم کے پیچھے روانہ ہوا مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا کچھ غبار بھی نظر نہ آتا تھا وہ لوگ ایک گھاٹی کے سامنے تھے جس میں پانی تھا اس کا نام ذوقرد تھا ان کا ارادہ ہوا کہ پانی پئیں لیکن مجھے اپنے پیچھے دوڑتا ہوا دیکھ لیا تو اس سے ہٹ گئے اور ایک گھاٹی کا جو ثنیہ ذودبر تھی سہارا لے لیا۔

آفتاب غروب ہوگیا‘ میں نے ایک آدمی کو پایا‘ اسے تیر مارا‘ اور کہا‘ یہ لے:

وانا ابن الاکوع   والیوم یوم الرضع

''میں ابن الاکوع ہوں۔ اور یہ دن قابل ملامت لوگوں کی مصیبت کا دن ہے''۔

اس نے کہا کہ اے میری ماں کے رلانے والے‘ کیا تو میرا صبح والا اکوع ہے؟ میں نے کہا اے اپنی جان کے دشمن‘ ہاں۔ وہ شخص وہی تھا جسے میں نے صبح تیر مارا تھا‘ میں نے اسے ایک اور تیر مارا‘ دونوں تیر اس کے لگے وہ لوگ دو گھوڑے چھوڑ گئے تو میں انہیں

رسول اللہ ﷺ کے پاس ہنکا لایا آپ ذوقرد کے اس پانی پر تھے جس سے میں نے ان لوگوں کو ہنکایا تھا۔ اتفاقاً نبی اللہ ﷺ پانچ سو آدمیوں کے ہمراہ تھے' بلال نے ان اونٹوں میں سے ایک اونٹ ذبح کیا۔ جو میں پیچھے چھوڑ گیا تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے اس کی کلیجی اور کوہان بھون رہے تھے۔

میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے اور اپنے اصحاب میں سے سو آدمی منتخب فرما دیجئے تو میں بے خبری کی حالت میں کفار پر حملہ کر دوں ان میں سے کوئی خبر دینے والا بھی نہ ہوگا جسے میں قتل نہ کر دوں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم ایسا کرنے والے ہو؟ میں نے کہا' ہاں' قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو بزرگی دی' رسول اللہ ﷺ ہنسے یہاں تک کہ میں نے آگ کی روشنی میں آپ کی کچلیاں دیکھیں۔ آپ نے فرمایا وہ لوگ اس وقت بنی غطفان کی زمین میں پناہ گزیں ہوں گے۔

غطفان کا ایک آدمی آیا اس نے کہا کہ فلاں غطفانی کے پاس چلو کیونکہ ایک اونٹ ان (کفار) کے لیے ذبح کیا ہے جس وقت وہ لوگ اس کی کھال کھینچنے لگے تو انہوں نے ایک غبار دیکھا اونٹ کو چھوڑ دیا اور بھاگ گئے۔

ابن الاکوع اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہما کی تعریف و تحسین:

جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارے سواروں میں سب سے بہتر آج ابوقتادہ ہیں اور ہمارے پیادوں میں سب سے بہتر ابوسلمہ' رسول اللہ ﷺ نے مجھے پیادہ اور سوار کا حصہ دیا۔ مدینے واپس آتے ہوئے آپ نے مجھے اپنے پیچھے گوش بریدہ اونٹنی پر بٹھالیا۔

دوڑ میں سبقت:

ہمارے اور مدینے کے درمیان قریب چاشت کا وقت ہو گیا اس جماعت میں ایک انصاری تھے جن کے آگے کوئی نہیں ہو سکتا تھا وہ یہ ندا دینے لگے کہ ہے کوئی دوڑنے والا۔ کیا کوئی شخص ہے جو مدینے تک باہم دوڑ کرے؟ انہوں نے اسے کئی مرتبہ دہرایا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھا۔ آنحضرت ﷺ نے مجھے ہم نشین بنایا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ نہ تو تم کسی بزرگ کا ادب کرتے ہو اور نہ کسی شریف سے ڈرتے ہو' انہوں نے کہا: سوائے رسول اللہ ﷺ کے کسی سے نہیں ڈرتا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے اجازت دیجئے تو میں ان کے ساتھ دوڑ کروں' آپ نے فرمایا' اگر تم چاہو کرو' میں نے (ان سے) کہا' چلو (میں بھی) تمہاری طرف (چلتا ہوں)۔

وہ اپنی سواری سے کود پڑے۔ میں نے بھی پاؤں سمیٹے اور اونٹنی سے کود پڑا' انہیں ایک یا دو کوہان (آگے بڑھنے میں) طاقت دار بنا دیا' یعنی میں نے اپنے آپ کو روک لیا پھر میں دوڑا یہاں تک کہ ان سے مل گیا۔ اپنے ہاتھ سے ان کے دونوں شانوں کے بیچ میں زور سے مارا اور کہا میں تم سے آگے ہو گیا' کامیابی اللہ ہی کی طرف سے ہے یا اسی قسم کا کوئی کلمہ کہا' وہ ہنسے اور کہا میں تو نہیں خیال کرتا' یہاں تک کہ ہم دونوں مدینے آ گئے۔

سریہ عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ بجانب الغمر مرزوق:

عکاشہ بن محصن الاسدی کا الغمر غمر مرزوق کی جانب سریہ ہے جوفید سے مدینے کے پہلے راستے میں دورات کی مسافت پر بنی اسد کا پانی (گھاٹ) ہے یہ ربیع الاوّل ۶ھ میں ہوا۔

رسول اللہ ﷺ نے عکاشہ بن محصن کو چالیس آدمیوں کے ہمراہ الغمر روانہ کیا۔ وہ اس طرح جلد روانہ ہوئے کہ ان کی رفتار بہت تیز تھی۔

اس قوم نے انہیں تاڑ لیا اور اپنی بستی کے پہاڑ کی چوٹی پر چلے گئے انہیں اپنا مکان ناموافق ہوا۔ عکاشہ نے شجاع بن وہب کو مخبر بنا کے بھیجا تو انہوں نے اونٹوں کا نشان دیکھا۔

یہ لوگ روانہ ہوئے تو انہیں کفار کا ایک مخبر مل گیا جس کو انہوں نے امن دے دیا۔ اس نے انہیں اپنے چچازاد بھائی کے اونٹ بتا دیئے جو انہوں نے لوٹ لیے۔ دوسو اونٹ ہنکا لائے اس شخص کو چھوڑ دیا۔ اونٹ مدینے لے آئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گئے' انہیں جنگ کی نوبت نہیں آئی۔

سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بجانب ذی القصہ:

ربیع الاوّل ۶ھ میں ذی القصہ کی جانب محمد بن مسلمہ کا سریہ ہے رسول اللہ ﷺ نے محمد بن مسلمہ کو دس آدمیوں کے ہمراہ بنی ثعلبہ اور بنی عوال کی جانب جو ثعلبہ میں سے تھے بھیجا اور وہ لوگ ذی القصہ میں تھے اس کے اور مدینے کے درمیان ربذہ کے راستے پر چوبیس میل کا فاصلہ ہے۔

یہ لوگ رات کے وقت ان کے پاس پہنچے تو اس قوم نے جو سو آدمی تھے انہیں گھیر لیا۔ کچھ رات تک دونوں نے تیر اندازی کی' اعراب دیہاتی نے نیزوں سے حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا محمد بن مسلمہ مجروح ہو کے گر پڑے ان کے ٹخنے پر ایسی چوٹ لگ گئی تھی کہ حرکت نہیں کر سکتے تھے مسلمانوں کے کپڑے ان کفار نے اتار لیے محمد بن مسلمہ کے پاس ایک مسلمان گزرے تو انہوں نے انہیں لاد کر مدینے میں پہنچا دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوعبیدہ بن الجراح کو چالیس آدمیوں کے ہمراہ اس جماعت کی قتل گاہ کو بھیجا مگر ان کو کوئی نہ ملا' انہوں نے اونٹ اور بکریاں پائیں جو ہنکا لائے اور واپس ہوئے۔

سریہ ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بجانب ذی القصہ:

ربیع الاخر ۶ھ میں ذی القصہ کی جانب ابوعبیدہ بن الجراح کا سریہ ہوا' لوگوں نے بیان کیا کہ بنی ثعلبہ وانمار کی بستیاں خشک ہو گئیں اور المراض سے تغلمین تک تالابوں میں خشکی آ گئی المراض مدینے سے ۳۶ میل ہے۔ بنو محارب و ثعلبہ وانمار اسی خشک تالاب کو گئے انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا کہ مدینے کے مواشی لوٹ لیں جو مدینے سے سات میل پر مقام ہیفا میں چرتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو چالیس مسلمانوں کے ہمراہ جب کہ انہوں نے نماز مغرب پڑھ لی۔ بھیجا وہ لوگ روانہ ہوئے صبح کی تاریکی میں ذی القصہ پہنچے۔ ان لوگوں پر حملہ کر دیا جو پہاڑوں میں بھاگ کر چھپ گئے وہ ایک شخص کو پا گئے' جو اسلام لے آیا' اس کو چھوڑ دیا۔ ان کے اونٹوں میں سے کچھ اونٹ انہوں نے پکڑ لیے اور ہنکا لائے' سامان میں سے کچھ اسباب

لے لیا' اسے مدینے میں لے آئے رسول اللہ ﷺ نے خمس نکالا' جو بچا وہ انہیں پر تقسیم کر دیا۔

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بجانب بنی سلیم بمقام الجموم:

ربیع الاخر ٦ھ میں الجموم میں بنی سلیم کی جانب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا سریہ ہوا' رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بنی سلیم کی طرف بھیجا' وہ روانہ ہوئے الجموم پہنچے جو بطن نخل کے بائیں جانب اسی نواح میں ہے بطن نخل مدینے سے چار برد (۴۸ میل) ہے۔

وہاں قبیلۂ مزنیہ کی ایک عورت ملی جس کا نام حلیمہ تھا اس نے بنی سلیم کے ٹھہرنے کے مقامات میں سے ایک مقام بتا دیا اس مقام پر انہیں اونٹ بکریاں اور قیدی ملے انہیں میں حلیمہ المزنیہ کا شوہر بھی تھا۔ جب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ وہ سب لے کر جو انہوں نے پایا تھا واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے مزنیہ کو اس کی جان اور اس کا شوہر ہبہ کر دیا۔ بلال بن الحارث کا یہ شعر اسی واقعہ میں ہے:

لعمرك اخنى المسول ولا ونت حليمة حتى راح ركبها معا

''قسم ہے تیری زندگانی کی کہ نہ تو جس سے سوال کیا گیا تھا اس نے کوتاہی کی اور نہ حلیمہ ہی تھکی یہاں تک کہ دونوں کی سواری ساتھ ساتھ روانہ ہوئی''۔

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بجانب العیص:

جمادی الاولیٰ ٦ھ میں العیص کی جانب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا سریہ ہوا اس کے اور مدینے کے درمیان چار رات کا راستہ ہے اور المرو وہاں سے ایک رات کی مسافت پر ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو خبر پہنچی کہ قریش کا ایک قافلہ شام سے آ رہا ہے آپ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ستر سواروں کے ہمراہ اس کو روکنے کے لیے بھیجا۔ انہوں نے اسے اور جو کچھ اس میں تھا گرفتار کر لیا اس روز صفوان بن امیہ کی بہت سی چاندی پکڑ لی کچھ آدمیوں کو بھی گرفتار کیا جو اس قافلے میں تھے جن میں ابوالعاص بن الربیع بھی تھا' انہیں مدینے لے آئے۔

ابوالعاص نے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا سے پناہ مانگی انہوں نے اسے پناہ دے دی رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر پڑھ لی تو زینب رضی اللہ عنہا نے لوگوں میں ندا دے دی کہ میں نے ابوالعاص کو پناہ دی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمیں اس کا کچھ غم نہیں ہم نے بھی اسے پناہ دی جسے تم نے پناہ دی اور جو کچھ اس سے لیا گیا تھا آپ نے اسی کو واپس کر دیا۔

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بجانب الطرف:

جمادی الاخر ٦ھ میں الطرف کی جانب زید بن حارثہ کو لشکر کے ساتھ بھیجا الطرف النخیل کے اسی جانب المراض کے قریب البقرہ کے اس راستہ پر جو الحجہ کو گیا ہے مدینے سے ۳٦ میل پر ہے' وہ پندرہ آدمیوں کے ہمراہ بنی ثعلبہ کی جانب روانہ ہوئے مگر انہیں اونٹ بکریاں ملیں اعراب بھاگ گئے زید نے صبح کو اونٹوں کو جو بیس تھے مدینے پہنچا دیا اور انہیں جنگ کی نوبت نہیں آئی' وہ چودہ رات باہر رہے ان کا شعار (نشان جنگ واشارہ) اَمِتْ اَمِتْ تھا۔

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بجانب حسمیٰ:

جمادی الآخرہ ۶ ھ میں حسمیٰ کی طرف زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا سریہ پیش آیا جو وادی القریٰ کے پیچھے ہے۔ دحیہ بن خلیفہ الکلبی رضی اللہ عنہ قیصر کے پاس سے جس نے انہیں مہمان رکھا اور خلعت دیا تھا آئے حسمیٰ میں انہیں الہنید بن عارض اور اس کا بیٹا عارض بن الہنید قبیلۂ جذام کے چند آدمیوں کے ہمراہ ملا انہوں نے دحیہ کو لوٹ لیا اور سوائے پرانے کپڑوں کے کچھ بھی اس کے پاس نہ چھوڑا' بنی الضبیب کے چند آدمیوں نے یہ سنا تو وہ ان کی طرف روانہ ہوئے اور دحیہ کا سامان چھین لیا۔ دحیہ نے نبی ﷺ کے پاس آ کر اس کی خبر دی تو آپ نے پانچ سو آدمیوں کے ہمراہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا ان کے ساتھ دحیہ کو بھی کر دیا۔ زید رات کو چلتے تھے اور دن کو چھپ رہتے تھے ان کے ہمراہ قبیلۂ بنی عذرہ کا ایک رہبر بھی تھا۔ وہ انہیں لایا اور صبح ہوتے ہی اس قوم پر حملہ کر دیا انہوں نے ان کو لوٹ لیا خوں ریزی کی اور دکھ پہنچایا الہنید اور اس کے بیٹے کو بھی قتل کر دیا مواشی اور اونٹ اور عورتیں بھی پکڑ لیں انہوں نے ایک ہزار اونٹ پانچ ہزار بکریاں اور سو عورتیں اور بچے گرفتار کر لیے۔

زید بن رفاعہ الجذامی کی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری:

زید بن رفاعہ الجذامی اپنی قوم کے ایک گروہ کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور آپ کا وہ فرمان دکھایا جو آپ نے اس کے اور اس کی قوم کے لیے ان راتوں میں تحریر فرمایا تھا۔ جب وہ آپ کے پاس آیا تھا' وہ اسلام لایا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم پر حلال کو حرام نہ کیجئے اور نہ حرام کو ہمارے لیے حلال کیجئے آپ نے فرمایا میں مقتولین کو کیا کروں' ابویزید بن عمرو نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اسے رہا کر دیجئے جو زندہ ہو اور جو قتل ہو گیا تو وہ میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ابوزید نے سچ کہا' آپؐ نے ان لوگوں کے ہمراہ علی رضی اللہ عنہ کو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج کر حکم دیا کہ وہ انہیں اور ان کی عورتوں کو مال دے دیں۔

علی رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے' زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بشیر (فتح کی خوشخبری پہنچانے والے) رافع بن مکث الجہینی سے ملے جو اسی قوم کی اونٹنی پر سوار تھے علی رضی اللہ عنہ نے وہ اونٹنی بھی اسی قوم کو واپس کر دی۔

وہ زید سے الفحلتین میں ملے جو مدینے اور ذی المروہ کے درمیان ہے انہیں رسول اللہ ﷺ کا حکم پہنچایا۔ انہوں نے لوگوں سے جو کچھ لیا تھا وہ سب واپس کر دیا۔

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بجانب وادی القریٰ:

رجب ۶ ھ میں زید بن حارثہ کا سریہ وادی القریٰ ہے لوگوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ۶ ھ میں زید کو امیر بنا کے بھیجا۔

سریہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بجانب دومۃ الجندل:

شعبان ۶ ھ میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا سریہ دومۃ الجندل ہوا' رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ انہیں اپنے سامنے بٹھایا اپنے ہاتھ سے عمامہ باندھا اور فرمایا: اللہ کے نام کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرو' جو اللہ کے

ساتھ کفر کرے تم اس سے اس طرح لڑو کہ نہ تو خیانت کرو نہ بدعہدی کرو اور نہ کسی بچے کو قتل کرو۔

آپؐ نے انہیں دومۃ الجندل میں قبیلۂ کلب کے پاس بھیجا اور فرمایا اگر وہ لوگ تمہیں مان لیں تو ان کے بادشاہ کی بیٹی سے نکاح کر لینا۔ عبدالرحمٰن روانہ ہوئے دومۃ الجندل آئے اور ٹھہر کر تین روز تک اسلام کی دعوت دیتے رہے اصبغ بن عمرو الکلبی اسلام لے آیا' وہ نصرانی تھا اور ان لوگوں کا سردار ان کے ساتھ قوم کے بہت سے آدمی اسلام لے آئے جس نے چاہا وہ جزیہ دینے پر اپنے دین پر قائم رہا۔ عبدالرحمٰن نے الاصبغ کی بیٹی تماضر سے نکاح کر لیا' انہیں مدینے لے آئے' وہی ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کی ماں ہیں۔

سریہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بجانب سعد بن بکر بمقام فدک:

شعبان ۶ھ میں بمقام فدک بجانب بنی سعد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا سریہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی کہ ان لوگوں کا ایک مجمع ہے جس کا یہ قصد ہے کہ یہود خیبر کی مدد کرے رسول اللہ ﷺ نے ان کی جانب سو آدمیوں کے ہمراہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا' وہ رات کو چلتے اور دن کو پوشیدہ رہتے تھے جب الہج پہنچے جو خیبر و فدک کے درمیان ایک چشمۂ آب ہے اور مدینہ اور فدک کے درمیان چھ رات کا راستہ ہے تو اس مقام (الہج) پر انہیں ایک آدمی ملا جس سے اس مجمع کو دریافت کیا اس نے کہا میں تمہیں اس شرط پر بتاؤں گا کہ تم لوگ مجھے امن دے دو ان لوگوں نے اسے امن دے دیا پھر اس نے بھی پتہ بتا دیا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے غفلت کی حالت میں ان پر حملہ کر دیا' پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں لے لیں' بنو سعد اور ان کے سرغنہ وبر بن علیم بار برداری کے اونٹوں کو بھگا لے گئے' علی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے خاص حصے میں ایک دودھ دینے والی اونٹنی کو علیحدہ کر دیا' جس کا نام الحفذہ تھا' پھر خمس علیحدہ کر دیا بقیہ مال غنیمت اپنے ساتھیوں پر تقسیم کر دیا۔ اور مدینے آ گئے' انہیں جنگ کی نوبت نہیں آئی۔

سریہ زید بن حارثہ بجانب ام قرفہ بمقام وادی القریٰ:

رمضان ۶ھ میں وادی القریٰ کے نواح میں جو مدینے سے سات رات کے راستہ پر ہیں ام قرفہ کی طرف زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا سریہ آیا۔

مسلمانوں کے تجارتی قافلہ پر حملہ:

زید بن حارثہ تجارت کے سلسلہ میں شام کی طرف روانہ ہوئے ان کے ہمراہ نبی ﷺ کے اصحاب کا مال تجارت تھا۔ جب وہ وادی القریٰ کے قریب ہوئے اور انہیں بنی بدر کی شاخ فزارہ کے کچھ لوگ ملے جنہوں نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو مارا اور جو کچھ پاس تھا لے لیا۔

زید اچھے ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ کو خبر دی رسول اللہ ﷺ نے ان کو ان لوگوں کی طرف بھیجا' یہ لوگ دن کو چھپتے اور رات کو چلتے بنو بدر نے تاڑ لیا۔

بنی فزارہ کا عبرتناک انجام:

زید اور ان کے ساتھی صبح کے وقت ان لوگوں کے پاس آئے' تکبیر کہی اور جو موجود تھے انہیں گھیر لیا۔ ام قرفہ کو جو فاطمہ

بنت ربیعہ بن بدر تھی اور اس کی بیٹی جاریہ بنت مالک بن حذیفہ بن بدر کو گرفتار کر لیا۔ جاریہ کو مسلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا اور رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دی رسول اللہ ﷺ نے حزن بن ابی وہب کو ہبہ کر دی۔

قیس بن المحسر نے ام قرفہ کی طرف قصد کیا جو بہت سن رسیدہ بوڑھی تھی انہوں نے اس کو نہایت سختی سے قتل کیا اس کے دونوں پاؤں میں رسی باندھ کر دو اونٹوں کے ساتھ باندھ دیا' اونٹوں کو تیز دوڑایا جس سے اس کا جسم کٹ گیا انہوں نے نعمان اور عبیداللہ کو بھی قتل کیا' یہ دونوں مسعدہ بن حکمہ بن مالک بن بدر کے بیٹے تھے۔

زید بن حارثہ اپنی اسی حالت کے ساتھ مدینے میں آئے نبی ﷺ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ کپڑے اتارے ہوئے تھے اپنا کپڑا کھینچتے ہوئے ان کی طرف اٹھ کھڑے ہوئے انہیں گلے لگا لیا بوسہ دیا اور ان سے حال دریافت کیا اللہ نے انہیں جو فتح دی تھی اس کی آپ کو خبر دی۔

سریہ عبداللہ بن عتیک بمقام خیبر:

رمضان ۶ھ میں بمقام خیبر ابورافع سلام بن ابی الحقیق النضری کی طرف عبداللہ بن عتیک بھیجے گئے ابورافع بن ابی الحقیق نے غطفان اور جو مشرکین عرب اس کے گرد تھے انہیں جمع کیا رسول اللہ ﷺ سے جنگ کے لیے ایک بہت بڑا مجمع ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ نے عبداللہ بن عتیک' عبداللہ بن انیس' ابوقتادہ' اسود بن خزاعی اور مسعود بن سنان کو ابورافع کے قتل پر مامور فرمایا۔

ابورافع کا قتل:

یہ لوگ خیبر پہنچ کے پوشیدہ ہو گئے جب سناٹا ہوا تو اس کے مکان کی طرف آئے اور زینے پر چڑھ گئے انہوں نے عبداللہ بن عتیک کو آگے کیا کیونکہ وہ یہودی زبان میں گفتگو کر سکتے تھے انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ میں ابورافع کے پاس ہدیہ لایا ہوں' اس کی عورت نے دروازہ کھول دیا مگر جب ہتھیار دیکھے تو غل مچانے کا ارادہ کیا' ان لوگوں نے تلوار سے اس کی طرف اشارہ کیا تو وہ خاموش ہو گئی لوگ اندر گھس پڑے اور ابورافع کو اس سفیدی سے پہچان لیا جو مثل قبطی کپڑے کے تھی اور تلواروں سے اس پر ٹوٹ پڑے۔ ابن انیس نے بیان کیا کہ میں ایسا شخص تھا جسے رتوندی تھی کچھ دیکھ نہیں سکتا تھا میں نے اپنی تلوار اس کے پیٹ پر ٹکا دی بستر پر خون بہنے کی آواز سنی تو سمجھ گیا کہ وہ قضا کر گیا ساری جماعت اسے مارنے لگی۔

وہ لوگ اتر آئے اس کی عورت چلائی تو سب گھر والے چلائے' یہ جماعت خیبر کے قلعے کے ایک نالے میں چھپ گئی حارث ابوزینب تین ہزار آدمیوں کے ہمراہ ان کے تعاقب کو نکلا آگ کی روشنی میں تلاش شروع کی مگر ان لوگوں کو نہیں پایا ناچار واپس ہو گئے۔ وہ جماعت اپنے مقام پر دو روز مقیم رہی یہاں تک کہ تلاش کم ہو گئی یہ لوگ مدینے کا رخ کر کے نکلے ان میں سے ہر شخص اس کے قتل کا مدعی تھا۔ آپ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا' چہرے کامیاب ہوں انہوں نے کہا آپ کا چہرہ بھی کامیاب ہو۔ یارسول اللہ ﷺ انہوں نے آپ کو اپنے واقعے کی خبر دی آپ نے ان کی تلواریں لے لیں دیکھا تو کھانے کا نشان عبداللہ بن انیس کی نوک پر تھا۔ آپ نے فرمایا انہوں نے اسے قتل کیا ہے۔

سریہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بجانب اسیر بن زارم یہودی:

شوال ۶ھ میں بمقام خیبر اسیر بن زارم الیہودی کی جانب عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا سریہ ہوا۔

جب ابورافع سلام بن ابی الحقیق قتل کر دیا گیا تو یہود نے اسیر بن زارم کو اپنا امیر بنالیا چنانچہ وہ بھی غطفان وغیرہم میں میں جا کر انہیں رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کے لیے جمع کرنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آنحضرت ﷺ نے ماہ رمضان میں خفیہ طور پر تین آدمیوں کے ہمراہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ انہوں نے اس کا حال اور اس کی غفلت دریافت کر کے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بلایا تیس آدمیوں نے آپ کی ندا قبول کی آپ نے ان پر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو امیر کر کے بھیجا۔ یہ لوگ اسیر کے پاس آئے اور کہا کہ ہم لوگ اس وقت تک امن میں ہیں جب تک ہم تیرے سامنے وہ بات پیش نہ کر دیں جس کے لیے ہم آئے ہیں' اس نے کہا' ہاں میرے لیے بھی تم لوگوں کی طرف سے اسی طرح ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔

ہم لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تیرے پاس بھیجا ہے' تو آپ کے پاس چل تا کہ آپ تجھے خیبر کا عامل بنا دیں اور تیرے ساتھ احسان کریں' اسے لالچ پیدا ہوا اور روانہ ہو گیا ہمراہ تیس یہودی بھی ہوئے جو ہر مسلمان کے ہم نشین ہوئے۔

اسیر بن زارم کا قتل:

جب ہم لوگ قرقرہ ثبار پہنچے تو اسیر پچھتایا عبداللہ بن انیس نے جو اس سریے میں تھے بیان کیا کہ اس نے میری تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا میں سمجھ گیا اپنا اونٹ کنارے لے گیا اور کہا ''اے اللہ کے دشمن خلاف عہد'' اس نے دو مرتبہ ایسا ہی کیا میں اتر گیا اور قوم کو چلنے دیا یہاں تک کہ میرے لیے اسیر تنہا رہ گیا میں نے اسے تلوار ماری اس کی ران اور پنڈلی کا اکثر حصہ علیحدہ ہو گیا وہ اپنے اونٹ سے گر پڑا' اس کے ہاتھ میں شوحط کی (پہاڑی درخت ہے جس سے کمان بنتی ہے) ٹیڑھی موٹھ کی ایک لاٹھی تھی جس سے اس نے مجھے مارا اور میرے سر کو زخمی کر دیا۔ ہم لوگ اس کے ساتھیوں پر پلٹ پڑے سب کو قتل کر دیا سوائے ایک شخص کے جس نے ہم کو بہت ہی تھکا دیا۔ اور وہ مسلمانوں میں سے کسی کو نہیں ملا' ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ سے سب بات بیان کی تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ظالموں کی قوم سے نجات دی۔

سریہ کرز بن جابر الفہری بجانب العرنیین:

شوال ۶ھ میں عرنیین کی جانب کرز بن جابر الفہری کا سریہ ہے۔

عرنیین کی بد عہدی:

قبیلۂ عرینہ کے آٹھ آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اسلام لائے' انہوں نے مدینے کی آب وہوا کو خراب پایا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے اونٹوں کی طرف لے جانے کا حکم دیا ذی الجدر میں مدینے سے چھ میل پر قبا کے علاقہ میں عیر کے قریب چرتے تھے۔

وہ لوگ وہاں رہے' یہاں تک کہ تندرست اور موٹے ہو گئے صبح کے وقت اونٹوں پر حملہ کیا اور ہنکا لے گئے' ان کو رسول

اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام یسار نے جن کے ہمراہ ایک جماعت تھی پایا یسار لڑے ان لوگوں نے ان کا ہاتھ پاؤں کاٹ دیا۔ زبان اور آنکھوں میں کانٹے بھونک دیئے۔ یہاں تک کہ وہ مر گئے۔

عرنیین کا انجام:

یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ نے ان کے تعاقب میں بیس سوار روانہ کیے اور کرز بن جابر الفہری کو عامل بنایا۔ یہ لوگ انہیں پا گئے گھیر کے گرفتار کر لیا اور رسیوں سے باندھ کر گھوڑوں پر ساتھ بٹھا لیا وہ انہیں مدینے لائے۔ رسول اللہ ﷺ اغابہ میں تھے وہ لوگ ان کو لے کر آپ کی طرف روانہ ہوئے آپ نے اغابہ میں سیلابوں کے اجتماع کے مقام پر ملے آپ نے ان کے متعلق حکم دیا تو ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے آنکھیں نکالی گئیں پھر وہیں انہیں لٹکا دیا۔

وحی کا نزول:

رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ و یسعون فی الارض الفساد﴾ (ان لوگوں کی جزا جو اللہ ورسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین پر فساد کرتے پھرتے ہیں یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں وغیرہ وغیرہ)۔

اس کے بعد پھر کوئی آنکھ نہیں نکالی گئی وہ اونٹنیاں پندرہ تھیں جو بہت دودھ دینے والی تھیں وہ انہیں مدینے واپس لے آئے تو اس میں سے ایک اونٹنی جس کا نام الحناء تھا رسول اللہ ﷺ کو نہیں ملی آپ نے دریافت فرمایا تو کہا گیا اسے ان لوگوں نے ذبح کر ڈالا۔

سریہ عمرو بن امیہ الضمری

حضور علیہ السلام کو شہید کرنے کی سازش:

ابوسفیان بن حرب نے قریش کے چند آدمیوں سے کہا کہ کیا کوئی ایسا نہیں ہے جو محمد (ﷺ) کو دھوکے سے قتل کر دے کیونکہ وہ بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں اعراب میں سے ایک شخص آیا اور کہا کہ میں اپنے آپ کو سب سے زیادہ تیز' سب سے زیادہ مضبوط اور اپنے دل کو سب سے زیادہ مطمئن پاتا ہوں تو اگر مجھے قوت دے دے تو میں ان کی جانب روانہ ہو جاؤں اور دھوکے سے قتل کر دوں' میرے پاس ایک خنجر ہے جو گدھ کے پر کی طرح ہے جس سے میں ان پر حملہ کروں گا۔ پھر میں کسی قافلہ میں مل جاؤں گا اور بھاگ کر اس جماعت سے آگے بڑھ جاؤں گا کیونکہ میں راستہ سے واقف ہوں اور اسے خوب جانتا ہوں۔

ابوسفیان نے کہا کہ تو ہمارا دوست ہے اسے اونٹ اور خرچ دیا اور کہا اپنے کام کو پوشیدہ رکھنا وہ رات کو روانہ ہوا' اپنی سواری پر پانچ شب چلا چھٹی صبح ظہر الحرہ میں ہوئی رسول اللہ ﷺ کو پوچھتا ہوا آیا۔ اسے آپ بتا دیئے گئے اپنی سواری کو باندھ کر رسول اللہ ﷺ کے طرف آیا آپ مسجد بنی عبد الاشہل میں تھے۔

قتل کے لئے آنے والے کی گرفتاری وقبول اسلام:

جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا یہ شخص بدعہدی کا ارادہ رکھتا ہے' وہ بڑھا کہ رسول اللہ ﷺ پر حملہ کرے

اسید بن حضیر نے اس کی تہمد کا اندر کا حصہ پکڑ کے کھینچا تو اتفاق سے خنجر ملا وہ شخص گھبرا گیا اور کہا میرا خون' میرا خون' اسید نے اس کا گریبان پکڑ کے زور سے کھینچا اور جھنجوڑا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے سچ کہہ تو کون ہے؟ اس نے کہا پھر مجھے امن ہے؟ فرمایا ہاں' اس نے آپ کو اپنے کام کی خبر دی اور اس کی بھی جو ابوسفیان نے اس کے لیے مقرر کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا اور وہ اسلام لے آیا۔

ابوسفیان کے قتل کے لئے مہم:

رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ اور سلمہ بن اسلم کو ابوسفیان بن حرب کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ اگر تم دونوں اس کی غفلت کا موقع پانا تو قتل کر دینا دونوں مکے میں داخل ہوئے عمرو بن امیہ رات کے وقت جا کر بیت اللہ کا طواف کرنے لگے تو انہیں معاویہ بن ابی سفیان نے دیکھ لیا اور پہچان لیا اور قریش کو خبر دے دی۔

قریش کو ان سے اندیشہ ہوا اور انہوں نے ان کی تلاشی لی وہ جاہلیت میں بھی بڑے بہادر تھے' انہوں نے کہا کہ عمرو کسی بھلائی کے لیے نہیں آئے اہل مکہ نے ان کے لیے اتفاق اور اجتماع کر لیا عمرو اور سلمہ بھاگے عمرو کو عبیداللہ بن مالک بن عبیداللہ التیمی ملا تو اس کو انہوں نے قتل کر دیا ایک اور شخص کو بھی قتل کر دیا جو بنی الدیل سے تھا اس کو انہوں نے یہ شعر گاتے اور کہتے سنا۔

ولست بمسلم وما دمت حيا ولست ادين دين المسلمينا

''میں جب تک زندہ ہوں مسلمانوں میں نہ ہوں گا اور نہ مسلمانوں کا دین قبول کروں گا''۔

انہیں قریش کے دو قاصد ملے جن کو انہوں نے خبر دریافت کرنے کو بھیجا تھا۔ ان میں سے ایک کو انہوں نے قتل کر دیا اور دوسرے کو گرفتار کر کے مدینے لے آئے' عمرو رسول اللہ ﷺ کو اپنا حال بتا رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ ہنس رہے تھے۔

غزوۂ حدیبیہ:

رسول اللہ ﷺ کا غزوہ حدیبیہ ذی القعدہ ۶ھ میں پیش آیا جب کہ آپ عمرہ کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے عمرہ کے لیے چلنے کو فرمایا' ان لوگوں نے بہت جلدی کی اور تیار ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے مکان میں گئے غسل فرمایا دو کپڑے پہنے اور اپنی سواری القصواء پر روانہ ہوئے۔

طلوع ہلال ذی القعدہ اور دوشنبہ کا دن تھا دینے پر آپؐ نے عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا' ہمراہ سوائے تلواروں کے جو چمڑے کے میانوں میں تھیں اور کوئی ہتھیار نہ تھا۔ آپؐ اپنے ساتھ قربانی کے اونٹ لے گئے اور اصحاب نے بھی قربانی کے اونٹ لیے نماز ظہر ذی الحلیفہ میں پڑھی۔ آنحضرت ﷺ نے ان اونٹوں کو منگایا جو ہمراہ لیے تھے' انہیں جھول پہنائی گئی' آپ نے اور آپ کے اصحاب نے بھی ان کی داہنی جانب (کوہان میں) زخم برائے علامت قربانی کیے ان کے گلے میں ہار ڈالے وہ سب رو بہ قبلہ تھے اور تعداد میں ستر تھے جن میں ابوجہل کا اونٹ بھی تھا جو آپ کو جنگ بدر میں غنیمت میں ملا تھا۔

مسلمانوں کی تعداد:

آپؐ نے احرام باندھا اور تلبیہ کہا' عباد بن بشر کو بیس مسلمان سواروں کے ہمراہ بطور مخبر آگے روانہ کیا جن میں مہاجرین

اور انصار دونوں تھے آپؐ کے ہمراہ سولہ سو مسلمان تھے کہا جاتا ہے کہ چودہ سو تھے' سوا پندرہ سو کی تعداد بھی بتائی جاتی ہے آپؐ اپنے ہمراہ اپنی زوجہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھی لے گئے۔

حضور علیہ السلام کو روکنے کی کوشش:

مشرکین کو خبر پہنچی تو ان سب کی رائے آپ کو مسجد حرام سے روکنے پر متفق ہوگئی' انہوں نے جلدی میں لشکر جمع کیا' دو سو سواروں کو جن کا سردار خالد بن الولید یا بروایت دیگر عکرمہ بن ابی جہل تھا' کراع الغمیم تک آگے بھیجا لبر بن سفیان الخزاعی مکے میں آئے انہوں نے ان کا کلام سنا اور ان کی رائے معلوم کی' وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آئے اور آپؐ سے غدیر الاشطاط میں ملے جو عسفان کے پیچھے تھے اور آپ کو اس کی خبر دی۔

خالد بن الولید معہ اپنے لشکر کے قریب آ گیا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو دیکھا رسول اللہ ﷺ نے عباد بن بشر کو حکم دیا۔ وہ اپنے لشکر کے ہمراہ آگے بڑھے اور اس کے مقابلہ پر کھڑے ہو گئے اپنے ساتھیوں کو صف بستہ کر دیا۔

حدیبیہ میں تشریف آوری:

نماز ظہر کا وقت آ گیا رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کو نماز خوف پڑھائی جب شام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسی العصل کی داہنی جانب کو اختیار کرو کیونکہ قریش کے جاسوس مر الظہران اور ضجنان میں ہیں آپؐ روانہ ہوئے اور حدیبیہ کے قریب پہنچے جو حرم کے کنارے مکے سے نو میل ہے۔

سواری کے دونوں اگلے پاؤں ایک پہاڑی راستہ سے جس سے وہ آپ کو اتار رہی تھی قوم قریش کے مقام قضائے حاجت میں جا پڑے تو اس نے اپنا سینہ ٹیک دیا۔ مسلمانوں نے کہا ''حل حل'' اس کلمہ سے وہ اسے جھڑک رہے تھے مگر اس نے اٹھنے سے انکار کیا لوگوں نے کہا القصواء رک گئی نبی ﷺ نے فرمایا اس نے چلنا نہیں چھوڑا البتہ اسے اسی نے روک لیا جس نے (اصحاب فیل کے) ہاتھی کو روک دیا تھا' آگاہ رہو کہ بخدا اگر آج وہ لوگ مجھ سے کسی ایسی چیز کی درخواست کریں گے جس میں حرمۃ اللہ کی تعظیم ہوگی تو میں وہ چیز انہیں ضرور دوں گا۔

آنحضرت ﷺ نے قصواء کو جھڑکا تو وہ کھڑی ہوگئی پھر اس طرح پھرے کہ واپسی اسی طرف ہوئی جہاں سے مکے کی طرف جانا شروع کیا تھا اور لوگوں کو حدیبیہ کے چشموں میں سے کسی ایسے چشمے پر اتارا جس میں پانی تقریباً کچھ نہ تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا' حکم دیا کہ اسی گڑھے میں گاڑ دیا جائے۔ شیریں پانی ابلنے لگا لوگوں نے کنوئیں کی مینڈھ پر بیٹھ کر اپنے برتن بھر لیے حدیبیہ میں کئی مرتبہ رسول اللہ ﷺ پر بارش ہوئی اور بار بار پانی آیا گیا۔

بدیل بن ورقا کی حضور علیہ السلام سے ملاقات:

رسول اللہ ﷺ کے پاس بدیل بن ورقا اور خزاعہ کے چند سوار آئے انہوں نے آپ کو سلام کیا اور عرض کی کہ ہم لوگ آپؐ کے پاس آپ کی قوم کی طرف سے آئے ہیں' کعب بن لوی اور عامر بن لوی نے مختلف جماعت کے لشکروں سے اور اپنے فرماں برداروں سے آپؐ کے مقابلہ کے لیے روانہ ہونے کی خواہش کی ہے ان کے ہمراہ اونٹ' بچے والے جانور' عورتیں اور بچے

ہیں انہوں نے یہ قسم کھائی ہے کہ اس وقت تک آپؐ کے اور بیت اللہ کے درمیان راستہ نہ کھولیں گے جب تک ان کے بڑے لوگ ہلاک نہ ہو جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم کسی شخص کی خونریزی کے لیے نہیں آئے ہم تو صرف اس لیے آئے ہیں کہ اس بیت (بیت اللہ) کا طواف کریں۔ جو ہمیں روکے گا ہم اس سے لڑیں گے۔

عروہ بن مسعود الثقفی کی حضور علیہ السلام سے ملاقات:

بدیل واپس ہوا' اس نے قریش کو اس کی خبر دی انہوں نے عروہ بن مسعود الثقفی کو بھیجا' اس سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قسم کی گفتگو کی جیسی بدیل سے کی تھی' وہ بھی واپس ہوا اور قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے آگاہ کیا۔

قریش نے کہا کہ اس سال ہم آپ کو بیت اللہ سے واپس کریں گے آپؐ سال آئندہ آئیں اور کے میں داخل ہو کر بیت اللہ کا طواف کریں' آپؐ کے پاس مکرز بن حفص بن الاخیف آیا' آپ نے اس سے بھی اسی قسم کی گفتگو فرمائی جیسی کہ اس کے دونوں ساتھیوں سے کی تھی وہ بھی قریش کے پاس واپس آ گیا اور انہیں خبر دی۔

قریش کو الحلیس بن علقمہ کا انتباہ:

انہوں نے الحلیس بن علقمہ کو بھیجا جو اس روز مختلف جماعتوں کے لشکروں کا سردار تھا اور عبادت کیا کرتا تھا' جب اس نے ہدی (قربانی کے جانور) کو دیکھا کہ اس پر ہار ہیں جنہوں نے بہت زمانے تک رکے رہنے کی وجہ سے اس کے بالوں کو کھالیا ہے تو جو کچھ اس نے دیکھا اسے بڑی بات سمجھ کر لوٹا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں آیا' اس نے قریش سے کہا کہ واللہ تمہیں آپؐ کے اور جس کام کے لیے آپ آئے ہیں اس کے درمیان راستہ ضرور ضرور کھولنا پڑے گا ورنہ میں لشکروں کو منتشر کر دوں گا۔ انہوں نے کہا ہمیں اتنی مہلت دے کہ ہم اپنے لیے کسی ایسے شخص کو اختیار کر لیں جس سے ہم راضی ہوں۔

حضرت خراش بن امیہ رضی اللہ عنہ بحیثیت سفیر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

سب سے پہلے شخص جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی جانب بھیجا خراش بن امیہ الکعبی ہیں تا کہ وہ ان لوگوں کو آپ کی تشریف آوری کی غرض سے اطلاع دیں ان کو لوگوں نے روک لیا اور قتل کا ارادہ کیا مگر ان کی قوم کے جو لوگ وہاں تھے انہوں نے ان کو بچا لیا۔

قریش سے مذاکرات کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روانگی:

پھر آپؐ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا' ان سے فرمایا کہ تم قریش کے پاس جاؤ انہیں یہ اطلاع دو کہ ہم کسی خونریزی کے لیے نہیں آئے ہم تو صرف اس بیت اللہ کی زیارت کے لیے' اس کی حرمت کی تعظیم کے لیے آئے ہیں ہمارے ہمراہ ہدی (قربانی کا جانور) بھی ہے جسے ہم ذبح کریں گے اور واپس ہوں گے۔

وہ ان کے پاس آئے اور انہیں خبر دی تو انہوں نے کہا یہ کبھی نہ ہوگا اور نہ وہ اس سال ہمارے شہر میں داخل ہونے پائیں گے۔

بیعت رضوان:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ عثمان رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے گئے یہی وہ امر تھا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو

''بیعت رضوان'' کی دعوت دی آپؐ نے ان سے درخت کے نیچے بیعت لی۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے بھی بیعت لی آپؐ نے اپنا بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ پر عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے مارا اور فرمایا کہ وہ اللہ کی حاجت اور اس کے رسول کی حاجت میں گئے۔

رسول اللہ ﷺ اور قریش کے درمیان قاصد آنے جانے لگے سب نے آشتی و صلح پر اتفاق کیا قریش نے سہیل بن عمرو کو اپنے چند آدمیوں کے ہمراہ بھیجا اس نے آپؐ سے اس پر صلح کی اور انہوں نے آپس میں صلح نامہ لکھ لیا۔

صلح نامہ حدیبیہ:

یہ وہ (صلح نامہ) ہے جس پر محمدؐ بن عبداللہ اور سہیل بن عمرو نے صلح کی دونوں نے دس سال تک ہتھیار رکھ دینے کا عہد کیا' یہ لوگ امن سے رہیں اور ایک دوسرے سے تعرض نہ کریں۔ اس طور پر کہ نہ خفیہ چوری ہو' نہ خیانت ہو یہ معاہدے ہمارے درمیان (بندش فتنہ کے لحاظ سے) ایک بند صندوق کا حکم رکھتا ہے ہمارے درمیان مثل ایک صندوق کے ہے' جو چاہے کہ محمدؐ کی ذمہ داری میں داخل ہو تو وہ ایسا کر سکے گا اور جو شخص یہ پسند کرے کہ قریش کے عہد میں داخل ہو وہ بھی ایسا کر سکے گا ان میں سے جو شخص بغیر اپنے ولی کی اجازت کے محمدؐ کے پاس آئے گا تو وہ اس کو اس کے ولی کے پاس واپس کر دیں گے اصحاب محمدؐ سے جو قریش کے پاس آئے گا وہ اسے واپس نہیں کریں گے اس سال محمدؐ اپنے اصحاب کو ہمارے پاس سے واپس لے جائیں گے اور سال آئندہ وہ ہمارے پاس مع اپنے اصحاب کے اس طرح آ کر مکے میں تین دن قیام کریں گے کہ ہمارے یہاں سوائے ان ہتھیاروں کے کوئی ہتھیار لے کر داخل نہ ہوں گے جو مسافر کے ہتھیار ہوتے ہیں اور وہ تلواریں ہیں جو چمڑے کے میان میں ہوتی ہیں۔ ابوبکر بن ابی قحافہ اور عمر بن الخطاب اور عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص اور عثمان بن عفان اور ابوعبیدہ بن الجراح اور محمد بن مسلمہ اور حویطب بن عبدالعزیٰ اور مکرز بن حفص بن الاخیف رضی اللہ عنہم اس کے گواہ ہوئے۔

حضرت ابوجندل کی واپسی کا واقعہ:

اس عہد نامہ کا عنوان علی رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس رہا اس کی نقل سہل بن عمرو کے پاس رہی' ابوجندل بن سہیل بن عمرو مکے سے رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا وہ مقید تھا اور مشکل سے چلتا تھا سہیل نے کہا کہ یہ پہلا شخص ہے جس کے متعلق میں آپؐ سے صلح کی بنا پر مطالبہ کروں گا' رسول اللہ ﷺ نے اسے واپس کر دیا اور فرمایا اے ابوجندل ہمارے اور اس قوم کے درمیان صلح مکمل ہو گئی اس لیے تم صبر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کشائش کی سبیل پیدا کر دے۔

خزاعہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہم محمدؐ کے عہد میں داخل ہوتے ہیں۔ بنو بکر رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے ہم قریش کے ساتھ انہیں کے عہد میں داخل ہوتے ہیں۔

فتح مبین کی خوشخبری:

جب لکھنے سے فارغ ہوئے تو سہیل اور اس کے ساتھ چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کی' آپ کا سر خراش بن امیہ الکعبی نے مونڈا' اصحاب نے بھی قربانی کی اور ان میں سے اکثر کا سر مونڈا گیا' اور دوسروں کے بال کتروائے گئے' رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا کہ ''اللہ سر منڈوانے والے لوگوں پر رحم کرے'' کہا گیا یا رسول اللہ ﷺ اور بال کتروانے والوں پر''

تو آپ نے فرمایا "بال کتروانے والوں پر بھی" رسول اللہ ﷺ دس روز سے زائد الحدیبیہ میں مقیم رہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بیس روز رہے پھر واپس ہوئے جب آپ ضجنان میں تھے تو آپ پر "انا فتحنا لك فتحا مبینا" نازل کی گئی۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ آپ کو مبارک ہو اور مسلمانوں نے بھی آپ کو مبارکباد دی۔

براء سے مروی ہے کہ ہم لوگ حدیبیہ کے دن چودہ سو تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے صحابی عبداللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ جو بیعۃ الرضوان میں موجود تھے کہ ہم لوگ اس روز تیرہ سو تھے اور اس روز اسلم کی تعداد مہاجرین کا آٹھواں حصہ تھی۔

شرکائے بیعت رضوان کی تعداد:

سالم بن ابی الجعد سے مروی ہے کہ انہوں نے جابر بن عبداللہ سے دریافت کیا کہ درخت کی بیعت کے دن آپ لوگ کتنے تھے انہوں نے کہا کہ ہم لوگ پندرہ سو تھے لوگوں کو پیاس لاحق ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک چھوٹے سے برتن میں پانی لایا گیا۔ آپ نے اس میں اپنا ہاتھ ڈال دیا' پانی آپ کی انگلیوں سے اس طرح نکلنے لگا جیسے وہ چشمے ہیں ہم نے پیا اور وہ ہمیں کافی ہو گیا راوی نے پوچھا آپ لوگ کتنے تھے انہوں نے کہا اگر ہم لوگ ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ ضرور ہمیں کافی ہو جاتا ہم لوگ پندرہ سو تھے۔

ایاس بن سلمہ کے والد سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حدیبیہ میں آئے' ہم لوگ چودہ سو تھے حدیبیہ کے حوض پر پچاس بکریاں تھیں جو اس سے سیراب ہوتی تھیں' رسول اللہ ﷺ حوض پر بیٹھ گئے پھر یا تو آپ نے دعا فرمائی اور یا لعاب دہن ڈالا' پانی ابلنے لگا ہم لوگ سیراب ہو گئے اور سب نے پانی لے لیا۔

شجرۃ الرضوان:

طارق سے مروی ہے کہ میں حج کے لیے روانہ ہوا تو ایک قوم پر گزرا جو نماز پڑھ رہی تھی میں نے کہا یہ مسجد کیسی ہے انہوں نے کہا کہ یہ وہ درخت ہے جہاں نبی ﷺ نے بیعۃ الرضوان لی تھی' میں سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور انہیں خبر دی' انہوں نے کہا کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ بھی ان لوگوں میں تھے جنہوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی انہوں نے کہا کہ ہم سال آئندہ نکلے تو اسے بھول گئے پھر بھی ہم اس پر قادر نہ ہو سکے سعید نے کہا کہ اگر اصحاب محمدؐ اسے نہیں جانتے تھے اور تمہیں نے اسے جان لیا تو تم زیادہ جاننے والے ہوئے۔

طارق بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ میں سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا۔ لوگوں نے درخت کا تذکرہ کیا تو وہ ہنسے پھر کہا کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ اس سال ان کے ہمراہ تھے اور وہ اس (درخت) کے پاس حاضر ہوئے تھے مگر سب لوگ دوسرے ہی سال اسے بھول گئے۔

عبداللہ بن مغفل سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ درخت کے نیچے لوگوں سے بیعت لے رہے تھے' میرے والد آپؐ کے سر سے اس کی شاخیں اٹھائے ہوئے تھے۔

معقل بن یسار سے مروی ہے کہ الحدیبیہ کے سال میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا آپ لوگوں کو بیعت کرا رہے تھے' میں درخت کی شاخوں میں سے ایک شاخ رسول اللہ ﷺ کے سر سے اٹھائے ہوئے تھا۔ آپؐ نے ان سے اس امر کی بیعت لی کہ وہ فرار نہ ہوں گے ان سے موت پر بیعت نہیں لی ہم نے معقل سے پوچھا کہ اس روز تم کتنے لوگ تھے تو انہوں نے کہا پندرہ سو۔

معقل بن یسار سے مروی ہے کہ نبی ﷺ حدیبیہ کے سال درخت کے نیچے لوگوں سے بیعت لے رہے تھے میں اپنے ہاتھ سے درخت کی شاخوں میں سے ایک شاخ آپؐ کے سر سے اٹھائے ہوئے تھا آپؐ نے اس روز اس امر کی بیعت لی کہ فرار نہ ہوں گے' راوی نے پوچھا کہ آپ کتنے لوگ تھے تو انہوں نے کہا ایک ہزار چار سو۔

نافع سے مروی ہے کہ لوگ اس درخت کے پاس آیا کرتے تھے جس کا نام شجرۃ الرضوان ہے اس کے پاس نماز پڑھتے تھے' یہ خبر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے اس بارے میں انہیں ڈانٹا اور حکم دیا تو وہ کاٹ ڈالا گیا۔

عامر سے مروی ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے نبی ﷺ سے بیعت رضوان کی وہ ابوسنان الاسدی تھے۔ محمد بن سعد (مؤلف کتاب ہذا) کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کو محمد بن عمر سے بیان کیا تو انہوں نے کہا یہ نسیان ہے ابوسنان الاسدی حدیبیہ کے قبل بنی قریظہ کے حصار میں شہید ہو گئے جنہوں نے حدیبیہ کے دن بیعت کی وہ سنان بن سنان الاسدی تھے۔

وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ میں نے جابر بن عبداللہ سے پوچھا کہ ''مسلمان یوم حدیبیہ میں کتنے تھے'' انہوں نے کہا ہم چودہ سو تھے' ہم نے آپؐ سے درخت کے نیچے جو خاردار اور بلند ریگستانی (ببول کا) درخت تھا بیعت کی اپنے ہاتھ سے اسے پکڑے ہوئے تھے سوائے جد بن قیس کے جو اپنے اونٹ کی بغل کے نیچے چھپ گیا تھا' میں نے ان سے پوچھا کہ انہوں نے کیونکر آپؐ سے بیعت کی تو انہوں نے کہا ہم نے آپؐ سے اس امر پر بیعت کی کہ ہم فرار نہ کریں گے ہم نے آپؐ سے موت پر بیعت نہیں کی میں نے ان سے دریافت کیا کہ نبی ﷺ نے ذی الحلیفہ میں بیعت لی تو انہوں نے کہا کہ نہیں' وہاں نماز پڑھی اور سوائے درخت حدیبیہ کے اور کسی درخت کے پاس بیعت نہیں لی' نبی ﷺ نے حدیبیہ کے حوض پر دعا فرمائی۔ سب نے ستر اونٹ کی قربانی کی جو ہر سات آدمی میں ایک اونٹ تھا۔

جابر نے کہا کہ مجھے ام مبشر نے خبر دی کہ انہوں نے آپ ﷺ کو حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس کہتے سنا کہ ان شاء اللہ درخت والے لوگ جنہوں نے اس کے نیچے بیعت کی ہے آگ میں داخل نہ ہوں گے' حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ آپؐ نے انہیں جھڑکا تو حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا ''وان منکم الا واردھا کان علی ربك حتما مقضیا'' (تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو اس آگ میں داخل نہ ہو یہ آپ کے پروردگار پر ایسا واجب ہے جو پورا کیا جائے گا) نبی ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ثم ننجی الذین اتقوا و نذر الظلمین فیھا جثیا' (پھر ہم ان لوگوں کو نجات دیں گے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا' اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل چھوڑ دیں گے)۔

صلح حدیبیہ کی شرائط:

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے یوم حدیبیہ میں مشرکین سے تین چیزوں پر صلح کی۔ (۱) مشرکین

میں سے جو کوئی آپؐ کے پاس آئے گا وہ ان کے پاس واپس کیا جائے گا۔ (۲) مسلمانوں میں سے جو ان کے پاس آئے وہ اسے واپس نہیں کریں گے (۳) آپؐ مکے میں سال آئندہ داخل ہوں گے اور تین دن قیام کریں گے سوائے ضروری ہتھیاروں کے جیسے تلوار اور کمان اور اسی کے مثل دوسرے ہتھیار نہ لائیں گے ابوجندل آیا جو اپنی بیڑیوں میں مقید تھا آپؐ نے اسے ان کے پاس روانہ کر دیا۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ جب نبی ﷺ نے وہ صلح نامہ لکھا جو آپؐ کے اور اہل مکہ کے درمیان یوم حدیبیہ میں ہوا تھا تو آپؐ نے فرمایا' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھو ان لوگوں نے کہا اللہ کو تو ہم پہچانتے ہیں مگر الرحمٰن الرحیم کو ہم نہیں جانتے' انہوں نے' باسمک اللھم' لکھا رسول اللہ ﷺ نے صلح نامے کے نیچے لکھا کہ ہمارے حقوق بھی تم پر ویسے ہی ہیں جیسے کہ تمہارے حقوق ہم پر ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت ایمانی:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ سے ایسی صلح کی اور وہ شے انہیں عطا کی کہ اگر نبی اللہ مجھ پر کسی کو امیر بنا دیتے اور وہ وہی کرتا جو نبی اللہ نے کیا تو میں اس کی نہ سماعت کرتا نہ اطاعت کرتا وہ بات جو آپؐ نے ان کے لیے کر دی یہ تھی کہ جو کوئی مسلمان کفار سے ملے گا تو وہ اسے واپس نہیں کریں گے اور جو کوئی کفار میں سے مسلمانوں کو ملے گا تو وہ اسے واپس کر دیں گے۔

ہتھیار لانے پر پابندی:

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حدیبیہ میں اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ پر یہ شرط لگائی کہ آپؐ کے اصحاب میں سے کوئی مکے کے اندر سوائے ان ہتھیاروں کے نہ لائے گا جو چمڑے کے میان میں ہوتے ہیں۔ براء بن عازب سے مروی ہے کہ حدیبیہ کے سال مشرکین نے رسول اللہ ﷺ پر یہ شرط لگائی کہ آپ کوئی ہتھیار نہ لائیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سوائے ضروری ہتھیاروں کے۔ راوی نے کہا کہ وہ میان ہے جس میں تلوار ہوتی ہے اور کمان۔

وحی کا نزول:

قتادہ سے مروی ہے کہ جب سفر حدیبیہ ہوا تو مشرکین نے رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے اصحاب کو بیت اللہ سے روکا۔ مشرکین نے اس روز اس فیصلہ پر صلح کی کہ مسلمانوں کو یہ حق ہے کہ وہ آئندہ سال اسی ماہ میں عمرہ کریں جس میں انہوں نے (مشرکین نے) ان کو روکا ہے' اللہ تعالیٰ نے بجائے اس ماہ کے جس میں وہ روکے گئے اسی کو شہر حرام بنا دیا جس میں وہ عمرہ کریں' اس کا کلام یہ ہے۔ الشھر الحرام بالشھر الحرام والحرمات قصاص (ماہ محترم کے احترام ماہ محترم کے احترام کے عوض میں ہے اور احترام میں ادلہ بدلہ ہے یعنی اگر کوئی تم سے ماہ محترم میں جنگ کرے تو تم بھی اس سے جنگ کرو کیونکہ جب اس نے ماہ محترم کا خیال نہ کیا تو تم پر بھی اس کا خیال کرنا ضروری نہیں رہا۔

عبیداللہ بن عبداللہ بن عقبہ بن مسعود سے مروی ہے کہ ابوسفیان بن حرب نے کہا کہ جب حدیبیہ کے سال رسول اللہ ﷺ مکے آئے تو ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان عہد ہوا کہ آپؐ ہمارے یہاں ہتھیار لے کے نہ آئیں گے' نہ مکے میں

تین رات سے زائد قیام کریں گے' جو شخص ہم سے تمہارے پاس جائے گا اسے تم ہمارے پاس واپس کردو گے اور جو تم میں سے ہمارے پاس آئے گا اسے ہم تمہارے پاس واپس نہ کریں گے۔

اونٹوں کی قربانی:

جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے سال ستر اونٹ کی قربانی کی' سات آدمی کی طرف سے ایک اونٹ۔

محمد بن عبید نے اپنی حدیث میں اتنا اور اضافہ کیا کہ اس روز ہم لوگ چودہ سو تھے اور قربانی نہ کرنے والے قربانی کرنے والوں سے زائد تھے۔

سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ غزوۂ حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے ہم نے سو اونٹوں کی قربانی کی ہم لوگ ایک ہزار سے زائد تھے ہمارے ساتھ ساتھ ہتھیار' پیادہ اور سوار تھے' آپؐ کے اونٹوں میں ابی جہل کا اونٹ بھی تھا آپؐ حدیبیہ میں اترے قریش نے اس بات پر صلح کی کہ اس قربانی کا مقام وہی ہے جہاں ہم نے آپ کو روکا۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حدیبیہ کے سال رسول اللہ ﷺ نے ایک اونٹ کی سات آدمیوں کی طرف سے اور ایک گائے کی بھی سات آدمیوں کی طرف سے قربانی کی۔ جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے اصحاب نے حدیبیہ کے سال ستر اونٹ کی قربانی کی' ایک اونٹ سات سات کی طرف سے۔ جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ہم نے حدیبیہ کے روز رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ستر اونٹ سات سات کی طرف سے' ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری ایک جماعت ایک قربانی میں شریک ہو جائے۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ مسلمانوں نے حدیبیہ کے دن ستر اونٹ کی قربانی کی ہر سات آدمیوں کی طرف سے ایک اونٹ۔

حلق کروانے والوں کے لیے دعاء:

قتادہ سے مروی ہے کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ نبی ﷺ حدیبیہ کے روز روانہ ہوئے تو آپ نے اپنے اصحاب میں سے چند آدمیوں کو دیکھا کہ انہوں نے بال کتروائے ہیں' فرمایا اللہ سر منڈانے والوں کی مغفرت کرے' لوگوں نے کہا یا رسول اللہ بال کتروانے والوں کی؟ آپ نے یہی تین مرتبہ فرمایا' انہوں نے آپ کو برابر یہی جواب دیا' پھر آپؐ نے چوتھی مرتبہ فرمایا'' اور بال کتروانے والوں کی''۔

ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حدیبیہ کے سال رسول اللہ ﷺ نے سوائے عثمان بن عفان اور ابوقتادہ الانصاری رضی اللہ عنہما کے اپنے اصحاب کو دیکھا کہ انہوں نے سر منڈایا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے سر منڈانے والوں کے لیے تین مرتبہ دعائے مغفرت کی اور کتروانے والوں کے لیے ایک مرتبہ۔

مالک بن ربیعہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو کہتے سنا کہ ''اے اللہ سر منڈانے والوں کی مغفرت فرما'' تو ایک

شخص نے کہا اور بال کتروانے والوں کی؟'' تو آپؐ نے تیسری یا چوتھی مرتبہ فرمایا ''اور بال کتروانے والوں کی'' میں بھی اس روز سر منڈائے ہوئے تھا۔ مجھے جو مسرت اس سے ہوئی وہ اونٹ کے گوشت سے اور نہ بڑی قدر سے ہوئی۔

مجمع بن یعقوب نے اپنے والد سے روایت کی کہ جب رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے اصحاب روانہ ہوئے حدیبیہ میں سر منڈایا اور قربانی کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک تیز ہوا بھیجی جوان کے بالوں کو اڑا لے گئی اس نے انہیں حرم میں ڈال دیا۔

مجاہد سے مروی ہے کہ ''انا فتحنالك فتحا مبیناً'' حدیبیہ کے سال نازل ہوئی۔

آیات فتح کا نزول:

مجاہد سے مروی ہے کہ ''انا فتحنالك فتحا مبیناً'' (ہم نے آپ کو اے محمد کھلی ہوئی فتح دی) ''انا قضينا لك قضاء مبينا'' (ہم نے آپ کے لیے کھلا ہوا فیصلہ کر دیا) نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں قربانی کی اور سر منڈایا۔ قتادہ سے مروی ہے کہ میں نے انس بن مالک کو کہتے سنا کہ یہ آیت جب نبی ﷺ حدیبیہ سے لوٹے تو نازل ہوئی۔ ''انا فتحنالك فتحنا مبينا يغفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر'' (ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دے)۔

شعبی سے مروی ہے کہ ہجرت حدیبیہ کے درمیان فتح مکہ تک تھی حدیبیہ بھی فتح ہی ہے۔

مجمع بن جاریہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حدیبیہ میں حاضر ہوا۔ جب ہم لوگ وہاں سے واپس ہوئے تو دیکھا کہ لوگ اونٹوں کو بھگا رہے ہیں، بعض لوگوں نے بعض سے کہا کہ انہیں کیا ہوا ہے (جو بھاگ رہے ہیں) لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوئی ہے اس پر وہ بھی لوگوں کے ہمراہ بھاگنے لگے یہاں تک کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو کراع الغمیم کے پاس کھڑا ہوا پایا جب آپؐ کے پاس وہ چند نفوس جمع ہو گئے۔ جنہیں آپؐ چاہتے تھے تو آپؐ نے انہیں پڑھ کر سنایا۔ ''انا فتحنالك فتحنا مبينا'' اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ فتح ہے؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک یہ فتح ہے۔ پھر خیبر حدیبیہ پر اٹھارہ حصوں میں تقسیم کیا گیا، لشکر پندرہ سو تھا جن میں تین سو سوار تھے ہر سوار کے دو حصے تھے۔ براء نے کہا کہ جس کو لوگ فتح مکہ کہتے ہیں ہم تو وہ یوم حدیبیہ بیعۃ الرضوان کو کہتے ہیں، کیونکہ یہی باعث فتح مکہ ہے۔

نافع سے مروی ہے کہ اس کے چند سال بعد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی ایک جماعت روانہ ہوئی تو ان میں سے کسی نے بھی اس درخت کو نہ پہچانا اس میں انہوں نے اختلاف کیا، ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا وہ درخت اللہ کی رحمت تھا۔

ابوالملیح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن ہم لوگوں پر اتنی تھوڑی بارش ہوئی جس سے ہمارے جوتوں کے تلے بھی تر نہ ہوئے رسول اللہ ﷺ کے منادی نے یہ ندا دی کہ اپنے کجاووں میں نماز پڑھو۔

غزوۂ خیبر

تیاری کا حکم:

جمادی الاولیٰ ۷ھ میں غزوۂ خیبر ہوا خیبر مدینے سے آٹھ برد (۹۶ میل) ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو غزوۂ خیبر کے لیے تیار ہونے کا حکم دیا' آپؐ ان کو جمع کرنے لگے جو آپؐ کے پاس تھے اور جہاد کرتے تھے آپؐ نے فرمایا کہ ہمارے ہمراہ سوائے اس کے کوئی نہ جائے جسے جہاد کا شوق ہو۔

مدینہ میں قائم مقام:

یہود جو مدینے میں باقی رہ گئے تھے ان پر بہت شاق ہوا۔ اور وہ چلے گئے آپؐ نے مدینے پر سباع بن عرفطہ الغفاری کو اپنا قائم مقام بنایا آپؐ ہمراہ اپنی زوجہ ام سلمہ کو لے گئے جب خیبر کے قریب پہنچے تو رات کو دشمنوں نے جنبش نہ کی اور نہ ان کے مرغ نے بانگ دی' یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو گیا' ان کی صبح اس حالت میں ہوئی کہ دل پریشان خاطر پراگندہ انہوں نے اپنے قلعے کھول دیئے اور اپنے کام پر روانہ ہوئے ان کے ہمراہ پھاوڑے' صراحیاں اور ٹوکریاں تھیں' جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو کہا "محمد اور خمیس"' خمیس سے ان کی مراد لشکر تھی وہ پشت پھیر کر اپنے قلعوں کی طرف بھاگے رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے "اللہ اکبر' خیبر برباد ہو گیا جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح خراب ہوتی ہے جنہیں ڈرایا جاتا ہے۔

اسلامی علم بردار:

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نصیحت کی اور ان میں (رأیہ) بڑے جھنڈے تقسیم کیے سوائے جنگ خیبر کے اور کبھی بڑے نہیں تھے صرف (لواء) چھوٹے جھنڈے ہوتے تھے' نبی ﷺ کا جھنڈا اور (رأیہ) سیاہ تھا جو عائشہ ؓ کی چادر کا تھا اس کا نام "العقاب" تھا آپ کا (لواء) جھنڈا سفید تھا۔ جو علی بن ابی طالب ؓ کو دیا' ایک (رأیہ) بڑا جھنڈا حباب بن المنذر کو دیا' ایک رأیہ سعد بن عبادہ کو دیا' مسلمانوں کا شعار (نشان جنگ جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اسلامی فوج کا فرد ہے) "یا منصورُ اَمت" تھا۔

معرکہ آرائی کا آغاز:

رسول اللہ ﷺ نے مشرکین سے اور انہوں نے آپؐ سے شدید جنگ کی آپؐ کے اصحاب میں سے چند شہید ہوئے دشمنوں کی بہت بڑی جماعت تہ تیغ ہوئی آپ نے خیبر کے قلعوں کو ایک ایک کر کے فتح کیا وہ ساز و سامان والے متعدد قلعے تھے جن میں سے ایک النطاۃ تھا ایک قلعہ الصعب بن معاذ ایک قلعہ "ناعم" ایک قلعہ "الزبیر" تھا ایک حصہ اور تھا جس میں قلعے تھے ان میں سے ایک قلعہ "ابی" ایک قلعہ "النزار" تھا' اس کے علاوہ لشکروں کے قلعے القموص' الوطیح اور سلالم تھے یہ ابوالحقیق کے بیٹوں کے قلعے تھے۔

آپ ﷺ نے ابوالحقیق کے خاندان کا وہ خزانہ لے لیا جو اونٹ کی کھال میں تھا انہوں نے اس کو ویران مقام میں پوشیدہ کر دیا تھا مگر اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو اس کا راستہ بتا دیا اور آپؐ نے اسے نکال لیا ترانوے یہودی مارے گئے جن میں الحارث ابوزینب' مرحب' اسیر یاسر' اور عامر کنانہ بن ابی الحقیق اور اس کا بھائی بھی تھا ہم نے ان لوگوں کا ذکر اور نام ان کی سرداری کی وجہ سے لیا۔

شہدائے خیبر:

خیبر میں نبی ﷺ کے اصحاب میں سے ربیعہ بن اکثم' ثقف بن عمرو بن سمیط' رفاعہ بن مسروح' عبداللہ امیہ بن وہب جو بنی اسد بن عبدالعزیٰ کے حلیف تھے' محمود بن مسلمہ' ابوضیاح بن نعمان جو اہل بدر میں سے تھے حارث بن حاطب جو اہل بدر میں سے تھے عدی بن مرہ بن سراقہ' اوس بن حبیب' انیف بن وائل' مسعود بن سعد بن مسلمہ قیس' بشر بن البراء بن معرور جو زہریلی بکری سے مرے' فضیل بن نعمان' عامر بن الاکوع جنہوں نے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا وہ اور محمود بن مسلمہ خیبر کے الرجیع کے ایک ہی غار میں دفن کیے گئے' عمارہ بن عقبہ بن عباد بن طیل' یسار جو حبشی غلام تھے اور قبیلہ اشجع کے ایک شخص رضی اللہ عنہم' یہ سب پندرہ آدمی ہوئے (جو میدان جنگ میں شہید ہوئے دو آدمی بشر بن البراء بن معرور زہریلی بکری کے گوشت سے اور عامر بن الاکوع اپنے ہی خنجر سے ہلاک ہوئے اس طرح کل سترہ آدمی ہوئے۔

زینب بنت الحارث یہودیہ کا قتل:

اسی غزوہ میں زینب بنت الحارث زوجۂ سلام بن مشکم نے اس طور پر رسول اللہ ﷺ کو زہر دیا کہ آپ کو اس نے ایک زہریلی بکری ہدیۃً دی اسے آپ اور آپؐ کے اصحاب میں سے چند نے کھایا جن میں بشر بن البراء بن معرور بھی تھے وہ اس سے مر گئے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو قتل کر دیا' یہی ہمارے نزدیک ثابت ہے۔

مال غنیمت کی تقسیم:

آپؐ نے غنائم کے متعلق حکم دیا' وہ جمع کی گئیں ان پر فروہ بن عمرو البیاضی کو عامل بنایا پھر ان کے متعلق حکم دیا تو وہ پانچ حصوں پر تقسیم کی گئیں ایک حصہ پر لکھا گیا کہ اللہ کے لیے بقیہ حصے نامعلوم رہے سب سے پہلے حصہ نکلا وہ نبی ﷺ کا تھا جو پانچوں حصوں میں سے منتخب نہیں کیا گیا تھا۔ پھر آپؐ نے پانچوں حصوں میں سے بقیہ چار کے متعلق جو زیادہ دے اس کے ہاتھ فروخت کرنے کا حکم دیا گیا فروہ نے انہیں فروخت کیا اور اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔

وہ شخص جو لوگوں کے شمار کرنے پر مامور تھے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے کل تعداد چودہ سو اور گھوڑے دو سو شمار کیے سب حصے اٹھارہ تھے ہر سو کے لیے ایک حصہ گھوڑوں کے لیے چار سو حصے وہ خمس جو نبی ﷺ کو پہنچا اس میں سے ہتھیار اور کپڑے جیسا اللہ آپؐ کے دل میں ڈالتا تھا آپ دے رہے تھے۔ اس میں سے آپؐ نے اہل بیت (بیویوں) کو عبدالمطلب کے خاندان کے آدمیوں کو' عورتوں' یتیم بچوں اور سائلوں کو دیا مقام الکتیبہ سے آپؐ نے اپنی ازواج اور اولاد عبدالمطلب وغیرہم کو غلہ دیا۔

ابو ہریرہ و اشعری رضی اللہ عنہما کا قبولِ اسلام:

رسول اللہ ﷺ خیبر ہی میں تھے کہ قبیلۂ دوس کے لوگ آئے جن میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے‘ طفیل بن عمرو آئے اور اشعری لوگ بھی آئے وہ سب وہیں رسول اللہ ﷺ سے ملے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے ان کے بارے میں گفتگو فرمائی کہ وہ ان کو بھی غنیمت میں شریک کرلیں۔ انہوں نے شریک کرلیا۔

جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی واپسی:

خیبر فتح ہونے کے بعد جعفر بن ابی طالب اور السفینین والے نجاشی کے پاس سے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے ان دونوں باتوں میں سے کس سے زائد خوشی ہوئی‘ آمد جعفر یا فتح خیبر سے۔

ام المؤمنین صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے نکاح:

ان لوگوں میں جنہیں خیبر میں رسول اللہ ﷺ نے قید کیا صفیہ بنت حیی بھی تھیں آپ نے آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔

فتح خیبر پر حضرت عباس رضی اللہ عنہما کا اظہار مسرت:

حجاج بن علاط السلمی مکے میں قریش کے پاس آئے انہیں یہ خبر دی کہ محمد کو یہود نے قید کرلیا ان کے اصحاب ان سے جدا ہوگئے اور قتل کردیئے گئے‘ یہود محمدؐ اور ان کے اصحاب کو تمہارے پاس لارہے ہیں اس بہانے سے حجاج نے اپنا قرض وصول کیا اور فوراً روانہ ہوگئے راستہ میں عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ملے تو رسول اللہ ﷺ کی صحیح خبر بتادی اور ان سے درخواست کی کہ وہ انہیں پوشیدہ رکھیں یہاں تک کہ حجاج چلے جائیں‘ عباس رضی اللہ عنہما نے یہی کیا۔ جب حجاج چلے گئے تو عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا اعلان کر دیا‘ مسرت ظاہر کی اور ایک غلام کو آزاد کردیا جس کا نام ابوزبیبہ تھا۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ۱۸؍ رمضان کو خیبر کی جانب نکلے‘ ایک گروہ نے روزہ رکھا اور دوسروں نے افطار کیا (روزہ نہیں رکھا) نہ تو روزہ دار کی اس کے روزے پر برائی کی گئی اور نہ افطار کرنے والے کی اس کے افطار پر۔

خیبر کے یہود کی بدحواسی:

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رات کے وقت خیبر پہنچے‘ جب ہمیں صبح ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھ لی تو آپ سوار ہوگئے ہمراہ مسلمان بھی سوار ہوئے اور روانہ ہوگئے اہل خیبر کو جب صبح ہوئی تو وہ اپنے پھاوڑے اور ٹوکریاں لے کر نکلے جیسا کہ وہ اپنی زمینوں میں نکلا کرتے تھے۔

جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو کہا ”محمدؐ واللہ‘ محمدؐ اور بھاگ کر اپنے شہر میں واپس آگئے‘ نبی ﷺ نے فرمایا ”اللہ اکبر‘ خیبر ویران ہوگیا‘ ہم لوگ جب کسی قوم کے میدان میں اترے ہیں۔ تو جو لوگ ڈرائے جاتے ہیں ان کی صبح خراب ہوتی ہے“ انس نے کہا کہ میں (اونٹ پر) ابوطلحہ کا ہم نشین تھا۔ میرا قدم رسول اللہ ﷺ کے قدم سے مس ہورہا تھا۔

ابوطلحہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر میں صبح کی تو یہود نے پھاوڑے لیے وہ اپنے کھیتوں اور زمینوں کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن انہوں نے جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ہمراہ لشکر کو دیکھا تو وہ پس پشت لوٹے نبی ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر ہم جب کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ڈرائے جانے والے کی صبح خراب ہوتی ہے۔

حسن سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ خیبر کے سامنے اترے تو خیبر والے گھبرائے انہوں نے کہا محمدؐ اور یثرب والے آ گئے رسول اللہ ﷺ نے جس وقت ان کی گھبراہٹ کو دیکھا تو فرمایا جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ڈرائے جانے والوں کے لیے صبح خراب ہوتی ہے۔

انس سے مروی ہے کہ میں خیبر کے دن ابوطلحہ کا ہم نشین تھا' میرا قدم رسول اللہ ﷺ کے قدم سے لگ رہا تھا' ہم لوگ یہود کے پاس اس وقت آئے جب آفتاب طلوع ہو گیا تھا وہ مع اپنے مواشی' پھاوڑے' کدال اور کلہاڑیوں کے نکلے انہوں نے کہا محمدؐ اور لشکر۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ڈرائے جانے والوں کی صبح بری ہوتی ہے' اللہ نے ان کو ہزیمت دی۔

انس سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب خیبر کے قریب پہنچے تو صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھی' اور ان لوگوں پر حملہ کیا' پھر فرمایا: اللہ اکبر اللہ اکبر خیبر ویران ہو گیا۔ ہم جب کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ڈرائے جانے والوں کی صبح خراب ہوتی ہے۔ آپ ان پر گھس پڑے وہ نکل کر گلیوں میں بھاگتے پھرتے تھے اور کہتے تھے محمد اور لشکر' محمد اور لشکر' لڑنے والے قتل کر دیئے گئے اور بچے گرفتار ہو گئے۔

یہود خیبر کو وارننگ:

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کے وقت خیبر پہنچے آپ نے ان سے جنگ کی اور انہیں اپنے محل میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا ان کی زمین اور کھجور کے باغوں پر آپؐ قابض ہو گئے۔ آپ نے ان سے اس پر صلح کی کہ وہ قتل نہیں کیے جائیں گے' وہ مال ان کا ہو گا جو ان کے اونٹ اٹھا لیں گے' سونا چاندی اور ہتھیار نبی ﷺ کا ہو گا اور وہ خیبر سے چلے جائیں گے انہوں نے نبی ﷺ سے اقرار کیا کہ آپ سے کوئی شے نہ چھپائیں گے' اور اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کے لیے نہ کوئی ذمہ داری ہے اور نہ عہد۔

مال و جائیداد کی ضبطی:

جب آپ نے وہ مال پا لیا جو انہوں نے اونٹ کی کھال میں چھپایا تھا تو عورتوں کو گرفتار کر لیا' زمین اور باغ پر قابض ہو گئے اور انہیں لگان پر دے دیا' ابن رواحہ اس زمین و باغ کا ان کے سامنے اندازہ کرتے تھے اور ان کے حصے پر قبضہ کرتے تھے۔

صالح بن کیسان سے مروی ہے کہ خیبر کے دن نبی ﷺ کے ہمراہ دو سو گھوڑے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی علمبرداری:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے روز فرمایا' "میں جھنڈا (رایہ) ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور

اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اسے دوست رکھتے ہیں اور اسی پر فتح ہوگی۔ عمر نے کہا کہ اس روز سے پہلے میں نے امارت کبھی پسند نہیں کی میں اس امید پر کھڑا ہوتا تھا اور دیکھتا تھا کہ آپ جھنڈا مجھے دیں گے۔ جب دوسرا دن ہوا تو آپ نے علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور وہ جھنڈا انہیں دے دیا اور فرمایا کہ لڑو اور اس وقت تک نہ پلٹو جب تک اللہ تعالیٰ تم پر فتح نہ کردے وہ نزدیک تک گئے پھر پکار کر پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں کب تک لڑتا رہوں آپ نے فرمایا جب تک وہ یہ گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں جب وہ ایسا کریں تو انہوں نے اپنے خون اور مال سوائے اس کے حق کے مجھ سے محفوظ کر لیے اور ان کا حساب اللہ پر ہے''۔

عامر اور مرحب کے مابین معرکہ آرائی:

سلمہ بن الاکوع سے مروی ہے کہ خیبر کے روز میرے چچا نے مرحب یہودی سے لڑنے کا مطالبہ کیا تو مرحب نے یہ رجز کہا کہ ؎

قد علمت خیبرانی مرحب　　شاکی السلاح بطل مجرب
اذ الحروب اقبلت تلهب

''خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں جو زبردست ہتھیار چلانے والے بہادر اور آزمودہ کار ہے۔ جب جنگ سامنے آتی ہے تو وہ بھڑک اٹھتا ہے''۔

میرے چچا عامر نے (یہ رجز) کہا ؎

قد علمت خیبرانی عامر　　شاکی السلاح بطل مغامر

''خیبر کو معلوم ہو گیا ہے کہ میں عامر ہوں زبردست ہتھیار چلانے والا بہادر اور موت سے بے پرواہ ہو کر قتال کرنے والا ہوں''۔

عامر کی شہادت:

دونوں کی تلواریں چلنے لگیں مرحب کی تلوار عامر کی ڈھال میں جا پڑی عامر اس سے نیچے ہو گئے تو وہ تلوار ان کی پنڈلی پر جا پڑی اور اس نے ان کی رگ کاٹ دی اسی میں ان کی جان گئی۔

سلمہ بن الاکوع نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں سے ملا تو انہوں نے کہا کہ عامر کا عمل بے کار گیا انہوں نے اپنے آپ کو قتل کر لیا۔ یہ سن کر میں روتا ہوا رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ عامر کا عمل بے کار گیا؟ آپ نے فرمایا: یہ کس نے کہا؟ میں نے کہا: آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں نے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے یہ کہا غلط کہا ان کے لیے تو دوہرا ثواب ہے کیونکہ جب وہ خیبر کی جانب روانہ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو (بہادری کے اشعار سے) جوش دلانے لگے اور انہیں میں نبی ہیں جو اونٹوں کو ہنکار رہے ہیں۔ عامر یہ اشعار پڑھتے تھے۔

عامر کے رجزیہ اشعار:

تاللّٰه لولا اللّٰه ما اهتدينا وما تصدقنا وما صلينا

''بخدا اگر خدا نہ ہوتا تو ہم لوگ ہدایت نہ پاتے' نہ خیرات کرتے' نہ نماز پڑھتے۔

ان الذين كفروا علينا اذا ارادوا فتنة ابينا

جن لوگوں نے ہم پر کفر کیا انہوں نے جب فتنہ کا ارادہ کیا تو ہم نے انکار کیا۔

ونحن عن فضلك ما استغنينا فثبت الاقدام ان لاقينا

وانزلن سكينة علينا

(اے اللہ) ہم تیرے فضل سے بے نیاز نہیں ہیں اس لیے جب ہم مقابلہ کریں تو ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہم پر سکون واطمینان نازل فرما''۔

عامر کے لئے حضور علیہ السلام کی دعائے مغفرت:

(جب عامر یہ اشعار پڑھ رہے تھے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' یہ کون ہے۔ لوگوں نے کہا ''عامر'' ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا:

''اے عامر! اللہ تمہاری مغفرت کرے''۔

راوی نے کہا کہ آپ نے جب کبھی کسی انسان کے لیے اس کی تخصیص کے ساتھ دعائے مغفرت کی تو وہ ضرور شہید ہو گیا' جب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ سنا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں آپ نے عامر سے کیوں نہ فائدہ اٹھانے دیا جو وہ آگے بڑھ کے شہید ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مرحب کا خاتمہ:

سلمہ نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ میں آج جھنڈا (رائیہ) اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس کو دوست رکھتا ہے انہوں نے کہا کہ میں انہیں کھینچ کر لایا ان کی آنکھیں دکھتی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا' انہیں جھنڈا (رائیہ) دے دیا مرحب اپنی تلوار چلاتا ہوا نکلا اور اس نے یہ رجز پڑا۔

قد علمت خيبر انى مرحب شاك السلاح بطل مجرب

اذ الحروب اقبلت تلهب

'خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں جو زبردست ہتھیار چلانے والا' بہادر اور آزمودہ کار ہے۔ جب جنگ پیش آتی ہے تو وہ بھڑک اٹھتا ہے''۔

علی صلوات اللہ علیہ و برکاتہ نے کہا:

انا الذی سمتنی امی حیدرہ   کلیث غابات کریہ المنظرہ
اکیلھم بالصاع کیل السندرہ

''میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا' مثل جنگلوں کے شیروں کے ہیبت ناک ہوں جن کو میں السندرہ کے پیمانے سے تولتا ہوں''۔ السندرہ وہ لکڑی جس سے کمان بنتی ہے۔

انہوں نے تلوار سے مرحب کا سر پھاڑ دیا اور انہیں کے ہاتھ پر فتح ہوئی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب نبی ﷺ اہل خیبر پر غالب آ گئے تو آپ نے ان سے اس شرط پر صلح کی کہ وہ لوگ اس طرح اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو لے جائیں کہ نہ ان کے پاس سونا ہو نہ چاندی۔

دربارِ رسالت میں کنانہ اور الربیع کی غلط بیانی:

بارہ گاہ نبوی میں کنانہ اور الربیع کو لایا گیا' کنانہ صفیہ کا شوہر تھا۔ اور الربیع اس کا عم زاد بھائی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا کہ تمہارے وہ برتن کہاں ہیں جو تم اہل مکہ کو عاریۃً دیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا ہم لوگ بھاگے' اس طرح کہ ایک زمین ہمیں رکھتی تھی اور دوسری اٹھاتی تھی اور ہم نے ہر چیز صاف کر دی۔

آپؐ نے ان دونوں سے فرمایا کہ اگر تم نے مجھ سے کوئی چیز چھپائی اور مجھے اس کی اطلاع ہوئی تو تمہارے خون اور اہل وعیال میرے لیے حلال ہو جائیں گے دونوں اس پر راضی ہو گئے۔

کنانہ اور الربیع کا قتل:

آپؐ نے انصار میں سے ایک شخص کو بلایا اور فرمایا کہ تم فلاں فلاں خشک زمین کی طرف جاؤ پھر کھجور کے باغ میں آؤ' اس میں جو کچھ ہو میرے پاس لے آؤ۔ وہ انصاری گئے اور برتن اور مال لے آئے آپ نے ان دونوں کی گردن ماردی اور اہل وعیال کو گرفتار کر لیا آپ نے ایک شخص کو بھیجا جو صفیہ کو لے آیا اس نے انہیں ان دونوں کی قتل گاہ پر گزارا' اس شخص سے نبی ﷺ نے فرمایا: تم نے ایسا کیوں کیا' عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے چاہا کہ صفیہ کو غصہ دلاؤں' آپ نے صفیہ کو بلال رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کے سپرد کر دیا وہ ان کے پاس رہیں۔

گدھے کے گوشت کی ممانعت:

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ خیبر کے دن لوگ بھوک کی تکلیف محسوس کرنے لگے تو انہوں نے گدھے پکڑ کے ذبح کیے اور ہانڈیاں بھر لیں' اس کی خبر نبی ﷺ کو ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ ہانڈیاں الٹ دی جائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے شہری گدھے' خچر' درندوں اور پنجے سے پھاڑ کھانے والے پرندوں کا گوشت حرام قرار دیا' مردار پرندہ' لوٹ اور اچکے ہوئے مال کو بھی حرام کر دیا۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم خیبر میں گدھے کے گوشت سے منع کیا۔ البتہ گھوڑے کے

گوشت کی اجازت دی۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یوم خیبر میں ایک آنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے گدھے کھائے ایک اور آنے والا آپؐ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے گدھوں کو فنا کر دیا آپ نے ابوطلحہ کو نداد ینے کا حکم دیا۔ اللہ اور اس کا رسول تمہیں گدھے کے گوشت سے منع کرتا ہے کیونکہ وہ نجس ہے' تمام ہانڈیاں اوندھا دی گئیں۔

براء بن عازب سے مروی ہے کہ یوم خیبر میں ہمیں گدھے ملے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے یہ ندا دی کہ ہانڈیاں اوندھا دو۔

ابوسلیط سے جو بدری تھے مروی ہے کہ یوم خیبر میں ہمارے پاس گدھے کے گوشت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت آئی' ہم لوگ بھوکے تھے پھر بھی ہانڈیاں اوندھا دیں۔

خیبر کے مال غنیمت کی تقسیم:

بشیر بن یسار سے مروی ہے کہ جب اللہ نے خیبر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فتح کر دیا تو آپ نے اسے ۳۶ حصوں پر تقسیم کیا کہ ہر حصے میں سو سہم تھے۔ ان حصوں کا نصف اپنے ملکی حوائج اور ان کی ضروریات کے لیے جو آپ کو پیش آتی تھیں مخصوص کر دیا اور دوسرے نصف حصے کو چھوڑ دیا' اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اسی نصف میں تھا کہ اسی میں قلعہ نطاۃ اور اس کے مشمولات تھے اس کو بھی آپؐ نے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ جسے آپ نے وقف کیا وہ قلعہ ابوطیحہ الکتیبہ سلالم اور اس کے محتویات تھے۔

جب تمام مال نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا اور آپ نے مسلمانوں میں کاشت کرنے والوں کی قلت ملاحظہ فرمائی تو زمین یہود کو دے دی کہ پیداوار کے نصف پر کام کریں۔

وہ لوگ برابر اسی طریقے پر رہے یہاں تک کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور مسلمانوں کے ہاتھ میں کام کرنے والوں کی کثرت ہوگئی اور وہ اصول کاشت سے اچھی طرح واقف تھے تو عمر رضی اللہ عنہ نے یہود کو شام کی طرف جلاوطن کر دیا۔ اور تمام املاک مسلمانوں میں تقسیم کر دیں۔

بشیر بن یسار سے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کیا تو آپ نے اسے صلح سے لیا اور ۳۶ حصوں پر تقسیم کیا اٹھارہ حصے اپنے واسطے مخصوص کر لیے اور اٹھارہ حصے مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے سواسپ سوار ہم رکاب تھے آپ نے ایک گھوڑے کے دو حصے لگائے۔

مکحول سے مروی ہے کہ یوم خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار کے تین حصے لگائے ایک حصہ اس کا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے۔

ابی اللحم کے آزاد کردہ غلام عمیر سے مروی ہے کہ یوم خیبر میں میں نے اپنے آقا کے ہمراہ جہاد کیا اور فتح کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ موجود تھا۔ میں نے آپؐ سے درخواست کی کہ ان لوگوں کے ساتھ میرا حصہ بھی لگائیں' آپ نے مجھے

ردی سامان میں سے کچھ دے دیا اور حصہ نہیں لگایا۔

ثابت بن الحارث الانصاری سے مروی ہے کہ خیبر کے سال رسول اللہ ﷺ نے مہلہ بنت جاصم بن عدی اور ان کی بیٹی کا جو پیدا ہوئی تھی حصہ لگایا۔

حنش سے مروی ہے کہ میں رویفع بن ثابت البلوی کے ہمراہ فتح جزبہ میں حاضر ہوا۔ رویفع بن ثابت نے وعظ بیان کیا۔ میں فتح خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا' میں نے آپ کو یہ کہتے سنا کہ جس کا اللہ اور روز آخرت پر ایمان ہے وہ اپنا پانی دوسرے کی زراعت کو نہ دے (یعنی حاملہ لونڈی سے صحبت نہ کرے) اور جس کا اللہ اور روز آخرت پر ایمان ہے وہ کسی قیدی عورت سے حاجت روائی نہ کرے تاوقتیکہ اس کا استبراء نہ کرے (یعنی دوحیض تک انتظار کرے تا کہ حمل غیر کا شبہ جاتا رہے) جو شخص اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ تقسیم تک مال غنیمت کو فروخت نہ کرے اور جس کا اللہ اور روز آخرت پر ایمان ہے اسے چاہیے کہ مسلمانوں کی غنیمت میں سے کسی جانور پر اس طرح سوار نہ ہو کہ جب وہ دبلا ہو جائے تو مسلمانوں کی غنیمت میں واپس کر دے یا کسی کپڑے کو اتنا پہنے کہ جب وہ پرانا ہو تو اسے مسلمانوں کی غنیمت میں واپس کر دے۔

حکم نے کہا کہ مجھے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے اللہ کے اس قول کے بارے میں خبر دی۔ "و اثابهم فتحا قريبا" (انہیں عنقریب فتح دے گا) کہ (اس سے مراد) خیبر ہے "واخرى لم تقدر واعليها قد احاط الله بها" (اور ایک دوسری جماعت کہ تم جس پر قادر نہیں ہوئے تھے اللہ نے اس کا احاطہ کر لیا (اس سے مراد) فارس وروم ہے (جو رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فتح کیے)۔

زہریلا گوشت:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ کو ایک بکری ہدیۃً دی گئی جو زہر آلود تھی۔ نبی ﷺ نے فرمایا یہاں جس قدر یہود ہیں سب کو جمع کرو سب آپ کے پاس جمع کیے گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ آیا تم لوگ اس کے بارے میں مجھ سے سچ کہو گے۔ انہوں نے کہا اے ابوالقاسم۔ ہاں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا باپ کون ہے؟ انہوں نے کہا ہمارا باپ فلاں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم جھوٹ بولے۔ تمہارا باپ فلاں ہے انہوں نے کہا آپؐ نے سچ کہا اور درست کہا۔

آپؐ نے فرمایا اگر میں تم میں سے کچھ پوچھوں تو تم مجھ سے سچ کہو گے۔

انہوں نے کہا اے ابوالقاسم' ہاں' کیونکہ ہم اگر جھوٹ بولیں گے تو آپ ہمارا جھوٹ معلوم کر لیں گے جیسا کہ آپ نے ہمارے باپ کے بارے میں معلوم کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اہل جہنم کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم لوگ اس میں بہت کم رہیں گے تم لوگ اس میں ہمارے عوض رہو گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں اس میں رہو اور ہم کبھی اس میں تمہارے عوض میں نہ رہیں گے۔

پھر آپؐ نے فرمایا کہ تم مجھ سے سچ کہو گے اگر میں تم سے پوچھوں انہوں نے کہا اے ابوالقاسم ہاں' آپؐ نے فرمایا کیا تم

لوگوں نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں' آپؐ نے فرمایا: تمہیں کس نے ابھارا انہوں نے کہا ہمارا ارادہ یہ تھا کہ اگر آپ جھوٹے ہوں گے تو ہمیں آپؐ سے راحت مل جائے گی اور اگر آپؐ نبی ہوں گے تو آپ کو ضرر نہ ہوگا۔

حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر سے روانگی کا ارادہ کیا تو مسلمانوں نے کہا اب ہم معلوم کرلیں گے کہ صفیہ لونڈی ہیں یا بیوی اگر وہ بیوی ہوں گی تو آپؐ انہیں پردہ کرائیں گے ورنہ وہ جاریہ (لونڈی) ہوں گی۔

جب آپؐ روانہ ہوئے تو آپؐ نے پردے کا حکم دیا ان کے درمیان پردہ کیا گیا۔ لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ وہ زوجہ ہیں' جب انہوں نے سوار ہونے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے ان کے قریب اپنی ران کر دی تا کہ وہ اس پر سے سوار ہوں۔ لیکن انہوں نے انکار کیا۔ اپنا گھٹنا آپ کی ران کے قریب رکھا آپؐ نے انہیں اٹھایا۔

رات کو آپ اترے اور خیمے میں داخل ہوئے وہ بھی آپؐ کے ساتھ داخل ہوئیں ابوایوب آئے پاس تلوار بھی تھی وہ خیمے پر اپنا سر رکھ کر سو گئے رسول اللہ ﷺ کو صبح ہوئی تو آپؐ نے حرکت (آہٹ سنی' فرمایا: کون ہے؟ انہوں نے کہا میں ابوایوب ہوں' آپؐ نے فرمایا تمہارا کیا کام ہے انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ جوان لڑکی جن کی نئی شادی ہوئی ہے۔ اور آپ نے ان کے شوہر کے ساتھ جو کیا وہ کیا' اس لیے میں ان سے بے خوف نہ تھا۔ میں نے کہا کہ اگر وہ جنبش کریں تو میں آپ کے قریب ہوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا: اے ابوایوب خدا تم پر رحمت کرے۔

انس سے مروی ہے کہ صفیہ دحیہ کے حصہ میں پڑیں وہ ایک خوبصورت لڑکی تھیں' انہیں رسول اللہ ﷺ نے سات راس (جانوروں) کے عوض میں خریدا۔ اور ام سلیم کے سپرد کیا تا کہ وہ ان کا بناؤ کر دیں اور انہیں تیار کر دیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کا ولیمہ کھجور اور پنیر اور گھی پر کیا' زمین کو جھاڑا دستر خوان لائے گئے اور اسی زمین پر بچھا دیئے گئے پنیر' گھی اور کھجور لائی گئی لوگ سیر ہو گئے' لوگوں نے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں کہ آپ نے ان سے نکاح کیا ہے یا انہیں ام الولد (لونڈی) بنایا ہے' پھر لوگوں نے کہا کہ اگر انہیں پردہ کرائیں گے تو آپ کی زوجہ ہوں گی اور اگر پردہ نہ کرائیں گے تو وہ ام الولد (لونڈی) ہوں گی۔ جب آپ نے سوار ہونے کا ارادہ کیا تو انہیں پردہ کرایا یہاں تک کہ وہ اونٹ کی پشت پر بیٹھ گئیں' لوگوں نے سمجھ لیا کہ آپؐ نے ان سے نکاح کیا ہے۔

انس سے مروی ہے کہ انہیں قیدیوں میں صفیہ بنت حیی بھی تھیں جو دحیہ الکلبی کے حصے میں پڑیں بعد کو نبی ﷺ کے پاس گئیں آپ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا اور ان کے عتق (آزاد کرنے کو) ان کا مہر بنایا۔

حماد نے کہا کہ عبدالعزیز نے ثابت سے کہا کہ اے ابومحمد تم نے انس سے کہا کہ آپؐ نے انہیں کیا مہر دیا؟ تو انہوں نے کہا کہ خود انہیں کو ان کے مہر میں دیا' پھر ثابت نے اپنا سر ہلایا گویا وہ ان کی تصدیق کرتے ہیں۔

سریہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بجانب تربہ:

شعبان ۷ھ میں بجانب تربہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مہم پر روانہ ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو تیس آدمیوں کے ہمراہ قبیلہ ہوازن کی ایک کی شاخ کی جانب بمقام تربہ بھیجا جو العبلا کے نواح میں مکے سے چار رات کے فاصلے پر صنعاء نجران کی شاہراہ پر ہے' وہ روانہ ہوئے' ان کے ہمراہ بنی ہلال کا ایک رہبر تھا۔ رات کو چلتے تھے اور دن کو پوشیدہ ہو جاتے تھے۔

ہوازن کو خبر ہو گئی تو وہ بھاگ گئے' عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان کی بستی میں آئے' مگر انہیں کوئی نہیں ملا وہ واپس ہو کر مدینے آ گئے۔

سریہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بجانب بنی کلاب بمقام نجد:

شعبان ۷ھ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ضریہ کے نواح میں بمقام نجد سریہ بنی کلاب ہوا۔

سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جہاد کیا۔ نبی ﷺ نے انہیں ہم پر امیر بنا کے بھیجا انہوں نے مشرکین کے کچھ آدمی گرفتار کئے جن کو ہم نے قتل کر دیا ہمارا اشعار امت' امت تھے میں نے مشرکین کے ساتھ گھر والوں (اہل ابیات) کو قتل کیا۔

سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فزارہ کی طرف بھیجا' میں بھی ان کے ہمراہ روانہ ہوا۔ جب ہم ان کے حوض کے قریب پہنچے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے راستہ میں قیام کیا صبح کی جب نماز پڑھ لی تو ہمیں حکم دیا۔ ہم سب جمع ہو گئے اور حوض پر اتر آئے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جنہیں قتل کیا انہیں قتل کیا' ہم لوگ ان کے ہمراہ تھے۔

سلمہ نے کہا کہ مجھے لوگوں کی گردنیں نظر آئیں جن میں بچے بھی تھے' خوف ہوا کہ یہ لوگ مجھ سے آگے پہاڑ پر چلے جائیں گے میں نے ان کا قصد کیا۔ ان کے اور پہاڑ کے درمیان تیر پھینکا جب انہوں نے دیکھا تو کھڑے ہو گئے' اتفاقاً انہیں میں فزارہ کی ایک عورت تھی جو چمڑے کا جبہ پہنے تھی اس کے ہمراہ اس کی بیٹی تھی جو عرب میں سب سے زیادہ حسین تھی میں انہیں ہنکا کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس لایا' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی بیٹی مجھے حصہ سے زائد دی' میں نے اس کا کپڑا نہیں کھولا یہاں تک کہ مدینے آ گیا وہ میرے پاس سو گئی مگر میں نے اس کا کپڑا نہیں کھولا۔ مجھے رسول اللہ ﷺ بازار میں ملے آپ نے فرمایا اے سلمہ وہ عورت مجھے ہبہ کر دو' میں نے کہا' یا نبی اللہ' خدا کی قسم اس نے مجھے فریفتہ کر لیا ہے لیکن اس نے اس کا کپڑا نہیں کھولا ہے۔ آپ خاموش ہو گئے۔

جب دوسرا دن ہوا تو رسول اللہ ﷺ مجھ سے بازار میں ملے۔ میں نے اس کا کپڑا نہیں کھولا تھا۔ آپ نے فرمایا: اے سلمہ وہ عورت مجھے دے دو۔ تمہارا باپ خدا ہی کے لیے ہو' میں نے کہا' یا رسول اللہ ﷺ وہ آپ ہی کے لیے ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اسے اہل مکہ کے پاس بھیج کر ان مسلمانوں کے فدیہ میں دے دیا جو مشرکین کے ہاتھ میں قید تھے۔

سریہ بشیر بن سعد الانصاری بمقام فدک:

شعبان ۷ھ میں فدک کی جانب سریہ بشیر بن سعد الانصاری ہوا۔

رسول اللہ ﷺ نے بشیر بن سعد کو تیس آدمیوں کے ہمراہ بمقام فدک بنی مرہ کی جانب روانہ فرمایا' وہ بکریاں چرانے

والوں سے ملے بنی مرہ کو دریافت کیا گیا تو کہا گیا کہ وہ اپنے جنگلوں میں ہیں بشیر بن سعد اونٹ اور بکریاں ہنکا کے مدینے کی طرف روانہ ہو گئے۔

ایک چیخ کی آواز نکلی جس نے قبیلے والوں کو خبردار کر دیا' ان میں سے حبشی رات کے وقت بشیر کو پا گئے وہ لوگ باہم تیر اندازی کرتے ہوئے بڑھے بشیر کے ساتھیوں کے تیر ختم ہو گئے اور صبح ہو گئی۔

مربون نے ان پر حملہ کر دیا بشیر کے ساتھیوں کو تکلیف پہنچائی بشیر نے جنگ کی جس میں وہ زخمی ہو گئے ان کے ٹخنے میں چوٹ لگ گئی کہا گیا کہ وہ مر گئے قبیلہ والے اپنے اونٹ اور بکریاں واپس لے گئے علبہ بن زید الحارثی ان لوگوں کی خبر رسول اللہ ﷺ کے حضور میں لائے اس کے بعد ہی بشیر بن سعد بھی آ گئے۔

سریہ غالب بن عبداللہ اللیثی بجانب المیفعہ :

رمضان ۷ھ میں المیفعہ کی جانب غالب بن عبداللہ اللیثی کا سریہ ہوا۔

رسول اللہ ﷺ نے غالب بن عبداللہ کو بنی عوال اور بنی عبد بن ثعلبہ کی طرف بھیجا جو المیفعہ میں تھے کہ بطن نخل سے النقرہ کی جانب اسی طرف علاقہ نجد میں ہے اس کے اور مدینے کے درمیان آٹھ برد (۹۶ میل) کا فاصلہ ہے انہیں آپ نے ایک سو تیس آدمیوں کے ہمراہ روانہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام یسار تھے۔

ان لوگوں نے ایک دم سے سب پر حملہ کر دیا۔ ان کے مکانات کے درمیان جا پڑے۔ جو سامنے آیا اسے قتل کر دیا۔ اونٹ اور بکریاں ہنکا کے مدینے لے آئے انہوں نے کسی کو گرفتار نہیں کیا۔

اسی سریہ میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا جس نے لا الہ الا اللہ کہا نبی ﷺ نے کہا' تم نے اس کا قلب چیر کے کیوں نہ دیکھ لیا کہ تم معلوم کر لیتے کہ وہ صادق ہے یا کاذب اسامہؓ نے کہا میں کسی ایسے شخص سے جنگ نہ کروں گا جو لا الہ الا اللہ کی شہادت دے گا۔

سریہ بشیر بن سعد الانصاری بجانب یمن وجبار:

شوال ۷ھ میں یمن وجبار کی جانب سریہ بشیر بن سعد الانصاری ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ غطفان کی ایک جماعت سے جو الجناب میں ہے عیینہ بن حصن نے وعدہ لیا ہے کہ ان کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی جانب روانہ ہوگا رسول اللہ ﷺ نے بشیر بن سعد کو بلایا ان کے لیے جھنڈا باندھا اور ہمراہ تین سو آدمی روانہ کیے۔

وہ لوگ رات بھر چلتے اور دن بھر پوشیدہ رہتے تھے یہاں تک کہ یمن وجبار آ گئے جو الجناب کی جانب ہے۔ الجناب سلاح وخیبر ووادی القریٰ کے سامنے ہے۔ وہ سلاح میں اترے اور اس قوم کے قریب آئے' بشیر کو ان لوگوں سے بہت اونٹ ملے چرواہے بھاگ گئے انہوں نے مجمع کو ڈرایا۔ تو سب بھاگ گئے اور پہاڑ کی چوٹی پر چلے گئے۔

بشیر مع اپنے ساتھیوں کے ان کی تلاش میں روانہ ہوئے ان کے مکانات میں آئے مگر کوئی نہ ملا وہ اونٹ لے کے واپس

ہوئے صرف دو آدمی ملے جن کو انہوں نے قید کرلیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے وہ دونوں اسلام لے آئے۔ تو آپ نے انہیں بھیج دیا۔

عمرۂ قضاء:

ذی القعدہ ۷ھ میں رسول اللہ ﷺ کا عمرۂ قضاء ہوا۔

ذی القعدہ کا چاند ہوا تو رسول اللہ ﷺ کا عمرہ قضاء ہوا۔ اصحاب کو حکم دیا کہ وہ عمرہ قضاء کریں جس سے انہیں مشرکین نے حدیبیہ میں روکا تھا اور یہ کہ جو لوگ حدیبیہ میں حاضر تھے ان میں سے کوئی پیچھے نہ رہے۔ سب لوگ شریک ہوئے سوائے ان کے جو خیبر میں شہید ہو گئے یا مر گئے۔

نیابت نبوی کا اعزاز:

رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مسلمانوں کی ایک جماعت عمرے کے لیے روانہ ہوئی وہ سب عمرہ قضاء میں دو ہزار تھے آپ نے مدینے پر ابو رہم الغفاری کو قائم مقام بنایا' رسول اللہ ﷺ ساٹھ اونٹ لے گئے آپ نے اپنی ہدی (قربانی کے اونٹ) پر ناجیہ بن جندب الاسلمی کو مقرر کیا' رسول اللہ ﷺ نے ہتھیاروں میں خود زرہیں اور نیزے لیے اور سو گھوڑے روانہ کیے۔

مسلمانوں کی مرالظہران میں آمد:

جب آپ ذوالحلیفہ پہنچے تو گھوڑوں کو اپنے آگے روانہ کیا محمد بن مسلمہ (امیر) تھے آپ نے ہتھیاروں کو بھی آگے کیا۔ اوران پر بشیر بن سعد کو عامل بنایا۔

رسول اللہ ﷺ نے مسجد ہی سے احرام باندھ کر تلبیہ کہا' مسلمان بھی آپ کے ہمراہ تلبیہ کہہ رہے تھے۔

محمد بن مسلمہ رسالے کے ہمراہ مرالظہران تک آئے تھے کہ وہاں قریش کے کچھ لوگ ملے ان لوگوں کے استفسار پر محمد بن مسلمہ نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا لشکر ہے ان شاء اللہ کل آپ کو اس منزل میں صبح ہوگی وہ قریش کے پاس آئے اور انہیں خبر دی' لوگ گھبرائے۔

رسول اللہ ﷺ مرالظہران میں اترے آپ نے ہتھیار بطن یاجج کے پاس آگے روانہ کر دیئے جہاں سے حرم کے بت نظر آتے تھے اور اس پر اوس بن خولی الانصاری کو دوسو آدمیوں کے ہمراہ پیچھے چھوڑ دیا۔

مکہ میں حضور علیہ السلام کا داخلہ:

قریش مکے سے نکل کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے مکے کو انہوں نے خالی کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہدی کو آگے روانہ کیا تھا وہ ذی طوٰی میں روک لی گئی۔

رسول اللہ ﷺ اپنی سواری القصواء پر اس طرح روانہ ہوئے کہ مسلمان تلواریں لیے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے گرد حلقہ کیے ہوئے تھے اور تلبیہ کہتے جاتے تھے۔

آپ اس پہاڑی راستے سے چلے جو الحجون پر نکلتا ہے' عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ کی سواری کی نکیل پکڑے ہوئے تھے۔

طواف بیت اللہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلبیہ کہتے رہے یہاں تک کہ آپ نے اپنی چادر داہنی بغل سے نکال کر بائیں شانے پر ڈال لی۔ اور اپنی ٹیڑھی موٹھ کی لکڑی سے حجر اسود کو مس کیا آپ نے سواری ہی پر طواف کیا اور مسلمان بھی اپنی چادروں کو داہنی بغل سے نکال کر بائیں شانے پر ڈالے آپ کے ہمراہ طواف کررہے تھے اور عبداللہ بن رواحہ یہ (اشعار) کہہ رہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار:

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ　　خلوا فکل الخیر مع رسولہ

"اے اولاد کفار اس کا راستہ خالی کردو۔ کیونکہ ہر طرح کی خیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ ہے۔

نحن ضربناکم علی تاویلہ　　کما ضربناکم علی تنزیلہ

ہم نے تمہیں ان کی واپسی پر ایسی مار ماری جیسی مار ہم نے تمہیں ان کے اترنے پر ماری۔

ضربا یزیل الھام عن مقیلہ　　ویذھل الخلیل عن خلیلہ

یا رب انی مومن بقیلہ

وہ ایسی مار تھی جو دماغ کو اس کی راحت سے ہٹا دیتی ہے اور دوست سے دوست کو بھلا دیتی ہے۔ یارب میں ان کی بات پر ایمان لاتا ہوں"۔

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابن رواحہ پھر کہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ میں سن رہا ہوں۔ آپؐ نے عمر رضی اللہ عنہ کو خاموش کردیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن رواحہ پھر کہو۔ ارشاد فرمایا کہ کہو سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے جو تنہا دیکھتا ہے جس نے اپنے بندے کی مدد کی اپنے لشکر کو غالب کیا اور گروہوں کو تنہا اسی نے بھگا دیا ابن رواحہ اور ان کے ساتھ دوسرے لوگوں نے بھی یہی کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری پر صفا و مروہ کا طواف کیا۔ جب ساتوں طواف سے فراغت ہوئی اور ہدی بھی مروہ کے پاس کھڑی ہوگئی تو آپؐ نے فرمایا یہ قربانی کی جگہ ہے اور مکہ کا ہر راستہ قربانی کی جگہ ہے۔

آپ نے مروہ میں قربانی کی اور وہیں سر منڈایا۔ اسی طرح مسلمانوں نے بھی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کچھ آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ بطن یاجج میں اپنے ساتھیوں کے پاس جائیں اور ہتھیاروں کی نگرانی کریں کہ دوسرے لوگ آ کر اپنا فرض ادا کریں ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث کے ساتھ نکاح:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبے میں داخل ہوئے آپؐ اس میں برابر ظہر تک رہے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے کعبے کی پشت پر اذان کہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں تین روز قیام فرمایا اور میمونہ بنت الحارث الہلالیہ سے نکاح کیا۔

حضور علیہ السلام کی واپسی:

جب چوتھے روز ظہر کا وقت ہوا تو آپؐ کے پاس سہل بن عمرو اور حویطب بن عبدالعزیٰ آئے دونوں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کی مدت پوری ہوگئی۔ لہٰذا آپ ہمارے پاس سے جائیے۔

رسول اللہ ﷺ کسی مکان میں نہیں اترے بلکہ ریتلی زمین پر آپؐ کے لیے چمڑے کا خیمہ نصب کر دیا گیا۔ آپ اسی میں اپنی روانگی تک رہے۔

آپ نے ابو رافع کو حکم دیا تو انہوں نے کوچ کی ندا دی اور کہا کہ مسلمانوں میں سے کوئی شخص وہاں شام نہ کرے۔

حضرت عمارہ بنت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما:

آپؐ نے مکے سے عمارہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کو اور ان کی والدہ سلمہ بنت عمیس کو لیا' عمارہ عبداللہ بن شداد بن الہاد کی والدہ تھیں۔ ان کے بارے میں علی اور جعفر اور زید بن حارثہ نے جھگڑا کیا کہ وہ ان میں سے کس کے پاس رہیں گی' رسول اللہ ﷺ نے جعفر کے حق میں فیصلہ کیا اس لیے کہ عمارہ کی خالہ اسماء بنت عمیس ان کے پاس تھیں۔

رسول اللہ ﷺ سوار ہوئے' وہاں سے آپ سرف میں آئے یہاں سب لوگ آپ سے آملے ابو رافع مکے ہی میں ٹھہرے رہے' یہاں تک کہ انہیں شام ہوگئی وہ آپ کے پاس میمونہ بنت الحارث کو لائے سرف میں رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے' پھر آپ پچھلی رات کو روانہ ہوئے اور مدینے آگئے۔

عمرۂ قضاء میں رمل کا حکم:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب عمرۂ قضاء کے لیے مکے آئے' قریش نے کہا تم لوگوں کے پاس ایک ایسی قوم آرہی ہے جنہیں یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے' مشرکین حجر اسود کے قریب بیٹھ گئے نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ تین پھیروں میں (یعنی طواف کے) رمل کریں (یعنی دونوں شانیں اور بازو ہلاتے ہوئے آہستہ آہستہ دوڑیں) تاکہ مشرکین ان کی قوت دیکھ لیں اور یہ کہ دونوں رکنوں (رکن یمانی و رکن حجر اسود) کے درمیان چلیں۔

آپ کو صرف مسلمانوں کی شفقت نے اس امر سے باز رکھا کہ آپؐ انہیں تمام پھیروں میں رمل کا حکم دیں جب انہوں نے رمل کیا تو قریش نے کہا کہ وہ کمزور نہیں ہوئے۔

سریہ ابن ابی العوجاء السلمی بجانب بنی سلیم:

ذی الحجہ ۷ھ میں بنی سلیم کی جانب ابن ابی العوجاء کا سریہ ہوا' رسول اللہ ﷺ نے ابن ابی العوجاء السلمی کو پچاس آدمیوں کے ہمراہ بنی سلیم کی جانب بھیجا وہ ان کی طرف روانہ ہوئے۔

بنی سلیم کے ایک جاسوس نے جو ابن ابی العوجاء کے ہمراہ تھا آگے بڑھ کر ان لوگوں کو آگاہ کر دیا ان لوگوں نے جماعت تیار کر لی ابن ابی العوجاء اس کے پاس جب پہنچے تو وہ لوگ بالکل تیار تھے۔

مسلمانوں نے ان کو اسلام کی طرف بلایا۔ انہوں نے کہا کہ تم ہمیں جس چیز کی دعوت دیتے ہو ہمیں اس کی کچھ حاجت

نہیں انہوں نے تھوڑی دیر تیر اندازی کی' مشرکین کو امداد آنے لگی اور ہر طرف سے مسلمانوں کو گھیر لیا مسلمان بڑی بہادری سے لڑے' ان کے اکثر ساتھی شہید ہو گئے ابن ابی العوجاء بھی مجروح ہوئے وہ بمشکل روانہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس سب لوگ صفر ۸ ھ کے پہلے دن آئے۔

سریہ غالب بن عبداللہ اللیثی بجانب بنی الملوح بمقام الکدید:

صفر ۸ ھ میں الکدید میں بنی الملوح کی جانب غالب بن عبداللہ اللیثی کا سریہ ہوا۔

جندب بن مکیث الجہنی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غالب بن عبداللہ اللیثی کو بنی کلب بن عوف کے ایک سریہ کے ساتھ بھیجا' پھر ان کے بارے میں حکم دیا کہ وہ سب مل کر! الکدید میں بنی الملوح پر حملہ کریں جو بنی لیث میں سے تھے۔

ہم سب روانہ ہوئے جب قدید پہنچے تو حارث بن البرصاء اللیثی ملا ہم نے اسے گرفتار کر لیا اس نے کہا کہ میں تو صرف اسلام کے ارادہ سے آیا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے کے لیے نکلا ہوں ہم نے کہا کہ اگر تو مسلمان ہے تو ایک دن ایک رات میں ہمارا لشکر تیرا کچھ نقصان نہ کرے گا اور اگر تو اس کے خلاف ہوا تو ہم تیری نگرانی کریں گے' ہم نے اسے اسی سے باندھ کر رویجل حبشی کے سپرد کر دیا اور ان سے کہہ دیا کہ اگر وہ تم سے جھگڑا کرے تو اس کا سر اڑا دینا۔

ہم روانہ ہوئے' غروب آفتاب کے وقت الکدید پہنچے اور وادی کے کنارے پوشیدہ ہو رہے تھے' مجھے میرے ساتھیوں نے مخبری کے لیے بھیجا' میں روانہ ہوا اور ایک ایسے بلند ٹیلے پر آیا جو ایک قبیلے کے سامنے تھا اور میں ان کو نظر آ رہا تھا۔ میں اس ٹیلے کی چوٹی پر چڑھ گیا اور کروٹ کے بل لیٹ گیا میں نے دیکھا کہ یکا یک ایک شخص اپنے اونٹ کے بالوں کے خیمے سے نکلا' اس نے اپنی عورت سے کہا کہ میں اس پہاڑ پر ایسی سیاہی دیکھتا ہوں جو میں نے اس دن سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اپنے برتنوں کو دیکھ ایسا نہ ہو کہ ان میں سے کوئی برتن کتے گھسیٹ کر لے گئے ہوں۔ اس عورت نے دیکھا اور کہا کہ واللہ میرے برتنوں میں سے کوئی گم نہیں ہوا۔ اس نے کہا تو پھر مجھے کمان اور تیر دے دے۔ عورت نے کمان اور اس کے ساتھ دو تیر دیئے' اس نے ایک تیر پھینکا جس نے میری دونوں آنکھوں کے درمیان (لگنے میں) واللہ خطا نہ کی۔ میں نے تیر کھینچ لیا اور اپنی جگہ جما رہا اس نے دوسرا تیر پھینکا جو میرے مثانے میں لگا میں نے اسے بھی کھینچ کے رکھ لیا اور اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اس نے اپنی عورت سے کہا کہ واللہ اگر کوئی مخبر ہوتا تو اب تک حرکت کرتا ضرور میرے دونوں تیر اس (ٹیلے) میں گھس گئے جب صبح ہو تو ان دونوں کو دیکھنا کہ کتے نہ چبا ڈالیں۔

وہ اندر چلا گیا' قبیلے کے مویشی' اونٹ اور بکریاں آ گئیں' جب انہوں نے دودھ دوہ لیا اور انہیں آرام لینے دیا اور مطمئن ہو کر سو گئے تو ایک دم سے ہم نے ان پر حملہ کر دیا' مویشی ہنکا لیے۔

قوم میں ایک شور مچ گیا تو وہ جانور بھی آ گئے جن کی ہمیں طاقت نہ تھی' ہم انہیں نکال کر لا رہے تھے کہ ابن البرصاء ملا ہم نے اسے بھی لاد لیا اور اپنے ساتھی کو بھی لے لیا' ہمیں اس قوم نے پا لیا اور ہماری طرف دیکھا' ہمارے اور ان کے درمیان سوائے وادی کے اور کوئی چیز نہ تھی ہم لوگ وادی کے کنارے چل رہے تھے کہ یکا یک اللہ نے جہاں سے چاہا سیلاب بھیج دیا جس نے اس کے دونوں کنارے پانی سے بھر دیئے واللہ میں نے اس روز نہ ابر دیکھا نہ بارش' وہ ایسا سیلاب لایا جس میں کسی کو یہ طاقت نہ تھی کہ

اس کے پار ہو میں نے ان لوگوں کو دیکھا کہ کھڑے ہوئے ہماری طرف دیکھ رہے ہیں اور ہم نے ان جانوروں کو پانی کے بہاؤ پر چڑھا دیا تھا۔

انہوں نے اسی طرح کہا' لیکن محمد بن عمرو کی روایت میں ہے کہ ہم ان جانوروں کو پانی کے بہاؤ پر چڑھائے لیے جا رہے تھے ان لوگوں سے ہم اس طرح چھوٹ گئے کہ وہ ہماری تلاش پر قادر نہ تھے انہوں نے کہا کہ میں ایک مسلمان رجز خواں کا قول نہ بھولوں گا جو کہہ رہے تھے:

ابی ابوالقاسم ان تعزبی فی خضلٍ نباته مغلولب
صُغْرا عالیه کلون المذهب

''ابوالقاسم نے اس سے انکار کیا کہ میرے لیے کم ہو۔ کسی سبزہ زار میں اس کی گھاس جس میں بکثرت سبزہ ہو جس کے اوپر کا حصہ ایسا زرد ہے جیسے سونے سے طمع کی ہوئی چیز کا رنگ ہوتا ہے''۔

محمد بن عمرو نے اپنی روایت میں اتنا اور زیادہ کیا ہے:

وذاك قول صادقٍ لم یکذب

''اور یہ ایک صادق کا قول ہے جو کبھی جھوٹ نہیں بولا''۔

انہوں نے کہا کہ وہ دس سے زائد آدمی تھے' اسلم کے ایک آدمی نے بیان کیا کہ ان کا شعار اس روز امت امت تھا۔

سریہ غالب بن عبداللہ اللیثی:

صفر ۸ھ میں غالب بن عبداللہ اللیثی کا سریہ ان لوگوں کی جانب فدک میں ہوا جن سے بشیر بن سعد کے ساتھیوں پر مصیبت آئی۔ حارث بن فضیل سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو تیار کیا اور فرمایا کہ جاؤ یہاں تک کہ تم بشیر بن سعد کے ساتھیوں پر مصیبت لانے والوں کے پاس پہنچو اگر اللہ تمہیں ان پر کامیاب کرے تو ان کے ساتھ مہربانی نہ کرنا۔ آپؐ نے ان کے ساتھ دو سو آدمی کر دیے اور ان کے لیے جھنڈا باندھ دیا۔

اتنے میں غالب بن عبداللہ اللیثی الکدید کے سریے سے واپس آئے اللہ نے انہیں فتح مند کیا تھا رسول اللہ ﷺ نے زبیر سے فرمایا کہ تم بیٹھو اور غالب بن عبداللہ کو دو سو آدمیوں کے ہمراہ روانہ کیا' انہیں میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بھی تھے' مسلمان بشیر کے ساتھیوں پر مصیبت لانے والوں تک پہنچ گئے ان کے ہمراہ علبہ بن زید بھی تھے' ان لوگوں کو مشرکین کے اونٹ ملے کچھ لوگوں کو انہوں نے قتل بھی کیا۔

عبداللہ بن زید سے مروی ہے کہ اس سریے میں عقبہ بن عمرو ابو مسعود اور کعب بن عجرہ اور اسامہ بن زید الحارثی بھی غالب کے ہمراہ روانہ ہوئے۔

حویصہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک سریے میں غالب بن عبداللہ کے ہمراہ بنی مرہ کی جانب بھیجا' ہم نے صبح ہوتے ہی ان پر حملہ کر دیا' غالب نے ہمیں خوف دلایا تھا اور حکم دیا تھا کہ ہم لوگ جدا نہ ہوں اور ہم میں عقد مواخات (ایک

دوسرے کا بھائی) کر دیا تھا۔

غالب نے کہا کہ میری نافرمانی نہ کرنا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی تم لوگ اگر میری نافرمانی کرو گے تو اپنے نبی ﷺ کی نافرمانی کرو گے' انہوں نے کہا کہ میرے اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے درمیان انہوں نے عقد مواخات کر دیا (یعنی انہیں اور مجھے بھائی بھائی بنا دیا) پھر ہمیں وہ قوم مل گئی (جس کی تلاش تھی)۔

سریہ شجاع بن وہب الاسدی:

ربیع الاوّل ۸ھ میں السی میں بنی عامر کی جانب شجاع بن وہب الاسدی کا سریہ ہوا۔

عمر بن الحکم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چوبیس آدمیوں کو ہوازن کے ایک مجمع کی طرف روانہ کیا جو السی میں تھا کہ المعدن سے اسی طرف رکبہ کے نواح میں مدینے سے پانچ رات کے راستہ پر ہے آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ وہ ان پر حملہ کریں۔

مسلمان رات کو چلتے تھے اور دن کو چھپ رہتے تھے وہ اسی حالت میں صبح کے وقت ان کے پاس پہنچے کہ وہ غافل تھے انہیں بہت سے اونٹ بکریاں ملیں جن کو مدینہ منورہ لائے مال غنیمت کو تقسیم کیا تو ان کے حصے میں پندرہ اونٹ آئے' اونٹ کو انہوں نے دس بکریوں کے برابر کیا۔

یہ سریہ پندرہ روز کا تھا۔

سریہ کعب بن عمیر الغفاری:

ربیع الاوّل ۸ھ میں ذات اطلاح کی جانب جو وادی القریٰ کے اسی طرف ہے کعب بن عمیر الغفاری کا سریہ ہوا۔

زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کعب بن عمیر الغفاری کو پندرہ آدمیوں کے ہمراہ روانہ کیا' وہ ذات اطلاح پہنچے جو شام کے علاقے میں ہے انہوں نے ان کی جماعت میں سے بہت بڑا مجمع پایا' ان کو اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے قبول نہیں کیا اور تیراندازی کی۔

جب رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے یہ دیکھا تو انہوں نے ان سے نہایت سخت مقابلہ کیا یہاں تک کہ وہ قتل کر دیئے گئے ایک شخص مجروح ہو کر مقتولین میں بچ گیا جب رات ان پر سکون طاری ہو گیا۔ تو بمشکل روانہ ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ کو یہ خبر دی جو بہت شاق گزری آپ نے ان کی جانب مہم بھیجنے کا ارادہ کیا مگر معلوم ہوا کہ وہ لوگ دوسرے مقام پر چلے گئے تو آپؐ نے انہیں چھوڑ دیا۔

سریہ موتہ:

جمادی الاولیٰ ۸ھ میں سریۂ موتہ ہوا جو البلقاء کے نزدیک ہے اور البلقاء دمشق کے آگے ہے۔

قاصد نبوی حارثؓ بن عمیر کی شہادت:

رسول اللہ ﷺ نے حارث بن عمیر الازدی جو بنی لہب میں سے تھے شاہ بصریٰ کے پاس نامہ مبارک کے ساتھ بھیجا۔

جب وہ موتہ میں اترے تو انہیں شرجیل بن عمرو الغسانی نے روکا اور قتل کر دیا ان کے سوا رسول اللہ ﷺ کا اور کوئی قاصد قتل نہیں کیا گیا۔

یہ سانحہ آپؐ پر بہت گراں گزرا۔ آپ نے لوگوں کو بلایا۔ سب تیزی سے آئے اور مقام جرف میں جمع ہو گئے ان کی تعداد تین ہزار تھی۔

امرائے لشکر کا تقرر:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب کے امیر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں اگر وہ قتل کر دیئے جائیں تو جعفر بن ابی طالب ہیں اگر وہ بھی قتل کر دیئے جائیں تو مسلمان اپنے میں سے کسی کا انتخاب کر لیں اور اسے امیر بنا لیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے ایک سفید جھنڈا باندھا اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا انہیں وصیت کی کہ حارثہ بن عمیر کے مقتل میں آئیں۔ جو لوگ وہاں ہوں انہیں اسلام کی دعوت دیں اگر وہ قبول کر لیں تو خیر ورنہ اللہ سے ان کے خلاف مدد مانگیں اور ان سے لڑیں۔

آپ ان کی مشایعت کے لیے نکلے ثنیۃ الوداع پہنچ کے ٹھہر گئے اور انہیں رخصت کر دیا۔ وہ لوگ اپنی چھاؤنی سے روانہ ہوئے تو مسلمانوں نے ندا دی کہ اللہ تم سے تمہارے دشمن کو دفع کرے اور تمہیں نیک و کامیاب کر کے واپس کرے ابن رواحہ نے اس وقت یہ شعر پڑھا۔

لکنی اسأل الرحمٰن مغفرۃ وضربۃ ذات فرغ تقذف الزبدا

''لیکن میں رحمٰن سے مغفرت مانگتا ہوں۔ اور ایسی کاری ضرب جو خباثت کو دفع کر دے''۔

اسلامی لشکر کی روانگی:

جب وہ مدینے سے چلے تو دشمن نے ان کی روانگی سنی اور مقابلے کے لیے جمع ہوئے شرجیل بن عمرو غسانی نے ایک لاکھ سے زائد آدمی جمع کر لیے اور اپنے جاسوسوں کو آگے روانہ کر دیا۔

آغاز جنگ:

مسلمان معاؔ ملک شام میں اترے لوگوں کو یہ خبر پہنچی کہ ہرقل مآب علاقہ البلقاء میں ایک لاکھ آدمیوں کے ساتھ اترا ہے جو بہراء اور وائل اور بکر اور لخم اور جذام کے قبائل میں سے تھے۔

مسلمان دو شب مقیم رہے تاکہ اپنے معاملہ پر غور کریں' انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو لکھیں اور آپ کو اس واقعے کی خبر دیں' عبداللہ بن رواحہ نے انہیں چلنے پر ہمت دلائی وہ لوگ موتہ تک گئے' مشرکین ان کے پاس آئے' ان کا وہ سامان' ہتھیار' جانور' دیباء و حریر اور سونا آیا جس کی کسی کو مقدرت نہ تھی۔

امیر اوّل حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

مسلمان اور مشرکین کا مقابلہ ہوا۔ امراء نے اس روز پیادہ لڑائی کی جھنڈا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے لیا۔ انہوں نے جنگ

کی ان کے ہمراہ اپنی اپنی صفوں میں مسلمانوں نے بھی جنگ کی یہاں تک کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نیزے سے قتل ہوئے ان پر خدا کی رحمت ہو۔

امیر ثانی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت:

جھنڈا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے لے لیا وہ اپنے گھوڑے سے اتر پڑے جو سنہرے رنگ کا تھا انہوں نے اس کے پاؤں کی رگ کاٹ دی' یہ پہلا گھوڑا تھا جس کے پیر کی رگ اسلام میں کاٹی گئی۔ انہوں نے مقابلہ کیا یہاں تک کہ وہ بھی قتل کر دیئے گئے' اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو' انہیں ایک رومی نے مارا اور دو ٹکڑے کر دیئے ان کے جسم کے ایک ٹکڑے میں تیس سے زائد زخم پائے گئے جیسا کہ کہا گیا۔ جعفر کے بدن پر بہتر زخم ملے جو تلوار اور نیزے کے تھے۔

امیر ثالث حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

جھنڈا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لے لیا' وہ لڑے' یہاں تک کہ قتل ہو گئے۔ ان پر اللہ کی رحمت ہو۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا کارنامہ:

لوگوں کی صلاح خالد بن الولید رضی اللہ عنہ پر ہوئی انہوں نے جھنڈا لے لیا مسلمان بھاگے' ان کو شکست ہوگئی مشرکین نے ان کا تعاقب کیا مسلمانوں میں سے جو قتل ہو گیا وہ ہو گیا۔

وہ زمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اٹھائی گئی آپ نے قوم کے میدان جنگ کو دیکھا۔ جب خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لے لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب جنگ زور کی ہوگئی۔

اہل مدینہ کا اظہار افسوس:

اہل مدینہ نے لشکر موتہ کو سنا کہ آ رہے ہیں تو مقام جرف میں ان سے ملاقات کی لوگ ان کے منہ پر خاک ڈالنے لگے اور کہنے لگے کہ اے فرار کرنے والو تم نے اللہ کی راہ سے فرار کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: یہ لوگ فرار کرنے والے نہیں ہیں یہ لوگ ان شاء اللہ دوبارہ حملہ کرنے والے ہیں۔

ابو عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے شام بھیجا' جب میں واپس ہوا تو اپنے ساتھیوں پر گزرا جو موتہ میں مشرکین سے لڑ رہے تھے میں نے کہا واللہ میں آج نہ جاؤں گا تاوقتیکہ ان کے مآل کار کو نہ دیکھ لوں۔

جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لے لیا اور ہتھیار پہن لیے' دوسرے راوی نے کہا کہ زیدؓ نے جھنڈا لیا جو قوم کے سردار تھے' جعفر نے اٹھایا جب انہوں نے دشمنوں سے مقابلے کا ارادہ کیا تو واپس آئے اور ہتھیار پھینک دیئے' پھر دشمن پر حملہ کیا اور نیزہ بازی کی وہ بھی قتل کر دیئے گئے۔

جھنڈا زید بن حارثہ نے لیا اور نیزہ بازی کی وہ بھی قتل کر دیئے گئے۔ عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا لے لیا اور نیزہ بازی کی وہ بھی قتل کر دیئے گئے۔

مسلمان اس بری طرح ہزیمت اٹھا کے بھاگے کہ میں نے ایسا کبھی نہ دیکھا تھا ان میں سے دو کو بھی میں نے یکجا نہ پایا۔

وہ جھنڈا ایک انصاری نے لے لیا' وہ اسے لے کے دوڑے یہاں تک کہ سب لوگوں کے آگے ہو گئے تو انہوں نے اسے گاڑ دیا اور کہا اے لوگو میرے پاس آؤ لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے' جب تعداد اچھی خاصی ہوگئی تو وہ جھنڈا خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے' خالد نے کہا کہ میں جھنڈا تم سے نہ لوں گا تم اس کے زیادہ مستحق ہو۔ انصاری نے کہا: واللہ میں نے تمہارے ہی لیے لیا ہے۔

خالد نے وہ جھنڈا لے لیا اور مشرکین پر حملہ کر دیا' اللہ نے انہیں ایسی بری شکست دی کہ میں نے ایسی کبھی نہیں دیکھی تھی۔ مسلمانوں نے جہاں چاہا تلوار چلائی۔

رسول اللہ ﷺ کا سکوت:

میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس کی خبر دی آپ پر یہ واقعہ شاق گزرا' ظہر پڑھی اور اندر تشریف لے گئے۔

آپ نے جب ظہر پڑھ لی تو کھڑے ہوئے دو رکعتیں اور پڑھیں پھر جماعت کی طرف منہ پھیر لیا لوگوں پر بہت شاق گزرا۔ آپ نے عصر پڑھی اور اسی طرح کیا۔ مغرب پڑھی اور اسی طرح کیا پھر عشاء پڑھی اور اسی طرح کیا۔ جب صبح کی نماز کا وقت ہوا تو مسجد میں تشریف لائے' لبوں پر مسکراہٹ تھی معمول تھا کہ جب تک آپ صبح کی نماز نہ پڑھ لیں کوئی انسان مسجد کی کسی طرف سے آپ کی طرف کھڑا نہیں ہوتا تھا۔ جب آپ مسکرائے تو جماعت نے عرض کیا یا نبی اللہ ہماری جانیں آپ پر فدا ہوں ہمارے اس غم کو اللہ ہی جانتا ہے جو ہمیں اس وقت سے تھا جب سے ہم نے آپ کی وہ حالت دیکھی جو ہم نے دیکھی۔

شہدائے موتہ کا اعزاز:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے میری جو حالت دیکھی یہ ہے کہ مجھے میرے اصحاب کے قتل نے غمگین کر دیا۔ یہاں تک کہ میں نے انہیں اس طرح جنت میں دیکھ لیا کہ وہ بھائی بھائی ہیں آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہیں ان میں سے ایک میں میں نے کسی قدر اعراض (روگردانی) کو دیکھا کہ گویا انہیں تلوار ناپسند ہے' میں نے جعفر کو دیکھا کہ وہ ایک فرشتے ہیں جن کے دو بازو ہیں جو خون میں رنگے ہوئے ہیں اور جن کے قدم بھی رنگے ہوئے ہیں۔

سریہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ:

ذات السلاسل کی جانب عمرو بن العاص کا سریہ ہوا جو وادی القریٰ کے اسی طرف ہے اس کے اور مدینے کے درمیان دس دن کا راستہ ہے یہ سریہ جمادی الاخریٰ ۸ھ میں ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کو خبر پہنچی کہ قضاعہ کی ایک جماعت اس ارادہ سے اکٹھا ہوئی ہے۔ کہ مدینۃ النبی ﷺ کے اطراف پہنچ جائیں' رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن العاص کو بلایا ان کے لیے (لواء) سفید جھنڈا باندھا اور ہمراہ سیاہ جھنڈا (رایہ) بھی کر دیا انہیں تین سو اعلیٰ درجے کے مہاجرین وانصار کے ساتھ روانہ کیا تیس گھوڑے بھی ساتھ تھے۔ آپؐ نے حکم دیا کہ بلی وعذرہ وبلقین میں سے جس پر گزر ہو اس سے مدد حاصل کریں' وہ رات کو چلتے اور دن کو پوشیدہ رہتے جب اس قوم کے نزدیک ہوئے تو معلوم ہوا کہ بہت بڑا مجمع ہے۔ انہوں نے رافع بن مکیث الجہنی کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیج کر آپؐ سے امداد کی درخواست کی آپؐ نے

ان کے پاس ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو دوسو آدمیوں کے ہمراہ روانہ کیا ان کے لیے جھنڈا باندھا ہمراہ منتخب مہاجرین وانصار کو بھیجا جن میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ انہیں یہ حکم دیا کہ دونوں ساتھ رہیں' جدا جدا نہ ہوں۔

وہ عمرو سے ملے' ابوعبیدہ نے ارادہ کیا کہ لوگوں کی (نماز میں) امامت کریں' عمرو نے کہا کہ آپ تو میرے پاس مدد کے لیے آئے ہیں' امیر تو میں ہوں ابوعبیدہؓ نے ان کی بات مان لی عمرو لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔

عمرو روانہ ہوئے بلی کی آبادی میں داخل ہوئے تمام راستے معلوم کر لیے' عذرہ وبلقین کی آبادی تک آ گئے آخر کو انہیں ایک مجمع ملا جن پر مسلمانوں نے حملہ کر دیا وہ اپنی آبادی میں بھاگے اور منتشر ہو گئے عمرو لوٹے انہوں نے عوف بن مالک الاشجعی کو پیامبر بنا کر رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا انہوں نے آپ کو ان کے واپس آنے اور صحیح وسالم ہونے کی اور جو کچھ ان کے جہاد میں ہوا اس کی خبر دی۔

سریہ الخبط (برگ درخت) بامارت ابوعبیدۃ بن الجراح:

رجب ۸ ھ میں سریہ الخبط ہوا جس کے امیر ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو تین سو مہاجرین وانصار کے ہمراہ جن میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے جہینہ کے ایک قبیلہ کی طرف بھیجا جو القبلیہ میں تھا کہ سمندر کے ساحل متصل ہیں اس کے اور مدینے کے درمیان پانچ رات کا راستہ ہے۔ راستے میں ان کو بھوک کی سخت تکلیف ہوئی تو ان لوگوں نے درخت کے پتے کھائے قیس بن سعد نے اونٹ خریدے اور ان لوگوں کے لیے ذبح کیے سمندر نے ان کے لیے بہت بڑی مچھلی ڈال دی۔ جس کو انہوں نے کھایا اور واپس ہوئے' جنگ کی نوبت نہیں آئی۔

سریہ ابوقتادہ بن ربعی الانصاری:

خضرہ کی جانب جو نجد میں قبیلہ محارب کی زمین ہے ابوقتادہ بن ربعی الانصاری کا سریہ شعبان ۸ ھ میں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے پندرہ آدمیوں کے ہمراہ ابوقتادہ کو غطفان کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ ان کو چاروں طرف سے گھیر لیں' وہ رات کو چلے اور دن کو چھپے رہے' ابوقتادہ نے ان کے بہت بڑے قبیلہ پر حملہ کر کے گھیر لیا ان میں سے ایک آدمی چلایا ''یا خضرہ''۔

ان کے چند آدمیوں نے لڑائی کی' مگر جو مسلمانوں کے سامنے آیا قتل ہوا' مسلمان مویشی ہنکا لائے جو دوسو اونٹ اور دو ہزار بکریاں تھیں بہت سے مشرکین کو گرفتار کر لیا مال غنیمت کو جمع کیا اور خمس نکال لیا جو بچا لشکر پر تقسیم کر دیا۔ ہر شخص کے حصے میں بارہ اونٹ آئے' اونٹ کو دس بکریوں کے برابر شمار کیا گیا ابوقتادہ کے حصے میں ایک خوبصورت لونڈی آئی جسے رسول اللہ ﷺ نے ان سے مانگ لیا اور محمیہ بن جز کو ہبہ کر دی' اس سریے میں یہ لوگ پندرہ رات باہر رہے۔

سریہ ابوقتادہ بن ربعی الانصاری:

ماہ رمضان میں ۸ ھ میں بطن اضم کی جانب سریہ ابوقتادہ بن ربعی الانصاری ہوا۔

جب رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے ابوقتادہ بن ربعی کو آٹھ آدمیوں کے ہمراہ بطور سریے کے بطن اضم کی طرف روانہ کیا جو ذی خشب اور ذی المروہ کے درمیان ہے اس کے اور مدینے کے درمیان تین برد

(۳۶ میل) فاصلہ ہے یہ سریہ اس لیے بھیجا کہ گمان کرنے والا یہ گمان کرلے کہ رسول اللہ ﷺ کی توجہ اس علاقے کی طرف ہے تاکہ اس کی خبر پھیل جائے۔ اس سریہ میں محلم بن جثامہ اللیثی بھی تھے بمالاضبط الاشجعی کا کوئی باشندہ گزرا اس نے اسلامی طریقے سے سلام کیا تو اسے اس جماعت نے روک لیا مگر محلم بن جثامہ نے حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اس کا اونٹ اسباب اور دودھ کا برتن جو اس کے ہمراہ تھا چھین لیا۔

یہ لوگ جب نبی ﷺ سے ملے تو ان کے بارے میں قرآن میں نازل ہوا:

﴿ یاایها الذین آمنوا اذا ضربتم فی سبیل اللّٰه فتبینوا ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا تتبعون عرض الحیٰوۃ الدنیا فعند اللّٰه مغانم کثیرۃ ﴾

''اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں سفر کرو تو خوب سمجھ لیا کرو' اور جو شخص تمہیں سلام کرے تو اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے' اس غرض سے کہ تم حیات دنیا کا سامان حاصل کرو کیونکہ اللہ کے پاس کثیر مال غنیمت ہے''۔

وہ روانہ ہوئے انہیں کوئی جماعت نہ ملی تو واپس ہوئے ''خشب'' پہنچے تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ مکے کی طرف روانہ ہو گئے انہوں نے درمیان کا راستہ اختیار کیا اور نبی ﷺ سے السقیاء میں مل گئے۔

غزوۂ فتح مکہ:

رمضان ۸ھ میں رسول اللہ ﷺ کا غزوۂ عام الفتح (غزوۂ سال فتح مکہ) ہوا۔

بنوخزاعہ پر بنوبکر کے افراد کا شب خون:

صلح حدیبیہ کے بیسویں مہینے جب شعبان ۸ھ آیا تو بنونفاثہ نے جو بنوبکر میں سے تھے۔ اشراف قریش سے گفتگو کی کہ بنی خزاعہ کے مقابلہ میں آدمیوں اور ہتھیاروں سے ان کی مدد کریں قریش نے ان سے وعدہ کرلیا۔ الوتیر میں چھپ کے بھیس بدلے ہوئے ان کے پاس پہنچ گئے' صفوان بن امیہ حویطب بن عبدالعزیٰ اور مکرز بن حفص بن الاخیف اس جماعت میں تھے۔

ان لوگوں نے رات کے وقت بنی خزاعہ پر حملہ کیا جب کہ وہ لوگ غافل اور امن میں تھے ان کے بیس آدمی قتل کر دیئے۔

بدعہدی پر اہل مکہ کو تشویش:

قریش کو اپنے کیے پر ندامت ہوئی اور انہوں نے یقین کرلیا کہ یہ اس مدت اور عہد کا نقض ہے جو ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ہے۔

عمرو بن سالم الخزاعی چالیس خزاعی سواروں کے ہمراہ روانہ ہوا۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ کو اس مصیبت کی خبر دی جو انہیں پیش آئی اور مدد کی درخواست کی۔ آپ کھڑے ہو گئے اپنی چادر کو کھینچتے تھے اور فرماتے تھے کہ میری مدد بھی نہ کی جائے اگر میں اس چیز سے بنی کعب کی مدد نہ کروں جس سے میں اپنی مدد کرتا ہوں اور فرمایا کہ یہ ابر بنی کعب کی مدد کے لیے ضرور برسے گا۔

تجدید معاہدہ کی درخواست:

ابوسفیان بن حرب نے مدینے میں آ کر آپ سے یہ درخواست کی کہ آپ عہد کی تجدید اور مدت میں اضافہ کر دیں' مگر آپ نے اس سے انکار کیا' ابوسفیان نے کھڑے ہو کے کہا کہ میں نے لوگوں کے سامنے اجازت حاصل کر لی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے ابوسفیان تو یہ کہتا ہے پھر وہ مکے واپس چلا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سامان کیا' معاملہ پوشیدہ رکھا اپنے کان بند کر لئے اور دعا کی کہ اے اللہ ان کی آنکھیں بند کر دے کہ وہ مجھے ناگہانی طور کے سوا نہ دیکھ سکیں۔

حاطب رضی اللہ عنہ کے قاصد کی گرفتاری:

جب آپ نے روانگی پر اتفاق کر لیا تو حاطب بن ابی بلتعہ نے قریش کو ایک خط لکھا جس میں اس واقعہ کی انہیں خبر دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب اور المقداد بن عمرو رضی اللہ عنہما کو روانہ کیا ان دونوں نے حاطب کے خط اور قاصد کو گرفتار کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔

حلیف قبائل کی طلبی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اطراف کے عرب کو بلا بھیجا' ان کے بڑے قبیلے اسلم' غفار' مزینہ' جہینہ' اشجع اور سلیم تھے ان میں سے بعض آپ سے مدینے میں ملے اور بعض راستے میں مسلمان غزوہ فتح میں دس ہزار تھے۔

عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے لئے نیابت کا اعزاز:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے پر عبداللہ بن ام مکتوم کو اپنا قائم مقام بنایا اور دس رمضان ۸ھ یوم چہارشنبہ کو بعد عصر روانہ ہو گئے۔ جب آپ الصلصل پہنچے تو زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو دو سو مسلمانوں کے ہمراہ اپنے آگے روانہ کر دیا۔

اسلامی لشکر کی روانگی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے یہ ندا دی کہ جو شخص افطار کرنا چاہے وہ افطار کرے اور جو روزہ رکھنا چاہے وہ روزہ رکھے' آپ روانہ ہوئے جب قدید پہنچے تو چھوٹے اور بڑے جھنڈے (لواء ورایہ) باندھے اور قبائل کو دیئے۔

عشاء کے وقت مرالظہران میں اترے۔ آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا تو انہوں نے دس ہزار جگہ آگ روشن کی قریش کو آپ کی روانگی کی خبر نہیں پہنچی' وہ غمگین تھے کیونکہ اندیشہ تھا کہ آپ ان سے جنگ کریں گے۔

قریش نے ابوسفیان بن حرب کو بھیجا کہ وہ حالات معلوم کرے انہوں نے کہا اگر تو محمد سے ملے تو ہمارے لیے ان سے امان لے لینا' ابوسفیان بن حرب حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء روانہ ہوئے جب انہوں نے لشکر دیکھا تو سخت پریشان ہو گئے۔

ابوسفیان کا قبول اسلام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کو پہرے پر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو عامل بنایا تھا' عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کی آواز سنی تو (پکار کر) کہا' "ابوحنظلہ" اس نے کہا' "لبیک (حاضر' اے عباس رضی اللہ عنہ) یہ تمہارے پیچھے کیا ہے" انہوں نے کہا' یہ

دس ہزار کے ساتھ رسول اللہ ﷺ ہیں' تیری ماں اور تیرا خاندان روئے تو اسلام لے آ۔

عباس رضی اللہ عنہ نے اسے پناہ دی اسے اور اس کے دونوں ساتھیوں کو خدمت نبویؐ میں پیش کیا' تینوں اسلام لے آئے آپ ﷺ نے ابوسفیان کے لیے یہ کر دیا کہ جو شخص ان کے گھر میں داخل ہوا سے امان ہے اور جو شخص اپنا دروازہ بند رکھے اسے بھی امان ہے۔

اسلامی لشکر کا مکہ میں فاتحانہ داخلہ:

رسول اللہ ﷺ اپنے آہن پوش لشکر کے ساتھ مکے میں داخل ہوئے' آپؐ اپنی اونٹنی القصواء پر ابوبکر و اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما کے درمیان تھے' ابوسفیان کو روک لیا گیا تھا۔ جب انہوں نے وہ سامان دیکھا جس کی انہیں طاقت نہ تھی تو کہا اے ابوالفضل (عباس) تمہارے بھتیجے کی سلطنت تو بہت بڑھ گئی' عباس نے کہا تمہاری خرابی ہوئی یہ سلطنت نہیں ہے یہ تو نبوت ہے انہوں نے کہا بے شک۔

اس روز رسول اللہ ﷺ کا (رأیہ) جھنڈا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا آپ کو ان کی طرف سے یہ معلوم ہوا کہ قریش کے بارے میں کلام ہے اور ان سے وعدہ ہے تو آپ نے جھنڈا ان سے لے لیا' اور ان کے فرزند قیس بن سعد کو دے دیا۔

حضور علیہ السلام کے نامزد کردہ افراد کا قتل:

رسول اللہ ﷺ نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو کدار سے زبیر کو کدیٰ اور خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو اللیط سے داخل ہونے کا حکم دیا۔ عکرمہ بن ابی جہل' ہبار بن الاسود' عبداللہ بن سعد بن ابی سرح' مقیس بن صبابۃ اللیثی' حویرث بن نقیذ اور عبداللہ بن ہلال بن خطل الادرمی۔

ہند بنت عتبہ' سارہ عمرو بن ہاشم کی آزاد کردہ لونڈی' فرتنا اور قریبہ۔

ان میں سے ابن خطل' حویرث بن نقیذ مقیس بن صبابہ قتل کیے گئے۔

عکرمہ بن ابوجہل اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مقابلہ:

تمام لشکر کو کوئی مجمع نہیں ملا۔ سوائے خالد رضی اللہ عنہ کے کہ انہیں الخندمہ میں قریش کی ایک جماعت کے ساتھ صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابی جہل ملے ان لوگوں نے انہیں اندر آنے سے روکا ہتھیار نکال لیے اور تیراندازی کی' خالد نے اپنے ساتھیوں کو پکارا ان سے جنگ ہوئی' جس میں چوبیس آدمی قریش کے اور چار آدمی ہذیل کے قتل ہوئے جو بچے وہ بہت بری طرح بھاگے۔

رسول اللہ ﷺ اذاخر کے پہاڑی راستے پر ظاہر ہوئے تو آپؐ نے ایک بجلی دیکھی فرمایا میں نے تمہیں قتال سے منع نہیں کیا تھا کہا گیا کہ خالد سے مقابلہ ہوا تو انہوں نے بھی شمشیر زنی کی فرمایا اللہ کا فیصلہ سب سے بہتر ہے۔

شہدائے فتح مکہ:

مسلمانوں میں دو آدمی مقتول ہوئے جو راستہ بھول گئے ایک کرز بن جابر الفہری اور دوسرے خالد الاشعر الخزاعی تھے۔

خیمہ نبوی ﷺ:

رسول اللہ ﷺ کے لیے الحجون میں چمڑے کا خیمہ لگایا گیا۔ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ آپ کا جھنڈا لے گئے اور اسے اس (خیمے) کے پاس گاڑ دیا' رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اس کے اندر گئے۔

عرض کی: آپؐ اپنے مکان میں کیوں نہیں اترتے۔

فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی مکان چھوڑا ہے؟

بیت اللہ سے بتوں کو نکالنا:

نبی ﷺ مکے میں غلبہ وقوف کے ساتھ داخل ہوئے۔ لوگ خوشی اور ناگواری سے اسلام لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی سواری پر بیت اللہ کا طواف کیا' حالانکہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپؐ نے یہ کیا کہ جب کسی بت کے پاس سے گزرتے تو اپنے ہاتھ کی لکڑی سے اس کی طرف اشارہ کرتے اور فرماتے: "جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا" (حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل تو مٹنے والا ہی ہے) وہ بت اوندھے منہ گر پڑتا تھا۔

سب سے بڑا بت ہبل کعبے کے سامنے تھا۔ آپؐ مقام ابراہیم میں آئے جو کعبے کے متصل تھا اس کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی' مسجد کے ایک کنارے بیٹھ گئے اور بلال کو عثمان بن طلحہ کے پاس کعبے کی چابی لانے کے لیے بھیجا' عثمان لائے رسول اللہ ﷺ نے اس پر قبضہ کر لیا اور بیت اللہ کا دروازہ کھول کر اندر تشریف لے گئے۔ اس میں دو رکعت نماز پڑھی اور باہر آ گئے۔

آپؐ نے دروازے کے دونوں پٹ بند کر دیئے اور چابی اپنے ہی پاس رکھی' لوگوں کو کعبے کے گرد لایا گیا تھا' آپؐ نے اس روز لوگوں کو نصیحت کی' عثمان بن طلحہ کو بلا کر چابی دے دی اور فرمایا کہ اولاد ابی طلحہ' اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لے لو وہ تم سے سوائے ظالم کے کوئی نہیں چھینے گا۔

پانی کی سبیل (سقایہ) آپؐ نے عباس بن عبدالمطلب کو دی اور فرمایا کہ میں نے تمہیں دی نہ وہ تم سے بخل کرے اور نہ تم اس سے بخل کرو۔

خانہ کعبہ میں پہلی اذان:

رسول اللہ ﷺ نے تمیم بن اسد الخزاعی کو بھیجا انہوں نے حرم کے پتھروں کو درست کر دیا' ظہر کا وقت آ گیا تو بلال نے کعبے کی چھت کے اوپر اذان دی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس دن کے بعد سے قریش سے قیامت تک (کفر پر) جنگ نہیں کی جائے گی۔

رسول اللہ ﷺ الحرورا میں ٹھہرے کعبے سے خطاب کر کے کہا کہ تو اللہ کی زمینوں میں سب سے زیادہ بہتر ہے اللہ کی زمینوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اگر میں تجھ سے نکالا نہ جاتا تو میں نہ نکلتا۔

بتوں کی تباہی:

رسول اللہ ﷺ نے ان بتوں کی طرف سرایا بھیجے جو کعبے کے گرد تھے اور سب کو توڑ ڈالا ان میں سے العزیٰ' مناۃ' سواع'

بوانہ اور ذوالکفین تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے منادی نے مکہ میں ندا دی کہ جو شخص اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے گھر میں کوئی بت بغیر توڑے نہ چھوڑے۔

رسول اکرم ﷺ کا خطبہ فتح یا رحمت کی رم جھم:

جب فتح کا دوسرا دن ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے ظہر کے بعد خطبہ پڑھا (وعظ کہا) اور فرمایا کہ اللہ نے جس دن آسمان وزمین کو پیدا کیا (اسی دن سے مکہ کو حرام (محرم وقتل وقتال سے محفوظ) کر دیا ہے' وہ قیامت تک حرام ہے میرے لیے بھی دن کی ایک ساعت سے سوا کبھی حلال نہیں ہوا۔ اس کے بعد وہ اپنی حرمت دیرینہ پر واپس چلا گیا لہٰذا تم میں جو لوگ حاضر ہیں وہ غائبین کو پہنچا دیں' ہمارے لیے ان کے غنائم میں سے بھی کچھ حلال نہیں ہے۔

یوم فتح مکہ:

آنحضرت ﷺ نے بیس رمضان یوم جمعہ کو مکہ معظمہ کو فتح کیا' پندرہ رات مقیم رہے دو رکعت نماز (عصر) پڑھتے رہے غائبین کی طرف روانہ ہوئے' مکے پر عتاب بن اسید کو عامل بنایا جو انہیں نے نماز پڑھاتے تھے اور معاذ بن جبل کو جو حدیث وفقہ کی تعلیم دیتے تھے۔

روزہ رکھنے کے بعد افطار کر دینے کا واقعہ:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ۱۰ر رمضان کو عام الفتح (فتح مکہ کے سال) میں مدینے سے روانہ ہوئے آپ نے روزہ رکھا' الکدید پہنچے تو روزہ ترک کر دیا۔ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا آخر حکم ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عام الفتح میں رمضان میں روانہ ہوئے آپ نے روزہ رکھا جب الکدید پہنچے اور لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے تو آپ نے پیالہ لے کے اس سے (پانی) پی لیا' پھر فرمایا اے لوگو! جو رخصت کو قبول کرے (یعنی افطار کرے) تو رسول اللہ ﷺ نے بھی اسے قبول کیا ہے اور جو روزہ رکھے تو رسول اللہ ﷺ نے بھی روزہ رکھا ہے۔

لوگ آپ کے جدید سے جدید امر کا اتباع کرتے تھے اور امر ناسخ کو محکم سمجھتے تھے (یعنی جس حکم نے سفر مکہ کے روزے کو منسوخ کر دیا۔ اسے بدیہی اور واضح حکم سمجھتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عام الفتح میں ماہ رمضان میں روانہ ہوئے' آپ نے روزہ رکھا' یہاں تک کہ الکدید پہنچے پھر آپ نے افطار کیا (روزہ ترک کر دیا) رسول اللہ ﷺ کے اصحاب آپ کے جدید سے جدید حکم کا اتباع کرتے تھے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دو رمضان کو بلایا ہم لوگ روانہ ہوئے حالانکہ روزہ دار تھے جب الکدید پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فطر (ترک روزہ) کا حکم دیا۔ ہمیں شرجین میں اس حالت میں صبح ہوئی کہ بعض ہم میں

سے روزہ دار تھے اور بعض تارک روزہ، جب ہم مرالظہر ان پہنچے تو آپؐ نے ہمیں آگاہ کیا کہ ہم دشمن کا مقابلہ کریں گے اور ترک صوم کا حکم دیا۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کر لیا تو ۱۸/ یا ۱۷/ رمضان کو ہم لوگ آپؐ کے ہمراہ روانہ ہوئے، ہم میں بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے روزہ ترک کر دیا مگر نہ روزہ دار نے تارک روزہ کو برا کہا اور نہ تارک روزہ نے روزہ دار کو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن روزہ رکھا، جب آپؐ کدید آئے تو آپؐ کے پاس ایک پیالہ دودھ لایا گیا۔ آپؐ نے افطار کر لیا اور لوگوں کو بھی افطار کرنے کا حکم دیا۔

ابراہیم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ۱۰/ رمضان کو اس حالت میں مکہ فتح کیا کہ آپؐ روزہ دار و مسافر مجاہد تھے۔

لشکر اسلام کی تعداد:

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ عام الفتح میں رسول اللہ ﷺ آٹھ ہزار یا دس ہزار کے ہمراہ مکے کی طرف روانہ ہوئے اور مکہ والوں میں سے دو ہزار کو حنین لے گئے۔

ابن ابزیٰ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ مکے میں داخل ہوئے۔

عبداللہ کے والد سے مروی ہے کہ ہم نے عام الفتح میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جہاد کیا، ہم لوگ ایک ہزار سے زائد تھے (ان کی مراد اپنی قوم مزینہ سے ہے) اللہ تعالیٰ نے مکہ اور حنین آپؐ کے لیے فتح کر دیا۔

رسول انور ﷺ کا منفرد فاتحانہ انداز:

انس بن مالک سے مروی ہے کہ عام الفتح میں رسول اللہ ﷺ اس طرح مکے میں داخل ہوئے کہ سر پر خود تھا آپؐ نے اسے اتار دیا۔

معن و موسیٰ بن داؤد نے اپنی حدیثوں میں بیان کیا کہ ایک آدمی آیا اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ابن خطل کعبے کے پردوں میں لٹکا ہوا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے قتل کر دو۔

معن نے اپنی حدیث میں بیان کیا کہ اس روز رسول اللہ ﷺ محرم (احرام باندھے) ہوئے نہ تھے۔

انس بن مالک نے زہری سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو عام الفتح میں اس حالت میں دیکھا کہ آپؐ کے سر پر خود تھا۔ جب آپؐ نے اسے اتار ڈالا تو ایک شخص آیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ ابن خطل ہے جو کعبے کے پردوں میں لٹکا ہوا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے جہاں پاؤ قتل کر دو۔

طاؤس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکے میں کبھی بغیر احرام کے داخل نہیں ہوئے سوائے یوم فتح کے کہ اس روز آپؐ بغیر احرام کے داخل ہوئے۔

جابر سے مروی ہے کہ عام الفتح میں نبی ﷺ اس طرح داخل ہوئے کہ آپؐ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ یوم الفتح میں رسول اللہ ﷺ مکہ کے اوپر سے داخل ہوئے اور مکے کے نیچے سے باہر آئے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ عام الفتح میں رسول اللہ ﷺ کداء کے راستے اس گھاٹی سے داخل ہوئے جو مکے کے اوپر ہے۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکے میں بلند گھاٹی سے داخل ہوئے اور نیچی گھاٹی سے نکلے تھے۔

عبیدہ بن عمیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے روز اپنے اصحاب سے فرمایا کہ آج جنگ کا دن ہے اس لیے روزہ افطار کرلو۔

شبابہ نے شعبہ سے روایت کی کہ عمرو بن دینار نے عبید بن عمیر سے صرف تین حدیثیں سنیں۔

یوم الفتح میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے اشعار:

ابوسلمہ و یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی فتح مکہ کا دن ہوا تو عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپؐ کے آگے صفا و مروہ کے درمیان تھے اور یہ اشعار پڑھتے تھے:

یاحبذا مکۃ من وادی ارض بھا اھلی وعوادی

''اے وادی مکہ تیرا کیا کہنا' تو ایسی زمین ہے جس میں میرے اہل اور عبادت کرنے والے ہیں۔

ارضٌ امشی بھا بلا ھادی ارضٌ بھا ترسخ اوتادی

تو ایسی زمین ہے جس میں بلا ہادی کے چلتا ہوں' تو ایسی زمین ہے جس میں میری میخیں مضبوط گڑی ہیں''۔

گستاخ رسول ابن خطل کا انجام:

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ یوم الفتح میں رسول اللہ ﷺ نے ابن ابی سرح' فرتنا' ازبعری اور ابن خطل کے قتل کا حکم دیا اور ابو برزہ ابن خطل کے پاس آئے جو کعبے کے پردوں میں لٹکا ہوا تھا۔ اس کا پیٹ چاک کر دیا۔

ابن ابی سرح کے لئے معافی:

انصار میں سے ایک شخص تھے جنہوں نے یہ نذر مانی کہ اگر ابن ابی سرح کو دیکھیں گے تو اسے قتل کر دیں گے' عثمان آئے ابن ابی سرح ان کا رضاعی بھائی تھا انہوں نے نبی ﷺ سے اس کی سفارش کی حالانکہ وہ انصاری تلوار کا قبضہ پکڑے نبی ﷺ کے منتظر تھے کہ جب آپؐ اشارہ کریں تو وہ اسے قتل کر دیں۔

عثمان نے ان کی سفارش کی آپؐ نے اسے چھوڑ دیا رسول اللہ ﷺ نے ان انصاری سے کہا کہ تم نے اپنی نذر کیوں نہ پوری کی انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنا ہاتھ تلوار کے قبضہ میں رکھ کر منتظر تھا کہ جب آپؐ اشارہ فرمائیں گے تو میں اسے قتل کر دوں گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اشارہ کرنا خیانت ہے نبی کو یہ مناسب نہیں کہ وہ اشارہ کرے۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے اعزہ میں سے کسی سے مروی ہے کہ جب یوم فتح ہوا تو آپؐ نے صفوان بن امیہ بن خلف' ابوسفیان بن حرب اور حارث بن ہشام کو بلا بھیجا' میں نے کہا کہ اللہ نے ان کے بارے میں قدرت دی ہے کہ آپ ان لوگوں کو جو کچھ انہوں نے کیا آگاہ کریں۔

عام معافی کا اعلان:

نبی ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا: "لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین" (آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے اللہ تمہاری مغفرت کرے وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

(عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ) پھر میں رسول اللہ ﷺ سے ان ناگوار افعال کی وجہ سے جو مجھ سے (زمانۂ جاہلیت میں) سرزد ہوئے تھے شرما گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے تو ان سے جو کچھ فرمایا وہ فرمایا ہی۔

بیت اللہ کو بتوں سے پاک کرنے کا حکم:

جابر سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو جو بطحاء میں تھے زمانہ فتح مکہ میں یہ حکم دیا کہ وہ کعبے میں آئیں' اس میں جو تصویر ہو اسے مٹا دیں' نبی ﷺ اس میں اس وقت تک داخل نہ ہوئے جب تک اس کی تمام تصویریں نہ مٹا دی گئیں۔

فضل سے مروی ہے کہ نبی ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے آپ تسبیح پڑھتے تھے تکبیر کہتے تھے اور دعا کرتے تھے رکوع نہیں کرتے تھے۔

شعیب کے والد سے مروی ہے کہ نبی ﷺ عام الفتح میں کعبے کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئے اور اللہ کی حمد وثناء کی اور جو تکلم فرمایا اس میں یہ فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یوم الفتح مکہ میں ایک دھواں تھا اور اللہ کے قول کے یہی معنی ہیں' (یوم تاتی السماء بدخان مبین) جس دن آسمان کھلا ہوا دھواں لائے گا۔

لسان نبوت سے سورۂ فتح کی تلاوت:

عبداللہ بن مغفل سے مروی ہے کہ میں نے یوم فتح مکہ میں رسول اللہ ﷺ کو ایک اونٹنی پر دیکھا کہ آپ جا رہے تھے اور سورۃ الفتح پڑھ رہے تھے اسے دہرا رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اگر لوگ میرے گرد جمع نہ ہوتے تو میں ضرور دہراتا جیسا کہ دہرایا گیا۔

درس مساوات:

عباس بن عبداللہ بن معبد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دوسرے روز فرمایا کہ جاہلیت کی نخوت اور اس کا فخر اپنے سے دور کر دو کیونکہ سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی کے ہیں۔

قیام مکہ میں نماز کے متعلق مختلف روایات:

وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ میں نے جابر بن عبداللہ سے پوچھا کہ آیا تمہیں یوم فتح میں کچھ غنیمت ملی تو انہوں نے کہا نہیں۔

عمران بن حصین سے مروی ہے کہ میں فتح مکہ میں نبی ﷺ کے ہمراہ موجود تھا۔ آپ ﷺ مکہ میں اٹھارہ شب اس طرح مقیم رہے کہ دو رکعت نماز قصر سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے آپؐ (نماز میں) قصر کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ واپس ہوئے۔

حکم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ۶ ر رمضان کو مدینے سے نکلے ۷کو روانہ ہوئے آپؐ (نماز میں) قصر کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ واپس ہوئے۔ دو رکعت پڑھتے رہے مکہ میں آئے۔ تو وہاں آپ آدھے مہینے ٹھہرے قصر کرتے رہے پھر ۲۸ ر رمضان کو حنین روانہ ہو گئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے بعد مکہ میں سترہ روز ٹھہر کر دو رکعت پڑھتے رہے۔ عراک بن مالک سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے عام الفتح میں پندرہ دن ورات نماز پڑھی آپؐ دو رکعت پڑھتے رہے۔

عمران بن حصین سے مروی ہے کہ زمانۂ فتح میں رسول اللہ ﷺ مکے میں اٹھارہ شب رہے لیکن دو رکعت ہی نماز پڑھی۔

سبرہ الجہنی سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ عام الفتح میں روانہ ہوئے آپؐ پندرہ شبانہ روز مقیم رہے۔

ام ہانی ایک آزاد کردہ لونڈی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ فتح کیا تو آپؐ نے ایک برتن منگایا۔ غسل کیا پھر چار رکعت نماز پڑھی۔

ام ہانی نے اپنے آزاد کردہ غلام ابو مرہ کو خبر دی کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے مکان میں ایک شخص کے بارے میں جس کے لیے وہ امان چاہتی تھیں گفتگو کرنے کے لیے داخل ہوئیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح اندر تشریف لائے کہ آپؐ کے سر اور داڑھی پر غبار پڑا ہوا تھا آپؐ ایک کپڑے میں مستور ہو گئے اور کپڑے دونوں رخ (یعنی آگے کا پیچھے اور پیچھے کا آگے کیا) پھر آپؐ نے چاشت کی آٹھ رکعت نماز پڑھی۔

ام ہانی کی سفارش پر امان دینے کا واقعہ:

ام ہانی بنت ابی طالب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ معظمہ فتح کیا تو ام ہانی کے پاس بنی مخزوم کے دو آدمی بھاگ کر آئے انہوں نے دونوں کو پناہ دے دی علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور کہا کہ میں ان دونوں کو ضرور قتل کروں گا۔ ان (ام ہانی نے کہا) کہ جب میں نے انہیں یہ کہتے سنا تو میں تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی جو مکہ کے اعلیٰ (بلند حصہ) میں تھے رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھا تو مرحبا کہا اور فرمایا اے ام ہانی تمہیں کون سی ضرورت ہے میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنے دیوروں میں دو آدمیوں کو پناہ دی ہے مگر علی رضی اللہ عنہ کا ارادہ ان کے قتل کرنے کا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جسے تم نے پناہ دی اسے ہم نے پناہ دی رسول اللہ ﷺ غسل کے لیے کھڑے ہوئے تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک کپڑے سے پردہ کیا پھر آپؐ نے اپنا کپڑا لے کے اوڑھ لیا اور آٹھ رکعت نماز چاشت کی پڑھی۔

عامل سعید بن سعید العاص:

سعید بن سالم المکی نے ایک شخص سے روایت کی جس کا انہوں نے نام بھی لیا تھا (مگر راوی کو یاد نہیں رہا) کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ فتح کیا تو آپؐ نے اس کے بازار پر سعید بن العاص بن امیہ کو عامل بنایا۔ جب نبی ﷺ نے طائف جانے

کا ارادہ کیا تو سعید بن سعید آپ کے ہمراہ روانہ ہوئے اور طائف میں شہید ہوئے۔

عتاب بن اسید کی بطورِ عامل مکہ تقرری:

ابن جریج سے مروی ہے کہ جب عام الفتح میں نبی ﷺ طائف کی طرف روانہ ہوئے تو آپؐ نے ہبیرہ بن شبل بن العجلان الثقفی کو مکے پر قائم مقام بنایا۔ جب آپؐ طائف سے واپس آئے اور مدینے کی روانگی کا ارادہ کیا تو ۸ھ میں عتاب بن اسید کو مکہ معظمہ اور حج کا عامل بنایا۔

حارث بن مالک برصاء سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو یوم الفتح میں کہتے سنا' اس کے بعد قیامت تک (مکے میں) قریش سے کفر پر جنگ نہ کی جائے گی۔

سریہ خالد بن الولید رضی اللہ عنہ:

۲۵ر رمضان ۸ھ کو بجانب العزیٰ (بت) خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کا سریہ ہوا۔

عزیٰ کی تباہی:

رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ فتح کیا تو خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو العزیٰ کی جانب بھیجا کہ وہ اسے منہدم کر دے وہ آپؐ کے اصحاب کے تیس سواروں کے ہمراہ روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر اسے منہدم کر دیا رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر آپ کو خبر دی تو فرمایا: کیا تم نے کوئی چیز دیکھی' انہوں نے کہا نہیں' فرمایا: پھر تو تم نے اسے منہدم نہیں کیا۔ واپس جاؤ اور اسے منہدم کرو۔

ایک پراسرار عورت کا قتل:

خالد لوٹے وہ غصے میں تھے انہوں نے اپنی تلوار میان سے باہر کر لی ان کی طرف ایک عورت نکل کے آئی جو برہنہ سیاہ اور بکھرے ہوئے بالوں والی تھی' اس پر مجاور چلانے لگا خالد رضی اللہ عنہ نے اسے مارا اور ٹکڑے کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر آپ کو خبر دی تو فرمایا: ہاں یہی عزیٰ تھی جو ہمیشہ کے لیے اس امر سے مایوس ہو گئی کہ تمہارے بلاد میں اس کی پرستش کی جائے گی' وہ مقام نخلہ میں تھی۔ اور قریش اور تمام بنی کنانہ کے لیے ان بتوں میں سب سے بڑی تھی' اس کے خدام اور مجاور بنی سلیم میں سے بنی شیبان تھے۔

سریہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ:

رمضانؓ ۸ھ میں سواع کی جانب سریہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہوا۔

رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ فتح کیا تو آپؐ نے عمرو بن العاص کو سواع کی طرف روانہ کیا جو ہذیل کا بت تھا کہ اسے منہدم کر دیں۔

ہذیل کے بت خانہ کی بربادی:

عمرو نے بیان کیا کہ میں وہاں پہنچا تو اس بت کا مجاور ملا اس نے کہا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ میں نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ اس بت کو منہدم کر دوں اس نے کہا کہ تم اس پر قادر نہ ہو گے میں نے پوچھا کہ کیوں؟ اس نے جواب کہ وہ محفوظ

ہے میں نے کہا' اب تک تو باطل ہی میں ہے' تیری خرابی ہو' کیا وہ سنتا ہے' یا وہ دیکھتا ہے؟

اس کے قریب گیا اور اس کو توڑ ڈالا' اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ خزانے کی کوٹھڑی منہدم کر دیں مگر اس کوٹھڑی میں اسے کچھ نہ ملا۔ مجاور سے کہا تو نے کیا دیکھا تو اس نے کہا میں اللہ کے لیے اسلام لاتا ہوں۔

سریہ سعید بن زید الاشہلی:

رمضان ۸ھ میں بجانب مناۃ سریہ سعید بن زید الاشہلی ہوا۔

رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ فتح کیا تو آپؐ نے سعید بن زید الاشہلی کو مناۃ کی جانب روانہ کیا جو المشلل میں غسان اور اوس وخزرج کا بت تھا۔ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے سعید بن زید الاشہلی کو بھیجا کہ وہ اسے منہدم کر دیں۔

سعید بیس سواروں کے ہمراہ روانہ ہوئے اور وہاں ایسے وقت پہنچے کہ اس پر ایک مجاور بھی تھا۔ مجاور نے کہا تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا مناۃ کا انہدام' اس نے کہا۔ تم اور یہ کام؟

بت خانہ مناۃ کا انہدام:

سعد اس بت کی طرف بڑھے' اتنے میں ان کی جانب ایک سیاہ اور برہنہ پراگندہ بال والی ایک عورت نکل آئی جو کوس رہی تھی اور اپنے سینے پر مار رہی تھی۔ مجاور نے کہا: اے مناۃ اپنا غضب کر' سعید بن زید الاشہلی اسے مارنے لگے یہاں تک کہ وہ قتل ہوگئی۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو بت کی طرف متوجہ کر دیا' مگر خزانے میں کچھ نہ پایا سعد اور ان کے ساتھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے۔ یہ واقعہ ۲۴ رمضان ۸ھ کو ہوا۔

سریہ خالد بن الولید رضی اللہ عنہ:

شوال ۸ھ میں بنی جذیمہ کی طرف جو بنی کنانہ میں سے تھے اور مکے سے نیچے یلملم کے نواح میں ایک شب کے راستہ پر تھے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا سریہ ہوا۔ (یہی سریہ) یوم الغمیصاء تھا (یعنی جنگ مقام الغمیصاء) جب خالد بن الولید رضی اللہ عنہ عزیٰ کے توڑنے سے لوٹے اور رسول اللہ ﷺ مکے ہی میں مقیم تھے تو آپؐ نے انہیں بنی جذیمہ کی جانب دعوت اسلام کے لیے بھیجا۔ لیکن انہیں مقاتل وجنگجو بنا کے نہیں بھیجا تھا۔ وہ مہاجرین وانصار بنی سلیم کے تین سو پچاس آدمیوں کے ہمراہ روانہ ہوئے۔

بنی جذیمہ کا معاملہ:

خالد ان کے پاس پہنچے تو پوچھا' تم کون ہو؟ ان لوگوں نے کہا' مسلمان ہم نے نماز پڑھی ہے' محمد کی تصدیق کی ہے' اپنے میدانوں میں مسجدیں بنائی ہیں اور ان میں اذان کہی ہے' انہوں نے کہا تمہارے پاس ہتھیار کا کیا حال ہے' جواب دیا ہمارے اور عرب کی ایک قوم کے درمیان عداوت ہے' ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ لوگ ہوں گے تو ہم نے ہتھیار لے لیے۔ خالد نے حکم دیا کہ ہتھیار رکھ دو انہوں نے ہتھیار رکھ دیئے۔ خالد نے سب کو گرفتار کر لیا اور بعض کی مشکیں بھی کس دیں اور سب کو اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔

جب صبح ہوئی تو خالد نے ندا دی کہ جس کے ہمراہ قیدی ہو وہ تلوار سے اس کا کام تمام کر دے' بنوسلیم نے تو جوان کے ہاتھ میں تھے۔ انہیں قتل کر دیا' لیکن مہاجرین وانصار نے اپنے قیدیوں کو رہا کر دیا۔

مقتولین کے خون بہا کی ادائیگی:

خالد نے جو کچھ کیا وہ نبی ﷺ کو پہنچا تو آپ نے فرمایا اے اللہ میں خالد کے فعل کی تجھ سے براءت چاہتا ہوں آپ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا انہوں نے مقتولین کا خون بہا ادا کیا اور نقصان کی تلافی کی پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر آپ کو خبر دی۔

یوم الغمیصاء:

ابو حدرہ سے مروی ہے کہ میں اس لشکر میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا جس نے یوم الغمیصاء میں جذیمہ پر حملہ کیا ہم ان کے پاس ایک ایسے شخص سے ملے جس کے ہمراہ عورتیں تھیں وہ ان عورتوں کو بچانے کے لیے لڑنے لگا اور یہ رجز پڑھنے لگا۔

رخین اذیال الحقاء واربعن مشی حییات کان لم یفزعن

''اے عورت ازار کے دامن چھوڑ دے اور توقف کر' سپولیوں کی چال کہ گویا خوف کرتے ہی نہیں''۔

ان یمنع القوم ثلاث تمنعن (اگر قوم کو تین آدمی بھی روکیں تو ضرور بچ جائے)۔

راوی نے کہا کہ اتفاقاً ہم ایک اور شخص سے ملے جس کے ہمراہ عورتیں تھیں' وہ بھی ان کی جانب سے لڑنے لگا اور یہ شعر پڑھنے لگا:

قد علمت بیضاءً قلمی العرسا لا تملا اللجین منها نهسا

''گوری سرخ کولہے والی عورت نے جان لیا کہ بکری والا اور اونٹ والا اس کی حفاظت کرے گا۔

لاضربن الیوم ضرباوعا ضرب المذبذ بین المخاض القعسا

آج میں ضرور بے نیاز کروں گا۔ جس طرح کوئی مرد بے نیاز کرتا ہے''۔

اس نے اس کی طرف سے جنگ کی یہاں تک کہ اسے پہاڑ پر چڑھا لے گیا (راوی نے کہا کہ) ایک اور شخص ہم سے ملے جس کے ہمراہ عورتیں تھیں وہ ان کی طرف سے لڑنے لگا اور یہ اشعار پڑھنے لگا۔

قد علمت بیضاء تلهی العرسا لا تملا اللجین منها نهسا

''ایسی گوری عورت نے جو دلہن کو بھلا دیتی ہے جان لیا ہے کہ اس کے کم گوشت کو پتہ نہیں بھرے گا۔

لاضربن الیوم ضرباوعا ضرب المذبذبین المخاض القعسا

آج میں ضرور تیز سفر کروں گا۔ ان لوگوں کا سا سفر جو پھری ہوئی پشت اور گردن والے اونٹوں کو ہنکاتے ہیں''۔

اس نے ان کی طرف سے جنگ کی یہاں تک کہ انہیں پہاڑ پر چڑھا کر لے گیا خالد نے کہا کہ ان لوگوں کا تعاقب نہ کرو۔ عصام المزنی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بطن نخلہ کے روز (بطن نخلہ سے عزیٰ کے منہدم ہونے کا دن مراد ہے)

ہمیں بھیجا اور فرمایا: کہ جس آبادی میں اذان نہ سنو یا مسجد نہ دیکھو وہاں لوگوں کو قتل کردو۔ اتفاقاً ہم ایک شخص سے ملے اس سے پوچھا کہ تو کافر ہے یا مسلم۔ اس نے کہا کہ اگر میں کافر ہوں تو ٹھہر جاؤ۔ ہم نے اس سے کہا کہ اگر تو کافر ہوگا تو ہم تجھے قتل کردیں گے اس نے کہا مجھے اتنی مہلت دو کہ میں عورتوں کی حاجت پوری کردوں وہ ان میں سے ایک عورت کے پاس گیا اور کہا کہ اے جیش عیش کے خاتمہ پر اسلام لے آ۔

اریتکِ اذ طالبکم فوجدتکم بجیلة او ادرکتکم بالخوافق

''کیا تم نے دیکھا کہ جب میں نے تمہاری تلاش کی تھی اور پھر تمہیں پایا تھا تو مقام بجیلہ میں پایا تھا یا خوافق میں۔

اما کان اهلا ان ینول عاشق تکلف ادکاج السریٰ و الوابق

کیا عاشق اس کا اہل نہ تھا کہ اس کے ساتھ فیاضی کی جائے جس نے راتوں میں اور سخت گرمیوں میں چلنے کی تکلیف گوارا کی۔

فلاذب لی قد قلت اذ نحن جیرہ اثیبی بود قبل احدی البوائق

پھر میرا کوئی گناہ نہیں۔ میں نے اسی وقت کہہ دیا تھا جبکہ ہم پڑوسی تھے' اے عورت محبت کی جزا دے کسی ایک نازل ہونے والی مصیبت کے قبل۔

اثیبی بودٍ قبل ان تشحط النوی وینأی امیری بالحبیب المفارق

محبت کی جزا دے قبل اس کے گھر دور اور میرا جدائی کرنے والا امیر محبوب کو دور کردے''۔

اس عورت نے کہا ہاں تو دس اور سات سال پے در پے آٹھ سال جن میں مہلت ہو زندہ رہے۔ پھر ہم لوگ اس کے قریب گئے اور اس کی گردن ماردی' وہ عورت آئی اور اس پر تیر اندازی کرنے لگی یہاں تک کہ وہ مرگئی سفیان نے کہا کہ وہ عورت خوب پرگوشت تھی۔

غزوۂ حنین:

شوال ۸ھ میں رسول اللہ ﷺ کا غزوۂ حنین ہوا اسی کو غزوۂ ہوازن بھی کہتے ہیں حنین ایک وادی ہے۔ اس کے اور مکے کے درمیان تین رات کا فاصلہ ہے۔

ہوازن اور ثقیف کا اتحاد:

جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو ہوازن وثقیف کے اشراف ایک دوسرے کے پاس گئے انہوں نے اتفاق کرلیا اور بغاوت کردی ان سب کو مالک بن عوف النصری نے جمع کیا جو اس زمانہ میں تیس سال کا تھا اس کے حکم پر وہ لوگ اپنے ہمراہ مال' عورت اور بچوں کو لے آئے وہ اوطاس میں اترے اور ان کے پاس امداد بھی آنے لگی انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف بغرض مقابلہ جانے کا ارادہ کیا۔

مکہ سے روانگی:

رسول اللہ ﷺ مکے سے ۶ شوال یوم شنبہ کو بارہ ہزار مسلمانوں کے ہمراہ جن میں دس ہزار اہل مدینہ تھے اور دو ہزار اہل

مکہ روانہ ہوئے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بہت سے مشرکین بھی روانہ ہوئے جن میں صفوان بن امیہ بھی تھا رسول اللہ ﷺ نے اس سے سوزرہیں مع سامان کے عاریۃً لی تھیں شب سہ شنبہ ۱۰ شوال کو شام کے وقت آپ حنین پہنچے۔

مالک بن عوف نے تین آدمیوں کو روانہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی خبر لائیں وہ لوگ اس طرح اس کے پاس واپس لوٹ گئے کہ رعب کی وجہ سے ان کے جوڑ جوڑ الگ ہو گئے تھے۔

پرچم اسلام:

رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی حدرد الاسلمی کو روانہ کیا وہ ان کے لشکر میں داخل ہوئے اس میں گھومے اور ان کی خبر لائے۔ جب رات ہوئی تو مالک بن عوف نے اپنے ساتھیوں کی طرف قصد کیا اس نے انہیں وادی حنین میں تیار کیا اور مشورہ دیا کہ وہ سب محمدؐ اور ان کے اصحاب پر ایک دم سے حملہ کر دیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو صبح تڑکے تیار کیا اور ان کی چند صفیں بنا دیں الویہ (چھوٹے جھنڈے) اور رایات (بڑے جھنڈے) ان کے مستحقین کو دیئے مہاجرین کے ہمراہ ایک لوا (چھوٹا جھنڈا) تھا جسے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اٹھائے ہوئے تھے اور ایک رأیہ (بڑا جھنڈا) تھا جسے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اٹھائے ہوئے تھے۔ ایک رأیہ (بڑا جھنڈا) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اٹھائے ہوئے تھے۔

خزرج کا لواء (چھوٹا جھنڈا) حباب بن المنذر اٹھائے ہوئے تھے اور کہا جاتا ہے کہ خزرج کا ایک دوسرا لواء (چھوٹا جھنڈا) سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا' اوس کا لواء (چھوٹا جھنڈا) اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا' اوس وخزرج کے ہر بطن (شاخ قبیلہ) میں لواء یا رأیہ تھا جسے انہیں کا ایک نامزد شخص اٹھائے ہوئے تھے۔ قبائل عرب میں سب کے پاس الویہ ورایات (چھوٹے سے بڑے جھنڈے) تھے جنہیں انہیں کی نامزد جماعت اٹھائے ہوئے تھی۔

رسول اللہ ﷺ جس روز مکے سے روانہ ہوئے آپؐ نے سلیم کو مقدمہ بنایا اور ان پر خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو عامل کیا برابر وہی آپؐ کے مقدمہ پر عامل رہے یہاں تک کہ وہ جعرانہ میں اترے۔

مسلمانوں پر اچانک حملہ:

رسول اللہ ﷺ وادی حنین میں تیاری کے ساتھ پہنچے آپ ﷺ سفید خچر دلدل پر سوار ہوئے' دو زرہیں اور مغفر وخود پہنی پھر ہوازن کے آگے کوئی شے نظر آئی جس کے مثل تاریکی وکثرت کبھی انہوں نے نہ دیکھی تھی اور صبح کے وقت کی تاریکی میں تھی۔

وادی کے تنگ راستوں اور اس کی گھاٹیوں میں سے لشکر نکلے انہوں نے ایک دم سے حملہ کر دیا بنی سلیم اور ان کے ساتھ اہل مکہ اور دوسرے لوگ پشت پھیر کر بھاگے۔

رسول اللہ ﷺ کہنے لگے اے اللہ اور اس کے مددگارو! میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں۔ رسول اللہ ﷺ

لشکر کی طرف واپس آئے آپؐ کے پاس وہ لوگ بھی لوٹے جو بھاگے تھے۔

ثابت قدم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی:

اس روز آپؐ کے ہمراہ عباس بن عبدالمطلب' علی بن ابی طالب' فضل بن عباس' ابوسفیان بن عبدالمطلب' ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب' ابوبکر وعمر اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم اپنے چند گھر والوں اور ساتھیوں کے ہمراہ ثابت قدم رہے۔

مسلمانوں کا شدید جوابی حملہ:

عباس رضی اللہ عنہ سے آپؐ فرمانے لگے کہ تم یہ ندا دو' اے گروہ انصار' اے اصحاب السمرہ' اے اصحاب سورۃ البقرہ' انہوں نے ندا دی اور وہ تھے بھی بڑی آواز والے لوگ اس طرح متوجہ ہوئے گویا وہ اونٹ ہیں' جب وہ اپنے بچوں پر شفقت کرے' ان لوگوں نے کہا: یالبیک یالبیک' پھر مشرکین پر حملہ کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے نظر اٹھائی اور ان کا لڑنا دیکھا تو فرمایا: اب جنگ شروع ہو گئی میں نبی ہوں غلط نہیں ہے میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں' پھر عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے کنکریاں دو' انہوں نے آپ کو زمین سے کنکریاں دیں' آپؐ نے شاہت الوجوہ' (چہرے برے ہوں) کہہ کر وہ کنکریاں مشرکین کے چہروں پر پھینک دیں اور فرمایا' رب کعبہ کی قسم ہے بھاگو' اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا وہ اس طرح بھاگے کہ ان میں سے کوئی کسی طرف رخ نہ کرتا۔

قتل عام:

رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ جس پر بس چلے اسے قتل کر دیا جائے مسلمان غضبناک ہو کر انہیں قتل کر رہے تھے حتیٰ کہ عورت اور بچے بھی ان سے نہ بچے رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع کیا۔ حنین کے روز ملائکہ کی شناخت سرخ عمامے سے تھی جنہیں وہ اپنے شانوں کے درمیان لٹکائے ہوئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی کو قتل کرے اور اس کے پاس اس پر شہادت بھی ہو تو اس کا اسباب اس (قاتل) کے لیے ہے۔

کفار کی پسپائی:

رسول اللہ ﷺ نے دشمن کی تلاش کا حکم دیا' ان میں سے بعض پہنچے' بعض نخلہ کی طرف اور ان کی ایک جماعت اوطاس روانہ ہوئی۔

ابو عامر رضی اللہ عنہ کی شہادت:

رسول اللہ ﷺ نے ابو عامر الاشعری کے لیے لواء (چھوٹا جھنڈا) باندھا' انہیں لوگوں کی تلاش میں روانہ کیا ہمراہ سلمہ بن الاکوع بھی تھے مسلمان جب مشرکین کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ وہ لوگ رک رہے تھے ابو عامر نے ان میں سے نو جنگجویوں کو قتل کر دیا۔ دسواں آدمی ظاہر ہوا جو زرد عمامہ باندھے ہوئے تھا۔ اس نے ابو عامر کو تلوار ماری اور قتل کر دیا۔

ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کے لئے نیابت کا اعزاز:

ابو عامر نے ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا انہوں نے ان لوگوں سے جنگ کی یہاں تک کہ اللہ نے فتح دی انہوں نے ابو عامر کے قاتل کو بھی قتل کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! ابو عامر کی مغفرت فرما اور انہیں جنت میں میری امت کے اعلیٰ طبقے میں کر۔ آپؐ نے ابوموسیٰ کے لیے بھی دعاء کی۔

شہدائے غزوۂ حنین کے اسمائے گرامی:

مسلمانوں میں سے ایمن بن عبید بن زید الخزرجی جو ام ایمن کے بیٹے اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے اخیافی بھائی تھے' سراقہ بن الحارث' رقیم بن ثعلبہ بن زید لوذان بھی قتل ہوئے' بنی نصر بن معاویہ کے ساتھ جنگ بہت شدید ہوئی پھر بنی رباب کے ساتھ عبداللہ بن قیس نے جو مسلمان تھے کہا کہ بنی رباب تو ہلاک ہو گئے۔

مالک بن عوف کا فرار:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ ان مسلمانوں کی مصیبت (کی مکافات) پوری کر دے' مالک بن عوف گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی پر کھڑا ہو گیا' یہاں تک کہ اس کے کمزور ساتھی چلے گئے اور ان کا آخری آدمی تک آ گیا' پھر وہ (مالک) بھاگا اور قصر بلیہ میں پناہ لی اور کہا جاتا ہے کہ ثقیف کے قلعے میں داخل ہو گیا۔

اسیران جنگ و مال غنیمت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں اور اموال غنیمت کے جمع کرنے کا حکم دیا' وہ سب یکجا کیا گیا۔ مسلمانوں نے اس کو جعرانہ میں منتقل کر دیا' وہاں رکا رہا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپس ہوئے مسلمان اپنے اپنے سائبانوں میں تھے جہاں وہ دھوپ سے بچاؤ میں تھے قیدی چھ ہزار تھے۔ اونٹ چوبیس ہزار' بکریاں چالیس ہزار سے زائد اور چار ہزار اوقیہ چاندی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں (کے فیصلے) میں اس لیے دیر فرما دی کہ شاید ان کا وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' آپؐ نے مال سے ابتداء کی اسے تقسیم کیا' سب سے پہلے ان لوگوں کو دیا جن کی تالیف قلب مقصود تھی۔

مال غنیمت کی تقسیم:

حکیم بن حزام کو سو اونٹ دیئے اس نے آپؐ سے درخواست کی تو آپؐ نے اور بھی دیئے آپؐ نے نضر بن الحارث بن کندہ کو سو اونٹ دیئے اسید بن جاریہ الثقفی کو بھی اونٹ دیئے' علاء بن حارثہ الثقفی کو پچاس اونٹ دیئے۔ حویطب بن عبدالعزیٰ کو سو اونٹ دیئے ہشام بن عمرو العامری کو ۵۰ اونٹ دیئے' اقرع بن حابس التمیمی کو سو اونٹ دیئے عیینہ بن حصن کو سو اونٹ دیئے۔ مالک بن عوف کو سو اونٹ دیئے' عباس بن مرداس کو چالیس اونٹ دیئے تو اس نے اس کے بارے میں ایک شعر کہا' آپؐ نے اسے سو اونٹ دیئے اور کہا جاتا ہے کہ ۵۰ دیئے۔

یہ سب آپ نے خمس میں سے دیا اور یہی تمام اقوال میں ہمارے نزدیک سب سے زیادہ ثابت ہے' آپؐ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو لوگوں پر تقسیم کر دیا' ہر شخص کے حصہ میں چار اونٹ اور چالیس بکریاں ہوئیں اگر کوئی سوار تھا تو اس نے بارہ اونٹ

اور ایک سو بیس بکریاں لیں اور اگر اس کے ہمراہ ایک گھوڑے سے زائد تھا تو اس کا حصہ نہیں لگایا گیا۔

حضور علیہ السلام کے رضاعی چچا ابو زرقان کی سفارش:

رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوازن کا وفد آیا جن کا رئیس زہیر بن صرد تھا' ان میں رسول اللہ ﷺ کا رضاعی چچا ابو زرقان بھی تھا ان لوگوں نے آپ سے سفارش کی کہ آپ قیدیوں کے معاملہ میں احسان کریں فرمایا کہ میں تمہیں اپنی عورتیں اور بچے سے زیادہ محبوب ہیں یا مال' انہوں نے کہا کہ ہم شمار میں کوئی چیز برابر نہیں کر سکتے' فرمایا جو میرا اور عبدالمطلب کی اولاد کا ہے وہ تو تمہارا ہے اور میں تمہارے لیے لوگوں سے درخواست کروں گا۔

مال غنیمت کی واپسی:

مہاجرین و انصار نے کہا کہ جو ہمارا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کا ہے مگر اقرع بن حابس نے کہا کہ میں اور بنی تمیم تو نہ دیں گے۔ عیینہ بن حصن نے کہا کہ میں اور بنی فزارہ (دیں گے) بنو سلیم نے کہا جو ہمارا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کا ہے تو عباس بن مرداس نے کہا کہ تم لوگوں نے میری توہین کی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جماعت (وفد کی) مسلمان ہو کر آئی ہے میں نے ان کے قیدیوں کے فیصلے میں تاخیر کی تھی' میں نے انہیں اختیار دیا تھا مگر انہوں نے عورتوں اور بچوں کے مساوی کسی چیز کو نہیں کیا جس کے پاس ان میں سے کوئی ہو اور وہ دل سے واپس کرنے پر راضی ہو تو یہ راستہ اچھا ہے جو نہ راضی ہو تو وہ بھی انہیں واپس کر دے مگر یہ ہم پر قرض ہو گا ان چھ حصوں میں جو اللہ ہمیں سب سے پہلے غنیمت دے گا۔

انہوں نے کہا ہم راضی ہیں اور ہم نے مان لیا' انہوں نے ان کی عورتیں اور بچے واپس کر دیئے ان میں سے سوائے عیینہ بن حصن کے کسی نے اختلاف نہیں کیا اس نے ان کی اس بڑھیا کے واپس کرنے سے انکار کیا جو اس کے قبضہ میں آ گئی تھی آخر اس کو بھی اس نے واپس کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں کو ایک ایک قبطیہ (قبط کا کپڑا) پہنایا تھا۔

انصار کی تشویش و اظہار اطمینان:

جب انصار نے رسول اللہ ﷺ کی وہ عطا دیکھی جو قریش اور عرب میں تھی تو انہوں نے اس کے بارے میں گفتگو کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے گروہ انصار کیا تم راضی نہیں ہو کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر واپس جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو لے کے اپنے کجاوؤں کی طرف واپس جاؤ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم تقسیم اور حصہ میں آپ پر راضی ہو گئے۔

انصار کے لیے دعائے نبوی ﷺ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ انصار پر رحم فرما' انصار کے بیٹوں پر رحم فرما' انصار کے بیٹوں کے بیٹوں پر رحم فرما رسول اللہ ﷺ واپس ہوئے اور لوگ بھی متفرق ہو گئے رسول اللہ ﷺ شب پنجشنبہ ۵/ ذی القعدہ کو جعرانہ پہنچے وہاں تیرہ روز مقیم رہے۔

جب مدینے کی واپسی کا ارادہ کیا تو آپؐ شب چار شنبہ ۱۸/ذی العقدہ کو روانہ ہوئے عمرہ کا احرام باندھا اور مکے میں داخل ہوئے پھر طواف وسعی کی اور اپنا سر منڈایا اسی رات آپؐ شب باش کی طرح جعرانہ واپس آئے' پنجشنبہ کی صبح ہوئی تو آپؐ مدینے واپس ہوئے' آپؐ وادی جعرانہ میں چلے' یہاں تک کہ سرف پر نکلے اور مر الظہر ان کا راستہ اختیار کیا' پھر مدینے کا۔

حضور علیہ السلام کی استقامت اور ثابت قدمی:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ بارہ ہزار کے ہمراہ ہوازن میں آئے آپؐ نے ان میں سے اتنے ہی قتل کیے جتنے بدر کے دن قریش میں سے قتل کیے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ریتلی زمین سے مٹی لی پھر اسے ہمارے چہرے پر پھینکا جس سے ہم بھاگے۔

عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یوم حنین میں مسلمانوں اور مشرکوں میں مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں نے پشت پھیر لی میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپؐ کے ساتھ سوائے ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کے کوئی نہ تھا وہ نبی ﷺ کی رکاب پکڑے ہوئے تھے نبی ﷺ نے مشرکین کی طرف تیزی کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بلانے کا حکم:

پھر آپؐ کے پاس میں آیا' خچر کی لگام پکڑی' آپؐ اپنے سفید خچر پر تھے فرمایا' اے عباس پکارو! اے اصحاب السمرہ! میں بلند آواز والا آدمی تھا اپنی بلند آواز سے ندا دی' کہاں ہیں اصحاب السمرہ' وہ اس اونٹ کی طرح جو اپنے بچوں پر شفقت کرے' یا لبیک یا لبیک' یا لبیک کہتے ہوئے آئے۔

مشرکین بھی آئے۔ ان کا اور مسلمانوں کا مقابلہ ہوا' دو مرتبہ انصار نے ندا دی' اے گروہ انصار! اے گروہ انصار' پھر ندا (پکار) صرف بنی حارث بن الخزرج ہی میں رہ گئی' انہوں نے ندا دی' اے بنی حارث بن الخزرج۔

نبی ﷺ نے اپنے خچر پر سے اونچے ہو کر ان کی لڑائی معائنہ فرمائی اور کہا: یہ وقت جنگ کے گرم ہونے کا ہے' آپؐ نے اپنے ہاتھ میں کنکریاں لیں اور انہیں پھینک دیا' پھر فرمایا رب کعبہ کی قسم بھاگو' واللہ ان کی حالت بدلتی رہی ان کی تلوار کند ہوتی رہی' یہاں تک کہ اللہ نے انہیں شکست دے دی۔

اسیران جنگ کی رہائی:

زہری نے کہا کہ مجھے ابن المسیب نے خبر دی کہ اس روز مسلمانوں کو چھ ہزار قیدی ملے مشرکین مسلمان ہو کر آئے اور کہا اے نبی اللہ آپؐ لوگوں میں سب سے بہتر ہیں آپؐ نے ہمارے مال' عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا ہے۔

فرمایا: میرے پاس وہی قیدی ہیں جو تم دیکھ رہے ہو' سب سے بہتر بات وہ ہے جو سب سے زیادہ سچی ہو تمہیں اختیار ہے کہ یا تو تم مجھ سے اپنے بچوں اور عورتوں کو لے لو یا اپنا مال۔

انہوں نے کہا ہم لوگ ایسے نہیں ہیں کہ حساب میں کوئی چیز عورتوں اور بچوں کے مساوی کریں۔

نبی ﷺ خطبہ پڑھتے ہوئے اٹھے اور فرمایا کہ یہ لوگ مسلمان ہو کر آئے ہیں ہم نے عورتوں بچوں اور مال میں اختیار دیا

تھا' مگر انہوں نے حساب میں کسی چیز کو عورتوں اور بچوں کے مساوی نہیں کیا' لہٰذا جس کے پاس ان میں سے کچھ ہو اور اس کا دل واپس کرنے پر راضی ہو تو یہ راستہ بہتر ہے جو راضی نہ ہو تو وہ ہمیں دے دے' یہ ہم پر قرض ہوگا' جب ہم کچھ پائیں گے تو یہ قرض ادا کر دیں گے۔ انہوں نے کہا یا نبی اللہ ہم راضی ہیں اور تسلیم کرتے ہیں' آپؐ نے فرمایا مجھے نہیں معلوم' شاید تم میں کوئی ایسا موجود ہو جو راضی نہ ہو' لہٰذا تم لوگ اپنے نمائندے بھیجو' جو ہمارے پاس اسے پیش کریں' آپؐ کے پاس نمائندے پیش کیے گئے کہ وہ لوگ راضی ہیں اور تسلیم کرتے ہیں۔

میدانِ جنگ کی حالت:

ابو عبدالرحمٰن الفہری سے مروی ہے کہ غزوۂ حنین میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے' سخت تیز اور شدید گرمی والے دن روانہ ہوئے ایک درخت کے سائے کے نیچے اترے' جب آفتاب ڈھل گیا تو میں نے اپنی زرہ پہنی گھوڑے پر سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کی جانب روانہ ہوا' آنحضرت ﷺ اپنے خیمے میں تھے میں نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ' چلنے کا وقت آ گیا' آپؐ نے فرمایا اچھا پھر فرمایا اے بلال وہ ببول کے نیچے سے اس طرح اٹھے کہ گویا ان کا سایہ طائر (چڑیا) کا سایہ ہے اور کہا: لبیک وسعدیک میں آپؐ پر فدا ہوں' آپؐ نے فرمایا میرے گھوڑے پر زین کس دو۔

انہوں نے ایک زین نکالی جس کے دونوں دامن کھجور کی چھال کے تھے مگر کچھ نقص نہ تھا زین کس دی آپؐ سوار ہوئے اور ہمراہ ہم بھی سوار ہوئے' رات بھر ہم نے ان کے مقابلہ میں صف بندی کی دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کی بو سونگھی' مسلمانوں نے پشت پھیر لی' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: نبی ﷺ نے فرمایا اے اللہ کے بندو میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں پھر فرمایا اے گروہ مہاجرین میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

رسول اللہ ﷺ گھوڑے پر سے کود پڑے' آپؐ نے ایک مٹھی مٹی لی' مجھے انہوں نے خبر دی جو مجھ سے زیادہ آپؐ کے نزدیک تھے کہ وہ مٹی آپؐ مشرکین کے منہ پر ماری اور فرمایا چہرے برے ہوں' اللہ نے ان کو شکست دے دی۔

بارش کا نزول:

یعلٰی بن عطا نے بیان کیا کہ مجھ سے ان (مشرکین) کے بیٹوں نے اپنے اپنے والد سے بیان کیا ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کی دونوں آنکھیں اور منہ میں مٹی نہ بھری ہو پھر ہم نے آسمان اور زمین کے درمیان ایک آواز مثل اس آواز کے سنی جو لوہے کہ (صیقل کے لیے) نئے طشت پر گزارنے سے پیدا ہوتی ہے۔

سمرہ سے مروی ہے کہ یوم حنین بارش کا دن تھا' رسول اللہ ﷺ نے منادی کو حکم دیا تو اس نے ندا دی کہ نماز کجاووں میں ہوگی۔

ابو الملیح کے والد سے مروی ہے کہ حنین میں ہم پر بارش ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کے حکم سے منادی نے ندا دی کہ کجاووں میں نماز ہوگی۔

کفار کو شکست:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یوم حنین میں ندا دی گئی کہ اے اصحاب سورۃ البقرہ وہ اپنی تلواروں کو لے کے

آئے جو مثل شہاب (ٹوٹے ستاروں) کے تھیں، پھر اللہ نے مشرکین کو شکست دی۔

سریہ طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ:

شوال ۸ھ میں ذی الکفین کی جانب جو عمرو بن حممہ الدوسی کا بت تھا طفیل بن عمرو الدوسی کا سریہ ہوا۔

ذی الکفین کا انہدام:

جب رسول اللہ ﷺ نے طائف جانے کا ارادہ کیا تو طفیل بن عمرو الدوسی کو ذی الکفین کی طرف بھیجا، جو عمرو بن حممہ الدوسی کا بت تھا کہ وہ اسے منہدم کر دیں۔ ان کو آپ ؐ نے حکم دیا کہ اپنی قوم سے امداد حاصل کریں اور آپ ؐ کے پاس طائف میں آ جائیں وہ تیزی کے ساتھ اپنی قوم کی طرف روانہ ہوئے۔ انہوں نے ذی الکفین کو منہدم کر دیا اس کے چہرے میں آگ لگانے لگے اسے جلانے لگے اور کہنے لگے:

یا ذا الکفین لست من عبادکا میلادنا اقدام من میلادکا

انی خششت النار فی فؤادکا

''اے ذوالکفین ہم تیرے بندوں میں نہیں ہیں۔ ہماری ولادت تیری ولادت سے پہلے ہے میں نے تیرے دل میں آگ لگا دی''۔

ان کے ہمراہ قوم کے چار سو آدمی فوراً روانہ ہو گئے وہ رسول اللہ ﷺ کے طائف آنے کے چار روز بعد آپ ؐ کے پاس پہنچے آپ ؐ دبابہ (قلعہ شکن آلہ) اور منجنیق (پتھر پھینکنے کا آلہ) بھی لائے، آپ ؐ نے فرمایا: اے گروہ ازد تمہارا جھنڈا کون اٹھائے گا، طفیل نے کہا کہ جو اسے جاہلیت (حالت کفر) میں اٹھاتے تھے وہ نعمان بن بازیہ اللہبی ہیں، فرمایا تم نے درست کہا۔

غزوۂ طائف:

شوال ۸ھ میں رسول اللہ ﷺ کا غزوۂ طائف ہوا۔

بنوثقیف کی قلعہ بندی:

رسول اللہ ﷺ حنین سے بقصد طائف روانہ ہوئے خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو اپنے مقدمے پر آگے روانہ کیا، ثقیف نے اپنے قلعہ کی مرمت کر لی اس کے اندر اتنا سامان رکھ لیا تھا کہ ایک سال کے لیے کافی ہو جب وہ اوطاس سے بھاگے تو اپنے قلعے میں داخل ہو گئے اور اندر سے بند کر کے مقابلہ پر تیار ہو گئے۔

طائف کا محاصرہ:

رسول اللہ ﷺ قلعہ طائف کے قریب اترے اور اسی مقام پر آپ ؐ نے چھاؤنی بنائی، ان لوگوں نے مسلمانوں پر ایسی سخت تیر اندازی کی کہ گویا وہ تیر نہیں ٹڈیوں کے پاؤں ہیں چند مسلمان زخمی اور بارہ شہید ہوئے جن میں عبداللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ اور سعید بن العاص بھی تھے۔

اس روز عبداللہ بن ابی بکر کے تیر لگا زخم مندمل ہو گیا۔ لیکن پھر کھل گیا۔ جس سے وہ انتقال کر گئے۔

رسول اللہ ﷺ اس مقام پر تشریف فرما ہوئے جہاں آج مسجد طائف ہے آپ کی ازواج میں سے ہمراہ ام سلمہ اور زینب تھیں ان دونوں کے لیے دو خیمے نصب کیے گئے آپؐ پورے محاصرے کے زمانے میں دونوں خیموں کے درمیان نماز پڑھتے تھے آپؐ نے اٹھارہ روز تک محاصرہ کیا ان پر منجنیق (آلۂ سنگباری) نصب کیا' قلعے کے گرد اگرد سقبین نے لکڑیوں سے حسک (گیاہ خاردار یا گوکھرو) پھیلا دیا' ان پر ثقیف نے تیراندازی کی جس سے چند آدمی مارے گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے انگور کے باغ کاٹنے اور جلانے کا حکم دیا' مسلمانوں نے بکثرت باغ کاٹ ڈالے ان لوگوں نے آپؐ سے درخواست کی کہ ان باغوں کو اللہ کے لیے رحم کر کے چھوڑ دیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کے لیے رحم کر کے چھوڑتا ہوں۔

غلامان طائف کی آزادی کا اعلان:

رسول اللہ ﷺ کے منادی نے ندا دی کہ جو غلام ہمارے پاس قلعہ سے اتر آئے گا وہ آزاد ہوگا' ان میں دس زائد آدمی نکلے جن میں ابوبکرہ بھی تھے' چونکہ وہ ایک ایک جماعت (بکرہ کے ساتھ اترے اس لیے' ابوبکرہ جماعت کے باپ) کہا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا' ان میں سے ہر شخص کو ایک ایک مسلمان کے سپرد کر دیا جو اس کا خرچ برداشت کرتا تھا۔ اہل طائف پر یہ بہت ہی شاق گزرا۔

رسول اللہ ﷺ کا نوفل بن معاویہ سے مشورہ:

رسول اللہ ﷺ کو (منجانب اللہ) فتح طائف کی اجازت نہیں دی گئی تھی' آپؐ نے نوفل بن معاویہ الدیلی سے مشورہ طلب فرمایا کہ تم کیا مناسب سمجھتے ہو انہوں نے کہا: ایک لومڑی اپنے سوراخ میں ہے اگر آپؐ اس پر کھڑے رہیں گے تو اسے پکڑ لیں گے اور اگر آپؐ اسے چھوڑ دیں گے تو وہ آپ کا نقصان نہ کرے گی۔

طائف سے واپسی کا حکم:

رسول اللہ ﷺ نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے کوچ کا اعلان کیا لوگوں نے شور مچایا اور کہا ہم کیسے کوچ کریں درآں حالیکہ طائف ابھی فتح نہیں ہوا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' صبح کے وقت لڑائی پر جاؤ' لوگ گئے تو زخمی ہو کر واپس آئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان شاء اللہ ہم واپس ہوں گے' وہ اس سے خوش ہوئے انہوں نے اقرار کیا اور کوچ کرنے لگے' حالانکہ رسول اللہ ﷺ ہنس رہے تھے۔

ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کہو! سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں' جو یکتا و تنہا ہے اس نے اپنا وعدہ سچا کیا' اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا اسی نے گروہوں کو شکست دی۔

جب وہ لوگ روانہ ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہو: (ہم) لوٹنے والے' توبہ کرنے والے' اپنے رب کی عبادت کرنے والے' حمد کرنے والے ہیں۔ کہا گیا یا رسول اللہ ﷺ ثقیف کے لیے اللہ سے بددعا کیجیے آپؐ نے فرمایا کہ اے اللہ ثقیف کو

ہدایت کر اور انہیں لے آ۔

حسن سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل طائف کا محاصرہ کیا اس کی دیوار پر سے ایک شخص کو تیر مار کر قتل کیا گیا' عمر نے آ کر عرض کی یا نبی اللہ ثقیف کے لیے بددعاء کیجئے آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ثقیف کے بارے میں اجازت نہیں دی' اس قوم سے ہم کیونکر لڑیں جن کے بارے میں اللہ نے اجازت نہیں دی' فرمایا کوچ کرو' ارشاد نبوی کی تعمیل کی گئی۔

مکحول سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل طائف پر چالیس روز تک منجنیق نصب کی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے طائف کے دن فرمایا غلاموں میں سے جو ہمارے پاس نکل آئے گا آزاد ہوگا ان غلاموں میں سے چند غلام نکل آئے جن میں ابوبکرہ بھی تھے رسول اللہ ﷺ نے سب کو آزاد کر دیا۔

محاصل کی وصولی:

رسول اللہ ﷺ نے جب محرم ۹ھ کا چاند دیکھا تو محصلوں کو عرب سے صدقہ وصول کرنے کے لیے بھیجا' آپؐ نے عیینہ بن حصن کو تمیم کی طرف بھیجا کہ وہ ان سے صدقہ وصول کریں بریدہ بن الحصیب کو اسلم وغفار کی طرف اور کہا جاتا ہے کہ (بجائے بریدہ کے) کعب بن مالک کو عباد بن بشر الاشہلی کو سلیم ومزینہ کی طرف' رافع بن مکیث کو جہینہ کی طرف عمرو بن العاص کو بنی فزارہ کی طرف ضحاک بن سفیان الکلابی کو بنی کلاب کی طرف' بسر بن سفیان الکعبی کو بنی کعب کی طرف بھیجا ابن اللتبیہ الازدی کو بنی ذبیان کی طرف اور سعد ہذیم کے ایک شخص کو آپؐ نے ان کے صدقات جمع کرنے پر روانہ کیا' رسول اللہ ﷺ نے اپنے مصدقین (صدقہ وصول کرنے والے) کو حکم دیا کہ جو زیادہ ہو وہ ان سے لے لیں اور ان کے عمدہ مالوں سے بچیں۔

سریہ عیینہ بن حصن الفزاری:

محرم ۹ھ میں بنی تمیم کی جانب سریہ عیینہ بن حصن الفزاری ہوا جو السقیاء اور زمین بنی تمیم کے درمیان تھے نے عیینہ بن حصن الفزاری کو پچاس عرب سواروں کے ہمراہ جن میں نہ کوئی مہاجر تھا۔ نہ انصار بنی تمیم کی جانب روانہ کیا' وہ رات بھر چلے اور دن بھر پوشیدہ رہے پھر ان پر ایک جنگل میں انہوں نے حملہ کر دیا۔

مشرکین اپنے مویشی چرا رہے تھے کہ مسلمانوں کو دیکھا اور بھاگے ان میں سے گیارہ آدمی گرفتار کیے گئے' انہوں نے محلے میں گیارہ عورتیں اور تیس بچے پائے تو انہیں بھی مدینے گھسیٹ لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ وہ رملہ بنت الحارث کے مکان میں قید کر دیئے جائیں۔

قبیلے کے متعدد رئیس' جن میں عطارد بن سعد حاجب' الزبرقان بن بدر' قیس بن عاصم' الاقرع بن حابس' قیس بن الحارث' نعیم بن سعد' عمرو بن الاہتم اور رباح بن الحارث بن مجاشع بھی تھے آئے۔

جب ان قیدیوں نے ان کو دیکھا تو عورتیں اور بچے ان کے آگے رونے لگے یہ عجلت کر کے نبی ﷺ کے دروازہ کی طرف آئے اور پکارا کہ یا محمدؐ ہماری طرف نکلئے' رسول اللہ ﷺ برآمد ہوئے حالانکہ بلال نے نماز کی اقامت کہہ دی تھی وہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے لپٹ کر گفتگو کرنے لگے اور آپؐ ان کے پاس ٹھہر گئے' پھر آپؐ چلے گئے اور نماز ظہر پڑھ کر مسجد کے صحن میں

بیٹھ گئے۔

انہوں نے عطارد بن حاجب کو آگے کیا' اس نے گفتگو کی اور تقریر کی رسول اللہ ﷺ نے ثابت بن شماس کو حکم دیا تو انہوں نے جواب دیا' انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ ان الذین ینادونك من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون ﴾

''جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں''۔

(رسول اللہ ﷺ نے ان کے اسیر و قیدی واپس کر دیئے)۔

بنی المصطلق سے محصولات کی وصولی:

رسول اللہ ﷺ نے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو بنی المصطلق کی جانب بھیجا جو خزاعہ میں تھے' وہ لوگ اسلام لے آئے تھے اور مساجد بنائی تھیں جب انہوں نے ولید کے نزدیک آنے کی خبر سنی تو ان میں سے بیس آدمی ولید کی خوشی میں اونٹ بکریاں ان کے پاس لے جانے کو نکلے۔

جب انہوں نے ان کو دیکھا تو مدینے واپس آئے اور نبی ﷺ کو خبر دی کہ انہوں نے ہتھیاروں سے مقابلہ کیا اور صدقہ جمع کرنے میں مزاحم ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ان کی جانب ان لوگوں کے بھیجنے کا ارادہ کیا جو ان سے جنگ کریں۔

یہ خبر اس قوم کو پہنچی تو آپ کے پاس دو سوار آئے جو ولید سے ملے تھے انہوں نے واقعے کی صورت سے نبی ﷺ کو آگاہ کیا' اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ یاَیھا الذین آمنوا ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالة ﴾

''اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لائے تو اچھی طرح معلوم کر لو تاکہ ناواقفی سے کسی قوم کو مصیبت نہ پہنچاؤ''۔

رسول اللہ ﷺ نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔ ان کے ہمراہ عباد بن بشر کو بھیجا کہ وہ ان کے اموال کے صدقات لے لیں انہیں شرائع اسلام سے آگاہ کریں اور قرآن پڑھائیں رسول اللہ ﷺ نے جو حکم دیا' عبادہ نہ تو اسے سے بڑھے اور نہ انہوں نے کوئی حق ضائع کیا' ان کے پاس وہ دس روز رہے پھر خوشی خوشی رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گئے۔

سریہ قطبہ بن عامر بن حدیدہ:

صفر ۹ھ میں قطبہ بن عامر بن حدیدہ کا نواہ بیشہ قریب تربہ بن خثعم کی جانب سریہ ہوا۔

رسول اللہ ﷺ نے قطبہ بن عامر بن حدیدہ کو بیس آدمیوں کے ہمراہ قبیلۂ خثعم کی جانب نواہ تبالہ میں تھا بھیجا انہیں یہ حکم دیا کہ ایک دم سے ان پر حملہ کریں وہ دس اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوئے جنہیں باری باری استعمال کرتے تھے۔

انہوں نے ایک آدمی کو پکڑ کر اس سے دریافت کیا تو وہ ان کے سامنے گونگا بن گیا۔ پھر قبیلے کو پکارنے لگا' ان لوگوں نے اس کی گردن ماردی پھر اتنی مہلت دے دی کہ قبیلہ سو گیا تو انہوں نے ایک دم سے ان پر حملہ کر دیا اتنی سخت جنگ ہوئی کہ دونوں

فریق میں مجروحین کی کثرت ہوگئی' قطبہ بن عامر نے جسے قتل کیا اسے قتل کیا۔

یہ لوگ اونٹ بکریاں مدینے ہنکا لائے' ایک سیلاب آ گیا جو مشرکین اور مسلمانوں کے درمیان حائل ہو گیا وہ لوگ قطبہ تک کوئی راستہ نہ پاتے تھے' خمس نکالنے کے بعد ان کے حصے میں چار اونٹ آئے ایک اونٹ دس بکریوں کے برابر کیا گیا۔

سریہ ضحاک بن سفیان الکلابی:

ربیع الاوّل ۹ھ میں بجانب بنی کلاب سریہ ضحاک بن سفیان الکلابی ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے القریر طاء کی جانب ایک لشکر بھیجا جن پر ضحاک بن سفیان بن عوف بن ابی بکر الکلابی امیر تھے' ان کے ہمراہ اصید بن سلمہ بن قرط بھی تھے۔ الزج لادا میں یہ ان لوگوں سے ملے اور انہیں اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے انکار کیا تو ان لوگوں نے ان سے جنگ کی اور شکست دی۔

اصید اپنے والد سلمہ سے ملے جو گھوڑے پر سوار الزج کے ایک تالاب میں تھا انہوں نے اپنے والد کو اسلام کی دعوت دی مگر اس نے ان کو اور ان کے دین کو برا کہا' اصید نے اپنے والد کے گھوڑے کے دونوں پیروں پر تلوار ماری' گھوڑا گر پڑا تو سلمہ اپنے نیزے کے سہارے سے پانی میں کھڑا ہو گیا۔ سلمہ کو وہ پکڑے رہے یہاں تک کہ اس کے پاس کوئی اور آیا جس نے اسے قتل کیا' اسے اس کے فرزند نے قتل نہیں کیا۔

سریہ علقمہ بن مجزز المدلجی:

ربیع الآخر ۹ھ میں الحبشہ کی جانب سریہ علقمہ بن مجزز المدلجی ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ الحبشہ کے کچھ لوگ ہیں جنہیں اہل جدہ نے دیکھا' آپؐ نے ان کی جانب علقمہ بن مجزز کو تین سو آدمیوں کے ہمراہ روانہ کیا' وہ سمندر میں ایک جزیرے تک پہنچے' سمندر ان کی طرف چڑھ گیا وہ لوگ اس سے بھاگے۔

سمندر اتر گیا' بعض جماعت والوں نے اپنے اہل و عیال کی طرف جانے میں عجلت کی تو انہیں اجازت دے دی' عبداللہ بن حذافہ السہمی نے بھی عجلت کی تو ان کو انہوں نے عجلت کرنے والوں پر امیر بنا دیا' عبداللہ میں مزاح (ہنسی) کی عادت تھی۔ یہ لوگ راستہ میں کہیں اترے آگ سلگا کر تاپنے اور کھانا پکانے لگے عبداللہ نے کہا کہ میں نے تم لوگوں پر یہ مقرر کیا ہے کہ اس آگ میں بعض ان میں سے کھڑے ہو جاؤ اور جمع ہو جاؤ۔

عبداللہ نے خیال کیا کہ اب یہ لوگ اس میں کود یں گے تو کہا بیٹھو میں تو تمہارے ساتھ صرف ہنسی کرتا تھا' انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا اگر تمہیں کوئی معصیت کا حکم دے تو اس کی اطاعت نہ کرو۔

سریہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بجانب قبیلہ طے:

ربیع الآخر ۹ھ میں قبیلہ طے کے بت الفلس کی جانب علی بن طالب رضی اللہ عنہ کا سریہ ہوا۔

رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ڈیڑھ سو انصار کے ہمراہ سو اونٹوں پر اور پچاس گھوڑوں پر الفلس کی جانب روانہ کیا تا کہ وہ اسے منہدم کر دیں۔ ان کے ہمراہ رایہ (بڑا جھنڈا) سیاہ اور لواء (چھوٹا جھنڈا) سفید تھا۔

وہ فجر ہوتے ہی آل حاتم کے محلے پر ایک دم ٹوٹ پڑے' الفلس کو منہدم اور خراب کر دیا' انہوں نے اپنے ہاتھ قیدیوں

اوراونٹوں اور بکریوں سے بھر لیے قیدیوں میں عدی بن حاتم کی بہن بھی تھی۔

الفلس کے خزانے میں تلواریں پائی گئیں جن میں سے ایک کا نام ''رسوب'' دوسری کا ''المخذم'' اور تیسری کا الیمانی تھا۔ اور تین زرہیں بھی ملیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں پر ابوقتادہ کو عامل بنایا تھا اور مویشی اور اسباب پر عبداللہ بن عتیک کو وہ لوگ جب رکک میں اترے تو مال غنیمت تقسیم کرلیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے میں رسوب اور المخذوم چھوڑ دی گئی بعد کو تیسری تلوار بھی آپؐ کے لیے آ گئی اور خمس بھی نکال دیا گیا' آل حاتم کو چھوڑ دیا گیا ان کو انہوں نے تقسیم نہیں کیا اور مدینے لے آئے۔

سریہ عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ:

ربیع الآخر ۹ھ میں بجانب الجناب علاقہ عذرہ وبلی عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ کا سریہ ہوا۔

غزوۂ تبوک:

رجب ۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوۂ تبوک ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ شام میں رومیوں نے کثیر مجمع کیا ہے' ہرقل نے اپنے ساتھیوں کو ایک سال کی تنخواہ دے دی ہے اس کے ہمراہ (قبیلہ) لخم وجزام وعاملہ وغسان کو بھی لایا گیا ہے اور اپنے مقدمات الجیوش کو البلقاء تک بھیج دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو روانگی کے لیے بلایا انہیں وہ مقام بتایا جس کا آپؐ قصد فرماتے تھے تا کہ وہ لوگ تیار ہو جائیں آپؐ نے مکے اور قبائل عرب میں قاصد بھیج کر ان سے بھی کمک طلب کی یہ سخت گرمی کا زمانہ تھا انہیں صدقے کا حکم دیا گیا' لوگ بہت سے صدقات لائے انہوں نے اللہ کے راستہ میں مضبوط کر دیا۔

کچھ رونے والے لوگ آئے جو سات تھے آپؐ سے سواری چاہتے تھے' آپؐ نے فرمایا میرے پاس کچھ نہیں ہے جس پر میں تمہیں سوار کروں' وہ اس طرح واپس ہوئے کہ اس غم سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ انہیں وہ چیز نہیں ملی جسے وہ خرچ کریں۔

یہ لوگ سالم بن عمیر' ہرمی بن عمرو' علبہ بن زید' ابولیلی المازنی' عمرو بن عنمہ' سلمہ بن صخر اور عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہم تھے۔

بعض روایات میں ہے کہ ان میں عبداللہ بن مغفل اور معقل بن یسار بھی تھے بعض راوی کہتے رونے والے مقرن کے سات بیٹے تھے جو مزینہ میں سے تھے۔

منافقین کا جہاد سے گریز:

کچھ منافق آئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغیر کسی سبب کے پیچھے رہ جانے کی اجازت چاہتے آپؐ نے انہیں اجازت دے دی وہ لوگ اسی سے کچھ زائد تھے۔

اعراب میں سے بیاسی آدمی جو جھوٹا عذر کرنے والے تھے آئے کہ انہیں بھی رہ جانے کی اجازت دی جائے' انہوں نے

آپؐ سے عذر کیا' مگر آپؐ نے ان کا عذر قبول نہیں کیا عبداللہ بن ابی سلول نے اپنے منافق حلفاء کے ہمراہ ثنیۃ الوداع میں لشکر قائم کیا تھا' کہا جاتا تھا کہ دونوں لشکروں میں اس کا لشکر کم نہیں تھا۔

نیابت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ:

رسول اللہ ﷺ نے اپنے لشکر پر ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا جو لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے' مدینے پر محمد بن مسلمہ کو اپنا قائم مقام بنایا یہی رائے ہمارے نزدیک ان لوگوں سے زیادہ ثابت ہے جو کہتے ہیں آپ نے کسی اور کو خلیفہ بنایا۔

رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے تو عبداللہ بن ابی اور جو اس کے ہمراہ تھے پیچھے رہ گئے چند مسلمان بھی بغیر کسی شک وشبہ کے پیچھے رہ گئے ان میں کعب بن مالک' ہلال بن ربیع' مرارہ بن الربیع' ابوخیثمہ السالمی اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم تھے۔

جیش عسرہ کی تبوک میں آمد:

رسول اللہ ﷺ نے انصار اور قبائل عرب کی ہر شاخ کو یہ حکم دیا کہ وہ لواء (چھوٹا جھنڈا) اور رأیہ (بڑا جھنڈا) بنا لیں آپ اپنی مرضی کے مطابق روانہ ہو کر اپنے اصحاب کو لے چلے' تیس ہزار آدمی اور دس ہزار گھوڑوں کے ہمراہ آپؐ تبوک آئے وہاں بیس شب اس طرح قیام کیا کہ دو رکعت نماز (قصر) پڑھتے تھے' وہیں ابوخیثمہ السالمی اور ابوذر الغفاری رضی اللہ عنہما آپؐ سے ملے۔

اکیدر بن عبدالملک کی گرفتاری:

ہرقل اس زمانے میں حمص میں تھا' رسول اللہ ﷺ نے خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو چار سو بیس سواروں کے ہمراہ رجب ۹ھ میں بطور سریہ اکیدر بن عبدالملک کی جانب دومۃ الجندل بھیجا جو مدینہ منورہ سے پندرہ رات کے راستہ پر تھا۔ اکیدر قبیلہ کندہ میں سے تھا' ان کا بادشاہ ہو گیا تھا' اور نصرانی تھا' خالد اس کے پاس ایسے وقت پہنچے کہ چاندنی رات میں وہ قلعہ سے نکل کر مع اپنے بھائی کے ایک نیل گائے کا شکار کھیل رہا تھا۔

خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے لشکر نے اس پر حملہ کر دیا' اکیدر اسیر ہو گیا' اس کا بھائی حسان باز رہا' وہ لڑا یہاں تک کہ قتل ہو گیا' جو لوگ ان دونوں کے ہمراہ تھے وہ بھاگ کر قلعے میں داخل ہو گئے۔

مال غنیمت کی تقسیم:

خالد رضی اللہ عنہ نے اکیدر کو قتل سے پناہ دی اور اس شرط پر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ وہ دومۃ الجندل آپ کو دے دے گا اس نے منظور کیا اور خالدؓ سے دو ہزار اونٹ آٹھ سو (راس) جانور' چار سو زرہیں اور چار سو نیزے پر صلح کی انہوں نے نبی ﷺ کے لیے مخصوص حصہ نکالا اور بقیہ اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا ان میں سے ہر شخص کو پانچ پانچ حصہ ملے۔

اکیدر سے مصالحت:

خالد بن الولید رضی اللہ عنہ اکیدر اور اس کے بھائی مصاء کو جو قلعے میں تھا وہ سب سامان جس پر صلح کی تھی لے کے روانہ ہوئے اکیدر کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے اس نے آپ کو ہدیہ دیا' آپؐ نے اس سے جزیہ (ٹیکس) پر صلح کر لی اور وہ اور اس کا بھائی

دونوں محفوظ رہے دونوں کو آزاد کر دیا گیا' رسول اللہ ﷺ نے اسے ایک فرمان لکھ دیا۔ جس میں ان کے امان اور شرائط صلح کا ذکر تھا۔ اس روز آپؐ نے فرمان پر اپنے انگوٹھے کا نشان بنایا۔

عباد ابن بشر کا حضور علیہ السلام پر پہرہ:

تبوک میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی حفاظت اور پہرے پر عباد ابن بشر کو عامل کیا' وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ لشکر کا گشت کیا کرتے تھے' آپ تبوک سے اس طرح واپس ہوئے کہ جنگ کی نوبت نہ آئی۔

رمضان ۹ھ میں آنحضرت ﷺ مدینے آئے تو فرمایا' سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں اس سفر میں اجر وثواب عطا فرمایا' آپؐ کے پاس وہ لوگ آئے جو پیچھے رہ گئے تھے انہوں نے قسم کھائی تو آپؐ نے ان کا عذر قبول کیا اور ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔

سورۂ توبہ کا نزول:

آپؐ نے کعب بن مالک اور ان کے دونوں ساتھیوں کے معاملے میں انتظار فرمایا یہاں تک کہ قرآن میں ان کی توبہ نازل ہوئی' مسلمان اپنے ہتھیار بیچنے لگے کہ جہاد ختم ہو گیا' یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپؐ نے انہیں منع کر دیا اور فرمایا میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر جہاد کرتی رہے گی تاآنکہ دجال ظاہر ہو۔

جیش عسرہ کی حالت:

کعب بن مالک سے مروی ہے کہ بہت کم ایسا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی غزوہ کا ارادہ فرمایا اور اسے دوسرے نام سے نہ چھپایا ہو' بجز غزوۂ تبوک کے کہ اسے رسول اللہ ﷺ نے سخت گرمی میں کیا آپؐ نے سفر بعید اور کثیر دشمن کا مقابلہ کیا مسلمانوں سے آپؐ نے ان کا نام صاف صاف بیان کر دیا کہ وہ اپنے دشمن کی طرح تیار ہو جائیں اور انہیں آپؐ نے اپنے اس رخ سے آگاہ کر دیا جن کا آپؐ قصد فرماتے تھے۔

عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اللہ کے اس قول میں کہ "**الذین اتبعوه فی ساعة العسرة**" (جن لوگوں نے تنگی کے وقت آپ کی پیروی کی) مروی ہے کہ غزوۂ تبوک میں دو دو اور تین تین آدمی ایک اونٹ پر تھے وہ سخت گرمی میں روانہ ہوئے ایک روز انہیں شدت کی پیاس لگی' وہ اپنے اونٹوں کو ذبح کرنے لگے' ان کی اوجھڑیاں نچوڑتے تھے اور یہ پانی پی لیتے تھے یہ پانی کی تنگی تھی' اور یہ خرچ کی تنگی تھی۔

حضور علیہ السلام کا آخری غزوہ:

کعب بن مالک سے مروی ہے کہ نبی ﷺ تبوک میں پنجشنبے کو روانہ ہوئے یہ آپ کا آخری غزوہ تھا جسے آپؐ نے پسند کیا۔ آپ پنجشنبے کی روانگی کو پسند فرماتے تھے۔

یحییٰ بن ابی کثیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ تبوک کیا وہاں بیس رات مقیم رہے اور مسافروں کی نماز پڑھتے تھے۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ ہم لوگ غزوۂ تبوک سے واپس ہوئے۔ جب مدینے کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مدینے میں ایسی جماعتیں ہیں کہ تم نے کوئی راستہ طے کیا ہو یا کوئی وادی قطع کی ہو مگر وہ تمہارے ہی ساتھ رہے انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ وہ مدینے ہی میں تھے آپ نے فرمایا' ہاں' انہیں عذر نے روک لیا تھا۔

مراجعت مدینہ:

جابر سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو بعد اس کے کہ ہم لوگ مدینے واپس آ گئے غزوۂ تبوک کے بارے میں کہتے سنا کہ مدینے میں ایسی جماعتیں ہیں کہ تم نے بغیر ان کے نہ کوئی راستہ طے کیا اور نہ کوئی وادی قطع کی' ہر حال میں وہ تمہارے ہمراہ رہے (یہ وہ لوگ ہیں جنہیں بیماری نے جہاد میں جانے سے روک لیا تھا)۔

حج بامارت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ:

ذی الحجہ ۹ھ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا۔

رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج پر مامور کیا وہ مدینے سے تین سو آدمیوں کے ہمراہ روانہ ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ بیس بدنہ (قربانی کے اونٹ) بھیجے جنہیں آپ نے اپنے ہاتھ سے ہار پہنا دیا تھا (اور اشعار کر دیا تھا اور اشعار یہ ہے کہ اونٹ کے کوہان میں برچھی مار کے خون نکال دیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ حرم کی قربانی کے لیے ہے آپ نے ان (بدنہ) پر ناجیہ بن جندب الاسلمی کو مقرر کیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ پانچ بدنہ لے گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شمولیت:

جب وہ عرج میں تھے تو رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی القصواء پر سوار ہو کر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان سے ملے' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں حج پر مامور فرمایا ہے' انہوں نے کہا نہیں' مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ میں لوگوں کو سورۂ براءت پڑھ کر سناؤں۔ اور ہر عہد والے کو اس کا عہد واپس کر دوں۔

سورۂ توبہ (براءت) کا اعلان:

ابوبکر رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے انہوں نے لوگوں کو حج کرایا۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یوم النحر (۱۰/ ذی الحجہ) کو جمرہ (عقبہ) کے پاس لوگوں کو سورۂ براءت سنائی اور ہر عہد والے کو اس کا عہد واپس کر دیا اور کہا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک نہ حج کر سکے گا اور نہ برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف کر سکے گا پھر دونوں مدینے کے ارادے سے واپس ہوئے۔

یوم النحر:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے' اس حج میں جس پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں امیر بنایا تھا اور جو حجۃ الوداع سے پہلے ہوا تھا' ایک جماعت کے ہمراہ بھیجا جو یوم النحر میں لوگوں میں اعلان کر رہے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کر سکے گا اور نہ بیت اللہ کا طواف برہنہ ہو کر کر سکے گا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے حمید کہا کرتے تھے کہ یوم النحر ہی (۱۰/ ذی الحجہ) یوم الحج الاکبر (حج اکبر کا دن) ہے۔

سریہ خالد بن الولید رضی اللہ عنہ:

۱۰ھ میں بمقام نجران عبدالمدان کی جانب سریہ خالد بن الولید رضی اللہ عنہ ہوا۔

سریہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

سریہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یمن کی جانب ہوا۔ کہا جاتا ہے یہ سریہ دومرتبہ ہوا۔ ایک رمضان ۱۰ھ میں ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا ان کے لیے جھنڈا (لواء) بنایا اپنے ہاتھ سے ان کے سر پر عمامہ باندھا اور فرمایا جاؤ اور کسی طرف پھر کر نہ دیکھو جب ان کے میدان میں اترو تو ان سے جنگ نہ کرو تاوقتیکہ وہ تم سے نہ لڑیں۔

علی رضی اللہ عنہ تین سو سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے یہ سب سے پہلا لشکر تھا جو ان بستیوں میں داخل ہوا' اور وہ بستی بلاد مذحج تھی انہوں نے اپنے ساتھیوں کو پھیلا دیا' وہ لوٹ اور غنائم' بچے اور عورتیں' اونٹ اور بکریاں وغیرہ لائے علی رضی اللہ عنہ نے غنائم پر بریدہ بن الخصیب الاسلمی کو مقرر کیا تھا لوگوں کو جو کچھ ملا ان کے پاس جمع کیا۔

یمنی قبائل کا قبول اسلام:

علی رضی اللہ عنہ ایک جماعت سے ملے انہیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے انکار کیا اور تیر اور پتھر مارے آپؓ نے اپنے ساتھیوں کو صف بستہ کر دیا۔ اپنا جھنڈا مسعود بن سنان الاسلمی کو دیا۔ اور ان پر حملہ کر دیا مشرکین کے بیس آدمی قتل ہوئے تو وہ لوگ بھاگے' علی رضی اللہ عنہ ان کی تلاش سے باز رہے' انہیں اسلام کی دعوت دی تو وہ دوڑے اور قبول کی ان کے رؤساء کی ایک جماعت نے اسلام پر بیعت کر لی اور کہا کہ ہم لوگ اپنی قوم کے جو ہمارے پیچھے ہے سردار ہیں یہ ہمارے صدقات ہیں۔ لہٰذا ان میں سے اللہ کا حق لے لیجئے۔

مال غنیمت کی تقسیم:

علی رضی اللہ عنہ نے تمام غنائم کو جمع کیا پھر انہیں پانچ حصوں پر تقسیم کیا اور ان میں سے ایک حصہ پر لکھ دیا ''یہ اللہ کے لیے ہے'' قرعہ ڈالا تو سب سے پہلا خمس کا نکلا علی رضی اللہ عنہ نے بقیہ مال غنیمت اپنے ساتھیوں پر تقسیم کر دیا' پھر واپس ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ میں آئے' آپؐ ۱۰ھ میں حج کے لیے وہاں تشریف لائے تھے۔

حضور علیہ السلام نے چار عمرے کیے:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے:

۱۔ عمرۂ حدیبیہ جو عمرۂ حصر (روک دیئے جانے کا عمرہ) تھا۔
۲۔ دوسرے سال عمرۂ قضاء۔
۳۔ عمرۂ جعرانہ (غزوۂ حنین کے بعد)۔
۴۔ وہ عمرہ جو اپنے حج کے ساتھ ادا کیا۔

سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عمرہ ذی القعد میں عام حدیبیہ میں کیا۔ پھر جس سال ذی القعدہ

میں قریش سے صلح کی ایک عمرہ کیا اور ایک عمرہ اپنی طائف وجعرانہ کی واپسی میں ذی القعدہ میں کیا۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج سے پہلے ذی القعدہ میں تین عمرے کیے ابوملیکہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کیے جوکل ذی القعدہ میں ہوئے۔

عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی عمرہ سوائے ذی القعدہ کے نہیں کیا۔

عطاء سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے تمام عمرے ذی القعدہ میں ہوئے۔

قتادہ سے مروی ہے کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کتنے عمرے کیے ہیں۔ انہوں نے کہا چار' ایک آپ کا عمرہ وہ ہے جس میں مشرکین نے آپ کو ذی القعدہ میں حدیبیہ سے واپس کیا اور بیت اللہ جانے سے روکا' دوسرے وہ عمرہ کہ جس سال قریش نے آپؐ سے صلح کی اس کے دوسرے سال ذی القعدہ میں ہوا' تیسرے جعرانہ سے ذی القعدہ میں آپ کا وہ عمرہ جب آپؐ نے حنین کی غنیمت تقسیم کی اور چوتھے وہ عمرہ جو آپؐ کے حج کے بعد ہوا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام عتبہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ طائف سے آئے تو جعرانہ میں اترے آپؐ نے وہاں مال غنیمت تقسیم کیا اور وہیں سے عمرہ کیا یہ ۲۸ / شوال کو ہوا۔

محرش الکعبی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے وقت جعرانہ سے عمرہ کیا۔ پھر آپ شب باش کی طرح لوٹے اسی وجہ سے آپ کا عمرہ بہت سے لوگوں پر مخفی رہا ہے۔ داؤد نے کہا کہ (یہ عمرہ) عام الفتح میں (ہوا)۔

محمد بن جعفر سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے جعرانہ سے عمرہ کیا اور وہاں سے ستر نبیوں نے بھی عمرہ کیا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین عمرے شوال میں کیے اور دو عمرے ذی القعدہ میں۔

ابراہیم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ سے زائد عمرہ نہیں کیا۔

شعبی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمروں میں تین مرتبہ مکہ میں قیام کیا۔

اسماعیل بن ابی خالد سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفی سے پوچھا کہ آیا نبی ﷺ اپنے عمروں میں بھی بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے تو انہوں نے کہا نہیں۔

حجۃ الوداع:

۱۰ھ میں رسول اللہ ﷺ کا وہ حج ہوا جس کو لوگ ''حجۃ الوداع'' کہتے ہیں اور مسلمان اسے حجۃ الاسلام کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ مدینے میں دس سال رہ کر ہر سال اس طرح قربانی کیا کرتے تھے کہ نہ سر منڈاتے تھے نہ بال ترشواتے تھے اور جہاد کے موقع پر جہاد کرتے تھے' حج نہیں کرتے تھے۔

حجۃ الاسلام:

۱۰ھ کا ذی القعدہ ہوا تو آپؐ نے حج کا ارادہ کیا اور لوگوں میں بھی اس کا اعلان کیا مدینے میں لوگ بتعداد کثیر رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی پیروی کرنے کے لیے آئے۔ آپؐ نے اپنے زمانہ نبوت سے وفات تک سوائے اس حج کے اور کوئی حج نہیں کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما حجۃ الوداع کہنے کو ناپسند کرتے تھے اور وہ حجۃ الاسلام کہا کرتے تھے۔

مدینے سے روانگی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے سے غسل کر کے تیل لگا کے کنگھا کر کے مقام صحار کے بنے ہوئے صرف دو کپڑوں ایک تہ بند اور ایک چادر میں روانہ ہوئے یہ ۲۵ ذی القعدہ شنبے کا دن تھا۔ آپؐ نے ذی الحلیفہ میں دو رکعت ظہر پڑھی' اپنے ہمراہ اپنی تمام ازواج کو بھی ہودجوں میں لے کے گئے آپؐ نے اپنی ہدی کا اشعار کیا (کوہان کے زخم سے علامت قربانی ظاہر کی) اور اس کے گلے میں ہار ڈالا۔ پھر آپؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے۔

جب آپؐ البیداء میں اس پر (اونٹنی پر) بیٹھے تو اسی روز احرام باندھا' آپؐ کے ہدی (قربانی) پر ناجیہ بن جندب الاسلمی مقرر تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرہ وحج کی نیت کے بارے میں روایات:

اس بارے میں اختلاف کیا گیا کہ آپؐ نے کس چیز کی نیت کی کہتے ہیں کہ آپؐ نے حج مفرد کی نیت کی' غیر مدنی لوگوں کی روایت ہے کہ آپؐ نے حج کے ساتھ عمرہ کا بھی قران کیا بعض لوگوں نے کہا کہ آپ مکے میں متمتع لعمرہ ہو کر داخل ہوئے پھر اسی عمرہ سے حج کو ملا دیا' ہر قول کے بارے میں روایت ہے اللہ ہی کا علم سب سے زیادہ ہے۔

آپؐ منازل سے گزرتے ہوئے چلے' بوقت نماز ان مسجدوں میں اپنے اصحاب کی امامت فرماتے تھے جو لوگوں نے بنا دی تھیں اور ان کے مقامات لوگوں کو معلوم تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کو مرالظہر ان پہنچے' سرف میں آفتاب غروب ہوا۔ صبح ہوئی تو غسل کیا۔ اور دن کو اپنی اونٹنی قصواء پر مکے میں داخل ہوئے آپ کداء سے جو مکے کا بلند حصہ ہے داخل ہو کر باب بنی شیبہ پہنچے۔

بیت اللہ کی عظمت کے لیے دعائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

جب آپؐ نے بیت اللہ کو دیکھا تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا اے اللہ بیت کا شرف وعظمت وبزرگی وہیبت زیادہ کر اور حج وعمرہ کرنے والوں میں سے جو شخص اس کی تعظیم کرے اس کی بھی نیکی وشرف وعظمت وہیبت زیادہ کر۔

مناسک حج کی ادائیگی:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسک کی ابتداء فرمائی' طواف کیا اور حجر اسود سے حجر اسود تک طواف کے ابتدائی) تین پھیروں میں اس طرح رمل کیا (یعنی دونوں شانے اور ہاتھ ہلاتے ہوئے تیز رفتاری سے چلے) کہ اپنی چادر کو اضطباع کیے ہوئے تھے (یعنی چادر داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں شانے پر ڈالے ہوئے تھے)۔

پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی' اس کے فوراً بعد ہی اپنی سواری پر صفا ومروہ کے درمیان سعی کی الابطح میں متردد ہوئے تو اپنی منزل کو واپس آ گئے۔

یوم الترویہ:

یوم الترویہ (۸/ذی الحجہ) سے ایک روز پہلے آنحضرت ﷺ نے ظہر کے بعد مکے میں خطبہ ارشاد فرمایا' یوم الترویہ کو منیٰ کی طرف روانہ ہوئے' رات کو وہاں رہے صبح کو عرفات کی طرف روانہ ہوئے' عرفات کے پہاڑ کی چوٹی پر آپ ؐ نے وقوف فرمایا' سوائے بطن عرنہ کے پورا عرفہ وقوف کی جگہ ہے۔ آپ اپنی سواری ہی پر ٹھہر کر دعا کرتے رہے۔

مزدلفہ میں تشریف آوری:

آفتاب غروب ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے کوچ کیا اور تیز چلنے لگے۔ جب کوئی گڑھا دیکھتے تھے تو اونٹنی کو پھندا دیتے تھے۔ اس طرح مزدلفہ آ گئے' وہاں آگ کے قریب اترے ایک اذان اور دو اقامتوں سے مغرب وعشاء کی نماز پڑھی اور رات کو وہیں قیام فرمایا۔

جمرۂ عقبہ کی رمی:

جب پچھلی شب ہوئی تو آپ ؐ نے کمزور بچوں اور عورتوں کو اجازت دے دی کہ لوگوں کے ہجوم سے پہلے منیٰ میں آ جائیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آپ ؐ ہماری رانوں کو تھپکنے لگے اور فرمانے لگے کہ اے میرے بچو کیا تم سورج نکلنے تک جمرۂ عقبہ کی رمی نہ کرو گے؟ فجر کے وقت نبی ﷺ نے نماز پڑھی' اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے جبل قزح پر وقوف کیا اور فرمایا کہ ''سوائے بطن محسر'' کے تمام مزدلفہ موقف (مقام وقوف) ہے۔

وادیٔ محسر سے گزر:

طلوع آفتاب سے پہلے کوچ فرمایا' جب محسر پہنچے تو اپنی اونٹنی کو تیز کر دیا اور جمرۂ عقبہ کی رمی تک برابر تلبیہ کہتے رہے' آپ ؐ نے ہدی کی قربانی کی اور اپنا سر منڈوایا مونچھوں اور دونوں رخساروں کے بال بھی ترشوائے اپنے ناخن بھی ترشوائے' ناخن اور بالوں کے دفن کرنے کا حکم دیا پھر خوشبو لگائی اور کرتہ پہنا۔

خطبۂ حج کا دِن:

منیٰ میں آپ ؐ کے منادی نے ندا دی کہ یہ کھانے پینے کے دن ہیں بعض روایات میں (رہنے کے دن) بھی آیا ہے' آپ ؐ ہر روز زوال آفتاب کے وقت چھوٹی کنکریوں سے رمی جمار کرتے رہے' یوم النحر (۱۰/ذی الحجہ) کے دوسرے روز بعد ظہر اپنی اونٹنی قصواء پر خطبہ ارشاد فرمایا۔

یوم الصدر الآخر:

یوم الصدر الآخر (یعنی ۱۳/ذی الحجہ) کو واپس ہوئے اور فرمایا کہ یہ تین ہیں (یعنی رمی جمار) جنہیں مہاجر مکہ میں لوٹنے کے بعد قائم کرتا ہے' پھر بیت اللہ کو (بذریعہ طواف) رخصت کیا اور مدینے کی طرف واپس ہوئے۔

حج وعمرہ کا تلبیہ:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو حج وعمرہ دونوں کا تلبیہ کہتے سنا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا

تو انہوں کہا کہ آپ نے صرف حج کا تلبیہ کہا۔ پھر میں انس سے ملا اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں لوگ بچوں ہی میں شمار کرتے تھے میں نے رسول اللہ ﷺ کو "لبیک بعمرۃ وحج" ساتھ ساتھ کہتے سنا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تین طور پر روانہ ہوئے ہم میں بعض وہ تھے جنہوں نے حج وعمرہ میں قران کیا۔ وہ بھی تھے جنہوں نے حج کی نیت کی اور ایسے بھی جنہوں نے عمرے کی نیت کی' لیکن جو شخص حج وعمرہ میں قران کرے وہ اس وقت تک حلال (احرام سے باہر) نہیں ہوتا جب تک تمام مناسک (ارکان حج) ادا نہ کرلے۔

لیکن جس نے حج کی نیت کی اس پر بھی ان چیزوں میں سے کوئی چیز حلال نہیں جو اس پر حرام کی گئی تاوقتیکہ وہ مناسک ادا نہ کرلے۔

البتہ جس نے عمرہ کی نیت کی پھر اس نے طواف وسعی کرلی تو اس کے لیے حج کے آنے تک سب چیز حلال ہوگئی۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (حج وعمرہ) دونوں کی ساتھ ساتھ تصریح کی انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج وعمرہ کا تلبیہ کہا۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چار رکعت ظہر مدینے میں پڑھی' دو رکعت عصر ذوالحلیفہ میں پڑھی اور وہیں رات کو رہے' یہاں تک کہ صبح ہوئی جب آپ کی اونٹنی آپ کو تیزی سے لے چلی تو آپؐ نے تکبیر وتسبیح کہی اور اس نے آپ کو البیداء پہنچادیا۔

جب ہم مکے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حلال (احرام سے باہر) ہوجانے کا حکم دیا۔

رسول اللہ ﷺ کا قربانی فرمانا:

جب یوم الترویہ (۸/ ذی الحجہ) ہوا تو لوگوں نے حج کا احرام باندھا۔ رسول اللہ ﷺ نے سات اونٹ کھڑے ہوکر اپنے ہاتھ سے نحر کیے اونٹ کی گردن میں خاص مقام پر برچھی مار کر خون بہانے کو نحر کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے دو مینڈھوں کی قربانی کی جو چتکبرے اور سینگ والے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے اصحاب (ذی الحجہ کی) چوتھی صبح کو حج کی نیت کر کے (مکے) آئے' انہیں (اصحاب کو) رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا کہ وہ اس (حج) کو عمرہ کردیں' سوائے ان کے جن کے ہمراہ ہدی ہے' پھر کرتے پہنے گئے خوشبو سونگھی گئی اور عورتوں سے صحبت کی گئی۔

یوم النحر:

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ۴ ذی الحجہ کو مکہ معظمہ آئے جب ہم نے بیت اللہ اور صفا ومروہ کے درمیان طواف کرلیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس (حج) کو عمرہ کردو سوائے ان کے جن کے ہمراہ ہدی ہو' جب یوم الترویہ ہوا تو انہوں نے حج کا احرام باندھا' یوم النحر (قربانی کا دن) ہوا تو بیت اللہ کا طواف کیا۔ صفا مروہ کے درمیان طواف کیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کا احرام باندھا۔ آپ ۴/ ذی الحجہ کو آئے' ہمیں صبح کی نماز

مقام بطحاء میں پڑھائی اور فرمایا کہ جو شخص اسے عمرہ کرنا چاہے تو کر دے۔

مکحول سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے اصحاب نے جو ہمراہ تھے کس طرح حج کیا؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ آپؐ کے اصحاب جو ہمراہ تھے عورتیں اور بچے سب نے حج کیا انہوں نے عمرہ سے حج کی طرف تمتع کیا پھر حلال ہو گئے ان کے لیے عورتیں اور بچے اور خوشبو جو حلال کے لیے حلال ہیں حلال کر دی گئیں۔

نعمان نے مکحول سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے ابو طلحہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے حج و عمرہ کو جمع کیا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے صرف حج کا احرام باندھا۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے حج مفرد کیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا:

لبیك اللّٰهم لبیك لاشریك لك لبیك ان الحمد و النعمة لك و الملك لاشریك لك.

''میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں' تیرا کوئی شریک نہیں' حمد و نعمت ملک تیرے ہی لیے ہے تیرا کوئی شریک نہیں''۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پرانے کجاوے اور چادر پر حج کیا (وکیع نے کہا جو چار درم کے مساوی ہو گا یا نہ مساوی ہو گا' ہاشم بن القاسم نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں قیمت چار درم ہو گی) جب آپؐ روانہ ہوئے تو فرمایا: اے اللہ ایسا حج (عطا کر) نہ اس میں ریاء ہو نہ سمعہ (نہ وہ کسی کے دکھانے کو ہو نہ سنانے کو)۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ذی الحلیفہ سے ظہر کے وقت احرام باندھا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے حج میں قربانی کے سو اونٹ لے گئے آپؐ نے ہر اونٹ میں سے ایک بوٹی گوشت کا حکم دیا۔ وہ ایک ہانڈی میں کر دیا گیا' دونوں نے اس کا گوشت کھایا اور دونوں نے اس کا شوربہ پیا میں نے کہا وہ کون ہے جس نے نبی ﷺ کے ہمراہ کھایا اور شوربا پیا تو کہا علی رضی اللہ عنہ' جعفر اس کو مجھ سے کہتے تھے' یعنی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے ساتھ کھایا اور شوربا پیا اور جعفر اس کو ابن جریج سے کہتے تھے۔

ابی امامہ نے ان سے روایت کی جنہوں نے نبی ﷺ کو منیٰ کی طرف جاتے دیکھا کہ بلال رضی اللہ عنہ آپ کے ایک طرف تھے ان کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی اس پر دو نقشین کپڑے تھے جس سے وہ آفتاب سے سایہ کیے ہوئے تھے۔

نیت حج کے لیے ہدایت:

یحییٰ بن ابی کثیر سے مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ اہلال (نیت حج) میں اپنی آواز بلند کیجئے کیونکہ وہ حج کا شعار ہے۔

زید بن خالد الجہنی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے انہوں نے مجھ سے کہا

کہ اہلال (نیت حج) میں اپنی آواز بلند کیجئے کیونکہ یہ شعار حج ہے (علامت وطریقۂ حج ہے)۔

رکن یمانی پر رسول ﷺ کی دعاء:

عبداللہ بن السائب سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھتے دیکھا: "ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقناعذاب النار" (اے اللہ ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا)۔

بیت اللہ میں نماز:

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے بیت اللہ کے اندر نماز پڑھی' اسامہ بن زید اور عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کعبے کے اندر دو رکعت نماز پڑھی۔

عبدالرحمٰن بن امیہ سے مروی ہے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کے اندر کیا کیا تو انہوں نے کہا کہ دو رکعت نماز پڑھی۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور بلال رضی اللہ عنہ بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے اس میں نماز پڑھی' انہوں نے کہا ہاں' بیت اللہ کے آگے کے حصہ میں کہ آپؐ کے اور دیوار کے درمیان تین گز کا فاصلہ تھا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں آیا تو مجھ سے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے ہیں آگے بڑھا تو آپ کو دیکھا کہ باہر آ چکے ہیں' میں نے بلال کو دروازہ کے پاس کھڑا ہوا پایا تو ان سے پوچھا' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی۔

عبداللہ بن ابی مغیث سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے تھے۔ آپؐ پر تکان کا اثر تھا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو کیا ہوا' فرمایا' آج میں نے وہ کام کیا کہ کاش اسے نہ کیے ہوتا۔ شاید میری امت کے لوگ اس کے اندر داخل ہونے پر قادر نہ ہوں گے تو وہ واپس ہوں گے اور ان کے دل میں رنج ہوگا۔ ہمیں تو صرف اس کے طواف کا حکم دیا گیا ہے' اندر داخل ہونے کا حکم نہیں دیا گیا۔

ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے قبل (وقوف) عرفہ طواف کیا۔

مناسکِ حج کا بیان:

عبدالرحمٰن بن یعمر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو عرفات میں کہتے سنا کہ حج تو (وقوف) عرفات ہے یا (وقوف) عرفہ ہے' جس شخص نے (نمازوں) کے جمع کرنے کی رات (یعنی مقام مزدلفہ شب دہم ذی الحجہ) صبح سے پہلی پائی تو اس کا حج پورا ہو گیا' اور فرمایا کہ ایام منٰی (دسویں ذی الحجہ کے علاوہ) تین ہیں' جو شخص دو ہی دن میں (یعنی گیارھویں

اور بارھویں ہی کو عجلت کر کے چلا جائے تو اسے بھی کوئی گناہ نہیں اور جو شخص تاخیر کر کے (تیرھویں تک رہے) تو اسے بھی کوئی گناہ نہیں۔

ابن لائم سے مروی ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا جبکہ آپ مزدلفہ میں تھے' میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا میرا حج ہوگیا؟ آپؐ نے فرمایا جس نے ہمارے ساتھ یہاں (مزدلفہ میں) نماز پڑھی اور اس کے قبل رات یا دن کو عرفات میں حاضر ہوا اور وہ اس نے اپنا میل کچیل دور کیا (یعنی سر منڈایا) اس کا حج پورا ہوگیا۔

عروہ سے مروی ہے کہ جس وقت میں بیٹھا ہوا تھا تو اسامہ سے پوچھا گیا حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ جس وقت واپس ہوئے تو کس طرح چلتے تھے۔ انہوں نے کہا' بہت تیز چلتے تھے جب کوئی گڑھا دیکھتے تو اونٹنی کو پھندا دیتے تھے۔

سواری پر رسول اللہ ﷺ کی ہم نشینی کا شرف:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عرفات سے اس طرح واپس ہوئے کہ آپؐ نے ناقے پر اسامہ کو شرف ہم نشینی بخشا۔ آپ جمع (مزدلفہ) سے واپس ہوئے تو فضل بن عباس ہم نشین تھے آپ تلبیہ کہتے رہے یہاں تک کہ آپؐ نے جمرۂ عقبہ کی رمی کی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنا ردیف (ہم نشین) بنایا اور فضل نے انہیں اطلاع دی کہ نبی ﷺ جمرۂ عقبہ کی رمی تک برابر تلبیہ کہتے رہے۔

رمی کے بارے میں ہدایات:

فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے عرفے کی شب اور جمع (مزدلفہ) کی صبح میں جب لوگ واپس ہوئے تو فرمایا کہ تمہیں اطمینان سے چلنا ضروری ہے اور اپنی ناقہ کو روک رہے تھے' محسر سے اترے تو منٰی میں داخل ہوئے اور فرمایا تمہیں چھوٹی کنکریاں (لینا) ضروری ہے جن سے تم جمرہ کی رمی کرو' نبی ﷺ نے (اس طرح اشارہ کیا) جس طرح انسان کنکری مارتا ہے۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو (باقلا کی پھلی کے دانوں کے برابر) چھوٹی کنکریاں سے رمی کرتے دیکھا۔

دین میں غلو کی ممانعت:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے عقبہ کی صبح (گیارھویں ذی الحجہ) کو فرمایا کہ میرے لیے کنکریاں چن لو۔ میں نے آپؐ کے لیے چھوٹی چھوٹی کنکریاں چنیں تو آپؐ نے انہیں ہاتھ میں رکھ کر فرمایا: ہاں اس طرح کی تم لوگ غلو (زیادتی کرتے سے بچو) کیونکہ تم سے پہلے لوگ دین میں غلو (زیادتی) کرنے سے ہلاک ہوگئے۔

ابوالزبیر نے جابر بن عبداللہ کو کہتے سنا کہ نبی ﷺ نے یوم النحر (۱۰ ذی الحجہ) کو چاشت کے وقت رمی کی تھی پھر زوال آفتاب کے بعد بھی۔

مناسکِ حج سیکھنے کی ترغیب:

ابوالزبیر نے بیان کیا کہ میں نے جابر بن عبداللہ سے سنا کہ یوم النحر میں نبی ﷺ کو اپنی سواری پر رمی کرتے دیکھا' آپ ﷺ ہم لوگوں سے فرما رہے تھے کہ اپنے مناسک (احکام حج) سیکھ لو' کیونکہ مجھے نہیں معلوم' شاید میں اس حج کے بعد حج نہ کروں گا۔

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جمروں کی رمی پیادہ آتے جاتے کرتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے قربانی کی پھر سر منڈایا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں اپنا سر منڈایا۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح دیکھا کہ حجام آپ کا سر مونڈ رہا تھا' اصحاب آپؐ کے گرداگرد گھوم رہے تھے اور چاہتے تھے کہ آپ کا بال سوائے ان کے ہاتھ کے اور کہیں نہ گرے۔

ابن شہاب سے مروی ہے کہ نبی ﷺ یوم النحر کو روانہ ہوئے زوال آفتاب سے پہلے ہی (بغرض طواف مکے) گئے پھر (منٰی میں) واپس آئے اور تمام نمازیں منٰی ہی میں پڑھیں۔

عطا نے کہا کہ جو شخص (منٰی سے مکے جائے) اس کو ظہر کی نماز منٰی ہی میں پڑھنا چاہیے' میں تو ظہر کی نماز (مکے) جانے سے قبل منٰی ہی میں پڑھتا ہوں' اور عصر راستے میں اور یہ سب درست ہے۔

ازواج مطہرات کی روانگی:

طاؤس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ منٰی سے مکے) دن کو روانہ ہوں' اپنی ازواج کو آپؐ نے رات کو روانہ کیا۔ ناقے پر بیت اللہ کا طواف کیا پھر زمزم پر آئے اور فرمایا: مجھے دو آپ کو ایک ڈول بھر کر دیا گیا آپؐ نے اس میں سے پیا غرارہ کیا پھر اس میں کلی کر دی اور حکم دیا کہ چاہ زمزم میں انڈیل دیا جائے۔

طاؤس نے لوگوں سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے اپنی سواری پر طواف کیا۔

ہشام بن حجیر نے طاؤس سے سنا جو یہ دعوٰی کرتے تھے کہ نبی ﷺ زمزم پر آئے اور فرمایا' مجھے دو' آپ کو ایک ڈول دیا گیا' آنحضرت ﷺ نے اس میں سے پیا پھر اس میں کلی کی اور وہ پانی آپؐ کے حکم سے کنویں میں انڈیل دیا گیا۔

سقایۃ النبیذ:

آنحضرت ﷺ سقایہ (سبیل) کی طرف روانہ ہوئے' جو سقایۃ النبیذ (کہلاتا) تھا' کہ اس کا پانی پئیں پھر ابن عباس

نے عباس سے کہا یہ تو ایسا ہے کہ آج ہی ہاتھوں نے اسے گھنگول ڈالا ہے البتہ بیت اللہ میں پینے کا صاف پانی ہے' مگر نبی ﷺ نے سوائے اس کے اور کوئی پانی پینے سے انکار کیا اور اسی کو پیا۔

طاؤس کہا کرتے تھے کہ سقایۃ النبیذ سے پانی پینا حج پورا کرنے والی چیزوں میں سے ہے رسول اللہ ﷺ نے سقایۃ النبیذ سے اور زمزم سے (پانی) پیا اور فرمایا کہ اگر سنت نہ ہو جاتی تو میں (پانی کا ڈول) کھینچتا۔

حسین بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جبکہ لوگ ان کے گرد جمع تھے پوچھا کہ کیا تم اس نبیذ کو بطور سنت استعمال کرتے ہو یا وہ تم پر دودھ اور شہد سے زیادہ سہل ہے' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی ﷺ نے جب کہ ہمراہ اصحاب مہاجرین وانصار بھی تھے چند پیالے لائے گئے جن میں نبیذ تھی نبی ﷺ نے اس میں سے پیا مگر سیر ہونے سے پہلے اپنا سر اٹھالیا اور فرمایا تم نے اچھا کیا اسی طرح کیے جاؤ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مجھے اس معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی سب سے زیادہ محبوب ہے کہ ہم پر دودھ اور شہد کے سیلاب بہ جائیں۔

(تنبیہ: سقایۃ النبیذ کے نام سے زمزم کی ایک سبیل تھی' راوی نے مجازاً اس کے پانی کو نبیذ کہہ دیا کیونکہ حقیقتاً نبیذ کے معنی شراب کے ہیں یہ محال ہے کہ آپ ؐ کے زمانے میں مکے میں حقیقی نبیذ کا گزر ہوا ہو' نبیذ فتح مکہ سے پہلے ہی حرام ہو چکی تھی)۔

عطاء سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب (منیٰ سے مکے) واپس آئے تو آپ ؐ نے اپنے لیے تنہا ایک ڈول کھینچا' پینے کے بعد ڈول میں بچ گیا اسے کنوئیں میں انڈیل دیا' اور فرمایا: ایسا نہ ہو کہ لوگ تمہاری سبیل (سقایہ) میں تم پر غالب آجائیں' اس لیے میرے سوا کوئی اور اس سے نہ کھینچے' خود آپ ﷺ نے وہ ڈول کھینچا جس میں سے آپ ؐ نے پیا' کسی اور نے آپ کی مدد نہیں کی۔

حارثہ بن وہب الخزاعی جن کی ماں عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں نے بیان کیا کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی' لوگ بھی بیشتر حاضر تھے آپ ؐ نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں۔

منیٰ میں خطبہ نبوی ﷺ:

عمرو بن خارجہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں خطبہ ارشاد فرمایا میں آپ ؐ کے ناقے کی گردن کے نیچے جو جگالی کر رہی تھی اس کا لعاب میرے دونوں شانوں کے درمیان بہ رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اللہ نے ہر انسان کے لیے میراث میں اس کا حصہ مقرر کر دیا ہے' اس لیے وراثت کے لیے وصیت جائز نہیں' خبردار بچہ صاحب فراش کے لیے ہے (یعنی عورت جس کی منکوحہ ہے بچہ اسی شخص کا ہے اگرچہ وہ مخفی طور پر زنا سے ہو) اور بدکار کے لیے پتھر ہے' وہ شخص جو اپنے باپ کے سوا کسی اور کا (بیٹا ہونے) کا دعویٰ کرے یا کوئی آزاد کردہ غلام اپنے آزاد کرنے والوں سے منہ پھیر

کے دوسروں کا آزاد کردہ غلام ہونے کا دعویٰ کرے تو اس پر اللہ کی ملائکہ کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

یوم النحر میں خطبۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم النحر میں جمعرات کے درمیان کھڑے ہوئے' لوگوں سے فرمایا' یہ کون سا دن ہے' عرض کی النحر ہے فرمایا یہ کون سا شہر ہے لوگوں نے فرمایا' بلد حرام' فرمایا یہ کون سا مہینہ ہے لوگوں نے کہا' شہر حرام' فرمایا۔
یہ حج اکبر کا دن ہے' تمہارے خون' تمہارے مال' تمہاری آبروئیں اس دن میں' اس مہینے میں اس شہر کی حرمت کی طرح تم پر حرام ہیں' پھر فرمایا کیا میں نے (پیام الٰہی کی) تبلیغ کر دی لوگوں نے کہا ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے' اے اللہ گواہ رہ آپؐ نے لوگوں کو رخصت (وداع کیا) اس لیے انہوں نے (اس حج کو) حجۃ الوداع کہا۔

نبیط بن شریط الاشجعی سے مروی ہے کہ میں حجۃ الوداع میں اپنے والد کا ردیف (اونٹ کی سواری میں ہم نشین) تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرمانے لگے میں اونٹ کے سرین پر کھڑا ہو گیا' اور اپنے دونوں پاؤں والد کے شانوں پر رکھ لیے میں نے آپ کو کہتے سنا کہ کون سا دن سب سے زیادہ محترم ہے لوگوں نے کہا یہی دن' فرمایا کون سا مہینہ سب سے زیادہ محترم ہے' لوگوں نے کہا یہی مہینہ فرمایا کون سا شہر سب سے زیادہ محترم ہے لوگوں نے کہا یہی شہر' فرمایا تمہارے خون تمہارے مال تم پر ایسے ہی حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس مہینے میں تمہارے اس شہر میں ہے' فرمایا: کیا میں نے تبلیغ کر دی لوگوں نے کہا ہاں' فرمایا: اے اللہ گواہ رہ' اے اللہ گواہ رہ' اے اللہ گواہ رہ۔

یوم العقبہ میں خطبۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

ابو خاویہ سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم العقبہ میں (یعنی جمرۂ عقبہ کی رمی کے روز ۱۰ ذی الحجہ کو) ہمیں خطبہ سنایا فرمایا اے لوگو! تمہارے خون تمہارے مال اپنے پروردگار سے ملنے تک تم پر ایسے ہی حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت' تمہارے اس مہینے میں ہے اور اس شہر میں ہے خبردار کیا میں نے تبلیغ کر دی' ہم لوگوں نے کہا ہاں' فرمایا اے اللہ گواہ رہ' خبردار میرے بعد کفر کی طرف نہ پلٹ جانا کہ تم سے کوئی کسی کی گردن مارے۔

شب عرفہ میں خطبۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

ام الحصین سے مروی ہے کہ میں نے شب عرفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اونٹ پر اس طرح چادر لٹکائے ہوئے دیکھا (ابوبکر (درمیانے راوی) نے اشارہ کیا کہ آپؐ نے اسے اپنے بازو کے نیچے سے بائیں بازو پر ڈال لیا تھا اور اپنا داہنا بازو کھول دیا تھا) پھر میں نے آپ کو کہتے سنا کہ اے لوگو! سنو اور اطاعت کرو' اگرچہ تم پر کوئی عیب دار حبشی غلام ہی امیر کیوں نہ بنا دیا جائے جو تم میں کتاب اللہ کو قائم کرے۔

یوم عرفہ میں خطبہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

نبیط سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوم عرفہ میں سرخ اونٹ پر خطبہ فرماتے دیکھا۔

عبدالرحمٰن بن معاذ التیمی سے مروی ہے' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ سنایا' جبکہ ہم منیٰ میں تھے (منجانب اللہ) ہمارے کان کھول دیئے گئے تھے' جو کچھ آپ نے فرما رہے تھے ہم لوگ اچھی طرح سن رہے تھے' حالانکہ ہم لوگ اپنی منزلوں میں تھے۔

مناسک حج کی تعلیم:

آپ لوگوں کو مناسک (مسائل حج) تعلیم کرنے لگے' (جب (رمی) جمار کے بیان پر پہنچے تو فرمایا'' چھوٹی کنکریوں سے'' آپ نے اپنی دونوں شہادت کی انگلی ایک دوسرے پر رکھی' پھر مہاجرین کو حکم دیا کہ وہ مسجد کے آگے کے حصہ میں اتریں اور انصار کو حکم دیا کہ مسجد کے پیچھے اتریں پھر اور لوگ بعد کو اترے۔

غلاموں کے متعلق ارشاد نبوی:

زید بن الخطاب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا' اپنے غلاموں کا (خیال رکھو) اپنے غلاموں کا خیال رکھو' جو تم کھاؤ اسی میں سے انہیں کھلاؤ' جو تم پہنو اسی میں سے انہیں پہناؤ اگر وہ کوئی ایسا گناہ کریں جسے تم معاف نہ کرنا چاہو تو اے اللہ کے بندو انہیں بیچ ڈالو اور انہیں سزا نہ دو۔

الہرماس بن زیاد الباہلی سے مروی ہے کہ میں قربانی کے روز (یوم الاضحیٰ میں) اپنے والد کا ہم نشین تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں ناقے پر لوگوں کو خطبہ سنا رہے تھے۔

الہرماس بن زیاد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے میرے والد اپنے اونٹ پر مجھے پیچھے بٹھائے ہوئے تھے میں چھوٹا بچہ تھا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ یوم الاضحیٰ میں منیٰ میں اپنی کان کٹی اونٹنی پر لوگوں کو خطبہ سنا رہے تھے۔

یوم الحج پر خطبہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

ابی بکرہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں خطبہ فرمایا کہ خبردار زمانہ اپنی ہیئت پر اسی دن سے گردش کرتا ہے جس دن سے اللہ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے' سال بارہ مہینے کا ہے ان میں سے چار مہینے حرام (محترم) ہیں تین تو پے در پے ذی العقدہ و ذی الحجہ و محرم' (اور ایک بعد کو (قبیلہ) مضر کا وہ رجب جو جمادی (الاخری و شعبان) کے درمیان ہے۔

پھر فرمایا یہ کون سا دن ہے تو ہم نے کہا' اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں' آپ خاموش رہے یہاں تک کہ ہم لوگوں نے خیال کیا کہ آپ اس کے نام کے علاوہ کوئی اور نام بتائیں گے فرمایا کیا یہ یوم النحر نہیں ہے؟ ہم نے کہا بے شک ہے فرمایا یہ کون سا مہینہ ہے ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے سکوت کیا' یہاں تک کہ ہم لوگوں کا گمان ہوا کہ آپ اس کے نام کے علاوہ کوئی دوسرا نام بتائیں گے' تو فرمایا' کیا یہ ذی الحجہ نہیں ہے ہم نے کہا بے شک ہے فرمایا یہ کون سا شہر ہے ہم

نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے آپؐ نے سکوت کیا یہاں تک کہ ہم لوگوں کو گمان ہوا کہ آپؐ اس کے نام کے سوا کوئی نام بتائیں گے تو فرمایا کیا یہ بلد حرام نہیں ہے ہم نے کہا بے شک ہے۔

فرمایا تمہارے خون‘ تمہارے مال راوی نے کہا میرا خیال ہے کہ آپؐ نے اور تمہاری آبروئیں بھی فرمایا‘ تم پر ایسے حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس مہینے کی حرمت اس شہر میں ہے تم اپنے پروردگار سے ملو گے‘ تو وہ تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس کرے گا‘ خبردار میرے بعد گمراہ ہو کر (دین سے نہ پھر جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو‘ خبردار کیا میں نے (حق) پہنچا دیا؟ خبردار جو تم میں سے حاضر ہے وہ غائب کو پہنچا دے کیونکہ شاید بعض لوگ جنہیں یہ پہنچے اس سے زیادہ حافظ ہوں بہ نسبت ان کے جنہوں نے سنا‘ خبردار‘ کیا میں نے تبلیغ کر دی؟

محمد نے کہا: یہی ہوا‘ بعض لوگ جن کو پہنچا وہ ان سے زیادہ حافظ ہوئے جن سے انہوں نے سنا۔

ذی الحجہ کی امتیازی عظمت:

مجاہد سے مروی ہے کہ ذی القعدہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سفر حج کیا اور علی رضی اللہ عنہ نے اذان دی اہل جاہلیت دو سال تک سال کے مہینوں میں سے ہر مہینے میں حج کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا حج ذی الحجہ میں پڑا آپؐ نے فرمایا یہ وہ دن ہے جس دن اللہ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا‘ زمانے نے اپنی ہیئت کے مطابق گردش کی‘ ابوالبشر نے کہا کہ لوگوں نے جب حق کو ترک کر دیا تو مہینے بھول گئے۔

ایام تشریق:

زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن حذافہ کو اپنی سواری پر بھیجا کہ وہ ایام تشریق (۱۰/۱۱/۱۲/۱۳/ ذی الحجہ) کے روزوں سے منع کریں اور فرمایا کہ یہ تو صرف کھانے پینے اور اللہ کے ذکر کے دن ہیں‘ معن (راوی) نے اپنی حدیث میں کہا مسلمان ان ایام کے روزے سے باز رہے۔

بدیل بن ورقاء سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایام تشریق میں یہ حکم دیا کہ میں ندا دوں‘ یہ کھانے پینے کے دن ہیں لہٰذا ان میں کوئی روزہ نہ رکھے۔

الحکم الزرقی کی والدہ سے مروی ہے کہ گویا میں علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ رہی ہوں جو رسول اللہ ﷺ کے سفید خچر پر سوار تھے‘ جس وقت وہ شعب الانصار پر کھڑے ہو کر کہہ رہے تھے کہ اے لوگو! یہ روزوں کے دن نہیں ہیں یہ تو صرف کھانے پینے اور ذکر کے دن ہیں۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ہم اصحاب نبی ﷺ نے صرف خالص اور تنہا حج کا احرام باندھا تھا۔ اس کے ساتھ کوئی اور نیت نہ تھی ذی الحجہ کی چوتھی صبح کو مکے آئے تو ہمیں نبی ﷺ نے حلال ہو جانے (احرام کھول دینے کا حکم دیا) اور فرمایا کہ حلال ہو جاؤ اور اس حج کو عمرہ کرو۔

آپ کو خبر پہنچی کہ ہم لوگ کہتے ہیں کہ جب ہمارے اور عرفے کے درمیان پانچ روز سے زائد نہ رہے تو آپؐ نے ہمیں حلال ہونے کا حکم دیا تا کہ ہم منیٰ اس حالت میں جائیں کہ ہماری شرم گاہوں سے منی ٹپکتی ہو۔

نبی ﷺ کھڑے ہوئے ہمیں مخاطب ہو کر فرمایا مجھے وہ بات پہنچ گئی جو تم نے کہی میں تم لوگوں سے زیادہ نیکوکار اور زیادہ متقی ہوں' اگر (میرے ہمراہ مدینے سے) ہدی نہ ہوتی تو میں ضرور حلال ہو جاتا اور اگر مجھے پہلے سے اپنا حال معلوم ہوتا جو بعد کو مجھے معلوم ہوا تو میں ہدی نہ لاتا۔

علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تو آپؐ نے ان سے پوچھا تم نے کاہے کا احرام باندھا' انہوں نے کہا کہ جس کا نبی ﷺ نے باندھا ہو' فرمایا' ہدی لاؤ اور احرام میں رہو جیسا کہ تم ہو۔

آپؐ سے سراقہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ہمارے اس عمرہ پر غور فرمالیا کریں کہ اسی سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے اسماعیل (راوی) نے کہا یا اس کے مثل کہا۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ میں نبی ﷺ کو لبیک بعمرۃ وحج' کہتے سنا۔

انس بن مالک سے مروی ہے (دوسرے طریقے سے) کہ نبی ﷺ کو لبیک بعمرۃ وحج کہتے سنا۔

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ﴾ کا نزول:

شعبی سے مروی ہے کہ نبی ﷺ پر آیت ﴿الیوم اکملت لکم دینکم﴾ (آج میں نے تمہارے لیے دین کامل کر دیا) نازل ہوئی' یہ آیت آپؐ کے وقوف عرفہ کی حالت میں نازل ہوئی جس وقت آپؐ نے موقف ابراہیم میں وقوف کیا تھا' شرک مضمحل ہو گیا' جاہلیت کی روشنی کے مقامات منہدم کر دیئے گئے کسی برہنہ نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم النحر میں جمرہ کی رمی تک تلبیہ کہا۔

سعید بن العاص نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں یوم الصدر کو (حج سے واپسی کے دن) ابن عمر کے ساتھ واپس ہوا چند یمنی رفیق ہمارے پاس سے گزرے جن کے کجاوے چمڑے کے تھے ان کے اونٹ کی نکیلیں رسی کی تھیں' عبداللہ (ابن عمر) نے کہا کہ جو شخص ان رفقاء کو دیکھنا چاہے جو اس سال رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے اصحاب کے ساتھ وارد ہوئے جبکہ آپ لوگ حجۃ الوداع میں آئے تھے تو اسے ان رفقاء کو دیکھنا چاہیے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے حجۃ الوداع کہنا ناپسند تھا' طاؤس نے کہا کہ میں نے حجۃ الاسلام کہا تو انہوں نے کہا ہاں حجۃ الاسلام۔

ابراہیم بن میسرہ سے مروی ہے کہ طاؤس حجۃ الوداع کہنے کو ناپسند کرتے تھے اور حجۃ الاسلام کہتے تھے۔

علاء بن الحضرمی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مہاجرین اپنے مناسک ادا کرنے کے بعد تین دن ٹھہرے۔

رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک مرتبہ حج کیا:

قتادہ نے کہا میں نے انس سے پوچھا کہ نبی ﷺ نے کتنے حج کیے انہوں نے کہا صرف ایک حج' مجاہد سے مروی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے دو حج کیے اور ہجرت کے بعد ایک حج کیا۔ ام المومنین وقاسم سے مروی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگ دو نسک (حج وعمرہ) کر کے لوٹ رہے ہیں اور میں ایک ہی نسک (حج) کے ساتھ لوٹ رہی ہوں' آپ نے فرمایا تم انتظار کرو' جب (حیض سے) پاک ہو جانا تو تنعیم تک جانا وہاں سے (عمرہ کا) احرام باندھ لینا ہم سے فلاں فلاں پہاڑ پر ملنا (مجھے خیال ہے فلاں فرمایا تھا) لیکن وہ (عمرہ) بقدر تمہاری غایت کے ہوگا۔ یا فرمایا تمہارے خرچ کے ہوگا یا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو۔

سریہ اسامہ بن زید حارثہ رضی اللہ عنہما:

اسامہ بن زید حارثہ رضی اللہ عنہما کا سریہ اہل اُبنیٰ کی جانب جو البلقاء کے نواح میں السراۃ کی زمین ہے پیش آیا۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو نصیحت:

چھبیسویں صفر ۱۱ھ یوم دوشنبہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جہاد روم کی تیاری کا حکم دیا۔ دوسرے دن آپ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بلایا اور فرمایا اپنے باپ کے مقتل پر جاؤ اور کفار کو کچل دو میں نے اس لشکر پر تمہیں والی بنا دیا ہے تم سویرے اہل اُبنیٰ پر حملہ کر دو ان میں آگ لگا دو اور اتنا تیز چلو کہ مخبروں کے آگے ہو جاؤ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کامیاب کر دے تو تم ان لوگوں میں بہت کم ٹھہرو اپنے ہمراہ رہبروں کو لے لو' مخبروں اور جاسوسوں کو اپنے آگے روانہ کر دو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت:

چارشنبہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شروع ہوگئی آپ کو بخار اور سر درد ہو گیا' پنجشنبے کی صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اسامہ رضی اللہ عنہ کے لیے جھنڈا باندھا' پھر فرمایا' اللہ کے نام کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو اس سے جنگ کرو جو اللہ کی راہ میں کفر کرے۔

امارت اسامہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض:

وہ اپنے جھنڈے کو جو بندھا ہوا تھا لے کے نکلے جسے بریدہ بن الحصیب الاسلمی کو دیا مقام جرف میں لشکر جمع کیا' مہاجرین اولین وانصار کے معززین میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اس غزوے میں بلا نہ لیا گیا ہو۔

ابوبکر الصدیق' عمر بن الخطاب' ابوعبیدہ بن الجراح' سعد بن ابی وقاص' سعید بن زید' قتادہ بن نعمان' سلمہ بن اسلم بن حریس رضی اللہ عنہم جیسے اصحاب کبار تھے۔

قوم نے اعتراض کیا کہ یہ لڑکا مہاجرین اولین پر عامل بنایا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار خفگی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غصہ ہوئے آپ اس طرح باہر تشریف لائے کہ سر پر ایک پٹی بندھی اور جسم پر ایک چادر تھی' آپ منبر پر چڑھے اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا:

''امابعد! اے لوگو! تم میں سے بعض کی گفتگو اسامہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنانے کے بارے میں مجھے پہنچی (تو تعجب نہیں) اگر تم نے اسامہؓ کے امیر بنانے پر اعتراض کیا' تم اس سے پہلے ان کے باپ کے امیر بنانے پر اعتراض کر چکے ہو' خدا کی قسم وہ امارت ہی کے لیے پیدا ہوئے تھے اور ان کا بیٹا بھی امارت ہی کے لیے پیدا ہوا ہے وہ میرے محبوب ترین لوگوں میں سے ہیں ان دونوں سے ہر خیر کا گمان کیا گیا ہے تم لوگ اسامہ کے متعلق خیر کی وصیت قبول کرو کیونکہ وہ تمہارے بہترین لوگوں میں سے ہیں''۔

آپ ﷺ منبر سے اترے اور اپنے مکان میں داخل ہو گئے' یہ ۱۰ ربیع الاوّل یوم شنبہ کا واقعہ ہے' وہ مسلمان جو اسامہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے رسول اللہ ﷺ سے رخصت ہو کر لشکر کی طرف جو جرف میں تھا جا رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ شدت مرض کی کیفیت میں:

رسول اللہ ﷺ کے مرض میں شدت ہو گئی تو آپ ﷺ فرمانے لگے اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانہ کرو یکشنبے کو رسول اللہ ﷺ کا درد بہت شدید ہو گیا' اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر گاہ سے اس وقت آئے جبکہ نبی ﷺ بیہوش تھے اور اس روز لوگوں نے آپ کو دوا پلائی تھی۔

اسامہ رضی اللہ عنہ نے سر جھکا کے آپ کو بوسہ دیا رسول اللہ ﷺ کلام نہیں فرما سکتے تھے آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ آسمان پر اٹھاتے تھے اور اسامہ رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھ دیتے تھے اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں یہ سمجھا کہ آپ ﷺ میرے لیے دعا کرتے ہیں۔

دُعائے نبوی کے ساتھ لشکر اسامہ کی روانگی:

اسامہؓ اپنے لشکر گاہ کو واپس گئے' دوشنبہ کو آئے' رسول اللہ ﷺ کی صبح افاقے کی حالت میں ہوئی (آپؐ پر اللہ کی بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں) آپؐ نے ان سے فرمایا کہ صبح کو اللہ کی برکت سے روانہ ہو جاؤ۔

آنحضرت ﷺ کا وصال:

اسامہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے رخصت ہو کے اپنے لشکر گاہ کی طرف روانہ ہو گئے اور لوگوں کو کوچ کا حکم دیا جس وقت وہ سوار ہونے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ ان کی والدہ ام ایمن کا قاصد ان کے پاس آ کر یہ کہنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ انتقال فرماتے ہیں۔

وہ آئے اور ان کے ہمراہ عمر و ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما بھی آئے وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس اس حالت میں پہنچے کہ آپؐ انتقال فرما رہے تھے ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ یوم دوشنبہ کو جبکہ آفتاب ڈھل چکا تھا آپ کی وفات ہو گئی' اللہ تعالیٰ آپؐ پر ایسی رحمت نازل کرے جس سے آپ خوش ہوں اور جسے آپ پسند کریں۔

جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی واپسی:

لشکر کے وہ مسلمان بھی مدینے آ گئے جو جرف میں جمع تھے' بریدہ بن الحصیب بھی اسامہ رضی اللہ عنہ کا بندھا ہوا جھنڈا لے کر

آ گئے وہ اسے رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر لے آئے وہاں اسے گاڑ دیا۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی گئی تو انہوں نے بریدہ بن الحصیب کو جھنڈا اسامہ رضی اللہ عنہ کے مکان لے جانے کا حکم دیا تاکہ وہ آپ کی مرضی کے مطابق روانہ ہوں' بریدہ اسے لوگوں سے پہلے لشکر گاہ کو لے گئے۔

عرب مرتد ہوگئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اسامہ رضی اللہ عنہ کے روکنے کے بارے میں گفتگو کی گئی' انہوں نے انکار کیا' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسامہ رضی اللہ عنہ سے عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں گفتگو کی کہ وہ انہیں رہ جانے کی اجازت دے اسامہ رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی دوبارہ روانگی:

ربیع الآخر ۱۱ھ کا چاند ہوا تو اسامہ روانہ ہوئے وہ بیس رات میں اہل ابنی تک پہنچے ان پر ایک دم سے حملہ کر دیا' ان کا شعار (علامت و اصطلاح شناخت) یا منصور امت تھا' جو ان کے سامنے آیا اسے قتل کر دیا اور جس پر قابو چلا اسے قید کر لیا۔ ان کی کشتیوں میں آگ لگا دی مکانات اور کھیت اور باغات جلا دیئے جس سے وہ سب علاقہ دھواں دھار ہوگیا۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے میدانوں میں اپنے لشکر کو گشت کرایا اس روز جو کچھ انہیں مال غنیمت ملا اس کی تیاری میں ٹھہرے رہے اسامہ اپنے والد کے گھوڑے سبحہ پر سوار تھے انہوں نے اپنے والد کے قاتل کو بھی غفلت کی حالت میں قتل کر دیا۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کے دو حصے لگائے اور گھوڑے کے مالک کا ایک اپنے لیے اسی کے مثل حصہ لیا۔

جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی مدینہ میں فاتحانہ واپسی:

جب شام ہوگئی تو اسامہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو کوچ کا حکم دیا اپنی رفتار تیز کر دی نو رات میں وادی القریٰ میں آ گئے انہوں نے بشیر (مژدہ رساں) کو مدینے بھیجا کہ وہ لوگوں کو سلامتی کی خبر دے اس کے بعد انہوں نے روانگی کا قصد کیا' چھ رات میں مدینے پہنچ گئے مسلمانوں میں سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں پہنچی' ابوبکر رضی اللہ عنہ مہاجرین واہل مدینہ کے ہمراہ ان لوگوں کو لینے کے لیے ان کی سلامتی پر اظہار مسرت کرتے ہوئے روانہ ہوئے اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے گھوڑے سبحہ پر سوار مدینے میں' اس طرح داخل ہوئے کہ جھنڈا ان کے آگے تھا جسے بریدہ بن الحصیب اٹھائے ہوئے تھے یہاں تک کہ وہ مسجد پہنچ گئے اس کے اندر گئے۔ دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنے گھر واپس ہوئے۔

اسامہ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا وہ ہرقل کو معلوم ہوا جو حمص میں تھا تو اس نے البلقاء میں رہنے کے لیے ایک لشکر بھیجا وہ برابر وہیں رہے یہاں تک کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت میں لشکر شام کی طرف بھیجے گئے۔

طبقات ابنِ سعد

حصہ دوم

اخبار النبی صلی اللہ علیہ وسلم

طبقات کے اس دوسرے حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات کرانے سے لے کر مرض الموت اور وفات تک کے حالات درج ہیں۔ آخر میں حضرت ابوبکر صدیق، عبداللہ بن انیس، حسان بن ثابت، کعب بن مالک، اروی بنت عبدالمطلب، عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہم وغیرہ کے مراثی بھی پیش کر دیئے گئے ہیں جو محبت اور درد میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

مصنف

محمد بن سعدؒ (المتوفی ۲۳۰ھ)

ترجمہ

علامہ عبداللہ العمادی مرحوم

نفیس اکیڈمی

اُردو بازار، کراچی

طبقات ابن سعد

نام کتاب .... طبقات ابن سعد (حصہ دوم)
مصنف .... علامہ محمد بن سعد المتوفی ۲۳۰ھ
مترجم .... علامہ عبداللہ العمادی مرحوم
اضافہ عنوانات وحواشی .... مولانا عبدالمنان صاحبؒ
ناشر .... نفیس اکیڈمی اردو بازار۔ کراچی
قیمت .... /- روپے

نفیس اکیڈمی
اردو بازار، کراچی

طبقات ابن سعد کی خصوصیات

از: چوھدری محمد اقبال سلیم گاھندری

محمد بن سعد نے طبقات ابن سعد لکھ کر دنیائے اسلام پر وہ احسان عظیم کیا ہے جس سے قیامت تک مسلمان سر نہیں اٹھا سکتے۔ اس پر تمام اُمت کا اجماع ہے کہ آپ نہایت ثقہ اور معتمد مؤرخ تھے اور آپ نے تمام واقعات و حالات کو محدثانہ طور پر بسند صحیح لکھا ہے۔ روایت کے فن کے ساتھ آپ نے جو اعتناء کیا وہ کسی نے نہیں کیا انہوں نے ہر قسم کی روایتوں میں مسلسل سند کی جستجو کی راویوں کے حالات بہم پہنچائے۔ یہی وجہ ہے کہ طبقات ابن سعد میں تمام واقعات بسند متصل مذکور ہیں۔

پانچویں صدی سے قبل کا دور قدماء کا دور کہلاتا ہے اس دور میں تاریخ و رجال میں کتابیں لکھی گئیں ہر صدی کے حالات و واقعات کو محفوظ و مدون کیا گیا۔ صحت و روایت کو بقدر امکان محفوظ رکھا گیا۔ اس دور کے مؤرخین تمام واقعات کو حدیث کی طرح بسند متصل نقل کرتے تھے اس کا انہوں نے خاص خیال رکھا تھا۔ رہا مورخین کا اپنے اپنے زمانوں کے حالات سے متاثر ہونے کا معاملہ تو یہ ایک فطری چیز ہے۔ لیکن انہوں نے حتی الامکان اس تاثر کا اثر واقعات پر نہیں پڑنے دیا۔ یہ چیز طبقات ابن سعد کی خصوصیات میں سے ہے ان خصوصیات کے اعتبار سے ہم علامہ ابن اثیر' طبری اور ابن سعد کا ایک مقام سمجھتے ہیں۔

طبقات ابن سعد سیرت نبویؐ پر بہت ہی جامع و بسیط کتاب ہے اور اہم کتاب ہے اس کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ سیرت نبویؐ پر یہ سب سے پہلی کتاب ہے جو احادیث کی روشنی میں مرتب کی گئی ہے اس کتاب سے ابن سعد کے معاصرین اور بعد کے علماء اور مؤرخین نے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے اور ہمیشہ مشعل راہ کی طرح اس کو اپنے پیش نظر رکھا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی کی نظر میں اس کتاب کی جو افضلیت اور اہمیت تھی وہ ان کے ان الفاظ سے ظاہر ہے:

> ''ہمیں یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات میں متاخرین محدثین نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں مثلاً استیعاب' الاصابہ' اسد الغابہ۔ لیکن ابن سعد کی کتاب میں جو جامعیت ہے ان کتابوں کو اس سے کچھ نسبت نہیں۔ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ شاید متاخرین کو یہ کتاب ہاتھ نہیں آئی یا ان کا مذاق ایسا تھا کہ اس قدر تفصیلی حالات کو وہ ضروری نہ سمجھتے تھے۔ اس کتاب میں ایک ایک جزوی واقعہ کو بسند متصل لکھا ہے اور مصنف کا زمانہ عہد نبوت کے قریب ہے اس لیے سلسلۂ روایت میں تین چار راوی سے زیادہ نہیں ہوتے''۔

طبقات کے مصنف ابن سعد بہت ہی جلیل القدر عالم اور صادق الروایہ اور ثقہ محدث گزرے ہیں ان کی صداقت و ثقاہت حد درجہ مشہور تھی' علامہ خطیب' علامہ خلکان' علامہ ابن حجر' علامہ سخاوی وغیرہ ان کے صادق الروایہ اور ثقہ ہونے کے بارے میں رطب اللسان ہیں۔

ہمارا ادارہ ہمیشہ نادر اور معیاری علمی اور تاریخی کتابوں کو شائع کرنے میں پیش پیش رہا ہے کیونکہ اس کا مقصد جلب زر سے زیادہ خدمت علم وادب ہے ہم نے اب تک درجنوں تاریخ' سیرت' فلسفہ اور ادب کی اہم اور معیاری کتابوں کو اہل علم حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ تاریخ طبری (۱۱ جلدیں) تاریخ ابن خلدون (چودہ حصے) زاد المعاد (۴ حصے) فتوح البلدان (۲ حصے) اقبال نامہ جہانگیری' تاریخ فیروز شاہی' تاریخ فلاسفۃ الاسلام' سفر نامہ ابن بطوطہ (۲ حصے) تاریخ الخلفاء سیوطی خلافت بنو امیہ علامہ ابن اثیر وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب ادارے کی وہ مطبوعات ہیں جن پر علم وادب کے خزانے فخر کر سکتے ہیں۔

طبقات ابن سعد کا اردو ترجمہ ناپید ہو گیا تھا۔ بڑی کاوشوں سے حاصل کر کے ہم اسے اہل علم حضرات کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ طبقات کے اس دوسرے حصے میں رسول اللہ کا مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات کرانے سے لے کر مرض الموت اور وفات تک کے حالات درج ہیں آخر میں حضرت ابوبکر صدیق' عبداللہ بن انیس' حسان بن ثابت' کعب بن مالک' اروی بنت عبدالمطلب' عاتکہ بنت عبدالمطلب' عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنھم وغیرہ کے مراثی بھی پیش کر دیے ہیں جو محبت اور درد میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

فہرست مضامین

طبقات ابن سعد (حصہ دوم)

وفود قبیلۂ ربیعہ

وفود اہل یمن

طبقات ابن سعد

حصۂ دوئم

اخبار النبی ﷺ

مہاجرین وانصار کے درمیان عقد مواخات:

زہری وغیرہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینے تشریف لائے تو آپ ؐ نے بعض مہاجرین کا بعض سے اور مہاجرین وانصار کا باہم اس شرط پر عقد مواخات کردیا کہ حق پر ساتھ رہیں گے' باہم ہمدردی وغم خواری کریں گے اور ذوی الارحام مرنے کے بعد ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔

یہ نوے آدمی تھے (جن میں عقد مواخات ہوا) پینتالیس مہاجرین اور پینتالیس انصار میں سے۔ یہ غزوہ بدر سے پہلے تک تھا' جب جنگ بدر ہوئی اور اللہ نے آیت: ﴿ واولوا الارحام بعضھم اولٰی ببعض فی کتاب اللّٰہ اِنَّ اللّٰہ بکل شئ علیم ﴾ نازل فرمائی تو اس آیت نے ماقبل حکم کو منسوخ کردیا۔ میراث کے بارے میں مواخات ختم ہوگئی اور ہر انسان کی میراث اس کے نسب و ورشہ وذورحم کی طرف لوٹ گئی۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں مہاجرین وانصار کے درمیان معاہدۂ حلفی کرایا۔

مسجد نبوی کے لئے جگہ کی خریداری:

زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی مسجد رسول اللہ ﷺ کے مقام پر گردن خم کر کے بیٹھ گئی اس زمانے میں اسی جگہ مسلمان نماز پڑھا کرتے تھے وہ (جگہ) شتر خانہ تھی جو انصار کے دو یتیم لڑکوں سہل وسہیل کی تھی وہ دونوں ابوامامہ اسعد بن زرارہ کی ولایت میں تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں لڑکوں کو بلایا۔ ان کے سامنے شتر خانہ کی بہت بڑی قیمت پیش کی کہ آپ اسے مسجد بنائیں۔ ان دونوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم تو آپ کو ہبہ کرتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے انکار فرمایا اور اس کو ان دونوں سے خرید لیا۔

مسجد نبوی کی تعمیر:

زہری سے مروی ہے کہ آپ نے اسے دس دینار میں خریدا' ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ رقم دے دیں' وہ محض احاطے کی شکل میں ایک دیوار تھی جس پر چھت نہ تھی اس کا قبلہ بیت المقدس کی طرف تھا اسد بن زرارہ نے اسے تعمیر کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے وہ اپنے ساتھیوں کو پنجگانہ نماز جمعہ پڑھایا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس احاطہ میں کھجور اور غرقد کے جو درخت تھے ان کے کاٹنے کا حکم دیا۔ کچی اینٹوں کا حکم دیا جو تیار کی گئیں۔

اس شتر خانہ میں زمانۂ جاہلیت کی جو قبریں تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کھود ڈالی گئیں آپ نے ہڈیوں کے پوشیدہ کرنے کا حکم دیا اسی شتر خانے میں پانی کا چشمہ تھا۔ لوگوں نے اسے ہٹا دیا یہاں تک کہ وہ غائب ہو گیا۔

مسجد کا نقشہ:

مسجد کی بنیاد رکھی گئی' طول قبلہ کی طرف سے پیچھے تک سو ہاتھ رکھا اور دونوں جانبوں میں بھی اسی طرح رکھا وہ مربع تھی۔ کہا جاتا ہے کہ سو ہاتھ سے کم تھی' بنیاد تقریباً تین ہاتھ زمین کے اوپر تک پتھر سے بنائی' تعمیر کچی اینٹ سے ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے کام کیا آپ بہ نفس نفیس ان کے ساتھ پتھر ڈھوتے اور فرماتے تھے کہ:

اللھم لاعیش الاعیش الأخرہ فاغفر الانصار والمھاجرہ

''اے اللہ عیش تو آخرت ہی کا عیش ہے۔ لہٰذا تو انصار و مہاجرین کی مغفرت فرما۔

ھذا الحمال لاحمال خیبر ھذا بر ربنا واطھر

یہ خیبر کی بار برداری نہیں ہے۔ اے ہمارے رب یہ بہت پاکیزہ و نیک ہے''۔

قبلہ بیت المقدس کی طرف کیا' تین دروازے بنائے ایک دروازہ پچھلے حصے میں ایک دروازہ جس کو باب الرحمہ کہا جاتا ہے اسی کو باب عاتکہ بھی کہا جاتا تھا۔ تیسرا دروازہ وہ تھا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لاتے تھے۔ یہی دروازہ آل عثمان رضی اللہ عنہ کے متصل تھا۔

دیوار کا طول بہت وسیع رکھا ستون کھجور کے تنے کے اوپر چھت کھجور کی شاخوں کی بنائی گذارش کی گئی کہ اسے پاٹ کیوں نہیں دیتے۔ فرمایا کہ یہ جھونپڑی موسیٰ کی جھونپڑی کی طرح ہے جو چند چھوٹی چھوٹی لکڑیوں اور پھوس کی تھی۔ اس کے پہلو میں چند حجرے کچی اینٹوں کے بنائے جن کو کھجور کے تنے اور شاخوں سے پاٹا۔

جب آپ اس تعمیر سے فارغ ہوئے تو اس حجرے کو جس کے متصل مسجد کا راستہ تھا عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے مخصوص فرمایا: سودہ بنت زمعہ کو دوسرے حجرے میں کیا جو اسی کے متصل اس دروازے کی طرف تھا کہ آل عثمان رضی اللہ عنہ سے متصل تھا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں نماز کا وقت آتا تھا آپ وہیں نماز پڑھ لیتے تھے آپ بکریوں کے باندھنے کی جگہ پہلے نماز پڑھا کرتے تھے پھر مسجد کا حکم دیا گیا تو بنی نجار کے ایک گروہ کو بلا بھیجا۔ وہ لوگ آپ کے پاس آئے تو فرمایا کہ مجھ سے اپنے اس باغ کی قیمت لے لو۔ ان لوگوں نے کہا نہیں۔ واللہ ہم اس کی قیمت سوائے اللہ کے کسی سے نہیں چاہتے۔

انس نے کہا کہ اس میں مشرکین کی قبریں تھیں کھجور کا باغ تھا چٹانیں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے کھجور کا باغ کٹوا دیا۔ مشرکین کی قبریں کھدوا دیں اور چٹانوں کو برابر کرا دیا۔ لوگوں نے کھجوروں کو قبلے کی طرف قطار میں کھڑا کر دیا اور اس کے دونوں جانب پتھر رکھے۔ وہ لوگ اور ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ بھی رجز پڑھتے تھے۔ اور آپؐ فرماتے تھے:

اللّٰھُمَّ لاخیر الاخیر الآخرہ فانصراہ انصار والمھاجرہ

''اے اللہ آخرت کی خیر کے سوا کوئی خیر نہیں۔ لہٰذا تو انصار و مہاجرین کی مدد کر''۔

عمار رضی اللہ عنہ طاقت ور آدمی تھے وہ دو دو پتھر اُٹھاتے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اے ابن سمیہ' شاباش! تمہیں باغیوں کا گروہ قتل کرے گا۔ زہری سے مروی ہے کہ جب لوگ مسجد بنا رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ھذا الحمال لا حمال خیبر ھذا بر ربنا والطھر

''بار ہے تو یہ ہے' خیبر کا بار کچھ نہیں۔ اے ہمارے پروردگار یہ زیادہ نیک و پاک ہے''۔

زہری کہا کرتے تھے کہ آپ نے سوائے اس شعر کے کبھی کوئی شعر نہیں سنایا اور نہ اس کا اُرادہ کیا سوائے اس کے کہ وہ آپ سے پہلے کہا گیا ہو۔

تحویل قبلہ کا واقعہ:

عثمان بن محمد الاخنسی وغیرہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مدینے ہجرت فرمائی تو آپؐ نے سولہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی' آپؐ چاہتے تھے کہ اسے کعبے کی طرف پھیر دیا جائے۔

آپؐ نے فرمایا کہ اے جبرئیل میری خواہش ہے کہ اللہ میرا رُخ یہود کے قبلے سے پھیر دے جبرئیل نے کہا کہ میں تو محض ایک بندہ ہوں' آپ اپنے رب سے دعا کیجئے اور اسی سے درخواست کیجئے۔

آپؐ نے ایسا ہی کیا' جب نماز پڑھتے تھے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتے تھے۔ آپؐ پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿قد نری تقلب وجهك في السماء فلنو لينك قبلة ترضاها﴾ (ہم آسمان کی طرف آپؐ کے چہرے کا اُٹھنا دیکھتے ہیں۔ ہم ضرور آپ کو ایسے قبلے کی طرف پھیر دیں گے جس سے آپؐ خوش ہوں گے) اس نے آپ کو کعبے میں میزاب کی طرف متوجہ کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ام بشر بن البراء بن معرور کی زیارت کو بنی سلمہ تشریف لے گئے تھے' انہوں نے آپؐ کے لیے کھانا تیار کیا۔ ظہر کا وقت آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو دو رکعتیں پڑھائیں پھر حکم دیا گیا کہ اپنا رخ کعبے کی طرف کر لیں' آپؐ کعبے کی طرف گھوم گئے اور میزاب کو سامنے کیا۔ اس مسجد کا نام قبلتین رکھ دیا گیا۔ یہ واقعہ ہجرت کے سترھویں مہینے ۱۵/ رجب یوم دوشنبہ کو ہوا۔

ہجرت کے اٹھارہویں مہینے شعبان میں رمضان کے روزے فرض کیے گئے محمد بن عمرو نے کہا ہمارے نزدیک یہی درست ہے۔

سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینے تشریف لانے کے بعد سولہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی پھر غزوہ بدر سے دو ماہ قبل آپ کو کعبے کی طرف پھیر دیا گیا۔

براء سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی جانب نماز پڑھی' آپ کو یہ پسند تھا کہ قبلہ بیت اللہ کی جانب ہو جائے۔ آپؐ نے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی یا آپؐ نے نماز عصر پڑھی اور آپؐ کے ساتھ ایک جماعت نے بھی نماز پڑھی۔

جن لوگوں نے آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی ان میں سے ایک شخص نکلے جو ایک مسجد والوں پر گزرے کہ رکوع کی حالت میں تھے۔ انہوں نے کہا' میں خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مکے کی جانب نماز پڑھی۔ وہ لوگ جس طرح تھے اسی طرح بیت اللہ کی طرف گھوم گئے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے۔ یہ آیت نازل ہوئی (جس کا ترجمہ اوپر گزر چکا) کہ ﴿قد نری تقلب وجهك في السماء فلنولينك قبلة ترضاها. فول وجهك شطر المسجد الحرام﴾ (لہٰذا آپ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیجئے)۔

بنی سلمہ کے ایک شخص ایک جماعت پر گزرے جو فجر کی نماز میں بحالت رکوع تھے۔ وہ لوگ ایک رکعت پڑھ چکے تھے ان صاحب نے ندا دی کہ خبردار قبلہ کعبے کی طرف پھیر دیا گیا ہے۔ وہ لوگ کعبے کی طرف پھر گئے۔ کثیر بن عبداللہ المزنی نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینے تشریف لائے تو ہم لوگ آپؐ کے ساتھ تھے آپؐ نے سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی۔

عمارہ بن اوس الانصاری سے مروی ہے کہ ہم نے شب کی دو نمازوں میں سے ایک نماز پڑھی تھی کہ ایک شخص مسجد کے دروازے پر کھڑا ہوا۔ ہم نماز ہی میں تھے' اس نے ندا دی کہ نماز کا رُخ کعبے کی طرف کر دیا گیا' امام اور بچے اور عورتیں سب کعبے کی طرف پھر گئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مکے میں تھے تو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے حالانکہ کعبہ آپؐ کے سامنے ہی تھا۔ ہجرت فرمانے کے سولہ مہینے بعد تک یہی عمل رہا پھر آپ کو کعبے طرف متوجہ کر دیا گیا۔

محمد بن کعب القرظی سے مروی ہے کہ کبھی کسی نبی نے سنت وقبلہ کے بارے میں کسی نبی کی مخالفت نہیں کی سوائے اس کے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب سے آپ مدینے تشریف لائے سولہ مہینے تک بیت المقدس کو قبلہ بنایا۔ پھر محمد بن کعب نے یہ آیت پڑھی: ﴿شرع لكم من الدين ما وصّى به نوحًا﴾ (اللہ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا جس کی اس نے نوح علیہ السلام کو وصیت کی تھی)۔

براء سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب شروع میں مدینے تشریف لائے تو اپنے ناناؤں یا ماموؤں کے پاس اترے جو انصار میں سے تھے' سولہ یا سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی لیکن پسند یہی تھا کہ قبلہ بیت اللہ کی طرف ہو جائے۔ آپؐ نے جو سب سے پہلی نماز (بیت اللہ کی طرف نماز) پڑھی وہ نماز عصر تھی۔ یہ نماز آپؐ کے ساتھ ایک جماعت نے بھی پڑھی۔

جن لوگوں نے آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی تھی ان میں سے ایک شخص نکلے' ایک مسجد والوں کے قریب سے گزرے جو رکوع کی حالت میں تھے تو کہا کہ میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکے کی طرف نماز پڑھی ہے' وہ لوگ جس حالت

میں تھے بیت اللہ کی طرف گھوم گئے۔

آپ کو پسند یہی تھا کہ قبلہ بیت اللہ کی جانب پھیر دیا جائے۔ جب آپؐ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے تو یہ یہود واہل کتاب کو پسند تھا۔ جب اپنا رخ بیت اللہ کی طرف کرلیا تو ان لوگوں نے اس کو برا کہا۔

براء سے ان کی اسی حدیث میں مروی ہے کہ چند آدمی قبل اس کے کہ قبلہ بیت اللہ کی طرف پھیرا جائے اسی قبلے پر وفات پا گئے یا شہید ہو گئے‘ ہمیں معلوم نہ ہوا کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے۔ اللہ نے یہ آیت نازل کی: ﴿ما کان اللّٰہ لیضیع ایمانکم ان اللّٰہ بالناس لرء وف رحیم﴾ (اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان برباد کر دے۔ اللہ لوگوں کے ساتھ بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے)۔

تقویٰ کی بنیاد پر بننے والی مسجد:

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے کہ جب قبلہ کعبے کی طرف پھیر دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ قباء میں تشریف لائے‘ آپ نے مسجد قباء کی دیوار کو اس مقام پر آگے بڑھا دیا جہاں وہ آج ہے‘ آپؐ نے اس کی بنیاد رکھ دی۔ اور فرمایا کہ جبرائیل مجھے بیت اللہ کا رخ بتائیں گے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب نے اس کی تعمیر کے لیے پتھر ڈھوئے۔

رسول اللہ ﷺ ہر ہفتے وہاں پیادہ تشریف لایا کرتے تھے‘ فرمایا کہ جو وضو کرے اور اچھی طرح کرے پھر مسجد قبا میں آئے اور اس میں نماز پڑھے تو اسے عمرے کا ثواب ملے گا۔

عمر رضی اللہ عنہ دوشنبے و پنجشنبے کو اس میں آتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر یہ مسجد کسی اور طرف بھی ہوتی تو ہم ضرور اس کے سفر میں اونٹوں کو ہلاک کرتے۔

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ یہی وہ مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ ابی بن کعب اور دوسرے اصحاب رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد ہے۔

ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے ﴿لمسجد اُسِّسَ علی التقوٰی﴾ (البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی وہ اس امر کی زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں) کی تفسیر میں روایت کی کہ وہ مسجد قبا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد بنی عمرو بن عوف میں جو مسجد قباء تھی تشریف لے گئے‘ انصار کے کچھ لوگ بھی آکر آپ کو سلام کرنے لگے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ صہیب بھی مسجد میں گئے تھے۔ میں نے صہیب سے پوچھا کہ جب آنحضرت ﷺ کو سلام کیا جاتا تھا تو آپؐ کیسے جواب دیتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپ اپنے ہاتھ سے اشارہ فرماتے تھے۔

عبدالرحمٰن بن ابی سعید خدری نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ دوشنبے کو قباء گیا ہوں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ قباء میں پیادہ وسوار ہو کر تشریف لایا کرتے تھے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ مسجد قباء میں جاتے تھے اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ قباء گئے۔ آپ اٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔ آپؐ کے پاس انصار آئے اور سلام کرنے لگے۔ میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو کس طرح ان لوگوں کو سلام کا جواب دیتے دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپؐ نماز ہی کی حالت میں اپنے ہاتھ سے ان کی طرف اشارہ فرماتے تھے۔

ام بکر بنت المسور سے مروی ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر مسجد قباء آفاق میں سے کسی اُفق میں بھی ہوتی تو ہم ضرور اس کے سفر میں اونٹوں کو ہلاک کرتے۔

اسد بن ظہیر سے جو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے تھے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مسجد قباء میں آئے اور نماز پڑھے تو یہ نماز مثل عمرے کے ہوگی۔

اذان کا حکم اور مشاورت:

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم سے مروی ہے کہ اذان کا حکم ہونے سے نبی ﷺ کے زمانے میں آنحضرت ﷺ کا منادی لوگوں کو ندا دیتا تھا کہ (الصلوٰۃ جامعۃ) نماز جمع کرنے والی ہے۔ تو لوگ جمع ہو جاتے تھے۔ جب قبلہ کعبے کی طرف پھیر دیا گیا تو اذان کا حکم دیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ کو اذان کے معاملے کی بھی بڑی فکر تھی لوگوں نے آپؐ سے ان چند باتوں کا ذکر بھی کیاؓ جن سے لوگ نماز کے لیے جمع ہو جائیں۔ بعض نے کہا کہ صور اور بعض نے کہا کہ ناقوس بجا دیا جائے۔

لوگ اسی حالت میں تھے کہ عبداللہ بن زید الخزرجی کو نیند آ گئی۔ انہیں خواب میں دکھایا گیا کہ ایک شخص اس کیفیت سے گذرا کہ اس کے بدن پر دو سبز چادریں ہیں۔ ہاتھ میں ناقوس ہے۔

عبداللہ بن زید نے کہا کہ میں نے (اس شخص سے) کہا: کیا تم یہ ناقوس بیچتے ہو؟ اس نے جواب دیا' تم اسے کیا کرو گے؟ میں نے کہا خریدنا چاہتا ہوں کہ نماز میں حاضری کے لیے اس کو بجاؤں۔ اس نے کہا: میں آپ لوگوں کے لیے اس سے بہتر بیان کرتا ہوں۔ کہو کہ:

اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ، اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، لا الٰہ الا اللّٰہ

عبداللہ بن زید رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو خبر دی تو آپؐ نے فرمایا کہ تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو اور جو کچھ تم سے کہا گیا ہے انہیں سکھا دو وہ یہی اذان کہیں' انہوں نے ایسا ہی کیا۔

عمر رضی اللہ عنہ آئے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے جیسا انہوں نے دیکھا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حمد اللہ ہی کے لیے ہے' اور یہی سب سے زیادہ درست ہے۔

اہل علم نے کہا کہ یہی اذان کہی جانے لگی اور ''الصلوٰۃ جامعۃ'' کی ندا محض کسی امر حادث کے لیے رہ گئی۔ اس کی وجہ سے لوگ حاضر ہوتے تھے اور انہیں اس امر کی خبر دی جاتی تھی۔ مثلاً فتح کی خبر پڑھ کر سنائی جاتی تھی یا اور کسی امر کا ان کو حکم دیا جاتا تھا تو

''الصلوٰۃ جامعۃ'' کی ندادی جاتی تھی۔ اگر چہ وہ نماز کے وقت میں نہ ہو۔

عبداللہ بن زید الانصاری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اذان کے بارے میں لوگوں سے مشورہ طلب فرمایا اور فرمایا کہ میں نے یہ قصد کیا ہے کہ لوگوں کو بھیجوں کہ وہ مدینے کے قلعوں اور بلند مکانوں پر کھڑے ہو کر نماز کی اطلاع کریں، بعض لوگوں نے قصد کیا کہ ناقوس بجائیں۔

عبداللہ بن زید اپنے اہل خانہ کے پاس آئے ان لوگوں نے کہا کہ کیا ہم تمہیں شام کا کھانا نہ کھلائیں؟ جواب دیا۔ میں کھانا نہ کھاؤں گا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ نماز کے معاملے نے آپ کو سخت فکر میں ڈال دیا ہے۔

وہ سو گئے اور خواب میں دیکھا کہ ایک شخص ہے جس کے بدن پر سبز کپڑے ہیں' وہ مسجد کی چھت پر کھڑا ہے اس نے اذان کہی پھر بیٹھ گیا' پھر کھڑا ہوا اور نماز کی اقامت کہی۔

یہ اٹھ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے خواب کی خبر دی' آپؐ نے انہیں حکم دیا کہ وہ بلال رضی اللہ عنہ کو سکھا دیں۔ انہوں نے سکھا دیا۔ جب لوگوں نے یہ سنا تو آئے۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی آئے اور عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے جو انہوں نے دیکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں میرے پاس آنے سے کون سا امر مانع تھا۔ انہوں نے کہا' یارسول اللہ جب میں نے اپنے کو پیش پیش دیکھا تو مجھے شرم آئی۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ کوئی ایسی چیز مقرر کر دیں جو لوگوں کو نماز کے لیے جمع کرے آپؐ کے پاس بوق (بگل) اور بگل والوں کا ذکر کیا گیا تو ناپسند فرمایا۔ ناقوس اور ناقوس والوں کا ذکر کیا گیا تو اس کو بھی ناپسند فرمایا۔

انصار کے ایک شخص کو جن کا نام عبداللہ بن زید تھا اذان خواب میں سنائی گئی۔ اسی شب کو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو بھی اذان کا خواب دکھایا گیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب صبح ہوگی تو میں رسول اللہ ﷺ کو خبر دوں گا۔ انصار رات ہی سے رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے گئے اور خبر کر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے نماز کی اذان کہی۔

اس کے آگے راوی نے لوگوں کی اسی اذان کا ذکر کیا جو اس زمانے میں دی جاتی ہے بلال رضی اللہ عنہ نے صبح کی اذان میں ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کا اضافہ کیا جس کو رسول اللہ ﷺ نے باقی رکھا یہ کلمہ اس اذان میں نہ تھا جو اذان انصاری کو خواب میں سنائی گئی تھی۔

فرضیت صیام واحکام عیدین وقربانی:

عائشہ ابن عمر وابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے اٹھارھویں مہینے شعبان میں' قبلے کے کعبہ کی طرف پھیرے جانے کے ایک مہینے بعد' ماہ رمضان کا فرض (روزہ) نازل ہوا' اسی سال رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر کا حکم دیا۔ یہ زکوٰۃ فرض ہونے سے پہلے کی بات ہے۔

آپؐ نے حکم دیا کہ صغیر وکبیر' حر وعبد' مذکر ومؤنث سب کی طرف سے کھجور یا کشمش یا جو کا ایک صاع (تقریباً ساڑھے تین سیر) گیہوں کے دومد (نصف صاع نکالے جائیں)۔

رسول اللہ ﷺ عید الفطر سے دوروز پہلے خطبہ ارشاد فرماتے تھے اور لوگوں کو عیدگاہ جانے سے پہلے اس کے نکالنے کا حکم دیتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ گشت کرنے سے اس دن مساکین کو غنی کردو۔ آپؐ جب (نماز سے) واپس آتے تھے تو اس کو تقسیم فرماتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے نماز عید' عیدگاہ میں یوم الفطر کو خطبہ سے پہلے پڑھی۔ نماز عید یوم الاضحیٰ میں (خطبے سے پہلے) پڑھی اور قربانی کا حکم دیا مدینے میں آپ دس سال اسی طرح مقیم رہے کہ ہر سال قربانی کرتے تھے۔ نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے قربانی کو پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ مدینے میں دس سال اسی طرح مقیم رہے کہ قربانی ترک نہ کرتے تھے۔ اس کے بعد اس حدیث کا مضمون بھی حدیث سابق سے مل جاتا ہے۔

اہل علم نے کہا کہ آپؐ عید کی نماز خطبے سے پہلے بغیر اذان واقامت کے پڑھا کرتے تھے' آپؐ کے آگے ایک ٹیڑھی موٹھ کی لکڑی (سترہ کے لیے) اٹھا کر لگادی جاتی تھی (کہ گزرنے والوں کا نماز میں سامنا نہ ہو) یہ لکڑی زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی تھی جس کو وہ ملک حبشہ سے لائے تھے اور ان سے رسول اللہ ﷺ نے لے لی تھی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے عید کے روز ٹیڑھی موٹھ کی لاٹھی اٹھا کر لگادی جاتی تھی جس کی طرف (رُخ کر کے) آپ نماز پڑھتے تھے پھر اس حدیث کا مضمون حدیث سابق کے مضمون سے ملتا ہے۔ اہل علم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب قربانی کرنا چاہتے تھے تو دومینڈھے خریدتے جو خوب فربہ سینگ والے اور چربی والے ہوتے تھے۔

جب آپؐ نماز وخطبہ پڑھ لیتے تو ان میں سے ایک کو لایا جاتا تھا' مقام نماز پر کھڑے کھڑے اسے اپنے ہی دست مبارک سے چھری سے ذبح فرماتے تھے۔ پھر فرماتے تھے کہ اے اللہ یہ میری اس تمام امت کی طرف سے ہے جو تیری توحید اور میری رسالت کی گواہی دے۔

دوسرے کو لایا جاتا تھا۔ اسے آپؐ اپنی طرف سے اپنے ہی ہاتھ سے ذبح کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ محمد وآل محمد (ﷺ) کی طرف سے ہے' ان دونوں میں سے آپ اور اہل بیت نوش فرماتے تھے۔ مساکین کو بھی کھلاتے تھے' آپؐ (محلّہ) طرف الزقاق کے قریب مکان معاویہ کے پاس ذبح فرماتے تھے۔

محمد بن عمرو نے کہا کہ ہمارے نزدیک تمام ائمہ مدینہ اسی طرح کرتے تھے۔

خطبۂ نبوی کے لئے منبر بنایا جانا:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے کہ جمعے کے روز رسول اللہ ﷺ مسجد میں ایک کھجور کے تنے کے پاس کھڑے ہوکر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کھڑا ہونا مجھ پر گراں ہے تمیم داری نے گذارش کی کہ کیا میں آپؐ کے لیے ایک منبر نہ بنالوں جیسا میں نے ملکِ شام میں بنتے دیکھا ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں مسلمانوں سے مشورہ کیا۔ سب کی رائے ہوئی کہ آپؐ اسے بنالیں۔ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا ایک غلام ہے جس کا نام کلاب ہے وہ سب سے زیادہ کام کرنے والا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ اسے حکم دیجئے کہ وہ اس (منبر) کو بنادے۔

عباس رضی اللہ عنہ نے اسے جنگل میں درخت اثلہ (کاٹنے کو) بھیجا (جس کی لکڑی سخت و مضبوط ہوتی ہے) اس نے اسے کاٹا۔ اس کے دو درجے اور ایک نشست گاہ بنا کے لایا اور اسی مقام پر رکھ دیا جہاں آج ہے۔

رسول اللہ ﷺ آئے اس پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میرا یہ منبر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہے اور میرے منبر کے پائے جنت کے مراتب ہیں۔ فرمایا کہ میرا منبر میرے حوض (کوثر) پر ہے۔ اور فرمایا کہ میرے منبر اور میرے حجرے کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حقوق کے متعلق قسم لینے کا معمول اپنے منبر کے پاس مقرر فرمایا۔ اور فرمایا کہ جو شخص میرے منبر پر (کھڑا ہو کر) جھوٹا حلف لے خواہ وہ پیلو کی مسواک ہی پر کیوں نہ ہو اسے چاہیے کہ دوزخ میں ٹھکانہ بنالے۔ رسول اللہ جب منبر پر چڑھتے تھے تو سلام کرتے تھے۔ جب بیٹھ جاتے تھے تو مؤذن اذان کہتے تھے۔ آپؐ دو خطبے پڑھا کرتے تھے۔ دو جلسے کیا کرتے تھے۔ اپنی انگلی سے اشارہ کرتے تھے اور لوگ آمین کہا کرتے تھے۔

جمعے کے روز آپؐ اپنے عصا پر جو درخت شوحط کا تھا (درخت شوحط سرو کی شکل کا ایک پہاڑی درخت ہے جس کی لکڑی کی کمانیں بنائیں جاتی تھیں) تکیہ لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ دوران خطبہ میں لوگ اپنے چہرے آپؐ کے روبرو رکھتے تھے اور اپنے کان لگادیتے تھے۔ آنکھوں سے آپ کو دیکھا کرتے تھے۔ جب آفتاب ڈھل جاتا تب آپ نماز جمعہ پڑھاتے تھے۔

آپ کی ایک یمنی چادر تھی جو چھ ہاتھ لمبی اور تین ہاتھ اور ایک بالشت چوڑی تھی۔ عمان کی بنی ہوئی ایک تہمد تھی جس کی لمبائی چار ہاتھ اور ایک بالشت تھی، جمعہ و عید کے روز آپ انہیں دونوں کو استعمال فرماتے تھے، پھر تہ کر کے رکھ دی جاتی تھیں۔

عباس بن سہل سعد الساعدی نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ جمعے کے روز جب خطبہ پڑھتے تھے تو ایک دوشاخہ لکڑی سے سہارا لگا کر کھڑے ہو جاتے جو میرے خیال میں تاڑ کی تھی اور آپ کی جائے نماز میں تھی آپ اسی سے تکیہ لگایا کرتے تھے۔

اصحاب نے عرض کی، یا رسول اللہ لوگ بہت ہو گئے ہیں اگر آپ کوئی چیز بنا کر خطبہ پڑھتے وقت اس پر کھڑے ہوتے تو لوگ آپ کو دیکھتے، فرمایا: تم لوگ جو چاہو (کرو)۔ سہل نے کہا: مدینے میں صرف ایک ہی بڑھئی تھا۔ میں اور وہ بڑھئی خافقین گئے اور ہم نے یہ منبر درخت اثلہ سے بنایا۔

استن حنانہ کی گریہ وزاری:

نبی ﷺ اس پر کھڑے ہوئے تو وہ لکڑی (جس پر پہلے سہارا لگاتے تھے) گنگنائی نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو اس لکڑی کی گنگناہٹ سے تعجب نہیں ہوتا؟ (اس کے سننے کے لیے) لوگ (قریب) آئے اور اس کی گنگناہٹ سے پریشان ہو گئے

یہاں تک کہ لوگوں کی گریہ وزاری بڑھ گئی۔

نبی ﷺ (منبر سے) اتر کے اس (لکڑی) کے پاس گئے۔ اپنا ہاتھ اس پر رکھا تو اسے سکون ہو گیا۔ نبی ﷺ نے اس کے متعلق حکم دیا تو اسے آپؐ کے منبر کے نیچے دفن کر دیا گیا یا چھت پر لگا دیا گیا۔

عبدالمہیمن بن عباس بن سہل بن سعد الساعدیؓ نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی کہ نبی ﷺ کے لیے غابہ (جنگل) کے درخت طرفاء سے تین درجے (کا منبر) بنایا' سہل اس کی ایک ایک لکڑی اٹھا کر لائے تھے یہاں تک کہ انہوں نے اس کو مقام منبر پر رکھ دیا۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھجور کے ایک تنے سے سہارا لگا کر کھڑے ہوا کرتے تھے جو مسجد میں نصب تھا جب آپ کو مناسب معلوم ہوا کہ آپ منبر بنوائیں' رسول اللہ ﷺ نے اسے بنوایا۔

جمعے کا دن ہوا تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اس منبر پر بیٹھ گئے' جب اس تنے نے آپ کو نہ پایا تو ایسی گنگناہٹ شروع کی جس نے لوگوں کو پریشان کر دیا' رسول اللہ ﷺ اپنی نشست گاہ سے اٹھ کے اس کے پاس گئے (دست مبارک سے) مس کیا تو اسے سکون ہو گیا۔ اس روز کے بعد سے کوئی گنگناہٹ نہیں سنی گئی۔

طفیل بن ابی کعب نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کھجور کے ایک تنے کے پاس (کھڑے ہو کر) خطبہ پڑھتے تھے۔

اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ کیا آپ کی مرضی ہے کہ میں آپؐ کے لیے ایک منبر بناؤں کہ جمعے کے روز آپ اس پر تشریف لائیں تو لوگ آپ کی زیارت کریں اور آپؐ انہیں اپنا خطبہ سنائیں؟ فرمایا کہ ہاں۔ انہوں نے آپؐ کے لیے تین زینے بنائے جو وہی ہیں کہ بالائی حصے پر ہیں۔ منبر بن گیا اور اپنے مقام پر رکھ دیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس منبر پر کھڑے ہونے کا ارادہ فرمایا آپ اس کے پاس (جانے کے لیے) گزرے تو وہ تنا چلایا اس میں شگاف پڑ گیا اور شق ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ (منبر سے) اترے اور اپنے ہاتھ سے چھوا یہاں تک کہ اسے سکون ہو گیا' پھر آپ منبر پر واپس آ گئے۔ (اس کے قبل) جب آپ نماز پڑھتے تھے تو اسی تنے کے پاس پڑھتے تھے۔

جب مسجد منہدم کر دی گئی اور تبدیل کر دی گئی تو اس تنے کو ابی بن کعب نے لے لیا وہ ان کے پاس ان کے مکان ہی میں رہا یہاں تک کہ پرانا ہو گیا۔ اسے دیمک نے کھالیا اور سڑ گل گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کھجور کے تنے کے پاس خطبہ پڑھا کرتے تھے جب آپ نے منبر بنوا لیا اور اس پر منتقل ہوئے تو وہ تنہ گنگنایا۔ آپؐ اس کے پاس آئے گلے سے لگایا اور فرمایا کہ اگر میں اسے گلے نہ لگاتا تو یہ قیامت تک گنگناتا۔

عبدالعزیز بن ابی حازم نے اپنے والد سے روایت کی کہ انہوں نے سہل بن سعد سے دریافت کیا۔ کہ وہ منبر کس لکڑی کا تھا انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فلاں خاتون سے کہلا بھیجا (سہل نے ان کا نام بھی لیا تھا) کہ اپنے غلام بڑھئی کو حکم دو کہ وہ

میرے لیے لکڑیاں بنا دے کہ میں اس پر (کھڑے ہو کر) لوگوں کو کلام سناؤں۔اس نے یہی تین زینے الغار کے درخت طرفاء سے بنائے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تو وہ اس مقام پر رکھ دیا گیا۔

سہل نے کہا کہ میں نے پہلے ہی روز رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اس پر بیٹھے اور تکبیر کہی لوگوں نے بھی تکبیر کہی۔آپؐ نے رکوع کیا حالانکہ منبر ہی پر تھے' پھر اٹھے اتر آئے اور منبر کی جڑ میں سجدہ کیا' پھر دوبارہ کیا' یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو گئے۔اس میں آپؐ نے وہی کیا جیسا کہ آپؐ نے پہلی رکعت میں کیا تھا۔جب آپ فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! میں نے یہ محض اس لیے کیا کہ تم میری اقتدا کرو اور تمہیں میری نماز معلوم ہو جائے۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ زمانہ نبی ﷺ میں اس مسجد کی چھت کھجور کے تنوں پر پٹی ہوئی تھی نبی ﷺ جب خطبہ پڑھتے تھے تو انہیں تنوں میں سے ایک تنے کے پاس کھڑے ہوتے تھے۔جب منبر بنایا گیا تو اس پر تشریف فرما ہونے لگے۔ہم لوگوں نے اس تنے کی ایسی آواز سنی جیسی آٹھ نو مہینے کی گابھن اونٹنیوں کی آواز ہوتی ہے یہاں تک کہ نبی ﷺ آئے اور اس پر اپنا ہاتھ رکھا تو اسے سکون ہو گیا۔

منبر مصطفیٰ ﷺ کی شان و عظمت:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میرا یہ منبر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہے۔سہل بن سعد سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میرا یہ منبر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہے۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میرے منبر اور میرے حجرے کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر حوض (کوثر) پر ہے (یعنی قیامت میں حوض کوثر پر آپؐ کے لیے رکھا جائے گا)۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میرے منبر کے پائے جنت میں مراتب (ودرجات) ہیں۔ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے منبر کے پائے جنت میں مراتب (درجات) ہیں۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائے گا وہ لامحالہ اپنا دوزخ میں ٹھکانہ بنا لے گا اگر چہ وہ قسم سبز مسواک ہی پر کیوں نہ ہو۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جو شخص میرے منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائے گا' خواہ وہ تر مسواک ہی پر کیوں نہ ہو اس کے لیے دوزخ واجب ہو جائے گی۔

ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے مروی ہے کہ انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ اپنا ہاتھ منبر پر نبی ﷺ کی نشست گاہ پر رکھا پھر اس کو اپنے چہرے پر رکھا (یعنی بوسہ دیا)۔

یزید بن عبداللہ بن قسیط سے مروی ہے کہ میں نے چند اصحاب نبی ﷺ کو دیکھا کہ جب مسجد خالی ہوتی تھی تو وہ منبر کے اس سادہ لٹو کو جو قبر شریف کے متصل ہے اپنے داہنے ہاتھوں سے پکڑتے تھے پھر قبلہ رخ ہو کر دعا مانگتے تھے۔

صفہ اور اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم:

یزید بن عبداللہ بن قسیط سے مروی ہے کہ اصحاب صفہ رسول اللہ ﷺ کے وہ اصحاب تھے جن کا کوئی مکان نہ تھا رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں وہ مسجد ہی میں سوتے تھے' اس کے سائے میں رہتے تھے۔ سوائے اس کے ان لوگوں کا کوئی اور ٹھکانہ نہ تھا رسول اللہ ﷺ جب شام کا کھانا نوش فرماتے تو ان لوگوں کو بلاتے اور انہیں (کھانا کھلانے کے لیے) اپنے اصحاب پر تقسیم فرما دیتے تھے۔ ان میں سے ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شب کا کھانا کھاتا یہاں تک کہ اللہ تونگری لایا۔

ابن کعب القرظی سے اس آیت کی تفسیر میں کہ ﴿للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللّٰہ﴾ (یعنی صدقات ان فقراء کے لیے ہیں جو اللہ کی راہ میں مقید ہیں' اصحاب صفہ مراد ہیں۔ مدینے میں ان لوگوں کا کوئی مکان تھا نہ اقارب تھے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو انہیں صدقہ دینے پر اُبھارا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے تیس اہل صفہ کو دیکھا کہ وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ ان کے بدن پر چادریں نہ ہوتی تھیں۔ واثلہ بن الاسقع سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے تیس اصحاب کو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تہمدوں میں نماز پڑھتے دیکھا۔ جن میں میں بھی تھا۔ (یعنی اوڑھنے کو چادر تک نہ تھی صرف ایک تہمد باندھے رہتے تھے)۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شب رسول اللہ ﷺ برآمد ہوئے اور فرمایا کہ اصحاب صفہ کو بلا دو۔ میں ایک ایک شخص کو تلاش کر کے بیدار کرنے لگا یہاں تک کہ انہیں جمع کیا۔ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے باب عالی پر حاضر ہوئے۔ ہم نے (حاضری کی) اجازت چاہی تو ہمیں اجازت دی گئی۔ آپؐ نے ہمارے لیے ایک پیالہ رکھا جس میں کوئی چیز جو کی تیار کی ہوئی تھی۔

اس پر آپؐ نے اپنا ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا کہ بسم اللہ' لو ہم لوگوں نے اس میں سے جتنا چاہا کھایا۔ (سیر ہونے کے بعد) ہم نے اپنے ہاتھ اٹھا لیے جس وقت وہ پیالہ رکھا گیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے اس کھانے کے سوا جو تم لوگ دیکھتے ہو آل محمدؐ میں اور کسی کھانے کی نوبت آج رات نہیں آئی۔ ہم لوگوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جب آپ لوگ فارغ ہوئے تو وہ کس قدر باقی رہا تھا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جیسا رکھا گیا تھا ویسا ہی رہا سوائے اس کے کہ اس میں انگلیوں کے نشان ہو گئے تھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات میں میں اہل صفہ میں سے تھا اور یہ کیفیت تھی کہ ام سلمہ و عائشہ رضی اللہ عنہما کے حجروں کے درمیان مارے بھوک کے مجھ پر غشی طاری ہو جاتی تھی۔

ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بھی اہل صفہ میں سے تھا۔

یعیش بن قیس بن طہفۃ الغفاری نے اپنے والد سے روایت کی:

''میں بھی اصحاب صفہ میں سے تھا''۔

جنازہ گاہ:

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینے تشریف لانے پر جب کوئی قریب مرگ ہوتا تو آپؐ کے پاس حاضر ہوکر خبر دیتے تھے آپؐ اس کے پاس آتے اور اس کے لیے استغفار فرماتے جب اس کی روح قبض ہوجاتی تو آپؐ اور آپ کے ہمراہی واپس جاتے تھے اکثر آپ اس کے دفن تک بیٹھے رہتے تھے۔ اور اکثر آپ کی یہ پابندی طویل ہوجاتی تھی۔

جب ہمیں آپؐ پر اس کی مشقت کا اندیشہ ہوا تو قوم کے بعض افراد نے بعض سے کہا کہ واللہ کیا اچھا ہوتا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر قبض روح کے کسی کی اطلاع نہ کرتے۔ اس کی روح قبض ہوجاتی تو آپ کو اطلاع کردیتے تاکہ آپ پر مشقت و پابندی نہ ہو۔

ہم لوگوں نے یہی کیا مرجانے کے بعد ہم آپ کو مطلع کرتے تھے۔ آپؐ اس کے پاس آتے تھے۔ دعائے رحمت و مغفرت فرماتے تھے۔ اکثر آپؐ اس کے بعد واپس ہوجاتے تھے اور اکثر میت کے دفن ہونے تک ٹھہر جاتے تھے۔

ہم لوگ ایک زمانے تک اس معمول پر رہے۔ لوگوں نے کہا کہ واللہ کیا اچھا ہوتا ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (اپنی جگہ سے) نہ اٹھاتے۔ میت کو آپؐ کے مکان کے پاس لے جاتے آپ کو کہلا بھیجتے اور آپ اپنے مکان ہی کے پاس نماز پڑھا دیتے یہ آپؐ کے لیے زیادہ سہل اور زیادہ آسان ہوتا۔ ہم نے یہی کیا۔

محمد بن عمرو نے کہا کہ اسی وجہ سے اس مقام کا نام موضع الجنائز رکھ دیا گیا کیونکہ جنازے وہاں لائے جاتے تھے۔ آج تک جنازوں کو وہاں لے جانے اور اسی مقام پر ان پر نماز پڑھنے کے بارے میں لوگوں کا یہی معمول جاری ہے۔

بادشاہوں کے نام مکاتیب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

دعوتِ اسلام اور مکاتیب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے متعدد طرق و اسناد سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذی الحجہ ۶ھ میں حدیبیہ سے واپس تشریف لائے تو قاصدوں کو سلاطین کے پاس دعوت اسلام دینے کے لیے بھیجا ان کے نام فرمان تحریر فرمائے۔

حضور علیہ السلام کی مہر مبارک:

عرض کی گئی یا رسول اللہ سلاطین کوئی تحریر نہیں پڑھتے تاوقتیکہ اس پر مہر نہ لگی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی روز ایک چاندی کی مہر بنوائی جس کا نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا اس پر تین سطر میں یہ نقش تھا: "محمد رسول اللہ" اسی سے آپؐ نے فرمانوں پر مہر لگائی ان قاصدوں میں سے چھ آدمی ایک ہی دن روانہ ہوئے یہ محرم ۷ھ کا واقعہ ہے۔ ان میں سے ہر شخص اس قوم کی زبان میں کلام کرسکتا تھا جن کے پاس آپؐ نے انہیں بھیجا تھا۔

قاصد نبوی شاہ نجاشی کے دربار میں:

سب سے پہلے قاصد جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے پاس بھیجا تھا عمرو بن امیہ الضمری تھے۔ آپؐ نے نجاشی کو دو فرمان تحریر فرمائے تھے ایک میں انہیں دعوت اسلام دی تھی اور قرآن کی آیات تحریر فرمائی تھیں۔ نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان لے لیا۔ آنکھوں سے لگایا بطور تواضع کے اپنے تخت سے زمین پر اتر آئے۔ پھر اسلام لائے کلمۂ شہادت ادا کیا اور کہا کہ اگر مجھے آپ

کی خدمت میں حاضری کی گنجائش ہوتی تو ضرور آپؐ کے پاس حاضر ہوتا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی فرمان برداری اور تصدیق اور اللہ رب العالمین کے لیے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر اسلام لانا لکھ دیا۔

دوسرے فرمان میں آپؐ نے یہ حکم دیا تھا کہ وہ ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان بن حرب کا نکاح آپؐ کے ساتھ کر دیں، جنہوں نے اپنے شوہر عبیداللہ بن جحش الاسدی کے ہمراہ ملک حبشہ کو ہجرت کی تھی ابن جحش حبشہ ہی میں نصرانی ہو گیا اور مر بھی گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمان میں یہ حکم دیا تھا کہ جو اصحاب وہاں ہیں انہیں آپؐ کے پاس بھیج دیں اور سوار کرا دیں۔

نجاشی نے ایسا ہی کیا۔ انہوں نے ام حبیبہ بنت ابی سفیان بن حرب کا نکاح آپؐ کے ساتھ کیا اور آپ کی جانب سے چار سو دینار مہر ادا کیا۔ مسلمانوں کے سفر کا اور جو چیزیں انہیں درکار ہوں سب کا سامان کر کے عمرو بن امیہ الضمری کے ہمراہ دو کشتیوں میں سوار کر دیا۔ ہاتھی دانت کا ایک ڈبہ منگا کے رسول اللہ ﷺ کے دونوں فرمان اس میں رکھ دیئے۔ اور کہا کہ اہل حبشہ بحالت خیر رہیں گے جب تک یہ دونوں فرمان ان کے درمیان ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا قیصر کے لئے پیغام:

اہل علم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے دحیہ بن خلیفہ الکلبی کو جو ان چھ میں سے ایک تھے قیصر کے پاس بھیجا کہ وہ اسے دعوتِ اسلام دیں آپ ﷺ نے ایک فرمان بھی تحریر فرمادیا اور انہیں یہ حکم دیا کہ اسے عظیم بصریٰ (یعنی والی) کو دیں کہ وہ اسے قیصر کو دے دے۔

عظیم بصریٰ نے اسے قیصر کو دے دیا جو اس زمانے میں حمص میں تھا۔ قیصر اس زمانہ میں ایک نذر میں جو اس پر واجب تھی پیادہ چل رہا تھا۔ نذر یہ تھی کہ اگر رومی فارس پر غالب آ گئے تو قسطنطنیہ سے ایلیاء (بیت المقدس) تک برہنہ پا جائے گا۔

اس نے فرمان کو پڑھا حمص کے ایک گرجا میں عظمائے روم کو حاضری کی اجازت دی اور کہا کہ اے گروہ روم کیا تمہیں فلاح و رشد کی، اپنی سلطنت کو اپنے لیے قائم رہنے کی اور جو کچھ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے فرمایا اس کی پیروی کی خواہش ہے؟ رومیوں نے کہا کہ اے بادشاہ وہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ ان نبی عربی (ﷺ) کی پیروی کرتے ہو؟ یہ سن کر وہ لوگ گورخر کی طرح بھڑک گئے۔ اونٹ کی طرح بلبلائے اور صلیب اٹھالی۔ ہرقل نے یہ حالت دیکھی تو وہ ان کے اسلام سے مایوس ہو گیا۔ اسے اپنی جان اور سلطنت کا اندیشہ ہوا۔ آخر انہیں تسکین دی کہ میں نے جو کچھ کہا وہ محض اس لیے تھا کہ امتحان لے کے یہ دیکھوں اپنے دین میں تمہاری پختگی کیسی ہے۔ میں نے تمہاری وہی کیفیت دیکھی جو میں چاہتا ہوں ان سب نے اسے سجدہ کیا۔

کسریٰ ایران کی طرف دعوت حق کا پیغام:

اہل علم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن حذافہ السہمی کو جو (مذکورۂ بالا) چھ میں سے ایک تھے کسریٰ کے پاس بھیجا کہ وہ اسے دعوت اسلام دیں۔ ایک فرمان بھی تحریر فرمادیا تھا۔

عبداللہ نے کہا کہ میں نے کسریٰ کو رسول اللہ ﷺ کا فرمان دے دیا جو اسے پڑھ کر سنایا گیا، اس نے اسے لے لیا اور چاک کر ڈالا۔ جب یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ اے اللہ اس کے ملک کو پارہ پارہ کر دے۔ کسریٰ نے

اپنے عامل یمن باذان کو لکھا کہ تم اپنے پاس سے دو بہادر آدمیوں کو اس شخص کے پاس جو حجاز میں ہے بھیجو کہ وہ دونوں میرے پاس اس کی خبر لائیں۔ باذان نے قہرمانہ اور ایک شخص کو بھیجا اور ایک خط بھی لکھ دیا۔ یہ دونوں مدینے آئے اور انہوں نے باذان کا خط نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔

کسریٰ فارس کا انجام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور دونوں کو دعوت اسلام دی۔ ان کی یہ کیفیت تھی کہ (آپؐ کے) رعب سے لرزہ براندام تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ آج تو تم دونوں میرے پاس سے جاؤ۔ کل پھر آنا تو میں اپنے ارادے سے تمہیں آگاہ کروں گا۔ دوسرے روز وہ دونوں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے' آپؐ نے فرمایا کہ تم دونوں اپنے صاحب (باذان) کو یہ خبر پہنچا دو کہ اسی شب کو جو شب سہ شنبہ ۱۰ر جمادی الاولیٰ ۷ھ تھی' سات بجے میرے رب نے اس کے رب (کسریٰ) کو قتل کر دیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مسلط کر دیا' جس نے اسے قتل کر دیا یہ دونوں شخص اس خبر کو لے کر باذان کے پاس واپس گئے تو باذان اور وہ سب مولد قبائل کہ یمن میں ''ابناء'' کہلاتے تھے اسلام لے آئے۔

مقوقس کو دعوتِ اسلام:

اہل علم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ اللخمی کو چھ قاصدوں میں سے ایک تھے مقوقس والی اسکندریہ کے پاس بھیجا جو قوم قبط کا سردار تھا اسے دعوتِ اسلام دیں اور ایک فرمان بھی تحریر فرمایا۔

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اسے پہنچا دیا۔ مقوقس نے وہ فرمان لے لیا اور اسے ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھ کے اس پر مہر لگا دی اور اسے اپنی کنیز کے سپرد کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا کہ مجھے معلوم ہے کہ ایک نبی باقی ہیں اور میں یہ خیال کرتا تھا کہ وہ ملک شام میں ظہور فرمائیں گے۔ میں نے آپؐ کے قاصد کا احترام کیا ہے اور آپؐ کے پاس دو کنیزیں بھیجی ہیں جن کا قوم قبط میں بڑا مرتبہ ہے۔ میں نے ہدیۃً آپ کو ایک چادر اور ایک مادہ خچر بھیجی ہے کہ آپؐ اس پر سوار ہوں مقوقس نے اس سے زیادہ کچھ نہ لکھا اور اسلام نہیں لایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہدیہ قبول فرما لیا اور دونوں کنیزیں بھی لے لیں جو ماریہ ام ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی بہن سیرین تھیں۔ مادہ خچر بھی لے لی جو سفید تھی اس زمانے میں عرب میں اس کے سوا کوئی اور (ایسی مادہ خچر) نہ تھی۔ اور یہی دلدل تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس خبیث نے اپنی سلطنت پر بخل کیا۔ حالانکہ اس کی سلطنت کو کوئی بقاء نہیں۔ حاطب نے کہا کہ وہ مہمان داری میں میرا اکرام کرتا تھا۔ میں نے صرف پانچ روز اس کے پاس قیام کیا۔

حارث بن ابی شمر کو پیغام:

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شجاع بن وہب الاسدی کو جو چھ میں سے ایک تھے حارث بن ابی شمر الغسانی کے پاس بھیجا کہ اسے دعوتِ اسلام دیں۔ ایک فرمان بھی تحریر فرما دیا۔ شجاع نے کہا کہ میں اس کے پاس گیا۔ وہ غوطہ دمشق میں قیصر کی مہمان داری و مدارات کی تیاری میں مشغول تھا جو حمص سے ایلیاء آنے والا تھا۔

میں دو یا تین روز تک اس کے دروازے پر مقیم رہا۔ اس کے دربان سے کہا کہ میں نبی رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہو کر اس کے پاس آیا ہوں۔ اس نے کہا کہ تم اس کے پاس نہیں پہنچ سکتے تاوقتیکہ فلاں فلاں تاریخیں گزر نہ جائیں۔ دربان رومی تھا۔ اس کا نام مری تھا مجھ سے رسول اللہ ﷺ کو دریافت کرنے لگا میں اس سے رسول اللہ ﷺ کے حالات اور آپ کی دعوت و تبلیغ کا تذکرہ کرتا تھا تو اس کا دل بھر آتا تھا یہاں تک کہ اس پر گریہ وزاری غالب آجاتی تھی۔ وہ کہتا تھا کہ میں نے انجیل پڑھی ہے میں بعینہٖ نبی (ﷺ) کا حال پاتا ہوں آپؐ پر ایمان لاتا ہوں اور آپ کی تصدیق کرتا ہوں' حارث سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دے گا' یہ دربان میرا اکرام کرتے اور اچھی طرح مہمان نوازی کرتے تھے۔

ایک روز حارث نکلا اور بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے سر پر تاج رکھا مجھے اپنے پاس آنے کی اجازت دی میں نے رسول اللہ ﷺ کا فرمان اسے دے دیا۔ اس نے اسے پڑھ کے پھینک دیا اور کہا کہ مجھ سے میری سلطنت کون چھین سکتا ہے۔ میں ان (آنحضرت ﷺ) کے پاس جانے والا ہوں خواہ وہ یمن میں ہوں۔ لوگوں کو بھیج کے میں ان کو اپنے پاس بلواؤں گا۔ وہ اسی طرح کی فرضی باتیں کرتا رہا پھر اٹھا اور گھوڑوں کے نعل لگانے کا حکم دیا۔ پھر مجھ سے کہا کہ جو کچھ تم دیکھتے ہو اپنے صاحب (آنحضرت ﷺ) سے بتا دینا۔

یہ واقعات جن کی ذیل میں اپنا ارادہ بھی واضح کر دیا تھا قیصر کو لکھ بھیجے۔ قیصر نے اسے لکھا کہ تو آنحضرت ﷺ کی جانب نہ جا آپ سے بے پرواہ رہ۔ اور ایلیاء میں میرے پاس پہنچ جا۔

جب اس کے پاس کا جواب آ گیا تو اس نے مجھے بلایا اور کہا کہ تم اپنے صاحب کے پاس روانہ ہونے کا کب ارادہ رکھتے ہو۔ میں نے کہا کہ کل۔ اس نے میرے لیے سو مثقال سونے کا حکم دیا۔ (ایک مثقال = ۴/۱/۲ ماشے) مری (دربان) نے بھی میرے ساتھ احسان کیا اور میرے لیے زادراہ اور لباس کا حکم دیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے میرا اسلام کہہ دینا۔

میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو خبر دی تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کی سلطنت برباد گئی۔ میں نے آپؐ سے مری کا سلام بھی کہہ دیا اور جو کچھ کہا تھا اس کی بھی خبر دے دی' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مری نے سچ کہا۔ (یعنی انجیل میں میرے تذکرے کا حوالہ صحیح ہے) حارث بن ابی شمر اس سال مرا جس سال مکہ معظمہ فتح ہوا ہے۔

فروہ بن عمرو کا قبولِ اسلام:

اہل علم نے کہا کہ فروہ بن عمرو الجذامی علاقہ بلقاء پر قیصر کے عامل تھے مگر رسول اللہ ﷺ نے انہیں کچھ نہیں تحریر فرمایا۔ فروہ خود ہی اسلام لائے۔ اپنے اسلام لانے کی عرضداشت رسول اللہ ﷺ کو لکھی۔ آپ کو ہدیہ بھیجا اور اپنے پاس سے اپنی قوم کے ایک قاصد کو جن کا نام مسعود بن سعد تھا روانہ کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کا خط پڑھا ہدیہ قبول فرمایا اور جواب تحریر فرما دیا۔ آپؐ نے مسعود کو ساڑھے بارہ اوقیہ جو پانچ سو درم تھے انعام دیا۔ اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سلیط بن عمرو العامری کو جو چھ قاصدوں میں سے ایک تھے ہوذہ بن علی الحنفی کے پاس بھیجا کہ اسے دعوتِ اسلام دیں۔ ایک فرمان بھی تحریر فرما دیا۔ وہ اس کے پاس گئے تو اس نے انہیں ٹھہرایا۔ ان کی

حفاظت کی نبی ﷺ کا فرمان پڑھا اور ایسا جواب دیا جو مرتبے سے کم تھا۔

نبی ﷺ کو لکھا کہ آپ جس چیز کی دعوت دیتے ہیں وہ نہایت خوب اور بہت اچھی ہے۔ میں اپنی قوم کا شاعر و خطیب ہوں عرب میرے مرتبے سے ڈرتے ہیں۔ لہٰذا کچھ امور میرے سپرد کر دیجیے تو میں آپ کی پیروی کر لوں۔ اس نے سلیط بن عمرو کو کچھ انعام اور ہجر کے بنے ہوئے کپڑوں کا لباس بھی دیا۔ وہ ان سب چیزوں کو نبی ﷺ کے پاس لائے اور جو کچھ اس نے کہا تھا اس کی خبر آپ کو دی۔

آپ نے اس کا خط پڑھا اور فرمایا کہ اگر وہ مجھ سے زمین کے پانی کا بہاؤ بھی مانگتا تو میں منظور نہ کرتا۔ وہ بھی برباد ہوا اور جو اس کے ہاتھوں میں ہے وہ بھی برباد گیا۔ جب آپ فتح مکہ سے واپس آئے تو آپ کے پاس جبرئیل آئے اور انہوں نے اطلاع دی کہ وہ مر گیا۔

بادشاہ عمان کو دین حق کی دعوت:

اہل علم نے کہا کہ ذی القعدہ ۸ھ میں رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بغرض دعوت اسلام جیفر و عبد فرزندان الجلندی کے پاس بھیجا۔ یہ دونوں قبیلۂ ازد کے تھے۔ دونوں میں بادشاہ جیفر تھے ان دونوں کے نام ایک فرمان بھی تحریر فرمادیا اور فرمان پر مہر بھی لگا دی۔ عمرو بن العاص نے کہا کہ جب میں عمان آیا تو عبد کے پاس جانے کا ارادہ کیا جو ان دونوں شخصوں میں زیادہ بردبار اور زیادہ نرم مزاج کے تھے۔

میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی جانب سے میں تمہارے اور تمہارے بھائی کے پاس قاصد ہو کر آیا ہوں۔ عبد نے کہا کہ میرے بھائی مجھ سے عمر و سلطنت میں بڑھے ہوئے ہیں۔ میں آپ کو ان کے پاس پہنچا دوں گا کہ وہ آپ کا لایا ہوا فرمان پڑھ لیں۔ میں چند روز تک ان کے دروازے پر ٹھہرا رہا۔ انہوں نے مجھ کو بلایا تو میں ان کے پاس گیا اور وہ مہر لگا ہوا فرمان دے دیا۔ انہوں نے اس کی مہر توڑی اور آخر تک پڑھ کے اپنے بھائی کو دے دیا۔ انہوں نے بھی انہیں کی طرح پڑھا۔ میں نے ان کے بھائی کو دیکھا کہ وہ ان سے زیادہ رقیق القلب تھے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے آج کی مہلت دیجیے اور کل میرے پاس آیئے۔ صبح ہوئی تو میں ان کے پاس گیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے مجھے جس امر کی دعوت دی ہے اس میں میں نے غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ جب میں اپنے مقبوضات کا ایک شخص کو مالک بنا دوں گا تو اس وقت میں تمام عرب سے زیادہ کمزور ہو جاؤں گا میں نے کہا کہ اچھا تو میں کل روانہ ہونے والا ہوں۔

جب انہیں میری روانگی کا یقین ہو گیا تو صبح کو بلا بھیجا' میں گیا تو انہوں نے اور ان کے بھائی نے اسلام قبول کر لیا۔ نبی ﷺ کی تصدیق کی اور مجھے زکوٰۃ لینے اور لوگوں میں حکومت کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔

جو میری مخالفت کرتا تھا اس کے خلاف دونوں میرے مددگار ہو گئے ان کے اغنیاء سے میں نے زکوٰۃ وصول کی اور ان کے فقراء میں تقسیم کر دی میں برابر انہیں لوگوں میں مقیم رہا یہاں تک ہمیں رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر پہنچ گئی۔

بحرین کے گورنر کے لئے پیغام نبوی ﷺ:

رسول اللہ ﷺ نے جعرانہ سے اپنی واپسی کے وقت علاء بن الحضرمی کو منذر بن ساوی العبدی کے پاس بھیجا جو بحرین میں تھے کہ وہ انہیں دعوت اسلام دیں۔ آپؐ نے ان کے نام ایک فرمان بھی تحریر فرما دیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے اسلام اور آنحضرت ﷺ کی تصدیق کی خبر لکھی کہ میں نے آپ کا فرمان اہل ہجر کو سنایا۔ ان میں سے بعض نے اسلام کو پسند کیا جو انہیں اچھا معلوم ہوا وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے بعض نے ناپسند کیا میرے ملک میں مجوس و یہود ہیں اس بارے میں مجھے آپؐ اپنے حکم سے از سر نو مطلع فرمایئے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجوس ہجر کو ایک فرمان تحریر فرما کر ان پر اسلام پیش کیا اور تحریر فرمایا کہ اگر وہ انکار کریں تو ان سے جزیہ لیا جائے۔ ان کی عورتوں سے نکاح نہ کیا جائے اور نہ ان کا ذبیحہ کھایا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے علاء کو اونٹ گائے بکری' پھل اور مال کے فرائض (زکوٰۃ) تحریر فرمائے علاء نے آپ کا فرمان لوگوں کو سنایا اور اسی کے مطابق زکوٰۃ وصول کی۔

مکتوبات نبوی کا انداز تحریر:

شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی قریش کی طرح (فرمان کے سرنامہ) پر ''باسمک اللّٰھم'' (یعنی اے اللہ تیرے نام سے شروع کرتا ہوں) تحریر فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ آپؐ پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وقال ارکبوا فیھا بسم اللّٰه مجریھا ومرسھا﴾ تو آپ ''بسم اللہ'' لکھنے لگے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿قل ادعوا اللّٰه او ادعوا الرحمٰن﴾ تو آپؐ ''بسم اللہ الرحمٰن'' لکھنے لگے جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿انه من سلیمان وانه بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم﴾ تو آپؐ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھنے لگے۔

مختلف قبائل کی جانب حضور علیہ السلام کے پیغامات اور مکتوبات:

شعبی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کل صبح کو تم سب کے سب میرے پاس آنا' آپ کا معمول یہ تھا کہ نماز فجر پڑھ چکتے تو مصلی ہی پر تھوڑی دیر تسبیح پڑھتے اور دعا کرتے۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ آپؐ نے ایک گروہ کو ایک جماعت کی طرف بھیجا اور ان سے فرمایا کہ خدا کے لیے اس کے بندوں میں نیکی و خیر خواہی کرنا۔ کیونکہ جس شخص کو لوگوں کے امور کا راعی (رعایا کا نگہبان) بنایا جائے' وہ ان کی خیر خواہی نہ کرے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے' جاؤ اور ایسا نہ کرنا جیسی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے قاصدوں نے کیا تھا کہ وہ قریب کے پاس خبر گیری کو آتے اور بعید کو چھوڑ دیتے تھے۔ پھر غفلت سے بیدار ہوئے۔

ان میں ہر شخص اس قوم کی زبان میں باتیں کر سکتا تھا جس کی طرف ان کو بھیجا جا رہا تھا۔ نبی ﷺ سے یہ بیان کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کے بندوں کے معاملات میں جو حقوق اللہ کے ان لوگوں پر واجب ہیں ان میں یہ سب سے بڑا حق ہے (کہ یہ ان کی زبان جانیں)۔

رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کو ایک فرمان تحریر فرمایا جس میں انہیں شرائع اسلام اور مواشی و مال کے بارے میں فرائض

زکوۃ کی خبر دی‘ اور وصیت فرمائی کہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم اور نامہ بروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے۔ اہل یمن کی جانب آپؐ کے پیامبر معاذ بن جبل و مالک بن مرارہ رضی اللہ عنہما تھے‘ آپ نے ان لوگوں کے ان کے قاصد کے اپنے پاس پہنچنے کی اور جو پیام اس نے ان کی جانب سے پہنچایا تھا اس کی بھی خبر دی۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کی ایک جماعت کو نام بنام تحریر فرمایا جن میں حارث بن عبد کلال و شریح بن عبد کلال ونعیم بن عبد کلال ونعمان قیل ذی یزن ومعافر وہمدان وزرعہ ذی رعین بھی تھے۔ یہ زرعہ قبیلۂ حمیر کے پہلے ہی گروہ میں اسلام لائے تھے۔

ایک فرمان تحریر فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ یہ لوگ صدقہ (زکوۃ) وجزیہ جمع کریں اور اسے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ و مالک بن مرارہ کے سپرد کر دیں۔ آپؐ نے ان لوگوں کو ان دونوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کا حکم دیا۔ مالک بن مرارہ اہل یمن کے قاصد تھے جو ان کے اسلام واطاعت کا پیام نبی ﷺ کے پاس لے گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو تحریر فرمایا کہ مالک بن مرارہ نے خبر پہنچا دی ہے اور انہوں نے غائبانہ حق کی حفاظت کی ہے۔ آپؐ نے کندہ کے بنی معاویہ کو بھی اسی طرح تحریر فرمایا تھا۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلۂ حمیر کے بنی عمرو کو بھی تحریر فرما کر اسلام کی دعوت دی تھی۔ خالد بن سعید بن العاص نے اس فرمان کو لکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جبلہ بن الایہم بادشاہ غسان کو بھی دعوتِ اسلام دی۔ وہ اسلام لایا اور اس نے اپنے اسلام کی خبر رسول اللہ ﷺ کو لکھ دی۔ آپ کو ہدیہ بھی بھیجا اور برابر مسلمان رہا۔ جب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو اتفاق سے دمشق کے ایک بازار میں قبیلۂ مزینہ کے ایک شخص کو کچل دیا۔ مزنی نے حملہ کر کے اسے تھپڑ مار دیا۔ اسے گرفتار کر کے ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔

لوگوں نے کہا کہ اس نے جبلہ کے تھپڑ مارا ہے ابوعبیدہ نے کہا کہ اسے چاہیے کہ وہ بھی اس کو تھپڑ مار دے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ قتل نہیں کیا جائے گا؟ تو ابوعبیدہ نے کہا کہ نہیں۔ کہا کہ اچھا تو اس کا ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے گا؟ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں۔ ہمیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے محض قصاص کا حکم دیا ہے۔

جب کہ تم لوگ یہ خیال کرتے ہو کہ میں اپنا چہرہ اس بھیڑ کے چہرے مشابہ بنانے والا ہوں جو جنگل سے آئی ہے‘ یہ بہت خراب دین ہے وہ مرتد ہو کر نصرانی ہو گیا اور اپنی قوم کو لے کر روم میں داخل ہو گیا۔ عمر رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا تو انہیں شاق گزرا‘ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے ابوالولید کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارا دوست جبلہ بن الایہم مرتد ہو کر نصرانی ہو گیا۔ انہوں نے کہا ”انا للہ و انا الیه راجعون“ کیوں مرتد ہو گیا۔ فرمایا کہ اسے قبیلۂ مزینہ کے ایک شخص نے تھپڑ مارا تھا۔ حسان نے کہا کہ تو وہ حق بجانب تھا عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور انہیں درے سے مارا۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جریر بن عبداللہ البجلی کو ذی الکلاع بن ناکور بن حبیب بن حسان بن تبع اور ذی عمرو کے پاس بھیجا کہ ان دونوں کو دعوت اسلام دیں۔ دونوں اسلام لائے۔ ذی الکلاع کی بیوی ضریبہ بنت ابرہہ بن الصباح بھی اسلام لائیں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو جریر انہیں لوگوں کے پاس تھے۔ ذوعمرو نے انہیں آپ کی وفات کی خبر دی تو جریر

مدینے روانہ ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے معدی کرب بن ابرہہ کو تحریر فرمایا کہ جس حالت حکومت میں وہ اسلام لائیں گے وہ انہیں کی رہے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے بنی الحارث بن کعب کے پادری‘ نجران کے پادریوں‘ کاہنوں ان کی پیروی کرنے والوں اوران کے درویشوں کوتحریر فرمایا کہ جو قلیل وکثیر اشیاء (منقولہ وغیرہ منقولہ) ان کے گرجاؤں اور نمازوں اور رہبانیت (درویشی) کی ان کے تحت ہیں اور جو اللہ اوراس کے رسول کے ہمسایہ ہیں وہ سب انہیں عیسائیوں کی رہیں گی (یعنی باوجود اسلام نہ لانے کے ان سے کچھ نہ لیا جائے گا) نہ کسی پادری کواس کے منصب سے بدلا جائے گا۔ نہ کسی راہب کواس کی رہبانیت سے‘ نہ کسی کاہن کواس کی کہانت سے‘ نہ ان کے حقوق میں کوئی تغیر کیا جائے گا اور نہ ان کی سلطنت میں یا اس چیز میں جس پر وہ تھے۔ جب تک وہ خیر خواہی کریں گے اور جو حقوق ان پر واجب ہیں ان کی اصلاح کریں گے تو نہ ان پر کسی ظلم کا بار پڑے گا اور نہ وہ خود ظلم کریں گے۔ یہ فرمان مغیرہ نے لکھا تھا۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ربیعہ بن ذی مرحب الحضرمی اوران کے بھائیوں اور چچاؤں کوتحریر فرمایا کہ ان لوگوں کے مال۔ عطایا۔ غلام آبگیر اور کنویں۔ درخت۔ دیہات کے کنویں۔ چھوٹی نہریں۔ جڑی بوٹیاں۔ صحرائی نالے جو حضر موت میں ہیں اور ذی مرحب کے خاندان کا ہر مال انہیں لوگوں کے لیے ہے۔ ہر وہ رہن جوان کے ملک میں ہے اس کا ثمرہ اوراس کی شاخیں سب اسی رہن میں شمار کی جائیں گی جس میں وہ ہوں گی۔ جو خیر و برکت ان کے پھلوں میں ہوگی اس کو کوئی بھی نہ پوچھے گا اور اللہ اوراس کا رسولؐ دونوں اس سے بری ہیں۔ خاندان ذی مرحب کی مدد مسلمانوں کی جماعت پر واجب ہے ان لوگوں کا ملک ظلم سے بری ہے ان کے جان و مال اور بادشاہ کے باغ کی وہ آبپاشی والی نہر جو خاندان قیس تک بہتی ہے وہ بھی انہیں کی رہے گی۔ اللہ و رسولؐ اس پر مددگار ہیں۔ اس فرمان کو معاویہؓ نے لکھا تھا۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تحریر فرمایا کہ قبیلہ لخم میں سے جو اسلام لائے گا‘ نماز قائم کرے گا۔ زکوۃ دے گا اللہ اور رسول ﷺ کا حصہ دے گا۔ مشرکین کو ترک کر دے گا‘ تو وہ اللہ و محمد (ﷺ) کی پناہ ذمہ داری میں بے خوف ہے۔ جو شخص اپنے سے پھر جائے گا تو اللہ اوراس کے رسول محمد (ﷺ) اس سے بری الذمہ ہیں۔ جس شخص کے اسلام کی کوئی مسلمان شہادت دے تو وہ بھی محمد (ﷺ) کی پناہ و ذمہ داری میں ہے اور وہ مسلمانوں میں ہے۔ اس فرمان کو عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خالد بن ضماد الازدی کوتحریر فرمایا کہ وہ اپنی جس زمینداری کی حالت میں اسلام لائے وہ زمینداری انہیں کی رہے گی بشرطیکہ وہ اس اللہ پر ایمان لائیں جس کا کوئی شریک نہیں اور یہ شہادت دیں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اوراس کے رسول ہیں۔ نماز کو قائم کریں۔ زکوۃ دیں۔ رمضان کے روزے رکھیں۔ بیت اللہ کا حج کریں۔ کسی بدعتی کو پناہ نہ دیں۔ نہ اسلام کی حقانیت میں شک کریں۔ اللہ اوراس کے رسول کی خیر خواہی کریں۔ اللہ کے دوستوں کو دوست اور اللہ کے دشمنوں سے بغض رکھیں۔ محمد نبی (ﷺ) پر یہ لازم ہے کہ اپنی جانب سے ان کی ویسی ہی حمایت و حفاظت کریں جیسی کہ اپنی جان و مال و اہل عیال کی کرتے ہیں۔ خالد الازدی کے لیے اللہ و محمد نبی (ﷺ) کی ذمہ داری ہے بشرطیکہ خالد اس عہد کو پورا کریں۔ اس فرمان کو ابی (بن کعب) نے لکھا تھا۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب عمرو بن حزم کو یمن بھیجا تو انہیں ایک عہد نامہ تحریر فرما دیا جس میں آپؐ نے
شرائع و فرائض وحدود اسلام کی تعلیم دی تھی۔ اس عہد کو اُبی نے لکھا تھا۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نعیم بن اوس برادر تمیم داری کے لیے تحریر فرمایا کہ ملک شام کا موضع حبری وعینون
کل کا کل یعنی اس کی زمین اس کے پہاڑ اس کا پانی اس کی کھیتی۔ اس کے کنوؤں کا پانی۔ اس کے گائے بیل سب ان کے اور ان کے
بعد ان کے پس ماندوں کے لیے ہیں۔ اس میں کوئی ان سے جھگڑا نہ کرے اور نہ اس میں ان لوگوں پر ظلم کر کے داخل ہو۔ جو ان پر ظلم
کرے گا یا ان سے کچھ لے گا تو اس پر اللہ اور تمام ملائکہ اور لوگوں کی لعنت ہے۔ اس کو علی رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حصین بن اوس الاسلمی کے لیے تحریر فرمایا کہ آپؐ نے انہیں فرغین وذات
اعشاش عطا فرما دیا ہے۔ اس میں ان سے کوئی جھگڑا نہ کرے۔ اس کو علی رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی قرہ بن عبداللہ ابن ابی نجیح النبہانیین کے لیے تحریر فرمایا کہ آپؐ نے انہیں پورا
لمظلہ۔ اس کی زمین۔ اس کا پانی۔ اس کے پہاڑ اور اس کی غیر کوہی زمین عطا فرمائی۔ یہ سب بطور شرکت ان کے لیے ہے جس میں وہ
اپنے مواشی چرائیں گے۔ اس کو معاویہ رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی الحارث بن کعب کے بنی الضباب کے لیے تحریر فرمایا کہ ساریہ اور اس کا بلند
حصہ ان لوگوں کے لیے ہے۔ اس میں کوئی ان سے جھگڑا نہ کرے۔ جب تک یہ لوگ نماز کو قائم رکھیں۔ زکوٰۃ دیں۔ اللہ اور اس کے
رسول کی اطاعت کریں۔ اور مشرکین سے بے تعلق رہیں۔ اس کو مغیرہ رضی اللہ عنہ نے لکھا۔ اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یزید
بن طفیل الحارثی کے لیے تحریر فرمایا کہ پورا المضہ ان کے لیے ہے۔ اس میں کوئی ان سے جھگڑا نہ کرے۔ جب تک کہ یہ نماز قائم رکھیں،
زکوٰۃ دیں اور مشرکین سے جہاد کریں۔ جہیم بن الصلت نے اس کو لکھا۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی الحارث بنی قنان بن ثعلبہ کے لیے تحریر فرمایا کہ مجس ان لوگوں کے لیے
ہے۔ یہ لوگ اپنے جان و مال کے متعلق اہل اسلام کی طرف سے امن میں ہیں۔ اس کو مغیرہؓ نے لکھا۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبد یغوث بن وعلہ الحارثی کے لیے تحریر فرمایا کہ وہ جس زمین کی زمینداری رکھتے
ہوئے اسلام لائے وہ زمین اور اس کی اشیا و نخلستان ان کے اور ان کی قوم کے ان لوگوں کے لیے ہیں جو ان کی پیروی کریں جب تک
کہ وہ نماز کو قائم رکھیں۔ زکوٰۃ دیتے رہیں۔ جہاد کے مال غنیمت میں خمس ادا کرتے رہیں۔ ان پر عشر (یعنی زمینداری کی پیداوار کا
دسواں حصہ) بھی نہیں ہے اور نہ اپنی زمینداری سے بے دخل کیے جائیں۔ بقلم ارقم بن ابی الارقم المخزومی۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی زیاد بن الحارث الحارثین کے لیے تحریر فرمایا کہ جمّاء واذنبکان لوگوں کا
ہے۔ ان لوگوں کو امن ہے جب تک یہ نماز کو قائم رکھیں، زکوٰۃ ادا کرتے رہیں اور مشرکین سے جہاد کرتے رہیں۔ بقلم علی رضی اللہ عنہ۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یزید بن محجل الحارثی کے لیے تحریر فرمایا کہ غمرہ اور اس کی آبپاشی کے راستے اور اس
کے جنگل میں سے وادی الرحمٰن انہیں لوگوں کی ہے یہ (یزید) اور ان کے پسماندہ اپنی قوم بنی مالک پر سردار ہیں نہ ان لوگوں سے جنگ کی

جائے گی اور نہ ان کا اخراج کیا جائے گا۔ بقلم مغیرہ بن شعبہؓ۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذوالغصہ قیس بن الحصین کے لیے ان کے والد کی اولاد بنی الحارث اور بنی نہد کو امن دینے کے لیے تحریر فرمایا کہ ان لوگوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری ہے' نہ تو ان کا اخراج کیا جائے۔ نہ ان سے عشر لیا جائے۔ جب تک یہ لوگ نماز کو قائم رکھیں۔ زکوٰۃ دیتے رہیں۔ مشرکین سے جدائی رکھیں اور اپنے اسلام کی شہادت دیتے رہیں۔ ان کے مال میں مسلمانوں کا بھی حق ہے۔ بنی نہد بنی الحارث کے حلیف تھے۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی قنان بن یزید الحارثین کے لیے تحریر فرمایا کہ مذود اور اس کے ذرائع آبپاشی ان لوگوں کے ہیں جب تک یہ لوگ نماز کو قائم رکھیں۔ زکوٰۃ دیتے رہیں۔ مشرکین سے جدائی رکھیں۔ راستے کو مامون رکھیں اور اپنے اسلام کی گواہی دیتے رہیں۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عاصم بن الحارث الحارثی کے لیے تحریر فرمایا کہ راکس کے پودے اور درخت ان کے ہیں۔ ان میں کوئی ان سے مزاحمت نہ کرے۔ بقلم ارقم۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی معاویہ بن جرول الطائیین کے لیے تحریر فرمایا کہ ان میں سے جو اسلام لائے۔ نماز کو قائم رکھے۔ زکوٰۃ ادا کرے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے۔ اموال غنیمت میں سے اللہ کا خمس اور نبی ﷺ کا حصہ دے مشرکین سے جدا رہے اور اپنے اسلام کی گواہی دے تو وہ اللہ ورسول ﷺ کے امان میں بے خوف ہے۔ اسلام لانے کے وقت جو کچھ ان کا تھا سب انہیں کا ہے۔ اور بھیڑ چرتے چرتے رات کو جہاں تک پہنچے (وہ جگہ بھی انہیں کی ہے) بقلم زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عامر بن الاسود بن عامر ابن جوین الطائی کے لیے تحریر فرمایا کہ ان کی اور ان کی قوم کی بستیاں اور کنوئیں' ان کے اور ان کی قوم طے کے ہیں جب تک یہ نماز کو قائم رکھیں۔ زکوٰۃ دیں اور مشرکین سے جدا رہیں بقلم مغیرہ رضی اللہ عنہ۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی جوین الطائیین کے لیے تحریر فرمایا کہ ان میں سے جو اللہ پر ایمان لائے۔ نماز قائم کرے۔ زکوٰۃ دے۔ مشرکین سے جدا رہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے۔ مال غنیمت میں سے اللہ کا خمس اور رسول اللہ ﷺ کا حصہ دے اور اپنے اسلام پر گواہی دے تو اس کے لیے اللہ اور محمد بن عبداللہ (ﷺ) کی امان ہے۔ ان کی زمین۔ ان کے کنوئیں اور وہ اشیاء جن پر اسلام لانے کے وقت یہ قابض ومتصرف جائز تھے اور بھیڑ صبح سے شام تک چرتے چرتے جہاں تک پہنچے وہ سب انہیں لوگوں کا ہے۔ بقلم مغیرہ رضی اللہ عنہ۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی معین الطائیین کے لیے تحریر فرمایا کہ ان کی وہ بستیاں اور کنوئیں کہ اسلام لانے کے وقت ان کی ملک تھے اور بھیڑ کے صبح سے شام تک چرنے کی جگہ ان لوگوں کی ہے جب تک یہ لوگ نماز کو قائم رکھیں زکوٰۃ دیں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں۔ مشرکین سے جدا رہیں۔ اپنے اسلام پر گواہی دیں اور راستے کو مامون رکھیں۔ گواہ شد

بقلم خود۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تحریر فرمایا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ منجانب محمد نبی ﷺ بنام اسد۔ سلام علیکم' میں تمہارے آگے اسی اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد! قبیلہ طے کے کنوؤں اور ان کی زمین کے ہرگز تم قریب نہ جاؤ (یعنی اس پر تصرف مالکانہ نہ کرو) کیونکہ تمہارے لیے ان کے کنویں حلال نہیں۔ ان کی زمین میں ہرگز کوئی داخل نہ ہو سوائے اس کے جس کو وہ خود داخل کریں۔ جو شخص محمد (ﷺ) کی نافرمانی کرے گا تو آنحضرت ﷺ اس سے بری الذمہ ہیں۔ قضاعی بن عمرو کو (جو بنی عذرہ میں سے تھے اور ان لوگوں پر عامل بنائے گئے تھے اس کا) انتظام کرنا چاہیے۔ بقلم خالد بن سعید۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنادہ الازدی اور ان کی قوم اور ان کی پیروی کرنے والوں کے لیے ایک فرمان تحریر فرمایا کہ جب تک یہ لوگ نماز کو قائم رکھیں۔ زکوٰۃ ادا کرتے رہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں۔ مال غنیمت میں سے اللہ کا خمس اور نبی ﷺ کا حصہ ادا کرتے رہیں اور مشرکین سے جدا رہیں تو ان کے لیے اللہ اور محمد بن عبداللہ (ﷺ) کی ذمہ داری ہے۔ بقلم اُبی۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سعد ہذیم کو جو قضاعہ میں سے تھے اور حذام کو ایک ہی فرمان تحریر فرمایا جس میں آپؐ نے ان لوگوں کو زکوٰۃ وصدقہ کے فرائض کی تعلیم فرمائی اور حکم دیا کہ یہ لوگ صدقہ وخمس آنحضرت ﷺ کے قاصدین ابی وعنبسہ یا جس کو یہ دونوں بھیجیں اس کو دے دیا کریں۔ راوی نے کہا کہ ہمیں ان دونوں (ابی وعنبسہ) کا نسب نہیں بتایا گیا۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی زرعہ وبنی الربعہ کے لیے جو قبیلۂ جہینہ سے تھے تحریر فرمایا کہ ان لوگوں کو ان کے جان ومال میں امن ہے۔ جو شخص ان پر ظلم کرے یا ان سے جنگ کرے اس کے خلاف ان کی مدد کی جائے گی سوائے اس کے کہ وہ ظلم وجنگ' دین یا اہل وعیال کے بارے میں ہو (یعنی خود ان کی بے دینی پر یا کسی کے اہل وعیال پر ان کے ظلم سے جو جنگ یا ظلم کیا جائے گا تو اس میں ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ ان کے دیہاتیوں میں سے جو نیکوکار اور پرہیز گار ہوگا اس کے وہی حقوق ہوں گے جو ان کے شہریوں کے ہیں۔ واللہ المستعان۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلۂ بلی کے بنی جعیل کے لیے تحریر فرمایا کہ یہ لوگ قریش کے پھر بنی عبد مناف کے ایک گروہ ہیں۔ ان کے ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان لوگوں کے ہیں۔ ان لوگوں پر وہی ذمہ داری ہے جیسی ان لوگوں پر ہے۔ ان کا نہ تو اخراج کیا جائے گا اور نہ ان سے خراج لیا جائے گا۔ اسلام لانے کے وقت جس مال ومتاع کے وہ مالک تھے وہ انہیں کا ہے نصر وسعد بن بکر وثمالہ وہذیل کے صدقات انہیں لوگوں کے لیے ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے اسی پر عاصم بن ابی صیفی وعمرو بن ابی صیفی واعجم بن سفیان وعلی بن سعد نے بیعت کی اور اس پر عباس بن عبدالمطلب وعلی بن ابی طالب وعثمان بن عفان وابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہم گواہ بنے۔ اور اس پر آپؐ نے اس وجہ سے بنی عبد مناف میں سے گواہ بنائے کہ یہ لوگ بنی عبد مناف کے حلیف تھے۔ اخراج نہ کیے جانے کا مطلب یہ تھا کہ یہ زکوٰۃ میں ایک منزل سے دوسری منزل تک نہ نکالے جائیں گے۔ عشر نہ لیے جانے کا یہ مدعا تھا کہ وہ سال میں صرف ایک مرتبہ لیا جائے گا' زیادہ نہ لیا

جائے گا۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خزاعہ کے قبیلۂ اسلم کے لیے تحریر فرمایا کہ ان میں سے جو ایمان لائے نماز کو قائم کرے۔ زکوٰۃ ادا کرے۔ اللہ کے دین میں خلوص اختیار کرے۔ ان لوگوں کی اس شخص کے خلاف مدد کی جائے گی جو ان پر ظلم ڈھائے۔ اور جب نبی ﷺ ان کو بلائیں تو ان پر نبی ﷺ کی مدد واجب ہوگی۔ ان کے دیہاتیوں کے بھی وہی حقوق ہیں جو ان کے شہریوں کے ہیں۔ یہ جہاں چاہیں ہجرت کر سکتے ہیں۔ گواہ شد علاء بن الحضرمی بقلم خود۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عوسجہ بن حرملہ الجہنی کے لیے تحریر فرمایا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ رسول اللہ ﷺ نے عوسجہ بن حرملہ کو جو (مقام) ذی المروہ عطا فرمایا۔ یہ اس کی دستاویز ہے۔ آپ نے انہیں مابین بلکثہ سے مصنعہ جفلات جد جبل قبلہ تک دے دیا ہے۔ اس میں کوئی ان سے مزاحمت نہ کرے جو ان سے مزاحمت کرے گا ناحق پر ہوگا حق عوسجہ ہی کا ہوگا۔ گواہ شد۔ عقبہ بقلم خود۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلۂ جہینہ کے بنی شخ کے لیے تحریر فرمایا کہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم''۔ یہ دستاویز ہے جو محمد نبی ﷺ نے قبیلۂ جہینہ کے بنی شخ کو عطا فرمائی۔ آپ نے انہیں صفینہ کی وہ زمین عطا فرمائی جس پر ان لوگوں نے خط لگالیا اور کھیتی کی جو ان سے مزاحمت کرے گا تو اس کا کوئی حق نہ ہوگا اور ان کا دعویٰ سچا ہوگا۔ گواہ شد علاء بن عقبہ بقلم خود۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی الجرمز بن ربیعہ کے لیے جو قبیلۂ جہینہ سے تھے تحریر فرمایا کہ ان لوگوں کو ان کی بستیوں میں امن ہے یہ لوگ بحالت قبول اسلام جو دولت و مال رکھتے تھے وہ سب انہیں کا ہے۔ بقلم مغیرہ۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن معبد الجہنی و بنی الحرقہ کے لیے جو جہینہ میں سے تھے اور بنی الجرمز کے لیے تحریر فرمایا کہ ان میں سے جو اسلام لائے۔ نماز قائم کرے' زکوٰۃ دے' اللہ و رسول کی اطاعت کرے۔ مال غنیمت میں سے خمس اور نبی ﷺ کا منتخب حصہ ادا کرے۔ اپنے اسلام پر گواہی دے' اور مشرکین سے جدا رہے تو وہ اللہ و رسول کی امان میں ہے۔ مسلمان میں سے جس کا کوئی قرض (ان لوگوں میں سے کسی پر) واجب الادا ہوگا تو اس کو صرف اصل رقم دلائی جائے گی۔ رہن کا سود باطل ہوگا۔ پھلوں کی زکوٰۃ دسواں حصہ ہوگی۔ جو شخص ان لوگوں میں شامل ہوگا اس کے حقوق بھی انہیں کی طرح ہوں گے۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بلال بن الحارث المزنی کے لیے تحریر فرمایا کہ النخل اور جزعہ اور اس کا جزو ذوالمزارع اور النحل انہیں کا ہے۔ اور وہ آلہ جو زراعت کے لیے مفید و ضروری ہو وہ بھی ان کا ہے۔ المضہ اور جزع اور غیلہ بھی ان کا ہے بشرطیکہ وہ صادق (ثابت قدم) رہیں۔ بقلم معاویہ رضی اللہ عنہ۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدیل و بسر و سردات فرزندان عمرو کے نام تحریر فرمایا کہ امابعد' میں نے نہ تو تمہارے مال میں کوئی جرمانہ کیا ہے اور نہ تمہارے حق میں کوئی کمی کی ہے۔ اہل تہامہ میرے نزدیک سب سے زیادہ قابل اکرام اور باعتبار رشتے کے سب سے زیادہ مجھ سے قریب تم لوگ اور مطیبین کے وہ لوگ ہیں جو تمہارے تابع ہیں۔ میں نے تمہارے مہاجر کے لیے وہی اختیار کیا ہے جو خود اپنے لیے اختیار کیا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے ملک کو ہجرت کرے۔ سوائے ساکن مکہ کے (کہ اس کے احکام

جدا ہیں) اور سوائے عمرہ کرنے والے کے کہ اس کے احکام جدا ہیں' اور سوائے عمرہ کرنے یا حج کرنے والے کے کہ اس کے احکام بھی (عام سفر ہجرت کے سے نہیں ہیں) کیونکہ میں نے جب سے صلح کی تم سے جنگ نہیں کی۔ تم لوگوں کو میری جانب سے خائف نہ ہونا چاہیے کہ تم لوگوں کا محاصرہ کیا جائے گا۔ علقمہ بن علاثہ اور ہوذہ کے دو بیٹے اسلام لائے۔ دونوں نے ہجرت کی اور اس شرط پر بیعت کی جس پر قبیلۂ عکرمہ کے ان لوگوں نے کی ہے جو ان کے تابع ہیں۔ حلال و حرام میں ہم لوگ یکساں ہیں۔ بخدا میں تم سے غلط نہیں کہتا۔ ضرور ضرور تمہارا رب تم سے محبت کرے گا۔

راوی نے کہا کہ اس فرمان میں آپؐ نے سلام نہیں تحریر فرمایا اس لیے کہ یہ آپؐ نے سلام کا حکم نازل ہونے سے پہلے تحریر فرمایا تھا۔ علقمہ بن علاثہ یہی علقمہ بن علاثہ بن عوف بن الاحوص بن جعفر بن کلاب ہیں۔ فرزندان ہوذہ العداء و عمرو فرزندان خالد بن ہوذہ ہیں جو بنی عمرو بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ میں سے ہیں قبیلۂ عکرمہ میں سے ان کے تابع عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن غیلان ہیں۔ مطیبین بنی ہاشم و بنی زہرہ و بنی الحارث بن فہر و تیم بن مرہ و اسد بن عبد العزیٰ ہیں۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے العداء بن خالد بن ہوذہ کے اور عامر بن عکرمہ کے خاندان میں سے جو لوگ ان کے پیرو تھے ان کے نام تحریر فرمایا کہ آپؐ نے انہیں المصباعہ کے درمیان سے الزج و لوابۃ نخرار تک عطا فرما دیا۔ بقلم خالد بن سعید۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کذاب لعنۃ اللہ علیہ کے نام تحریر فرمایا اور اسے دعوت اسلام دی اس فرمان کو عمرو بن اُمیہ الضمری کے ہمراہ بھیجا۔ مسیلمہ نے فرمان کے جواب میں لکھا کہ وہ بھی آپؐ ہی کی طرح نبی ہے۔ آپؐ سے یہ درخواست کی کہ ملک کو باہم تقسیم کرلیں۔ یہ بھی ذکر کیا کہ قریش وہ قوم ہے جو انصاف نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر لعنت کرو۔ اس پر خدا لعنت کرے۔ اور اس کے نام تحریر فرمایا کہ مجھے تیرا جھوٹا اور اللہ پر بہتان سے بھرا ہوا خط ملا: "وان الارض للّٰہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین۔ والسلام علی من اتبع الھدی"۔ (ملک تو اللہ ہی کا ہے جس کو وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور انجام کار (بھلائی) پرہیز گاروں ہی کے لیے ہے۔ اور اس پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے)۔ اس کو آپؐ نے السائب بن العوام برادر زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ روانہ فرمایا۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمہ بن مالک بن ابی عامر السلمی کے لیے جو بنی حارثہ میں سے تھے کہ آپؐ نے انہیں مدفوا عطا فرما دیا۔ اس میں کوئی ان سے مزاحمت نہ کرے۔ جو ان سے مزاحمت کرے گا تو اس کا کوئی حق نہ ہوگا۔ حق انہیں کا ہوگا۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن مرداس السلمی کے لیے تحریر فرمایا کہ آپؐ نے مدفوا انہیں عطا فرما دیا۔ لہٰذا جو ان سے مزاحمت کرے گا اس کا کوئی حق نہ ہوگا۔ گواہ شد الصاء بن عقبہ بقلم خود۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوذہ بن نبیشہ السلمی کے لیے جو بنی عصیہ میں سے تھے تحریر فرمایا کہ آپؐ نے انہیں جو کچھ الجفر میں ہے سب عطا فرما دیا۔ اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الاجب کے لیے جو بنی سلیم کے ایک فرد تھے تحریر فرمایا کہ آپؐ نے انہیں فالس عطا فرما دیا۔ بقلم الارقم۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے راشد بن عبدالسلمی کے لیے تحریر فرمایا کہ آپ نے انہیں رہاط میں سے اتنی زمین دی جتنی دور دو مرتبہ تیر جا سکے اور ایک مرتبہ پتھر جا سکے۔ اس میں ان کا کوئی مزاحم نہ ہو۔ جو ان سے مزاحمت کرے گا تو اس کا کوئی حق نہ ہوگا۔ حق انہیں کا ہوگا۔ بقلم خالد بن سعید رضی اللہ عنہ۔

رسول اللہ ﷺ نے حرام بن عبد کے لیے جو بنی سلیم میں سے تھے تحریر فرمایا کہ آپ نے انہیں اذاما اور شواق کا وہ حصہ جو ان کا ہے عطا فرما دیا۔ نہ کسی کو ان لوگوں پر ظلم کرنا روا ہے اور نہ یہ لوگ کسی پر ظلم کریں۔ بقلم خالد بن سعید۔ رسول اللہ ﷺ نے تحریر فرمایا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' یہ وہ حلفی معاہدہ ہے جو نعیم بن مسعود بن رخیلہ الاشجعی نے کیا ہے۔ انہوں نے مدد و خیر خواہی پر اس وقت تک کے لیے حلفی معاہدہ کیا ہے جب تک کوہِ احد اپنے مقام پر رہے اور سمندر ایک بال کو بھی تر کر سکے''۔ بقلم علی رضی اللہ عنہ۔

رسول اللہ ﷺ نے تحریر فرمایا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' یہ محمد رسول اللہ (ﷺ) کی جانب سے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے نام میں نے انہیں شواق کا بلند و پست حصہ عطا کر دیا۔ اس میں کوئی ان سے مزاحمت نہ کرے۔ بقلم علی رضی اللہ عنہ۔ رسول اللہ ﷺ نے حصین بن نضلہ الاسدی کے لیے تحریر فرمایا کہ ارام و کسہ ان کے لیے ہے۔ اس میں کوئی ان سے مزاحمت نہ کرے۔ بقلم مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔

رسول اللہ ﷺ نے بنی غفار کے لیے تحریر فرمایا کہ یہ لوگ مسلمان ہیں۔ ان کے وہی حقوق ہیں جو مسلمانوں کے ہیں۔ ان پر وہی واجب ہے جو مسلمانوں پر واجب ہے۔ نبی (ﷺ) نے ان کے جان و مال پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ذمہ دار بنایا ہے۔ اس شخص کے خلاف ان کے مدد کی جائے گی جو ان کے ساتھ ظلم کی ابتدا کرے گا۔ نبی ﷺ جب انہیں اپنی مدد کے لیے بلائیں گے تو یہ آپ کا حکم مانیں گے اور ان پر آپ کی مدد واجب ہوگی سوائے اس کے کہ جو (ان میں سے آپ سے) دینی جنگ کرے (یعنی مرتد ہو جائے تو اس پر اس معاہدے کی پابندی نہ ہوگی۔ یہ معاہدہ اس وقت تک نافذ رہے گا) جب تک سمندر ایک بال بھی تر کر سکے سوائے گناہ کے اس فرمان میں اور کوئی حائل نہ ہوگا'' (یعنی جو اس پر عمل کرنے سے روکے گا وہ گنہگار ہوگا)۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی ضمرہ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کے لیے تحریر فرمایا کہ ان لوگوں کو ان کے جان و مال کا امن ہے۔ اس کے خلاف ان کی مدد کی جائے گی جو ان پر ظلم سے حملہ کرے۔ ان پر نبی ﷺ کی مدد واجب ہوگی جب تک تمام سمندر ایک بال بھی تر کر سکے۔ سوائے اس کے کہ یہ لوگ دین الٰہی میں جنگ کریں جب نبی ﷺ ان کو بلائیں گے تو یہ آپ کا حکم قبول کریں گے۔ اس پر ان لوگوں کا اللہ و رسول ذمہ دار ہے۔ ان میں سے جو نیکوکار و متقی ہوگا اس کی بھی مدد کی جائے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے ہلال والی بحرین کو تحریر فرمایا کہ تم صلح جو ہو اس لیے میں تم سے اسی اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کا کوئی شریک ہے۔ میں تمہیں خدائے واحد کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ' اطاعت کرو اور جماعت (نبی) میں داخل ہو جاؤ۔ کیونکہ یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ والسلام علی من اتبع الھدی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسبخت بن عبداللہ والیٔ ہجر کو تحریر فرمایا کہ اقرع تمہارا خط اور تمہاری قوم کے لیے تمہاری سفارش میرے پاس لائے۔ میں نے تمہاری سفارش کو قبول کر لیا اور تمہاری قوم کے بارے میں تمہارے قاصد کی میں نے تصدیق کی۔ تم نے مجھ سے جو مانگا اور اپنی جس پسندیدہ چیز کی مجھ

سے درخواست کی اس کے بارے میں تم کو خوش خبری ہو۔ لیکن میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اسے بتا دوں۔ اور تم مجھ سے ملو۔ اگر تم
ہمارے پاس آؤ گے تو ہم تمہارا اکرام کریں گے اور اگر بیٹھو گے تو تمہارا اکرام کریں گے۔ میں کسی سے ہدیہ طلب نہیں کرتا۔ اگر تم مجھے
ہدیہ بھیجو گے تو میں تمہارا ہدیہ قبول کروں گا۔ میرے عمال نے مجھ سے تمہارے مرتبے کی تعریف کی ہے۔ تم جس حالت پر ہو میں تمہیں
اس سے بہتر کی وصیت کرتا ہوں یعنی نماز و زکوٰۃ اور مومنین کی مہمان نوازی۔ میں نے تمہاری قوم کا نام بنی عبداللہ رکھا ہے۔ لہٰذا انہیں
بھی نماز اور سب سے بہتر عمل کا حکم دو۔ اور تمہیں خوشخبری ہو تم پر اور تمہاری قوم کے مومنین پر سلام۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ہجر کے نام تحریر فرمایا: اما بعد، میں تم لوگوں کو اللہ کے اور خود تمہارے لیے وصیت کرتا ہوں کہ
ہدایت دیئے جانے کے بعد گمراہ نہ ہونا اور راہ راست بتا دیئے جانے کے بعد کجی نہ اختیار کرنا۔ میرے پاس تمہارا وفد آیا ہے۔ میں
نے ان کے ساتھ وہی برتاؤ کیا ہے جس سے وہ خوش ہوئے۔ اگر میں تمہارے بارے میں اپنی پوری کوشش صرف کرتا تو تم لوگوں کو
ہجر سے نکال دیتا۔ مگر میں نے تمہارے غائب کی سفارش قبول کی اور تمہارے حاضر پر احسان کیا۔ لہٰذا اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو تم پر
ہے۔ جو کچھ تم لوگوں نے کیا ہے میرے پاس اس کی خبر آ گئی ہے۔ تم میں سے جو نیکی کرے گا اس پر میں بدکار کا گناہ عائد نہیں کروں
گا۔ جب تمہارے پاس میرے حکام آئیں تو تم اللہ کے کام پر اور اس کی راہ میں ان کی اطاعت و مدد کرنا۔ تم میں سے جو کوئی نیکی
کرے گا تو وہ نیکی نہ خدا کے یہاں کبھی فراموش ہوگی نہ میرے یہاں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر بن ساوی کے نام تحریر فرمایا: اما بعد میرے قاصدوں نے تمہاری تعریف کی ہے تم جب تک نیکی
کرو گے میں بھی تمہارے ساتھ نیکی کروں گا اور تمہارے کام پر تم کو اجر دوں گا۔ تم اللہ اور اس کے رسول کی خیر خواہی کرتے رہو۔
والسلام علیک اس فرمان کو آپؐ نے علاء بن الحضرمی کے ہمراہ ارسال فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر بن ساوی کے نام ایک اور
فرمان تحریر فرمایا: اما بعد: ''میں نے تمہارے پاس قدامہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کو بھیجا ہے تمہارے ملک کا جو جزیہ تمہارے پاس جمع ہو وہ
ان دونوں کے سپرد کر دو۔ والسلام''۔ بقلم اُبی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاء بن الحضرمی کے نام تحریر فرمایا: ''اما بعد۔ میں نے منذر بن
ساویٰ کے پاس ان لوگوں کو بھیجا ہے جو ان سے وہ جزیہ وصول کر لیں جو ان کے پاس جمع ہو۔ لہٰذا تم بھی ان سے اس کے متعلق عجلت
کرو۔ اور اسی کے ہمراہ تم بھی وہ صدقہ و عشر بھیج دو جو تمہارے پاس جمع ہو۔ والسلام''، بقلم ابی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضغاطر اسقف کے نام تحریر فرمایا کہ ''اس شخص پر سلام ہے جو ایمان لائے۔ اس کے بعد یہ ہے کہ عیسیٰ
بن مریم روح اللہ وکلمۃ اللہ ہیں جس (کلمے) کو اللہ نے پاک دامن مریم کو القاء کیا میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں اور اس پر ایمان لاتا
ہوں جو ہم پر نازل کیا گیا ہے۔ ابراہیم و اسماعیل و اسحٰق و یعقوب و اسباط علیہم السلام (اولاد یعقوب) پر نازل کیا گیا ہے۔ جو موسیٰ و
عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا ہے۔ جو انبیاء کو ان کے رب کی جانب سے دیا گیا ہے۔ ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے ہیں۔
ہم اللہ کے لیے اسلام لانے والے ہیں۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔ یہ فرمان آپؐ نے دحیہ کلبی کے ہمراہ ارسال فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود بنی جنبہ کے نام جو مقنا میں تھے اور اہل مقنا کے نام تحریر فرمایا' مقنا ایلہ کے قریب ہے: تمہارے
قاصد جو تمہاری بستی کو واپس جا رہے ہیں وہ میرے پاس اترے۔ لہٰذا جب میرا یہ فرمان تمہارے پاس پہنچے تو تم لوگوں کو امن ہے۔

تمہارے لیے اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تمہاری ساری برائیاں اور تمام جرائم معاف کر دیے ہیں‘ تمہارے لیے اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری ہے۔ تم پر کوئی ظلم و زبردستی نہ ہوگی‘ رسول اللہ ﷺ جس چیز سے خود اپنی حفاظت کرتے ہیں اس سے تمہارے بھی محافظ رہیں گے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے لیے وہ تمہارا مال غنیمت ہے جس پر تم کسی سے صلح کر داور وہ غلام جو تمہارے پاس صلح میں آئیں‘ مواشی گھریلو ہتھیار اور مال‘ سوا اس کے جو خود رسول اللہ ﷺ معاف فرما دیں یا آپ کا کوئی قاصد معاف کر دے۔

تم پر تمہارے کھجور کے باغوں کا چوتھائی حصہ‘ بحری شکار کا چہارم حصہ اور تمہاری عورتوں کے کاتے ہوئے سوت کا چوتھائی حصہ ہے‘ آئندہ تم لوگ ہر قسم کے جزیے یا بیگار سے بری ہو‘ اگر تم سنو گے اور اطاعت کرو گے تو رسول اللہ ﷺ کے ذمہ ہوگا کہ وہ تمہارے بزرگ کا اکرام کریں اور تمہارے بدکار سے درگزر کریں۔ امابعد‘ بنام مومنین و مسلمین۔ جو شخص اہل مقنا کے ساتھ نیکی کرے گا تو یہ اس کے لیے بہتر ہوگا اور جو ان کے ساتھ بدی کرے گا تو اس کے لیے بھی برا ہوگا۔ اور تم لوگوں پر جو حاکم و امیر ہوگا وہ یا تو تمہیں میں سے ہوگا۔ یا رسول اللہ ﷺ کے متعلقین میں سے ہوگا۔ والسلام۔

رسول اللہ ﷺ نے یحنہ بن رؤبہ اور سرداران اہل ایکہ کے نام تحریر فرمایا کہ تم لوگ صلح جو ہو‘ تمہارے سامنے اسی اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں‘ میں تم لوگوں سے جنگ کرنے والا نہیں ہوں تاوقتیکہ تمہیں لکھ نہ دوں‘ لہٰذا اسلام لاؤ یا جزیہ دو‘ اللہ اس کے رسولؐ اور رسولؐ کے قاصدوں کی اطاعت کرو‘ قاصدوں کا اکرام کرو‘ انہیں اچھا لباس پہناؤ جو مجاہدین کا سا نہ ہو۔ زید کو بہت اچھا لباس پہناؤ۔ جب میرے قاصد راضی ہوں گے تو میں بھی راضی ہوں گا۔

جزیہ معلوم ہی ہے‘ اگر تم چاہتے ہو کہ بحر و بر میں امن رہے تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ سوائے اللہ و رسولؐ کے حق کے اور جو حق عرب و عجم کا ہوگا اس کو تم سے روکا جائے‘ اگر تم نے ان (قاصدوں) کو واپس کر دیا اور انہیں راضی نہ کیا تو میں تم سے کچھ نہ لوں گا یہاں تک کہ میں تم سے جنگ کروں گا‘ بچوں کو قید کروں گا اور بڑوں کو قتل کروں گا۔ کیونکہ میں حق پہنچانے کے لیے اللہ کا رسولؐ ہوں‘ میں اللہ پر اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتا ہوں اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر کہ وہ کلمۃ اللہ ہیں‘ میں ان پر ایمان لاتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں‘ قبل اس کے کہ تم کو کوئی شر پہنچے تم آ جاؤ‘ میں نے اپنے قاصدوں کو تم لوگوں کے متعلق نصیحت کر دی ہے۔ حرملہ کو تین وسق جو دو (ایک وسق = ۶۰ صاع کے اور ایک صاع تقریباً پونے دو سیر کا ہوتا ہے) حرملہ نے تمہاری سفارش کی ہے۔ اگر یہ معاملہ اور اللہ نہ ہوتا تو میں تم لوگوں سے کسی قسم کی مراسلت نہ کرتا یہاں تک کہ تم لشکر کو دیکھتے‘ تم لوگوں نے اگر میرے قاصدوں کی اطاعت کر لی تو اللہ اور محمد (ﷺ) اور جو لوگ ان کی جانب سے ہوں گے وہ تمہارے محافظ ہوں گے‘ شرحبیل (حرملہ) و ابی وحریث بن زید الطائی میرے قاصد ہیں۔ یہ لوگ جب تم سے اس پر فیصلہ کر لیں گے تو میں بھی اس سے راضی ہوں گا تمہارے لیے اللہ اور محمد رسول اللہ (ﷺ) کی ذمہ داری ہوگی۔ اگر تم اطاعت کرو تو تم پر سلام ہے۔ اہل مقنا کو ان کے ملک جانے کے لیے سامان مہیا کر دو۔

رسول اللہ ﷺ نے ان جمع ہونے والوں کے نام جو کوہ تہامہ میں تھے اور قبیلہ کنانہ و مزینہ و حکم و قارہ اور ان کے تابعین

غلام کو لوٹا تھا حکم بھیجا' جب رسول اللہ ﷺ کا ظہور ہوا تو ان کا ایک وفد نبی ﷺ کے پاس آیا' رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو تحریر فرمایا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' محمد نبی رسول اللہ ﷺ کی جانب سے یہ فرمان اللہ کے آزاد بندوں کے نام ہے۔ یہ لوگ اگر ایمان لائیں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیا کریں تو ان کا غلام آزاد ہے' ان کے مولا محمد (ﷺ) ہیں' ان میں سے جو کسی قبیلے کا ہوگا اسے اس قبیلے کے پاس واپس نہ کیا جائے گا' ان میں جو خون ہوگا جس کا اُنہوں نے ارتکاب کیا ہو یا کوئی مال ہو جو انہوں نے لے لیا ہو تو وہ انہیں کا رہے گا' لوگوں میں ان کا جو قرض ہوگا وہ ان کو واپس دلایا جائے گا ان پر ظلم و زبردستی نہ ہوگی' ان امور پر ان کے لیے اللہ و محمد (ﷺ) کی ذمہ داری ہے۔ والسلام علیکم' بقلم اُبی بن کعب۔

رسول اللہ ﷺ نے تحریر فرمایا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے بنی غادیا کے یہود کے نام فرمان ہے کہ ان لوگوں کی ذمہ داری ہے' ان پر یہ مقرر کیا گیا ہے' نہ یہ سرکشی کریں گے اور نہ انہیں جلاوطن کیا جائے گا اور فرمان کو نہ رات توڑ سکے گی نہ دن۔'' بقلم خالد بن سعید۔

رسول اللہ ﷺ نے تحریر فرمایا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' یہ فرمان محمد رسول اللہ (ﷺ) کی جانب سے یہود بنی عریض کے لیے (ان کے لیے) رسول اللہ ﷺ کی جانب سے دس وسق گیہوں اور دس وسق جو ہر غلے کی کٹائی کے وقت اور پچاس وسق کھجور ہے جس کو وہ ہر سال اپنے وقت پر پاتے رہیں گے۔ ان پر کوئی ظلم نہ ہوگا'' خالد بن سعید بقلم خود۔

ابوالعلاء سے مروی ہے کہ میں سوق الابل (بازار شتر) میں مطرف کے ہمراہ تھا کہ ایک اعرابی ایک چمڑے کا ٹکڑا یا چرمی توشہ دان لایا اور کہا کہ اس کو کون پڑھے گا' یا یہ کہا کہ کیا تم لوگوں میں کوئی شخص ہے جو اس کو پڑھ دے' میں نے کہا کہ میں پڑھ دوں گا۔ اُس نے کہا کہ اس کو لو۔ یہ رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے تحریر فرمایا ہے' لکھا تھا کہ:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' محمد نبی (ﷺ) کی جانب سے بنی زہیر بن اقیش کے لیے جو قبیلۂ عکل کی ایک شاخ ہے یہ ہے کہ اگر یہ لوگ لا الٰہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کی شہادت دیں' مشرکین سے جدا ہو جائیں' غنائم میں خمس کا اور نبی ﷺ کے عام حصے اور خاص حصے کا اقرار کریں تو ان لوگوں کو اللہ رسول کی امان ہے'' (فقط)

بعض لوگوں نے ان اعرابی سے کہا کہ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث سنی ہے؟ اگر سنی ہے تو ہم لوگوں سے بیان کیجئے' انہوں نے کہا کہ ہاں (سنی ہے) لوگوں نے کہا کہ خدا آپ پر رحمت کرے ہم سے بیان کیجیے۔

انہوں نے کہا کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو شخص اس سے خوش ہو کہ سینے کا اکثر کینہ چلا جائے تو وہ ماہ رمضان میں اور ہر ماہ میں تین روزے رکھا کرے' بعض لوگوں نے اُن سے کہا کہ کیا یہ حدیث آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ تم لوگ اندیشہ کرتے ہو کہ میں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولتا ہوں۔ واللہ میں آج سے تم لوگوں سے کوئی حدیث نہ بیان کروں گا۔

لوط بن یحییٰ الازدی سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ابوظبیان الازدی کو جو قبیلۂ غامد کے تھے اور ان کی قوم کو ایک فرمان میں دعوتِ اسلام تحریر فرمائی' انہوں نے اپنی قوم کے ایک گروہ کے ساتھ جو مکے میں تھے اس کو قبول کر لیا جن میں مخنف و عبداللہ و زہیر

فرزندان سلیم وعبد شمس بن عفیف بن زہیر بھی تھے' یہ لوگ کمے میں تھے' مدینے میں آپؐ کے پاس الجن بن المرقع وجندب بن زہیر وجندب بن کعب حاضر ہوئے بعد کو چالیس آدمیوں کے ہمراہ الحکم آئے جو قبیلۂ مغفل کے تھے' مکے میں آپؐ کے پاس چالیس آدمی آئے نبی ﷺ نے ابوظبیان کو ایک فرمان تحریر فرمادیا تھا۔ انہوں نے آپ کی صحبت بھی پائی اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا زمانہ بھی پایا۔

جمیل بن مرثد سے مروی ہے کہ ایک شخص قوم اجیین میں سے جن کا نام حبیب بن عمرو تھا نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے' آپؐ نے انہیں ایک فرمان تحریر فرمادیا کہ ''یہ فرمان محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے حبیب بن عمرو برادرا جا اور ان کی قوم کے اس شخص کے لیے ہے جو اسلام لائے' نماز قائم کرے اور زکوۃ دے۔ ان کا مال اور ان کا پانی (کنواں) انہیں کا ہے' نہ ان پر اس کے شہری (مال) میں کچھ نہ اس کے صحرائی میں' اس پر اللہ کا عہد اور اس کے رسول کی ذمہ داری ہے۔

قبیلۂ طے کے بنی بحتر میں سے ایک شخص سے مروی ہے کہ ولید بن جابر بن ظالم بن حارثہ بن عتاب بن ابی حارثہ بن جدی بن تدول بن بحتر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اسلام لائے آپؐ نے انہیں ایک فرمان تحریر فرمادیا جو الجبلین میں ان کے متعلقین کے پاس ہے۔

زہری وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن عوسجہ العرنی کے ہمراہ سمعان بن عمرو بن قریط بن عبید بن ابی بکر بن کلاب کے نام فرمان تحریر فرما کر بھیجا' انہوں نے آپؐ کے فرمان کا اپنے ڈول میں رقعہ (یعنی پیوند) لگا دیا' ان لوگوں کو (اسی لیے) بنوالراقع کہا جاتا ہے' سمعان اسلام لائے' رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور حسب ذیل شعر کہا۔

اقلنی کما اٰمنت دردا ولم اکن ۔ باسواء زبنا اذ اتیتك من درد

''مجھے بھی معافی دیجئے جیسا کہ آپ نے درد کو پناہ دی' جب میں آپ کے پاس حاضر ہو گیا تو درد سے زیادہ گنہگار نہیں ہوں''۔

ابواسحٰق ہمدانی سے مروی ہے کہ عرنی ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کا فرمان لائے (جو چمڑے پر تحریر تھا) انہوں نے (ازراہِ انکار و گستاخی) اپنے ڈول میں آپؐ کے فرمان کا پیوند لگا دیا تو ان سے ان کی بیٹی نے کہا کہ میرا خیال ہے تم پر کوئی بڑی مصیبت آئے گی' تمہارے پاس سید العرب کا فرمان آیا اور تم نے اپنے ڈول میں اس کا پیوند لگا دیا۔

رسول اللہ ﷺ کا ایک لشکر ان کے پاس سے گزرا اور ان لوگوں نے ان کی ہر چیز کو تباہ کر دیا۔ پھر وہ اسلام لائے اور نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے' آپ کو اس واقعے کی خبر دی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جو مال مسلمانوں کے تقسیم کرنے سے پہلے تم پالو تو تمہیں اس کے زیادہ مستحق ہو۔

زامل بن عمرو الجذامی سے مروی ہے کہ فروہ بن عمرو الجذامی روم کی جانب سے عمان ملک بلقاء یا معان پر عامل مقرر تھے' وہ اسلام لائے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنا اسلام لکھا' اس کو اپنی قوم کے ایک شخص کے ہمراہ جن کا نام مسعود بن سعد تھا بھیج دیا' آپ کی خدمت میں ایک سفید مادہ خچر اور گھوڑا اور گدھا اور نرم کپڑے اور سندس کی (ریشمی) قبا جس میں سونے کے پتر لگے ہوئے تھے بھیجی' رسول اللہ ﷺ نے انہیں تحریر فرمایا کہ' منجانب رسول اللہ (ﷺ) بنام فروہ بن عمرو۔ امابعد' ہمارے پاس تمہارے قاصد آئے' جو کچھ تم نے بھیجا تھا انہوں نے پہنچا دیا' تمہارے حالات کی ہمیں خبر دی' تمہارے اسلام کا مژدہ سنایا۔ اور یہ بھی کہ اللہ نے

تمہیں اپنی ہدایت سے سرفراز کیا' اگر تم نیکی کرو' اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ دو (تو تمہارے لیے بہتر ہے)۔ آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے ان کے قاصد مسعود بن سعد کو ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی (بطور انعام) دی۔

شاہ روم کو فروہ کے اسلام کی خبر معلوم ہوئی تو اس نے انہیں بلایا اور کہا کہ تم اپنے دین سے پھر جاؤ تو ہم تم کو بادشاہ بنا دیں گے انہوں نے کہا کہ میں دین محمد (ﷺ) کو ترک کروں گا' تو بھی جانتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ ہی کے متعلق بشارت دی ہے' لیکن تو اپنی سلطنت کی وجہ سے دریغ کرتا ہے۔

مگر اس نے انہیں قید کر دیا' پھر قید سے نکال کر قتل کر کے دار پر لٹکا دیا۔ بنی سدوس کے ایک شخص سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بکر بن وائل کو تحریر فرمایا: "امابعد: اسلام لاؤ تو سلامت رہو گے"۔ قتادہ نے کہا کہ لوگوں کو کوئی ایسا شخص نہ ملا جو اس کو پڑھتا (اسی لیے) یہ لوگ بنی الکاتب کہلاتے ہیں جو صاحب رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کو ان لوگوں کے پاس لائے تھے وہ ظبیان بن مرثد السدوسی تھے۔

عبداللہ بن یحییٰ بن سلیمان سے مروی ہے کہ مجھے سعیر بن عداء کے ایک فرزند نے رسول ﷺ کا ایک فرمان دکھایا (جو یہ تھا) کہ "منجانب محمد رسول اللہ ﷺ بنام السعیر بن غداء۔ میں نے تمہیں (مقام) الرجیح کا محافظ بنایا اور مسافر کی رہی ہوئی اشیاء تمہارے لیے کر دیں"۔

زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ حمیر کے حارث ومسروح ونعیم بن عبد کلال کے نام تحریر فرمایا کہ "تم لوگوں سے صلح ہے جب تک تمہارا ایمان اللہ اور رسول پر ہے اور یہ کہ اللہ واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں اس نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور عیسیٰ علیہ السلام کو (بغیر باپ کے محض) اپنے کلمات (قدرت) سے پیدا کیا۔ یہود نے کہا کہ عزیر علیہ السلام اللہ کے فرزند ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ اللہ تین (معبودوں) میں کا تیسرا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے فرزند ہیں"۔

یہ فرمان آپ نے عیاش بن ربیعہ المخزومی کے ہمراہ بھیجا۔ اور فرمایا کہ جب تم ان کے ملک میں جانا تو تاوقتیکہ صبح نہ ہو جائے ہرگز ہرگز داخل نہ ہونا (جب صبح ہو جائے تو) وضو کرنا اور اچھی طرح کرنا' دو رکعت نماز پڑھنا' اللہ سے کامیابی وقبولیت کی دعا کرنا' اللہ سے پناہ مانگنا' میرا فرمان داہنے ہاتھ میں لینا' اپنے داہنے ہاتھ سے ان لوگوں کے داہنے ہاتھوں میں دینا تو وہ لوگ قبول کر لیں گے۔

انہیں ﴿لم یکن الذین کفروا من اهل الکتاب والمشرکین منفکین﴾ پڑھ کر سنانا' جب اس سے فارغ ہونا تو کہنا محمد (ﷺ) ایمان لائے اور میں سب سے پہلا مومن ہوں' پھر ہرگز کوئی حجت تمہارے سامنے نہ آئے گی جو باطل نہ ہو جائے' نہ کوئی باطل سے آراستہ کی ہوئی کتاب آئے گی جس کا نور نہ جاتا رہے۔

وہ لوگ تمہیں پڑھ کر سنائیں گے مگر جب وہ عجمی زبان میں باتیں کریں تو کہنا کہ ترجمہ کرو۔ اور کہنا: حسبی الله احسنت بما انزل الله من کتاب وامرت لاعدل بینکم الله ربنا و ربکم لنا اعمالنا ولکم اعمالکم لا حجة بیننا وبینکم الله مجمع بیننا والیه المصیر۔ مجھے اللہ کافی ہے۔ اللہ نے جو کتاب نازل کی میں اس پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا کہ میں تم لوگوں

کے درمیان عدل کروں' اللہ ہمارا اور تمہارا رب ہے' ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال۔ ہمارے تمہارے درمیان کوئی حجت نہیں۔ اللہ ہمیں (سب کو قیامت میں) جمع کر دے گا اور اسی کے پاس واپس جانا ہے)۔

جب وہ اسلام لے آئیں تو ان سے وہ تینوں چھڑیاں مانگنا کہ جب وہ انہیں حاضر کرتے ہیں تو سجدہ کرتے ہیں' وہ ببول کی ہیں' ایک چھڑی پر گنگا جمنی ملمع ہے' ایک چھڑی ایسی گانٹھوں والی ہے کہ بانس کی معلوم ہوتی ہے' تیسری ایسی خالص سیاہ ہے کہ وہ ساسم (شیشم) معلوم ہوتی ہے۔ انہیں باہر نکال کر بازار میں جلا دینا۔

عیاش نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم دیا تھا میں وہی کرتا ہوا روانہ ہوا جب میں داخل ہوا تو لوگ اپنے زینت کے لباس پہنے ہوئے تھے' میں گزرا تا کہ ان لوگوں کو دیکھو یہاں تک کہ میں بڑے بڑے پردوں تک پہنچا جو مکان کے تین دروازوں پر پڑے ہوئے تھے۔ میں درمیان دروازے میں داخل ہوا' ایک قوم کے پاس پہنچ گیا جو صحن مکان میں تھی' میں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں' میں نے وہی کیا جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا' ان لوگوں نے قبول کر لیا اور ایسا ہی ہوا جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

اہل علم نے پہلی ہی سند سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالقیس کے نام تحریر فرمایا: منجانب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بنام اکبر بن عبدالقیس۔ ان لوگوں کو ان فسادوں پر جو زمانۂ جاہلیت میں برپا کیے اللہ و رسول کی امان ہے' ان پر بھی اپنے عہد کا پورا کرنا لازم ہے' انہیں یہ حق ہے کہ ان کو رسد اور غلے کے راستے سے نہ روکا جائے گا نہ بارش کے (جمع شدہ) پانی سے روکا جائے گا' نہ پھلوں کی تیاری کے وقت منع کیا جائے گا۔

علاء بن الحضرمی اس مقام کے بحر و بر' قبائل' انہار اور جو اس سے پیدا ہو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امین ہیں' اہل بحرین ظلم کے موقع پر ان کے حامی' ظالم کے معاملے میں ان کے مددگار اور جنگوں میں ان کے معاون ہیں۔ ان لوگوں پر اس کے متعلق اللہ کا عہد و میثاق ہے۔ نہ وہ کسی قول کو بدلیں اور نہ جدائی کا ارادہ کریں۔ مسلمانوں کے لشکر پر ان لوگوں کو مال غنیمت میں شریک کرنا' حکم میں عدل کرنا' جہاد کی روانگی میں میانہ روی کا خیال رکھنا لازم ہے' یہ حکم ہے جس کی فریقین میں کوئی تبدیلی نہ ہو گی اللہ و رسول ان لوگوں پر گواہ ہیں۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرموت کے معززین و روسا کے نام فرامین بھیجے۔ آپ نے زرعہ' قہد' البتی' البحیری' عبد کلال' ربیعہ و حجر کے نام فرمان تحریر فرمائے۔

شاعران میں سے بعض روسا کی مدح میں کہتا ہے۔

الا ان خیر الناس کلھم قھد وعبد کلال خیر سائرھم بعد

''خبردار رہو کہ تمام لوگوں میں سب سے بہتر قہد ہیں۔ ان کے بعد بقیہ لوگوں میں سب سے بہتر عبد کلال ہیں''۔

ایک دوسرا شاعر زرعہ کی مدح میں کہتا ہے:

الا ان خیر الناس بعد محمدٌ لزرعة ان كان البحيری اسلما

''خبردار ہو کہ محمد ﷺ کے بعد سب سے بہتر زرعہ ہیں اگرچہ بجیری اسلام لا چکے ہیں''۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نفاثہ بن فروہ الدئلی رئیس السماوہ کے نام فرمان تحریر فرمایا۔

اہل علم نے کہا ہے کہ آپ نے عذرہ کے نام ہڈی پر تحریر فرمایا' اسے بنی عذرہ ہی کے ایک شخص کے ہمراہ بھیجا' مگر اس پرورد بن مرداس نے جو ندیم کے بنی سعد کے ایک فرد تھے دراز دستی کی اور توڑ ڈالا۔ اسلام لے آئے اور زید بن حارثہ کے ساتھ غزوہ وادی القریٰ میں یا غزوۃ القروہ میں شہید ہو گئے۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مطرف بن الکاہن الباہلی کے لیے تحریر فرمایا کہ ''یہ فرمان منجانب محمد رسول اللہ ﷺ مطرف بن الکاہن اور قبیلۂ باہلہ کے ساکنان بیشہ کے لیے ہے' جو شخص بالکل ناقابل زراعت زمین کو قابل زراعت بنائے گا جس میں مواشی اور اونٹوں کے گلے بٹھائے جاتے ہیں تو وہ اسی کی ہو جائے گی۔ ان لوگوں کے ذمے ہر تیس گائے پر ایک پوری عمر کی گائے' ہر چالیس بھیڑ پر ایک سال بھر کی بھیڑ' ہر پچاس اونٹ پر ایک شش سالہ اونٹ واجب ہے' زکوٰۃ وصول کرنے والے کو یہ حق نہیں کہ وہ ان کی چراگاہ کے علاوہ کہیں اور زکوٰۃ وصول کرے۔ یہ سب امان الٰہی میں محفوظ ہیں۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلۂ باہلہ کے نہشل بن مالک الوائلی کے لیے تحریر فرمایا کہ ''باسمک اللّٰھم'' یہ فرمان محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے نہشل بن مالک اور بنی وائل کے ان ہمراہیوں کے لیے ہے جو اسلام لائے نماز قائم کرے' زکوٰۃ دے' اللہ و رسول کی اطاعت کرے' مال غنیمت میں سے اللہ کا خمس اور نبی کا حصہ ادا کرے اپنے اسلام پر گواہی دے۔ مشرکین کو چھوڑ دے تو وہ اللہ کی امان میں ہے' محمد ﷺ اسے ہر قسم کے ظلم سے بچائیں گے' ان لوگوں کا یہ حق ہے کہ نہ ان کو جلاوطن کیا جائے نہ ان سے عشر (پیداوار کا دسواں حصہ) لیا جائے' ان کا عامل انہیں میں سے ہو گا۔ بقلم عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ثقیف کے لیے ایک فرمان تحریر فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے جو کچھ ان لوگوں کے لیے تحریر فرما دیا اس کی ذمہ داری اللہ اور محمد بن عبداللہ ﷺ پر ہے' بقلم خالد بن سعید۔ گواہ شد۔ حسن و حسین رضی اللہ عنہما۔ نبی ﷺ نے یہ فرمان نمیر بن خرشہ کے حوالہ کر دیا۔

اہل علم نے کہا ہے کہ وفد ثقیف نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ان کے لیے وج (علاقہ طائف کے ایک گاؤں) کو حرم بنا دیں (یعنی وہاں کا شکار وغیرہ حرام فرما دیں) آپ نے ان کے لیے تحریر فرمایا کہ یہ فرمان محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے مسلمانوں کے نام ہے کہ وج کے عضاہ (خاردار درخت) قطع نہ کیے جائیں اور نہ وہاں شکار کیا جائے' جو اس کا مرتکب ہو گا' اسے گرفتار کر کے نبی ﷺ کے پاس پہنچایا جائے گا' یہ نبی محمد بن عبداللہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے' راقم خالد بن سعید بحکم نبی محمد بن عبداللہ (ﷺ) جو کچھ محمد رسول اللہ (ﷺ) نے حکم دیا ہے کوئی شخص ہرگز اس سے نہ بڑھے اور نہ اپنے اوپر ظلم کرے۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سعید بن سفیان الرعلی کے لیے تحریر فرمایا کہ یہ اس امر کی دستاویز ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سعید بن سفیان الرعلی کو السوارقیہ کا کھجور کا باغ عطا فرمایا۔ اس میں کوئی ان سے مزاحمت نہ کرے' جو مزاحمت کرے گا اس کا کوئی حق نہ ہو گا' اور حق انہیں کا ہو گا۔ بقلم خالد بن سعید۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عتبہ بن فرقد کے لیے تحریر فرمایا کہ یہ اس بات کی دستاویز ہے کہ نبی ﷺ نے عتبہ بن فرقد کو مکے میں مکان کی زمین دی تا کہ وہ اسے مروہ کے متصل تعمیر کر لیں۔ کوئی ان سے مزاحمت نہ کرے' جو مزاحمت کرے گا اس کا کوئی حق نہ ہوگا' حق انہیں کا ہوگا۔ بقلم معاویہ رضی اللہ عنہ۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سلمہ بن مالک السلمی کے لیے تحریر فرمایا کہ یہ اس امر کی دستاویز ہے جو رسول اللہ ﷺ نے ان کو ذات الحناظی وذات الاسلوو کے درمیان قطعہ عطا فرمایا ہے۔ گواہ شد علی بن ابی طالب و حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہما۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلۂ کلب کے بنی جناب کے لیے تحریر فرمایا کہ ''یہ فرمان محمد نبی رسول اللہ (ﷺ) کی جانب سے بنی جناب اور ان کے حلیفوں اور ان لوگوں کے لیے ہے جو نماز قائم کرنے زکوٰۃ ادا کرنے ایمان کو مضبوط کرنے اور عہد کے پورا کرنے میں ان لوگوں کے مددگار رہیں۔ اور ان لوگوں پر لازم ہے کہ چھوٹی ہوئی (بغیر چرواہے کے) چرنے والی بکریوں پر ہر پانچ بکری میں ایک بے عیب بکری دیں۔ باربردار غلہ لانے والے جانوروں پر بھی' راستہ بھولنے والے جانور انہیں کے لیے ہوں گے' وہ زمین بھی جس کی آبپاشی نہر اور بارش سے ہوتی ہے۔ امین کو اس کے متعلق وظیفہ ملے گا' ان لوگوں پر اس سے زیادہ نہ کیا جائے گا۔ گواہ شد۔ سعد بن عبادہ وعبداللہ بن انیس ودحیہ بن خلیفہ الکلبی رضی اللہ عنہم۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تحریر فرمایا کہ یہ فرمان محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے مہری بن الابیض کے لیے ہے کہ خاندان مہرہ کے مومنین فنا نہ کیے جائیں گے اور نہ ان پر حملہ کیا جائے گا اور نہ ان سے جنگ کی جائے گی' ان لوگوں کے ذمہ شرائع اسلام کا قائم کرنا ہے۔ جو اس عہد کو بدلے گا تو (گویا) وہ اللہ سے جنگ کرے گا اور جو اس پر ایمان لائے گا تو وہ اللہ ورسول کی ذمہ داری میں ہوگا' گری پڑی چیز ادا کرنا ہوگی اور مواشی کو پانی پلانا ہوگا۔ خونریزی بدکلامی اور نافرمانی بری بات ہے۔ بقلم محمد بن مسلمہ الانصاری۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خثعم کے لیے تحریر فرمایا کہ خثعم کے جو لوگ (مقام) بیشہ اور اس کے دیہات میں مقیم ہیں ان کے لیے یہ ہے کہ تم لوگوں نے زمانۂ جاہلیت میں جو خون کیا ہے وہ تم سے معاف ہے' تم میں سے جو اسلام لائے خواہ خوشی سے یا ناگواری سے اس کے قبضے میں نرم یا سخت زمین کا کوئی کھیت ہے جو بارش سے سیراب ہوتا ہے یا اس کی آبپاشی چشمے سے ہوتی ہے اور وہ (کھیت) بغیر قحط سالی وخشک سالی کے سرسبز وشاداب ہو گیا تو اس کو مواشی چرانے اور اس کے کھانے کا حق ہے اور ان لوگوں کے ذمے ہر جاری پانی (والے کھیت) میں دسواں حصہ اور ہر پر (سے سیراب ہونے والے کھیت) میں بیسواں حصہ ہے گواہ شد جریر بن عبداللہ وحاضرین۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وفد ثمالہ والحدان کے لیے تحریر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ساحل کے رہنے والوں اور اس اندرونی علاقے کے رہنے والوں کے لیے ہے جو علاقہ محار کے متصل ہے کہ ان لوگوں کے ذمے کھجور کے باغوں پر نہ تو اندازہ ہے نہ پیمانہ کہ ہمیشہ اسی پر عمل ہو اور وہی ان سے وصول کیا جائے' ان لوگوں کے ذمے ہر دس وسق (پیمانہ) میں ایک وسق

ہے اس صحیفے کے کاتب ثابت بن قیس بن شماس ہیں اور شاہد سعد بن عبادہ ومحمد بن مسلمہ ہیں۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلۂ ازد کے بارق کے لیے تحریر فرمایا کہ یہ فرمان محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے بارق کے لیے ہے کہ نہ تو بارق کے بے اجازت ان لوگوں کے پھل قطع کیے جائیں اور نہ ان کی فصل ربیع یا فصل خریف کی چراگاہوں میں جانور چرائے جائیں' جو مسلمان ان لوگوں کے پاس کسی ایسے مقام پر گزرے کہ چراگاہ نہ ہو یا ایسی شور زمین سے گزرے جہاں اپنا اونٹ چھوڑ دے اور وہاں سے بقدر ضرورت چرلے تو اس کی تین دن کی مہمان داری (ان لوگوں کے ذمے) ہوگی۔ جب ان لوگوں کے پھل پک جائیں تو مسافر کو اتنے گرے پڑے پھلوں کا حق ہوگا جو اسے شکم سیر کر دیں بغیر اس کے کہ وہ اپنے ہمراہ اسے لاد کر لے جائے۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وائل بن حجر کے لیے تحریر فرمایا: جب انہوں نے اپنے وطن جانے کا ارادہ کیا تو عرض کی یا رسول اللہ مجھے میری قوم کے نام ایک فرمان تحریر فرما دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے معاویہ باختیار رؤسا کے نام لکھ دو کہ وہ نماز قائم رکھیں اور زکوۃ ادا کرتے رہیں' زکوۃ باہر چرنے والے مواشی اور ان کے ساتھ کے گھر میں رہنے والے مواشی پر ہے۔

مالک کو جائز نہیں کہ وہ دھوکا دے اور جانوروں کو (حساب کے وقت) ہنکا دے۔ (وصول کرنے والے کو) مناسب نہیں کہ رسی باندھ کر بلوائے اور (اپنے پڑاؤ پر) جانوروں کو منگوائے (مالک کو) بھی جائز نہیں کہ آمیزش کرے' (یعنی محصل کو یہ لازم ہے کہ جہاں جانور چر رہے ہوں وہیں جا کر شمار کر کے صدقے کا حساب کرے یا نہ کرے کہ اپنے پڑاؤ پر جانوروں کو منگائے اور مالک مواشی کو لازم ہے کہ وہ انہیں چھپانے کی کوشش نہ کرے) اور ان لوگوں پر مسلمانوں کے لشکروں کی مدد کرنا واجب ہے۔ ہر ایک دس پر بقدر ایک اونٹنی کے بوجھ کے ہے' جس (محصل) نے باج لیا۔ اس نے زیادہ ستانی کی۔

وائل نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے لیے اس زمین (کی معافی) کے متعلق بھی تحریر فرما دیجئے جو زمانۂ جاہلیت میں میری تھی' رؤسائے قبیلۂ حمیر و رؤسائے حضر موت نے وائل کے موافق شہادت دی (کہ یہ زمین ان کی تھی)۔

آپ نے ان کے لیے تحریر فرمایا کہ یہ فرمان محمد نبی ﷺ کی جانب سے وائل بن حجر رئیس حضر موت کے لیے ہے یہ اس لیے ہے کہ تم اسلام لے آئے' جو زمینیں اور قلعے تمہارے قبضے میں ہیں وہ میں نے تمہارے ہی لیے مخصوص کر دیئے' تم سے (بطور زکوۃ) ہر دس میں سے ایک لیا جائے گا جس میں دو صاحب عدل غور کریں گے' میں نے تمہارے لیے یہ بھی کر دیا کہ اس میں تم پر ظلم نہ کیا جائے گا جب تک یہ دین قائم ہے اور نبی ﷺ اور مومنین اس پر مددگار ہیں۔

اہل علم نے کہا ہے کہ قبیلۂ کندہ کے اشعث وغیرہ نے حضر موت کی ایک وادی کے بارے میں وائل بن حجر سے جھگڑا کیا' رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کا دعویٰ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا فیصلہ وائل بن حجر کے موافق تحریر فرما دیا۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران کے لیے تحریر فرمایا کہ یہ فرمان محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے اہل نجران کے لیے ہے کہ ان لوگوں پر (حسب ذیل طریقے پر) آپ کے حکم کی پابندی لازم ہوگی۔ ہر زرد یا سفید یا سیاہ پھل میں یا غلام

کے باب میں حکم نبویؐ پر عمل کریں گے‘ لیکن آنحضرت ﷺ نے ان پر یہ مکرمت کی کہ: یہ سب محصول دو ہزار حلے کے عوض میں چھوڑ دیا جائے گا جو اوقیہ کے حساب سے ہوں گے۔ ہر رجب میں ایک ہزار حلے واجب الاداء ہوں گے‘ اسی طرح ہر صفر میں ایک ہزار واجب الاداء ہوں گے‘ ہر حلہ اوقیہ کے حساب سے ہوگا جو زائد ہوں یا اوقیہ سے کم ہوں وہ حساب سے لیے جائیں گے۔

ان کے قبضے کی جو زرہیں یا گھوڑے یا اونٹ یا اسباب ان سے لے لیے جائیں گے وہ بھی حساب سے ہوگا اور نجران کے ذمے بیس روز تک اور اس سے کم کی میرے قاصدوں کی مہمان داری ہے۔ اور میرے قاصدوں کو ایک ماہ سے زیادہ نہ روکا جائے (یعنی جب وہ وصول کرنے جائیں تو انہیں ایک ماہ کے اندر اندر خراج دے کر رخصت کرنا ہوگا)۔ جب یمن میں جنگ ہو تو اہل نجران کے ذمے میرے قاصدوں کو تیس زرہ‘ تیس گھوڑے اور تیس اونٹ بطور عاریت دینے ہوں گے۔ میرے قاصد جو زرہ‘ گھوڑے اور اونٹ بطور عاریت لیں اس میں سے جو چیز فنا ہو جائے اس کا تاوان میرے قاصد پر ہوگا۔ یہاں تک وہ اسے ان لوگوں کو ادا کر دے۔ اہل نجران اور ان کے قرب وجوار کے لیے ان کی جان‘ مذہب‘ ملک ومال‘ حاضر وغائب‘ ان کے معابد وعبادات‘ اللہ کی پناہ اور محمد نبی رسول اللہ (ﷺ) کی ذمہ داری میں ہیں نہ تو ان کے کسی اسقف کو تبدیل کیا جائے گا‘ نہ کسی راہب (عیسائی تارک دنیا) کو اس کی رہبانیت سے اور نہ کسی واقف (تارک جنگ) کو اس کی وقفانیت سے۔

اس قلیل یا کثیر مقدار میں کوئی تبدل وتغیر نہ کیا جائے گا جو ان لوگوں کے قبضے میں ہے سود کے لین دین کا کوئی حق نہ ہوگا نہ زمانۂ جاہلیت کے خون کے انتقام کا‘ ان میں سے جو کوئی حق کا مطالبہ کرے گا تو ان کے درمیان انصاف کیا جائے گا‘ نہ تو ظلم کیا جائے گا اور نہ نجرانیوں پر ظلم سہا جائے گا‘ جس نے سابق میں سود کھایا تو میں اس سے بری الذمہ ہوں‘ دوسرے کے ظلم میں ان لوگوں سے مواخذہ نہ ہوگا۔

جو کچھ اس فرمان میں مذکور ہے اس پر ہمیشہ کے لیے اللہ کی پناہ اور ''محمدؐ'' نبی ﷺ کی ذمہ داری ہے‘ یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے‘ بشرطیکہ یہ لوگ بلاجبر واکراہ اپنی ذمہ داری میں نیکی وخیر خواہی کریں۔

گواہ شد۔ ابوسفیان بن حرب وغیلان بن عمرو و مالک بن عوف النصری واقرع بن حابس ومستورد بن عمرو برادر بلی ومغیرہ بن شعبہ وعامر مولائے ابی بکر رضی اللہ عنہ۔

اہل دومہ کے ایک شیخ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اکیدر کے لیے جو تحریر فرمایا وہ یہی ہے۔ محمد بن عمرو نے کہا کہ شیخ فرمان لائے تو میں نے اسے پڑھا‘ ان سے لے لیا مضمون یہ تھا‘ آپؐ نے یہ فرمان اس وقت تحریر فرمایا تھا جب اکیدر نے اسلام کو قبول کر لیا اور سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ دومۃ الجندل اور اس کے اطراف میں بتوں اور اصنام کو اکھیڑ پھینکا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے یہ فرمان اکیدر کے لیے ہے چھوٹے چھوٹے تالابوں کے کنارے کی زمین غیر مزروعہ زمین‘ وہ زمین جس کی حد بندی ہے۔ وہ زمین جس کی حد بندی نہیں کی گئی ہے زرہ‘ ہتھیار‘ باؤلی اور قلعہ اکیدر کے لیے ہے‘ تم لوگوں کے لیے کھجور کے تنے‘ آبادی کا جاری پانی ہے۔ خمس ادا کرنے کے بعد تمہارے مویشی کو چراگاہ سے نہ ہٹایا جائے گا‘ نہ تمہارے ان مواشی کو شمار کیا جائے گا جن میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ تمہیں گھاس سے نہ روکا جائے گا‘ تم سے سوائے ان کھجور

کے درختوں کے جو اچھی طرح جڑ پکڑ چکے ہیں اور کسی سے عشر (یعنی پیداوار کا دسواں حصہ) نہیں لیا جائے گا۔ نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا ہوگا اور زکوۃ کو اس کے حق کے مطابق ادا کرنا ہوگا۔ تم پر اس عہد و پیمان کی پابندی لازم ہوگی اس سے تمہاری سچائی اور وفاداری کا ثبوت ملے گا' اللہ اور حاضرین مسلمین اس پر گواہ ہیں۔

محمد بن عمرو نے کہا کہ دومہ وایلہ وتیماء کے لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ تمام عرب اسلام لے آیا تو انہیں نبی ﷺ سے خوف پیدا ہوا' اس پر ان کی تسلی کے لیے یہ فرمان تحریر فرمایا۔

محمد بن عمرو نے کہا یحنہ بن رویہ نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے یہ ایلہ کے بادشاہ تھے' انہیں اندیشہ ہوا کہ کہیں رسول اللہ ﷺ ان کے پاس بھی (لشکر) نہ بھیج دیں جس طرح آپؐ نے اکیدر کے پاس بھیج دیا تھا' یحنہ آئے تو ان کے ہمراہ اہل شام' اہل یمن واہل بحر بھی تھے' کچھ لوگ جرباد اور اذرح کے بھی تھے۔ آپؐ نے ان لوگوں سے مصالحت فرمائی ایک معینہ جزیہ مقرر فرمادیا اور ان کے لیے یہ فرمان تحریر فرمادیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' یہ امن نامہ اللہ اور محمد نبی (ﷺ) کی جانب سے یحنہ بن رویہ اور اہل ایلہ کے لیے ان کی کشتیوں اور قافلوں کے لیے ہے جو بحر و بر میں ہیں ان لوگوں کے لیے اور ان اہل شام اور اہل یمن واہل بحر کے لیے جو ان کے ہمراہ ہیں اللہ اور محمد رسول اللہ (ﷺ) کی ذمہ داری ہے' جو کوئی (اس عہد کے خلاف) نئی بات کرے گا تو اس کا مال اس کی جان کو نہ بچا سکے گا' وہ اس شخص کے لیے حلال ہوگا جو اس کو لے لے (یعنی اس پر عمل کرے) یہ بھی حلال نہ ہوگا کہ یہ لوگ جس پانی (کے کنوئیں) پر اترتے ہیں اسے روکیں (کہ اور کوئی نہ بھرے) اور نہ خشکی وتری کے اس راستے کو جس کا وہ لوگ ارادہ کرتے ہیں۔

یہ فرمان جہیم بن الصلت وشرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے لکھا۔ عبدالرحمٰن بن جابر نے اپنے والد سے روایت کی کہ جس روز یحنہ بن رویہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے ان کے بدن پر سونے کی صلیب دیکھی جو ان کی پیشانی پر بندھی ہوئی تھی' جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو وہ دست بستہ کھڑے ہو گئے اور اپنے سر سے (تعظیم وسلام کا) اشارہ کیا' نبی ﷺ نے اشارے سے فرمایا کہ اپنا سر اٹھاؤ' آپؐ نے اسی روز ان سے مصالحت کرلی۔

رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک یمنی چادر اڑھائی اور بلال کے پاس ٹھہرانے کا حکم دیا' جس روز اکیدر کو خالد لائے تو میں نے انہیں بھی اس کیفیت سے دیکھا تھا کہ ان کے بدن پر سونے کی صلیب تھی۔ اور وہ ریشمی لباس پہنے تھے۔ اس کے بعد پھر اوّل مضمون کی طرف عود کیا جاتا ہے کہ محمد بن عمرو نے کہا۔ میں نے اہل اذرح کا فرمان لکھ لیا' اس میں یہ مضمون تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' یہ فرمان محمد نبی (ﷺ) کی جانب سے اہل اذرح کے لیے ہے کہ یہ لوگ اللہ اور محمد (ﷺ) کی امان میں ہیں' ان پر ہر رجب میں سو دینار کھرے پورے پورے واجب الاداء ہوں گے' مومنین کے ساتھ خیر خواہی واحسان کرنے سے اللہ ان لوگوں کا کفیل ہوگا' مومنین میں سے جو شخص خوف وتعزیر کی وجہ سے ان لوگوں کے پاس پناہ لے جب کہ ان لوگوں کو مومنین پر اندیشہ ہو (تو اس حالت میں پناہ دینے اور احسان کرنے سے بھی اللہ کفیل ہوگا) یہ لوگ اس وقت تک امان میں ہیں جب تک کہ محمد (ﷺ) بغرض جنگ' روانگی سے پہلے تک ان سے بیان نہ کردیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اہل ایلہ پر جو تین سو تھے تین سو دینار

سالانہ جزیہ مقرر فرمایا تھا۔

محمد بن عمرو نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل جربا و اہل اذرح کے لیے تحریر فرمایا کہ یہ فرمان محمد نبی (ﷺ) کی جانب سے اہل جربا و اذرح کے لیے ہے کہ یہ لوگ اللہ اور محمد (ﷺ) کی امان میں ہیں' ان کے ذمے ہر رجب میں (بطور جزیہ) سو دینار ہیں جو اچھے اور پورے ہوں' اللہ ان کا کفیل ہے۔

محمد بن عمرو نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مقنا کے لیے تحریر فرمایا کہ یہ لوگ اللہ و محمد (ﷺ) کی امان میں ہیں' ان پر (بطور جزیہ) ان کے کاتے ہوئے سوت اور کپڑے کا اور ان کے پھلوں کا چوتھائی حصہ ہے۔

صالح مولائے توءمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مقنا سے ان کے چوتھائی کتے ہوئے سوت اور چوتھائی پھلوں کے لینے پر صلح فرمائی۔ محمد بن عمرو نے کہا کہ اہل مقنا یہودی تھے جو ساحل بحر پر رہتے تھے اور اہل جربا و اذرح بھی یہودی تھے۔

وفود عرب

(۱) قبیلۂ مزینہ کا وفد:

کثیر بن عبداللہ المزنی نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی کہ قبیلۂ مضر کا سب سے پہلا وفد جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا مزینہ کے چار سو آدمیوں پر مشتمل تھا' یہ وفد رجب ۵ھ میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے مکانوں میں رہنے ہی کو ہجرت قرار دیا کہ تم لوگ جہاں رہو مہاجر ہو' لہٰذا تم لوگ اپنے مال و متاع کی جانب واپس جاؤ' وہ لوگ اپنے وطن واپس گئے۔

ابو عبدالرحمٰن العجلانی سے مروی ہے کہ قبیلۂ مزینہ کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی جن میں خزاعی بن عبد نہم بھی تھے' انہوں نے اپنی قوم مزینہ پر آپؐ سے بیعت کی' ان میں سے دس آدمی ساتھ آئے جن میں بلال بن الحارث' نعمان بن مقرن' ابو اسماء' اسامہ' عبید اللہ بن بردہ' عبداللہ بن درہ و بشر بن المحتفز بھی تھے۔ محمد بن سعد کہتے ہیں کہ ایک دوسرے راوی نے بیان کیا کہ ان میں دُکین بن سعید و عمرو بن عوف بھی تھے۔

ہشام نے کہا کہ پھر خزاعی اپنی قوم کی جانب روانہ ہو گئے مگر انہوں نے ان لوگوں کی وہ کیفیت نہیں پائی جیسا ان کا خیال تھا' وہ مقیم ہو گئے' رسول اللہ ﷺ نے حسان بن ثابت کو بلایا اور فرمایا کہ خزاعی کا ذکر کرو اور ان کی ہجو نہ کرو' حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا:

الا ابلغ خزاعیا رسولا　　بان الذمّ یغسله الوفاء

''خبردار۔ خزاعی کے پاس قاصد بھیج دے۔ کہ وفاداری مذمت کو دھو دیتی ہے۔

وانّك خير عثمان بن عمرو　　واسناها اذا ذكر السناء

تم عثمان بن عمرو کی اولاد میں سب سے بہتر ہو' جب خوبی و بلندی کا ذکر کیا جائے تو ان سب میں زیادہ بلند و خوب تر ہو۔

وبايعت الرسول وكان خيرا الى خير وادّاك الثراء

تم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اور وہ خیر تھی جو خیر کی طرف پہنچ گئی اور تمہیں ثروت نے پہنچا دیا۔

فما يعجزك او ما لا تطقه من الاشياء لا تعجز عداء

تم کو عاجز نہ کرے یا جن اشیاء کی تم کو طاقت نہیں ہے اس سے قوم عداء عاجز نہ ہو''۔

خزاعی اٹھ کھڑے ہوئے' اور کہا کہ اے قوم' ان بزرگ کے شاعر نے تم کو خاص کیا لہٰذا میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں' ان لوگوں نے کہا کہ ہم تم پر اعتراض نہ کریں گے' وہ سب لوگ اسلام لائے اور بطور وفد نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔

فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے قبیلۂ مزینہ کا جھنڈا خزاعی کو دیا' اس روز وہ ایک ہزار آدمی تھے۔ وہ (خزاعی) عبداللہ بن مغفل کے والد مغفل کے بھائی اور عبداللہ ذی البجادین کے بھائی تھے۔

(۲) وفد بنی اسد بن خزیمہ:

ہشام بن محمد الکلبی نے اپنے والد سے روایت کی کہ ابتدائے ۹ھ میں بنی اسد بن خزیمہ کے دس گروہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ جن میں حضرمی بن عامر' ضرار بن الازور' وابصہ بن معبد' قتادہ بن القائف' سلمہ بن حبیش' طلحہ بن خویلد' نقادہ بن عبداللہ بن خلف بھی تھے۔

حضرمی بن عامر نے کہا کہ ہم لوگ سخت تاریک شب اور سخت خشک سالی میں سفر کر کے آپ ﷺ کے پاس آئے ہیں حالانکہ آپؐ نے ہمارے پاس کوئی لشکر نہیں بھیجا' انہیں لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿يمنون عليك ان اسلموا﴾ (کہ یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان جتاتے ہیں' آپ کہہ دیجئے کہ اللہ احسان جتاتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت کر دی)۔

ان لوگوں کے ہمراہ بنی الزینہ کی بھی ایک قوم تھی جو مالک بن مالک بن ثعلبہ بن دودان بن اسد کی اولاد تھے ان لوگوں سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ الرشدہ کی اولاد ہو ان لوگوں نے عرض کی کہ ہم مثل اولاد محولہ کے نہیں ہیں یعنی مثل عبداللہ بن غطفان کے نہیں ہیں۔

بنی مالک بن مالک کے ایک شخص سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نقادہ بن عبداللہ بن خلف بن عمیرہ بن مری بن سعد بن مالک الاسدی سے فرمایا کہ اے نقادہ میرے لیے ایک ایسی اونٹنی تلاش کرو جو دودھ بھی دے اور سواری کا کام بھی دے' اسے بچے سے جدا نہ کرنا۔

انہوں نے اپنے جانوروں میں تلاش کی مگر کوئی نہ ملی' البتہ اپنے چچازاد بھائی کے پاس پائی جن کا نام سنان بن ظفیر تھا' وہ اونٹنی منگائی اور نقادہ اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے۔

آنحضرت ﷺ نے اس کے تھن چھوٹے اور نقادہ کو بلایا' انہوں نے اس کا دودھ دوہ لیا اور کچھ حصہ چھوڑ دیا فرمایا کہ اے نقادہ دودھ کا وہ حصہ چھوڑ دو جس سے دوبارہ دودھ اترے۔

رسول اللہ ﷺ نے خود نوش فرمایا' اصحاب کو بلایا' نقاوہ کو اپنا بچا ہوا دیا' اور فرمایا کہ ''اے اللہ اس اونٹنی کو اور اس شخص کو جس نے اسے دیا ہے برکت دے''۔ نقاوہ نے کہا: ''یا نبی اللہ اور اس شخص کو جو اسے لایا ہے'' فرمایا ''اور اس شخص کو جو اسے لایا ہے۔

(۳) وفد بنو تمیم:

سعید بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بشر بن سفیان کو جن کو نحام العدوی بھی کہا جاتا تھا خزاعہ کے بنی کعب کے صدقات (وصول کرنے پر) مامور فرما کر بھیجا' بنی عمرو بن جندب بن العنبر ابن عمرو بن تمیم جوان (بنی کعب) کے اطراف میں اترے ہوئے تھے آئے۔ خزاعہ نے اپنے مواشی زکوٰۃ کے لیے جمع کیے تو اس امر کو بنی تمیم نے برا جانا اور (زکوٰۃ سے) انکار کیا' کمانوں کی طرف بڑھے اور تلواریں نکال لیں۔

محصل زکوٰۃ (یعنی بشیر بن سفیان) نبی ﷺ کے پاس آئے اور خبر دی فرمایا کہ ان لوگوں (کی سرکوبی) کے لیے ہے کوئی؟ عیینہ بن بدر الفزاری تیار ہو گئے۔ نبی ﷺ نے انہیں پچاس عرب سواروں کے ہمراہ' جن میں نہ کوئی مہاجر تھا نہ انصاری' بھیج دیا۔ ان لوگوں نے حملہ کیا' گیارہ مرد' گیارہ عورتیں اور تیس بچے گرفتار کر لیے۔ اور انہیں مدینے گھسیٹ لائے۔

رؤسائے بنی تمیم کی ایک جماعت جو عطارد بن حاجب' زبرقان بن بدر' قیس بن عاصم' قیس بن الحارث' نعیم بن سعد' اقرع بن حابس' ریاح بن الحارث' عمرو بن الاہتم پر مشتمل تھی آئی' کہا جاتا ہے کہ ہمراہ اسی یا نوے آدمی تھے۔ یہ لوگ مسجد میں ایسے وقت داخل ہوئے کہ بلال ظہر کی اذان کہہ چکے تھے اور لوگ رسول اللہ ﷺ کے برآمد ہونے کے منتظر تھے۔

ان لوگوں نے عجلت کی اور آپ کی آمد میں دیر سمجھے تو پکارا کہ اے محمد (ﷺ) ہمارے پاس تشریف لائیے' رسول اللہ ﷺ برآمد ہوئے' بلال نے اقامت کہی اور رسول اللہ ﷺ نے نماز ظہر پڑھائی۔

لوگ آپ کے پاس حاضر ہوئے' اقرع نے کہا کہ یا محمد (ﷺ) مجھے اجازت دیجئے کیونکہ واللہ میری سعی موجب زینت ہے اور میری مذمت عیب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے انہیں جواب دیا کہ تم نے جھوٹ کہا' یہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نکلے اور بیٹھ گئے' ان لوگوں کے خطیب عطارد بن حاجب نے تقریر کی' رسول اللہ ﷺ نے ثابت بن قیس بن شماس سے فرمایا کہ تم ان کو جواب دو انہوں نے جواب دیا۔

ان لوگوں نے عرض کی کہ یا محمد (ﷺ) ہمارے شاعر کو اجازت دیجئے۔ آپ نے انہیں (شعر سنانے کی) اجازت دی' زبرقان بن بدر اٹھے اور شعر پڑھے۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم ان کو جواب دو' انہوں نے ان کو انہیں کے سے اشعار میں جواب دیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ واللہ آنحضرت ﷺ کا خطیب (مقرر) ہمارے خطیب سے زیادہ فصیح و بلیغ اور آپ کا شاعر ہمارے شاعر سے بڑھا ہوا ہے اور یہ سب لوگ ہم سے زیادہ بردبار و حلیم ہیں۔ انہیں لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ان الذين ينادونك من وراء الحجرات اكثرهم لا يعقلون﴾

''جولوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں''۔

رسول اللہ ﷺ نے قیس بن عاصم کے بارے میں فرمایا کہ یہ اونٹ کے اون والوں کے سردار ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے قیدیوں کو واپس کر دیا اور ان لوگوں کے لیے بھی اسی طرح انعامات کا حکم دیا جس طرح آپؐ وفد کو انعام دیا کرتے تھے۔

بنی النجار کی ایک خاتون سے مروی ہے کہ میں اس روز اس وفد کو دیکھ رہی تھی جو بلال سے اپنے انعامات کی ساڑھے بارہ بارہ اوقیہ (چاندی) لے رہے تھے میں نے ایک بچے کو دیکھا جس کو اس روز انہوں نے پانچ اوقیہ دیئے۔ وہ ان میں سب سے چھوٹا تھا اور وہ عمرو بن الاہتم تھا۔

محمد بن جناح برادر بنی کعب بن عمرو بن تمیم سے مروی ہے کہ سفیان بن الہذیل بن الحارث بن مصاد بن مازن بن ذویب بن کعب بن عمرو بن تمیم بطور وفد کے نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔

ان کے بیٹے قیس نے کہا کہ اے میرے باپ مجھے بھی اپنے ہمراہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے دیجئے انہوں نے کہا کہ ہم عنقریب واپس آ جائیں گے (تو پھر دوبارہ چلنا)۔

علیم بن قیس بن سفیان نے بیان کیا کہ ہمیں ایک شتر سوار نظر آیا۔ اور اس نے محمد رسول اللہ ﷺ کی خبر وفات سنائی ہم لوگ جھونپڑیوں سے نکل پڑے اور کہا کہ ہمارے ماں باپ رسول اللہ ﷺ پر قربان ہوں۔ میں نے یہ اشعار کہے ؎

الالِیَ الویل علی مُحمّد قد کنت فی حیاته بمقعد

وفی امان من عدو متعدی

''خبردار! میری تباہی ہے محمد ﷺ کے واقعے پر کہ میں آپ کی حیات میں بیٹھا رہا (اور آپ کی زیارت نہ کی) میں ظالم دشمن سے بھی امن میں تھا''۔

راوی نے کہا کہ قیس بن سفیان بن الہذیل کی وفات ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں علاء بن الحضرمی کے ہمراہ بحرین میں ہوئی ایک شاعر نے یہ شعر کہا ہے ؎

فان یك قیس قد مضی لسبیله فقد طاف قیس بالرسول وسلما

''اگر قیس اپنی راہ چلے گئے تو کیا مضائقہ رسول اللہ ﷺ کے گرد بھی تو قیس پھرے اور آنحضرت کو سلام بھی تو کیا''۔

(۴) وفد بنی عبس:

ابو الشغب عکرشہ بن اربد العبسی وغیرہ سے مروی ہے کہ بنی عبس کے نو شخص بطور وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ یہ لوگ مہاجرین اولین میں سے تھے جن میں میسرہ بن مسروق حارث بن الربیع یہی (حارث کامل بھی کہلاتے تھے) قنان بن دارم بشیر بن الحارث بن عبادہ ہدم بن مسعدہ سباع بن زید ابو الحصن بن لقمان عبداللہ بن مالک فروہ بن الحصین بن فضالہ تھے۔

یہ لوگ اسلام لائے رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی اور فرمایا کہ میرے لیے ایسے شخص کو تلاش کرو جو تم

لوگوں سے عشر (دسواں حصہ بطور زکوٰۃ) وصول کرے تاکہ میں تمہارے لیے جھنڈا باندھ دوں۔ طلحہ بن عبید اللہ آئے' آپؐ نے ان کے لیے جھنڈا باندھ دیا' اور ان لوگوں کا شعار ''یا عشرہ'' مقرر فرمایا (شعار چند مخصوص الفاظ پہلے سے مقرر کر دیئے جاتے ہیں' کہ میدان جنگ میں ان کے ذریعے سے اپنی فوج کے لوگ پہچان لیے جائیں)۔

عروہ بن اذینۃ اللیثی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ قریش کا ایک قافلہ ملک شام سے آیا ہے۔ آپ نے ایک سریہ (لشکر) کے ہمراہ بنی عبس کو بھیجا اور ان کے لیے جھنڈا باندھا۔

ان لوگوں نے عرض کی' یا رسول اللہ اگر ہم لوگ مال غنیمت پائیں تو اسے کس طرح تقسیم کریں' ہم نو آدمی ہیں' فرمایا تھا کہ تمہارا دسواں میں ہوں' میں نے سب سے بڑا جھنڈا جماعت و امام کا جھنڈا کر دیا۔ بنی عبس کے لیے چھوٹا جھنڈا نہیں ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی عبس کے تین شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی' ہمارے پاس قاری (حافظ قرآن و معلم) آئے انہوں نے ہمیں خبر دی کہ جو ہجرت نہ کرے اس کا اسلام نہیں' ہمارے پاس مال (زمین) اور مواشی ہیں۔ جو ہمارا ذریعہ معاش ہیں۔ اگر اس کا اسلام نہ ہو جو ہجرت نہ کرے تو ہم اس کو فروخت کر دیں۔ اور ہجرت کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جہاں کہیں رہو اللہ سے ڈرتے رہو (تقویٰ اختیار کرو) اگر تم صمد و جازان میں رہو جب بھی وہ ہرگز تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہ کرے گا''۔

آپؐ نے ان لوگوں سے خالد بن سنان کو دریافت فرمایا' ان لوگوں نے کہا کہ ان کا کوئی پس ماندہ نہیں ہے' فرمایا' ایسے نبیؐ جن کو قوم نے ضائع کر دیا۔ اور اصحاب سے خالد بن سنان کا ذکر شروع کر دیا۔

(۵) وفد بنی فزارہ:

ابو وجزہ السعدی سے مروی ہے کہ جب ۹ھ میں رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس ہوئے تو بنی فزارہ کے انیس آدمیوں کا ایک وفد دبلے اونٹوں پر آیا جس میں خارجہ بن حصن حر بن قیس بن حصن بھی تھے' یہ (حر بن قیس) ان سب میں چھوٹے تھے یہ لوگ اسلام کا اقرار کرتے ہوئے آئے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے وطن کا حال دریافت فرمایا تو ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے وطن میں قحط سالی ہے مواشی ہلاک ہو گئے' اطراف خشک ہو گئے اور ہمارے عیال بھوکے مر گئے لہٰذا اپنے پروردگار سے ہمارے لیے دعا فرمایئے۔

رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور دعا فرمائی کہ اے اللہ اپنے شہر اور جانوروں کو سیراب کر دے اپنی رحمت کو پھیلا دے اور مردہ شہر کو زندہ کر دے' اے اللہ ہمیں ایسی بارش سے سیراب کر دے جو مدد کرنے والی مبارک' سرسبز' شبانہ روز وسیع' فوری' غیر تاخیر کنندہ' مفید و غیر مضر ہو۔ اے اللہ ہمیں بارانِ رحمت سے سیراب کر دے نہ کہ باران عذاب سے یا منہدم اور غرق کرنے اور مٹانے والی بارش سے' اے اللہ ہمیں بارش سے سیراب کر اور ہمارے دشمنوں کے مقابلے میں ہماری مدد کر۔

(اس دعا کے بعد) اتنی بارش ہوئی کہ لوگوں کو چھ روز تک آسمان نظر نہ آیا۔ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور دعا فرمائی کہ اے اللہ ہمارے اوپر نہ ہو ہمارے اطراف ٹیلوں پر زمین سے ابھرے ہوئے پتھروں پر' وادیوں پر' اور جھاڑیوں پر

ہو۔ ابر مدینے سے اس طرح پھٹ گیا جس طرح کپڑا پھٹ جاتا ہے۔

(۶) وفد مرہ:

عبدالرحمٰن بن ابراہیم المزنی نے اپنے شیوخ سے روایت کی کہ وفد مرہ ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ۹ھ میں غزوۂ تبوک سے واپسی کے وقت حاضر ہوا' یہ تیرہ آدمی تھے جن کے رئیس حارث بن عوف تھے''۔ ان لوگوں نے عرض کی' یا رسول اللہ ہم لوگ آپ ہی کی قوم و خاندان کے ہیں' ہم لوگ لوی بن غالب کی قوم سے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا (رئیس وفد حارث بن عوف سے) فرمایا کہ تم نے اپنے متعلقین کو کہاں چھوڑا' عرض کی واللہ ہم لوگ قحط زدہ ہیں' آپ اللہ سے ہمارے لیے دعا فرمایئے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اے اللہ ان لوگوں کو بارش سے سیراب کر بلال کو حکم دیا کہ وہ ان لوگوں کو انعام دیں۔ چنانچہ انہوں نے ان لوگوں کو دس دس اوقیہ چاندی دی اور حارث بن عوف کو زیادہ دی ان کو بارہ اوقیہ دی۔

لوگ اپنے وطن واپس گئے تو معلوم ہوا کہ جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی اسی روز بارش ہوئی۔

(۷) وفد بنی ثعلبہ:

بنی ثعلبہ کے ایک شخص نے اپنے والد سے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۸ھ میں جعرانہ سے تشریف لائے تو ہم چار آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم اپنی قوم کے پسماندہ لوگوں کے قاصد ہیں' ہم اور وہ اسلام کا اقرار کرتے ہیں' آپ نے ہماری مہمان داری کا حکم دیا' ہم لوگ چند روز مقیم رہے' پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ رخصت ہوں۔ آپ نے بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ان کو بھی اسی طرح انعام دو جس طرح تم وفد کو دیتے ہو' وہ چند ٹکڑے چاندی کے لائے اور ہر شخص کو پانچ اوقیہ دیئے ہمارے پاس درم (روپیہ) نہ تھا' اور ہم اپنے وطن واپس آ گئے۔

(۸) وفد محارب:

ابووجزہ السعدی سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع ۱۰ھ میں وفد محارب آیا' وہ لوگ دس آدمی تھے جن میں سواء بن الحارث اور ان کے بیٹے خزیمہ بن سواء بھی تھے' یہ لوگ رملہ بنت الحارث کے مکان میں اتارے گئے' بلال صبح و شام کھانا ان لوگوں کے پاس لایا کرتے تھے۔

یہ لوگ اسلام لے آئے اور عرض کی کہ ہم لوگ اپنے پس ماندہ لوگوں کے قائم مقام ہیں' اس زمانے میں ان لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی درشت خو سخت نہ تھا اس وفد میں انہیں کی قوم کے ایک شخص تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہچان لیا تو انہوں نے عرض کی کہ تمام تعریفیں اسی اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے زندہ رکھا کہ میں نے آپ کی تصدیق کی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قلوب اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

آپ نے خزیمہ بن سواء کے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو ان کی پیشانی سفید و منور ہو گئی' آپ نے انہیں انعام دیا جس طرح وفد کو دیا کرتے تھے' یہ لوگ اپنے متعلقین کے پاس واپس گئے۔

(۹) وفد بنی سعد بن بکر:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنی سعد بن بکر نے رجب ۵ھ میں ضمام بن ثعلبہ کو جو بہادر بہت بال اور زلفوں والے تھے بطور وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا' وہ آئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس ٹھہر گئے' آپ سے سوال کیا اور سوال کرنے میں بہت سختی کی۔

پوچھا آپ کو کس نے رسول بنایا' اور کن امور کا رسول بنایا؟ آپؐ سے شرائع اسلام بھی دریافت کیے' رسول اللہ ﷺ نے انہیں ان تمام امور کا جواب دیا۔

وہ ایسے مسلمان ہو کر اپنی قوم کی جانب واپس گئے کہ بتوں کو اکھاڑ پھینکا' لوگوں کو ان امور سے آگاہ کیا جس کا آپؐ نے حکم دیا تھا یا منع فرمایا تھا۔ اس روز شام نہ ہونے پائی کہ تمام عورت مرد مسلمان ہو گئے ان لوگوں نے مساجد تعمیر کیں اور نمازوں کی اذانیں کہیں۔

(۱۰) وفد بنی کلاب:

خارجہ بن عبداللہ بن کعب سے مروی ہے کہ بنی کلاب کے تیرہ آدمیوں کا ایک وفد ۹ھ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا جن میں لبید بن ربیعہ و جبار بن سلمیٰ بھی تھے' آپ نے ان لوگوں کو رملہ بنت الحارث کے مکان میں اتارا۔ جبار و کعب بن مالک میں دوستی تھی' جب کعب کو ان لوگوں کا آنا معلوم ہوا تو انہوں نے ان لوگوں کو مرحبا کہا' جبار کو ہدیہ دیا اور ان کی خاطر کی۔

یہ لوگ کعب کے ہمراہ نکلے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے آپ کو اسلامی سلام کیا اور عرض کی کہ ضحاک بن سفیان ہمارے یہاں کتاب اللہ اور آپ کی وہ سنت لائے جس کا آپؐ نے انہیں حکم دیا تھا' انہوں نے ہمیں اللہ کی طرف دعوت دی' ہم نے اللہ و رسولؐ کے لیے قبول کر لیا انہوں نے ہمارے امراء سے زکوٰۃ وصول کی اور ہمارے فقراء کو واپس کر دی۔

(۱۱) وفد بنی رؤاس بن کلاب:

ابی نفیع طارق بن علقمہ الرؤاسی سے مروی ہے کہ ہم میں سے ایک شخص جن کا نام عمرو بن مالک بن قیس بن بجید بن رؤاس بن کلاب بن ربیع بن عامر بن صعصعہ تھا نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے' وہ اپنی قومؑ کے پاس آئے' انہیں اسلام کی دعوت دی تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم اس وقت تک اسلام نہ لائیں گے۔ جب تک بنی عقیل بن کعب پر اسی طرح مصیبت نہ نازل کر لیں جس طرح انہوں نے ہم پر کی۔ وہ لوگ ان کے ارادے سے نکلے' ہمراہ عمرو بن مالک بھی تھے' ان لوگوں نے ان پر مصیبت نازل کی' اور مواشی کو ہنکاتے ہوئے نکلے تو بنی عقیل کے ایک سوار نے جس کا نام ربیعہ بن المنتفق بن عامر بن عقیل تھا ان کو پا لیا' وہ یہ شعر کہہ رہا تھا۔

اقسمت لا اطعن الا فارسا اذ الکماۃ لبسوا القوانسا

''میں نے قسم کھائی ہے کہ سوائے سوار کے کسی کو نیزہ نہ ماروں گا' جبکہ مسلح لوگ خود پہنیں گے''۔

ابو نفیع نے کہا کہ اے گروہ پیادہ آج کے دن تو تم بچ گئے (کیونکہ تم پیادہ ہو اور یہ سوار کے قتل کی قسم کھاتا ہے۔ اس عقیلی نے

بنی عبید بن رؤاس کے ایک شخص کو جس کا نام محرس بن عبد اللہ بن عمرو بن عبید بن رؤاس تھا پالیا اس کے بازو میں نیزہ مار کر اسے بے کار کر دیا۔ محرس اپنے گھوڑے کی گردن سے لپٹ گئے اور کہا کہ اے رؤاس والو' ربیعہ نے کہا کہ گھوڑوں کے رؤاس کو پکارتے ہو یا آدمیوں کے' عمرو بن مالک ربیعہ کی طرف پلٹ پڑے انہوں نے نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا۔

ابی نفیع نے کہا کہ ہم لوگ مواشی کو ہنکاتے ہوئے نکلے' بنی عقیل ہماری تلاش میں آ گئے یہاں تک کہ ہم لوگ تربہ پہنچ گئے وادی تربہ نے ہمارے اور ان کے درمیان سلسلہ منقطع کر دیا' بنی عقیل ہماری طرف دیکھ رہے تھے اور کوئی چیز پا نہ سکتے تھے ہم لوگ چل دیئے۔

عمرو بن مالک نے کہا کہ میں حیران تھا کہ ایک خون کر دیا حالانکہ میں اسلام لایا تھا اور نبی ﷺ سے بیعت کر لی تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ گردن سے باندھ لیا اور نبی ﷺ کے ارادے سے نکلا' آپ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو فرمایا کہ اگر یہ (عمرو بن مالک) میرے پاس آئیں گے تو میں طوق او پر ضرور ماروں گا۔

میں نے اپنا ہاتھ کھول دیا' آپ کے پاس حاضر ہوا اور سلام کیا' آپ نے میری طرف سے منہ پھیر لیا' میں داہنی طرف سے آیا تو دوبارہ منہ پھیر لیا' بائیں طرف سے آیا اور عرض کی: یا رسول اللہ پروردگار کو راضی کیا جاتا ہے تو وہ راضی ہو جاتا ہے' خدا آپ سے راضی ہو' آپ بھی مجھ سے راضی ہو جایئے فرمایا کہ میں تم سے راضی ہو گیا۔

(۱۲) وفد بنی عقیل بن کعب:

بنی عقیل کے ایک شخص نے اپنی قوم کے شیوخ سے روایت کی کہ ہم بنی عقیل میں سے ربیع بن معاویہ بن خفاجہ بن عمرو بن عقیل ومطرف بن عبد اللہ بن الاعلم بن عمرو بن ربیعہ بن عقیل وانس بن قیس بن المنتفق بن عامر بن عقیل بطور وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' ان لوگوں نے بیعت کی اور اسلام لائے' اپنی قوم کے پسماندہ لوگوں کی طرف سے بھی بیعت کی۔ نبی ﷺ نے ان لوگوں کو (مقام) عقیق بنی عقیل عطا فرمایا' یہ ایک زمین تھی جس میں چشمے اور کھجور کے باغ تھے' اس کے متعلق ان لوگوں نے بیعت کی اور اسلام لائے' اپنی قوم کے پسماندہ لوگوں کی طرف سے بھی بیعت کی۔

نبی ﷺ نے ان لوگوں کو (مقام) عقیق بنی عقیل عطا فرمایا۔ یہ ایک زمین تھی جس میں چشمے اور کھجور کے باغ تھے' اس کے متعلق ان لوگوں کے لیے سرخ چمڑے پر ایک فرمان تحریر فرما دیا جس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ سند ہے جو محمد رسول اللہ (ﷺ) نے ربیع ومطرف وانس کو عطا فرمائی ہے' آپ نے ان لوگوں کو اس وقت تک کے لیے عقیق عطا فرمایا ہے۔ جب تک یہ لوگ نماز کو قائم رکھیں' زکوٰۃ ادا کرتے رہیں' اطاعت وفرماں برداری کرتے رہیں۔ آپ نے ان کو کسی مسلمان کا کوئی حق نہیں دیا۔ یہ فرمان مطرف کے قبضے میں تھا۔ لقیط بن عامر بن المنتفق بن عامر بن عقیل جو رزین کے والد تھے بطور وفد آپ کی خدمت میں آئے' آپ نے انہیں ایک پانی (کا مقام) جس کا نام تظیم تھا عطا فرمایا' انہوں نے آپ سے اپنی قوم کی طرف سے بیعت کی۔

آپ کی خدمت میں ابوحرب بن خویلد بن عامر بن عقیل آئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا ان کے

سامنے اسلام پیش کیا' انہوں نے عرض کی بے شک آپ اللہ سے ملے ہیں یا اس سے ملے ہیں جو اللہ سے ملا ہے' بے شک آپ ایسی بات فرماتے ہیں جس کے برابر اچھی بات ہم نہیں جانتے' لیکن میں اس دین پر جس کی آپ مجھے دعوت دیتے ہیں اور اس دین پر جس پر میں (پہلے سے) ہوں اپنے یہ تیر گھماؤں گا (یعنی قرعہ ڈالوں گا)۔ انہوں نے تیروں کو گھمایا تو کفر کا تیر ان کے خلاف نکلا دوبارہ سہ بارہ بھی ان کے خلاف نکلا رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ یہ تو اسی کو قبول کرتا ہے جو آپ کی رائے ہے۔

وہ اپنے بھائی عقال بن خویلد کے پاس گئے ان سے کہا کہ تمہاری خیر کم ہے' کیا تمہیں محمد بن عبداللہ (ﷺ) سے دلچسپی ہے جو دین اسلام کی دعوت دیتے ہیں' قرآن پڑھتے ہیں انہوں نے میرے اسلام لانے پر مجھے موضع عقیق عطا فرما دیا ہے۔ عقال نے جواب دیا کہ واللہ میں تمہیں اس سے زیادہ زمین دوں گا جتنی محمد (ﷺ) تمہیں دیتے ہیں' وہ (ابوحرب) اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے نیزہ لے کر اسفل عقیق کو گئے' اس کا حصہ اسفل مع اس چشمے کے جو اس میں تھا لے لیا۔

عقال رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے' آپ نے ان کے سامنے بھی اسلام پیش کیا اور فرمایا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں' وہ کہنے لگے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ہبیرہ بن النفاضہ موضع لبان کے دونوں پہاڑیوں کی لڑائی کے دن بہت اچھے سوار تھے' آپ نے پھر فرمایا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خالص (دودھ یا شراب) جھاگ اور پھین کے نیچے ہوتی ہے۔ آپ نے سہ بارہ ان سے فرمایا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو' انہوں نے شہادت دی اور اسلام لے آئے۔

(۱۳) وفد جعدہ:

بنی عقیل کے ایک شخص سے مروی ہے کہ الرقاد بن عمرو بن ربیعہ بن جعدہ بن کعب بطور وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' رسول اللہ ﷺ نے (مقام) فلج میں انہیں ایک جائیداد عطا فرمائی اور ایک فرمان تحریر فرما دیا جو ان لوگوں کے پاس ہے۔

(۱۴) وفد بنی قشیر:

علی بن محمد القرشی سے مروی ہے کہ بنی قشیر کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جن میں ثور بن عروہ بن عبداللہ بن سلمہ بن قشیر بھی تھے' یہ اسلام لائے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک قطعہ زمین کا عطا فرمایا اور ایک فرمان تحریر فرما دیا' اس وفد میں حیدہ بن معاویہ بن قشیر بھی تھے۔

یہ واقعہ حجۃ الوداع سے پہلے اور غزوۂ حنین کے بعد ہوا' اس وفد میں قرہ بن ہبیرہ بن سلمہ الخیر بن قشیر بھی تھے۔ اسلام لائے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں (بھی کچھ) عطا فرمایا' ایک چادر اوڑھائی' اور حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کے محصل زکوٰۃ بن جائیں۔ قرہ جب واپس ہوئے تو انہوں نے یہ اشعار کہے:

حباها رسول الله اذ نزلت به   وامكنها من نائل غير منفد

''وفد جب رسول اللہ ﷺ کی جناب میں حاضر ہوا تو آپ نے یہ عنایت کی' وفد کو ایسا فیض بخشا جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔

فاضحت بروض الخضر وهي حيثلثة   وقد انجحت حاجاتها من محمد

وفد کی جماعت جو بہت گرم رو تھی سرسبز مرغزار میں ٹھہر گئی رسول اللہ ﷺ کے لطف و کرم سے اس کی حاجتیں پوری ہو گئیں۔

علیها فتی لا یردف الذم رحله نزوك لامر العاجز المتردد

اس جماعت کا سرگروہ وہ جوان ہے کہ اس کے کجاوے کے ساتھ عیب کا گزر نہیں جو لوگ عاجز و مذبذب ہیں ان کے معاملات کو وہی درست کرتا ہے''۔

(۱۵) وفد بنی البکاء:

جعد بن عبداللہ بن عامر البکائی نے جو بنی عامر بن صعصعہ میں سے تھے اپنے والد سے روایت کی ۹ھ میں بنی البکاء کے تین آدمیوں کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جن میں معاویہ بن ثور بن عبادہ بن البکاء تھے جو اس زمانے میں سو برس کے تھے' ان کے ہمراہ ان کے ایک بیٹے بھی تھے جن کا نام بشر تھا' اور فجیع بن عبداللہ بن جندح بن البکاء تھے' ان لوگوں کے ہمراہ عبد عمرو البکائی بھی تھے جو بہرے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو ٹھہرانے اور مہمان رکھنے کا حکم دیا' ان کو انعامات عطا فرمائے اور یہ لوگ اپنی قوم میں واپس گئے' معاویہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ میں آپ کے مس (چھونے) سے برکت حاصل کرنا چاہتا ہوں' میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میرا یہ لڑکا میرے ساتھ نیکی کرتا ہے۔ لہٰذا اس کے چہرے پر (دست مبارک سے) مسح فرما دیجئے' چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بشر بن معاویہ کے چہرے پر دست مبارک پھیر دیا' انہیں سفید رنگ کی بھیڑیں عطا فرمائیں اور برکت کی دعا دی۔ جعد راوی نے کہا کہ اکثر بنی البکاء پر قحط سالی کی مصیبت آئی مگر ان لوگوں پر نہیں آئی۔ محمد بن بشر بن معاویہ بن ثور بن عبادہ بن البکاء نے اشعار ذیل کہے ہیں۔

وابی الذی مسح الرسول برأسه ودعاله بالخیر والبرکات

''میرے باپ وہ ہیں جن کے سر پر رسول اللہ ﷺ نے دست مبارک پھیرا ہے اور ان کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی ہے۔

اعطاه احمدٌ اذ اتاه اغداً عفرا نواجل لیس باللجبات

میرے والد کو جب وہ احمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے چند سفید اچھی نسل والی بھیڑیں عطا فرمائیں جو کم دودھ والی نہ تھیں۔

یملأن وفد الحی کل غشیة ویعود ذاك الملاء بالغدوات

جو ہر شب کو قبیلے کے وفد کو (دودھ سے) بھر دیتی تھیں' اور یہ بھرنا پھر صبح کو دوبارہ بھی ہوتا تھا۔

بورکن من مسخ وبورك مانحا وعلیه منی ماحییت صلاتی

جو عطا کی وجہ سے بابرکت تھیں۔ اور عطا کرنے والے بھی بابرکت تھے' اور جب تک میں زندہ رہوں میری طرف سے آپ پر میرا درود پہنچتا رہے''۔

ہشام بن محمد بن السائب الکلبی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجیع کے لیے ایک فرمان تحریر فرمایا' کہ "محمد نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے فجیع اور ان کے تابعین کے لیے' جو اسلام لائے' نماز قائم کرے' زکوٰۃ دے اللہ و رسول کی اطاعت کرے' مال غنیمت میں سے اللہ کا خمس دے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کی مدد کرے' اپنے اسلام پر گواہی دے اور مشرکین کو چھوڑ دے تو وہ اللہ عزوجل و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امان میں ہے"۔

ہشام نے کہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد عمرو الاصم کا نام عبدالرحمٰن رکھا' ان کے لیے اس پانی (یعنی کنویں کی معافی) کے لیے جس کا نام ذی القصہ تھا تحریر فرمادیا' عبدالرحمٰن اصحاب صفہ میں سے تھے۔

(۱۶) وفد واثلہ بن الاسقع اللیثی:

ابوقلابہ وغیرہ سے مروی ہے کہ واثلہ بن الاسقع اللیثی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بطور وفد آئے یہ ایسے وقت مدینے آئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی تیاری فرمار ہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے ہمراہ صبح کی نماز پڑھی۔

آپ نے فرمایا کہ تم کون ہو' تمہیں کیا چیز لائی ہے اور تمہاری حاجت کیا ہے؟ انہوں نے آپ کو اپنا نسب بتایا اور کہا کہ میں اس لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ اللہ اور رسول پر ایمان لاؤں لہٰذا میں جو پسند کروں سب پر مجھ سے بیعت لے لیجئے' آپ نے ان سے بیعت لے لی۔

وہ اپنے اعزہ میں واپس گئے' انہیں خبر دی تو ان کے والد نے کہا کہ بخدا میں تم سے کبھی کوئی بات نہ کروں گا' بہن نے گفتگو سنی تو وہ اسلام لے آئیں اور ان کا سامان سفر درست کر دیا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کو روانہ ہوئے کہ معلوم ہوا آپ تبوک جاچکے۔

انہوں نے کہا کہ ہے کوئی جو مجھے باری باری سوار کرے اور میرا مال غنیمت کا حصہ اسی کا ہو؟ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے سوار کر لیا یہاں تک کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا دیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تبوک حاضر ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اکیدر کی جانب بھیج دیا' مال غنیمت حاصل ہوا تو اپنا حصہ کعب بن عجرہ کے پاس لائے' لیکن انہوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا اور انہیں کے لیے جائز کر دیا' یہ کہہ کر کہ میں نے تو محض اللہ کے لیے تمہیں سواری دی تھی۔

(۱۷) وفد بنی عبد بن عدی:

اہل علم نے کہا کہ وفد بنی عبد بن عدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جو مشتمل بر حارث بن اہبان' عویمر بن الاخرم' حبیب بن ملہ' ربیعہ بن ملہ تھا' ان کے ہمراہ قوم کی ایک جماعت بھی تھی۔

ان لوگوں نے عرض کیا کہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم لوگ ساکن حرم و اہل حرم ہیں۔ جو لوگ اس میں ہیں ان سب سے زیادہ طاقت ور ہیں' ہم آپ سے جنگ کرنا نہیں چاہتے' اگر آپ غیر قریش سے جنگ کریں گے تو ہم بھی آپ کے خاندان سے محبت کرتے ہیں' اگر غلطی سے ہم میں سے کسی کا آپ سے خون ہو جائے تو اس کا خون بہا آپ کے ذمے ہوگا اور اگر غلطی سے آپ کے اصحاب

میں سے کسی کا ہم سے خون ہو جائے تو اس کا خون بہا ہمارے ذمے ہوگا' آپ نے فرمایا کہ ہاں۔
پھر وہ لوگ اسلام لے آئے۔

(۱۸) وفد اشجع:

اہل علم نے کہا کہ قبیلۂ اشجع کے لوگ غزوۂ خندق والے سال رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے' وہ سو آدمی تھے جن کے رئیس مسعود بن رُخیلہ تھے' یہ لوگ (محلّہ) شعب سلع میں اترے رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے' آپ نے ان کے لیے کھجوروں کا حکم دیا۔

ان لوگوں نے عرض کیا: یا محمد (ﷺ) ہم اپنی قوم میں سے کسی کو نہیں جانتے جس کا مکان ہم سے زیادہ آپ کے قریب ہو اور جس کی تعداد ہم سے زیادہ قلیل ہو' ہم لوگ آپ کی اور آپ کی قوم کی جنگ سے تنگ آ گئے ہیں' لہٰذا آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں کہ صلح کریں' آپ نے ان سے صلح کر لی۔

کہا جاتا ہے کہ اشجع رسول اللہ ﷺ کے بنی قریظہ سے فارغ ہونے کے بعد آئے وہ سات سو آدمی تھے' آپ نے ان سے صلح کر لی۔ اس کے بعد وہ اسلام لے آئے۔

(۱۹) وفد باہلہ:

اہل علم نے کہا کہ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مطرف بن الکاہن الباہلی اپنی قوم کے قاصد بن کر آئے اور اسلام لائے اپنی قوم کے لیے امن حاصل کیا' رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے ایک فرمان تحریر فرما دیا جس میں صدقات کے فرائض تھے۔

اس کے بعد نہشل بن مالک الوائلی جو قبیلہ باہلہ سے تھے اپنی قوم کے قاصد بن کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے' رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور ان کی قوم کے مسلمین کے لیے ایک فرمان تحریر فرما دیا جس میں شرائع اسلام تھے۔

اسے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔

(۲۰) وفد بنی سلیم بن منصور:

اہل علم نے کہا کہ بنی سلیم کے ایک شخص جس کا نام قیس بن نسیبہ تھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' آپ کا کلام سنا' چند باتیں دریافت کیں آپ نے انہیں جواب دیا اور انہوں نے ان سب کو حفظ کر لیا۔

رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو وہ اسلام لے آئے' اپنی قوم بنی سلیم کی جانب واپس گئے اور کہا کہ میں نے روم کا ترجمہ (سیرت) فارس کا غیر مفہوم کلام' عرب کے اشعار' کاہن کی پیشین گوئی اور قبیلۂ حمیر کے مقرر کی تقریر سنی مگر محمد (ﷺ) کا کلام ان میں سے کسی کے بھی مشابہ نہیں۔ لہٰذا تم لوگ میری پیروی کرو اور آنحضرتؐ سے اپنا حصہ لے لو۔

جب فتح مکہ کا سال ہوا تو بنی سلیم رسول اللہ ﷺ کی جانب روانہ ہوئے آپ سے قدید میں ملے' یہ سات سو آدمی تھے' یہ

بھی کہا جاتا ہے کہ ایک ہزار تھے' جن میں عباس بن مرداس' انس بن عباس بن رعل' راشد بن عبدربہ بھی تھے' یہ سب لوگ اسلام لائے۔ اور عرض کی آپ ہم لوگوں کو اپنے مقدمۃ الجیش میں کر دیجئے ہمارا جھنڈا سرخ رکھیے اور ہمارا شعار ''مقدم'' مقرر فرمایئے۔ آپؐ نے ان کے ساتھ یہی کیا۔

وہ لوگ آپؐ کے ساتھ فتح مکہ وحنین وطائف میں حاضر ہوئے آپؐ نے راشد بن عبدربہ کو (مقام) رہاط عطا فرمایا' اس میں ایک چشمہ تھا جس کا نام عین الرسول تھا۔

راشد بنی سلیم کے بت کے مجاور تھے' ایک روز دو لومڑیوں کو اس پر پیشاب کرتے دیکھ کر یہ شعر کہا۔

ارب یبول الثعلبان برائه لقد ذل من بالت علیه الثعالب

''کیا وہ رب ہو سکتا ہے جس کے سر پر لومڑیاں موتتی ہیں۔ بے شک وہ ذلیل ہے جس پر لومڑیاں موتیں''۔

انہوں نے اس پر حملہ کیا اور اسے پارہ پارہ کر دیا' نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپؐ نے نام پوچھا' انہوں نے کہا کہ غادی بن عبدالعزیٰ۔ فرمایا کہ تم راشد بن عبدربہ ہو (غادی کے معنی گمراہ اور راشد کے معنی ہدایت یافتہ ہیں)۔

وہ اسلام لائے' ان کا اسلام خالص تھا' فتح مکہ میں نبی ﷺ کے ہمراہ حاضر ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عرب کے دیہات میں سب سے بہتر خیبر ہے' اور بنی سلیم میں سب سے بہتر راشد ہیں' آپؐ نے انہیں اپنی قوم کا علم بردار بنایا۔

بنی سلیم کے ایک شخص سے مروی ہے کہ ہم میں سے ایک شخص جن کا نام قدر بن عمار تھا بطور وفد نبی ﷺ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے اسلام لائے اور عہد کیا کہ اپنی قوم کے ایک ہزار شہسواروں کو آپ کی خدمت میں لائیں گے اور یہ شعر پڑھنے لگے۔

شددت یمنی اذ اتیت محمداً بخیرید شدت بحجرة مزر

''میں رسول اللہ ﷺ کی جناب میں حاضر ہوا تو اپنے داہنے ہاتھ کو ایک بہترین ہاتھ سے وابستہ کر لیا۔

وذاك امرؤ قاسمته نصف دينه واعطيته الف امرئ غير اعسر

وہ ایسے ہیں کہ میں نے تقسیم کر کے اپنا آدھا دین ان کو دے دیا۔ اور ایسے شخص کی الفت ومحبت ان کو پیش کی جو تنگ دست نہیں ہے''۔

قوم کے پاس آئے' اس واقعے کی خبر کی تو ان کے ہمراہ نو سو آدمی روانہ ہوئے۔ سو آدمی قبیلے میں چھوڑ دیئے' نبی ﷺ کے پاس ان لوگوں کو لے چلے' انہیں موت آ گئی۔

قوم کے تین آدمیوں کو وصیت کی۔ ایک عباس بن مرداس کو اور انہیں تین سو پر امیر بنایا' دوسرے جبار بن الحکم کو اور یہی فرار الشریدی تھے' ان کو بھی تین سو پر امیر بنایا' تیسرے اخنس بن یزید کو ان کو بھی تین سو پر امیر بنایا۔

ان لوگوں سے کہا کہ آنحضرت ﷺ کے پاس جاؤ' تاکہ وہ عہد پورا ہو جو میری گردن پر ہے پھر ان کی وفات ہو گئی۔

یہ لوگ روانہ ہوئے' نبی ﷺ کے پاس آئے تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ خوبصورت بہت بولنے والا سچا مومن کہاں ہے۔ ان لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ انہیں اللہ نے دعوت دی تو اس کو انہوں نے قبول کر لیا۔

ان لوگوں نے آپ کو واقعہ بتایا' آپؐ نے فرمایا کہ وہ ہزار کے بقیہ کہاں ہیں جن کا انہوں نے مجھ سے عہد کیا تھا' لوگوں نے عرض کی کہ اس جنگ کے خوف سے جو ہمارے اور بنی کنانہ کے درمیان ہے سوآدمیوں کو قبیلے میں چھوڑ دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان کو بھی بلا بھیجو کیونکہ اس سال تمہیں کوئی ناگوار حادثہ پیش نہیں آئے گا۔

ان لوگوں نے انہیں بھی بلا بھیجا' جو (مقام) ہدہ میں آپؐ کے پاس آگئے' یہ وہی سوآدمی تھے جن پر مقنع بن مالک بن امیہ بن عبدالعزیٰ بن عمل بن کعب بن الحارث بن بہثہ بن سلیم امیر تھے۔

جب ان لوگوں نے لشکر کا شور سنا تو عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم لوگ حاضر کر دیئے گئے' آپؐ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تمہارے نفع کے لیے نہ کہ تمہارے ضرر کے لیے' یہ (قبیلہ) سلیم بن منصور ہے جو آیا ہے' یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فتح مکہ وحنین میں حاضر ہوئے۔ مقنع ہی کے لیے امیر لشکر عباس بن مرداس نے یہ شعر کہا ہے:

القائد المائة التی وفی بها تسع المئين فتم الف اقرع

''ان سوآدمیوں کے امیر لشکر جن سے انہوں نے نوسو کو پورا کر دیا اور وہ مکمل سخت دبہادر ہزار ہو گئے''۔

(۲۱) وفد بنی ہلال بن عامر:

اہل علم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بنی ہلال کی ایک جماعت حاضر ہوئی جن میں عبدعوف بن اصرم بن عمرو بن شعیبہ بن الہزم بھی تھے جو قبیلہ رؤیبہ سے تھے' آپؐ نے نام دریافت فرمایا تو انہوں نے بتایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم عبداللہ ہو ان کی اولاد میں سے ایک شخص نے یہ شعر کہا ہے۔

جدی الذی اختارت هوازن كلها الی النبی عبد عوف وافدا

''وہ میرے ہی دادا ہیں جن کو تمام قبیلۂ ہوازن نے نبی ﷺ کی خدمت میں بطور بھیجنے کے لیے منتخب کیا''۔

ان میں سے قبیصہ بن المخارق نے عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ میں نے (ادائے قرض میں) اپنی قوم کی ضمانت کی ہے لہٰذا اس میں میری مدد فرمادیجئے۔ فرمایا: جب صدقات آئیں گے تو اس میں سے تمہیں دیا جائے گا۔

اشیاخ بنی عامر سے مروی ہے کہ زیاد بن عبداللہ بن مالک بن بجیر بن الہزم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بطور وفد نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے جب وہ مدینہ شریفہ میں داخل ہوئے تو میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی ﷺ کے مکان پر چلے گئے جو زیاد کی خالہ تھیں جن کی والدہ غرہ بنت الحارث تھیں اور وہ اس زمانے میں جوان تھے۔

اسی حالت میں کہ وہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے نبی ﷺ تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ ناراض ہو کر واپس تشریف لے گئے' میمونہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ تو میرے بھانجے ہیں' رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے آئے آپ مسجد کو تشریف لے گئے۔ ہمراہ زیاد بھی تھے' نماز ظہر پڑھی' زیاد کو نزدیک کیا اور ان کے لیے دعا فرمائی' اپنا ہاتھ ان کے سر پر رکھا پھر ان کی ناک کے کنارے تک اتارا۔

بنی ہلال کہا کرتے تھے کہ ہم لوگ برابر زیاد کے چہرے پر برکت مشاہدہ کرتے تھے' ایک شاعر نے علی بن زیاد کے

لیے کہا ہے

یاابن الذی مسح النبی برأسه ودعا له بالخیر عند المسجد

''اے اس شخص کے بیٹے جس کے سر پر نبی ﷺ نے ہاتھ پھیرا اور مسجد میں اس کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

اعنی زیاد الا ارید سواءه من غائر ارمتهم او منجد

میری مراد زیاد سے ہے' ان کے علاوہ اور کوئی مراد نہیں۔ چاہے وہ غور کا ہو یا تہامہ کا یا نجد کا۔

مازال ذاك النور فی عرنینه حتی تبوأ بیته فی الملحد

یہ نور ان کے بشرے میں چمکتا رہا۔ یہاں تک کہ خانہ نشین ہو کے آخر قبر میں چلے گئے''۔

(۲۲) وفد عامر بن طفیل:

اہل علم نے کہا ہے کہ عامر بن الطفیل بن مالک بن جعفر بن کلاب واربد بن ربیعہ بن مالک بن جعفر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا کہ اگر میں اسلام لاؤں تو میرے کیا حقوق ہوں گے آپ نے فرمایا کہ تمہارے وہی حقوق ہوں گے جو مسلمانوں کے ہیں اور تم پر وہی امور لازم ہوں گے جو مسلمانوں پر لازم ہیں۔

انہوں نے کہا کہ کیا آپ اپنے بعد خلافت میرے لیے کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خلافت نہ تمہارے لیے ہوگی نہ تمہاری قوم کے لیے' عرض کی اچھا تو کیا آپ یہ کرتے ہیں کہ دیہات میرے لیے ہوں اور شہر آپ کے لیے۔ آپ نے فرمایا نہیں' لیکن میں گھوڑوں کی باگیں تمہارے لیے کر دوں گا کیونکہ تم شہ سوار ہو' اس نے کہا کہ کیا مجھے یہ طاقت نہیں ہے کہ میں پیادہ وسوار لشکر سے آپ پر عافیت تنگ کر دوں۔ پھر یہ دونوں واپس گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ ان دونوں سے مجھے کفایت کر اے اللہ بنی عامر کو ہدایت کر۔ اور اے اللہ اسلام کو عامر بن الطفیل سے بے نیاز کر۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے عامر کی گردن پر ایک بیماری مسلط کر دی جس سے اس کی زبان اس کے حلق میں بکری کے تھن کی طرح سوج کر لٹک پڑی وہ بنی سلول کی ایک عورت کے گھر کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ یہ گھینگا بیل کے کوہان کی طرح کا ہے اور سلولیہ کے گھر میں موت ہے اربد پر اللہ نے ایک بجلی بھیجی جس نے اسے قتل کر دیا' اس پر لبید بن ربیعہ روئے۔

اس وفد میں مطرف کے والد عبداللہ بن الشخیر بھی تھے انہوں نے عرض کیا' یا رسول اللہ آپ ہمارے سردار ہیں اور ہم پر مہربان وکرم فرما ہیں' آپ نے فرمایا کہ سردار تو اللہ ہی ہے۔ شیطان تم کو بہکا نہ دے۔

(۲۳) وفد علقمہ بن علاثہ:

اہل علم نے کہا علقمہ بن علاثہ بن عوف بن الاحوص بن جعفر بن کلاب' ہوذہ بن خالد بن ربیعہ اور ان کے بیٹے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے' عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے' رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ علقمہ کے لیے جگہ کر دو' انہوں نے علقمہ کے لیے جگہ کر دی اور وہ آنحضرت ﷺ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے شرائع اسلام بیان فرمائے' قرآن پڑھ کر سنایا' تو انہوں نے عرض کیا کہ یا محمد (ﷺ) بے شک آپ کا رب کریم ہے' اور میں آپ پر ایمان لاتا ہوں' میں عکرمہ بن خصفہ برادر قیس کی طرف سے بھی بیعت کرتا ہوں۔

ہوذہ' ان کے بیٹے اور بھتیجے بھی اسلام لائے اور ہوذہ نے بھی عکرمہ کی طرف سے بیعت کی۔

(۲۴) وفد بنی عامر بن صعصعہ:

عون بن ابی جحیفہ السوائی نے اپنے والد سے روایت کی کہ وفد بنی عامر آیا' ان لوگوں کے ساتھ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک عریضہ بھی تھا۔ ہم لوگوں نے آنحضرت ﷺ کو (مقام) ابطح میں ایک سرخ خیمے میں پایا۔

آپ کو سلام کیا تو پوچھا کہ تم لوگ کون ہو؟ ہم نے عرض کی کہ بنی عامر بن صعصعہ' آپ نے فرمایا کہ تمہیں مرحبا (انتم منی وانا منکم) تم میرے اور میں تمہارا ہوں' نماز کا وقت آ گیا تو بلال اٹھے۔ اذان کہی اور اذان میں گھومنے لگے (تاکہ سب طرف آواز جائے)۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس وہ ایک برتن لائے جس میں پانی تھا' آپ نے وضو کیا زائد پانی بچ گیا' ہم لوگ آپ کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے کی کوشش کرنے لگے' بلال نے اقامت کہی' رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی' عصر کا وقت آ گیا تو بلال اٹھے اور اذان کہی' اذان میں گھومنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی۔

(۲۵) وفد بنو ثقیف:

عبداللہ بن ابی یحییٰ الاسلمی سے مروی ہے کہ عروہ بن مسعود' غیلان بن سلمہ طائف کے محاصرے میں موجود نہ تھے' یہ دونوں جرش میں سنگ اندازی' قلعے کی نقب زنی' گوپھن وغیرہ آلات حرب کی صنعت سیکھ رہے تھے۔

یہ دونوں اس وقت آئے جب رسول اللہ ﷺ طائف سے واپس ہو چکے تھے' ان لوگوں نے آلاتِ سنگ اندازی' نقب زنی و منجنیق (گوپھن) نصب کیے اور جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔

عروہ بن مسعود کا قبول اسلام:

اللہ نے عروہ کے قلب میں اسلام ڈال دیا' انہیں اس حالت سے بدل دیا جس پر وہ تھے' وہ نکل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اسلام لائے۔

رسول اللہ ﷺ سے اپنی قوم کے پاس جانے کی اجازت چاہی کہ انہیں بھی اسلام کی دعوت دیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ تم سے جنگ کریں گے۔ عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان کے نزدیک ان کے اکلوتے بیٹوں سے زیادہ محبوب ہوں' پھر عروہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ اور سہ بارہ آپ سے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو جاؤ۔

وہ نکلے' اور پانچ دن طائف کی طرف چلے پھر عشاء کے وقت آئے اور اپنے مکان میں گئے ان کی قوم آئی اور شرک کا سلام کیا' عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہیں اہل جنت کا سلام اختیار کرنا چاہیے جو "السلام" ہے' ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ تو وہ لوگ نکل کر ان کے متعلق مشورہ کرنے لگے۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

صبح ہوئی تو عروہ رضی اللہ عنہ اپنی کھڑکی (کے بالاخانے) پر آئے اور اذان کہی' ثقیف ہر طرف سے نکل پڑے' بنی مالک کے ایک شخص نے جس کا نام اوس بن عوف تھا عروہ کو تیر مارا جو ان کی رگِ ہفت اندام پر (جو کلائی میں ہوتی ہے اور اسی میں فصد کھولی جاتی ہے) لگا' ان کا خون بند نہ ہوا۔

غیلان بن سلمہ و کنانہ بن عبد یالیل و حکم بن عمرو بن وہب اور حلفاء کے معززین اٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے ہتھیار پہن لیے اور سب کے سب (انتقام کے لیے) جمع ہو گئے۔

عروہ رضی اللہ عنہ نے یہ کیفیت دیکھی تو انہوں نے کہا کہ میں نے اپنا خون' خون کرنے والے کو معاف کر دیا تاکہ اس کے ذریعے سے میں تمہارے درمیان صلح کرا دوں' یہ تو ایک بزرگی ہے جس کے سبب سے اللہ نے میرا اکرام کیا' اور شہادت ہے جس کو اللہ نے میرے پاس بھیج دیا مجھے ان شہداء کے ساتھ دفن کرنا جو رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شہید ہوئے۔

ان کی وفات ہو گئی تو لوگوں نے ان کو انہیں شہداء کے ساتھ دفن کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ ان کی مثال صاحب یٰسین کی سی ہے جنہوں نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا تو ان لوگوں نے انہیں قتل کر دیا۔

اہل طائف کا قبول اسلام:

ابوالملیح بن عروہ و قارب بن الاسود بن مسعود نبی ﷺ سے جا ملے اور اسلام لے آئے' رسول اللہ ﷺ نے مالک بن عوف کو پوچھا تو ان دونوں نے جواب دیا کہ ہم نے انہیں طائف میں چھوڑا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ تم لوگ انہیں خبر دو کہ وہ مسلمان ہو کر میرے پاس آئیں تو میں ان کے اعزہ و مال انہیں واپس کر دوں گا اور مزید سو اونٹ دوں گا وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپؐ نے انہیں یہ سب عطا فرمایا انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ثقیف کے لیے تو میں کافی ہوں' میں ان کے مویشی لوٹتا رہوں گا تاوقتیکہ وہ مسلمان ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے انہیں ان کی قوم کے مسلمین اور قبائل پر عامل بنا دیا' وہ ثقیف کے مواشی کو لوٹتے اور لوگوں سے جنگ کرتے رہے' جب ثقیف نے یہ حالت دیکھی تو وہ لوگ عبد یالیل کے پاس گئے اور باہم یہ مشورہ کیا کہ اپنی قوم کے چند آدمی بطور وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روانہ کریں۔

عبد یالیل اور ان کے دو بیٹے کنانہ و ربیعہ اور شرحبیل بن غیلان بن سلمہ اور حکم بن عمرو بن وہب بن مقب و عثمان بن ابی العاص و اوس بن عوف و نمیر بن خرشہ بن ربیعہ نکلے اور ستر آدمیوں کے ہمراہ روانہ ہوئے' یہ چھ آدمی ان کے رئیس ہوئے۔

بعض اہل علم نے کہا یہ سب انیس آدمی تھے' یہی زیادہ ٹھیک ہے۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں مسلمانوں کے ہمراہ ذی حرض میں تھا کہ اتفاق سے عثمان بن ابی العاص مجھ سے مل کر حالات دریافت کرنے لگے۔ جب میں نے (ثقیف کے) ان لوگوں کو دیکھا تو بہت تیزی سے نکلا کہ رسول اللہ ﷺ کو ان لوگوں کی آمد کی بشارت دوں۔

میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا اور انہیں ان لوگوں کی آمد کی خبر دی' انہوں نے کہا کہ میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم مجھ سے پہلے ان لوگوں کی آمد کی خبر رسول اللہ ﷺ کو نہ دینا۔ وہ گئے اور رسول اللہ ﷺ کو خبر دی' رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کی آمد سے مسرور ہوئے۔

ان میں جو لوگ حلیف تھے وہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے پاس اترے' مغیرہ نے ان لوگوں کا اکرام کیا' جو لوگ بنی مالک میں سے تھے نبی ﷺ نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ نصب فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ ہر شب کو بعد عشاء ان لوگوں کے پاس تشریف لاتے تھے' اور ان کے پاس کھڑے رہتے تھے یہاں تک کہ آپ کبھی ایک قدم پر کھڑے ہوتے تھے اور کبھی دوسرے قدم پر' آپ قریش کی شکایت کرتے تھے اور اس جنگ کا ذکر فرماتے تھے جو آپؐ کے اور قریش کے درمیان ہوئی۔

نبی ﷺ نے ایک فیصلے پر ثقیف سے صلح کر لی' ان لوگوں کو قرآن سکھایا گیا ان پر عثمان بن ابی العاص کو عامل بنایا گیا۔ ثقیف نے لات وعزیٰ کے منہدم کرنے سے معافی چاہی آپؐ نے انہیں معاف فرمادیا۔ مغیرہ نے کہا کہ میں نے ان کو منہدم کیا' یہ لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔

مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں عرب کے کسی خاندان یا قبیلے کی کسی قوم کو نہیں جانتا جن کا اسلام ان لوگوں سے زیادہ صحیح ہوا اور جو اس سے بہت بعید ہوں کہ ان میں اللہ اور اس کی کتاب کے لیے کوئی دغا پائی جائے۔

وفود قبیلۂ ربیعہ

(۲۶) وفد عبدالقیس (اہل بحرین):

عبدالحمید بن جعفر نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل بحرین کو تحریر فرمایا کہ ان میں سے بیس آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوں' بیس آدمی حاضر ہوئے۔ جن کے رئیس عبداللہ بن عوف الاشج تھے' ان لوگوں میں جارود اور اشج کے بھانجے منقذ بن حیان بھی تھے ان کی آمد فتح مکہ والے سال ہوئی۔

عرض کیا گیا کہ یہ عبدالقیس کا وفد ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو مرحبا ہے' عبدالقیس بھی کیسی اچھی قوم ہے۔

جس شب کو یہ لوگ آئے اس کی صبح کو رسول اللہ ﷺ نے افق کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ ضرور ضرور مشرکین کی ایک جماعت آئے گی جن کو اسلام پر مجبور نہیں کیا گیا ہے جنہوں نے اونٹوں کو (چلاتے چلاتے تھکا کر) دبلا کر دیا ہے اور زادراہ کو ختم کر دیا ہے' ان کے ہمراہی میں ایک علامت بھی ہے' اے اللہ عبدالقیس کی مغفرت کر جو میرے پاس مال مانگنے نہیں آئے ہیں' جو اہل مشرق میں سب سے بہتر ہیں۔

یہ لوگ اپنے کپڑوں میں آئے۔ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تھے' ان لوگوں نے آپ کو سلام کیا' رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم میں عبداللہ بن الاشج کون ہیں۔ عبداللہ نے کہا کہ یا رسول اللہ میں ہوں' وہ کریہ منظر (بدشکل) آدمی تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ انسان کی کھال کی مشک نہیں بنائی جاتی ' البتہ آدمی کی دو سب سے چھوٹی چیزوں کی حاجت ہوتی ہے' ایک اس کی زبان اور ایک اس کا دل۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (اے عبداللہ) تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ پسند کرتا ہے۔ عبداللہ نے کہا کہ وہ کون سی' آپؐ نے فرمایا کہ حلم اور وقار' انہوں نے عرض کیا کہ یہ چیز پیدا ہوگئی ہے یا میری خلقت اسی پر ہوئی ہے' آپؐ نے فرمایا کہ تمہاری خلقت اسی پر ہوئی ہے۔

جارود نصرانی تھے' رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی' وہ اسلام لے آئے اور ان کا اسلام اچھا تھا۔

آپ نے وفد عبدالقیس کو رملہ بنت الحارث کے مکان پر ٹھہرایا' ان لوگوں کی مہمان داری فرمائی' یہ لوگ دس روز مقیم رہے' عبداللہ بن الاشج رسول اللہ ﷺ سے فقہ و قرآن دریافت کیا کرتے تھے۔

آپؐ نے ان لوگوں کے لیے انعامات کا حکم دیا' عبداللہ بن الاشج کو سب سے زیادہ دلایا انہیں ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی مرحمت فرمائی' اور منقذ بن حیان کے چہرے پر دست مبارک پھیرا۔

(۲۷) وفد بکر بن وائل:

اہل علم نے کہا کہ بکر بن وائل کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' ان میں سے ایک شخص نے آپؐ سے عرض کیا کہ آپ قس بن ساعدہ کو پہچانتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ تم میں سے نہیں ہے یہ تو قبیلۂ ایاد کا ایک شخص ہے جو زمانۂ جاہلیت میں حنفی (یعنی پیرو دین ابراہیمؑ) بن گیا' اس وقت عکاظ پہنچا کہ لوگ جمع تھے' وہ ان لوگوں سے وہ باتیں کرنے لگا جو اس سے یاد کر لی گئی ہیں۔

اس وفد میں بشیر بن الخصاصیہ و عبداللہ بن مرثد و حسان بن حوط بھی تھے' حسان کی اولاد میں سے کسی نے یہ شعر کہا ہے۔

انا ابن حسّان بن حوط و ابی رسول بکر کلھا الی النّبی

''میں حسان بن حوط کا بیٹا ہوں' میرے والد تمام قبیلۂ بکر کی طرف سے قاصد بن کر نبی ﷺ کے پاس گئے تھے''۔

انہیں لوگوں کے ہمراہ عبداللہ بن اسود بن شہاب بن عوف بن عمرو بن الحارث بن سدوس بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے' یہ یمامہ میں رہا کرتے تھے' وہاں جو مال تھا اسے فروخت کر کے ہجرت کی' رسول اللہ ﷺ کے پاس کھجور کا ایک توشہ دان لائے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔

(۲۸) وفد بنی تغلب:

یعقوب بن زید بن طلحہ سے مروی ہے کہ بنی تغلب کے سولہ مسلمانوں کا اور نصاریٰ کا جو سونے کی صلیبیں پہنے ہوئے تھے ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا' یہ لوگ رملہ بنت الحارث کے مکان میں اترے' رسول اللہ ﷺ نے نصاریٰ سے اس شرط پر صلح کر لی کہ آپ انہیں نصرانیت پر رہنے دیں گے اور وہ لوگ اپنی اولاد کو نصرانیت میں نہ رنگیں گے' ان میں سے مسلمانوں کو آپؐ نے انعامات عطا فرمائے۔

(۲۹) وفد بنی حنیفہ:

اہل علم نے کہا ہے کہ بنی حنیفہ کے انیس آدمیوں کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ جن میں رحال بن عنفوہ، سلمٰی بن حنظلہ الحجی، طلق بن علی بن قیس اور بنی شمر میں سے صرف حمران بن جابر، علی بن سنان، اقعس بن مسلمہ، زید بن عمرو، مسیلمہ بن حبیب تھے، اس وفد کے رئیس سلمٰی بن حنظلہ تھے۔

یہ لوگ رملہ بنت الحارث کے مکان پر ٹھہرائے گئے اور مہمان داری کی گئی، ان لوگوں کو دونوں وقت کھانا دیا جاتا تھا، کبھی گوشت روٹی کبھی دودھ روٹی کبھی گھی روٹی، اور کبھی کھجور جو ان کے لیے پھیلا دی جاتی تھی۔

یہ لوگ مسجد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے سلام کیا اور حق کی شہادت دی، آتے ہوئے مسیلمہ کو اپنے کجاوے میں چھوڑ گئے تھے چند روز مقیم رہ کر نبی محمد (رسول اللہ ﷺ) کی خدمت میں آمد و رفت کرتے رہے، رحال بن عنفوہ ابی بن کعب سے قرآن کا درس لیتے رہے۔

واپسی کا جب ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے ہر شخص کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی انعام دینے کا حکم دیا، ان لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہم نے اپنے ایک ساتھی کو کجاوے میں چھوڑ دیا ہے جو نگرانی کرتا ہے، وہ ہماری ہمراہی میں ہے اور ہمارے اونٹوں کی حفاظت کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے بھی اتنے ہی انعام کا حکم دیا جتنا اس کے ساتھیوں کو دلایا تھا، اور فرمایا تھا کہ وہ تمہارے اونٹ اور کجاوے کی نگرانی کی وجہ سے تم میں سب سے بڑے درجے کا آدمی نہیں ہے، یہ بات مسیلمہ سے کہی گئی تو اس نے کہا کہ آنحضرت ﷺ سمجھ گئے کہ آپؐ کے بعد نبوت کا معاملہ میرے سپرد ہوگا۔

لوگ یمامہ واپس گئے رسول اللہ ﷺ نے ان کو پانی کا ایک مشکیزہ عطا فرمایا جس میں آپؐ کے وضوء کا بچا ہوا پانی تھا اور فرمایا کہ جب تم اپنے وطن جانا تو گرجا توڑ ڈالنا، اس کی جگہ کو اس پانی سے دھو ڈالنا اور وہاں مسجد بنا دینا۔

ان لوگوں نے یہی کیا، یہ مشکیزہ اقعس بن مسلمہ کے پاس رہا، طلق بن علی مؤذن ہوئے، انہوں نے اذان کہی تو اس کو گرجا کے راہب نے سنا اور کہا کہ حق کی دعوت ہے، اور بھاگ گیا، یہ اس کا آخری زمانہ تھا۔

مسیلمہ لعنۃ اللہ علیہ نے نبوت کا دعوٰی کیا، رحال بن عنفوہ نے شہادت دی کہ نبی محمد رسول اللہ (ﷺ) نے اس کو شریک کار بنایا ہے، لوگ اس سے فتنے میں مبتلا ہوئے۔

(۳۰) وفد شیبان:

عبداللہ بن حسان برادر بنی کعب سے جو بنی العنبر میں سے تھے مروی ہے کہ ان سے ان کی دونوں دادیوں صفیہ بنت علیبہ ودحیبہ بنت علیبہ نے قیلہ بنت مخرمہ کی حدیث بیان کی، یہ دونوں دادیاں قیلہ کی پروردہ تھیں۔ اور قیلہ صفیہ اور دحیبہ کے والد کی نانی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ قیلہ حبیب بن ازہر برادر بنی جناب کے عقد میں تھیں، ان کے یہاں ان سے لڑکیاں پیدا ہوئیں، ابتدائے اسلام میں حبیب بن ازہر کی وفات ہوگئی قیلہ سے ان کی لڑکیوں کو لڑکیوں کے چچا اثواب بن ازہر نے چھین لیا۔

قیلہ اوّل اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی تلاش میں نکلیں' ان لڑکیوں میں سے ایک لڑکی حدیباء رونے لگی' اس لڑکی کو فرصہ نے لے لیا تھا' اس کے بدن پر سیاہ اون کا کمبل تھا' قیلہ اس لڑکی کو اپنے ہمراہ لے چلیں۔

جس وقت یہ دونوں اونٹ کو دوڑا رہی تھیں تو یکا یک ایک خرگوش سوراخ سے نکلا۔ شریف حدیباء نے کہا اس بارے میں تمہارا تختہ اثوب کے تختے سے ہمیشہ بلند رہے گا (یعنی یہ تمہارے لیے فال نیک ہے) لومڑی نظر آئی تو اس پر بھی حدیباء نے کچھ کہا جس کو عبداللہ بن حسان بھول گئے' اس کے بارہ میں بھی حدیباء نے اسی طرح کہا جو خرگوش کے بارے میں کہا تھا۔

جس وقت یہ دونوں اونٹ کو بھگا رہی تھیں یکا یک اونٹ بھڑکا' اس پر لرزہ چڑھ گیا' حدیباء نے کہا کہ امانت کی قسم تجھ پر اثوب کے سحر کا اثر پڑ گیا' میں نے (یعنی قیلہ نے) گھبرا کر حدیباء سے کہا کہ تجھ پر افسوس ہے' اونٹ نے کیا کیا۔ حدیباء نے کہا کہ اپنے کپڑوں کو الٹ لو' استر کا رخ ابرہ کی طرف کر لو شکم کو پشت کی طرف پھیر لو۔ اونٹ کے گدے کو پلٹ دو۔ پھر لڑکی نے اپنا کمبل اتارا' اسے الٹ لیا اپنے شکم کو پشت کی طرف گھما دیا (یعنی رخ بدل کر بیٹھ گئی)۔

جب میں نے بھی وہی کیا جس کا مشورہ حدیباء نے دیا تھا تو اونٹ نے پیشاب کیا' پھر کھڑا ہو گیا' پیر پھیلائے اور پیشاب کیا' حدیباء نے کہا کہ اپنے سامان کو دوبارہ اپنے اوپر کر لو۔ میں نے کر لیا۔

ہم لوگ اونٹ کو دوڑاتے ہوئے روانہ ہوئے' اتفاق سے اثوب تیز چمکدار تلوار لیے ہوئے ہمارے پیچھے دوڑ رہا تھا' ہم نے مکانوں کی ایک گھنی صف کی پناہ لی' اس نے اونٹ کو ایک فرمانبردار اونٹ کی طرح درمیانی مکان کے چھجے تک پہنچا دیا' میں مکان کے اندر گھس چکی تھی۔

اس نے مجھے تلوار سے روک لیا' اس کی دھار میری پیشانی کے ایک حصے پر لگی اور کہا او لونڈی میری بھتیجی کو میرے آگے ڈال دے' میں نے لڑکی کو اس کے آگے پھینک دیا' خود نکل کر اپنی بہن کے پاس چلی جس کی شادی بنی شیبان میں ہوئی تھی تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت تلاش کروں۔

ایک شب کو بہن کے یہاں تھی' وہ مجھے سوتا ہوا سمجھتی تھی' یکا یک اس کے شوہر مجلس سے آئے اور کہا کہ تمہارے والد کی قسم میں نے قیلہ کے لیے ایک سچے آدمی کو پا لیا' میری بہن نے کہا کہ وہ کون ہے انہوں نے کہا کہ وہ حریث بن حسان الشیبانی ہیں جو صبح کو بکر بن وائل کے وفد کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جایا کرتے ہیں۔

میں اپنے اونٹ کے پاس گئی' ان دونوں کی گفتگو سن چکی تھی' اس پر کجاوہ کس دیا' حریث کو دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ دور نہیں ہیں ان سے ہمراہ لے چلنے کی درخواست کی تو انہوں نے کہا کہ ہاں بسر و چشم۔

اونٹ تیار تھے ان صاحب صدق کے ہمراہ روانہ ہوئی' یہاں تک کہ ہم لوگ نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے' آپ لوگوں کو نماز صبح پڑھا رہے تھے' نماز اس وقت شروع کی گئی تھی جب پو پھٹ گئی تھی اور ستارے آسمان میں جھلملا رہے تھے لوگ رات کی تاریکی کی وجہ سے باہم پہچان نہ سکتے تھے۔

میں مردوں کی صف میں کھڑی ہو گئی' میں ایک ایسی عورت تھی' جس کا زمانہ جاہلیت سے قریب تھا مجھ سے ایک مرد نے جو

صف میں میرے متصل تھے کہا کہ تم عورت ہو یا مرد؟ میں نے کہا کہ عورت' انہوں نے کہا کہ تم نے تو مجھے فتنہ میں ڈال دیا تھا' تم عورتوں کے ساتھ نماز پڑھو جو تمہارے پیچھے ہیں۔

اتفاق سے حجروں کے پاس عورتوں کی صف قائم ہو گئی تھی جس کو میں نے داخل ہونے کے وقت نہیں دیکھا تھا کہ انہیں میں ہو جاتی۔

آفتاب نکل آیا تو میں نزدیک گئی' میں یہ کرنے لگی کہ جب کسی شخص کو تر و تازہ' سرخ و سفید دیکھتی تو اس کی طرف نظر اٹھاتی تا کہ رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کے اوپر دیکھوں۔

آفتاب بلند ہو چکا تھا' کہ ایک شخص آئے' انہوں نے کہا: ''السلام علیک یا رسول اللہ'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' نبی ﷺ کے بدن پر پیوند دار و پرانی چادریں تھیں جن سے زعفران کا رنگ دور کیا ہوا تھا۔ آپؐ کے پاس کھجور کی ایک چھڑی تھی جس کا چھلکا اترا ہوا تھا' اوپر کی چھال نہیں اتری تھی' آپ ہاتھ پاؤں سمیٹے ہوئے بیٹھے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی نشست میں فروتنی و عاجزی کرتے دیکھا تو میں خوف سے کانپنے لگی' ہمنشیں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ مسکینہ کانپ رہی ہے' آپؐ نے مجھے دیکھا نہ تھا حالانکہ میں آپ کی پشت کے پاس تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے مسکینہ اطمینان سے رہو۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تو اللہ نے جو رعب میرے قلب میں ڈال دیا تھا اسے دور کر دیا۔

میرے ہمراہی آگے بڑھے' انہوں نے اپنی اور اپنی قوم کی طرف سے سب سے پہلے آپؐ سے بیعت کی۔ پھر عرض کی یا رسول اللہ (مقام) دہناء کے متعلق آپؐ ہمارے اور بنی تمیم کے درمیان یہ تحریر فرما دیجئے کہ ان لوگوں میں سے سوائے مسافر یا ہمسائے کے اور کوئی شخص اس مقام سے ہماری طرف نہ بڑھے فرمایا کہ اے لڑکے ان کو دہناء کے متعلق لکھ دو۔

جب میں نے دیکھا کہ آپؐ نے ان کے لیے حکم دے دیا کہ دہناء کے متعلق لکھ دیا جائے تو مجھ سے نہ رہا گیا' یہ میرا وطن اور میرا مکان تھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جب انہوں نے آپؐ سے یہ درخواست کی تو زمین کے متعلق انصاف نہیں کیا' یہی دہناء آپؐ کے نزدیک بھی اونٹوں کے روکنے کی جگہ اور بکریوں کی چراگاہ ہے' بنی تمیم کی عورتیں اور ان کے بچے اس کے پیچھے ہیں۔

فرمایا کہ اے لڑکے ابھی رُک جا (یعنی نہ لکھو) یہ مسکینہ سچ کہتی ہے' مسلمان مسلمان کا بھائی ہے' پانی اور درخت دونوں کے لیے ہیں دونوں فتنہ انگیز کے مقابلے میں باہم مدد کرتے ہیں۔

جب حریث نے دیکھا کہ ان کے فرمان میں رکاوٹ پڑ گئی تو انہوں نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا اور (مجھ سے) کہا کہ میں اور تم اس طرح تھے۔ جس طرح کہا گیا ہے کہ ''بھیڑ کی موت اس میں ہے کہ دوسری بھیڑ کو اس کے سم پکڑ کے اٹھالے''۔

میں نے کہا کہ واللہ تم تاریکی میں رہبر تھے' مسافر کے ساتھ سخی اور اپنی رفیقہ کے ساتھ پاکدامن تھے' یہاں تک میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ گئی۔ لیکن جب تم نے اپنے حصے کی درخواست کی تو میرے حصے پر مجھے ملامت نہ کرو۔

انہوں نے کہا کہ تمہارا باپ نہ رہے دہناء میں تمہارا کیا حصہ ہے؟ میں نے کہا کہ میرے اونٹ کے روکنے کی جگہ ہے جس کو تم اپنی عورت کے اونٹ کے لیے مانگتے ہو' انہوں نے کہا کہ لامحالہ میں رسول اللہ ﷺ کو گواہ بناؤں گا کہ جب تک زندہ ہوں تمہارا

بھائی ہوں۔ اس لیے کہ تم نے آنحضرت ﷺ کے سامنے میری مدد کی ہے' میں نے کہا کہ جب تم نے اس کو شروع کیا ہے تو میں ہرگز اسے ضائع نہ کروں گی (یعنی برادری کو)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا ان (عورت) کے بیٹے کو اس پر ملامت کی جا سکتی ہے کہ وہ حجرے کے اندر سے کام کا فیصلہ کرے۔

میں روئی اور کہا: یا رسول اللہ بخدا وہ میرے یہاں عقل مند ہی پیدا ہوا تھا' جنگ ربدہ میں آپ کے ہمراہ تھا' وہ میرے لیے غلہ لانے خیبر گیا' وہاں خیبر کا بخار آ گیا' اور میرے پاس لڑکیاں چھوڑ گیا۔

آپؐ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے' اگر تم مسکینہ نہ ہوتیں تو ہم تم کو تمہارے منہ کے بل گھسیٹتے' کیا تم میں سے کوئی شخص اس پر مغلوب ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے ساتھی کے ساتھ دنیا میں اچھا برتاؤ کرے (مطلب یہ ہے کہ بظاہر قیلہ کے کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ میرا لڑکا میرے لیے عذاب لانے گیا' یہی اس کی موت کا باعث ہوا)۔ اس پر آنحضرت ﷺ ناخوش ہوئے اور آپؐ کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ نیکی سے مصیبت نہیں آتی۔

جب اس کے اور اس کے درمیان وہ شخص حائل ہو گیا جو اس سے زیادہ اس کے قریب تھا تو اس نے واپس لے لیا۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ اے اللہ تو نے جو گزار دیا اس کو مجھ سے بھلا دے' اور جو تو نے باقی رکھا ہے اس پر میری مدد کر' قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے' تم میں سے ایک شخص روتا ہے' پھر اس کے پاس اس کا ساتھی روتا ہے' لہٰذا اے بندگانِ خدا اپنے بھائیوں پر عذاب نہ کرو۔

آپ نے سرخ چمڑے کے ایک ٹکڑے پر قیلہ اور دختران قیلہ کے لیے تحریر فرمایا کہ ان کے حق میں ظلم نہ کیا جائے' نہ انہیں نکاح پر مجبور کیا جائے' ہر مومن مسلم ان کا مددگار ہے' تم (عورتیں بھی) اچھا کرو' برائی نہ کرو۔

صفیہ و دحیہ دختران علیبہ سے جن کے دادا حرملہ تھے مروی ہے کہ حرملہ نکلے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے' آپؐ کے پاس رہے' رسول اللہ ﷺ نے انہیں عارف بنا دیا تب انہوں نے کوچ کیا۔

حرملہ نے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو ملامت کی' قصد کیا کہ اب نہ جاؤں گا تاوقتیکہ رسول اللہ ﷺ کے پاس (رہ کر) اپنے علم میں اضافہ نہ کروں' میں آیا' کھڑا ہو گیا' اور عرض کی یا رسول اللہ آپ مجھے کیا عمل کرنے کا حکم دیتے ہیں فرمایا کہ اے حرملہ نیکی پر عمل کرو' اور بدی سے پرہیز کرو۔

میں روانہ ہو کے اپنی سواری کے پاس آ گیا واپسی میں اپنے مقام پر یا اس کے قریب کھڑا ہو گیا' عرض کی' یا رسول اللہ آپ مجھے کیا عمل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

فرمایا: اے حرملہ نیکی کرو اور بدی سے بچو' دیکھو کہ جب تم قوم کے پاس سے اٹھو تو تمہاری ساعت کیا پسند کرتی ہے کہ قوم تمہاری نسبت کیا کہے' بس وہی کرو اور جب تم اپنی قوم کے پاس سے اٹھو تو سوچو کہ تم اپنے حق میں قوم کے کیا کہنے کو ناپسند کرتے ہو' بس اسی سے پرہیز کرو۔

وفود اہل یمن

(۳۱) وفد قبیلۂ طے:

عبادہ الطائی نے اپنے مشائخ سے روایت کی کہ قبیلۂ طے کے پندرہ آدمیوں کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جن کے رئیس وسردار زید خیر تھے یہی زید خیر زید خیل بن مہلہل تھے جو بنی نبہان میں سے تھے۔ ان لوگوں میں دزر بن جابر بن سدوس بن اصمع النبہانی وقبیصہ بن الاسود بن عامر بھی تھے جو طے کی شاخ جرم سے تھے۔ بنی معن میں سے مالک بن عبداللہ بن خیبری اور قعین بن جدیلہ تھے بنی بولان میں سے بھی ایک شخص تھے۔

جب مدینے میں داخل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ مسجد ہی میں تھے ان لوگوں نے اپنی سواریوں کو مسجد کے سامنے والے میدان میں باندھ دیا' اندر گئے' اور رسول اللہ ﷺ کی جناب میں حاضر ہوئے۔

آپؐ نے ان لوگوں کے سامنے اسلام پیش کیا۔ سب مسلمان ہوئے ہر شخص کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی انعام میں دی زید خیل کو ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے عرب کے کسی شخص کا تذکرہ نہیں کیا گیا جس کو میں نے اس سے کم نہ پایا ہو جیسا کہ ذکر کیا گیا بجز زید کے کہ ان کی جتنی خوبیاں بیان کی گئیں اس سے زیادہ ہی پائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام زید خیل رکھا' آپؐ نے انہیں فید اور دو زمینوں کی جاگیر عطا فرمائی' اس کے متعلق انہیں ایک فرمان لکھ دیا' وہ اپنی قوم کے ساتھ واپس ہوئے مقام فروہ پہنچے تو فوت ہو گئے ان کی بیوی نے تمام فرامین پر قبضہ کر لیا جو رسول اللہ ﷺ نے زید کو لکھے تھے اور چاک کر ڈالا۔

حاتم طائی کی بیٹی بارگاہِ نبوت میں:

رسول اللہ ﷺ نے قبیلۂ طے کے بت فلس کی جانب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا تھا کہ اسے منہدم کر دیں اور ہر طرف سے گھیر لیں' وہ دو سو سواروں کے ہمراہ روانہ ہوئے' انہوں نے خاندان حاتم کے حاضرین پر چھاپہ مارا' دختر حاتم ان لوگوں کے ہاتھ لگیں' یہ لوگ انہیں بھی قبیلۂ طے کے قیدیوں کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے۔

ہشام بن محمد کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ کے لشکر میں سے جن صاحب نے قبیلۂ طے پر چھاپہ مارا اور حاتم کی دختر کو گرفتار کیا۔ وہ خالد بن الولید رضی اللہ عنہ تھے۔ (علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نہ تھے)۔

(اس گرفتاری کے وقت) عدی بن حاتم نبی ﷺ کے لشکر سے بچ کر بھاگ نکلے' اور ملک شام پہنچ گئے۔ وہ دین نصرانیت پر تھے' اپنی قوم کے ہمراہ (مقام) مرباغ جایا کرتے تھے۔

حاتم کی دختر کو مسجد نبوی کے دروازے کے ایک سائبان میں کر دیا گیا' وہ خوب صورت اور شیریں کلام تھیں' رسول اللہ ﷺ گزرے تو اٹھ کر آپؐ کے پاس آئیں اور عرض کی والد مر گئے وافد (بطور وفد آنے والے) (کھو گئے) لہٰذا مجھ پر احسان

فرمائیے' اللہ آپ پر احسان فرمائے گا۔

آپ نے فرمایا کہ تمہارا وافد کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ عدی بن حاتم' فرمایا' وہ تو اللہ و رسول سے بھاگنے والے ہیں۔

ایک وفد قبیلۂ قضاعہ کا شام سے آیا ہوا تھا' دختر حاتم کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لباس عطا فرمایا' خرچ دیا اور سواری عطا فرمائی' میں انہیں (قبیلۂ قضاعہ) کے ہمراہ روانہ ہوئی' ملک شام میں عدی کے پاس آئی' ان سے کہا کہ اے قطع رحم کرنے والے ظالم تم نے اپنے بیوی بچوں کو تو سوار کر لیا اور والد کے پسماندگان کو چھوڑ دیا۔

عدی بن حاتم کا قبول اسلام:

چند روز وہ عدی کے پاس مقیم رہیں' انہوں نے عدی سے کہا' میری رائے یہ ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملو' عدی روانہ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' آپ کو سلام کیا' اس وقت آپ مسجد میں تھے۔ آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کی کہ عدی بن حاتم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے مکان پر لے گئے' ایک گدا بچھا دیا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور فرمایا کہ اس پر بیٹھو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بیٹھ گئے آپ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا' عدی اسلام لے آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کی قوم کے صدقات (محاصل) پر عامل بنا دیا۔

جمیل بن مرشد الطائی نے اپنے شیوخ سے روایت کی ہے کہ عمرو بن المسیح بن کعب بن عمرو بن عصر بن غنم بن حارثہ بن ثوب بن معن الطائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ اس زمانے میں ڈیڑھ سو برس کے تھے۔

انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکار کو دریافت کیا' آپ نے فرمایا کہ جس کو تم قتل کرو اور اس کو خود مرتے دیکھ لو تو کھاؤ' جو شکار زخمی ہو کر بھاگ جائے' اور تمہاری نظر سے اوجھل ہو کر مر جائے تو اسے چھوڑ دو۔

یہ عرب میں سب سے بڑے تیر انداز تھے' یہی وہ شخص ہیں جن کے بارے میں شاعر امرؤالقیس بن حجر یہ شعر کہتا ہے۔

رب رام من بنی ثعل مخرج کفیه من سُتَرِہ

''قبیلۂ بنی ثعل میں ایسے تیر انداز بھی ہیں کہ چھپے ہوئے مقام سے اپنی دونوں ہتھیلیاں نکال کے تیر چلاتے ہیں''۔

(۳۲) وفد تجیب:

ابوالحویرث سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ۹ھ میں وفد تجیب آیا' یہ لوگ تیرہ آدمی تھے اپنے ہمراہ وہ صدقات بھی لیتے آئے جو اللہ نے ان پر فرض کیے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو مرحبا فرمایا' اچھی جگہ ٹھہرایا اور مقرب بنایا بلال کو حکم دیا کہ ان کی مہمان داری اچھی طرح کریں اور انعامات دیں۔

آپ (معمولاً) وفد کو جتنا عطا فرمایا کرتے تھے ان لوگوں کو اس سے زائد دیا اور فرمایا کہ اب تو تم میں کوئی نہیں رہا (جس کو انعام نہ ملا ہو) ان لوگوں نے عرض کی کہ ایک لڑکا ہے جس کو ہم اپنے کجاووں پر چھوڑ آئے ہیں' وہ ہم سب سے کم سن ہے' فرمایا کہ

اسے بھی ہمارے پاس لاؤ۔

لڑکا حاضر خدمت ہوا، اور عرض کی میں بھی اسی گروہ سے تعلق رکھتا ہوں، جو ابھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ آپؐ نے
ان کی حوائج پوری کر دی ہیں، میری حاجت بھی پوری فرما دیجئے۔

فرمایا تمہاری حاجت کیا ہے؟ عرض کی اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ میری مغفرت کرے، مجھ پر رحمت نازل کرے، اور میری
امیری میرے دل میں کر دے۔ فرمایا کہ اے اللہ اس کی مغفرت کر، اس پر رحمت نازل کر اور اس کی امیری اس کے دل میں کر دے۔

آپؐ نے اس کے لیے بھی اتنے ہی انعام کا حکم دیا جتنا اس کے ساتھیوں میں سے ہر ایک کو دلایا تھا، یہ لوگ اپنے متعلقین
کے پاس روانہ ہو گئے۔

سولہ آدمی بزمانۂ حج رسول اللہ ﷺ سے منیٰ میں ملے، رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں سے اس لڑکے کو دریافت فرمایا۔ ان
لوگوں نے عرض کی کہ اسے جو کچھ اللہ دے دے اس پر اس سے زیادہ قناعت کرنے والا ہم نے کسی کو نہیں دیکھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ سے آرزو کرتا ہوں کہ ہم سب کا خاتمہ اسی طرح ہو۔

(۴۳) وفد خولان:

متعدد اہل علم سے مروی ہے کہ وفد خولان، جو دس آدمیوں پر مشتمل تھا، شعبان ۱۰ھ میں آیا، ان لوگوں نے عرض کی: یا
رسول اللہ ہم لوگ اللہ پر ایمان رکھنے والے، اس کے رسول کی تصدیق کرنے والے اور اپنی قوم کے رہ جانے والوں کے قائم مقام
ہیں، اور ہم نے آپ کی جانب اونٹوں کو تھکا کر سفر کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عم انس جو ان لوگوں کا بت تھا کیا ہوا؟ ان لوگوں نے عرض کی کہ وہ تو خراب اور بری حالت
میں ہے، ہم نے اسے اس اللہ سے بدل لیا جس کو آپؐ لائے ہیں۔ اگر ہم اس کی جانب واپس ہوں گے تو منہدم کر دیں گے۔

ان لوگوں نے امور دین کے متعلق چند باتیں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیں تو آپؐ ان کے متعلق بتانے لگے، آپؐ
نے کسی کو حکم دیا کہ انہیں قرآن و حدیث کی تعلیم دے، یہ لوگ رملہ بنت الحارث کے مکان میں ٹھہرائے گئے اور ان کی مہمان داری
کی گئی۔

چند روز کے بعد جب رخصت ہونے آئے تو آپؐ نے ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی انعام دینے کا حکم دیا، یہ لوگ اپنی قوم
میں واپس گئے (اپنے اسباب کی) گرہ تک نہ کھولی جب تک عم انس نے بت کو منہدم نہ کر دیا، ان لوگوں نے ان چیزوں کو حرام کر لیا جو
رسول اللہ ﷺ نے ان پر حرام کر دی تھیں، اور انہیں حلال کر لیا جو آپؐ نے ان کے لیے حلال کر دی تھیں۔

(۴۴) وفد قبیلۂ جعفی:

ابی بکر بن قیس الجعفی سے مروی ہے کہ قبیلۂ جعفی کے لوگ زمانۂ جاہلیت میں دل کو حرام سمجھتے تھے، ان میں سے دو آدمی قیس
بن سلمہ بن شراحیل بنی مرآن بن جعفی میں سے اور سلمہ بن یزید بن مشجعہ بن المجمع بطور وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

یہ دونوں اخیافی بھائی تھے، ان کی والدہ ملیکہ بنت الحلو بن مالک بن حریم بن جعفی میں سے تھی اسلام لائے تو رسول

اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ دل نہیں کھاتے۔ ان دونوں نے عرض کی جی ہاں۔ فرمایا کہ بغیر اس کے کھائے ہوئے تمہارا اسلام مکمل نہیں ہوسکتا۔

آپ نے ان کے لیے دل منگایا' وہ بھونا گیا' آپ نے سلمہ بن یزید کو دیا' جب اس نے لیا تو اس کا ہاتھ کانپنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے کھالو' اس نے کھالیا اور یہ شعر کہا:

علی انی اکلت القلب کرھا وترعد حین مسته بنانی

''اس بات پر کہ میں نے جبراً دل کو کھایا۔ جب میری انگلیوں نے اسے چھوا تو وہ کانپتی تھیں''۔

رسول اللہ ﷺ نے قیس بن سلمہ کو ایک فرمان لکھ دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ ''یہ فرمان محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے قیس بن سلمہ بن شراحیل کے لیے ہے کہ میں نے تم کو قوم مران اور ان کے موالی' حریم اور ان کے موالی اور کلاب اور ان کے موالی میں سے ان لوگوں پر عامل بنایا جو نماز کو قائم کریں' زکوٰۃ دیں' اپنے مال کا صدقہ دیں' اسے پاک وصاف کریں۔

راوی نے کہا کہ قبیلۂ کلاب میں اردوز بید وجزء بن سعد العشیرہ وزید اللہ بن سعد وعائذ اللہ بن سعد وبنی صلاءہ تھے جو بنی الحارث بن کعب میں سے تھے۔

راوی نے کہا کہ ان دونوں (قیس بن سلمہ وسلمہ بن یزید) نے کہا کہ یارسول اللہ ہماری والدہ ملیکہ بنت الحلو قیدی کو رہا کراتی تھی' فقیر کو کھلاتی تھی' مسکین پر رحم کرتی تھی' وہ مرگئی ہے' اس نے اپنی ایک بہت چھوٹی لڑکی کو زندہ درگور کردیا تھا۔ اس کا کیا حال ہے؟

فرمایا کہ جس نے زندہ درگور کیا (وہ بطور عذاب کے) اور جس کو زندہ درگور کیا گیا (وہ بطور انتقام یا شہادت) دوزخ میں ہیں' (یہ سن کر) دونوں ناراض ہوکر اٹھ کھڑے ہوئے۔

فرمایا کہ میرے پاس آؤ' دونوں واپس آئے تو آپ نے فرمایا کہ میری والدہ بھی تمہاری والدہ کے ساتھ ہیں' مگر ان دونوں نے نہ مانا اور چلے گئے' دونوں کہتے جاتے تھے کہ واللہ جس شخص نے ہمارا دل کھایا اور یہ دعویٰ کیا کہ ہماری ماں دوزخ میں ہے وہ اس کا اہل ہے کہ ہرگز اس کی پیروی نہ کی جائے۔

یہ دونوں چلے گئے' راستے میں کسی مقام پر پہنچے تو رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی ملے جن کے ہمراہ زکوٰۃ کے کچھ اونٹ تھے صحابی کو ان دونوں نے رسی سے جکڑ دیا اور اونٹ ہنکا لے گئے۔

یہ واقعہ نبی ﷺ کو معلوم ہوا تو دوسرے ملعونین کے ساتھ ان دونوں پر بھی لعنت فرمائی کہ رعل وذکوان وعصیہ ولحیان ا ملیکہ کے دونوں بیٹوں پر جو حریم ومرآن کے خاندان سے ہیں اللہ لعنت کرے۔

ولید بن عبداللہ الجعفی نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے شیوخ سے روایت کی کہ ابو سبرہ جن کا نام یزید بن مالک عبداللہ بن الذویب بن سلمہ بن عمرو بن ذہل بن مرآن بن جعفی تھا بطور وفد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہمراہ ان کے بیٹے سبرہ وعزیز بھی تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے عزیز سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا عزیز۔ (غلبہ وعزت والا) فرمایا کہ اللہ کے سوا کوئی عزیز نہیں، تم عبدالرحمٰن ہو، یہ لوگ اسلام لے آئے۔

ابوسبرہ نے عرض کی: یارسول اللہ میری ہتھیلی کی پشت میں ایک بتوڑی ہے جو مجھے اپنی سواری کی نکیل پکڑنے سے روکتی ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک پیالہ منگایا، اس سے بتوڑی پر مارنے لگے اور ہاتھ سے چھونے لگے۔ چنانچہ وہ جاتی رہی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے دونوں بیٹوں کے لیے دعا فرمائی۔

ابوسبرہ نے عرض کی: یارسول اللہ مجھے میری قوم کی وادی یمن بطور جاگیر عطا فرمایئے، آپؐ نے عطا فرمادی، اس وادی کا نام حردان تھا۔ یہی عبدالرحمٰن خیثمہ بن عبدالرحمٰن کے والد تھے۔

(۳۵) وفد صداء:

بنی المصطلق کے ایک شیخ نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ۸ھ میں جب جعرانہ سے واپس ہوئے تو قیس بن سعد بن عبادہ کو نواح یمن میں بھیجا اور حکم دیا کہ قبیلہ صداء کو روند ڈالیں۔

وہ چارسو مسلمانوں کے ہمراہ قناۃ کے نواح میں لشکر انداز ہوئے قبیلہ صداء کا ایک شخص آیا، اس لشکر کو دریافت کیا تو اسے ان لوگوں کے متعلق بتایا گیا۔

وہ تیزی سے روانہ ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وارد ہوا اور عرض کی کہ میں آپ کی خدمت میں اپنے پس پشت والوں کے وفد کے طور پر حاضر ہوا ہوں، آپ لشکر کو واپس بلا لیجئے، میں مع اپنی قوم کے آپ ہی کا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو واپس بلا لیا۔

اسؓ کے بعد ان (صداء کے) لوگوں میں سے پندرہ آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اسلام لائے، رسول اللہ ﷺ سے اپنی قوم کے پس ماندہ لوگوں کی طرف سے بیعت کی اور اپنے وطن واپس گئے۔

اسلام ان لوگوں میں پھیل گیا ان میں سے سو آدمی حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

زیاد بن الحارث الصدائی سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کی یارسول اللہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپؐ میری قوم کی جانب لشکر بھیج رہے ہیں لشکر کو واپس بلا لیجئے، میں مع اپنی قوم کے آپؐ ہی کا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے لشکر کو واپس بلا لیا۔

میری قوم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی آپؐ نے (مجھے) فرمایا کہ اے برادر صداء بیشک تمہاری قوم میں تمہاری اطاعت کی جاتی ہے، عرض کی: یہ اللہ ورسولؐ کے طفیل میں ہے۔

راوی نے کہا کہ یہی (زیاد) وہ شخص ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے ایک سفر میں اذان کہنے کا حکم دیا تو انہوں نے اذان کہی، بلال آئے کہ اقامت کہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ برادر صداء نے اذان کہی ہے اور جس نے اذان کہی ہے وہی اقامت کہے گا۔

(۳۶) وفد فروہ بن مسیک المرادی:

محمد بن عمارہ بن خزیمہ بن ثابت سے مروی ہے کہ فروہ بن مسیک المرادی شاہان کندہ کو چھوڑ کر اور نبی ﷺ کے مطیع بن کر بطور وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے' سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے یہاں ٹھہرے' وہ قرآن اور فرائض وشرائع اسلام سیکھا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے انہیں بارہ اوقیہ چاندی انعام فرمائی ایک اچھی نسل کا اونٹ سواری کے لیے' اور عمان کا بنا ہوا ایک جوڑا پہننے کے لیے عنایت فرمایا۔

انہیں قبیلۂ مراد و مذحج و زبید پر عامل بنایا' ان کے ہمراہ خالد بن سعید بن العاص کو صدقات پر (مامور فرما کر) بھیجا' ایک فرمان تحریر فرمادیا جس میں فرائض صدقہ تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات تک برابر وہ عامل صدقہ رہے۔

(۳۷) وفد قبیلۂ زبید:

محمد بن عمارہ بن خزیمہ بن ثابت سے مروی ہے کہ عمر بن معدی کرب الزبیدی قبیلۂ زبید کے دس آدمیوں کے ہمراہ مدینہ آئے' پوچھا کہ اس سرسبز جگہ میں رہنے والے بنی عمرو بن عامر کا سردار کون ہے؟ ان سے کہا گیا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

اپنی سواری کو گھسیٹتے ہوئے روانہ ہوئے تا آں کہ سعد کے دروازے پر پہنچے' سعد نکل کر ان کے پاس آئے' انہیں مرحبا کہا' کجاوے کے اتارنے کا حکم دیا۔ اور ان کی خاطر مدارات کی۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے وہ اور ان کے ہمراہی اسلام لائے چند روز مقیم رہے' پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں انعام دیا اور اپنے وطن کو واپس گئے' اپنی قوم کے ساتھ اسلام پر قائم رہے۔

جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو مرتد ہو گئے' اس کے بعد پھر اسلام کی طرف رجوع کیا' جنگ قادسیہ وغیرہ میں خوب شجاعت ظاہر کی۔

(۳۸) وفد قبیلۂ کندہ:

زہری سے مروی ہے کہ اشعث بن قیس قبیلۂ کندہ کے انیس شتر سواروں کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس مسجد میں آئے وضع یہ تھی کہ کاکل بڑھے ہوئے تھے' سرمہ لگا تھا' حبرہ کے جبے پہنے ہوئے تھے' جن کا حاشیہ حریر کا تھا اور اوپر سے ریشمی کپڑے تھے جن پر سونے کے پتر چڑھے ہوئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ کیا تم لوگ اسلام نہیں لائے؟ ان لوگوں نے عرض کی کیوں نہیں' فرمایا یہ کیا حال ہے جو اپنا بنا رکھا ہے؟ ان لوگوں نے اسے ڈال دیا۔

جب وطن کی واپسی کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو دس دس اوقیہ انعام دیا اور اشعث کو بارہ اوقیہ عطا فرمایا۔

(۳۹) وفد صدف:

شرجیل بن عبدالعزیز الصدفی نے اپنے بزرگوں سے روایت کی کہ ہمارا وفد نبی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا'

کل انیس آدمی تھے جو اونٹنیوں پر سوار تھے' تہمد اور چادر لباس تھا۔

یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ ؐ کے مکان اور منبر کے درمیان پہنچے اور بیٹھ گئے سلام نہیں کیا۔ فرمایا: کیا تم لوگ مسلمان ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ جی ہاں فرمایا پھر سلام کیوں نہیں کیا؟

وہ لوگ کھڑے ہوئے اور کہا کہ "السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ" آپ ؐ نے فرمایا وعلیکم السلام بیٹھ جاؤ' لوگ بیٹھ گئے' رسول اللہ ﷺ سے اوقاتِ نماز دریافت کیے آپ ؐ نے انہیں بتائے۔

(۴۰) وفد خشین:

مجمن بن وہب سے مروی ہے کہ ابوثعلبہ الخشنی اس وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب آپ ؐ خیبر کی تیاری فرما رہے تھے وہ اسلام لائے' آپ ؐ کے ہمراہ روانہ ہوئے اور خیبر میں حاضر ہوئے' اس کے بعد خشین کے سات آدمی آئے اور ابوثعلبہ کے پاس اترے' اسلام لائے' بیعت کی اور اپنی قوم میں واپس گئے۔

(۴۱) وفد سعد ہذیم:

ابوالنعمان نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ہمراہ بطور وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' ہم لوگ مدینے کے نواح میں اترے' مسجد نبوی ؐ کے ارادے سے نکلے تو ہم نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں جنازے کی نماز پڑھاتے دیکھا۔

رسول اللہ ﷺ فارغ ہوئے تو فرمایا کہ تم کون لوگ ہو؟ عرض کی: ہم بنی سعد ہذیم میں سے ہیں' ہم اسلام لائے' بیعت کی اور اپنی سواریوں کی طرف واپس ہوئے۔

آپ ؐ نے ہمارے متعلق حکم دیا تو ہم ٹھہرائے گئے۔ ہماری مہمان داری کی گئی' تین دن تک مقیم رہے' اس کے بعد آپ کی خدمت میں آئے کہ رخصت ہوں۔ آپ ؐ نے فرمایا کہ اپنے میں سے کسی کو امیر بنا لو۔

بلال رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا تو انہوں نے ہمیں چند اوقیہ چاندی انعام دی' ہم لوگ اپنی قوم کی طرف واپس آئے' اللہ نے انہیں بھی اسلام عطا فرمایا۔

(۴۲) وفد بلی:

رویفع بن ثابت البلوی سے مروی ہے کہ میری قوم کا وفد ربیع الاوّل ۹ ھ میں آیا' میں نے ان لوگوں کو اپنے مکان (واقع محلہ) بنی حدیلہ میں اتارا' میں ان لوگوں کو لے کر محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔

آپ صبح کے وقت اصحاب کے ہمراہ اپنے مکان میں بیٹھے ہوئے تھے' شیخ وفد ابوالضباب آگے بڑھے' رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے اور گفتگو کی' یہ قوم اسلام لے آئی۔

رسول اللہ ﷺ سے ضیافت اور اپنے دینی امور میں چند باتیں دریافت کیں آپ ؐ نے جواب دیا' میں ان لوگوں کو اپنے مکان واپس لایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بوجھ کھجور لاکر فرمانے لگے کہ اس کھجور کو استعمال کرو۔ یہ لوگ کھجور وغیرہ کھایا کرتے تھے' تین دن تک رہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ سے رخصت ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو بھی انعام دیا جیسا کہ ان کے قبل والوں کو دیا تھا' یہ لوگ اپنے وطن واپس گئے۔

(۴۳) وفد بہراء (یمن):

ضباعہ بنت الزبیر بن عبدالمطلب سے مروی ہے کہ وفد بہراء یمن سے آیا جو تیرہ آدمی تھے' یہ لوگ اپنی سواریوں کو گھسیٹتے ہوئے آئے (محلہ) بنی جدیلہ میں مقداد بن عمرو کے دروازے پر پہنچے' مقداد نکل کر ان لوگوں کے پاس آئے ان کو مرحبا کہا اور مکان کے ایک حصے میں ٹھہرایا' یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' اسلام لائے فرائض سیکھے اور چند روز قیام کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ آپ سے رخصت ہوں' آپ نے ان کو انعام کا حکم دیا' یہ لوگ اپنے متعلقین کے پاس واپس آ گئے۔

(۴۴) وفد بنی عذرہ:

ابی عمرو بن حریث العذری سے مروی ہے کہ میں نے اپنے بزرگوں کے خط میں پایا کہ بارہ آدمیوں کا وفد صفر ۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' جن میں حمزہ بن نعمان العذری وسلیم وسعد فرزندان مالک ومالک بن ابی ریاح بھی تھے۔

یہ لوگ رملہ بنت الحارث النجاریہ کے مکان میں اترے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' ایام جاہلیت کا سلام کیا اور کہا کہ ہم لوگ قصی کے اخیافی بھائی ہیں' ہمیں لوگوں نے خزاعہ و بنی بکر کو مکے سے ہٹایا تھا' ہماری قرابتیں اور رشتہ داریاں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مرحبا و اہلاً'' مجھ سے کسی نے تمہارا تعارف نہیں کرایا' تمہیں اسلامی سلام سے کس نے روکا ان لوگوں نے کہا کہ ہم اپنی قوم کی فکر میں آئے ہیں۔

امور دین کے متعلق چند باتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیں' آپ نے جواب دیا' سب مشرف بہ اسلام ہوئے چند روز قیام کیا' پھر اپنے متعلقین میں واپس آ گئے' آپ نے انہیں اسی طرح انعامات دیئے جس طرح آپ وفود کو دیا کرتے تھے' ان میں سے ایک کو آپ نے چادر بھی اوڑھائی۔

ابوزفر الکلبی سے مروی ہے کہ زمل بن عمرو العذری بطور وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' انہوں نے عذرہ کے بت سے (تصدیق رسالت کے متعلق) جو کچھ سنا تھا بیان کیا' فرمایا کہ یہ (کہنے والا) کوئی مومن جن تھا (بت نہ تھا)۔

زمل اسلام لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے قوم کی سرداری کا جھنڈا باندھ دیا صفین میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوئے۔ انہیں کے ساتھ مرج میں تھے کہ قتل کر دیئے گئے۔

جس وقت وہ بطور وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو یہ اشعار زبان پر تھے:

الیک رسول اللّٰہ اعملت نصھا　　　اکلفھا حزنا وقوزا من الرمل

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ ہی کی جانب سواری کا رخ پھیرا ہے۔ ناہموار و دشوار گزار ریگستان طے کرنے میں

اسے تکلیف دے رہا ہوں۔

لا نصر خیر الناس نصرا مؤزرا　　　واعقد حبلا من حبالك في حبلي

غرض یہ ہے کہ بہترین انسان کی محکم واستوار امداد کروں۔اور آپ ﷺ کے رشتہ مبارک کی ایک دھجی خود بھی باندھ لوں۔

واشهد ان الله لا شئ غيره　　　ادين له اثقلت قدمي نعلي

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی چیز نہیں۔ میں اس وقت تک اسی کے دین پر رہوں گا جب تک میرا جوتا میرے قدم کو بھاری رکھے''۔

(۴۵) وفد بنی سلامان:

محمد بن یحییٰ بن سہل بن ابی حثمہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد کے خطوط میں پایا کہ حبیب بن عمرو السلامانی بیان کرتے تھے کہ ہم لوگ' وفد سلامان' رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے ہم سات آدمی تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ مسجد سے نکل کر ایک جنازے کی طرف جس کی آپ نے دعوت دی تھی جا رہے تھے' ہم نے کہا: السلام علیک یا رسول اللہ۔ فرمایا: وعلیکم' تم لوگ کون ہو؟ عرض کی' ہم سلامان سے ہیں اور اس لیے آئے ہیں کہ آپ سے اسلام پر بیعت کریں' ہم اپنی قوم کے پسماندہ لوگوں کے بھی قائم مقام ہیں۔

آپ اپنے غلام ثوبان کی طرف مڑے اور فرمایا کہ اس وفد کو بھی وہیں اتارو جہاں وفد اترتے ہیں نماز ظہر پڑھ لی تو اپنے مکان اور منبر کے درمیان بیٹھ گئے' ہم لوگ آپ کے پاس گئے' نماز شرائع اسلام اور جھاڑ پھونک کو دریافت کیا۔

آپ نے ہم میں سے ہر شخص کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی عطا فرمائی' ہم لوگ وطن واپس گئے یہ واقعہ شوال ۱۰ھ کا ہے۔

(۴۶) وفد جہینہ:

ابو عبدالرحمٰن المدنی سے مروی ہے کہ جب نبی ﷺ مدینے تشریف لائے تو آپ کے پاس عبدالعزیٰ بن بدر بن زید بن معاویہ الجہنی جو بنی الربعہ بن رشدان بن قیس بن جہینہ میں سے تھے بطور وفد آئے' ہمراہ ان کے اخیافی اور چچا زاد بھائی ابو روعہ بھی تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے عبدالعزیٰ سے فرمایا کہ تم عبداللہ ہو' ابو روعہ سے فرمایا کہ ان شاءاللہ تم دشمن کو دھلا دو گے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم لوگ کون ہو' انہوں نے کہا کہ ہم بنی غیان ہیں (غیان کے معنی سرکشی کے ہیں) فرمایا کہ تم بنی رشدان ہو (رشدان کے معنی ہدایت پانے کے ہیں)۔

ان لوگوں کی وادی کا نام غوی تھا (جس کے معنی گمراہی وسرکشی کے ہیں) رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام رشد رکھا آپ نے جہینہ کے کوہ اشعر و کوہ اجرد کے لیے فرمایا کہ یہ دونوں جنت کے پہاڑوں میں سے ہیں جن کو کوئی فتنہ نہ روند سکے گا۔

فتح مکہ کے دن جھنڈا عبداللہ بن بدر کو دیا' ان لوگوں کو مسجد کے لیے زمین عطا فرمائی' یہ مدینے کی سب سے پہلی مسجد تھی جس کے لیے زمین دی گئی۔

عمرو بن مرہ الجہنی سے مروی ہے کہ ہمارا ایک بت تھا' جس کی سب تعظیم کیا کرتے تھے' میں اس کا مجاور تھا' جب میں نے نبی ﷺ کے متعلق سنا تو اُسے توڑ ڈالا۔ وہاں سے روانہ ہوا' مدینہ شریفہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا' مسلمان ہوا' کلمۂ شہادت ادا کیا' حلال وحرام کے متعلق جو احکام تھے سب پر ایمان لایا۔

اسی مضمون کو میں ان اشعار میں کہتا ہوں:

شهدت بان الله حق وانني لآلهة الاحجار اول تارك

''میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ حق ہے' بے شک میں پتھروں کے معبودوں کا سب سے پہلا چھوڑنے والا ہوں'

وشمرّت عن ساقي الازار مهاجرا اليك اجوب الوعث بعد الدكارك

میں نے اپنی پنڈلی سے تہمد چڑھا کر آپ کی طرف اس طرح ہجرت کی کہ میں سخت ودشوار راہ وزمین کو قطع کرتا ہوں۔

لا اصحب خير الناس نفسا ووالدا رسول مليك الناس فوق الحبائك

تا کہ میں ایسے شخص کی صحبت اٹھاؤں جو اپنی ذات وخاندان کے اعتبار سے سب سے بہترین اور لوگوں کے اس مالک کے رسول ہیں جو آسمانوں کے اوپر ہے''۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کو قوم کی جانب بھیجا کہ انہیں اسلام کی دعوت دیں' ان سب نے اس کو قبول کیا' سوائے ایک شخص کے جس نے ان کی بات کا رد کیا۔

عمرو بن مرہ نے اس پر بد دعا کی جس سے اس کا منہ ٹوٹ گیا' وہ بات کرنے پر قادر نہ رہا۔ نابینا اور محتاج ہو گیا۔

(۴۷) وفد بنی رقاش:

عبد عمرو بن جبلہ بن وائل بن الجلاح الکلبی سے مروی ہے کہ میں اور ایک شخص عاصم جو بنی عامر کے بنی رقاش میں سے تھے روانہ ہوئے' نبی ﷺ کے پاس آئے' آپ نے ہمارے سامنے اسلام پیش کیا' ہم اسلام لائے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نبی امی' صادق و پاکیزہ ہوں' خرابی اور پوری خرابی اس شخص کی ہے جو میری تکذیب کرے مجھ سے روگرداں ہو اور جنگ کرے' بہتری اور پوری بہتری اس شخص کی ہے جو مجھے جگہ دے' میری مدد کرے' مجھ پر ایمان لائے' میرے قول کی تصدیق کرے اور میرے ہمراہ جہاد کرے۔

ہم دونوں نے عرض کی کہ ہم تو آپ پر ایمان لاتے ہیں' آپ کے قول کی تصدیق کرتے ہیں' دونوں اسلام لے آئے' عمرو یہ شعر پڑھنے لگے:

اجبت رسول الله اذجاء بالهدى واصبحت بعد الجحد بالله اوجرا

''میں نے رسول اللہ کو مان لیا جب آپ ہدایت لائے پہلے میں اللہ کا منکر تھا' اب مومن ہوں اور اس کا مجھے اجر ملے گا۔

ودوعت لذات القداح وقدارى بهاسد كاعمرى وللهوا صورا

تیروں کے ذریعے سے فال وشگون لینے کے مزے میں نے ترک کر دیئے' حالانکہ ایسے ہی لہو ولعب میں میری عمر گزری تھی۔

واٰمنت باللّٰہ العلی مکانہٗ واصبحت للاوثان ماعشت منکرا

میں اللہ پر ایمان لایا جس کی منزلت برتر ہے۔ میں جب تک زندہ ہوں بتوں کا منکر رہوں گا''۔

ربیعہ بن ابراہیم الدمشقی سے مروی ہے کہ حارثہ بن قطن بن زائر بن حصن بن کعب بن علیم الکلبی اور حمل بن سعدانہ بن حارثہ بن مغفل بن کعب بن علیم بطور وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔

حمل بن سعدانہ کے لیے جھنڈا باندھا' وہ اس جھنڈے کو لے کر معاویہ کے ہمراہ صفین میں تھے۔

حارثہ بن قطن کے لیے ایک فرمان تحریر فرما دیا جس میں یہ مضمون تھا کہ یہ فرمان نبی محمد (رسول اللہ ﷺ) کی جانب سے دومۃ الجندل اور اس کے نواح کے ان باشندگان کے لیے ہے جو قبیلہ کلب کے حارث بن قطن کے ساتھ ہیں بارش سے سیراب ہونے والی صحرائی کھجور کے درخت ہمارے ہیں' شہر کے کھجور کے درخت تمہارے ہیں جس زمین پر چشمہ وغیرہ کا پانی جاری ہو اس پر محصول عشر (دسواں حصہ) ہے اور جو بارش سے سیراب ہو اس پر محصول نصف عشر (بیسواں حصہ) ہے' نہ تمہارے اونٹوں کی جمعیت کو جمع کیا جائے گا اور نہ ایک دو مواشی ہوں تو ان کو برابر کیا جائے گا تمہیں نماز کو وقت پر ادا کرنا ہوگا اور زکوٰۃ اس کے حق کے موافق ادا کرنا ہوگی تم سے گھاس نہیں روکی جائے گی' اور نہ سامان خانہ داری کا عشر (دسواں حصہ) لیا جائے گا' تم سے اس کا عہد و میثاق ہے تمہارے ذمے خیر خواہی و وفاداری اور اللہ و رسول کی ذمہ داری ہے۔ اللہ اور مومنین حاضرین گواہ ہیں۔

(۴۸) وفد بنی جرم:

سعد بن مرہ الجرمی نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہمارے دو آدمی بطور وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' ایک کا نام اصقع بن شریح بن صریم بن عمرو بن ریاح بن عوف بن عمیرہ بن الہون بن اعجب بن قدامہ بن جرم بن ریان بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ تھا اور دوسرے ہودہ بن عمرو بن ریاح تھے۔

دونوں اسلام لائے رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک فرمان تحریر فرما دیا۔ مجھے بعض جرمیین نے وہ شعر سنائے جو اصقع یعنی عامر بن عصمہ بن شریح نے کہے تھے:

وکان ابوشریح الخیر عمی فتی الفتیان حمال الغرامہ

''ابوشریح الخیر میرے چچا تھے۔ جو بڑے بہادر اور ذمہ داری کے برداشت کرنے والے تھے۔

عمید الحی من جرم اذا ما ذو والآ کال ساموںا ظلامہ

ایسی حالت میں بھی وہ قبیلہ جرم کے سردار تھے جب کہ مال و متاع پر دست درازی کرنے والوں نے ہمیں مصیبت میں ڈال رکھا تھا۔

وسابق قومہ لما دعاھم الی الاسلام احمدٌ من تھامہ

جب کہ احمد (ﷺ) نے مکے سے ان کی قوم کو اسلام کی دعوت دی تو وہ اس دعوت حق کے قبول کرنے میں اپنی تمام قوم سے سبقت لے گئے۔

فلباہ وکان لہ ظهیرا فرفلہ علی حیّ قدامہ

انہوں نے آپ کو لبیک کہا اور آپؐ کے مددگار ہو گئے۔ آپؐ نے انہیں قدامہ کے دونوں قبیلوں پر سردار بنا دیا''۔

عمرو بن سلمہ بن قیس الجرمی سے مروی ہے کہ جب یہ لوگ اسلام لائے تو ان کے والد اور قوم کے چند آدمی بطور وفد نبی ﷺ کے پاس آئے' قرآن سیکھا حوائج دینی پوری کیں۔

ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ ہمیں نماز کون پڑھائے' آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے نماز وہ پڑھائے جس نے سب سے زیادہ قرآن یاد کیا یا سیکھا ہو۔

یہ لوگ اپنی قوم میں آئے دریافت کیا مگر کوئی ایسا شخص نہ ملا جو مجھ سے زیادہ قرآن کا جاننے والا ہو' حالانکہ میں اس زمانے میں اتنا چھوٹا تھا کہ میرے بدن پر صرف ایک چادر تھی' ان لوگوں نے مجھے امام بنایا اور میں نے انہیں نماز پڑھائی' آج تک قبیلۂ جرم کا کوئی مجمع ایسا نہ ہوا جس میں میں موجود ہوں اور امام نہ ہوں۔

راوی نے کہا عمرو بن سلمہ اپنی وفات تک برابر لوگوں کی نماز جنازہ پڑھاتے اور مسجد میں امامت کرتے۔

ابو یزید عمرو بن سلمہ الجرمی سے مروی ہے کہ ہم لوگ ایک ایسے پانی (کے کنوئیں) کے سامنے رہا کرتے تھے جس پر لوگوں کا راستہ تھا' لوگوں سے پوچھا کرتے تھے کہ یہ امر (اسلام) کیا ہے' وہ کہتے تھے کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ نبی ہیں' اللہ نے انہیں رسول بنایا ہے' اور یہ وحی بھیجی ہے۔

میں یہ کرنے لگا کہ اس میں سے جو کچھ سنتا تھا اسے اس طرح یاد کر لیتا تھا کہ گویا میرے سینے پر رنگ چڑھا دیا گیا ہے یہاں تک کہ میں نے اپنے سینے میں بہت سا قرآن جمع کر لیا عرب قبول اسلام کے لیے فتح مکہ کے منتظر تھے کہتے تھے کہ دیکھتے رہو' اگر آنحضرت ﷺ ان لوگوں پر غالب آ جائیں تو آپؐ صادق و نبی ہیں۔

جب فتح مکہ کی خبر آئی تو ہر قوم نے اسلام لانے میں سبقت کی' میرے والد ہمارے ہمسایہ لوگوں کے اسلام کی خبر (آنحضرت ﷺ کے پاس) لے گئے' جب تک اللہ کو ان کا قیام منظور ہوا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مقیم رہے۔ اس کے بعد آئے' جب وہ ہمارے نزدیک آ گئے تو ہم نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔

انہوں نے کہا: بخدا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے تمہارے پاس آیا ہوں آنحضرت ﷺ تمہیں اس بات کا حکم دیتے ہیں اور اس اس بات سے منع فرماتے ہیں' فلاں نماز فلاں وقت پڑھو اور فلاں نماز فلاں وقت' جب نماز کا وقت آئے تو کوئی تم میں سے اذان کہے' تمہاری امامت وہ شخص کرے جو تم میں سب سے زیادہ قرآن جانتا ہو۔

ہمارے ہمسایہ نے غور کیا تو ان لوگوں نے کوئی شخص مجھ سے زیادہ قرآن جاننے والا نہ پایا۔ اس لیے کہ میں شتر سواروں سے یاد کیا کرتا تھا' ان لوگوں نے مجھے اپنا امام بنایا' میں انہیں نماز پڑھایا کرتا تھا حالانکہ میں چھ برس کا تھا' میرے بدن پر ایک چادر تھی کہ جب میں سجدہ کرتا تو وہ بدن سے ہٹ جاتی تھی' قبیلے کی ایک عورت نے کہا کہ تم لوگ اپنے قاری کے سرین کو ہم سے کیوں نہیں چھپاتے ان لوگوں نے مجھے بحرین کا ایک گرہ در گرہ کرتہ پہنایا جتنی مسرت مجھے اس کرتے سے ہوئی اتنی کسی چیز

سے نہیں ہوئی۔

عمرو بن سلمہ الجرمی سے مروی ہے کہ میں شتر سواروں سے ملتا تھا' وہ مجھے آیتیں پڑھاتے تھے میں رسول اللہ ﷺ کے زمانے ہی میں امامت کیا کرتا تھا۔

عمرو بن سلمہ سے مروی ہے کہ میرے والد اپنی قوم کے اسلام کی خبر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے۔ آپؐ نے ان لوگوں کے لیے جو کچھ فرمایا اس میں یہ بھی تھا کہ تمہاری امامت وہ شخص کرے جو تم میں سب سے زیادہ قرآن جانتا ہو۔

میں ان سب میں چھوٹا تھا اور امامت کیا کرتا تھا' ایک عورت نے کہا کہ اپنے قاری کے سرین تو ہم سے چھپاؤ۔ پھر ان لوگوں نے میرے لیے کرتہ بنایا میں جتنا اس کرتے سے خوش ہوا کسی چیز سے خوش نہیں ہوا۔

عمرو بن سلمہ سے مروی ہے کہ جب میری قوم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے واپس آئی تو ان لوگوں نے کہا کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ تمہاری امامت وہ شخص کرے جو تم میں سب سے زیادہ قرآن جانتا ہو۔

ان لوگوں نے مجھے بلایا' رکوع وسجود سکھایا' میں انہیں نماز پڑھایا کرتا تھا' میرے بدن پر ایک پھٹی ہوئی چادر تھی' لوگ میرے والد سے کہا کرتے تھے کہ تم ہم سے اپنے بیٹے کے سرین کیوں نہیں چھپاتے۔

(۴۹) وفد قبیلہ ازد:

منیر بن عبداللہ الازدی سے مروی ہے کہ صرد بن عبداللہ الازدی اپنی قوم کے انیس آدمیوں کے ہمراہ بطور وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' فروہ بن عمرو کے پاس اترے' فروہ نے ان لوگوں کو سلام کیا اور ان کا اکرام کیا۔

یہ لوگ ان کے یہاں دس روز رہے' صرد ان سب میں افضل تھے' رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنی قوم کے مسلمانوں پر امیر بنایا اور حکم دیا کہ وہ ان مسلمانوں کے ساتھ ان مشرک قبائل یمن سے جہاد کریں جو قرب وجوار میں ہیں۔

یہ نکلے اور جرش میں پڑاؤ کیا جو ایک محفوظ شہر تھا' اسی میں قبائل یمن تھے جو قلعہ بند ہو گئے تھے صرد نے پہلے اسلام کی دعوت دی انکار کیا تو ایک مہینے تک محاصرہ رکھا' ان کے مویشی حملہ کر کے لوٹ لیا کرتے تھے۔

وہ محاصرہ اٹھا کر کوہ شکر کی طرف چلے گئے یہ سمجھے کہ بھاگ گئے' لوگ ان کی تلاش میں نکلے۔ صرد نے اپنی صفیں آراستہ کیں اور حملہ کر دیا' جس طرح چاہا ان لوگوں کو تہ تیغ کیا بیس گھوڑے پکڑ لیے دوپہر تک طویل جنگ ہوئی۔

اہل جرش نے دو آدمیوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا تھا جو متلاشی ومنتظر تھے' رسول اللہ ﷺ نے ان کو لوگوں کے مقابلے اور صرد کی فتح کی خبر دی۔

یہ دونوں اپنی قوم کے پاس آئے اور کل حال بیان کیا۔ ایک وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا ارکان وفد اسلام لائے' آپؐ نے انہیں مرحبا فرمایا اور فرمایا کہ تم لوگ صورت کے اچھے' ملاقات میں سچے' کلام میں پاکیزہ اور امانت میں بڑے ہو' تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں۔

آپؐ نے ان لوگوں کا (میدان جنگ میں) شعار (لفظ) مبرور مقرر فرمایا' اور ان کے گاؤں کو خاص نشانوں سے محفوظ و

محدود فرما دیا۔

(۵۰) وفد غسان:

محمد بن بکیر الغسانی نے اپنی قوم غسان سے روایت کی کہ ہم لوگ رمضان ۱۰ھ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینے آئے‘ کل تیرہ آدمی تھے رملہ بنت الحارث کے مکان میں اترے دیکھا کہ تمام وفود عرب سب کے سب محمد ﷺ کی تصدیق کر رہے تھے کہ ہم نے آپس میں کہا کہ عرب کے اہل بصیرت کیا اس نظر سے دیکھیں گے کہ عرب بھر میں ہم ہی برے ہیں۔

ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے‘ اسلام لائے‘ تصدیق کی‘ اور گواہی دی کہ آپؐ جو کچھ لائے ہیں سب حق ہے‘ ہم جانتے نہ تھے کہ قوم ہماری پیروی کرے گی یا نہیں‘ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں انعامات دیئے۔

یہ لوگ واپس ہوئے‘ قوم کے پاس آئے تو ان لوگوں نے ان کی بات نہیں مانی‘ ان لوگوں نے اپنا اسلام پوشیدہ رکھا‘ ان میں سے دو مسلمان مر گئے اور ایک نے جنگ یرموک میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو پایا‘ وہ ابوعبیدہ سے ملے‘ اپنے اسلام کی خبر دی وہ ان کا اکرام کیا کرتے تھے۔

(۵۱) وفد بنی حارث بن کعب:

عبداللہ بن عکرمہ بن عبدالرحمٰن بن الحارث نے اپنے والد سے روایت کی کہ ربیع الاوّل ۱۰ھ میں رسول اللہ ﷺ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چار سو مسلمانوں کے ساتھ نجران بھیجا اور حکم دیا کہ جہاد کرنے سے پہلے تین مرتبہ اسلام کی دعوت دیں۔

خالد نے یہی کیا۔ جو بنی الحارث بن کعب وہاں تھے انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور اس مذہب میں داخل ہو گئے جس کی انہیں خالد نے دعوت دی تھی خالد انہیں لوگوں کے پاس ٹھہر گئے‘ انہیں اسلام و شرائع اسلام‘ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ (ﷺ) کی تعلیم دی۔

یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کو لکھا اور بلال بن الحارث المزنی کے ہمراہ بھیج کر آپ کو مسلمانوں کے غلبے اور بنی الحارث کے اسلام کی طرف تیزی سے سبقت کرنے کی خبر دی۔

رسول اللہ ﷺ نے خالد کو تحریر فرمایا کہ ان لوگوں کو خوش خبری دو اور ڈراؤ بھی‘ آؤ جب تو اس طرح کہ تمہارے ہمراہ ان کا وفد بھی ہو‘ خالد اسی طرح آئے کہ ہمراہ ان لوگوں کا وفد بھی تھا‘ جن میں قیس بن الحصین ذوالغصہ‘ یزید بن عبدالمدان‘ عبداللہ بن المدان‘ یزید بن المجمل‘ عبداللہ بن قراد شداد بن عبداللہ القنانی وعمرو بن عبداللہ بھی تھے۔

خالد نے ان لوگوں کو اپنے پاس ٹھہرایا۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ لوگ بھی ہمراہ تھے آپؐ نے فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں جو ہندوستانی معلوم ہوتے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ یہ بنی الحارث بن کعب ہیں۔

ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا۔ کلمہ شہادت ”لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ پڑھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو دس دس اوقیہ چاندی انعام عطا فرمائی‘ قیس بن الحصین کو ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی عطا فرمائی‘ انہیں کو رسول اللہ ﷺ نے بنی الحارث بن کعب پر امیر بنایا۔

یہ لوگ بقیہ ایام شوال میں اپنی قوم کی جانب واپس گئے اس کے چار ماہ بعد رسول اللہ صلوات اللہ علیہ ورحمۃ وبرکاتہ کثیراً دائماً کی وفات ہوگئی۔

شعبی سے مروی ہے کہ عبدہ بن مسہر الحارثی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' آپؐ سے وہ چیزیں دریافت کیں جن کو وہ پیچھے چھوڑ آئے تھے اور اپنے سفر میں انہوں نے دیکھی تھیں۔

نبی ﷺ انہیں وہ چیزیں بتانے لگے' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اے ابن مسہر اسلام لے آ ؤ اور اپنے دین کو دنیا کے عوض فروخت نہ کرو' وہ اسلام لے آئے۔

(۵۲) وفد قبیلۂ ہمدان:

حبان بن ہانی' مسلم بن قیس بن عمرو بن مالک بن لائی الہمدانی ثم الارجبی نے اپنے شیوخ سے روایت کی کہ قیس بن مالک بن لائی الارجبی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے' آپؐ مکے میں تھے' انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ میں اس لیے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپؐ پر ایمان لاؤں اور آپ کی مدد کروں۔

فرمایا' مرحبا' اے گروہ ہمدان کیا تم لوگ وہ اختیار کرو گے جو مجھ میں ہے؟ انہوں نے کہا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ جی ہاں' فرمایا: اچھا تم اپنی قوم کے پاس جاؤ' اگر انہوں بھی یہی کیا تو واپس آنا میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔

قیس اپنی قوم کی جانب روانہ ہوئے' وہ لوگ اسلام لائے' غسل کے لیے اندر گئے' قبلے کی طرف رُخ کیا' قیس بن مالک ان لوگوں کے اسلام کی خبر لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس روانہ ہوئے' عرض کی کہ میری قوم اسلام لے آئی ہے' انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپؐ سے اخذ کروں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیس کیسے اچھے قاصد قوم ہیں اور فرمایا کہ تم نے وفا کی اللہ تمہارے ساتھ وفا کرے۔

آپؐ نے ان کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا' ان کی قوم ہمدان کے (قبائل) جو خالص ونجیب تھے' جو بیرونی تھے' جو لواحق تھے اور جو ان کے موالی تھے' سب پر ان کی امارت کے لیے تحریر فرمایا کہ وہ لوگ ان کی بات سنیں اطاعت کریں اور یہ کہ ان کے لیے اللہ و رسول کی ذمہ داری ہے' جب تک تم لوگ نماز کو قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

آپؐ نے قیس کو تین سو فرق (پیمانۂ یمن) بیت المال میں سے ہمیشہ کے لیے جاری فرمایا' دو سو فرق کشمش اور جوار نصف نصف اور ایک سو فرق گیہوں۔

ابواسحٰق نے اپنی قوم کے شیوخ سے روایت کی کہ ایام حج میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے آپ کو قبائل عرب کے سامنے پیش کیا' قبیلۂ ارحب کے ایک شخص جن کا نام عبداللہ بن قیس بن امام غزال تھا آپؐ کے پاس سے گزرے فرمایا: کیا تمہاری قوم کے پاس مدافعت کی قوت ہے' عرض کی جی ہاں۔

آپؐ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا' وہ مسلمان ہوئے' مگر یہ اندیشہ ہوا کہ ان کی قوم آپؐ کے ساتھ بدعہدی کرے گی' اس لیے آپؐ سے آئندہ حج کا وعدہ کیا۔

آپؐ نے ان ہمدانی کو ان کی قوم کے ارادے سے روانہ فرمایا' بنی زبید کے ایک شخص ذباب نے انہیں قتل کر دیا۔ اس کے بعد قبیلہ ارحب کے چند نوجوانوں نے عبداللہ بن قیس کے عوض ذباب الزبیدی کو قتل کر دیا۔

اہل علم سے مروی ہے کہ وفد ہمدان رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کیفیت سے آیا کہ ان کے بدن پر حبرہ کے بنے ہوئے کپڑے تھے جن کی گوٹ دیباج (ریشم) کی تھی' ان لوگوں میں ذی مشعار کے حمزہ بن مالک بھی تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمدان کیا اچھا قبیلہ ہے کہ مدد پر سبقت کرنے والا اور مصیبت پر صبر کرنے والا ہے انہیں میں سے اسلام کے رؤسا و ابدال ہوں گے۔

یہ لوگ اسلام لے آئے' نبی ﷺ نے ان لوگوں کے متعلق تحریر فرمایا کہ ہمدان کے خارف و یام شاکر کے علاقے' اہل الہضب و حقاف الرمل مسلمانوں کے لیے ہیں۔

(۵۳) وفد بنو سعد العشیرہ:

عبدالرحمٰن بن ابی سبرہ الجعفی سے مروی ہے کہ جب لوگوں نے نبی ﷺ کی روانگی کی خبر سنی تو بنی انس اللہ بن سعد العشیرہ کے ایک شخص ذباب نے سعد العشیرہ کے بت پر جس کا نام فراض تھا حملہ کیا اور اسے ریزہ ریزہ کر دیا۔

اس کے بعد وہ بطور وفد نبی ﷺ کے پاس گئے' اسلام لائے۔ اور یہ شعر کہے:

تبعت رسول اللّٰه اذجاء بالهدٰی وخلقت فراضا بدار هوان

''میں نے رسول اللہ ﷺ کی پیروی کر لی جب آپؐ ہدایت لائے۔ اور فراض کو میں نے مقام ذلت میں چھوڑ دیا۔

شددت علیه شدة فترکته کان لم یکن والدهر ذوحدثان

میں نے اس پر حملہ کیا اور اسے اس حالت میں چھوڑا۔ کہ گویا وہ تھا ہی نہیں' زمانہ تو انقلاب والا ہے ہی۔

فلما رأیت اللّٰه اظهر دینه اجبت رسول اللّٰه حین دعانی

جب میں نے دیکھا کہ اللہ نے اپنے دین کو غالب کر دیا' تو جب مجھے رسول اللہ ﷺ نے دعوت دی' میں نے قبول کر لی۔

فاصبحت الاسلام ماعشت ناصرا والقیت فیها کلکلی وجرانی

میں جب تک زندہ رہوں گا اسلام کا مددگار رہوں گا۔ اور اسی میں اپنا تمام زور لگاؤں گا۔

فمن مبلغ سعد العشیرة اننی شریت الذیبقی بآخرفان

ہے کوئی جو سعد العشیرہ کو یہ خبر پہنچا دے کہ میں نے فانی چیز کے عوض باقی رہنے والی چیز خریدی ہے''۔

مسلم بن عبداللہ بن شریک النخعی نے اپنے والد سے روایت کی کہ عبداللہ بن ذباب الانسی جنگ صفین میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' وہ ان کے لیے کافی تھے۔

(۵۴) وفد قبیلہ عنس بن مالک:

مذحج کے عنس بن مالک کے قبیلے کے ایک شخص سے مروی ہے کہ ہم میں ایک شخص تھے جو بطور وفد نبی ﷺ کے پاس

گئے' وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت ﷺ شام کا کھانا نوش فرما رہے تھے' آپ نے انہیں کھانے کے لیے بلایا تو یہ بیٹھ گئے۔

جب آپ کھانا نوش فرما چکے تو نبی ﷺ ان کے قریب آئے اور فرمایا کہ کیا تم شہادت دیتے ہو کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندہ ورسول ہیں' انہوں نے کہا کہ ''اشہدان لا الہ الا اللہ وان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ''۔

فرمایا: تم طمع سے آئے ہو یا خوف سے' عرض کی: طمع کے متعلق یہ عرض ہے کہ بخدا آپؐ کے قبضے میں کوئی مال نہیں (جس کا کوئی لالچ کرے) اور خوف کے متعلق یہ گزارش ہے کہ بخدا میں ایسے شہر میں رہتا ہوں جہاں آپؐ کے لشکر نہیں پہنچ سکتے (کہ کوئی خوف نہ کرے) لیکن مجھے (عذاب آخرت کا) خوف دلایا گیا تو میں ڈر گیا' مجھ سے کہا گیا کہ اللہ پر ایمان لاؤ میں ایمان لے آیا۔

رسول اللہ ﷺ حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ قبیلۂ عنس کے اکثر لوگ مقرر ہیں' چند روزہ قیام میں وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آمدورفت کرتے رہے۔

آخر آپؐ سے رخصت ہونے آئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روانہ ہو جاؤ آپؐ نے انہیں زادراہ دیا' اور فرمایا کہ اگر تمہیں کوئی (مرض وغیرہ) محسوس ہو تو کسی قریب کے گاؤں میں پناہ لے لینا۔

وہ روانہ ہوئے' راستے میں شدید بخار آ گیا' انہوں نے کسی قریب کے گاؤں میں پناہ لی اور وہیں وفات پائی' اللہ ان پر رحمت کرے' ان کا نام ربیعہ تھا۔

(۵۵) وفد داریین:

عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ وغیرہ سے مروی ہے کہ داریین کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ کی تبوک سے واپسی کے وقت آیا۔ یہ دس آدمی تھے جن میں تمیم ونعیم فرزندان اوس بن خارجہ بن سواد بن جذیمہ بن دراع بن عدی بن الدار بن ہانی بن حبیب بن نمارہ بن لخم' یزید بن قیس بن خارجہ' الفاکہ بن نعمان بن جبلہ بن صفارہ یا صفار بن ربیعہ بن دراع بن عدی بن الدار' جبلہ بن مالک بن صفارہ' ابو ہند وطیب فرزندان ذر' یہی ذر عبداللہ بن رزین بن رعمیت بن ربیعہ بن دراع تھے' ہانی بن حبیب عزیز ومرہ فرزندان مالک بن سواد بن جذیمہ تھے۔

یہ لوگ اسلام لائے' رسول اللہ ﷺ نے طیب کا نام عبداللہ اور عزیز کا نام عبدالرحمٰن رکھا' ہانی بن حبیب نے رسول اللہ ﷺ کو شراب کی مشک' چند گھوڑے اور ایک ریشمی قبا جس میں سونے کے پتر لگے ہوئے تھے بطور ہدیہ پیش کی۔

آپ نے گھوڑوں اور قبا کو قبول فرما لیا (اور مشک کو قبول نہیں فرمایا) یہ قباء عباس بن عبدالمطلب کو عطا فرمائی عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں اسے کیا کروں گا (کیونکہ) اس کا پہننا جائز نہیں' فرمایا: سونا نکال کر اپنی عورتوں کے لیے اس کا زیور بنوا لو یا اسے (فروخت کر کے) خرچ کر لو' قباء کے ریشم کو فروخت کر ڈالو اور اس کی قیمت لے لو۔

عباس رضی اللہ عنہ نے اسے ایک یہودی کے ہاتھ آٹھ ہزار درم کو فروخت کر دیا' تمیم نے عرض کی' ہمارے نواح میں روم کی ایک قوم ہے جن کے دو گاؤں ہیں' ایک کا نام جری اور دوسرے کا بیت عینون ہے اگر اللہ آپ کو ملک شام پر فتح عطا فرمائے تو یہ دونوں

گاؤں مجھے ہبہ فرما دیجئے' فرمایا: وہ تمہارے ہی ہوں گے۔

جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ان کو یہ گاؤں دے دیئے' انہیں ایک فرمان لکھ دیا' داریین کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک مقیم رہا آپؐ نے ان لوگوں کے لیے ایک سو وسق (پیمانہ غلہ) وصیت فرمائی۔

(۵۶) وفد الرہاویین از قبیلہ مذحج:

زید بن طلحہ التیمی سے مروی ہے کہ ۱۰ھ میں پندرہ آدمی رہاویین کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے' یہ لوگ قبیلہ مذحج کے تھے' رملہ بنت الحارث کے مکان پر اترے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے پاس تشریف لائے' بڑی دیر تک باتیں کرتے رہے' ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چند ہدایا پیش کیے جن میں ایک گھوڑا بھی مرواج نام کا تھا' آپؐ نے اس کے متعلق حکم دیا تو آپؐ کے سامنے پھرا گیا آپؐ نے اسے پسند فرمایا۔

یہ لوگ اسلام لائے' قرآن و فرائض سیکھے' آپؐ نے ان لوگوں کو بھی اسی طرح انعام دیا جس طرح آپؐ وفد کو دیا کرتے تھے کہ ان کے بڑے درجے والے کو ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی اور کم درجے والے کو پانچ اوقیہ' یہ لوگ اپنے وطن واپس گئے۔

ان میں سے چند آدمی آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینے سے حج کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک مقیم رہے' آپؐ نے خیبر کی پیداوار سے لشکر کی مد میں ان لوگوں کے لیے ایک سو وسق جاری کرنے کی وصیت فرمائی اور فرمان لکھ دیا۔

ان لوگوں نے اس کو زمانہ معاویہ میں فروخت کر ڈالا۔

عمرو بن ہزان بن سعد الرہاوی نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہم میں سے ایک آدمی جن کا نام عمرو بن سبیع تھا بطور وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اسلام لائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ایک جھنڈا باندھ دیا۔ یہی جھنڈا لے کر انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جنگ صفین میں (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے) جنگ کی' بارگاہ رسالت میں اپنی حاضری کے متعلق یہ اشعار کہے:

الیک رسول اللّٰہ اعملت نصها تجوب الفیافی سملقا بعد سملق

''یا رسول اللہ میں نے سواری کا رخ آپ کی جانب کر دیا ہے جو یکے بعد دیگرے دشت و بیابان کی صحرا نوردی کر رہی ہے۔

علی ذات الواح اُکلفها السری تَخُبّ برحلی مرة ثم تعنق

وہ سواری جس پر لکڑی کی زین ہے میں اس کو شب نوردی کی تکلیف دے رہا ہوں' میرا سامان اٹھائے ہوئے کبھی تو جھک جاتی ہے اور کبھی گردن اونچی کر لیتی ہے۔

فمالك عندی راحة او تلجلجی بباب النبی الهاشمی الموافق

اے سواری میرے ہاں تجھے اس وقت تک آرام ملنے کا نہیں جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے تک تو نہ پہنچ جائے۔

عتقت اذا من رحلة ثم رحلة وقطع دياميم وهم مسؤرق

وہاں پہنچنے کے بعد پھر تو ہر ایک سفر سے رہا و آزاد ہو جائے گی' نہ تجھے کہیں جانا پڑے گا نہ ایسی زحمت ہو گی کہ شب بھر بیدار رہے''۔

تیسرے شعر میں ''تلجج'' کا لفظ ہے' اس کے معنی بتاتے ہوئے ہشام کہتے ہیں کہ تلجج اونٹنی کے ایسے بیٹھ جانے کو کہتے ہیں کہ پھر نہ اٹھے۔

شاعر کہتا ہے:

فمن مبلغ الحسناء ان حليلها مصاد بن مذعور تلجج غادرا

''محبوبہ سے کون ہے کہ جا کے کہہ دے کہ اس کا شوہر غداری کے باعث تذبذب میں پڑ گیا ہے''۔

(۵۷) وفد غامد:

متعدد اہل علم سے مروی ہے کہ وفد غامد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رمضان میں آیا' یہ دس آدمی تھے جو بقیع الغرقد میں اترے اپنے اچھے کپڑے پہنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہوئے آپ کو سلام کیا اور اسلام کا اقرار کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک فرمان تحریر فرما دیا جس میں شرائع اسلام تھے' یہ لوگ ابی بن کعب کے پاس آئے تو انہوں نے ان لوگوں کو قرآن سکھایا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو اسی طرح انعام دیا جس طرح وفد کو دیتے تھے اور یہ واپس گئے۔

(۵۸) وفد قبیلہ النخع:

شیوخ نخع سے مروی ہے کہ قبیلہ نخع نے اپنے دو آدمیوں کو جن میں سے ایک کا نام ارطاۃ بن شراحیل بن کعب تھا کہ بنی حارثہ بن سعد بن مالک بن النخع میں سے تھے' دوسرے جہیش کو جن کا نام ارقم تھا کہ بنی بکر بن عوف بن النخع میں سے تھے بطور وفد اپنے اسلام کی خبر کے ساتھ رسول اللہ کے پاس بھیجا' یہ دونوں روانہ ہوئے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔

آپؐ نے ان دونوں کے سامنے اسلام پیش کیا' دونوں نے قبول کیا اور اپنی قوم کی جانب سے بیعت کی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی حالت اور حسن ہیئت پسند آئی' فرمایا: کیا تمہارے پیچھے تمہاری قوم میں سے کوئی تم دونوں کے مثل ہے' انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ہم اپنی قوم کے ایسے ستر آدمی چھوڑ آئے ہیں جو سب کے سب ہم دونوں سے افضل ہیں' ان میں سے ہر ایک معاملات کا فیصلہ کرتا ہے اور کاموں کو پورا کرتا ہے۔ جب کوئی کام ہوتا ہے تو لوگ ہمارے شریک و سہیم نہیں ہوتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور ان کی قوم کے لیے دعائے خیر فرمائی اور فرمایا کہ اے اللہ نخع کو برکت دے' ارطاۃ کو امیر قوم بنا کے ایک جھنڈا عطا فرمایا جو فتح مکہ میں ان کے ہاتھ میں تھا' وہ اسے قادسیہ میں بھی لائے تھے' اسی روز (یعنی جنگ قادسیہ میں) وہ شہید ہو گئے' ان کے بھائی درید نے اسے لے لیا اور وہ بھی شہید ہو گئے' دونوں پر اللہ رحمت نازل کرے پھر اسے بنی جزیمہ کے سیف بن الحارث نے لیا اور کوفہ لے گئے۔

محمد بن عمرو الاسلمی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو سب سے آخری وفد آیا وہ وفد نخع تھا' یہ لوگ یمن سے وسط

محرم ۱۱ھ میں آئے' یہ دوسو آدمی تھے جو رملہ بنت الحارث کے مکان پر اترے' رسول اللہ ﷺ کے پاس اسلام کا اقرار کرتے ہوئے آئے۔

ان لوگوں نے یمن میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بیعت کی تھی' ان میں زرارہ بن عمرو بھی تھے۔

ہشام بن محمد نے کہا کہ یہ زرارہ بن قیس بن الحارث بن عداء تھے' اور یہ نصرانی تھے۔

(۵۹) وفد بجیلہ:

عبدالحمید بن جعفر نے اپنے والد سے روایت کی کہ جریر بن عبداللہ البجلی ۱۰ھ میں مدینہ آئے ہمراہ ان کی قوم کے ڈیڑھ سو آدمی تھے' رسول اللہ ﷺ نے (ان لوگوں کی آمد سے پہلے بطور پیشین گوئی حاضرین سے) فرمادیا تھا کہ اس وسیع راہ سے تمہیں ایک بہترین بابرکت شخص نظر آئے گا جس کی پیشانی پر سلطنت کا نشان ہوگا۔ جریر اپنی سواری پر نظر آئے' ہمراہ ان کی قوم بھی تھی' یہ لوگ اسلام لائے اور بیعت کی۔

جریر نے کہا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ پھیلایا اور مجھے بیعت کیا اور فرمایا کہ (یہ بیعت) اس پر ہے کہ تم شہادت دو کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں' نماز قائم کرو' زکوۃ دو' رمضان کے روزے رکھو' مسلمانوں کی خیر خواہی کرو۔ والی کی اطاعت کرو اگر چہ وہ حبشی غلام ہی ہو۔

عرض کی: جی ہاں۔ آپؐ نے انہیں بیعت کرلیا۔

قیس بن عزرہ الاحمسی قبیلۂ احمس کے ڈھائی سو آدمیوں کے ہمراہ آئے' رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم لوگ احمس اللہ (اللہ کے بہادر) ہیں زمانۂ جاہلیت میں ان لوگوں کو یہی کہا جاتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آج سے تم لوگ احمس اللہ (اللہ کے بہادر) ہو' بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ بجیلہ کے شتر سواروں کو انعام دو اور احمسیین سے شروع کرو' انہوں نے یہی کیا۔

جریر بن عبداللہ کا قیام فروہ بن عمرو البیاضی کے پاس تھا' رسول اللہ ﷺ نے ان سے ان کے پس پشت والوں کا حال دریافت فرمایا' عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اللہ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا' اذان کو مساجد اور صحنوں میں غالب کردیا' قبائل نے اپنے وہ بت توڑ ڈالے جن کی وہ پوجا کرتے تھے۔

فرمایا: اچھا ذوالخلصہ (بت) کیا ہوا۔ عرض کی کہ ابھی تو اپنی حالت پر باقی ہے۔ ان شاء اللہ اس سے بھی راحت مل جائے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کو ذوالخلصہ کو توڑنے کے لیے بھیجا' ان کے لیے جھنڈا باندھا تو عرض کی کہ میں (سواری نہ جاننے سے) گھوڑے پر ٹھہر نہیں سکتا ہوں' رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ اے اللہ ان کو ہادی (ہدایت کرنے والا) اور مہدی (ہدایت یافتہ) بنادے۔

وہ اپنی قوم کے ہمراہ جو تقریباً دوسو تھے روانہ ہوئے' زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ واپس آئے رسول اللہ ﷺ نے ان سے

دریافت فرمایا کہ کیا تم نے اسے توڑ ڈالا؟ عرض کی: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا' جی ہاں (توڑ ڈالا) اس پر جو کچھ تھا میں نے لے لیا' اسے آگ میں جلا دیا ایسی گت بنادی کہ جو اس سے محبت کرتا ہے اسے ناگوار ہوگا ہمیں اس کے توڑنے سے کسی نے نہیں روکا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس روز قبیلۂ احمس کے پیادہ اور سواروں کے لیے دعائے برکت کی۔

(۶۰) وفد قبیلۂ خثعم:

یزید و دیگر اہل علم سے مروی ہے کہ جریر بن عبداللہ کے ذوالخلصہ کو منہدم کرنے اور قبیلۂ خثعم کے کچھ لوگوں کو قتل کرنے کے بعد وفد عثعث بن زحر وانس بن مدرک قبیلۂ خثعم کے چند آدمیوں کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔

ان لوگوں نے کہا کہ ہم اللہ اور اس کے رسولؐ پر جو کچھ وہ اللہ کے پاس سے لائے ایمان لاتے ہیں آپ ہمیں ایک فرمان لکھ دیجئے کہ جو کچھ اس میں ہو ہم اس کی پیروی کریں۔

آپؐ نے ان لوگوں کو ایک فرمان لکھ دیا جس میں جریر بن عبداللہ و حاضرین کی گواہی تھی۔

(۶۱) وفد الاشعریین:

اہل علم نے کہا ہے کہ اشعریین رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے' وہ پچاس آدمی تھے جن میں ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ' ان کے بھائی اور ان کے ہمراہ قبیلۂ عک کے دو آدمی تھے' یہ لوگ کشتی میں بحری راستے سے آئے اور جدے میں اترے۔

جب مدینے کے نزدیک پہنچ گئے تو کہنے لگے کہ "غدًا نلقی الاحبہ محمدا وحزبه" (کل ہم احباب سے ملیں گے محمد ﷺ اور ان کے گروہ سے)۔

یہ لوگ آئے تو رسول اللہ ﷺ کو سفر خیبر میں پایا۔ رسول اللہ ﷺ سے قدم بوس ہوئے بیعت کی اور اسلام لائے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اشعریین لوگوں میں ایسے ہیں جیسے تھیلی میں مشک ہو۔

(۶۲) وفد حضرموت:

اہل علم نے کہا ہے کہ وفد حضرموت وفد کندہ کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' یہ لوگ بنی ولیعہ شاہان حضرموت حمدہ ومخوس ومشرح والصغہ تھے یہ لوگ اسلام لائے۔

مخوس نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ میری زبان سے میرے اس ہکلے پن کو دور کر دے' آپؐ نے ان کے لیے دعا فرمائی اور انہیں کچھ غلہ (سالانہ) حضرموت کی پیداوار سے عطا فرمایا۔

وائل بن حجر الحضرمی بطور وفد نبی ﷺ کے پاس آئے' عرض کی کہ میں اسلام و ہجرت کے شوق میں آیا ہوں' آپؐ نے ان کے لیے دعا فرمائی اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

وائل بن حجر کی آمد کی خوشی میں ندا دی گئی کہ "الصلوٰۃ جامعۃ" تاکہ لوگ جمع ہو جائیں (جب کسی کام کے لیے لوگوں کو جمع کرنا مقصود ہوتا تھا تو یہی ندا دی جاتی تھی)۔

رسول اللہ ﷺ نے معاویہ بن ابی سفیان کو حکم دیا کہ انہیں ٹھہرائیں' وہ وائل کے ہمراہ پیادہ روانہ ہوئے' وائل اونٹ پر سوار تھے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اپنا جوتا میری طرف ڈال دیجئے (کہ میں اسے پہن لوں) انہوں نے کہا کہ نہیں میں ایسا نہیں ہوں کہ تمہارے پہننے کے بعد میں اسے پہنوں' معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اچھا مجھے اپنے پاس بٹھا لیجئے۔ انہوں نے کہا کہ تم بادشاہوں کے ہم نشینوں میں نہیں ہو' معاویہؓ نے کہا کہ گرمی کی شدت میرے پاؤں جھلسا دیتی ہے' انہوں نے کہا کہ میری اونٹنی کے سائے میں چلو' بس یہی تمہارے شرف کے لیے کافی ہے۔

پیغام رسالت شاہ حضرموت کے نام:

جب انہوں نے اپنے وطن کی روانگی کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمان لکھ دیا:

یہ فرمان محمد نبی ﷺ کی جانب سے وائل بن حجر شاہ حضرموت کے لیے ہے کہ تم اسلام لائے' جو زمینیں اور قلعے تمہارے قبضے میں ہیں وہ میں نے تمہارے لیے کر دیئے تم سے دس میں سے ایک حصہ لے لیا جائے گا' جس میں صاحب عدل غور کرے گا' میں نے تمہارے لیے یہ شرط کی ہے' تم اس میں کمی نہ کرنا' جب تک کہ دین قائم ہے اور نبی و مومنین اس کے مددگار ہیں۔

ابن ابی عبیدہ سے مروی ہے کہ مخوس بن معدی کرب بن ولیعہ مع اپنے ہمراہیوں کے نبی ﷺ کے پاس بطور وفد آئے' یہ لوگ روانہ ہوئے تو مخوس کو لقوہ ہو گیا' ان میں سے کچھ لوگ واپس آئے اور عرض کی: یا رسول اللہ سردار عرب کو لقوہ ہو گیا' آپ ہمیں اس کی دوا بتایئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک سوئی لو اسے آگ میں تپاؤ پھر ان کی دونوں پلکوں کو الٹو۔ بس اسی میں ان کی شفاء ہے' لامحالہ اسی کی طرف جانا ہے' اللہ ہی زیادہ جانتا ہے کہ تم لوگوں نے میرے پاس سے روانہ ہوتے وقت کیا کہا تھا (جس کی وجہ سے یہ سزا ملی' انہوں نے حضرت معاویہؓ سے متکبرانہ کلمات کہے تھے جو اللہ کو ناگوار ہوئے) ان لوگوں نے یہی کیا۔ وہ اچھے ہو گئے۔

عمرو بن مہاجر الکندی سے مروی ہے کہ ایک خاتون حضرموت کے قبیلۂ تنعہ کی تھیں جن کا نام تہناہ بنت کلیب تھا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک لباس بنایا۔ اپنے بیٹے کلیب بن اسد بن کلیب کو بلایا اور کہا کہ اس لباس کو نبی ﷺ کے پاس لے جاؤ وہ اسے آپؐ کے پاس لائے اور اسلام قبول کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی' ان کی اولاد میں سے ایک شخص نے اپنی قوم کو تعریض کرتے ہوئے یہ اشعار کہے ہیں:

لقد مسح الرسول ابابینا ولم یمسح وجوہ بنی بحیر

''رسول اللہ ﷺ نے ہمارے دادا کے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ بنی بحیر کے چہروں پر آپؐ نے ہاتھ نہیں پھیرا۔

شبابھم وشیبھم سواء فھم فی اللؤم اسنان الحمیر

چنانچہ ان لوگوں کے بوڑھے اور جوان سب برابر ہیں' وہ سب کمینہ پن میں گدھوں کے دانتوں کی طرح ہیں''۔

کلیب جب نبی ﷺ کے پاس آئے تو انہوں نے یہ اشعار کہے:

من وشنر برھوت تھوی بی عذافرۃ　　الیك یاخیر من یحفی وینتعل

''میں برہوت سے آ رہا ہوں' آتے ہوئے جھک جھک جاتا ہوں۔ میں آپ کی جناب میں حاضر ہو رہا ہوں' اے ان سب سے بہتر جو پابرہنہ و پاپوشیدہ ہیں۔

تجوب بی صفصفا غیرا منا ھلہ　　تزداد عفوا اذا اکلت الابل

سواری مجھے ایسے میدانوں سے لا رہی ہے جہاں تالابوں کے گھاٹ بھی گرد آلود ہیں اونٹ جب تھک جائیں تو ان کا گردوغبار اور بڑھ جائے۔

شھرین اعملھا نصا علی وجل　　ارجو بذاك ثواب اللہ یارجل

اسی دشت نوردی میں دو مہینے گزر گئے کہ ندامت کے ساتھ سفر کر رہا ہوں اور اس سفر سے اللہ کے اجر و ثواب کی امید رکھتا ہوں۔

انت النبی الذی کنا نخبرہ　　وبشرتنا بك التوراۃ والرسل

آپ ﷺ وہی نبی ہیں جن کی ہمیں خبر دی جا رہی تھی' ہمیں توریت نے اور پیمبروں نے آپ ﷺ کے متعلق بشارت دی تھی''۔

وائل بن حجر کی دربارِ نبوت میں حاضری:

علقمہ بن وائل سے مروی ہے کہ وائل بن حجر بن سعد الحضرمی بطور وفد نبی ﷺ کے پاس آئے' آپؐ نے ان کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی انہیں ان کی قوم کا سردار بنایا۔

آپؐ نے لوگوں سے تقریر فرمائی کہ اے لوگو! یہ وائل بن حجر ہیں جو تمہارے پاس اسلام کے شوق میں حضر موت سے آئے ہیں۔ اس پر آپؐ نے اپنی آواز کو بلند فرمایا' پھر معاویہ سے فرمایا کہ انہیں لے جاؤ اور ان کو حرہ میں کسی مکان میں ٹھہراؤ۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں انہیں لے گیا' گرمی کی شدت سے میرے پاؤں جھلس رہے تھے' میں نے (وائل بن حجر سے) کہا کہ مجھے (اونٹ پر) اپنے پیچھے بٹھا لیجئے' انہوں نے کہا کہ تم بادشاہوں کے ہم نشینوں میں نہیں ہو' میں نے کہا کہ اچھا اپنے جوتے مجھے دے دیجئے کہ انہیں پہن کر گرمی کی تکلیف سے بچوں' انہوں نے کہا کہ اہل یمن کو یہ خبر نہ پہنچے کہ رعیت نے بادشاہ کا جوتہ پہن لیا' اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے اپنی اونٹنی کو (تیزی سے) روک لوں اور تم اس کے سائے میں چلو۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو ان کی گفتگو کی خبر دی تو فرمایا کہ بے شک ان میں جاہلیت کا حصہ باقی ہے۔ جب انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا تو آپؐ نے فرمان لکھ دیا۔

(۶۳) وفد قبیلۂ ازدعمان:

علی بن حمد سے مروی ہے کہ اہل عمان اسلام لائے تو رسول اللہ ﷺ نے علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کے پاس بھیجا

کہ وہ ان کو شرائع اسلام لکھائیں اور زکوٰۃ وصول کریں۔

ان لوگوں کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس روانہ ہوا جن میں اسد بن یبرح الطاحی بھی تھے یہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے ملے آپؐ سے درخواست کی کہ ان کے ہمراہ آپ کسی ایسے شخص کو بھیجیں جو ان کے معاملات کا انتظام کرے۔

مخربۃ العبدی نے جن کا نام مدرک بن خوط تھا عرض کی کہ مجھے ان لوگوں کے پاس بھیج دیجئے۔ کیونکہ ان کا مجھ پر ایک احسان ہے انہوں نے جنگ جنوب میں مجھے گرفتار کر لیا تھا' پھر مجھ پر احسان کیا (کہ رہا کر دیا)۔

آپؐ نے انہیں کو ان لوگوں کے ہمراہ عمان بھیج دیا' ان کے بعد سلمہ بن عیاذ الازدی اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ہمراہ آئے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ کس کی عبادت کرتے ہیں اور کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے انہیں بتایا تو عرض کی کہ آپؐ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہماری بات اور اُلفت کو جمع کر دے۔

آپؐ نے ان لوگوں کے لیے دعا فرمائی سلمہ اور ان کے ہمراہی اسلام لائے۔

(۶۴) وفد غافق:

اہل علم نے کہا ہے کہ جلیحہ بن شجار بن صحار الغافقی اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ہم لوگ اپنی قوم کے ادھیڑ عمر کے لوگ ہیں' اسلام لائے ہیں' ہمارے صدقات میدانوں میں رُکے ہوئے ہیں۔

فرمایا کہ تمہارے وہی حقوق ہیں جو مسلمانوں کے ہیں' تم پر وہی امور لازم ہیں جو مسلمانوں پر لازم ہیں۔ عوذ بن سریر الغافقی نے کہا کہ ہم اللہ پر ایمان لائے۔ اور اس کے رسول کی پیروی کی۔

(۶۵) وفد بارق:

اہل علم نے کہا ہے کہ وفد بارق رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپؐ نے انہیں اسلام کی دعوت دی' وہ لوگ اسلام لائے اور بیعت کی' رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمان لکھ دیا کہ:

یہ فرمان محمد رسول اللہ (ﷺ) کی جانب سے بارق کے لیے ہے کہ نہ تو بارق سے بغیر دریافت کیے ہوئے ان کے پھل کاٹے جائیں گے' نہ جاڑے یا گرمی میں ان کے وطن میں جانور چرائے جائیں گے' جو مسلمان چراگاہ نہ ہونے کی وجہ سے یا خود روگھاس چرانے کے لیے ان کے پاس سے گزرے تو اس کی تین روز کی مہمان داری (ان کے ذمے) ہوگی' جب ان کے پھل پک جائیں تو مسافر کو اتنے گرے پڑے پھل اٹھانے کا حق ہوگا جو اس کے شکم کو سیر کر دیں' بغیر اس کے کہ وہ اپنے ہمراہ لاد کر لے جائے۔

گواہ شد ابوعبیدہ بن الجراح وحذیفہ بن الیمانی۔ بقلم ابی بن کعب رضی اللہ عنہم۔

(۶۶) وفد قبیلہ دوس:

اہل علم نے کہا ہے کہ جب طفیل بن عمرو الدوسی اسلام لائے تو انہوں نے اپنی قوم کو دعوت دی' وہ اسلام لائے' اور ستر یا اسی آدمی جو قرابت دار تھے مدینے آئے' ان میں ابوہریرہ وعبداللہ بن ازیہر الدوسی رضی اللہ عنہما بھی تھے۔

رسول اللہ ﷺ خیبر میں تھے' یہ لوگ آپؐ کے پاس گئے اور وہیں قدمبوس ہوئے۔

ہم سے بیان کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے غنیمت خیبر میں سے ان لوگوں کا بھی حصہ لگایا' یہ لوگ آپؐ کے ہمراہ مدینے آئے۔
طفیل بن عمیر نے عرض کی: یا رسول اللہ مجھ میں اور میری قوم میں جدائی نہ فرمایئے' آپؐ نے ان سب کو حرہ الدجاج میں ٹھہرایا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب وطن سے نکلے تو اپنی ہجرت کے بارے میں یہ شعر کہا:
''رات کو سفر کرتے' تکلیف اٹھاتے رہ نورد ہیں۔ کہ اس سفر نے کفر کی آبادی سے نجات دلادی''۔
عبداللہ بن ازیہر نے عرض کی: یا رسول اللہ مجھے اپنی قوم میں شرافت و مرتبہ حاصل ہے' آپ مجھے ان پر مقرر فرما دیجئے۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے برادر دوس! اسلام غریب (ہونے کی حالت میں) شروع ہوا اور غریب ہی ہو جائے گا' اللہ کی تصدیق کرے گا نجات پائے گا' جو کسی اور طرف مائل ہوگا برباد جائے گا۔ تمہاری قوم میں سب سے بڑے ثواب والا وہ شخص ہے جو صدق میں سب سے بڑا ہو اور حق عنقریب باطل پر غالب ہو جائے گا۔

۶۷) وفد ثمالہ والحدان:

اہل علم نے کہا ہے کہ عبداللہ بن عنس الثمالی ومسلیہ بن ہزان الحدانی اپنی اپنی قوم کے گروہ کے ساتھ مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اسلام لائے رسول اللہ ﷺ سے اپنی قوم کی جانب سے بیعت کی۔
رسول اللہ ﷺ نے جو زکوۃ ان کے اموال پر مقرر فرمائی اس کے متعلق ایک فرمان ان لوگوں کو تحریر فرما دیا جس کو ثابت بن قیس بن شماس نے لکھا۔ اس پر سعد بن عبادہ و محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہما کی شہادت ہوئی۔

۶۸) وفد قبیلہ اسلم:

اہل علم نے کہا کہ عمیرہ بن افصی قبیلہ اسلم کی ایک جماعت کے ہمراہ آئے' ان لوگوں نے کہا کہ ہم اللہ و رسول پر ایمان لائے' آپؐ کے طریقے کی پیروی کی' آپ اپنے یہاں ہمارا ایسا مرتبہ مقرر فرما دیجئے جس کی فضیلت عرب بھی جانیں' کیونکہ ہم لوگ انصار کے بھائی ہیں اور تنگی و فراخی میں ہمارے ذمے بھی آپ کی وفاداری و مددگاری ہے۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلم کو خدا سالم رکھے اور غفار کی خدا مغفرت کرے۔
رسول اللہ ﷺ نے اسلم اور تمام مسلم قبائل عرب کے لیے خواہ وہ ساحل پر رہتے ہوں یا میدان میں' ایک فرمان تحریر فرما دیا جس میں مواشی کے فرائض و زکوۃ کا ذکر تھا۔
اس صحیفہ کو ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ نے لکھا اور ابو عبیدہ بن الجراح و عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کی شہادت ہوئی۔

۶۹) وفد قبیلہ جذام:

اہل علم نے کہا کہ رفاعہ بن زید بن عمیر بن معبد الجذامی جو بنی نصیب کے ایک فرد تھے' قبل خیبر ایک صلح میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ کو ایک غلام بطور ہدیہ دیا اور اسلام لائے' رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک فرمان لکھ دیا:
یہ فرمان رسول اللہ ﷺ کی جانب سے رفاعہ بن زید کے لیے ان کی قوم اور ان کے ہمراہیوں کے نام ہے' رفاعہ ان لوگوں

کو اللہ کی طرف دعوت دیں' جو آ جائے وہ اللہ کے گروہ میں ہے' جو انکار کرے اسے دو ماہ کے لیے امان ہے۔

قوم نے دعوت قبول کی اور اسلام لائی۔

لقیس بن ناتل الجذامی سے مروی ہے کہ قبیلۂ جذام میں بنی نفاثہ کے ایک شخص تھے' جن کا نام فروہ بن عمرو بن النافرہ تھا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے اسلام کی خبر بھیجی' اور ایک سفید مادہ خچر بطور ہدیہ پیش کی۔

فروہ روم کی جانب سے رومیوں سے ملے ہوئے علاقہ عرب پر عامل تھے' ان کا مستقر معان اور اس کے متصل کا علاقہ شا' تھا' اہل روم کو ان کے اسلام کی خبر پہنچی تو ان کو طلب کیا' گرفتار کر کے قید کر لیا۔ پھر انہیں نکالا کہ گردن ماردیں۔

انہوں نے یہ شعر کہا:

ابلغ سراة المؤمنين بانني سلم لربي اعظمي و مقامي

''سردار مومنین کو میری خبر پہنچا دو۔ اپنے رب کے لیے میری ہڈیاں بھی مطیع ہیں اور میرا مقام بھی فرماں بردار مقام ہے''۔

(۷۰) وفد مہرہ:

اہل علم نے کہا کہ وفد مہرہ' جن پر مہری بن الابیض رئیس تھے آیا رسول اللہ ﷺ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا یہ لوگ اسلام لائے آپؐ نے ان کو انعام دیا اور ایک فرمان تحریر فرما دیا:

''یہ فرمان محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے مہری بن الابیض کے لیے ان مہرہ کے متعلق ہے جو آنحضرت ﷺ پر ایما لائیں نہ تو یہ فنا کیے جائیں نہ برباد کیے جائیں' ان پر شرائع اسلام کا قائم کرنا واجب ہے' جو اس حکم کو بدلے گا' وہ (گویا) جنگ کرے اور جو اس پر ایمان لائے گا تو اس کے لیے اللہ و رسول کی ذمہ داری ہے' گری پڑی چیز (مالک کو) پہنچانا ہوگی' مواشی کو سیراب کر ہوگا' میل کچیل برائی ہے' بے حیائی نافرمانی ہے۔

بقلم محمد بن مسلمہ الانصاری۔

اہل علم نے کہا کہ قبیلۂ مہرہ کے ایک شخص جن کا نام زہیر بن قرضم بن العجیل بن قباث بن قموی بن نقلان العبدی بن الآمر بن مہری بن حیدان بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ تھا جو الشحر سے تھے' رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔

رسول اللہ ﷺ ان کی بعد مسافت کی وجہ سے اکرام و مدارت فرماتے تھے' جب انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا تو آپؐ۔ انہیں بٹھایا اور سوار کرایا۔ اور انہیں ایک فرمان تحریر کر دیا جو آج تک (بعہد مصنف) ان لوگوں کے پاس ہے۔

(۷۱) وفد قبیلۂ حمیر:

قبیلۂ حمیر کے ایک شخص سے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا اور بطور وفد آپؐ کے پاس حاضر ہوئے' مروی ہے مالک بن مرارہ الرہاوی قاصد شاہان حمیر ان لوگوں کے خطوط و خبر اسلام رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے۔

یہ واقعہ رمضان ۹ھ کا ہے' آپؐ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان کو ٹھہرائیں' مدارات و ضیافت کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے حارث بن عبد الکلال و نعیم بن عبد کلال و نعمان سرداران ذی رعین و معافر و ہمدان کے نام تحریر فرمایا

''اما بعد! میں اسی اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سواء کوئی معبود نہیں' تمہارے قاصد' ملک روم سے واپسی کے وقت ہمارے پاس پہنچے' انہوں نے تمہارا پیام اور تمہارے یہاں کی خبریں ہمیں پہنچائیں تمہارے اسلام اور قتل مشرکین کی خبر دی' بس اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں اپنی ہدایت سے سرفراز کیا ہے' بشرطیکہ تم لوگ نیکی کرو' اللہ ورسول کی اطاعت کرو' نماز کو قائم کرو' زکوٰۃ ادا کرو اور غنیمت میں سے اللہ کا خمس اس کے نبی کا خمس اور منتخب حصہ جو صدقہ وزکوٰۃ مومنین پر فرض کیا گیا ہے' ادا کرو''۔

(۴۷) وفد اہل نجران:

اہل علم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فرمان بنام اہل نجران بھیجا' ان کے چودہ شرفائے نصاریٰ کا ایک وفد آپؐ کے پاس روانہ ہوا۔ جن میں قبیلۂ کندہ کے عاقب عبدالمسیح' بنی ربیعہ کے ابوالحارث بن علقمہ اور ان کے بھائی علقمہ اور ان کے بھائی کرز۔ اور سید داؤس فرزندان حارث وزید بن قیس وشیبہ وخویلد وخالد وعمرو وعبیداللہ بھی تھے۔

ان میں تین آدمی تھے جو تمام معاملات کے منتظم تھے۔

عاقب امیر ومشیر تھے' انہیں کی رائے پر وہ لوگ عمل درآمد کرتے تھے۔

ابوالحارث اسقف (پادری) اور عالم وامام ومنتظم مدارس تھے۔ سید ان کی سواریوں کے منتظم تھے۔

کرز راور ابوالحارث یہ شعر پڑھتے ہوئے ان سب کے آگے بڑھے:

الیک تغدو قلقا وضینها   معروضا فی بطنها جنینها

مخالفا دین النصاریٰ دینها

''آپ کی جناب میں اس طرح حاضر ہو رہے ہیں کہ مرکب کے شکم میں جو بچہ ہے وہ بھی مضطرب ہے۔ نصاریٰ کے مذہب سے ان کا مذہب بالکل جدا ہے''۔

(یہ شعر پڑھتے ہوئے) وہ نبی ﷺ کے پاس آئے' وفد ان کے بعد آیا' لوگ مسجد میں داخل ہوئے ان کے بدن پر حبرہ کے کپڑے اور چادریں تھیں جن پر حریر کی پٹیاں لگی تھیں۔

یہ لوگ مسجد میں مشرق کی جانب (جدھر بیت المقدس ہے) نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو رہنے دو۔

جب آنحضرت ﷺ کے پاس آئے تو آپؐ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا' بات نہیں کی' عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ یہ تمہاری اس ہیئت کی وجہ سے ہے۔

اس روز وہ لوگ واپس چلے گئے' صبح کو راہبوں کے لباس میں آئے' سلام کیا تو آپؐ نے جواب دیا' انہیں اسلام کی دعوت دی' ان لوگوں نے انکار کیا' اور آپس میں بہت گفتگو اور بحث ہوئی۔

دعوتِ مباہلہ:

آپؐ نے انہیں قرآن سنایا اور فرمایا کہ میں تم سے جو کچھ کہتا ہوں اگر تم انکار کرتے ہو تو آؤ میں تم سے مباہلہ کروں گا (یعنی

یہ دعا کروں گا کہ ہم دونوں میں جو فریق باطل پر ہو خدا اس پر لعنت کرے۔

اس بات پر وہ لوگ واپس گئے' صبح کو عبدالمسیح اور ان میں سے دو صاحب رائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' عبدالمسیح نے کہا کہ ہمیں یہ مناسب معلوم ہوا ہے کہ آپؐ سے مباہلہ نہ کریں' آپؐ جو چاہیں حکم دیں' ہم مان لیں گے اور آپؐ سے صلح کر لیں گے۔

آپؐ نے ان سے دو ہزار ہتھیاروں پر (اور امور ذیل پر اس طرح صلح فرمائی کہ) ایک ہزار ہتھیار ہر رجب میں اور ایک ہزار ہر صفر میں واجب الاداء ہوں گے' اگر یمن سے جنگ ہو تو نجران کے ذمے بطور عاریت تیس زرہیں اور تیس نیزے اور تیس اونٹ اور تیس گھوڑے ہوں گے۔ نجران اور ان کے آس پاس والوں کی جان' مال' مذہب' ملک' زمین' حاضر' غائب اور ان کی عبادت گاہوں کے لیے اللہ کی پناہ اور محمد نبی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذمہ داری ہے' نہ تو ان کا کوئی اسقف اپنی اسقفی سے نہ کوئی راہب اپنی رہبانیت سے اور نہ کوئی وقف کرنے والا اپنے وقف سے ہٹایا جائے گا۔ اس پر آپؐ نے چند گواہ قائم فرمائے جن میں سے ابوسفیان بن حرب واقرع بن حابس ومغیرہ بن شعبہ بھی تھے۔

یہ لوگ اپنے وطن واپس گئے' سید و عاقب بہت ہی کم ٹھہرنے پائے تھے کہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے اور اسلام لائے آپؐ نے انہیں ابوایوب انصاری کے مکان پر اتارا۔

اہل نجران' جو فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے تحریر فرما دیا تھا' آپ کی وفات تک اس کے مطابق رہے (اللہ کا سلام و صلوات ورحمت ورضوان آپؐ پر ہو)۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اپنی وفات کے وقت ان کے متعلق وصیت تحریر فرمائی جب یہ لوگ سود خوری میں مبتلا ہو گئے تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ملک سے انہیں نکال دیا اور ان کے لیے تحریر فرمایا کہ:

''یہ وہ فرمان ہے جو امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے نجران کے لیے تحریر فرمایا ہے کہ ان میں سے جو جائے وہ اللہ کی امان میں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے لیے جو کچھ تحریر فرمایا اس پر عمل کرتے ہوئے ان کو کوئی نقصان نہ پہنچائے' امرائے شام وعراق میں سے یہ لوگ جس کے پاس پہنچیں وہ انہیں فراخ دلی سے زمین دیں' اگر وہ اس میں کام کریں تو وہ ان کے اخلاف کے لیے صدقہ ہے' اس میں کسی کو ان پر نہ کوئی گنجائش ہے اور نہ کوئی بار' جو مسلمان ان کے پاس موجود ہو تو ان پر ظلم کرنے والے کے خلاف ان کی مدد کرے' کیونکہ یہ وہ قوم ہے جن کی ذمہ داری ہے (عراق وشام) آنے کے بعد ان کا دو سال کا جزیہ انہیں معاف کر دیا جائے گا' انہیں سوائے اس جائیداد کے جس میں یہ کام کریں اور کسی چیز میں (محصول دینے کی) تکلیف نہ دی جائے گی' نہ ان پر ظلم کیا جائے گا نہ سختی کی جائے گی۔ گواہ شد۔ عثمان بن عفان ومعیقیب بن ابی فاطمہ۔ ان میں سے کچھ لوگ عراق پہنچے اور مقام نجرانیہ میں اترے جو نواح کوفہ میں ہے۔

(۷۳) وفد جیشان:

عمرو بن شعیب سے مروی ہے کہ ابووہب الجیشانی اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے'

ان لوگوں نے آپ سے یمن کی شراب کے متعلق دریافت کیا' اس ذیل میں تبع کا نام لیا جو شہد سے بنتی ہے اور مزر کا جو جو سے بنتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہیں اس سے نشہ ہوتا ہے؟ عرض کی' زیادہ پئیں تو نشہ ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا قلیل بھی حرام ہے جس کے قلیل سے نشہ ہوتا ہو انہوں نے آپ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جو شراب بنائے اور اپنے کارندوں کو پلائے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نشہ والی چیز حرام ہے۔

(۴۷) وفد السباع' درندوں کا وفد:

مطلب بن عبداللہ بن حنطب سے مروی ہے کہ جس وقت مدینے میں رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے ایک بھیڑیا آیا' رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور آواز کرنے لگا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ درندوں کا قاصد ہے جو تمہارے پاس آیا ہے' اگر تم لوگ اس کا کوئی حصہ مقرر کر دو تو اس کے علاوہ کسی چیز پر نہ بڑھے گا اور اگر تم اس کو چھوڑ دو اور اس سے بچو تو وہ جو کچھ لے لے گا اس کا رزق ہوگا۔

اصحاب نے عرض کی: یا رسول اللہ ہم تو اس کے لیے کسی چیز پر بھی راضی نہیں۔ نبی ﷺ نے اس کی طرف اپنی انگلیوں سے اشارہ فرمایا کہ ان لوگوں کے پاس سے جلدی چلا جا' وہ پلٹ گیا' دیکھا تو بھاگ رہا تھا۔

توریت وانجیل میں ذکر رسالت مآب ﷺ:

ابن عباس سے مروی ہے کہ میں نے کعب احبار سے پوچھا کہ آپ توریت میں نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی کیسی تعریف پاتے ہیں انہوں نے کہا:

ہم آپ کو اس طرح پاتے ہیں کہ (نام نامی) محمد بن عبداللہ (ﷺ) مقام ولادت مکہ اور ہجرت گاہ کھجوروں کا باغ (یعنی مدینہ) ہوگا آپ کی سلطنت شام میں ہوگی' نہ تو آپ (معاذ اللہ) بے ہودہ گفتار ہوں گے نہ بازاروں میں شور وغل کرنے والے' بدی کا بدلہ نہ لیں گے' معاف کر دیں گے اور بخش دیں گے۔

ابو صالح سے مروی ہے کہ کعب نے کہا: محمد ﷺ کی نعت توریت میں یہ ہے محمد ﷺ میرے پسندیدہ بندے ہیں' نہ بد خلق ہیں نہ سخت کلام' نہ بازاروں میں شور وغل کرنے والے ہیں' نہ برائی کے بدلے برائی' بلکہ معاف کر دیں گے اور بخش دیں گے۔ ان کی جائے ولادت مکہ اور جائے ہجرت مدینہ ہوگی ان کی سلطنت شام میں ہوگی۔

کعب سے مروی ہے کہ ہم توریت میں یہ پاتے ہیں کہ محمد (ﷺ) نبی مختار نہ بد خلق ہوں گے نہ سخت کلام نہ بازاروں میں شور وغل کرنے والے ہوں گے' برائی کے عوض برائی نہ کریں گے' معاف کر دیں گے اور بخش دیں گے۔

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ ہمیں معلوم ہوا عبداللہ بن سلام کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی صفت توریت میں یہ

ہے کہ ''اے نبی ہم نے آپ کو شاہد (یعنی آپ کی شریعت کو موجود رہنے والا) بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور امیین کا محافظ بنا کر بھیجا ہے آپؐ میرے بندے اور رسول ہیں' میں نے آپ کا نام متوکل (خدا پر بھروسہ کرنے والا) رکھا ہے' نہ تو وہ بدخلق ہوں گے نہ سخت کلام نہ راستوں میں شوروغل کرنے والے۔ اور نہ برائی کے بدلے برائی کریں گے' لیکن معاف کر دیں گے اور درگزر کریں گے' میں انہیں اس وقت تک نہ اٹھاؤں گا تاوقتیکہ ان کے ذریعے سے ٹیڑھے ہو جانے والے مذہب کو سیدھا نہ کر دوں اس طرح سے کہ لوگ ''لا الہ الا اللہ'' کہنے لگیں' ان کے ذریعے سے نابینا آنکھوں کو اور بہرے کانوں کو اور غلاف چڑھے ہوئے دلوں کو کھول دوں گا''۔

کعب کو معلوم ہوا تو انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن سلام نے سچ کہا۔

زہری سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے کہا: توریت میں رسول اللہ ﷺ کی کوئی نعت ایسی نہ رہی جو میں نے نہ دیکھ لی ہو' سوائے حلم کے' میں نے تیس دینار ایک معینہ میعاد کے لیے آپ کو قرض دیئے تھے' میں آپ کو چھوڑے رہا جب میعاد کا ایک روز رہ گیا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ اے محمد (ﷺ) میرا حق ادا کر دیجئے' اے گروہ بنی عبدالمطلب آپ لوگوں کی ٹال مٹول بہت بڑھ گئی ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا او یہودی خبیث' اگر آنحضرت ﷺ نہ ہوتے تو میں تیرا سر توڑ ڈالتا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوحفص (عمر رضی اللہ عنہ) خدا تمہاری مغفرت کرے' ہم دونوں کو اس کلام کے علاوہ تم سے اس امر کی ضرورت تھی کہ تم مجھے اس کا قرض ادا کرنے کا مشورہ جو مجھ پر واجب ہے دو' وہ (یہودی) اس کا محتاج تھا کہ تم اس کا حق وصول کرنے میں اس کی مدد کرتے۔

یہودی نے کہا کہ میری جہالت وسختی سے برابر آپؐ کے حلم ونرمی میں اضافہ ہی ہوتا رہا' آپؐ نے فرمایا اے یہودی تیرے حق کا وقت تو کل ہوگا' اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ اے ابوحفص اس کو اس باغ میں لے جاؤ جو اس نے پہلے روز مانگا تھا' اگر یہ راضی ہو جائے تو اس کو اتنے اتنے صاع دے دو' اور جو کچھ تم نے اس کو کہا ہے اس کی وجہ سے اتنے اتنے صاع زائد دے دو' اگر وہ راضی نہ ہو تو پھر بھی اس کو فلاں فلاں باغ سے دے دو۔

وہ کھجور پر راضی ہو گیا' عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو وہ دیا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا اور اتنا زیادہ بھی جس کا آپؐ نے حکم دیا تھا۔

یہودی نے کھجور پر قبضہ کر لیا تو کہا ''اشھد ان لا الہ الا اللہ' وانہ رسول اللہ'' اے عمر رضی اللہ عنہ آپ نے مجھے جو کچھ کرتے دیکھا مجھے اس پر محض اس امر نے آمادہ کیا کہ میں نے تمام صفات مذکورہ توریت رسول اللہ ﷺ میں مشاہدہ کر لی تھیں صرف حلم باقی تھا' آج میں نے وہ بھی آزمالیا' میں نے آپ کو توریت کی صفت کے مطابق پایا۔

میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ کھجور اور میرے مال کا نصف حصہ تمام فقرائے مسلمین پر صرف ہوگا' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا بعض فقراء پر تو اس نے کہا کہ یا بعض فقراء پر۔ اس یہودی کے تمام گھر والے اسلام لے آئے سوائے ایک صد سالہ بڈھے کہ جو اپنے کفر پر قائم رہا۔

عطاء بن یسار سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت مذکورۂ توریت کو دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ "ہاں" واللہ توریت میں بھی آپ کی وہی صفت بیان کی گئی ہے جو قرآن میں ہے۔ یآیھا النبی انا ارسلناك شاهدًا ومبشرا ونذیرا۔ یہی توریت میں ہے کہ اے نبی! ہم نے آپ کو شاہد و بشیر و نذیر اور بے پڑھوں کا محافظ بنا کر بھیجا ہے آپ میرے بندے اور رسول ہیں' میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے' نہ تو بد خلق ہیں نہ سخت کلام نہ راستوں میں بکواس کرنے والے' برائی کے بدلے برائی نہ کریں گے' بلکہ معاف کر دیں گے اور بخش دیں گے' میں اس وقت تک انہیں وفات نہ دوں گا تاوقتیکہ میں ان کے ذریعے سے ٹیڑھے دین کو سیدھا نہ کر دوں' بایں طور کہ لوگ "لا الہ الا اللہ" کہنے لگیں اس کے ذریعے سے نابینا آنکھ اور بہرے کان پائیں گے اور غلاف چڑھے ہوئے دل کو اللہ اس طرح کھول دے گا کہ وہ "لا الہ الا اللہ" کہنے لگیں۔

کعب احبار نے بھی یہی بیان کیا سوائے اس کے کہ ان کے الفاظ بدلے ہوئے تھے جن کے معانی یہی تھے۔

کثیر بن مرہ سے مروی ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ تمہارے پاس ایسے رسول آ گئے جو نہ تو سست ہیں نہ کاہل' وہ ان آنکھوں کو کھولیں گے جو نابینا تھیں' ان کانوں کو شنوا بنائیں گے جو بہرے تھے' ان قلوب کا پردہ چاک کریں گے جو غلاف میں تھے' اور اس سنت کو سیدھا کریں گے جو کج ہو گئی تھی یہاں تک کہ لا الہ الا اللہ کہا جانے لگے۔

قتادہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت بعض کتب (سماویہ) میں یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بد خلق ہوں گے نہ سخت کلام' نہ بازاروں میں بکواس کرنے والے اور نہ برائی کے عوض برائی کرنے والے بلکہ معاف کریں گے اور درگزر کریں گے' ان کی امت ہر حال میں حمد (وشکر) کرنے والی ہوگی۔

ابن عباس سے "فاسئلوا اھل الذکر" کی تفسیر میں مروی ہے کہ "فاسئلوا" (دریافت کرلو) کا خطاب مشرکین قریش سے ہے کہ تم یہود و نصاریٰ سے پوچھ لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر توریت وانجیل میں ہے یا نہیں۔

قتادہ سے اس آیت "ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدٰی الآیة" جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی ہدایت ودلائل کو چھپاتے ہیں' کی تفسیر میں مروی ہے کہ یہ یہود ہیں۔ جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپایا' حالانکہ "وھم یجدونه مکتوبة عندھم فی التوراة والانجیل" (وہ انہیں اپنے یہاں توریت وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں) "ویلعنھم اللاعنون" (اور لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں) یعنی اللہ کے ملائکہ و مومنین۔

عیزار بن حریث سے مروی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انجیل میں لکھا ہے کہ نہ بد خلق ہوں گے نہ سخت کلام نہ بازاروں میں بکواس کرنے والے اور نہ برائی کے بدلے برائی کریں گے بلکہ معاف کریں گے اور درگزر کریں گے۔

سہل مولائے عتیبہ سے مروی ہے کہ وہ اہل مریس کے نصرانی تھے اور اپنی والدہ اور چچا کی پرورش میں یتیم تھے' وہ انجیل پڑھا کرتے تھے۔

انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے چچا کا نسخہ (انجیل) لیا اور اسے پڑھا' جب میرے سامنے ایک ورق گزرا تو مجھے اس کی تحریر

سے تعجب ہوا۔ میں نے اسے اپنے ہاتھ سے چھوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان اوراق کے کچھ حصے لئی سے جوڑے ہوئے ہیں۔

میں نے انہیں چاک کیا تو اس میں محمد ﷺ کی نعت پائی کہ ''نہ تو آپ پست قامت ہوں گے نہ بلند بالا' گورے ہوں گے اور کاکلیں ہوں گی' دونوں شانوں کے درمیان مہر ہوگی' وہ بکثرت زانو سمیٹ کر بیٹھیں گے' اور صدقہ قبول نہ کریں گے' گدھے اور اونٹ پر سوار ہوں گے بکری کا دودھ دوہیں گے' پیوند دار کرتہ پہنیں گے' جو ایسا کرے وہ تکبر سے بری ہے اور وہ ایسا کریں گے۔ وہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہوں گے ان کا نام احمد ہوگا۔

جب میں ذکر محمد ﷺ کے اس مقام تک پہنچا تو میرے چچا آ گئے' انہوں نے ان اوراق کو دیکھا تو مجھے مارا اور کہا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو ان اوراق کو کھولتا اور پڑھتا ہے میں نے کہا کہ اس میں احمد نبی ﷺ کی نعت ہے' انہوں نے کہا کہ وہ ابھی تک نہیں آئے۔

خصائل نبوی کا دِل آویز نظارہ

پیکر خلق عظیم کے اخلاق بزبان سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا:

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق دریافت کیے گئے تو انہوں نے کہا کہ آپؐ کے اخلاق بس قرآن تھے (یعنی بالکل قرآن کے مطابق تھے)۔

مسروق بن الاجدع سے مروی ہے کہ وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق بیان کیجئے انہوں نے کہا کہ کیا تم عرب نہیں ہو جو قرآن کو پڑھو' میں نے کہا کہ ہوں کیوں نہیں' انہوں نے کہا کہ قرآن ہی آپؐ کے اخلاق تھے۔

سعید بن ہشام سے مروی ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے آگاہ کیجئے انہوں نے کہا کہ کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا ہے۔ میں نے کہا کیوں نہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن تھے۔

قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قرآن انسان کے لیے بہترین اخلاق لایا ہے۔

حسن سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا ایک گروہ جمع ہوا اور کہا کہ کاش ہم لوگ امہات المومنین کے پاس جاتے' ان سے وہ اعمال دریافت کرتے جو لوگوں نے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیے ہیں۔ شاید ہم لوگ اس کی پیروی کرتے۔

ان لوگوں نے ان کے پاس پھر انہیں بھیجا' مگر قاصد ایک ہی بات لایا کہ تم لوگ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق دریافت کرتے ہو' آپؐ کے اخلاق قرآن تھے' آپؐ رات گزارتے تھے' نماز پڑھتے تھے اور سوتے تھے' روزہ رکھتے تھے اور روزہ نہیں بھی رکھتے تھے' اپنی بیویوں کے پاس بھی جاتے تھے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق میں سب سے بہتر تھے۔

ابی عبداللہ الجدلی سے مروی ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اپنے گھر میں کیسے تھے' انہوں نے کہا کہ آپؐ سب سے بہتر اخلاق کے تھے' نہ تو خود حد سے بڑھتے تھے اور نہ دوسروں کو فحش بات سناتے تھے' نہ آپؐ راستوں میں بکواس کرنے والے تھے' آپؐ بدی کے عوض بدی نہیں کرتے تھے بلکہ معاف کرتے اور درگذر فرماتے تھے۔

مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ خود حد سے بڑھتے تھے' نہ کسی کو فحش بات سناتے تھے۔

خارجہ بن زید بن ثابت سے مروی ہے کہ کچھ لوگ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ: ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق بیان کیجئے' انہوں نے کہا کہ میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوسی تھا میں تم سے کیا کیا بیان کروں۔ جب آپؐ پر وحی نازل ہوتی

تھی تو آپؐ مجھے بلا بھیجتے تھے اور میں اسے آپ کو لکھ دیتا تھا۔ ہم لوگ جب دنیا کا ذکر کرتے تھے تو آپ بھی ہمارے ساتھ اس کا ذکر کرتے تھے' تو کیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سب باتیں تم سے بیان کروں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے گھر میں تنہا ہوتے تھے تو کیونکر رہتے تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ آپؐ سب سے زیادہ نرم اور سب سے زیادہ صاحب کرم تھے' تمہارے مردوں میں سے ایک مرد تھے۔ سوائے اس کے کہ آپؐ ہنسنے والے اور تبسم کرنے والے تھے۔

اسود سے مروی ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ آپؐ اپنے متعلقین کی خدمت میں مشغول رہتے تھے' جب نماز کا وقت آتا تھا تو نکل کر نماز پڑھتے تھے۔

ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ جو تم میں سے کوئی کرتا ہے۔ اپنے کپڑے میں پیوند لگاتے تھے' اور جوتا ٹانکتے تھے۔

ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اپنا کپڑا سیتے تھے' جوتا ٹانکتے تھے اور وہ کام کرتے تھے جو مرد اپنے گھروں میں کیا کرتے ہیں۔

اسود سے مروی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے متعلقین میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ آپؐ اپنے متعلقین کی خدمت میں مشغول رہتے تھے' جب نماز کا وقت آتا تھا تو نماز کو چلے جاتے تھے۔

ابن شہاب سے مروی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے کام کاج کیا کرتے تھے زیادہ تر آپؐ سلائی کرتے تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کبھی ایسی دو باتوں میں اختیار دیا جاتا تھا جن میں سے ایک آسان ہو تو آپؐ اسی کو اختیار فرماتے تھے جو آسان ہو۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دو باتوں میں اختیار دیا جاتا تھا تو آپ ان میں سے آسان کو اختیار فرماتے تھے۔ بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔ اور اگر وہ گناہ ہوتا تو آپؐ سب سے زیادہ اس سے دور رہنے والے تھے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیا' سوائے اس کے کہ اللہ کی حرمت کو توڑا جائے' تو آپؐ اللہ کے لیے انتقام لیتے تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کبھی دو باتوں میں اختیار دیا گیا تو آپؐ نے ان میں سے آسان کو اختیار فرمایا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مسلمان پر ایسی کوئی لعنت نہیں کی جو یاد کی جائے' نہ آپؐ نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے مارا' سوائے اس کے کہ آپؐ جہاد فی سبیل اللہ میں مارتے تھے۔

کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپؐ سے کوئی چیز مانگی گئی ہو اور آپؐ نے اس سے انکار کیا ہو۔ سوائے اس کے کہ آپؐ سے گناہ کا سوال کیا جائے تو بے شک آپؐ سب سے زیادہ دور رہنے والے تھے' کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ کو دو باتوں میں اختیار دیا گیا ہو اور

آپؐ نے ان میں سے آسان ترکو نہ اختیار فرمایا ہو۔ جب جبرئیل علیہ السلام سے درس قرآن کا زمانہ قریب ہوتا تھا تو آپؐ خیر میں تیز آندھی سے زیادہ سخی ہوتے تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ اپنے خادم کو مارا نہ عورت کو اور نہ کبھی کسی اور کو سوائے اس کے کہ آپؐ جہاد فی سبیل اللہ کرتے ہوں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ اپنے خادم کو مارا نہ عورت کو اور نہ کبھی کسی اور کو سوائے اس کے کہ آپؐ جہاد فی سبیل اللہ کرتے ہوں آپ کو جب کبھی دو باتوں میں اختیار دیا گیا تو ان میں آپ کو سب سے زیادہ پسندیدہ آسان تر بات ہوتی تھی بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو گناہ کی صورت میں آپؐ اس سے سب سے زیادہ دور رہنے والے تھے کبھی کوئی بات آپؐ کے ساتھ کی گئی تو آپؐ نے اپنی ذات کے لیے اس کا انتقام نہیں لیا تاوقتیکہ اللہ کی حرمات نہ توڑی جائیں اس وقت بے شک آپؐ اللہ کے لیے انتقام لیتے تھے۔

ایک اور روایت کا بھی یہی مضمون ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے اخلاق حسنہ کے نادر نمونے:

علی بن الحسینؒ (زین العابدین) سے مروی ہے کہ نہ تو رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی عورت کو مارا نہ خادم کو آپؐ نے اپنے ہاتھ سے کبھی کسی کو نہیں مارا۔ سوائے اس کے کہ آپؐ جہاد فی سبیل اللہ کرتے ہوں۔

ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک کنواری لڑکی اپنے پردے میں جتنی حیا کرتی ہے رسول اللہ ﷺ اس سے بھی زیادہ حیادار تھے آپؐ جب کوئی بات ناپسند فرماتے تھے تو ہم اس کو آپؐ کے چہرے سے محسوس کر لیتے تھے۔

عبید بن عمیر سے مروی ہے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب کوئی مجرم غیر حد میں لایا جاتا تھا تو آپؐ اسے ضرور معاف کر دیتے تھے۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ نبی ﷺ سے کچھ مانگا گیا ہو اور آپؐ نے ''نہیں'' فرمایا ہو۔

محمد بن الحنفیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی کسی چیز کے لیے ''نہیں'' نہیں فرماتے تھے جب آپؐ سے درخواست کی جاتی تھی اور آپ کرنا چاہتے تھے تو ''ہاں'' فرماتے تھے اور جب نہیں کرنا چاہتے تھے تو سکوت فرماتے تھے آپ کی یہ بات مشہور تھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ خیر میں سب سے زیادہ سخی تھے رمضان میں جب آپ کی ملاقات جبریلؑ سے ہوتی تھی تو آپ سب اوقات سے زیادہ سخی ہوتے تھے رمضان میں جبریلؑ ختم ماہ تک ہر شب کو آپؐ سے ملتے تھے اور رسول اللہ ﷺ انہیں قرآن سناتے تھے جب جبرئیل آپؐ سے ملتے تھے تو آپ آندھی سے زیادہ خیر میں سخی ہو جاتے تھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نہ تو گالی دیتے تھے نہ فحش بات فرماتے تھے اور نہ لعنت کرتے تھے ہم میں سے کسی سے ناخوشی کے وقت یہ فرماتے تھے کہ ''اسے کیا ہوا'' یا اس کی پیشانی خاک آلود ہو''۔

زیاد بن ابی زیاد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دو خصلتیں تھیں جن کو آپ کسی کے سپرد نہ کرتے تھے' رات کا وضو جب آپ اٹھتے تھے' اور سائل کھڑا رہتا تھا یہاں تک کہ آپ اس کو دیتے تھے۔

ابراہیم سے مروی ہے کہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو کبھی نہ دیکھا گیا کہ آپ بیت الخلاء سے نکلے ہوں اور وضو نہ کیا ہو۔

زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا (زوجۂ مطہرہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو میری زرد لگن سے وضو کرنا بہت پسند تھا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب دو باتوں میں اختیار دیا گیا تو آپؐ نے ان میں سے آسان تر کو اختیار فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا' سوائے اس کے کہ آپ کو اللہ کے بارے میں ایذاء دی جائے تو آپ انتقام لیتے تھے۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپ خیرات سوائے اپنے کسی اور کے سپرد کرتے ہوں (یعنی سائل کو اپنے دست مبارک سے عطا فرماتے تھے کسی خادم سے نہیں دلواتے تھے) یہاں تک کہ آپ خود ہی اس صدقے کو سائل کے ہاتھ میں رکھتے تھے۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپؐ نے اپنے وضو (کا پانی لانے) کو کسی کے سپرد کیا ہو' آپ خود ہی اسے مہیا کرتے تھے یہاں تک کہ رات کی نماز (تہجد) پڑھتے تھے۔ (جب بھی کسی سے پانی نہیں منگاتے تھے)۔

ابراہیم سے مروی ہے کہ نبی ﷺ گدھے پر بھی سوار ہوتے تھے اور غلام کے پکارنے کا جواب دیتے تھے۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ (پکارنے کا) جواب دیتے تھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ گدھے پر سوار ہوتے تھے' اپنے پیچھے (کسی کو) سوار بھی کر لیتے تھے اور غلام کی پکار بھی سنتے تھے۔

حمزہ بن عبداللہ بن عتبہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ میں وہ خصلتیں تھیں جو ظالم (امراء) میں نہیں ہوتیں' آپ کو جو سرخ یا سیاہ آدمی پکارتا تھا آپؐ اسے ضرور جواب دیتے تھے' اکثر آپ گری پڑی کھجور پاتے تھے تو (اللہ کی نعمت سمجھ کر) لے لیتے تھے اور اپنے منہ تک لے جاتے تھے۔ آپ کو یہ اندیشہ ہوتا تھا کہ صدقے (زکوۃ) کی نہ ہو (تو پھر نوش نہیں فرماتے تھے) آپ گدھے کی ننگی پیٹھ پر بھی سوار ہوتے تھے جس پر کوئی چیز نہ ہوتی تھی۔

شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ گدھے کی ننگی پیٹھ پر بھی سوار ہوئے ہیں۔

راشد بن سعد المقرئی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غلام کے پکارنے کا بھی جواب دیا ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ غلام کی پکار کا بھی جواب دیا کرتے تھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ مریض کی عیادت کرتے تھے' جنازے میں شریک ہوتے تھے' گدھے پر سوار ہوتے تھے اور غلام کی پکار پر آ جاتے تھے میں نے جنگ خیبر میں آپ کو ایک گدھے پر دیکھا جس کی باگ کھجور کی چھال کی تھی۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ زمین پر بیٹھا کرتے تھے' زمین پر کھاتے تھے' غلام کی دعوت قبول

کرتے تھے' فرماتے تھے اگر مجھے دست (کے گوشت) کی دعوت دی جائے تو ضرور قبول کروں' اور اگر مجھے کریلی (کا گوشت) ہدیے کے طور پر دیا جائے تو ضرور قبول کروں' آپ اپنی بکری بھی (اپنے ہاتھ سے) باندھتے تھے۔

یحییٰ بن ابی کثیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اسی طرح کھاتا ہوں جس طرح غلام کھاتا ہے اور اسی طرح بیٹھتا ہوں جس طرح غلام بیٹھتا ہے' کیونکہ میں تو (اللہ کا) غلام ہی ہوں' نبی ﷺ دوزانو بیٹھا کرتے تھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ کی ایک جماعت نے نبی ﷺ سے خفیہ طور پر آپ کے عمل کو دریافت کیا تو انہوں نے ان لوگوں کو خبر دی' ان میں سے بعض نے کہا کہ میں عورتوں سے نکاح نہ کروں گا۔ بعض نے کہا میں گوشت نہ کھاؤں گا' بعض نے کہا کہ میں بستر پر نہ سوؤں گا' بعض نے کہا کہ میں روزہ رکھوں گا اور روزہ ترک نہ کروں گا۔

نبی ﷺ نے اللہ کی حمد وثنا کی اس کے بعد فرمایا کہ ان جماعتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے فلاں فلاں بات کہی' میں تو نماز پڑھتا ہوں' سوتا ہوں' روزہ رکھتا ہوں' ترک بھی کرتا ہوں' اور عورتوں سے نکاح کرتا ہوں' پس جو میری سنت سے منہ پھیرے' وہ میرا نہیں ہے۔

سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا' اس امت میں سب سے بہتر وہ ہے جس کی سب سے زیادہ بیویاں ہوں۔

حسن سے مروی ہے کہ جب اللہ نے محمد ﷺ کو مبعوث کیا تو فرمایا یہ میرے نبیؐ ہیں' یہ میرے پسندیدہ ہیں' ان سے محبت کرو' ان کی سنت اور ان کے طریقے کو اختیار کرو' جن پر دروازے بند نہیں کیے جاتے اور نہ جن کے آگے دربان کھڑے ہوتے ہیں (یعنی ان کی زندگی شاہانہ نہ ہوگی) نہ ان کے پاس صبح کو کھانے کے طباق لائے جاتے ہیں نہ شام کو۔ (یعنی بادشاہوں کی طرح لوگ نذرانہ نہیں دیتے بلکہ فاقے پر فاقے ہوتے ہیں' وہ زمین پر بیٹھتے ہیں' اپنا کھانا بھی زمین ہی پر کھاتے ہیں اور موٹا جھوٹا کپڑا پہنتے ہیں' گدھے پر سوار ہوتے ہیں اپنے پیچھے بھی کسی کو سوار کر لیتے ہیں (یعنی اپنے ساتھ بٹھانے میں عار نہیں کرتے جیسا کہ امراء کرتے ہیں) آپؐ (کھانے کے بعد) اپنی انگلیاں چاٹ لیتے ہیں۔ اور آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ جو میری سنت سے منہ پھیرے گا وہ میرا نہیں ہے۔

سماک بن حرب سے مروی ہے کہ میں نے جابر بن سمرہ سے کہا کہ کیا آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا' ہاں' اور آپؐ بہت خاموش رہنے والے آدمی تھے' آپؐ کے اصحاب اشعار پڑھا کرتے تھے' زمانۂ جاہلیت کی باتوں کا ذکر کرتے تھے اور ہنستے تھے' جب وہ ہنستے تھے تو رسول اللہ ﷺ مسکراتے تھے۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سو مرتبہ سے زیادہ بیٹھا ہوں' مسجد میں آپؐ کے اصحاب اشعار پڑھا کرتے اور زمانۂ جاہلیت کی باتیں بیان کرتے' رسول اللہ ﷺ بھی اکثر تبسم فرمادیتے۔

عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ تبسم کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ نہ کسی سخی کو دیکھا نہ شجاع نہ بہادر نہ پاک وصاف۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ بہادر' سب سے زیادہ حسین اور سب سے زیادہ سخی تھے' ایک شب کو اہل مدینہ گھبرائے تو رسول اللہ ﷺ آواز کی طرف تشریف لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ اہل مدینہ سے ملے' حالانکہ آپ ان سب کے آگے تھے اور فرما رہے تھے کہ ہرگز نہ ڈرو۔ آپ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر تھے گلے میں تلوار تھی' لوگوں سے فرمانے لگے کہ ہرگز نہ ڈرو' اور آپ نے فرمایا کہ ہم نے اس گھوڑے کو دریا پایا۔

بکر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک گھوڑے پر سوار ہوئے اسے تیز دوڑایا اور فرمایا کہ ہم نے اسے دریا پایا۔

قوتِ مردانہ:

صفوان بن سلیم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبریل ایک ہانڈی لائے' میں نے اس میں سے کھایا تو مجھے جماع میں چالیس مردوں کی قوت دی گئی۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو چالیس مردوں کی قوت دی گئی تھی' جنت کے ہر شخص کو اسی مردوں کی قوت دی جائے گی۔

طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جماع میں چالیس مردوں کی قوت دی گئی تھی۔

ابوجعفر محمد بن رکانہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ انہوں نے نبی ﷺ سے کشتی لڑی۔ نبی ﷺ نے انہیں پچھاڑ دیا' میں نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان ٹوپیوں پر عمامے باندھنے کا فرق ہے (یعنی مشرکین بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھتے ہیں اور ہم ٹوپی پر)۔

اپنی ذات سے قصاص لینے کا موقع:

عمر بن شعیب سے مروی ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ شام میں آئے تو ان کے پاس ایک شخص آیا جوان سے اس امیر (حاکم) کے خلاف فیصلہ کرانا چاہتا تھا جس نے اسے مارا تھا' عمر رضی اللہ عنہ نے اس (حاکم) کے بیڑیاں ڈالنا چاہیں تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا آپ اس کی وجہ سے اس کے بیڑیاں ڈالتے ہیں عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں' عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا تب تو ہم آپ کے کسی عہدے پر کام نہ کریں گے۔

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس کی وجہ سے قید کرنے میں پرواہ نہیں کرتا' میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ اپنی ذات سے قصاص لینے کا موقع دیتے تھے' عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اچھا تو کیا ہم اسے راضی کر دیں' انہوں نے کہا کہ تم چاہو تو اسے راضی کر دو۔

عطاء سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خدش کو اپنی ذات سے قصاص لینے کا موقع دیا۔ سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ نبی ﷺ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اپنی ذات سے قصاص لینے کا موقع دیا۔

حسن گفتار:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کی طرح پے در پے (تیزی سے) کلام نہیں فرماتے تھے' آپؐ جدا جدا جملوں' سے کلام فرماتے تھے' جس کو ہر سننے والا یاد کر لیتا تھا۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ترتیل وترسیل تھی (یعنی جملوں کی ترتیب نہایت خوبی سے ہوتی تھی اور بہت ٹھہر ٹھہر کر بیان فرماتے تھے)۔

قراءت اور خوش الحانی:

ابراہیم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت آپ کی ریش مبارک کی حرکت سے معلوم ہو جاتی تھی۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت اس طرح تھی' انہوں نے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور الحمد للہ رب العالمین'' کے ایک حرف کا طریقہ بتایا۔

قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کی کیفیت دریافت کی گئی تو انہوں نے کہا کہ آپ کی قراءت مدتھی' پھر کہا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں آپؐ بسم اللہ کو الرحمٰن کو اور الرحیم کو کھینچتے تھے (مد کرتے تھے)۔

قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ نے کوئی نبی مبعوث نہیں کیا جو خوبصورت اور خوش آواز نہ ہو' یہاں تک کہ اللہ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا تو آپ کو بھی خوبصورت وخوش آواز بنا کر بھیجا' آپؐ (قراءت میں) لحن نہیں کرتے تھے مگر کسی قدر مد (یعنی دراز) کرتے تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن سے کم میں قرآن نہیں پڑھتے تھے۔

انداز خطابت:

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں سے خطبہ ارشاد فرماتے تھے تو آپ کی دونوں آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں' آپ آواز کو بلند کرتے تھے' اپنے غضب کو تیز کرتے تھے' گویا آپ کسی ایسے لشکر سے ڈرا رہے ہیں جو صبح یا شام کو آنے والا ہے' اس کے بعد فرماتے تھے کہ میں اور قیامت اس طرح مبعوث ہوئے ہیں' آپؐ کلمے کی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ فرماتے تھے پھر فرماتے تھے کہ بہترین ہدایت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہدایت ہے' سب سے بری بات وہ ہے جو (دین میں) ایجاد ہو' ہر بدعت (یعنی نوایجاد) گمراہی ہے' جو مر جائے اور مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے متعلقین کا ہے قرض یا جائیداد چھوڑ جائے تو وہ میرے سپرد ہوگا اور میرے ذمے ہوگا۔

عامر بن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ میں چھڑی لے کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔

باکمال اخلاق کا بے مثال شاہکار:

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ جس طرح تو نے میری پیدائش اچھی کی اسی طرح

میرے اخلاق بھی اچھے کر دے۔

مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گیا' وہ کہہ رہے تھے کہ تمہارے نبی ﷺ نہ تو بدخلق تھے نہ فحش گو' آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے اچھے اخلاق کا ہو۔

ابن عباس و عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جب رمضان آتا تھا تو رسول اللہ ﷺ ہر قیدی کو رہا کر دیتے تھے' اور ہر سائل کو دیتے تھے۔

اسماعیل بن عیاش سے مروی ہے کہ لوگوں کے گناہوں پر سب سے زیادہ صابر رسول اللہ ﷺ ہی تھے۔

ابراہیم بن میسرہ سے مروی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ ﷺ کو جھوٹ سے زیادہ کوئی عادت ناگوار نہ تھی' جب کبھی آپ کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ادنیٰ سے جھوٹ کی بھی اطلاع ہو جاتی تھی تو آپؐ ان سے رک جاتے تھے یہاں تک کہ آپ کو معلوم ہو جاتا کہ انہوں نے توبہ کر لی ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جب کوئی شخص ملتا تھا اور آپؐ سے مصافحہ کرتا تھا تو آپؐ اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہیں کھینچتے تھے تاوقتیکہ وہ شخص خود ہی اس کو نہ پھیرے' رسول اللہ ﷺ کو اپنے ہم نشین کے آگے پاؤں پھیلاتے کبھی نہیں دیکھا گیا۔

مولائے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں دس سال رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہا میں نے تمام عطر سونگھے مگر رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے زیادہ اچھی کوئی خوشبو نہیں سونگھی رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے جب کوئی شخص آپؐ سے ملتا تھا اور آپؐ کے ساتھ کھڑا ہو جاتا تھا تو آپ کا ہاتھ پکڑ لیتا تھا تو آپؐ بھی اس کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے اور اپنا ہاتھ نہ کھینچتے تھے تاوقتیکہ وہ خود اپنے ہاتھ کو نہ کھینچ لے۔ جب آپؐ اصحاب میں سے کسی سے ملتے تھے اور وہ (چپکے سے بات کہنے کو) آپ کا کان لے لیتے تھے تو آپ بھی ان کا کان لے لیتے تھے' پھر اس کو نہ چھڑاتے تھے تاوقتیکہ وہ خود نہ چھڑائیں۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے پاس جب کوئی شخص آتا تھا اور آپؐ اس کے چہرے پر خوشی دیکھتے تھے تو اس کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے۔

سعید المعبری سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب کوئی عمل کرتے تھے تو اسے قائم رکھتے تھے' یہ نہیں کہ کبھی کریں اور کبھی چھوڑ دیں۔

حسن رفتار:

سیار بن ابی الحکم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب چلتے تھے تو ایک بازار والے کی طرح چلتے تھے نہ تو تھکے ہوئے معلوم ہوتے تھے اور نہ عاجز۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک جنازے میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا جب چلتا تھا تو آپؐ میرے آگے ہو جاتے تھے' میں ایک شخص کی طرف متوجہ ہوا جو میرے پہلو میں تھے' اور کہا کہ آنحضرت کے لیے ابراہیم خلیلؑ کی طرح تو زمین لپیٹ دی جاتی ہے۔

جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب چلتے تھے تو ادھر ادھر نہ دیکھتے تھے اکثر آپ کی چادر درخت یا کسی اور چیز میں اٹک جاتی تھی مگر آپ پلٹتے نہ تھے لوگ ہنستے تھے اور وہ آپؐ کے پلٹنے سے بے خوف تھے۔

زید بن مرثد سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے زیادہ حسین کوئی چیز نہیں دیکھی' گویا آفتاب ہے جو اپنے سامنے جاتا ہے' اور نبی ﷺ سے زیادہ تیز رفتار کسی کو نہیں دیکھا گویا زمین آپؐ کے لیے لپیٹ دی جاتی تھی' ہم لوگ کوشش کرتے تھے (کہ آپؐ کے ساتھ چلیں) حالانکہ آپؐ (تیز چلنے کی) کوشش نہیں کرتے تھے۔

آدابِ طعام:

اسحاق بن عیسیٰ نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو تکیہ لگا کر کھاتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ نہ آپؐ کے نشانِ قدم پر کوئی چل سکتا تھا۔

ابو جحیفہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا۔

عطاء بن یسار سے مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے اور آنحضرت ﷺ مکے کے بالائی قطعہ (عوالی) میں تکیہ لگا کر کھانا کھا رہے تھے۔ جبریل علیہ السلام نے آپؐ سے کہا کہ یا محمد (ﷺ) بادشاہوں کی طرح؟ رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے۔

زہری سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک فرشتہ آیا جو اس کے قبل آپؐ کے پاس نہیں آیا تھا' اس کے ہمراہ جبریل علیہ السلام بھی تھے اس فرشتے نے کہا اور جبریل علیہ السلام خاموش رہے کہ آپ کا رب آپ کو اس میں اختیار دیتا ہے کہ آپ نبی و بادشاہ ہوں یا نبی و بندہ۔ نبی ﷺ نے جبریل کی طرف ان سے مشورہ طلب کرنے والے کی طرح دیکھا' جبریلؑ نے مشورہ دیا کہ آپ تواضع کیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نبی و بندہ ہونا مجھے پسند ہے۔

زہری نے کہا کہ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جب سے یہ کلمہ فرمایا کبھی تکیہ لگا کر نہیں کھایا یہاں تک کہ دنیا کو چھوڑ گئے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلتے۔ میرے پاس ایک فرشتہ آیا جس کی تہمد کی گرہ کعبے کے برابر تھی اور کہا کہ آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر آپؐ نبی و بادشاہ بننا چاہیں (تو میں بنا دوں) اور اگر نبی و بندہ بننا چاہیں (تو میں بنا دوں) جبریلؑ نے مجھے مشورہ دیا کہ آپ تواضع کیجئے' میں نے کہا کہ نبی و بندہ (بننا چاہتا ہوں)۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اس کے بعد نبی ﷺ تکیہ لگا کر نہیں کھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں اسی طرح کھاتا ہوں جس طرح بندہ کھاتا ہے اور اس طرح بیٹھتا ہوں جس طرح بندہ بیٹھتا ہے۔

کعب بن عجرہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو تین انگلیوں سے کھاتے دیکھا' انگوٹھے سے اور جو اس کے متصل ہے اور بیچ کی انگلی سے' میں نے آپ کو دیکھا کہ جب آپؐ انگلیوں کے پونچھنے کا ارادہ کرتے تھے تو قبل اس کے کہ انہیں پوچھیں اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹتے تھے' پہلے بیچ کی انگلی چاٹتے تھے' پھر اس کے قریب والی' پھر انگوٹھا۔

ابی امامہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب نے میرے سامنے پیش کیا کہ وہ میرے لیے مکے کی کنکریاں کو سونا بنا دے' میں نے کہا کہ اے میرے رب نہیں' میں ایک روز بھوکا رہوں گا اور ایک روز پیٹ بھروں گا (یہ آپؐ نے تین مرتبہ یا اسی کے قریب فرمایا) جب بھوکا ہوں گا تو تیرے آگے عاجزی کروں گا اور تجھے یاد کروں گا' جب پیٹ بھروں گا تو تیری حمد کروں گا اور شکر کروں گا۔

اخلاق نبوی پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی گواہی:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے مجھے ایک کام سے بھیجا' میں نے لڑکوں کو دیکھا تو ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ نبی ﷺ آئے اور آپؐ نے لڑکوں کو سلام کیا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی ایک کنیز کو بھیجا' اس نے دیر کی تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر قصاص (کا اندیشہ) نہ ہوتا تو میں تجھے اس مسواک سے مارتا۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے دس سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی مگر کبھی نہیں دیکھا کہ آپؐ نے ہم نشینوں کے گھٹنوں کی طرف پاؤں پھیلائے ہوں نہ ایسا ہوا کہ کسی نے آپؐ سے مصافحہ کیا ہو اور آپؐ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے کھینچ لیا ہو' یہاں تک کہ وہ شخص خود ہی آپؐ سے جدا ہو جاتا تھا' نہ ایسا ہوا کہ کوئی شخص آپؐ کے ساتھ کھڑا ہو گیا ہو پھر آپ اس سے ہٹ گئے ہوں تاوقتیکہ وہ شخص خود نہ ہٹے' میں نے جو کام کیا اس کے متعلق آپؐ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ اور یہ کیوں کیا' نہ یہ فرمایا کہ تم نے یہ اور یہ کیوں نہ کیا' میں نے عطر سونگھا ہے' مگر کوئی خوشبو رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے زیادہ اچھی نہیں سونگھی' کبھی ایسا نہ ہوا کہ کسی نے آپ کی طرف (خفیہ بات کے لیے) کان جھکایا ہو اور آپؐ نے اپنا سر ہٹا لیا ہو۔ تاوقتیکہ وہ خود نہ ہٹ گیا ہو۔

رسول اللہ ﷺ کا اشعار پڑھنا:

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مثل کے طور پر یہ شعر پڑھ رہے تھے:

كفى بالاسلام والشيب للمرء ناهيا

''یعنی آدمی کو اسلام اور ضعیفی (بدی سے) روکنے کے لیے کافی ہے''۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ شاعر نے تو اس طرح کہا ہے:

كفى الشيب والاسلام للمرء ناهيا

''ضعیفی اور اسلام انسان کو بدی سے روکنے کے لیے کافی ہے''۔

پھر بھی رسول اللہ ﷺ یہی فرماتے تھے:

كفى بالاسلام والشيب للمرء ناهيا

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپؐ اللہ کے رسول ہیں' نہ تو آپ کو شعر کا علم ہے اور نہ یہ آپؐ کے لیے مناسب ہے۔

عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ آپؐ نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو بطور مثل شعر پڑھتے

سنا' تو انہوں نے کہا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں داخل ہوتے تھے تو کبھی کبھی یہ شعر پڑھتے تھے:

ویأتیك بالاخبار من لم یُزَوَّدْ

''اور تیرے پاس وہ شخص خبریں لائے گا جس کو تردد نہیں''۔

اخلاق کریمانہ میں حیاء کا پہلو:

یحییٰ بن عبید الجہضمی نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کے لیے اسی طرح تکیہ لگاتے تھے جس طرح مکان (میں بیٹھنے) کے لیے۔

مقداد بن شریح نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کی قسم کھا کر بیان کرتے سنا کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا کسی نے آپ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے نہیں دیکھا۔

حبیب بن صالح سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام استراحت میں داخل ہوتے تھے تو اپنا جوتہ پہن لیتے تھے اور اپنا سر ڈھانک لیتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (استنجاء سے) نکل کر پانی بہا دیا کرتے تھے' پھر مٹی سے مسح (تیمم) کرتے تھے میں کہتا تھا کہ یا رسول اللہ پانی تو آپؐ کے قریب ہے' فرماتے تھے' کیا معلوم' شاید میں اس کے پاس نہ پہنچوں۔

مولائے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ نہیں دیکھی۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں جاتے تھے تو تاوقتیکہ اس مقام کے قریب نہ ہو جائیں جس کا ارادہ ہوتا تھا آپؐ اپنے کپڑے نہ اٹھاتے تھے۔

کثرتِ عبادت:

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی نماز پڑھتے تھے کہ آپؐ کے پاؤں پر ورم آ جاتا تھا آپؐ سے (کسی کو) کہا جاتا تو فرماتے تھے کہ کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہ ہوئی تاوقتیکہ آپ کی اکثر نماز بیٹھ کر نہ ہوگئی' آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے نزدیک وہ عمل سب سے زیادہ پسندیدہ ہے جو ہمیشہ ہو اگرچہ کم ہو۔

پانی پینے کا نبوی انداز:

ثمامہ بن عبداللہ بن انس سے مروی ہے کہ انس برتن میں (پانی پیتے وقت) دو یا تین مرتبہ سانس لیتے تھے۔ اور بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برتن میں تین مرتبہ سانس لیتے دیکھا گیا۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی پینے میں تین مرتبہ سانس لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ زیادہ خوشگوار مبارک اور نیک ہے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا' لہٰذا میں بھی پینے میں تین مرتبہ سانس لیتا ہوں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پیاسے ہوتے تھے تو اپنی آواز پست کر دیتے تھے اور چہرہ ڈھانک

لیتے تھے۔

قابل رشک ادائیں:

عطاء سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہم گروہ انبیاء کو حکم دیا گیا ہے کہ سحری میں تاخیر کریں' افطار میں تعجیل کریں۔ اور نماز میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھیں۔

یزید بن الاصم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کبھی کسی نماز میں جمائی لیتے نہیں دیکھا گیا۔

زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنازے کے ساتھ کبھی سوار نہیں ہوئے۔

عبدالعزیز بن ابی رواد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جنازے میں شریک ہوتے تھے تو خاموشی زیادہ کرتے تھے اور اپنے دل میں باتیں زیادہ کرتے تھے' لوگ خیال کرتے تھے کہ آپ میت کے بارے میں دل میں باتیں کرتے ہیں' نہ آپ کو (اس وقت) کوئی جواب دیتا تھا اور نہ آپؐ سے سوال کیا جاتا تھا۔

راشد بن سعد وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تھے تو اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے۔

رسول عربی ﷺ کا غسل اور وضوء:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک صاع (پانی) سے غسل کرتے تھے اور ایک مد (پانی) سے وضو کرتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں رات کو اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں رہا۔ رسول اللہ ﷺ اٹھے' آپؐ نے غسل کیا' پھر آپ ﷺ کے پاس رومال لایا گیا مگر آپؐ نے اسے نہیں چھوا فرمانے لگے۔ ہاتھ سے اس طرح یعنی نمی کو ہاتھ سے خشک کرتے رہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا' اپنی ریش مبارک میں خلال کیا' اور فرمایا کہ میرے رب نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔ راوی اول عبیداللہ نے اپنا داہنا ہاتھ اپنی ٹھوڑی کے نیچے داخل کیا کہ گویا وہ اپنی داڑھی آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔

ایاس بن جعفر الحنفی سے مروی ہے کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک رومال تھا جس سے آپؐ وضو کے وقت پانی پونچھتے تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر چیز میں داہنی طرف سے شروع کرنا پسند فرماتے تھے' وضو کرنے میں' چلنے میں اور جوتا پہننے میں۔

عبادات میں عادت مبارکہ:

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح فرماتے اور اس میں اللہ کا نام لیتے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز جس میں صلیب کی تصویر ہو بغیر توڑے نہیں چھوڑتے تھے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب کسی ضرورت کے بھولنے کا اندیشہ کرتے تھے تو اپنی چھنگلیا یا اپنی انگوٹھی میں ڈورا لپیٹ لیتے تھے۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دوشنبے اور پنج شنبے کو روزہ رکھتے تھے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اتنا روزہ رکھتے تھے کہ کہا جاتا تھا آپؐ روزہ رکھتے ہیں' اور روزہ اتنا ترک کرتے تھے کہ کہا جاتا تھا آپؐ نے روزہ ترک کر دیا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ عید الفطر میں کھجوروں سے افطار فرماتے تھے پھر (نماز کو) چلے جاتے تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کسی تاریک گھر میں نہیں بیٹھتے تھے تاوقتیکہ آپؐ کے لیے چراغ نہ روشن کر دیا جائے۔

خلق عظیم کا مرقع کامل:

عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کھڑے ہو جاؤ تا کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے اس منافق کی فریاد کریں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے لیے کھڑے نہ ہو اللہ ہی کے لیے کھڑے ہو۔

ابن شہاب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے نیا پھل لایا جاتا تھا تو آپؐ اسے بوسہ دیتے تھے آنکھوں سے لگاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے اللہ جس طرح تو نے ہمیں اس کا اوّل دکھایا ہے اسی طرح اس کا آخر بھی دکھا۔

ابی حمید یا ابی اسید سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میری جانب سے کوئی حدیث سنو جس کو تمہارے دل مان لیں' تمہارے روئیں اور بشرے اس کے لیے نرم ہو جائیں اور تم یہ سمجھو کہ وہ تم سے قریب ہے تو میں تم سے زیادہ اس کے قریب ہوں (یعنی اگر وہ مضمون میرے اور تمہارے مناسب ہے تو سمجھ لو کہ میں نے بیان کیا ہوگا) اور جب تم میری جانب سے کوئی ایسی حدیث سنو جس کا تمہارے دل انکار کریں' اس سے تمہارے روئیں اور بشرے نفرت کریں اور تم یہ سمجھو کہ وہ تم سے بعید ہے تو میں بہ نسبت تمہارے اس سے بہت زیادہ دور ہوں (کہ میں نے ایسی بری بات نہ کہی ہوگی)۔

قبول ہدیہ ورد صدقہ:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہدیہ قبول فرمالیا کرتے تھے اور صدقہ نہیں قبول فرماتے تھے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہدیہ قبول فرماتے تھے اور صدقہ نہیں کھاتے تھے۔

حبیب بن عبید الرجبی سے مروی ہے کہ جب نبی ﷺ کے پاس کوئی چیز لائی جاتی تھی تو آپؐ فرماتے تھے کہ یہ ہدیہ ہے یا صدقہ؟ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو نہیں کھاتے تھے' اور اگر کہا جاتا' کہ ہدیہ ہے تو کھا لیتے تھے۔

چند یہودی آپؐ کے پاس ایک پیالہ ثرید کا لائے تو استفسار فرمایا کہ ہدیہ ہے یا صدقہ؟ عرض کی کہ ہدیہ ہے آنحضرت ﷺ نے کھا لیا' ان میں سے بعض نے کہا کہ محمد (ﷺ) (اس کے کھانے میں) بندے کی طرح بیٹھے' رسول اللہ ﷺ سمجھ گئے' فرمایا کہ میں بندہ ہوں اور بندے ہی کی طرح بیٹھتا ہوں۔

عون بن عبداللہ سے مروی ہے کہ جب نبی ﷺ کے پاس کوئی چیز لائی جاتی تھی تو آپؐ فرماتے تھے کہ یہ صدقہ ہے یا ہدیہ‘ اگر وہ لوگ کہتے کہ صدقہ ہے تو آپؐ اسے اہل صفہ کے پاس بھجوا دیتے تھے‘ اگر کہتے کہ ہدیہ ہے تو آپ اسے رکھوا لیتے‘ اور اہل صفہ کو بلا لیتے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس غیر قرابتداروں کے یہاں سے کھانا لایا جاتا تھا تو آپؐ دریافت کرتے تھے‘ اگر کہا جاتا کہ ہدیہ ہے تو کھاتے تھے‘ اور اگر کہا گیا کہ صدقہ ہے (ہم لوگوں سے) فرماتے تھے کہ کھاؤ‘ خود نہیں کھاتے تھے۔

رشید بن مالک سے مروی ہے کہ ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا۔ ایک شخص ایک طباق لایا جس میں کھجوریں تھیں‘ فرمایا کہ یہ کیا ہے‘ صدقہ ہے یا ہدیہ؟ اس شخص نے کہا کہ صدقہ ہے فرمایا کہ اسے اس قوم (اصحاب صفہ) کے آگے بڑھا دو۔ حسن رضی اللہ عنہ آپؐ کے آگے مٹی میں کھیل رہے تھے‘ انہوں نے ایک کھجور لے کر اپنے منہ میں رکھ لی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ لیا‘ آپؐ نے اپنی انگلی ان کے منہ میں ڈال کر وہ کھجور نکال لی‘ اسے پھینک دیا اور فرمایا کہ ہم آل محمد (ﷺ) صدقہ نہیں کھاتے۔

نبی ﷺ کے صحابی عبداللہ بن بسر سے مروی ہے کہ میری بہن رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ بھیجا کرتی تھیں آپؐ اسے قبول فرماتے تھے۔

عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہدیہ قبول فرماتے تھے‘ صدقہ نہیں قبول فرماتے تھے۔

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسریٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ بھیجا آپؐ نے قبول فرمایا‘ سلاطین آپ کو ہدیہ بھیجتے تھے تو آپؐ قبول فرماتے تھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر مجھے دست (کا گوشت) بطور ہدیہ بھیجا جائے تو میں ضرور قبول کرلوں گا‘ اور اگر مجھے کریلی (کے گوشت) کی دعوت دی جائے تو میں ضرور قبول کرلوں گا۔

حمید بن عبدالرحمٰن الحمیری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے دست کی دعوت دی جائے تو میں ضرور قبول کروں اور اگر یہی بطور ہدیہ دیا جائے تو ضرور قبول کروں۔

ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں گئے‘ آپؐ کے پاس کھانا لایا گیا جس میں گوشت نہ تھا۔ فرمایا‘ کیا میں تمہارے یہاں ہانڈی نہیں دیکھتا ہوں؟ لوگوں نے عرض کی‘ جی ہاں۔ یہ بریرہ کو بطور صدقہ دیا گیا ہے‘ اور آپؐ صدقہ نہیں کھاتے‘ فرمایا کہ وہ مجھے تو بطور صدقہ نہیں دیا گیا ہے‘ اگر تم لوگ کھلاؤ گے تو ضرور کھالوں گا۔

ابوعبداللہ محمد بن سعد کہتے ہیں کہ یہی مضمون ایک دوسری حدیث میں اس طرح ہے کہ وہ بریرہ کے لیے صدقہ ہے اور بریرہ کی جانب سے ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ اللہ نے مجھ پر اور میرے اہل بیت پر صدقہ حرام کردیا ہے۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ میں اپنے گھر میں کھجوریں پڑی دیکھتا ہوں جن کو میرا جی چاہتا ہے‘

مگر مجھے اس کے کھانے سے اس کے صدقہ ہونے کا خوف باز رکھتا ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک کھجور پر گزر ہوا جو راستے میں پڑی ہوئی تھی' فرمایا کہ اگر مجھے اس کے صدقہ ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ضرور کھالیتا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک پڑی ہوئی کھجور پر گزر ہوا تو انہوں نے اسے کھالیا۔

عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ سو رہے تھے' سوتے سوتے جنبش کی اور بیدار ہو گئے' پہلو کے نیچے ایک کھجور پائی اسے آپ ؐ نے لے کر نوش فرمالیا' آخر شب تک سخت بے چین رہے اور آپ کو نیند نہیں آتی تھی' آپ ؐ نے بعض ازواج سے بیان کیا کہ اپنے پہلو کے نیچے ایک کھجور پائی جو کھالی' مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ صدقے کی نہ ہو۔

عبدالملک بن المغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اے بنی عبدالمطلب صدقہ لوگوں کا میل کچیل ہے' لہٰذا نہ تو اسے کھاؤ اور نہ اس پر عامل (کلکٹر) بنو۔

فخر دو عالم ﷺ کی مرغوب غذائیں:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو حلوا اور شہد پسند تھا۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا تو اتفاق سے اہل مدینہ میں سے ایک درزی نے آپ کی دعوت کی تھی وہ آپ ؐ کے پاس جو کی روٹی اور بہت سی چربی لایا' اس میں لوکی بھی تھی' میں نے دیکھا کہ آپ کو لوکی پسند آ رہی تھی' میں اسے نبی ﷺ کے آگے بڑھانے لگا۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب سے میں نے لوکی کو نبی ﷺ کو پسند آتے دیکھا ہے اس روز سے وہ مجھے بھی پسند ہے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو لوکی پسند تھے۔

ابی طالوت سے مروی ہے کہ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گیا وہ لوکی کھا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے پیارے درخت' رسول اللہ ﷺ کے تجھے پسند فرمانے سے تو مجھے بھی کیسا پسند ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہمارے یہاں لوکی ہوتی تھی تو ہم اس میں رسول اللہ ﷺ کو ترجیح دیتے تھے۔

عبداللہ بن جعفر سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو ککڑی کھجور کے ساتھ کھاتے دیکھا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہانڈی کے پاس آتے تھے' اس میں سے دست (کی بوٹی) لے لیتے تھے اور اسے نوش فرماتے تھے' پھر نماز پڑھتے تھے' نہ وضو کرتے تھے' نہ کلی کرتے تھے۔

عمرو بن عبید اللہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ؐ نے دست نوش فرمایا' پھر اٹھے کلی کی اور نماز پڑھی وضو نہیں کیا۔

اسحٰق بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ام حکیم بنت الزبیر ان میں سے تھیں جو نبی ﷺ کو اسی طرح کچھ ہدیہ بھیجتی تھیں' ایک روز

نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے ایک دست آپؐ کے آگے رکھا وہ اس کے پارچے کرنے لگیں اور نبی ﷺ نوش فرمانے لگے' پھر آپ اٹھے اور نماز پڑھی' وضو نہیں کیا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گوشت نوش فرمایا اور نماز پڑھی' وضو نہیں کیا۔

ابورافع سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کے لیے بکری ذبح کی تو آپؐ نے فرمایا کہ اے ابورافع دست مجھے دے دو' میں نے آپ کو دے دیا' پھر فرمایا کہ دست مجھے دے دو' میں نے آپ کو (دوسرا بھی) دے دیا پھر آپؐ نے فرمایا کہ دست مجھے دے دو' عرض کی یا رسول اللہ کیا بکری کے دو سے زائد دست بھی ہوتے ہیں' فرمایا اگر تم خاموش رہتے جو جو میں مانگتا تھا وہ مجھے ضرور دیتے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تر کھجور اور پکا ہوا گوشت ساتھ ساتھ نوش فرماتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا سب سے زیادہ پسندیدہ کھانا۔ روٹی کا ثرید اور کھجور کا ثرید یعنی حلوا تھا۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ثرید پسند تھا۔

علی بن الاقمر سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کھجور کھاتے تھے' جب آپؐ اس کے ردی حصے پر پہنچتے' تو اسے اپنے ہاتھ میں رکھ لیتے کوئی عرض کرتا کہ یہ جو بچ گئی ہے مجھے عطا فرما دیجئے تو فرماتے کہ میں جس چیز سے اپنے لیے ناخوش ہوں اس سے تمہارے لیے بھی خوش نہیں۔

عبدالمہیمن بن عباس بن سہل بن سعید نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی کہ انہیں ایک پیالہ صاف ستھری سفید چیز بطور ہدیہ دی گئی تو انہوں نے کہا یہ کیا چیز ہے؟ یہ کھانا تو میں نے دیکھا بھی نہیں' راوی نے دریافت کیا کہ کیا اس کو نبی ﷺ نہیں کھاتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آپؐ نے تو اسے آنکھ سے بھی نہیں دیکھا' انہوں نے کہا کہ آپؐ کے لیے تو جو کا آٹا پیسا جاتا اسے (بجائے چھاننے کے) دو مرتبہ (بھوسی اڑانے کے لیے) منہ سے پھونکا جاتا' پھر آپؐ کے لیے (کھانا تیار کیا جاتا اور آپ نوش فرماتے)۔

ابی اسحاق سے مروی ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے لیے رسول اللہ ﷺ کو کھاتے دیکھنے کے بعد اب آٹا نہ چھانا جائے۔

ربیع اور بنت معوذ بن عضراء دونوں سے مروی ہے' بنت معوذ کہتی ہیں کہ میں نبی محمد ﷺ کے پاس ایک دوپٹہ بھر کھجور اور پرند کے بچے کا کچھ پارچہ لائی آپؐ نے اس میں سے کھایا مجھے ایک لپ بھر کر زیور یا سونا دیا۔ اور فرمایا کہ اس کا زیور پہنو۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے شیریں پانی تلاش کیا جاتا تھا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک طباق کھجور بطور ہدیہ رسول اللہ ﷺ کو دی گئی' آپ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور ایک ایک مٹھی لے کر مجھے دینے لگے کہ ازواج کو بھجوادی جائیں ایک مٹھی آپؐ نے لی نوش فرمایا اور اس کی گٹھلی اپنی بائیں طرف پھینکنے لگے ایک سیاہ بکری آپؐ کے پاس سے گزری' اس نے اسے کھالیا۔

ناپسندیدہ غذائیں:

ابوایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عرض کی: یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے کھانا بھیجا کرتے تھے' جب میں آپ کی انگلیوں کا نشان دیکھتا تھا تو اس میں ہاتھ ڈالتا تھا' یہ کھانا جو آپ نے مجھے بھیجا ہے اس میں آپ کی انگلیوں کا نشان نہیں پایا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں' اس میں پیاز تھی' میں نے اس فرشتے کی وجہ سے اس کا کھانا پسند نہیں کیا جو میرے پاس آتا ہے' تم لوگ کھاؤ۔

سوید سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک پیالہ (کھانا) لایا گیا جس میں لہسن تھا' آپ نے اس کی بو محسوس کی تو اپنا ہاتھ روک لیا' معاذ نے بھی اپنا ہاتھ روک لیا' اور ساری جماعت نے اپنے اپنے ہاتھ روک لیے' آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو کیا ہوا انہوں نے کہا کہ آپ نے اپنا ہاتھ روک لیا اس لیے ہم لوگوں نے بھی اپنے اپنے ہاتھ روک لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بسم اللہ تم لوگ کھاؤ' میں تو اس سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم لوگ سرگوشی نہیں کرتے۔

ابوصخر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بادام کے ستو لائے گئے۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ انہیں دور رکھو یہ تو دولت میں مست ہونے والوں کا شربت ہے۔

یزید بن قسیط سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ستو لائے گئے جو بادام کے تھے جب پیش ہوا تو پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کی کہ بادام کے ستو' آپ نے فرمایا کہ اسے مجھ سے دور رکھو' یہ ناز پروردوں کے پینے کی چیز ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو گھی پنیر اور ایک گوہ بطور ہدیہ دی گئی' آپ نے گھی اور پنیر نوش فرمایا گوہ کے لیے فرمایا کہ یہ وہ چیز ہے جو میں نے کبھی نہیں کھائی' جو اسے کھانا چاہے وہ کھائے' وہ آپ کے دسترخوان پر کھائی گئی۔

ثابت بن ودیعہ انصاری سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک گوہ لائی گئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ ایک امت ہے جو مسخ کردی گئی (یعنی بطور عذاب انسان کو اس شکل میں بدل دیا گیا) واللہ اعلم۔

ثابت بن یزید بن ودیعہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ نبی ﷺ کے ہمراہ تھے (شکار میں) گوہیں ملیں تو ہم نے انہیں بھونا' ایک گوہ نبی ﷺ کے پاس لائے۔ آپ نے ایک لکڑی لی اور اس (گوہ) کی انگلیاں گننے لگے' اور فرمایا کہ بنی اسرائیل کی امت مسخ کر کے زمین کے حیوانات بنادیئے گئے' مجھے معلوم نہیں کہ وہ کون سے حیوان ہیں' آپ نے اسے نہ کھایا اور نہ منع کیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تھے کہ ایک خوان لایا گیا جس میں گوہ کا گوشت تھا' آنحضرت ﷺ نے کھانا چاہا تو میمونہ نے کہا: یارسول اللہ آپ جانتے ہیں کہ یہ کیا ہے؟ فرمایا: نہیں' عرض کی: یہ گوہ کا گوشت ہے' فرمایا: یہ وہ گوشت ہے جو میں نے کبھی نہیں کھایا' آپ کے پاس فضل بن عباس وخالد بن ولید رضی اللہ عنہم اور ایک خاتون بھی تھیں' خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا: نہیں' تم لوگ کھاؤ' فضل وخالد رضی اللہ عنہما اور ان خاتون نے کھایا' میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں وہ چیز نہ کھاؤں گی جو رسول اللہ ﷺ نہ کھائیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سات گوہیں ایک بہت بڑے پیالے میں لائی گئیں جن پر گھی پڑا ہوا تھا' فرمایا تم لوگ کھاؤ' خود نہیں نوش فرمایا' لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ کیا ہم کھالیں حالانکہ آپ نوش نہیں فرماتے؟ ارشاد

ہوا کہ میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔

ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک گوہ لائی گئی تو فرمایا: اسے پشت کی طرف پلٹ دو' لوگوں نے اسے پلٹ دیا حکم ہوا کہ اسے شکم کی طرف پلٹ دو' لوگوں نے اسے پلٹ دیا تو فرمایا کہ بنی اسرائیل کا ایک خاندان جس پر اللہ نے غضب کیا تھا بھٹکتا رہا' اگر وہ ہوگا تو یہی ہوگا' اگر وہ ہوگا تو یہی ہوگا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب میں اور خالد بن الولید رضی اللہ عنہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے پاس گئے میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کیا میں آپ لوگوں کو اس ہدیے میں سے نہ کھلاؤں جو ہمیں ام عتیق نے دیا ہے؟ فرمایا: ہاں' دو بھنی ہوئی گوہیں لائی گئیں' نبی محمد رسول اللہ ﷺ نے انہیں غور سے دیکھا خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے عرض کی' کیا آپ اسے ناپسند فرماتے ہیں' فرمایا ہاں' ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں آپ لوگوں کو وہ دودھ نہ پلاؤں جو ہمیں بطور ہدیہ دیا گیا ہے' فرمایا بہتر ہے۔ ایک برتن دودھ کا لایا گیا' رسول اللہ ﷺ نے نوش فرمایا' آپ کی داہنی طرف میں تھا بائیں طرف خالد رضی اللہ عنہ مجھ سے فرمایا کہ پیو' یہ تمہارا ہے' چاہو تو اس میں خالد رضی اللہ عنہ کو بھی شریک کرلو' عرض کی: میں ایسا نہیں ہوں کہ آپ کے بچے ہوئے میں اپنے اوپر خالد کو ترجیح دوں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو اللہ کوئی کھانا کھلائے تو اسے یہ کہنا چاہیے کہ اے اللہ ہمیں اس میں برکت دے اور ہمیں اس سے بہتر کھلا' جس کو اللہ دودھ پلائے تو اسے یہ کہنا چاہیے کہ اے اللہ ہمیں اس میں برکت دے اور زیادہ دے' کیونکہ دودھ کے سوا کوئی چیز ایسی نہیں جو کھانے اور پینے سے کفایت کرے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ام حفید خالہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کو گھی پنیر اور چند گوہیں بطور ہدیہ بھیجیں' آپ نے گھی اور پنیر نوش فرمایا اور ناپسندیدگی کی وجہ سے گوہوں کو چھوڑ دیا وہ رسول اللہ ﷺ کے دسترخوان پر کھائی گئیں۔ اگر حرام ہوتیں تو رسول اللہ ﷺ کے دسترخوان پر نہ کھائی جاتیں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کو آواز دی کہ آپ گوہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: نہ میں اسے کھاتا ہوں اور نہ اسے حرام کہتا ہے۔

محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک گوہ لائی گئی تو فرمایا کہ ہم لوگ شہری ہیں' اس سے ہمیں کراہیت آتی ہے۔

عورت اور خوشبو سے محبت:

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے دنیا میں عورتوں اور خوشبو سے محبت دی گئی اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں عیش دنیا میں سوائے عورتوں اور خوشبو کے کچھ نہیں چاہتا۔

میمون سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عیش دنیا میں سے سوائے عورت اور خوشبو کے کچھ حاصل نہیں کیا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو دنیا کی تین چیزیں پسند تھیں' خوشبو' عورتیں اور کھانا' آپ نے دو چیزیں پائیں

اور ایک چیز نہیں پائی' عورت اور خوشبو پائی کھانا نہیں پایا۔

سلمہ بن کہیل سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے کوئی ایسی چیز نہیں پائی جو آپ کو عورت اور خوشبو سے زیادہ پسند ہو۔

معقل بن یسار سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوڑے سے زیادہ کوئی چیز پسند نہ تھی' پھر کہا' اے اللہ معاف کرنا' عورت سے زیادہ کوئی چیز پسند نہ تھی۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگ خوشبودار ہوا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا برآمد ہونا جان لیتے تھے۔

ابراہیم سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آتے تھے تو خوشبودار ہوا سے پہچان لیے جاتے تھے۔

ثمامہ بن عبداللہ بن انس سے مروی ہے کہ انس (ہدیہ) خوشبو واپس نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو واپس نہیں فرماتے تھے۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خوشبو پیش کی گئی ہو اور آپؐ نے واپس کردی ہو۔

محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اے اماں' کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو لگاتے تھے' انہوں نے کہا ہاں' ذکارۃ الطیب لگاتے تھے' میں نے کہا ذکارۃ الطیب کیا چیز ہے۔ انہوں نے کہا کہ مشک وعنبر۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خوشبو (سک) تھی جس میں سے آپؐ لگاتے تھے۔

ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشک کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا یہ سب سے اچھی خوشبو نہیں ہے۔

عبید بن حریج سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اس خلوق (خوشبو) کو اچھا سمجھتے ہیں انہوں نے کہا کہ یہ خوشبو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پسند تھی۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب دھونی لیتے تھے تو کافور کو عود پر رکھتے تھے' اس سے دھونی لیتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح دھونی لیتے تھے۔

الفقر فخری کے تاجدار کے معاشی حالات:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی راتیں خالی پیٹ گزارتے تھے' آپؐ کے متعلقین کو رات کا کھانا نہ ملتا تھا اور ان حضرات کی روٹی اکثر جو کی ہوتی تھی۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک ٹکڑا روٹی کا نبی علیہ السلام کے پاس لائیں آپؐ نے فرمایا کہ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ ٹکڑا کیسا ہے' انہوں نے کہا کہ میں نے ایک ٹکیا پکائی تھی میرا جی خوش نہ ہوا میں یہ ٹکڑا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی' فرمایا کہ تین دن کے بعد یہ سب سے پہلا کھانا ہے جو تمہارے والد کے منہ میں گیا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھوک کی وجہ سے اپنی پشت سے پتھر باندھتے تھے۔

مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک روز جس وقت عائشہ رضی اللہ عنہا مجھ سے حدیث بیان کر رہی تھیں تو یکا یک رونے لگیں' میں نے کہا کہ ام المومنین آپ کو کیا چیز رلاتی ہے کہا کھانے سے میں سیر نہیں ہوئی' جب رونا چاہا تو اس پر روئی کہ رسول اللہ ﷺ پر چار چار مہینے گزر جاتے تھے کہ آپ گیہوں کی روٹی سے پیٹ نہ بھرتے تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ پے در پے تین تین دن تک آل محمد ﷺ صبح و شام جَو کی روٹی سے بھی شکم سیر نہ ہوئے یہاں تک کہ آپ اللہ سے واصل ہو گئے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آل محمد (ﷺ) تین دن تک گیہوں کی روٹی سے شکم سیر نہ ہوئے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی' نہ آپ کے دستر خوان سے کوئی ٹکڑا روٹی فاضل اٹھایا گیا۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک چاند سے دوسرا چاند آل رسول اللہ ﷺ پر گزر جاتا تھا کہ آپ کے مکانوں میں آگ نہ سلگائی جاتی تھی' نہ روٹی کے لیے نہ ساگ کے لیے' لوگوں نے کہا کہ اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پھر یہ لوگ کس چیز سے جیتے تھے انہوں نے کہا کہ کھجور اور پانی سے' انصار ہمسایہ تھے اللہ انہیں جزائے خیر دے' ان کے دودھ والے جانور تھے' وہ لوگ آپ کو کچھ دودھ بھیج دیا کرتے تھے۔

ابوامامہ سے مروی ہے کہ اہل بیت رسول اللہ ﷺ سے جَو کی روٹی بھی فاضل نہ ہوتی تھی۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ آل محمدؐ میں واللہ ایک صاع (۳ ۲/۳ ۱/سیر) غلہ بھی رات بھر نہ رہا' حالانکہ وہ نو گھر تھے واللہ آنحضرت ﷺ نے یہ کلمہ اللہ کے رزق کو کم سمجھ کر نہیں فرمایا' بلکہ اس سے آپ نے اپنی امت کی غم خواری کی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ واللہ آل محمدؐ پر متعدد راتیں ایسی گزرتی تھیں کہ وہ شام کا کھانا نہ پاتے تھے۔

احسیین کے مولی ولید کے بعض خاندان والوں سے مروی ہے کہ جس وقت ہم لوگ اپنی ایک گزرگاہ پر کھانا کھا رہے تھے تو ہمیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نظر آئے' ہم نے انہیں مرحبا کہا اور کہا کہ آئیے (کھانا کھایئے) انہوں نے کہا نہیں' واللہ میں اسے نہ چکھوں گا' رسول اللہ ﷺ کی اس حالت میں وفات ہوگئی کہ نہ آپ جَو کی روٹی سے شکم سیر ہوئے نہ آپ کے اہل و عیال۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن میں دو مرتبہ شکم سیر نہیں ہوئے یہاں تک کہ واصل بحق ہو گئے' نہ ہم نے شکم سیری کی وجہ سے آپ کا بچا ہوا کھانا اٹھایا' یہاں تک کہ آپ اللہ سے واصل ہو گئے سوائے اس کے کہ ہم اسے کسی غیر حاضر کے لیے اٹھا لیتے تھے۔

پھر عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ آپ لوگوں کی معاش کیا تھی' انہوں نے کہا کہ پانی اور کھجور' ہمارے ہمسایہ انصار تھے اللہ انہیں جزائے خیر دے' ان کے دودھ والے جانور تھے وہ ان کا دودھ ہمیں پلاتے تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آل محمد تین دن تک گیہوں کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے' یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی' نہ

آپؐ کے دستر خوان سے کوئی فاضل ٹکڑا اٹھایا گیا' یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ پے در پے دو یا زیادہ دن سوائے جَو کی روٹی کے آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور کسی چیز سے سیر نہیں ہوئے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آل محمدؐ پے در پے تین دن گیہوں کے کھانے سے شکم سیر نہیں ہوئے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی راہ چلے گئے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ واللہ آل محمدؐ پر ایک ایک مہینہ ایسا گزر جاتا تھا کہ ہم لوگ روٹی تک نہ پکاتے تھے' راوی نے پوچھا کہ ام المومنین پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا نوش فرماتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے ہمسایہ انصار تھے' اللہ انہیں جزائے خیر دے ان کے پاس کچھ دودھ ہوتا تھا اسی میں سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ دیتے تھے۔

نوفل بن ایاس الہذلی سے مروی ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف ہمارے ہم نشین تھے اور بڑے اچھے ہم نشین تھے' ایک روز وہ واپسی میں ہمیں بھی لے گئے ہم ان کے گھر میں داخل ہوئے' انہوں نے غسل کیا' باہر آئے اور ہمارے ساتھ بیٹھ گئے' ایک لگن لائے جس میں روٹی گوشت تھا جب وہ رکھا گیا تو عبدالرحمٰن رونے لگے' میں نے کہا کہ اے ابو محمد آپ کو کیا چیز رُلاتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تو اس حالت میں ہوگئی کہ نہ آپ جَو کی روٹی سے شکم سیر ہوئے اور نہ آپؐ کے اہل بیت' میں یہ نہیں خیال کرتا کہ ہم لوگ اس (گوشت روٹی) کے لیے چھوڑ دیئے گئے ہیں' اس لیے کہ یہ ہمارے لیے بہتر ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سوکھے ٹکڑے سے بھی شکم سیر نہ ہوئے۔ اور آپؐ دنیا کو چھوڑ گئے' تمہاری یہ کیفیت ہے کہ تم لوگ دنیا کو رائیگاں لیے ہوئے ہو' یہ کہہ کے انہوں نے اپنی انگلیاں بجائیں۔

ابن شہاب سے مروی ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مغیرہ بن الاخنس کے پاس سے گزرا کرتے تھے اور وہ کھانا کھاتے ہوتے تھے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کیا کھانا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میدے کی روٹی اور فربہ گوشت' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میدہ (نقی) کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آٹا ہے' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تعجب کیا پھر کہا کہ اے مغیرہ تم پر تعجب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ عزوجل نے اس حالت میں اٹھالیا کہ آپ روٹی اور روغن زیتون سے بھی دن میں دو مرتبہ شکم سیر نہ ہوئے۔ تم اور تمہارے ساتھی یہاں آپس میں دنیا کو رائیگاں کیے ہوئے ہو وہ اس طرح اپنی انگلی سے بجاتے تھے کہ گویا وہ لوگ بچے ہیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح یا شام کے کھانے میں کبھی گوشت روٹی کو جمع نہیں کیا بجز اس کے کوئی خاص حالت پیش آئے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ولیمے میں حاضر ہوا جس میں نہ گوشت تھا نہ روٹی۔

قتادہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے تھے ان کا نان پز کھڑا ہوتا تھا ایک روز انہوں نے (ہم سے) کہا کہ کھاؤ' مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی باریک روٹی دیکھی یا بھونی ہوئی بکری تا آنکہ آپ واصل بحق ہوگئے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم مبارک میں ایک روز میں دو کھانے کبھی جمع نہیں ہوئے اگر آپؐ نے گوشت

نوش فرمایا تو اس پر کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا' کھجور کھائی تو اس کے ساتھ کوئی دوسری چیز نہیں' اور اگر روٹی کھائی تو تنہا' آپؐ مریض آدمی تھے' عرب آپؐ سے کسی دوا کی تعریف کرتے تھے تو آپؐ اسی سے علاج کرتے تھے اور عجم جس کی تعریف کرتے تھے آپؐ اس سے علاج کرتے تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی اور دن میں دو مرتبہ جَو کی روٹی سے بھی شکم سیر نہ ہوئے اگر ہمیں کوئی طباق بطور ہدیہ بھیجا جاتا تھا جس میں کھجور اور چربی کا برتن ہوتا تو ہم اس سے خوش ہوتے تھے۔

حمید بن ہلال سے مروی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ایک رات کو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بکری کی ایک ران بھیجی میں نے وہ کاٹی اور رسول اللہ ﷺ کی خاطر اسے پکڑے رہی' یا رسول اللہ ﷺ نے کاٹی اور میں پکڑے رہی' عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ بغیر چراغ کے (آپ گوشت کاٹ رہی ہیں) انہوں نے کہا کہ اگر ہمارے پاس چراغ ہوتا تو ہم روٹی اسی سالن کے ساتھ کھاتے' آلِ محمد ﷺ پر ایک ایک مہینہ گزر جاتا ہے کہ نہ وہ روٹی پکاتے ہیں نہ ہانڈی چڑھاتے ہیں حمید نے کہا کہ میں نے صفوان سے بیان کیا تو انہوں نے کہا ان لوگوں پر دو دو مہینے گزر جاتے تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ گھر میں بیٹھی تھی' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بکری کی ایک ران بطور ہدیہ بھیجی' گھر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میں اسے تاریکی میں کاٹ رہی تھی کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ کیا آپ لوگوں کے پاس چراغ نہیں ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اگر ہمارے پاس چراغ جلانے کو تیل ہوتا تو ہم اسے کھاتے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شب کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے یہاں سے ہمارے یہاں ایک ران آئی' میں اسے پکڑے ہوئے تھی اور نبی ﷺ کاٹ رہے تھے' یا نبی ﷺ پکڑے ہوئے تھے اور میں کاٹ رہی تھی' پھر قوم کے ایک شخص نے ان سے کہا کہ ام المومنین کیا اس وقت آپ لوگوں کے پاس چراغ نہیں ہے' انہوں نے کہا کہ اگر ہمارے پاس چراغ ہوتا تو ہم اسے کھاتے (یعنی تیل ہوتا تو اسے کھانے میں استعمال کرتے' پھر بچتا تو چراغ جلاتے)۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی مگر آپ دن میں دو مرتبہ بھی روٹی اور زیتون سے شکم سیر نہ ہوئے۔

نعمان بن بشیر سے مروی ہے کہ میں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کی وسعت رزق و کثرت فتوح کا ذکر کرتے سنا' انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ بھوک کی وجہ سے اپنا دن اس طرح گزارتے تھے کہ ردی کھجوریں بھی نہ ملتی تھیں جس سے اپنا شکم مبارک بھرتے۔

نعمان بن بشیر ایک خطبے میں کہتے تھے کہ لوگو اللہ کا شکر کرو' رسول اللہ ﷺ پر اکثر ایسا دن گزرتا تھا کہ آپؐ ردی کھجور سے بھی شکم سیر نہ ہوتے تھے۔

نعمان بن بشیر منبر پر سے کہتے تھے کہ تمہارے نبی ﷺ ردی کھجور سے بھی شکم سیر نہ ہوتے تھے' اور تم لوگ جملہ اقسام کی کھجور اور مکھن کے بغیر راضی نہیں ہوتے' یا بغیر مختلف اقسام کے لباس کے راضی نہیں ہوتے۔

عمران بن زید المدانی سے مروی ہے کہ میرے والد نے کہا: ہم لوگ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ''اماں سلام علیک'' کہا' انہوں نے ''وعلیک'' کہا اور رونے لگیں' پوچھا' ام المومنین آپ کا رونا کس سبب سے ہے' کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میں سے بعض لوگ قسم قسم کے کھانے کھاتے ہیں' پھر ایسی دوائیں تلاش کرتے ہیں جن سے کھانا ہضم ہو' اس پر مجھے تمہارے نبی ﷺ یاد آ گئے' اور اسی یاد نے مجھے رُلا دیا' آپؐ دنیا سے اس حالت میں گئے کہ شکم مبارک ایک دن میں دو کھانوں سے نہیں بھرا۔ آپؐ جب کھجور سے شکم سیر ہوتے تھے تو روٹی سے شکم سیر نہ ہوتے تھے اور جب روٹی سے شکم سیر ہوتے تھے تو ''کھجور سے شکم سیر نہ ہوتے تھے بس اسی بات نے مجھے رُلایا۔

محمد بن المنکدر سے مروی ہے کہ مجھے عروہ بن زبیر ملے۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

اے ابو عبداللہ' میں نے ''لبیک'' کہا تو انہوں نے کہا کہ میں اپنی اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا وہ بولیں' اے میرے فرزند' میں نے لبیک کہا اس پر وہ کہنے لگیں کہ واللہ ہم لوگ چالیس چالیس رات اس طرح گزارتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں آگ کے نام نہ چراغ روشن ہوتا تھا نہ اور کچھ' میں نے عرض کی کہ اے اماں! پھر آپ لوگ زندہ کیوں کر رہتے تھے انہوں نے کہا کہ پانی اور کھجور سے۔

معاویہ بن قرہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ نبی ﷺ کے ساتھ اس طرح گزارتے تھے کہ سوائے پانی اور کھجور کے کوئی غذا نہ ہوتی تھی۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو بطور ہدیہ کھجور دی گئی' آپؐ اسے ہدیۃً بھیجنے لگے' میں نے آپ کو بھوک کی وجہ سے اکڑوں بیٹھ کر اس میں سے کھاتے دیکھا۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ام سلیم (والدۂ انس) نے انس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کھجور کا ایک طباق محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیجا' انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپؐ اس میں سے مٹھی بھر بھر کے بعض ازواج کو بھیجنے لگے' پھر اس میں سے اس انداز سے نوش فرمایا کہ معلوم ہوتا تھا گویا آپ کو اس کی اشتہاء ہے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے جَو کی روٹی اور چربی پر نبی ﷺ کی دعوت کی تو آپؐ نے قبول فرمالی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کی وفات اسی حالت میں ہوئی کہ ہم لوگ پانی اور کھجور سے بھی شکم سیر نہ ہوئے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ایسے وقت ہوئی کہ لوگ پانی اور کھجور سے پیٹ بھرتے تھے۔

سہل بن سعد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن میں دو مرتبہ شکم سیر نہ ہوئے' یہاں تک کہ آپؐ نے دنیا کو چھوڑ دیا۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے (دسترخوان پر سے) کوئی چیز کبھی نہیں اٹھائی گئی اور نہ آپؐ کے ہمراہ کوئی چٹائی لے جائی گئی جس پر آپؐ بیٹھتے۔ (یعنی سفر میں)۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ روغن زیتون سر میں لگایا' جذب ہونے کے قابل نہ تھا۔

اسماء بنت یزید سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی' اور جس روز آپ کی وفات ہوئی آپ کی زرہ ایک یہودی کے یہاں ایک وسق (تقریباً ۵ من) جو کے عوض رہن تھی۔

ابو حازم سے مروی ہے کہ میں نے سہل بن سعد سے پوچھا کہ کیا یہ چھلنیاں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بھی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اس زمانے میں ایک چھلنی بھی نہیں دیکھی۔

رسول اللہ ﷺ نے تو جو بھی چھنا ہوا نہیں کھایا' یہاں تک کہ آپ نے دنیا کو چھوڑ دیا' میں نے کہا کہ آپ لوگ (جو کو) کیا کرتے تھے' انہوں نے کہا کہ اسے پیس لیتے تھے اس کی بھوسی پھونک دیتے تھے' جو اڑنا ہوتی تھی وہ اڑ جاتی اور جو رہ جاتی تھی اسے رہنے دیتے تھے۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ایسے وقت ہوئی کہ مسلمانوں کے پاس کوئی چھلنی نہ تھی۔

سلمٰی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم لوگوں کے پاس کوئی چھلنی نہ تھی' جب جو پسوائے جاتے تھے تو ہم لوگ اسے صرف پھٹک لیتے تھے۔

ابن رومان سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جو کا آٹا بغیر چھنا کھاتے تھے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: اے اللہ میں تجھ سے بھوک سے پناہ مانگتا ہوں' وہ بری ساتھی ہے۔

ابو جعفر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات نہ ہوئی تاوقتیکہ آپ کی اکثر غذا جو کی روٹی اور کھجور نہ ہوگئی۔

حکیم بن جابر سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک کدو دیکھا گیا تو پوچھا گیا آپ اسے کیا کرتے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ ہم اکثر اسی کو غذا بناتے ہیں جس پر ہمارے عیال کا گزارہ ہوتا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ بھوکے رہا کرتے تھے۔ راوی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ بھوک کیسی ہوتی تھی؟ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ان لوگوں کی کثرت سے جو آپ کو گھیرے رہتے تھے اور مہمانوں کی وجہ سے اور اس قوم کی وجہ سے جو محض اسی سے آپ کے ساتھ رہتی تھی آپ کبھی کوئی کھانا نہ کھاتے تھے۔ جس میں ہمراہ اصحاب اور وہ اہل حاجت جو مسجد سے پیچھے پیچھے ہو لیتے تھے نہ ہوں' جب اللہ نے خیبر فتح کر دیا تو لوگوں کو کسی قدر وسعت ہوگئی' حالانکہ اب تک تنگی تھی اور معاش نہایت دشوار تھی' یہ ایسا ملک تھا جو پتھریلا تھا زراعت نہ ہوتی تھی' باشندوں کی غذا محض کھجور تھی۔ لوگ اسی حالت پر تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینے تشریف لائے' اس روز سے آپ کی وفات تک سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا خوان رسول اللہ ﷺ کے یہاں جاری تھا' سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے انصار بھی یہی کرتے تھے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب بکثرت ہمدردی کرتے تھے' لیکن حقوق بھی کثیر تھے' آنے والوں کی بھی کثرت تھی' ملک میں تنگی تھی کوئی معاش نہ تھی' میوے اور پھل جو نکلتے تھے وہ محض پھلوں کے رس سے نکلتے تھے جن کو لوگ اپنے کندھوں پر لاد کر لاتے تھے یا اونٹ پر اونٹ اس کو کھاتے تھے' اکثر باغوں پر خشک سالی ہو جاتی تھی اس سال وہ پھل بھی نہ ملتے تھے۔

مقدام بن معد یکرب سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پیٹ سے زیادہ برا کوئی برتن نہیں جس کو آدمی بھرے‘ آدمی کو اتنے لقمے کافی ہیں جو اس کی پشت کو قائم رکھیں اگر اسے (اس سے زائد کھانے سے) چارہ کار نہ ہو تو (پیٹ کا) تہائی حصہ اس کے کھانے کے لیے اور تہائی پینے کے لیے اور تہائی سانس کے لیے ہے۔

شمائل نبوی کا حسین منظر

جمالِ مصطفیٰ کی رعنائیاں:

ایک انصاری سے مروی ہے کہ انہوں نے علی رضی اللہ عنہ سے جو مسجد کوفہ میں اپنی تلوار کے پرتلے کو کمر میں لٹکائے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی صفت و کیفیت دریافت کی تو انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ سرخی مائل خوب گورے رنگ کے تھے۔ آپ کی آنکھیں نہایت خوبصورت سیاہ تھیں بال سیدھے (یعنی بغیر گھونگر کے) تھے۔ ریش مبارک خوب گھنی تھی رخسارہ بھرا ہوا نہ تھا۔ بال کانوں تک تھے (یعنی پٹے تھے) سینہ و شکم کے بال باریک تھے۔ گردن چاندی کا لوٹا معلوم ہوتی تھی‘ سینے سے ناف تک شاخ کی طرح بال تھے‘ سینہ و شکم میں اس کے سوا کوئی بال نہ تھا ہتھیلی بھری ہوئی تھی جب چلتے تھے تو اس انداز سے کہ گویا انحدار فرما رہے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا پتھر کی چٹان سے اتر رہے ہیں جب مڑتے تھے تو پورے مڑتے تھے (یعنی صرف گردن پھیر کر نہیں دیکھتے تھے) آپ کے چہرے کا پسینہ موتی معلوم ہوتا تھا پسینے کی خوشبو تیز خوشبو والی مشک سے بھی زیادہ پاکیزہ تھی‘ نہ پست قامت تھے نہ بلند و بالا‘ نہ کسی کام میں عاجز تھے اور نہ بد خلق (خلاصہ یہ کہ) میں نے آپ کا مثل نہ آپ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بڑے سر‘ بڑی آنکھ‘ لمبی پلک آنکھ میں بڑی سرخی‘ گھنی داڑھی اور چمکتے رنگ والے تھے‘ جب آپ چلتے تھے تو اس طرح جھک جاتے تھے کہ گویا کسی بلندی پر چل رہے ہیں‘ اور جب مڑتے تھے تو پورے مڑتے تھے‘ آپ کی ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت تھے۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نہ تو بلند قامت تھے نہ پست قد‘ سر بڑا اور داڑھی گھنی تھی‘ ہتھیلی اور قدم پر گوشت تھے‘ رنگ میں خوب سرخی کی آمیزش تھی مونڈھے پر گوشت تھے سینہ و شکم کے بال دراز تھے‘ جب آپ چلتے تو بلندی پر چلنے کی طرح چلتے تھے گویا نشیب میں اتر رہے ہیں‘ نہ میں نے آپ سے پہلے آپ کا مثل دیکھا نہ آپ کے بعد۔

یوسف بن مازن الراسبی سے مروی ہے کہ کسی نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم سے نبی ﷺ کا حلیہ بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا کہ نہ تو آپ مائل بہ بلندی تھے اور نہ متوسط اندام سے زیادہ تھے مجمع میں سب سے بلند نظر آتے تھے‘ رنگ بہت زیادہ گورا اور سر بڑا تھا۔ حسین اور کشادہ ابرو تھے‘ پلکیں طویل تھیں‘ ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت تھے۔ جب چلتے تھے تو جھک جاتے تھے گویا نشیب میں اتر رہے ہیں‘ چہرے پر پسینہ موتی معلوم ہوتا تھا‘ نہ میں نے آپ ﷺ سے پہلے آپ کا مثل دیکھا نہ آپ کے بعد۔

بے مثل سراپا:

ابراہیم بن محمد سے مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ ﷺ کی تعریف کرتے تھے تو کہتے تھے کہ نہ تو آپ انتہائی طویل تھے اور نہ کچھ ایسے پست قامت' آپ قوم سے بلند رہتے تھے بال نہ تو بالکل گھونگریالے تھے اور نہ محض سیدھے' بلکہ ایسے گھونگریالے تھے جو متوسط تھے' نہ تو آپ بہت لاغر تھے اور نہ پیشانی و چہرہ بہت پر گوشت تھا' آپ کے چہرے میں گولائی تھی۔ خوب گورے تھے' آنکھیں خوب صورت اور سیاہ تھیں پلکیں طویل تھیں' سر اور دونوں شانے کے درمیان کی جگہ فراخ تھی (یعنی سینہ خوب چوڑا تھا) بدن پر بال نہ تھے' سینے سے ناف تک بال تھے' ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت تھے' چلتے تھے تو اس طرح جھک کر کہ معلوم ہوتا تھا گویا نشیب میں جا رہے ہیں' مڑتے تھے تو پورے مڑ جاتے تھے' دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی آپ خاتم النبیین تھے' ہاتھ کے سب سے زیادہ سخی' دل کے سب سے زیادہ قوی اور زبان کے سب سے زیادہ سچے تھے' آپ سب سے زیادہ ذمہ داری کے پورا کرنے والے تھے' طبیعت میں سب سے زیادہ نرم اور میل جول میں سب سے زیادہ گرم تھے جو شخص یکایک آپ کو دیکھتا تو آپ سے مرعوب ہو جاتا تھا اور جسے صحبت و مخاطبت کا شرف حاصل ہوتا وہ محبت کرنے لگتا تھا۔ آپ کی تعریف کرنے والا کہتا تھا کہ نہ میں نے آپ کے پہلے آپ کا مثل دیکھا نہ بعد۔

عبید اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی کہ علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ اے ابوالحسن ہم سے نبی ﷺ کی تعریف کیجئے تو انہوں نے کہا کہ آپ خوب گورے تھے' سفیدی میں سرخی کی آمیزش تھی پلکیں طویل تھیں آنکھیں سیاہ تھیں نہ آپ پست قد تھے نہ بلند و بالا' البتہ قد مائل بہ بلندی تھا' شانے بڑے تھے' سینے پر بال تھے نہ تو آپ کے بال گھونگریالے تھے نہ سیدھے' ہتھیلی اور قدم پر گوشت تھے' جب آپ چلتے تھے تو اس طرح جھک کر چلتے تھے کہ گویا بلندی پر چل رہے ہیں' چہرے پر پسینہ موتی معلوم ہوتا تھا۔ میں نے نہ آپ کے قبل کوئی آپ کا مثل دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن بھیجا تھا' میں ایک روز لوگوں کو خطبہ سنا رہا تھا کہ علمائے یہود میں سے ایک عالم اپنے ہاتھ میں ایک کتاب لیے کھڑا اس میں دیکھ رہا تھا' اس نے مجھے پکارا اور کہا کہ ہم سے ابوالقاسم کا حلیہ بیان کیجئے۔

علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نہ تو پست قد ہیں اور نہ نمایاں بلند قامت بال نہ بالکل گھونگریالے ہیں نہ سیدھے بلکہ دونوں کے درمیان ہیں' اور سیاہ ہیں سر بڑا ہے رنگ میں سرخی ہے' شانوں کے درمیان ہڈیاں بڑی ہیں' ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت ہیں سینے سے ناف تک کے بال طویل ہیں' پلکیں لمبی ہیں اور ابرو باہم ملی ہوئی ہیں' پیشانی کشادہ ہے دونوں شانوں کے درمیان بہت فاصلہ ہے' جب آپ چلتے ہیں تو اس طرح جھک کر چلتے ہیں کہ گویا نشیب میں اتر رہے ہیں' نہ میں نے آپ کے پہلے آپ کا مثل دیکھا اور نہ آپ کے بعد کوئی آپ کا مثل دیکھا۔

علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ خاموش ہو گیا پھر پوچھا کہ اور کیا ہے' میں نے کہا کہ یہی مجھے یاد ہے' اس عالم نے کہا کہ آپ کی

آنکھوں میں سرخی ہے داڑھی خوب صورت اور چہرہ حسین ہے کان پورے ہیں آپؐ سامنے بھی پورے متوجہ ہوتے ہیں اور پیچھے بھی (یعنی صرف گردن پھیر کر نہیں دیکھتے بلکہ کسی طرف دیکھنا ہوتا ہے تو سارا بدن اسی طرف پھیر لیتے ہیں)۔

علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ آپ کی یہی صفت ہے عالم نے کہا کہ اور بھی ہے۔ پوچھا وہ کیا عالم نے کہا کہ آپؐ میں آگے کی طرف جھکاؤ ہے علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہی وہ بات ہے جو میں نے اس طرح تم سے بیان کی آپؐ اس طرح چلتے ہیں گویا نیچے اتر رہے ہیں اس عالم نے کہا کہ میں یہی صفت اپنے والد کی کتاب میں پاتا ہوں اور میں آپؐ کے متعلق یہ بھی پاتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے حرم وامن و بیت اللہ سے مبعوث ہوں گے پھر آپؐ ایک ایسے حرم کی طرف ہجرت کریں گے جس کو آپؐ خود حرم بنائیں گے اور اس کی حرمت بھی ایسی ہی ہوگی جیسی حرمت اس حرم کی ہے جس کو اللہ نے حرم بنایا ہے۔ ہم آپؐ کے ان انصار کو جن کے پاس آپؐ نے ہجرت فرمائی ہے اولاد عمر بن عامر کی ایک قوم پاتے ہیں جو کھجور کے باغ والے ہیں۔ ان سے قبل اس زمین کا باشندہ یہود کو پاتے ہیں۔

علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپؐ ایسے ہی ہیں اور وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس عالم نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے نبی اور تمام انسانوں کی طرف اللہ کے رسول ہیں۔ بس اسی عقیدے پر میں زندہ رہوں گا اور اسی پر مروں گا اور ان شاء اللہ اسی پر (قیامت میں) اٹھایا جاؤں گا پھر وہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتے تھے اور علی رضی اللہ عنہ انہیں قرآن سکھاتے تھے اور شرائع اسلام بتاتے تھے اس کے بعد علی رضی اللہ عنہ اور وہ عالم وہاں سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ اس (عالم) کی وفات ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوئی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے اور آپ کی تصدیق کی تھی۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے بلند تھے نہ تو آپؐ بہت دراز قد تھے نہ پست قامت نہ ایسے گورے جو بالکل سفید ہوں اور نہ سیاہی مائل گندم گوں (بلکہ سرخی مائل تھے) نہ آپؐ کے بال بالکل گھونگریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے تھے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گورے اور چمک دار نورانی رنگ کے تھے جب آپ چلتے تھے تو آگے کو جھک کر چلتے تھے میں نے حریر نہ دیبا (ریشم) نہ اور کوئی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم پائی نہ میں نے آپ کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار مشک یا عنبر سونگھا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گندمی رنگ کے تھے میں نے کوئی مشک یا عنبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار نہیں سونگھا۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر گوشت تھے۔ آپ کو پسینہ بہت آتا تھا میں نے آپؐ کے بعد آپ کا مثل نہیں دیکھا۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ پست قد تھے نہ بلند قامت۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی پر گوشت تھی اور قدم بھی۔ آپؐ خوبصورت تھے میں نے آپؐ

کے بعد آپ کا مثل نہیں دیکھا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی باہیں لمبی تھیں' دونوں شانوں کے درمیان بہت فاصلہ تھا' آپؐ پورے آگے کی طرف پھرتے اور پورے پیچھے کی طرف میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں' آپؐ نہ بدخلق تھے' نہ بدزبان' اور نہ بازاروں میں بکواس کرنے والے۔

محمد بن سعید المسیب سے مروی ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب کسی اعرابی کو یا کسی ایسے شخص کو دیکھتے تھے جس نے نبی ﷺ کو نہیں دیکھا تھا تو کہتے تھے کہ کیا میں تم سے نبی ﷺ کی تعریف نہ بیان کروں؟ آپؐ کے قدم پر گوشت تھے' پلکیں لمبی تھیں اور گورے تھے۔

محبوب خدا ﷺ کی دلربا ادائیں:

آپؐ ایک دم سے سامنے متوجہ ہوتے تھے اور ایک دم سے پیچھے مڑتے تھے میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں آپ کا مثل نہ میں نے پہلے دیکھا نہ بعد کو۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے کوئی چیز رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھی عارض منور گویا ایک درخشندہ آفتاب تھا' رسول اللہ ﷺ سے زیادہ تیز رفتار کسی کو نہیں دیکھا گویا آپؐ کے لیے زمین لپیٹ دی جاتی تھی' ہم لوگ اپنے آپ کو (اتنا تیز چلنے کے لیے) مشقت میں ڈالتے تھے' آپؐ بے ساختہ چلتے تھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت تھے پنڈلیاں اور کلائیاں بڑی تھیں' دونوں شانے موٹے تھے اور شانوں کے درمیان بہت فاصلہ تھا سینہ بھی خوب چوڑا تھا سر کے بال نہ سیدھے تھے نہ گھونگریالے' پلکیں لمبی اور داڑھی خوب صورت تھی' کان پورے تھے' مجمع میں بلند نظر آتے تھے' نہ دراز قد' نہ پست قامت' سب لوگوں سے زیادہ خوش رنگ تھے' ایک دم سے آگے مڑتے تھے اور ایک دم سے پیچھے مڑتے تھے۔ میں نے تو آپ کا مثل نہ دیکھا نہ سنا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کی پلکیں لمبی تھیں' کولے گورے تھے' جب سامنے مڑتے تو پورے مڑتے تھے اور جب پیچھے مڑتے تھے تو پورے مڑتے تھے' میری آنکھ نے تو نہ آپ کا مثل دیکھا اور نہ ہرگز کبھی دیکھے گی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا عارض منور آفتاب کی طرح روشن تھا' اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ تیز رفتار کسی کو نہیں دیکھا' گویا زمین آپؐ کے لیے لپیٹ دی جاتی تھی' ہم لوگ کوشش کرتے تھے کہ آپ کو پالیں اور آپؐ بے ساختہ چلتے تھے۔

حسن کامل کا مرقع کامل:

بنی عامر کے ایک شخص سے مروی ہے کہ ابو امامہ الباہلی کے پاس آئے اور کہا کہ اے ابو امامہ آپ عرب ہیں' جو کچھ بیان کریں گے اسے کافی شافی بیان کریں گے' لہٰذا مجھ سے رسول اللہ ﷺ کا ایسا وصف بیان کیجئے کہ گویا میں آنحضرت ﷺ کو دیکھ

رہا ہوں۔

ابوامامہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ایسے گورے رنگ کے تھے جس میں سرخی غالب تھی' آنکھیں سیاہ وخوبصورت تھیں' پلکیں لمبی تھیں۔ شانے موٹے تھے' بانہوں اور سینے پر بال تھے' ہاتھ پاؤں پر گوشت تھے' سینے پر ناف تک بالوں کی لکیر تھی' مردوں میں آپؐ سے لمبے بھی تھے اور ٹھگنے بھی تھے (یعنی آپؐ متوسط اندام تھے) لباس میں دوسحوی (کچے سوت کی) چادریں تھیں' تہد آپ ﷺ کے گھٹنے سے تین چار اُنگل نیچے رہتی تھی' جب آپؐ چادر اوڑھتے تو اسے لپیٹتے نہ تھے' بغل کے نیچے کر لیتے تھے' چلتے تو اس طرح جھک کر چلتے کہ گویا بلندی پر چل رہے ہیں' جب آپؐ مڑتے تو پورے بدن سے مڑتے تھے' آپ ﷺ کے شانوں کے درمیان خاتم نبوت تھی۔

عامری نے کہا کہ آپ نے تو اس طرح مجھ سے وصف بیان کیا کہ اگر آنحضرت ﷺ سب لوگوں میں ہوتے جب بھی میں آپ کو ضرور پہچان لیتا۔

جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دہانہ بڑا تھا' اور ایڑی میں گوشت بہت کم تھا۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کا وصف بیان کیا تو ان سے ایک شخص نے کہا کہ کیا آنحضرت ﷺ کا چہرہ مثل تلوار کے تھا تو جابر نے کہا کہ شمس وقمر کی طرح گول تھا۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ' سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بلند نظر آتے تھے' آپؐ کے شانوں کے درمیان کا فاصلہ بہت تھا' بال کان کی لو تک پہنچ جاتے تھے اور بدن پر سرخ لباس تھا۔

براء سے مروی ہے کہ آپؐ کے شانوں کے درمیان بہت فاصلہ تھا نہ آپؐ پست قد تھے نہ بلند قامت۔

یزید الفارسی سے مروی ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے امیر بصرہ ہونے کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ شیطان کو میرے مشابہ بننے کی طاقت نہیں' اس لیے جس نے مجھے (میرے واقعی حلیے کے ساتھ) خواب میں دیکھا تو اس نے مجھی کو دیکھا' تو کیا تم اس شخص کا جس کو تم نے خواب میں دیکھا ہے حلیہ بیان کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں' میں آپؐ سے بیان کرتا ہوں۔

میں نے ایک شخص کو دیکھا جو دو آدمیوں کے بیچ میں ہیں (یعنی صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کے) ان کا جسم وگوشت گندم گوں مائل بہ سفیدی ہے' حسین دہن ہے' آنکھیں سرمہ آلود ہیں' چہرے کے خط وخال خوبصورت ہیں' داڑھی یہاں سے یہاں تک بھری ہوئی ہے (ایک کنپٹی سے دوسری کنپٹی تک اشارہ کیا) یہاں تک کہ سینے کو بھرے دے رہی ہے۔ عوف (راوی) نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ اس کے ساتھ اور کیا تعریف تھی' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اگر تم آنحضرت ﷺ کو بیداری میں دیکھتے تو اس سے زیادہ آپ کی صفت نہ بیان کر سکتے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے عیسیٰ وموسیٰ وابراہیم علیہم السلام کو دیکھا' عیسیٰ علیہ السلام

تو گھونگریالے بال کے سرخ رنگ کے اور چوڑے سینے کے تھے' موسیٰ علیہ السلام گندم گوں خوبصورت جسم والے اور سیدھے بال والے تھے' جیسے رُط (جاٹ) ہوتے ہیں لوگوں نے عرض کی کہ ابراہیم علیہ السلام (کیسے تھے) فرمایا کہ اپنے صاحب یعنی خود آنحضرت ﷺ کو دیکھ لو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ بغیر پورے بدن کے نہ مڑتے تھے' جب چلتے تھے تو اس طرح اطمینان سے کہ آپؐ میں سستی نہ ہوتی تھی۔

جریری سے مروی ہے کہ میں ابی طفیل کے ہمراہ بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا' انہوں نے کہا کہ میرے سوا کوئی شخص زندہ نہیں رہا۔ جس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہو' پوچھا کیا آپ نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے؟ کہا کہ ہاں' میں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کی کیا صفت تھی' انہوں نے کہا کہ آپ گورے خوبصورت اور میانہ قد کے تھے۔

جریری سے مروی ہے کہ میں نے ابی الطفیل سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے تو انہوں نے کہا کہ ہاں۔ آنحضرت ﷺ گورے اور خوب صورت تھے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ سخی' زیادہ بہادر' زیادہ شجاع و دلیر' اور زیادہ نورانی و پاک صاف کسی کو نہیں دیکھا۔

زیاد مولائے سعد سے مروی ہے کہ میں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے خضاب لگایا؟ انہوں نے کہا کہ نہیں' آپؐ نے تو اس کا قصد بھی نہیں کیا' آپ کا بڑھاپا آپ کی ٹھڈی اور نیچے والے ہونٹ کے درمیان اور آپ کی پیشانی میں تھا (یعنی یہاں کے چند بال سفید ہوئے تھے) اگر میں ان (سفید بالوں) کو گننا چاہتا تو گن سکتا تھا' میں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کی صفت (حلیہ) کیا تھی؟

انہوں نے کہا کہ آپؐ نہ تو لمبے تھے نہ پست قد' نہ بہت زیادہ گورے اور نہ گندم گوں (سانولے) نہ بال بالکل سیدھے تھے نہ بالکل گھونگریالے' داڑھی بہت خوب صورت اور پیشانی کشادہ تھی' رنگ میں سرخی ملی ہوئی تھی' انگلیاں پر گوشت تھیں' سر اور داڑھی کے بال نہایت سیاہ تھے۔

عامر بن سعد نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ (نماز کے بعد) داہنی طرف اس طرح سلام پھیرتے تھے یہاں تک کہ آپؐ کے رخسارے کا گوراپن نظر آتا تھا (یعنی اس طرح مڑتے تھے کہ صف والے آپؐ کے رخسار دیکھتے تھے)۔

شیخ بنی کنانہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ گورے' قوم میں بلند اور سب سے حسین تھے۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سرخی مائل گورے تھے' انگلیاں پر گوشت تھیں' نہ بلند قامت ہی تھے نہ پست قد' بال نہ تو بالکل سیدھے تھے نہ بالکل گھونگریالے جب چلتے تھے تو لوگ آپؐ کے پیچھے دوڑتے تھے' تم آپ کا مثل کبھی نہ دیکھو گے۔

ابی الطفیل سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ کے روز دیکھا' نہ تو چہرے کے شدید گورے پن کو کبھی

بھولوں گا اور نہ بالوں کی شدید سیاہی کو وہ لوگ بھی ہیں جو آپؐ سے زیادہ لمبے ہیں اور وہ لوگ بھی ہیں جو آپؐ سے زیادہ پست قد ہیں۔ آپؐ پیادہ چل رہے تھے اور لوگ بھی پیادہ چل رہے تھے میں نے اپنی والدہ خولہ سے کہا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں' پوچھا آپ کا لباس کیا تھا' انہوں نے کہا کہ وہ مجھے اب یاد نہیں۔

ام بلال سے مروی ہے کہ میں نے جب کبھی رسول اللہ ﷺ کا شکم مبارک دیکھا تو مجھے تہ کیے ہوئے کاغذ ضرور یاد آ گئے جو ایک دوسرے پر ہوتے ہیں۔

ابوایوب بن خالد سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ان سے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرح کوئی آدمی مستعد نہیں دیکھا' آپ ﷺ مثل نصف چاند کے تھے۔

عبداللہ بن بریدہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قدم سب سے خوبصورت تھے۔

ابراہیم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنا بایاں پاؤں پھیلا دیتے تھے' یہاں تک کہ اس کا ظاہری حصہ سیاہ نظر آتا تھا۔

محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی گرفت نہایت مضبوط تھی۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی' سب سے زیادہ بہادر سب سے زیادہ خوبصورت گورے اور خوش رنگ تھے۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی مونچھیں کترواتے تھے' اور آپؐ سے پہلے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بھی اپنی مونچھیں کترواتے تھے۔

عوف سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہنستے نہ تھے صرف مسکراتے تھے' اور پلٹتے تھے تو پورے بدن سے پلٹتے تھے (صرف گردن نہ پھیرتے تھے)۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مڑتے تھے تو پورے بدن سے مڑتے تھے۔

قتادہ سے مروی ہے کہ اللہ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جو خوش آواز اور خوب صورت نہ ہو' سب سے آخر میں تمہارے نبی کو بھیجا۔ آپ بھی خوبصورت و خوش آواز تھے' آپؐ (قراءت میں) گٹکری نہ کرتے تھے البتہ کسی قدر مد کرتے تھے۔

نافع بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میرا بدن بھاری ہو گیا ہے' لہٰذا تم لوگ نماز کے قیام اور رکوع و سجود میں مجھ سے سبقت نہ کرو۔ (یعنی میرے قیام و رکوع و سجود کے بعد کیا کرو' کیونکہ امام سے پہلے جائز نہیں)۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کوئی نماز بیٹھ کر نہ پڑھتے جب سن دراز ہوا تب بیٹھنے لگے' یہاں تک کہ جب سورت کی تیس یا چالیس آیتیں رہ جاتی تھیں تو اٹھ کر پڑھتے تھے اور سجدہ کرتے تھے۔

عبیداللہ بن عبداللہ بن اقرم الخزاعی سے مروی ہے کہ مجھ سے والد نے بیان کیا کہ وہ اپنے والد کے ساتھ ایک سخت مین کے ہموار میدان میں تھے' جو سرزمین ''عزہ'' میں تھا' ہمارے پاس سے ایک رسالہ گزرا' ان لوگوں نے راستے کے کنارے قیام کیا مجھ سے والد نے کہا کہ نماز شروع کی گئی' اتفاق سے ان لوگوں میں رسول اللہ ﷺ بھی تھے' ان لوگوں کے ساتھ میں نے

بھی نماز پڑھی' وہ منظر میری آنکھوں میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ سجدہ کرتے تھے تو گویا میں آپ کی دونوں بغلوں کے بال دیکھتا تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بحالت سجدہ شکم کو زمین سے دور کیے ہوئے دیکھا' اور میں نے آپ کے بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تھے تو بغل کی سفیدی نظر آتی تھی۔

میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تھے تو اپنے ہاتھ دور رکھتے تھے یہاں تک کہ جو آپ کے پیچھے ہوتا تھا وہ آپ کی بغل کی سفیدی دیکھتا تھا۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب سجدہ کرتے تھے تو آپ کی بغل کی سفیدی نظر آتی تھی۔ ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ منظر میری آنکھوں میں ہے کہ نبی ﷺ جب سجدے میں ہوتے تھے تو آپ کے کولوں کی سفیدی نظر آتی تھی۔

ابراہیم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تھے تو آپ کی بغل کی سفیدی نظر آتی تھی۔

ابی اسحاق سے مروی ہے کہ ہم سے براء رضی اللہ عنہ نے (رسول اللہ ﷺ کی نماز کی) صفت بیان کی' وہ اپنی ہتھیلیوں پر ٹک گئے' سرین بلند کر دیئے۔ اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح سجدہ کرتے تھے۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیشانی کے بالائی حصے سے مع پیشانی کے بالوں کی جڑ کے سجدہ کرتے تھے۔

جمال رسالت کا بیان بزبان سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما:

حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ التمیمی سے دریافت کیا' وہ رسول اللہ ﷺ کا حلیہ بیان کیا کرتے تھے میں چاہتا تھا کہ مجھ سے بھی کچھ بیان کریں' اس لیے میں ان کے ساتھ رہتا تھا۔

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ بڑے بزرگ و محترم و معظم تھے' چہرۂ مبارک اس طرح چمکتا تھا جس طرح چاند چودھویں شب کو چمکتا ہے' متوسط قد والے سے لمبے اور دراز قد والے سے چھوٹے تھے سر مبارک بڑا تھا' بال نہ گھونگریالے تھے نہ بالکل سیدھے' جب بال بکھرتے تھے تو کنگھی کر لیتے تھے لیکن اگر بڑھاتے تھے تو کانوں کی لو سے آگے نہ بڑھتے تھے' رنگ خوبصورت اور چمکدار تھا پیشانی کشادہ تھی' ابرو باریک اور دراز تھیں' ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصے کی حالت میں متحرک ہو جاتی تھی۔ ناک ایسی تھی کہ بیچ سے بانسہ ابھرا ہوا تھا' اور نتھنے چھوٹے چھوٹے تھے' آپ کا ایک نور تھا جو ناک کے اوپر اس طرح تھا کہ جو شخص اس پر غور نہ کرے وہ سمجھے کہ آپ کی ناک ہی اتنی بلند ہے' داڑھی گھنی تھی' دہانہ بڑا تھا' دانت باہم ملے ہوئے نہ تھے' سینے پر بالوں کی لکیر باریک تھی گردن لمبی اور خوبصورت تھی' اس میں خون کی سی خوبصورت سرخی تھی جو صفائی میں چاندی کی طرح تھی' مزاج معتدل تھا' بدن

بھاری بڑے ضابطہ و متحمل تھے' سینہ اور پیٹ برابر تھا (یعنی ناف ابھری ہوئی نہ تھی) سینہ چوڑا تھا' دونوں شانوں کے درمیان بہت فاصلہ تھا' پنڈلیاں موٹی تھیں' آپؐ نہایت نورانی و مستقل مزاج تھے گلے سے ناف تک خط کی طرح بالوں کا سلسلہ تھا' شکم و پستان پر بال نہ تھے' اس کے علاوہ شانوں اور بانہوں پر اور سینے کے بلند حصوں پر بال تھے۔ ہاتھ کے گٹے لمبے تھے' ہتھیلی کشادہ اور' ہڈیاں معتدل تھیں' ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت تھے' ہاتھ پاؤں لمبے تھے' تلوے زمین پر نہ لگتے تھے' دونوں قدم ہموار تھے جن سے پانی دور رہتا تھا' جب چلتے تھے تو اترنے والے کی طرح اور قدم اس طرح ڈالتے تھے جیسے نشیب میں اتر رہے ہیں' بڑے وقار سے چلتے تھے بڑے تیز رفتار تھے جب چلتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ نیچے اتر رہے ہیں' اور جب مڑتے تھے تو پورے بدن سے مڑتے تھے' آنکھ نیچی رکھتے تھے۔ نگاہ جتنی دیر آسمان کی طرف رہتی تھی' یعنی آپ کی اکثر نظر مراقبہ تھا' (ہر کام میں) اصحاب سے آگے رہتے تھے جو شخص آپؐ سے ملتا تھا تو آپؐ ہی سلام میں سبقت فرماتے تھے۔

حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے (اپنے ماموں سے) کہا کہ مجھ سے آنحضرت ﷺ کی گفتگو کی صفت بھی بیان کیجئے تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ برابر حزن میں رہتے تھے' ہمیشہ سوچا کرتے تھے' آپ کو کوئی راحت نہ تھی' بے ضرورت کلام نہ فرماتے تھے' اکثر خاموش رہتے تھے' کلام کی ابتداء وانتہاء نہایت بلیغ طریقے پر کرتے تھے' جامع کلام فرماتے تھے جس میں کار آمد حصہ ہوتا تھا بے کار نہ ہوتا تھا اور نہ کوئی کمی ہوتی تھی' آپ خلیق تھے' درشت خو نہ تھے نعمت کی عظمت میں کمی نہ فرماتے' اگر وہ حقیر ہوتی تو نہ اس کی مذمت کرتے تھے نہ ذائقہ کی برائی اور اس کی تعریف بھی نہ فرماتے' آپ کو دنیا اور جو کچھ دنیا کے لیے ہو ناراض نہ کرتا تھا (آپ کی ناراضی صرف دین کے لیے ہوتی تھی) جب کوئی حق دیا جاتا تھا تو نہ اسے کوئی جانتا تھا اور نہ اس کے تلف ہونے پر کوئی شہادت ہوتی تھی تاوقتیکہ آپ اس کے مددگار نہ ہوتے' آپ اپنی ذات کے لیے ناراض نہ ہوتے تھے اور نہ اس کے لیے انتقام لیتے تھے جب اشارہ کرتے تھے تو اپنی پوری ہتھیلی سے اشارہ کرتے تھے' اور جب تعجب کرتے تھے تو ہتھیلی کو پلٹ دیتے تھے' جب بات کرتے تھے تو ہتھیلی کو ملا کر داہنی ہتھیلی کو بائیں انگوٹھے کے اندرونی حصے میں مارتے تھے' ناخوش ہوتے تو منہ پھیر لیتے اور رُخ بدل لیتے' خوش ہوتے تو آنکھ جھکا لیتے تھے آپ کی اکثر ہنسی مسکراہٹ تک ہوتی تھی' اور جب ہنستے تھے تو اولے کی طرح چمک دار دانتوں سے ہنستے تھے۔

حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ایک زمانے تک اس کو حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے پوشیدہ رکھا' جب ان سے بیان کیا تو معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے اس بات کو معلوم کر چکے ہیں۔ اور میں نے جو کچھ اپنے ماموں سے پوچھا وہ بھی پوچھ چکے ہیں' مجھے معلوم ہوا کہ وہ اپنے والد سے آنحضرت ﷺ کی آمد و رفت و نشست و برخاست اور شکل و صورت پوچھ چکے ہیں' اور انہوں نے اس میں سے کوئی بات چھوڑی نہیں ہے۔

حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے نبی ﷺ کی تشریف آوری کو دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ کو اپنی ذات کے لیے (گھر میں) تشریف لانے کی (اللہ کی طرف سے) اجازت تھی' جب آپ مکان میں ٹھہرتے تھے تو اس تشریف فرمائی کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے تھے۔

(وقت قیام کا) ایک حصہ اللہ کے لیے ایک حصہ اہل بیت (یعنی ازواج) کے لیے اور ایک حصہ اپنی ذات کے لیے اپنے حصے کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے تھے ان لوگوں سے کوئی چیز ذخیرہ نہ کرتے تھے۔

عادت تھی کہ اہل فضل و کمال کو اپنی مجلس میں ترجیح دیتے اور بقدر ان کی دینی فضیلت کے ان کی قدر کرتے ان میں بعض ایسے تھے جو ایک حاجت والے تھے' بعض دو حاجت والے اور بعض دو سے زائد حاجت والے' آپؐ ان کے ساتھ مشغول رہتے اور خود انہیں سے ان باتوں کو دریافت کر کے جو ان کے اور امت کے لیے بہتر ہوتی تھیں اور ان امور کو بتا کے جو ان کے لیے مناسب ہوتے انہیں بھی مشغول رکھتے تھے' فرماتے کہ جو حاضر ہے وہ ان امور کو غائب تک پہنچا دے اور میرے پاس اس شخص کی حاجت پہنچا دیا کرو جو خود اپنی حاجت مجھ تک نہ پہنچا سکے تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کو ثابت قدم رکھے گا' آپؐ کے یہاں سوائے ایسے امور کے کوئی ذکر نہ ہوتا اور نہ آپ کسی کی کوئی بات اس کے سوا قبول فرماتے' لوگ طالب بن کر آتے' بغیر خاص مذاق لیے ہوئے نہ جاتے' اور رہبر و مطلوب بن کر نکلتے تھے۔

حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ کے باہر آنے کو پوچھا کہ آپ کیا کرتے تھے تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی زبان روکے رہتے سوائے ایسی باتوں کے جو لوگوں کے لیے مفید ہوتیں' ان میں الفت پیدا کرتیں' اور افتراق یا نفرت سے بچاتیں۔ آپؐ ہر قوم کے بزرگ کا اکرام فرماتے' اور اسی کو ان لوگوں کا والی بناتے تھے۔

لوگوں سے پرہیز فرماتے' ان سے بچتے بغیر اس کے کہ کسی سے اپنا رخ یا اخلاق بدلیں' اصحاب کی غم خواری فرماتے اور لوگوں سے خبریں دریافت فرماتے' اچھائی کی تعریف و تائید کرتے اور برائی کی مذمت کر کے اسے کمزور و سست بنا دیتے۔

ہر امر میں معتدل تھے۔ کسی عادت میں اختلاف نہ تھا' لوگوں کی غفلت کے خوف سے غافل نہ ہوتے تھے' ہر صورت حال کے لیے تیار رہتے حق سے کوتاہی نہ فرماتے' قرض حد سے نہ گزرتا کہ لوگ آپ کی مدد کریں۔

آپؐ کے نزدیک سب سے بہتر و افضل وہ لوگ تھے جن کی خیر خواہی سب سے زیادہ عام ہوتی اور سب سے بڑے مرتبے والے وہ لوگ تھے جو ہمدردی و مددگاری میں سب سے اچھے ہوتے۔

حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ کی مجلس کو دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ بغیر ذکر الٰہی کے نہ اٹھتے تھے نہ بیٹھتے تھے' مکانوں میں قیام نہ کرتے' اور ان میں قیام سے منع فرماتے۔

جب کسی قوم کے پاس پہنچتے تو وہیں بیٹھ جاتے تھے جہاں مجلس آپ کو پہنچائے (یعنی لوگوں پر سے پھاندتے نہ تھے بلکہ خالی جگہ جو سب سے آگے ملتی تھی وہیں بیٹھ جاتے تھے) اور اسی کا حکم دیتے تھے۔ اپنے ہر ہمنشیں کو (جگہ میں) اس کا حصہ دیتے تھے کوئی یہ خیال نہیں کرتا تھا کہ آپؐ کے نزدیک اس سے زیادہ قابل احترام دوسرا ہے۔

جو شخص کسی ضرورت سے آپؐ کے پاس بیٹھ جاتا یا آپؐ کے ساتھ کھڑا ہو جاتا تو آپؐ اس کے ساتھ رُکے رہتے یہاں تک کہ وہ خود ہی واپس ہو جائے اور جب کوئی شخص آپؐ سے کسی حاجت کا سوال کرتا تو آپؐ اسے یا تو اس کے ساتھ واپس کرتے

تھے یا نرم جواب کے ساتھ' آپ کا خلق وکرم سب لوگوں پر وسیع تھا' آپ ان کے لیے باپ تھے' حق میں آپ کے نزدیک سب برابر تھے۔

آپ کی مجلس صبر وحیاء وحلم وامانت کی مجلس تھی' جس میں آوازیں بلند نہ ہوتی تھیں نہ گھر والوں کا عیب بیان کیا جاتا تھا نہ لوگوں کی کمزوریوں کی اشاعت کی جاتی تھی سب کے ساتھ مساوات کا سلوک ہوتا' جو فضیلت پاتے تقویٰ کی وجہ سے فضیلت پاتے' متواضع رہتے' بڑوں کا وقار ملحوظ رکھتے چھوٹوں پر رحم کرتے' صاحب حاجت کے ساتھ ایثار اور مسافر کی نگہداشت کرتے تھے۔

حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اپنے ہمنشینوں میں آنحضرت ﷺ کی سیرت کیسی تھی؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ خندہ پیشانی رہنے والے' نرم اخلاق والے' سہولت کی زندگی بسر کرنے والے تھے' نہ تو درشت خو تھے نہ بدمزاج' نہ بکواس کرنے والے' نہ بے ہودہ بکنے والے نہ عیب جوئی کرنے والے' جس چیز کی خواہش نہ ہوتی اس سے تغافل برتتے نہ اس کا عیب بیان کرتے تھے اور نہ اس کی رغبت ظاہر فرماتے تھے۔

تین چیزیں آپ نے خود ترک فرما دی تھیں' شک کرنا' مال کثیر جمع کرنا' اور غیر مفید باتیں کرنا' تین چیزوں سے آپ ﷺ نے لوگوں کو چھوڑ دیا تھا' آپ کسی کی مذمت نہیں کرتے تھے' نہ کسی کو عار دلاتے تھے' اور نہ کسی کی پوشیدہ بات کا تجسس کرتے تھے۔

صرف وہی کلام کرتے جس میں آپ کو ثواب کی امید ہوتی تھی جب آپ کلام کرتے تھے تو اہل مجلس اس طرح خاموش ہو جاتے تھے جیسے ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھتی ہیں (کہ ذرا بولیں گے تو اڑ جائیں گی) پھر جب آپ خاموش ہو جاتے تھے تو لوگ کلام کرتے تھے)۔

اگر کوئی شخص آپ کے پاس بات کرتا تھا تو لوگ اس کی بات نہیں کاٹتے تھے' اس کے فارغ ہونے تک ایسے خاموش رہتے گویا سر پر چڑیاں بیٹھی ہیں۔ لوگ اپنے ابتدائی زمانے کی باتیں کرتے کسی بات پر ہنستے تو آپ بھی ہنستے اور جس شے سے خوش ہوتے اس سے آپ بھی خوش ہوتے۔

مسافر وغریب کو بات کرنے اور سوال کرنے میں اس کی بے ادبی پر صبر فرماتے۔ اس وقت اصحاب اسے دور ہٹا دینا چاہتے تو فرماتے کہ جب تم کسی طالب حاجت کو دیکھو کہ وہ کچھ طلب کرتا ہے تو اس کی مدد کرو' سوائے تلافی کرنے والے کے اور کسی کی مدح وثناء قبول نہیں کرتے تھے' آپ کسی کی بات کو قطع نہ کرتے تاوقتیکہ وہ خود ہی نہ گزر جائے اور روکنے یا اٹھ جانے سے قطع نہ کر دے۔

حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر میں نے علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آنحضرت ﷺ کے سکوت کی کیا کیفیت تھی تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا سکوت چار طور پر تھا' حلم پر' احتیاط پر' تقریر پر یعنی کسی امر کے برقرار رکھنے مان لینے اور قبول کر لینے پر۔

غور وفکر پر۔

آپ کی تقریر پر نظر ڈالنے اور لوگوں کی بات سننے میں ہوتی تھی (یعنی دیکھ کر یا سن کر کچھ نہ فرماتے تھے جس سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک درست ہے۔ اور آپ کا غور وفکر ان امور میں ہوتا تھا جو باقی رہنے اور فناء ہونے والے ہیں۔

حلم وصبر کے جامع تھے آپ کو نہ تو کوئی چیز غضب ناک کرتی اور نہ بیزار احتیاط صرف چار باتوں پر منحصر تھی نیکی کے اخذ کرنے میں کہ اس کی پیروی کریں' بدی کے ترک کرنے میں کہ اس سے باز رہیں' عقل سے غور وفکر ایسے امور میں جو امت کی بہبود کے ہوں' اوران امور کو قائم کرنے میں جن سے امت کی دنیاوآخرت جمع ہو۔

مہر نبوت جو رسول اللہ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان تھی

مہر نبوت:

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی مہر نبوت دونوں شانوں کے درمیان تھی جو جسم و شکل میں کبوتر کے انڈے کے مشابہ تھی۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے وہ مہر نبوت دیکھی جو رسول اللہ ﷺ کی پشت میں کبوتر کے انڈے کے برابر نشان زخم کی طرح تھی۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی پشت کی مہر دیکھی جو انڈے کی مثل تھی۔

ابی رمثہ سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو رمثہ قریب آؤ اور میری پیٹھ سہلاؤ' میں قریب گیا' پیٹھ سہلائی' پھر اپنی انگلیاں مہر نبوت پر رکھیں اور انہیں چھوا تو وہ بال تھے جو شانوں کے پاس اکٹھا ہو گئے تھے۔

معاویہ بن قرہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں قبیلۂ مزینہ کے ایک گروہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور بیعت کی' آپ کا کرتہ کھلا ہوا تھا' میں نے اپنا ہاتھ کرتے کے گریبان میں ڈالا اور مہر نبوت کو مس کیا۔

عاصم الاحول بن عبداللہ بن سرجس سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' آپ اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' میں آپؐ کے پیچھے گھوم گیا تو آپ میرا مطلب سمجھ گئے اور اپنی پشت سے چادر ہٹا دی' میں نے مہر نبوت دیکھی جو مثل مٹھی کے تھی جس کے گرد ایسے خال تھے جو مسے معلوم ہوتے تھے' میں آیا' اسے بوسہ دیا اور کہا کہ یا رسول اللہ' اللہ آپ کی مغفرت کرے' فرمایا تمہاری بھی مغفرت کرے' بعض حاضرین نے عرض کی' یا رسول اللہ کیا یہ آپ کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ فرمایا ہاں تمہارے لیے بھی' اور آپؐ نے یہ آیت پڑھی: ﴿واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات﴾ (اے نبی آپؐ اپنی لغزشوں کی مغفرت کی دعا کیجئے اور مومنین و مومنات کے لیے بھی)۔

ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ ''پھر میں آیا اسے بوسہ دیا اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے دعائے مغفرت کیجئے۔ فرمایا کہ اللہ تمہاری مغفرت کرے''۔

ابی رمثہ سے مروی ہے کہ میں اپنے والد کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے قریب گیا' والد نے زخم کی طرح کا ایک نشان رسول اللہ ﷺ کے شانوں کے درمیان دیکھا تو عرض کی: یا رسول اللہ میں بڑا طبیب ہوں' کیا اس کا علاج نہ کر دوں؟ فرمایا نہیں' اس کا

طبیب وہی ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے۔

ابی رمثہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کے شانے میں اونٹ کی مینگنی یا کبوتر کے انڈے کی طرح کا نشان ہے۔ عرض کی: یا رسول اللہ کیا اس کی دوا نہ کر دوں؟ کیوں کہ ہم لوگ اس خاندان کے ہیں جو طبابت کرتے ہیں فرمایا ''اس کی دوا وہی کرے گا جو اسے ظہور میں لایا ہے''۔

ابی رمثہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا' ہمراہ میرا بیٹا بھی تھا' فرمایا کیا تم اس سے محبت کرتے ہو' عرض کی: جی ہاں' فرمایا' نہ یہ تم پر شفقت کرے اور نہ تم اس پر شفقت کرو۔

پھر میں متوجہ ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپؐ کے شانوں کے پیچھے مثل سیب کے نشان ہے۔ عرض کی: یا رسول اللہ میں دوا کرتا ہوں اجازت دیجئے کہ اس میں شگاف کروں اور اس کا علاج کروں' فرمایا: اس کا طبیب وہی ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے۔

ابی رمثہ سے مروی ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا' ہمراہ میرا ایک بیٹا بھی تھا۔ میں نے کہا اے میرے بیٹے یہ اللہ کے نبیؐ ہیں جب اس نے آپ کو دیکھا تو ہیبت سے کانپنے لگا۔ جب میں پہنچا تو عرض کی یا رسول اللہ میں اطباء کے خاندان سے ہوں' میرے والد بھی زمانۂ جاہلیت میں طبیب تھے۔ ہماری یہ بات مشہور ہے مجھے اس نشان کے بارے میں جو آپؐ کے شانوں کے درمیان ہے علاج کی اجازت دیجئے' اگر یہ زخم ہے تو میں اس میں شگاف کروں گا' اور اللہ اپنے نبی کو شفا دے گا' فرمایا کہ اس کا سوائے اللہ کے کوئی طبیب نہیں' وہ کبوتر کے انڈے کے برابر تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک:

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے بال تھے جو شانوں سے لگتے تھے۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کان کی لو تک تھے۔

براء سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کی مخلوق میں کسی کو نہیں دیکھا کہ سرخ جوڑے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین معلوم ہوتا' آپؐ کے بال شانوں کے قریب لگتے تھے۔

براءؓ سے مروی ہے کہ میں نے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوب صورت نہیں دیکھا' جب آپؐ سرخ لباس میں پیادہ چلتے تھے اور بال دونوں شانوں کے قریب ہوتے تھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کانوں سے متجاوز نہ ہوتے تھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال ایسے تھے جو شانوں تک پہنچتے تھے یا شانوں سے لگتے تھے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کانوں سے متجاوز نہ ہوتے تھے۔

ابی رمثہ سے مروی ہے کہ میں خیال کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں کے مشابہ نہ ہوں گے دیکھا تو آپؐ بشر تھے اور آپ کے پٹے (کانوں تک بال) تھے۔

علی رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف مروی ہے کہ آپؐ پٹے والے تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بال پٹے سے زیادہ اور پورے بالوں سے کم تھے۔

ابوالمتوکل الناجی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بال کانوں کی لو سے نیچے تھے جو آپ کی لو کو چھپائے رہتے تھے۔

ام ہانی سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کی چار مینڈھیاں یعنی بال تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اہل کتاب اپنے بال (بغیر کنگھی کے) پڑے رکھتے تھے اور مشرکین اپنے سروں میں کنگھی کرتے تھے' رسول اللہ ﷺ کو جس معاملے میں حکم نہیں دیا جاتا تھا اس میں اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی پیشانی کے بال پڑے رکھے بعد کو کنگھی کی۔

حکیم بن عمیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کنگھی کرتے تھے۔ کنگھی کرنے کا حکم دیتے تھے اور گردن تک بال رکھنے سے منع کرتے تھے۔

ابن شہاب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تک اللہ نے چاہا پیشانی کے بال چھوڑے رہے اس کے بعد کنگھی کرنے لگے۔

جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سر اور داڑھی کے بال بڑھائے تھے۔

حسن بن محمد بن الحنفیہ سے مروی ہے کہ میں نے جابر بن عبداللہ سے نبی ﷺ کے غسل کو دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سر پر تین چلو پانی ڈالتے تھے حسن نے کہا کہ میرے بال بہت ہیں' تو جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے بھتیجے رسول اللہ ﷺ کے بال تمہارے بالوں سے بہت زیادہ اور بہت پاکیزہ تھے۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی پیشانی کے بالوں کی جڑ پر سجدہ کرتے دیکھا۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے قتادہ رضی اللہ عنہ کے بالوں سے زیادہ کسی کے بال نبی ﷺ کے بالوں کے مشابہ نہیں دیکھے' اس روز قتادہ رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو اس طرح دیکھا کہ نائی آپ کی حجامت بنا رہا تھا اور اصحاب آپؐ کے گرد گھوم رہے تھے جو آپؐ کے بال' سوائے ہاتھ میں لینے کے گرانا نہیں چاہتے تھے۔

داڑھی مبارک کے بال اور بڑھاپے کے آثار:

حمید الطّویل سے مروی ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے خضاب لگایا' انہوں نے کہا کہ اللہ نے آپ کو بڑھاپے کی بدزیبی نہیں دی' آپؐ میں بڑھاپے کا کوئی حصہ نہ تھا جس کو خضاب کیا جاتا' داڑھی کے اگلے حصے میں صرف چند بال (سفید) تھے اور آپ کا بڑھاپا بیس بالوں تک بھی نہیں پہنچا تھا۔

حمید الطّویل سے مروی ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ خضاب لگاتے تھے' انہوں نے کہا کہ آپؐ کے بالوں کی سیاہی میں سفیدی کی آمیزش اس سے بہت کم تھی (یعنی بال اتنے سفید نہ ہونے پائے تھے کہ خضاب کی ضرورت ہوتی) آپ کی داڑھی کے سفید بال بھی بیس کی مقدار تک نہ پہنچنے پائے تھے' زیریں لب سترہ بال سفید تھے۔

ثابت سے مروی ہے کہ انس سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ بوڑھے ہو گئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ نے آپ کو بڑھاپے کا عیب نہیں دیا' آپؐ کے سر اور داڑھی میں سترہ اٹھارہ بال سفید تھے۔

ثابت البنانی سے مروی ہے کہ انس رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کے خضاب کو دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ایسا بڑھاپا نہیں دیکھا جس میں خضاب لگایا جاتا ہے صرف زیریں لب کے کچھ بال کھچڑی تھے' جن کو اگر تم چاہتے تو شمار کر سکتے تھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ایسے وقت ہوئی کہ سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔

قتادہ سے مروی ہے کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے خضاب لگایا' انہوں نے کہا کہ آپؐ اس عمر کو نہیں پہنچے' کچھ بڑھاپا صرف آپ کی کاکلوں میں تھا۔

محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا' کیا رسول اللہ ﷺ نے خضاب لگایا' انہوں نے کہا کہ آپؐ اس عمر کو نہیں پہنچے لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خضاب لگایا ہے پھر میں اسی روز آیا اور خضاب لگایا۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے کبھی خضاب نہیں لگایا' داڑھی کے اگلے حصے میں زیریں لب تھوڑی سی سفیدی تھی' اور سر یا کاکلوں میں تو اس قدر قلیل تھی کہ نظر بھی نہ آتی تھی۔

ابن سیرین سے مروی ہے کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ خضاب لگاتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ آپ خضاب کی حد تک نہیں پہنچے' داڑھی میں چند سفید بال تھے۔

سماک بن حرب سے مروی ہے کہ میں نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کیا رسول اللہ ﷺ بوڑھے ہو گئے تھے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے سر اور داڑھی میں بڑھاپا نہ تھا' صرف چند بال آپ کی مانگ میں سفید تھے' جب تیل لگاتے تھے تو تیل ان کو پوشیدہ کر لیتا تھا۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے نبی ﷺ کے بڑھاپے کو دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ جب آپؐ اپنے سر میں تیل لگاتے تھے تو بڑھاپا ظاہر نہ ہوتا تھا اور جب تیل نہیں لگاتے تھے تو ظاہر ہوتا تھا۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیشانی اور داڑھی کے بال کھچڑی ہو گئے تھے' جب آپ اس میں تیل لگاتے اور کنگھی کرتے تھے تو ظاہر نہ ہوتے تھے اور جب بال بکھر جاتے تھے تو ظاہر ہوتے تھے۔

یوسف بن طلق بن حبیب سے مروی ہے کہ ایک حجام نے رسول اللہ ﷺ کی مونچھیں کتریں' داڑھی میں سفیدی دیکھی تو کترنے کا قصد کیا' نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اسے روکا اور فرمایا کہ اسلام میں جو کچھ بھی بوڑھا ہوگا قیامت میں اس کے لیے ایک نور ہوگا۔

قتادہ سے مروی ہے کہ میں نے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے خضاب لگایا تھا؟ انہوں نے کہا کہ آپؐ اس حد تک نہیں پہنچے تھے۔

ایک شخص بنی کنانہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ذوالمجاز کے بازار میں پیدل جاتے ہوئے دیکھا' آپؐ کے بال گھونگریالے' سر اور داڑھی کے بال سیاہ تھے۔

زیاد مولائے سعد سے مروی ہے کہ میں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے خضاب لگایا تو انہوں نے کہا کہ نہیں' آپؐ نے تو اس کا قصد بھی نہیں کیا' آپ کا بڑھاپا داڑھی میں زیریں لب اور پیشانی میں تھا اگر میں اسے شمار کرنا چاہتا تو شمار کر سکتا تھا۔

الہیثم بن دہر الاسلمی سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا بڑھاپا زیریں لب اور پیشانی میں دیکھا میں نے اس کا اندازہ کیا تو تیس عدد سفید بال ہوں گے۔

بشیر مولائے مازنیین سے مروی ہے کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے خضاب لگایا تو انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ کا بڑھاپا خضاب کا محتاج نہ تھا' زیریں لب اور پیشانی میں خفیف سی سفیدی تھی اگر ہم اسے شمار کرنا چاہتے تو شمار کر لیتے (کہ کتنے بال سفید ہیں)۔

جریر بن عثمان سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن بشر سے کہا کہ کیا نبی ﷺ بوڑھے ہو گئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ زیریں لب چند بال سفید ہو گئے تھے۔

جریر بن عثمان الرحبی سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابی عبداللہ بن بشر سے دریافت کیا کہ کیا نبی ﷺ بوڑھے ہو گئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ آپؐ اس (عمر سے تو جوان تھے' لیکن داڑھی میں یا زیریں لب چند بال سفید ہو گئے تھے۔

ابی جحیفہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے وقت دیکھا کہ آپ کا یہ حصہ یعنی زیریں لب سفید ہو گیا تھا' ابو جحیفہ سے کہا گیا کہ آپ اس زمانے میں کیا کرتے تھے تو انہوں نے کہا کہ میں تیر کی لکڑی بناتا تھا اور اس میں لگاتا تھا۔

جحیفہ کے والد وہب السوائی سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ نیچے والے ہونٹ میں' ریش بچہ میں' ایک انگل سفیدی تھی۔

ابی جحیفہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ریش بچہ سفید ہو گیا تھا۔

قاسم بن الفضل سے مروی ہے کہ میں محمد بن علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور صلت بن زید کی طرف دیکھا جن کے ریش بچہ پر بڑھاپے کی آمیزش دوڑ رہی تھی (یعنی زیریں لب سفید ہو گئے تھے) محمد نے کہا کہ اس طرح نبی ﷺ کے بالوں کی سیاہی سفیدی کی آمیزش آپؐ کے ریش بچہ میں جاری تھی صلت اس سے بہت مسرور ہوئے۔

حجاج بن دینار بن محمد بن واسع سے مروی ہے کہ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ بڑھاپا بہت تیزی سے آپ کی طرف آ رہا ہے' فرمایا کہ مجھے سورت ﴿الر کتب احکمت آیاتہ ثم فصلت﴾ نے اور ایسی ہی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا (یعنی ان سورتوں میں قیامت کے جو ہولناک احوال بیان کیے گئے ہیں ان کے خوف سے مجھ پر بڑھاپا طاری ہو گیا)۔

ابی سلمہ سے مروی ہے کہ عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ ہم لوگ سر مبارک میں بڑھاپا دیکھتے ہیں' فرمایا کہ کیونکر بوڑھا نہ ہوں'

حالانکہ میں سورۂ ﴿هود واذا الشمس كورت﴾ پڑھتا ہوں۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کی میں ولادت میں آپؐ سے بڑا ہوں اور آپ مجھ سے بہتر وافضل ہیں (پھر آپ مجھ سے پہلے کیوں بوڑھے ہو گئے) فرمایا کہ سورۂ ہود اور اس کے ساتھ کی سورتوں نے اور ان واقعات نے جو مجھ سے پہلے امتوں کے ساتھ کیے گئے مجھے بوڑھا کر دیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ بھی بوڑھے ہو گئے فرمایا کہ مجھے تو سورۂ ﴿الواقعه والمرسلت وعم يتسالون واذا الشمس كورت﴾ ہود نے بوڑھا کر دیا۔

عطا سے مروی ہے کہ بعض اصحاب نبی ﷺ نے عرض کی یا رسول اللہ بڑھاپا بہت تیزی سے آپ کی طرف آ رہا ہے فرمایا' ہاں' مجھے ہود اور اس کی سی سورتوں نے بوڑھا کر دیا' عطاء نے کہا کہ اس کی سی سورتیں ﴿اقترب الساعة والمرسلت واذا الشمس كورت﴾ ہیں۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ بوڑھے ہو گئے اور آپ پر بڑھاپا جلد آ گیا فرمایا مجھے سورۂ ہود اور اس کی سی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو کس نے بوڑھا کر دیا فرمایا کہ سورۂ ہود ﴿الواقعه والمرسلت وعم يتساءلون واذا الشمس كورت﴾ نے۔

قتادہ سے مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ بڑھاپا آپ کی طرف تیزی سے آ گیا فرمایا کہ مجھے ہود اور اس کی سی سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس وقت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما منبر کے سامنے بیٹھے تھے ان دونوں کو رسول اللہ ﷺ اپنی بعض ازواج کے حجرے سے برآمد ہوتے ہوئے اپنی داڑھی پونچھتے اسے اٹھاتے اور دیکھتے ہوئے نظر آئے۔

انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کی داڑھی میں بہ نسبت سر کے بڑھاپے کا اثر زیادہ تھا' جب آپؐ ان دونوں کے پاس آ کر ٹھہرے تو آپؐ نے سلام کیا' ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دل تھے اور عمر رضی اللہ عنہ سخت مزاج' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں' آپؐ پر بڑھاپا تیزی سے آ رہا ہے' آنحضرت ﷺ نے اپنی داڑھی ہاتھ سے اٹھائی اور اسے دیکھا' ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں مجھے سورۂ ہود اور اس کی بہنوں نے بوڑھا کر دیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں' اس کی بہنیں کون سی ہیں۔ فرمایا کہ ﴿الواقعه. القارعه. سأل سائل و اذا الشمس كورت الحاقه وما الحاقه﴾۔

ثبوت خضاب کی روایات:

عثمان بن عبداللہ بن موہب سے مروی ہے کہ ہم لوگ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو وہ ہمارے پاس ایک تھیلی لائیں جس میں رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال تھے' اس میں حنا اور نیل کا (سرخ) خضاب لگا ہوا تھا۔

ابن موہب سے مروی ہے کہ انہیں ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے سرخ بال دکھائے۔

عکرمہ بن خالد سے مروی ہے کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ کے بال ہیں جو رنگین ہیں اور خوش بودار ہیں۔

یحییٰ بن عباد نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہمارا ایک سونے کا گھنگرو تھا جس کو لوگ دھوتے تھے' اس میں رسول اللہ ﷺ کے بال تھے' چند بال نکالے جاتے تھے جن کا رنگ حنا اور نیل سے بدل دیا گیا تھا۔

عثمان بن حکیم سے مروی ہے کہ میں نے ابی عبیدہ بن عبداللہ بن زمعہ کے خاندان کے پاس رسول اللہ ﷺ کے چند بال دیکھے جو حنا سے رنگے ہوئے تھے۔

ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کے چند بال دیکھے جو سرخ تھے' میں نے ان سے دریافت کیا تو کہا کہ یہ خوشبو سے سرخ ہو گئے ہیں۔

عبداللہ بن بریدہ سے مروی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے خضاب لگایا تو انہوں نے کہا کہ ہاں۔

ابی جعفر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دونوں رخساروں کے بال کھچڑی ہو گئے تھے' آپ ﷺ نے ان پر حنا اور نیل کا خضاب لگایا۔

ابی رمثہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے بال کان کی لو تک تھے' ان میں حنا کا اثر تھا۔

ابن جریج سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: میں دیکھتا ہوں کہ آپ بھی اپنی (سفید) داڑھی کا رنگ بدلتے ہیں' انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ بھی (کبھی کبھی) اپنی داڑھی کا رنگ بدلتے تھے۔

عبید بن جریج سے مروی ہے کہ میرے والد نے کہا میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور کہا: میں دیکھتا ہوں کہ سوائے اس زردی کے آپ اپنی داڑھی کا رنگ اور کسی رنگ سے نہیں بدلتے' انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ بھی یہی کرتے تھے۔

نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی خلوق (خوشبو) سے زرد رنگتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی زرد رنگتے تھے۔

عبدالرحمٰن الثمالی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی داڑھی کا رنگ بیری کے عرق سے بدلتے تھے اور عجمیوں کی مخالفت کے لیے بالوں کا رنگ بدلنے کا حکم دیتے تھے۔

کراہت خضاب کی روایات:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بڑھاپے کا (بالوں کا سفید) رنگ بدل دو اور یہود و نصاریٰ کی مشابہت نہ کرو۔

زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بڑھاپے کو بدل دو اور یہود کی مشابہت نہ کرو۔

ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بڑھاپا بدل دو اور یہود کی مشابہت نہ کرو۔

ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سب سے اچھی چیز جس سے تم اپنے بڑھاپے کا رنگ بدلو حنا اور نیل ہے۔

کہمس نے عبداللہ بن بریدہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سب سے اچھی چیز جس سے تم اپنے بڑھاپے کو بدلو حنا اور نیل ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' یہود و نصاریٰ خضاب نہیں کرتے' لہٰذا تم لوگ ان کی مخالفت کرو۔

ابراہیم بن محمد بن سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود اپنے بڑھاپے کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہیں؟ لوگوں نے عرض کی وہ اسے کسی رنگ سے نہیں بدلتے' فرمایا کہ تم لوگ ان کی مخالفت کرو' اور سب سے افضل چیز جس سے تم بڑھاپے کو بدلو حنا اور نیل ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' یہود و نصاریٰ خضاب نہیں کرتے' لہٰذا تم لوگ ان کی مخالفت کرو۔

ابراہیم بن محمد بن سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود اپنے بڑھاپے کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہیں؟ لوگوں نے عرض کی وہ اسے کسی رنگ سے نہیں بدلتے' فرمایا کہ تم لوگ ان کی مخالفت کرو' اور سب سے افضل چیز جس سے تم بڑھاپے کو بدلو حنا اور نیل ہے۔

اسود بن یزید سے مروی ہے کہ انصار' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے' ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے' آپ نے انہیں رنگ بدلنے کا حکم دیا' تو لوگ سرخ و زرد کے درمیان ہو گئے۔

قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو لامحالہ رنگ بدلنا پڑے تو وہ مہندی اور نیل کا خضاب کرے۔

عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑھاپے کو (سیاہی سے) بدلنا پسند فرماتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک شخص کا گزر ہوا جو مہندی کا خضاب لگائے ہوئے تھا' فرمایا: کیسا اچھا (رنگ) ہے' اس کے بعد ایک اور شخص آپ کے سامنے سے گزرا جو مہندی اور نیل کا خضاب لگائے ہوئے تھا' فرمایا: یہ تو ان سب سے اچھا ہے۔

ابن شہاب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رنگوں سے (بڑھاپے کو) بدل دیا کرو' اور اس میں مجھے سب سے زیادہ پسند وہ رنگ ہے جو سب سے زیادہ گہرا ہو۔

عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ خضاب سے منع فرمایا:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں ایک قوم ہو گی جو (جنگلی) کبوتروں کے پوٹوں کی طرح سیاہ خضاب لگائے گی' وہ لوگ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھیں گے۔

عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس شخص کی طرف (رحمت سے) نہ دیکھے گا جو سیاہ خضاب لگائے گا۔

مجاہد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ بال سیاہ کیے ہوئے ہے' شام کو جب دیکھا تو بال سفید تھے' فرمایا تم کون ہو' عرض کی میں فلاں ہوں' فرمایا تم سلطان ہو۔

زہری سے مروی ہے کہ توریت میں لکھا ہے کہ وہ شخص ملعون ہے جو داڑھی کو سیاہی سے بدلے۔

عبدالملک بن ابی سلیمان سے مروی ہے کہ عطاء سے وسمہ کے (سیاہ) خضاب کو دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ لوگوں کی بدعات میں سے ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی ایک جماعت کو دیکھا ہے مگر ان میں سے کسی کو وسمے کا خضاب لگاتے نہیں دیکھا وہ لوگ تو صرف مہندی اور نیل اور اسی زردی کا خضاب لگاتے تھے۔

بالوں پر چونے کا لیپ:

ابراہیم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ (جب پوشیدہ بال دور کرنے کے لیے) چونے کا لیپ لگاتے تھے تو اپنے ہی ہاتھ سے پوشیدہ مقام اور زیر ناف کا کام لیتے تھے۔

حبیب سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب لیپ لگاتے تھے تو اپنے ہی ہاتھ سے زیر ناف کا کام لیتے تھے۔

حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چونہ لگایا۔

قتادہ وغیرہ سے مروی ہے کہ نہ تو رسول اللہ ﷺ نے' نہ ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم نے' نہ خلفاء نے اور نہ حسن رضی اللہ عنہ نے چونہ لگایا۔

قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نہ رسول اللہ ﷺ نے چونہ لگایا نہ ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم نے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ناخن اور مونچھیں کتروانا اور زیر ناف کے بال مونڈنا فطرت ہے۔

پچھنے لگوانا:

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پچھنے لگوائے۔ ابوطیبہ نے آپ ﷺ کے پچھنے لگائے' آنحضرت ﷺ نے ان کے لیے (بطور اجرت) دو صاع (غلے) کا حکم دیا' اور لوگوں کو حکم دیا کہ ان پر جو محصول ہے اس میں تخفیف کردیں۔

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ۱۸ / رمضان کو دن کے وقت ابوطیبہ پچھنے لگانے کے آلات ہمارے پاس لائے پوچھا' تم کہاں تھے' انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا آپ ﷺ کے پچھنے لگا رہا تھا۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوطیبہ کو بلایا' انہوں نے آپ کو پچھنے لگائے' دریافت فرمایا کہ تمہارا خراج کتنا ہے' عرض کی کہ تین صاع' آپ ﷺ نے ایک صاع کم کردیا۔

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوطیبہ نے رسول اللہ ﷺ کے پچھنے لگائے' استفسار فرمایا کہ تمہارا اخراج کتنا ہے۔ عرض کی کہ اتنا اتنا ہے' آپ ﷺ نے ان کا خراج کم کردیا اور انہیں (اس پیشے سے) منع نہیں کیا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پچھنے لگوائے' ابوطیبہ جو بعض انصار کے آزاد کردہ غلام تھے انہوں نے آپ ﷺ کے پچھنے لگائے' آپ ﷺ نے انہیں دو صاع غلہ عطا فرمایا' ان کے آقاؤں سے فرمایا کہ ان کے محصول میں کمی کردیں'

اور فرمایا کہ پچھنے لگانا تمہاری بہترین دوا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پچھنے لگوائے اور حجام کو اس کی اُجرت عطا فرمائی۔ اگر یہ (اُجرت) ناپاک ہوتی تو آپ اسے نہ دیتے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے روزے کی حالت میں پچھنے لگوائے اس روز آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ اسی لیے روزہ دار کے لیے پچھنے لگوانا مکروہ ہے۔

عامر سے مروی ہے کہ بنی بیاضہ کے ایک غلام نے رسول اللہ ﷺ کے پچھنے لگائے فرمایا: تمہارا اخراج کتنا ہے؟ اس نے کہا کہ اتنا اتنا ہے‘ آپ نے اس کے خراج میں کمی کر دی اور اُجرت نہیں دی۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا‘ آپ نے ایک حجام کو بلایا‘ اس نے سینگوں کے پچھنے لگانے کے آلات سے آپ کے پچھنے لگائے‘ دو چھری کی نوک سے آپ کے کاٹنے لگا‘ ایک اعرابی آیا‘ اس نے آپ کو دیکھا اور وہ جانتا نہ تھا کہ پچھنے لگانا کیا چیز ہے‘ پریشان ہوگیا‘ عرض کی یا رسول اللہ آپ اسے کس بات پر (اُجرت) دیتے ہیں‘ یہ تو آپ کی کھال کاٹتا ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ حجامت (پچھنے لگانا) ہے‘ اس نے کہا کہ حجامت کیا چیز ہے فرمایا: لوگ جو دوا کرتے ہیں ان میں سب سے بہتر چیز ہے۔

عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے پچھنے لگوائے‘ اور آپ نے حجام کو اس کی اُجرت عطا فرمائی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پچھنے لگوائے‘ حجام کو اُجرت دی اور زائد دی۔

زید بن ثابت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں (بحالت اعتکاف) پچھنے لگوائے۔

سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں پچھنے لگوائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بحالت احرام پچھنے لگوائے جس کا سبب یہ تھا کہ آپ نے اس بکری کے گوشت کا ایک لقمہ کھا لیا تھا جس کو اہل خیبر کی ایک عورت نے زہر آلود کر دیا تھا‘ جب سے آپ نے یہ زہر آلود لقمہ کھایا‘ برابر شاکی (مریض) ہی رہے۔

عطاء سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بحالت احرام پچھنے لگوائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بحالت احرام و روزہ پچھنے لگوائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بحالت روزہ پچھنے لگوائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بحالت احرام پچھنے لگوائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک درد کی وجہ سے بحالتِ احرام پچھنے لگوائے‘ دریافت کیا گیا کہ کیا آنحضرت ﷺ نے بحالتِ احرام مسواک بھی کی تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہاں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین پچھنے لگواتے تھے، دو گردن کی رگوں میں اور ایک گدی میں۔

اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے سر کی ابھری ہڈی پر جو تالو کے اوپر ہے اپنا ہاتھ رکھا اور کہا کہ یہی وہ مقام ہے جہاں رسول اللہ ﷺ پچھنے لگواتے تھے۔ عقیل وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس (حجام) کو فریاد رس کہا کرتے تھے (اس کا نام مغیثہ رکھا تھا)۔

عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید سے مروی ہے کہ وہ اپنے سر پر اور دونوں شانوں کے درمیان پچھنے لگوایا کرتے تھے لوگوں نے ان سے کہا کہ اے امیر یہ حجامت کیسی ہے، تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ بھی اسی کے پچھنے لگواتے تھے، اور کہا کہ جو اپنا یہ خون بہائے گا تو اسے نقصان نہ ہوگا، کیا ایک چیز سے دوسری چیز کا علاج نہ کیا جائے۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو پچھنے گردن کی رگوں میں لگواتے تھے اور ایک گدی میں، آپؐ طاق عدد پچھنوں کا حکم دیتے تھے۔

قتادہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ دو پچھنے گردن کی رگوں میں لگواتے تھے اور ایک گدی میں۔

جبیر بن نفیرؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وسط سر میں (بھی) پچھنے لگوائے۔

عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیزؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وسط سر میں پچھنے لگوائے آپؐ اس کو (مرض کا) دور کرنے والا فرمایا کرتے تھے (یعنی اس کا نام منفذ رکھا تھا)۔

بکیر بن الاشج سے مروی ہے کہ مجھے معلوم ہوا کہ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اس وقت گئے جب آپؐ وسط سر کی رگ میں پچھنے لگوا رہے تھے، انہوں نے کہا کہ اے ابن ابی کبشہ آپؐ نے وسط سر کی رگ میں کیوں پچھنے لگوائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابن حابس اس میں درد سر داڑھوں کے درد، نیند اور بیماری کی شفاء ہے، راوی کہتے ہیں کہ مجھے شک ہے کہ آپؐ نے جنون بھی فرمایا۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے سر میں پچھنے لگوائے اور اصحاب کو بھی اپنے سروں میں پچھنے لگوانے کا حکم دیا۔ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سر میں پچھنے لگوانا ہی مغیثہ (یعنی فریاد رس وشفا دہندہ) ہے۔

جب میں نے (خیبر والی) یہودیہ کا (زہر آلود) کھانا کھالیا تو مجھے جبریلؑ نے اس کا مشورہ دیا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ سب سے بہتر چیز جس سے تم علاج کرو پچھنے لگوانا ہے اور قسط بحری (ایک دوا کا نام) ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے جس شب میں معراج ہوئی میں ملائکہ کے جس گروہ پر گزرا انہوں نے یہی کہا کہ اے محمد (ﷺ) اپنی امت کو حجامت (پچھنے لگوانے) کا حکم دیجیے۔

عمرو بن سعید بن ابی الحسن سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (معراج میں) میں جس فرشتے کے پاس سے یا ملاء اعلیٰ سے گزرا سب نے مجھے پچھنے لگوانے کا مشورہ دیا۔

معقل بن یسار سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مہینے کی ۱۷ ر تاریخ سہ شنبے کے روز پچھنے لگوانا سال بھر کی بیماری کی دوا ہے۔

ام سعد سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پچھنے لگواتے تھے تو میں نے آپ کو خون دفن کرنے کا حکم دیتے سنا۔ ہارون بن رئاب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پچھنے لگوائے' ایک شخص سے فرمایا کہ اسے اس طرح دفن کردو کہ کوئی کتا نہ کھودے۔

ابو جعفر سے مروی ہے کہ میں روزہ دار کے لیے پچھنے لگانے کو اس لیے ناپسند کرتا ہوں کہ نبی ﷺ نے بحالت روزہ پچھنے لگوائے تھے تو آپؐ بے ہوش ہو گئے تھے۔ عکرمہ نے کہا کہ اس وقت ایک شخص منافق ہو گیا۔ (یعنی جب اس نے آپ کی بے ہوشی دیکھی تو اسے آپ کی نبوت میں شک ہوا اور وہ منافق ہو گیا)۔

ابو جعفر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ روغن کنجد کی ناس لیتے تھے اور سر کو بیری کے پانی سے دھوتے تھے۔

قص شوارب

مونچھیں کتروانا:

ابن جریج سے مروی ہے کہ انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں نے آپ کو مونچھیں کترواتے دیکھا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی مونچھیں کترواتے دیکھا ہے۔

عبدالرحمٰن بن زیاد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کناروں سے مونچھیں کترواتے تھے۔

عبیداللہ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مجوسی (پارسی) آیا جو اپنی مونچھیں بڑھائے اور داڑھی کتروائے ہوئے تھا' فرمایا کہ تجھے اس کا حکم کس نے دیا' اس نے کہا کہ میرے رب نے' فرمایا میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا کہ اپنی مونچھیں کترواؤں اور داڑھی بڑھاؤں۔

پوشاک ولباس مبارک

سفید لباس کا استعمال:

سمرہ بن جندب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہیں سفید کپڑا اختیار کرنا چاہیے' اسی کو تمہارے زندہ لوگ پہنیں اور اسی کا اپنے مردوں کو کفن دو' کیونکہ یہ تمہارا بہترین کپڑا ہے۔

عمرہ بن جندب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ یہ خوب پاک و پاکیزہ ہوتے ہیں اور اسی کا اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سفید کپڑے پہنا کرو اور اپنے مردوں کو اسی کا کفن دیا کرو۔

رنگین لباس کا استعمال:

براء سے مروی ہے کہ میں نے سرخ جوڑے میں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا۔

براء سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے جسم پر سرخ جوڑا دیکھا' میں نے کوئی چیز آپؐ سے زیادہ حسین کبھی نہیں دیکھی۔

براء سے مروی ہے کہ میں نے سر پر پٹے رکھنے والوں میں سرخ جوڑے میں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔

عون بن ابی جحیفہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں ابطح میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا۔ آپؐ سرخ خیمے میں تھے بدن پر ایک سرخ جبہ اور سرخ جوڑا تھا' گویا پنڈلیوں کی زیبائش میری نظر میں ہے۔

زر بن حبیش الاسدی سے مروی ہے کہ قبیلۂ مراد کے ایک شخص صفوان بن عسال نبی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپؐ مسجد میں سرخ چادر پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ جمعہ وعیدین میں رسول اللہ ﷺ سرخ چادر اوڑھا کرتے تھے۔

قبیلۂ کنانہ کے ایک شیخ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح دیکھا کہ جسم اطہر پر دو سرخ چادریں تھیں۔

ابی جعفر محمد بن علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کو سرخ چادر اوڑھتے تھے اور عیدین میں عمامہ باندھتے تھے۔

قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے ہم نے آپؐ کے لیے غسل کا پانی رکھ دیا' آپؐ نے غسل کیا' ہم ایک قسم کا رنگا ہوا رومال لائے جسے آپؐ نے اوڑھ لیا' گویا شکم مبارک کی بٹوں میں کسم کا اثر آج بھی میری نظر میں ہے۔

بکر بن عبداللہ المزنی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک کسم کا رنگا ہوا رومال تھا' جب ازواج کے یہاں گشت کرتے تو اس کا پانی نچوڑتے تھے (اسے باندھ کر غسل کرتے تھے)۔

اسماعیل بن امیہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا ایک رومال دیکھا جو کسم میں رنگا ہوا تھا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اکثر رسول اللہ ﷺ کا کرتہ' چادر اور تہبند زعفران اور کسم میں رنگا جاتا تھا' آپ اسی لباس میں (گھر سے) نکلتے تھے۔

یحییٰ بن عبداللہ بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کپڑے' کرتہ' چادر اور عمامہ زعفران میں رنگے جاتے تھے۔

اسماعیل بن عبداللہ جعفر نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے جسم پر چادر اور عمامہ عبیر یعنی زعفران کا رنگا ہوا دیکھا۔

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام کپڑے زعفران میں رنگے جاتے تھے یہاں تک کہ عمامہ بھی۔

شاید ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے کپڑے زرد رنگے جاتے تھے۔

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام کپڑے یہاں تک کہ عمامہ بھی زعفران میں رنگے جاتے تھے۔

ابی رمثہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دو سبز چادریں اوڑھے دیکھا۔

یعلٰی سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے سبز چادر کو بغل کے نیچے سے اوڑھے ہوئے دیکھا۔

ابی بردہ سے مروی ہے کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو وہ ایک یمن کی بنی ہوئی موٹی تہمد اور ایک پیوند دار کمبل نکال لائیں، اور قسم کھائی کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات اسی لباس میں ہوئی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے لیے اون کی ایک سیاہ چادر بنائی گئی۔ آپؐ نے اسے اوڑھا عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کے گورے پن اور اس چادر کی سیاہی کا ذکر کیا' جب آنحضرت ﷺ کو اس میں پسینہ آیا تو اون کی بو محسوس ہوئی اسے پھینک دیا' آپ کو خوشبو پسند تھی۔

عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن فلاں بن الصامت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد بنی عبدالاشہل میں ایک کمبل میں نماز پڑھی جس کو آپؐ اوڑھے تھے' کنکریوں کی ٹھنڈک سے بچنے کے لیے آپؐ اسی پر ہاتھ رکھتے تھے۔

مشیخہ بنی عبدالاشہل سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد بنی عبدالاشہل میں ایک کمبل اوڑھ کر نماز پڑھی' آپؐ جب سجدہ کرتے تھے تو کنکریوں کی ٹھنڈک سے بچنے کے لیے اسی کمبل پر ہاتھ رکھتے تھے۔

سہل بن سعد سے مروی ہے کہ ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بنی ہوئی چادر لائیں جس میں دو حاشیے تھے' اور عرض کی: یا رسول اللہ یہ چادر میں نے اپنے ہاتھ سے بنی ہے' میں اسے لائی ہوں کہ آپ کو اُڑھاؤں' رسول اللہ ﷺ نے ضرورت کی بنا پر اسے لے لیا' ہم لوگوں کے پاس اس کیفیت سے تشریف لائے کہ وہی چادر آپ کی تہمد تھی۔

حاضرین میں سے ایک شخص نے جن کا راوی نے نام بھی بتایا اس چادر کو ہاتھ سے ٹٹولا اور عرض کی: یا رسول اللہ یہ مجھے اڑھا دیجیے' فرمایا: اچھا' پھر جب تک خدا کو منظور ہوا آپ مجلس میں بیٹھے اور واپس تشریف لے گئے' جب اندر پہنچے تو اسے تہ کیا اور اس شخص کے پاس بھجوا دیا' حاضرین نے اس سے کہا کہ تم نے اچھا نہ کیا' رسول اللہ ﷺ نے ضرورت ہونے کی وجہ سے اسے استعمال کیا اور تم نے آپؐ سے مانگ لی' حالانکہ تم جانتے تھے کہ آنحضرت ﷺ سائل کو ٹالتے نہیں' اس شخص نے جواب دیا کہ واللہ میں نے اسے آنحضرت سے لباس بنانے کے لیے نہیں مانگا ہے' بلکہ میں نے اسے اس لیے آپؐ سے مانگا ہے کہ جس روز میں مروں تو وہی میرا کفن ہو۔ سہل نے کہا کہ جس روز وہ مرے تو وہی چادر ان کا کفن ہوئی۔

عبداللہ مولائے اسماء سے مروی ہے کہ اسماء رضی اللہ عنہا ہمارے پاس ایک جبہ نکال کر لائیں جو دیبائے خسروانی کا تھا' اس کی آستین کی بغل میں خسروی دیبا تھی' اور چاک و گریبان میں اسی کی مغزی تھی' اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا جبہ ہے جسے آپؐ پہنا کرتے تھے' جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو یہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہا' عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی تو میں نے اسے لے لیا' ہم لوگ اسے اپنے مریض کے لیے دھوتے ہیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اون کا لباس پہنا کرتے تھے۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک جاڑے کی رات میں اٹھے اور ازواج میں سے کسی کے کمبل میں نماز پڑھی' جو نہ باریک تھا نہ موٹا۔

عمامہ مبارک کا رنگ:

ابوزبیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکے میں اس طرح داخل ہوئے کہ سر پر سیاہ عمامہ تھا۔

جعفر بن عمرو بن حریث نے اپنے والد سے روایت کی کہ آنحضرت ﷺ نے اس طرح خطبہ ارشاد فرمایا کہ سر پر سیاہ عمامہ تھا۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک جھنڈا سیاہ تھا جس کا نام عقاب تھا' اور آپ کا عمامہ بھی سیاہ تھا۔

یزید بن ابی حبیب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے سیاہ تھے۔

صالح بن غیوان سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تھے تو عمامے کو اپنی پیشانی سے اٹھا دیتے تھے۔

عطاء سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا آپ کے سر پر عمامہ تھا' عمامہ سر سے اٹھایا اور آگے کے حصے پر مسح کیا۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عمامہ باندھتے تو اسے دونوں شانوں کے درمیان لٹکاتے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عمامہ باندھتے تو اسے دونوں شانوں کے درمیان لٹکاتے تھے۔

عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک نقش ونگار کا عمامہ ہدیۃً دیا گیا' آپ نے اس کے نقش ونگار کو کاٹ ڈالا' پھر اسے باندھا۔

قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ کون سا لباس پسند تھا' انہوں نے کہا کہ یمنی چادر۔

محمد بن بلال سے مروی ہے کہ میں نے (خلیفہ) ہشام بن عبدالملک کے بدن پر رسول اللہ ﷺ کی ایک یمنی چادر دیکھی جس کے دو حاشیے تھے۔

لباس میں سندس وحریر کا استعمال:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شاہ روم نے بطور ہدیہ رسول اللہ ﷺ کو سندس کا ایک جبہ بھیجا' آپ نے اسے پہنا' گویا مجھے آپ کے ہاتھ اب بھی نظر آرہے ہیں جو اپنے طول کی وجہ سے ہلتے تھے حاضرین کہنے لگے کہ یا رسول اللہ یہ (تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ) آپ پر آسمان سے نازل کیا گیا ہے فرمایا کہ تم لوگ اس سے کیا تعجب کرتے ہو' قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے سعد بن معاذ کا جنت میں ایک رومال اس سے بہتر ہے' پھر آپ نے اسے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا' انہوں نے پہنا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ میں نے تمہیں اس لیے نہیں دیا تھا کہ خود پہنو عرض کی پھر میں اسے کیا کروں' فرمایا اسے اپنے بھائی نجاشی کو بھیج دو۔

عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو حریر کی ایک عبا بطور ہدیہ بھیجی گئی' آپ نے پہنی اسی میں نماز پڑھی' پھر

فارغ ہوئے تو اسے اس طرح سختی سے اتار دیا کہ آپؐ اسے ناپسند کرتے ہیں۔ اور فرمایا کہ یہ متقی لوگوں کے لیے مناسب نہیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسی چادر میں نماز پڑھی جس میں نقش و نگار تھے آپؐ نے اس کے نقش و نگار کو دیکھا جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ میری یہ چادر ابوجہم کے پاس لے جاؤ کیونکہ ابھی اس نے مجھے نماز سے بہکایا' میرے پاس ابوجہم کی (مقام) انبج والی چادر لاؤ۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ابوجہم بن حذیفہ نے رسول اللہ ﷺ کو ایک شامی چادر ہدیہ دی جس میں نقش و نگار تھے' رسول اللہ ﷺ اسی چادر میں نماز کو تشریف لے گئے جب واپس ہوئے تو فرمایا کہ یہ چادر ابوجہم کو واپس کر دو' کیونکہ نماز میں میری نظر اس کے نقش و نگار پر پڑی اور وہ مجھے فتنے میں ڈالنے ہی کو تھی۔

ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک چادر اوڑھی جس میں نقش و نگار تھے آپ نے وہ ابوجہم کو دے دی اور ابوجہم سے انبجانی (انبج کی بنی ہوئی) چادر لے لی' ابوجہم نے کہا: یا رسول اللہ یہ کیوں؟ فرمایا کہ نماز میں میری نظر اس کے نقش و نگار پر پڑتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کے لباس مبارک کی لمبائی اور چوڑائی:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک روز رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جا رہا تھا' آپ کے بدن پر نجرانی چادر تھی جس کا حاشیہ موٹا اور سخت تھا' ایک اعرابی ملا اس نے آپ کی چادر کو اس زور سے گھسیٹا کہ رسول اللہ ﷺ کی گردن کی کھال میں چادر کے حاشیہ کا نشان پڑ گیا اس نے کہا کہ یا محمد (ﷺ) اللہ کے اس مال میں سے مجھے بھی دلوایئے جو آپؐ کے پاس ہے' رسول اللہ ﷺ متوجہ ہوئے اور ہنسے' پھر اس کے لیے دینے کا حکم دیا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کرتہ سوتی کم لمبان والا اور چھوٹی آستین کا تھا۔

بدیل سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آستین ہاتھ کے گٹے (پہنچے) تک تھی۔

عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی چادر کا طول چار ہاتھ اور عرض دو ہاتھ ایک بالشت تھا۔

عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وہ چادر جس میں آپؐ وفد کے پاس تشریف لاتے اور ایک حضرمی چادر کا طول چار ہاتھ اور عرض دو ہاتھ ایک بالشت تھا۔ وہ خلفاء کے پاس تھی۔ بوسیدہ ہو گئی تھی اور اس کو انہوں نے ایک چادر میں تہ کر کے رکھا تھا' عیدین میں (نماز کے وقت) اوڑھا کرتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایسا کرتہ پہنتے تھے جس کی لمبان اور آستینیں کم تھیں۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ میں نے ابوالقاسم کو دیکھا کہ ان کے بدن پر ایک تنگ آستین والا شامی جبہ تھا۔

ازار (تہبند) مبارک:

یزید بن ابی حبیب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی تہبند سامنے سے لٹکاتے تھے اور پیچھے سے اونچی رکھتے تھے۔

عکرمہ مولائے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ جب وہ تہبند باندھتے تھے تو اگلا

حصہ اتنا لٹکاتے تھے کہ اس کے کنارے ان کی پشت پا پر پڑے رہتے تھے' اور تہبند کو اپنے پیچھے سے اونچا رکھتے تھے میں نے ان سے کہا کہ آپ اس طرح کیوں تہبند باندھتے ہیں' انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح تہبند باندھتے دیکھا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ناف کے نیچے تہبند باندھتے تھے اور آپ کی ناف کھلی رہتی تھی' عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ناف کے اوپر تہبند باندھتے تھے۔

سر مبارک ڈھانپ کر رکھنے کی عادت:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی چادر بکثرت سر سے اوڑھا کرتے تھے چادر کا کنارہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا تیل والے کا کپڑا ہے (سر کا تیل لگ جاتا تھا)۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر اپنی چادر سے سر ڈھانک لیا کرتے تھے' ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا یہ تیل والے یا زیتون والے کی چادر ہے۔

معاویہ بن قرہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں قبیلۂ مزینہ کے ایک گروہ کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا' اور بیعت کی' آپ کا کرتہ کھلا ہوا تھا' اپنا ہاتھ کرتے کے گریبان میں ڈالا اور مہر نبوت کو مس کیا' عروہ کہتے ہیں کہ میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے کو ہمیشہ جاڑے گرمی میں اسی طرح دیکھا کہ یہ دونوں کبھی گھنڈی نہیں لگاتے تھے اور گلا کھلا رکھتے تھے۔

لباس پہنتے وقت دُعا:

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی نیا کپڑا بناتے تو اسے کرتہ تہبند یا عمامے کے نام سے یاد فرماتے اور فرماتے کہ اے اللہ تیرے ہی لیے حمد ہے تو ہی مجھے یہ پہناتا ہے میں تجھ سے اس کا بہترین اور جو اس کے لیے بنایا گیا ہے اس کا بہترین مانگتا ہوں۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی کپڑا پہنے تو یہ کہے:

''سب تعریف اسی اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے وہ کپڑا پہنایا جس سے میں اپنا ستر چھپاتا ہوں اور اپنی زندگی میں خوبصورتی حاصل کرتا ہوں''۔

ایاس بن سلمہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا تو انہیں ابان بن سعید نے پناہ دی' انہوں نے ان کو اپنی زین پر سوار کر لیا اور پیچھے بٹھا لیا یہاں تک کہ مکے لائے اور کہا کہ اے میرے چچا کے بیٹے میں آپ کو متواضع دیکھتا ہوں آپ بھی اپنی تہبند اسی طرح لٹکایئے جس طرح آپ کی قوم کے لوگ لٹکاتے ہیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسی طرح ہمارے صاحب (یعنی آنحضرت ﷺ) اپنی نصف پنڈلیوں تک کی تہبند باندھتے ہیں' ابان نے کہا کہ اے چچا کے بیٹے بیت اللہ کا طواف کیجئے تو انہوں نے کہا کہ ہم لوگ کوئی کام نہیں کرتے' تاوقتیکہ ہمارے صاحب نہ کر لیں۔ اور ہم تو انہیں کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کا ہے)۔

ایاس بن جعفر الحنفی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک رومال تھا' جب آپؐ وضو کرتے تو اسی سے پونچھتے۔

محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جوڑا یا کپڑا انیس اونٹنیوں کے عوض میں خریدا۔

اسحاق بن عبداللہ بن الحارث بن نوفل سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سترہ اوقیہ چاندی کا ایک جوڑا خریدا۔

موسیٰ الحاری سے جو زمانۂ بنی امیہ میں تھے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک طیلسان (عجمی عباء) کا ذکر کیا گیا فرمایا' یہ وہ کپڑا ہے جس کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔

اسماعیل سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی چادر آٹھ دینار کی تھی۔

ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھنا:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک ہی چادر میں نماز پڑھتے دیکھا جس کے زائد حصے سے آپؐ زمین کی سردی و گرمی سے بچتے تھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو سب سے آخری نماز قوم کے ساتھ پڑھی وہ ایک ہی کپڑے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی جسے آپؐ ایک بغل کے نیچے اور ایک کندھے کے اوپر سے اوڑھے ہوئے تھے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض موت میں ایک ہی کپڑے میں جسے آپؐ بغل کے نیچے اور کندھے کے اوپر سے اوڑھے ہوئے تھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔

موسیٰ بن ابراہیم بن ابی ربیعہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہم لوگ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو وہ اٹھ کر ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھنے لگے' ہم نے کہا کہ آپ ایک ہی کپڑے (تہبند) میں نماز پڑھتے ہیں حالانکہ آپ کی چادر بھی رکھی ہوئی ہے۔

انہوں نے کہا کہ ہاں' میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

ام الفضل سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیماری کے زمانے میں اپنے گھر میں ہمیں نماز مغرب ایک ہی کپڑے میں پڑھائی جسے آپؐ ایک بغل کے نیچے اور ایک شانے کے اوپر سے اوڑھے ہوئے تھے' آپؐ نے سورۂ مرسلٰت پڑھی' اس کے بعد وفات تک (اس طرح) کوئی نماز نہیں پڑھی۔

عمر بن ابی سلمہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھی جس کے دونوں کنارے نیچے اوپر تھے۔

عمر بن ابی سلمہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے مکان میں ایک ہی کپڑے میں جسے آپؐ اوڑھے تھے نماز پڑھتے دیکھا۔

عمر بن ابی سلمہ المخزومی سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک ہی کپڑا اوڑھے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا۔

ابن عقیل سے مروی ہے کہ ہم نے جابر بن عبداللہ سے کہا کہ ہمیں اس طرح نماز پڑھایئے جس طرح آپ نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا ہے' انہوں نے اپنی چادر لی اسے سینے کے نیچے سے باندھا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

ابوزبیر سے مروی ہے کہ میں نے جابر بن عبداللہ کو ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا جس کو وہ ایک بغل کے نیچے سے اور ایک شانے کے اوپر سے اوڑھے تھے جابر نے ابوزبیر کو بتایا کہ جابر رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے تو آپ بھی ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھ رہے تھے جس کو ایک بغل کے نیچے اور ایک شانے کے اوپر سے اوڑھے تھے' حالانکہ ان کے پاس اور کپڑے بھی تھے۔ جابر نے کہا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک ہی تہبند باندھے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا اس کے سوا آپؐ کے جسم پر کوئی کپڑا نہ تھا۔

ابن عمار بن یسار نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی کپڑے میں ہماری امامت کی جسے آپؐ ایک بغل کے نیچے اور ایک شانے کے اوپر سے اوڑھے تھے۔ اس کا ایک کنارہ دوسرے کنارے پر پڑا تھا۔ پھر جب آپ فارغ ہوئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس میں' اس میں' یعنی جنابت وشب خوابی کے کپڑے میں نماز؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آپؐ کے مکان میں گیا' آپؐ ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھ رہے تھے جسے ایک بغل کے نیچے سے اور ایک شانے کے اوپر سے اوڑھے تھے۔

معاویہ بن ابی سفیان سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی بہن ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ اس کپڑے میں نماز پڑھتے تھے جس میں مجامعت کرتے تھے تو انہوں نے کہا کہ ہاں' جب اس میں نجاست نہیں دیکھتے تھے۔

حالت استراحت:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک چرمی گدے پر جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ لیٹا کرتے تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس آنے کی اجازت دی' رسول اللہ ﷺ اس طرح لیٹے ہوئے تھے کہ آپؐ کے اور زمین کے درمیان سوائے ایک بوریے کے اور کچھ نہ تھا پہلو میں بوریے کے نشان پڑ گئے تھے' سر کے نیچے ایک چرمی تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی' اور سرہانے چرمی لٹکی تھی جس میں بو بھی تھی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میرے پاس ایک انصاریہ آئیں تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا بستر ایک تہ کی ہوئی عباء دیکھی' وہ گئیں اور آپ کو انہوں نے ایک بستر بھیجا جس میں اون بھرا تھا پھر میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ کیا ہے عرض کی: یارسول اللہ فلاں انصاریہ میرے پاس آئی تھیں انہوں نے آپ کا بستر دیکھا اور وہ گئیں اور انہوں نے یہ بستر بھیج دیا' فرمایا کہ اس کو واپس کر دو' میں نے واپس نہیں کیا۔ مجھے اچھا معلوم ہوا کہ وہ میرے گھر میں رہے آپؐ نے تین مرتبہ یہی فرمایا' پھر فرمایا کہ واللہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا اگر میں چاہتا تو اللہ میرے ساتھ سونے چاندی کے پہاڑ کر دیتا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک عباء بچھا دیتی تھیں جس پر دونوں سوتے تھے' آپؐ ایک شب کو تشریف لائے' میں نے اس (عباء) کو چوہرا کر دیا تھا' آپؐ اس پر سوئے' پھر فرمایا کہ اس شب کو میرے بستر کو کیا ہوا تھا کہ وہ

جیسا پہلے تھا ویسا نہیں تھا عرض کی یا رسول اللہ میں نے اسے چوہرا کر دیا تھا' آپؐ نے فرمایا کہ اسے اسی طرح کر دو جس طرح تھا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کوئی چیز جس میں صلیب ہو بغیر توڑے نہیں چھوڑتے تھے۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے مکان میں گیا تو آپ کو ایک گدے پر دیکھا۔

جندب بن سفیان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھجور کا کانٹا لگ گیا انگلی سے خون نکل آیا' فرمایا کہ یہ انگلی ہی ہے جو خون آلود ہوگئی' اللہ کی راہ میں اس کا سابقہ نہیں پڑا (یعنی یہ جہاد میں خون آلود نہیں ہوئی) آپ کو چارپائی پر لٹایا گیا جو کھجور کی چھال کی رسی سے بنی ہوئی تھی' سرہانے ایک تکیہ رکھا گیا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

عمر رضی اللہ عنہ آئے دیکھا کہ پہلو میں رسی کے نشان پڑ گئے ہیں رونے لگے تو فرمایا کہ تمہیں کیا چیز رُلاتی ہے' عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کسریٰ و قیصر یاد آ گئے جو سونے چاندی کے تختوں پر بیٹھتے ہیں اور سندس واستبرق کا (ریشمی) لباس پہنتے ہیں۔ فرمایا کیا تم لوگ اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہارے لیے آخرت ہو اور ان کے لیے دنیا' اس مکان میں (جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے) چربیاں تھیں جن کی بو آتی تھی' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپؐ انہیں نکلوا دیں (تو بو جاتی رہے) فرمایا نہیں یہ گھر والوں کا سرمایہ ہے۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے' آپ کو بوریے پر دیکھا جس کے نشان پہلو میں پڑ گئے تھے' اسی گھر میں کچھ بدبودار چربیاں بھی تھیں' عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے تو آپؐ نے فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ تمہیں کیا چیز رلاتی ہے؟ عرض کی: آپؐ اللہ کے نبیؐ ہیں (اور اس حالت میں ہیں) اور کسریٰ و قیصر سونے کے تختوں پر ہیں فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ کیا تم راضی نہیں کہ دنیا ان کے لیے ہو اور آخرت ہمارے لیے۔

عطاء سے مروی ہے کہ ایک روز عمر بن الخطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے' آپؐ ایک چرمی بستر پر کروٹ لیٹے ہوئے تھے جس میں کھجور کی چھال بھری تھی' اسی مکان میں چربی بھی پڑی تھی' عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے تو فرمایا' اے عمر رضی اللہ عنہ تمہیں کیا چیز رلاتی ہے۔ عرض کی: میں اس پر روتا ہوں کہ کسریٰ و قیصر طرح طرح کے ریشمی فرشوں پر ہیں۔ اور آپؐ اللہ کے منتخب و برگزیدہ ہو کر اس حالت میں ہیں جیسا میں دیکھتا ہوں' فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ! نہ رو' کیونکہ اگر میں چاہتا کہ میرے ساتھ پہاڑ سونا بن کر چلیں تو ضرور چلتے' اور اگر دنیا خدا کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی (باوقعت) ہوتی تو وہ اس سے کافر کو کچھ نہ دیتا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بوریے پر لیٹے جلد مبارک میں بوریے کا نشان پڑ گیا' بیدار ہوئے تو میں سہلانے لگا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیں کیوں نہیں اجازت دیتے کہ اس پر کوئی چیز بچھا دیا کریں جو آپ کو بوریے سے بچائے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے دنیا سے کیا مطلب میں اور دنیا محض اس طرح ہیں جیسے ایک سوار کہ ایک درخت کے سایہ میں آیا پھر چلا گیا اور اسے چھوڑ گیا۔

ابی النضر مولائے عمر بن عبید اللہ سے مروی ہے کہ عمر بن الخطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے' آپ ایک بوریے پر لیٹے تھے جس نے بدن میں نشان ڈال دیئے تھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ام سلیم کے مکان میں ایک بوریے پر نماز پڑھائی جو پرانا

ہونے کی وجہ سے خراب ہو گیا تھا' آپ ﷺ نے اسے کسی قدر پانی سے تر کر دیا پھر اس پر سجدہ کیا۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک چرمی استر کا جبہ تھا جس پر آپ نماز پڑھتے تھے' اور آپ چرمی استر کا جبہ دباغت کیا ہوا پسند فرماتے تھے (تاکہ بدبو نہ آئے)۔

جریر یا ابی جریر سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا' آپ ہم لوگوں کو خطبہ سنا رہے تھے۔ میں نے آپ کے تکیے پر ہاتھ رکھ کر دیکھا تو وہ بھیڑ کی کھال کا تھا۔

سعید المقبری سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کا ایک کھجور کا بوریا تھا جسے آپ دن کو بچھاتے تھے' جب رات ہوتی تو مسجد کے حجرے میں رکھ دیتے اور وہیں نماز پڑھتے تھے۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بوریے کا ایک حجرہ بنایا تھا آپ نے چند شب اس میں نماز پڑھی' پھر لوگ آپ کے پاس جمع ہوئے۔ ایک رات کو انہوں نے آپ کی آواز نہ سنی تو خیال کیا کہ آپ سو گئے ہیں' بعض کھنکھارنے لگے کہ آپ ان کے پاس نکل آئیں' آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ میں برابر تمہارے اس برتاؤ کو دیکھتا رہا یہاں تک کہ نہ کر سکو گے (یہ واقعہ نماز تراویح کے متعلق ہے) لہٰذا اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو' کیونکہ فرض نماز کے سوا آدمی کی سب سے بہتر نماز وہ ہے جو اس کے گھر میں ہو۔

رسول اللہ ﷺ کا جائے نماز:

ابی قلابہ سے مروی ہے کہ میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گیا' ان کی پوتی ام کلثوم سے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی نماز کی جگہ دریافت کی تو انہوں نے مجھے مسجد دکھائی جس میں ایک چھوٹا سا بوریا تھا' میں نے چاہا کہ اسے ہٹا دوں تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اسی بوریے پر نماز پڑھا کرتے تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ چھوٹے سے بوریے پر نماز پڑھا کرتے تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ مسجد سے بوریا لا دو عرض کی' میں تو حائضہ ہوں فرمایا تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تھے' آپ نے کنیز سے فرمایا کہ مجھے بوریا دے دے' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ وہ تو حائضہ ہے فرمایا کہ اس کا حیض اس کے ہاتھ میں نہیں ہے' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ کا مقصد یہ تھا کہ ہم اسے بچھا دیں کہ آپ اس پر نماز پڑھیں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے مسجد سے بوریا دے دو' عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ میں تو حائضہ ہوں فرمایا کہ وہ تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چھوٹے بوریے پر نماز پڑھی۔

میمونہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث (ام المومنین) سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ چھوٹے بوریے پر نماز پڑھا کرتے تھے۔

سونے کی انگوٹھی کی ممانعت:

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے متعدد طرق سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سونے کی مہر بنوائی جب آپ اسے اپنے داہنے ہاتھ میں پہنتے تھے تو اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھتے تھے' پھر لوگوں نے سونے کی انگوٹھیاں (مہریں) بنوالیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے' آپ نے اسے اتار ڈالا اور فرمایا کہ میں انگوٹھی (مہر) پہنتا تھا اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھتا تھا آپ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا کہ واللہ میں اسے کبھی نہ پہنوں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی پھینک دی تو لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

طاؤس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی' ایک روز جس وقت آپ خطبہ فرما رہے تھے نظر اس پر پڑی اسے دیکھ کر فرمایا کہ تم لوگوں کے لیے دوسری ہے پھر آپ نے اسے اتار ڈالا اور پھینک دیا اور فرمایا کہ میں اسے کبھی نہ پہنوں گا۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بائیں ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی پہنا کرتے تھے' آپ لوگوں کے پاس برآمد ہوئے تو لوگ آپ کی طرف دیکھنے لگے آپ نے داہنا ہاتھ اپنی بائیں چھنگلیا پر رکھ لیا' پھر اپنے اہل بیت کے پاس واپس آئے اور اسے پھینک دیا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی سے منع فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاندی کی انگوٹھی:

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے (متعدد طرق سے) مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کے نام فرمان تحریر فرمایا اور اس پر مہر نہیں لگائی' آپ سے کہا گیا کہ بغیر مہر کے آپ کا فرمان پڑھا نہیں جائے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چاندی کی مہر بنوائی اور اس پر نقش کرایا' نقش یہ تھا ''محمد رسول اللہ'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اس کی سفیدی گویا اب بھی مجھے نظر آ رہی ہے۔

حماد بن سلمہ سے مروی ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر بنوائی تھی' انہوں نے کہا کہ ہاں' ایک مرتبہ آپ نے عشاء میں تقریباً نصف شب تاخیر کر دی' جب آپ نماز پڑھ چکے تو ہم لوگ متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ لوگ تو نماز پڑھ چکے اور سو گئے اور تم لوگ اس وقت تک نماز ہی میں ہو جب تک تم اس کے انتظار میں رہو' اس نے کہا کہ آپ کی انگوٹھی کی چمک جو دست مبارک میں تھی گویا اس وقت بھی میری نظر میں ہے اور انس رضی اللہ عنہ نے اپنا بایاں ہاتھ بلند کیا۔ (انگوٹھی بائیں ہاتھ میں تھی)۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی بنوائی جو خالص چاندی کی تھی' اور فرمایا کہ اس طرح کی انگوٹھی کوئی نہ بنوائے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی' جس کا نگینہ بھی اسی کا تھا۔

زہیر نے کہا کہ میں نے حمید سے دریافت کیا کہ نگینہ کیسا تھا تو انہوں نے بتایا کہ انہیں نہیں معلوم کہ وہ کیسا تھا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس کا نگینہ حبشی تھا اور نقش ''محمد رسول اللہ'' تھا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے صرف ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی دیکھی' جب لوگوں نے چاندی کی انگوٹھیاں بنوا کر پہنیں تو نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگوٹھی پھینک دی' پھر لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک مہر بنوائی جو آپ کے ہاتھ میں رہی' آپ کے بعد پھر وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی' ان کے بعد وہ عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی' یہاں تک کہ چاہ اریس میں (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے) گر پڑی' اس کا نقش ''محمد رسول اللہ'' تھا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی (مہر) چاندی کی بنوائی جس میں ''محمد رسول اللہ'' منقوش تھا' آپ اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھتے تھے۔

ابراہیم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر چاندی کی تھی' اس پر ''محمد رسول اللہ'' منقوش تھا۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی مہر پھینک دی اور ایک مہر چاندی کی بنوائی' آپ اسے اپنے بائیں ہاتھ میں رکھتے تھے۔

عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر چاندی کی تھی۔

حضور علیہ السلام کی مہر مبارک:

ابراہیم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر لوہے کی تھی جس پر چاندی کا پتر چڑھا ہوا تھا۔

مکحول سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر لوہے کی تھی جس پر چاندی کا پتر چڑھا ہوا تھا سوائے اس کے کہ اس کا نگینہ کھلا ہوا تھا۔

سعید سے مروی ہے کہ خالد بن سعید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' ان کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ انگوٹھی کیسی ہے۔ عرض کی: یہ انگوٹھی میں نے بنوائی ہے' فرمایا کہ اسے مجھے اتار دو' انہوں نے اسے اتار دیا تو وہ لوہے کی تھی جس پر چاندی منڈھی تھی' فرمایا کہ اس پر کیا منقوش ہے۔ عرض کی ''محمد رسول اللہ'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لے کے پہن لیا' جو مہر آپ کے ہاتھ میں تھی وہی تھی۔

عمرو بن یحییٰ بن سعید القرشی نے اپنے دادا سے روایت کی عمرو بن سعید بن العاص جس وقت حبشہ سے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے فرمایا کہ اے عمرو تمہارے ہاتھ میں یہ انگوٹھی کیسی ہے' عرض کی یارسول اللہ یہ چھلا ہے فرمایا اس کا نقش کیا ہے عرض کی: ''محمد رسول اللہ'' اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لیا اور اسے مہر بنا لیا' وہ آپ کی وفات تک ہاتھ میں رہی پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات تک ان کے پاس رہی' پھر عمر رضی اللہ عنہ کی وفات تک ان کے ہاتھ میں رہی پھر اسے عثمان رضی اللہ عنہ نے پہنا' وہ اہل مدینہ کے لیے ایک کنواں کھدوا رہے تھے جس کا نام بیر اریس تھا' وہ اس کے کنارے بیٹھے ہوئے کھودنے کا حکم دے رہے تھے کہ مہر کنویں میں گر پڑی' عثمان بکثرت اپنی مہر اپنے ہاتھ سے اتارا اور پہنا کرتے تھے' لوگوں نے اسے تلاش کیا مگر کوئی اس پر قابو نہ پا سکا۔

نقش مہر نبوی ﷺ:

ابن سیرین سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مہر پر ''بسم اللہ محمد رسول اللہ'' منقوش تھا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کی مہر پر تین سطر میں ''محمد رسول اللہ'' منقوش تھا۔ محمد ایک سطر میں رسول ایک سطر میں اللہ ایک سطر میں (اور اس کی ہیئت یہ تھی: (اللہ رسول محمد))۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مہر بنوائی' اور فرمایا کہ ہم نے ایک مہر بنوائی ہے' اس میں ایک نقش کندہ کرایا ہے لہٰذا کوئی شخص اس نقش پر نقش نہ کندہ کرائے (یعنی اپنی مہر پر یہ نقش نہ کندہ کرائے)۔

طاؤس سے مروی ہے کہ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: یہاں ایسے لوگ ہیں جو گویا عجم کو چاہتے ہیں کہ کوئی فرمان بغیر مہر کے جاری نہیں کرتے' اسی بات نے آپ کو اس پر آمادہ کیا کہ اپنی مہر بنوائیں آپؐ نے اس پر ''محمد رسول اللہ'' کندہ کرایا' اور فرمایا کہ میری مہر کا سا نقش کوئی نہ کندہ کرائے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مہر کا نقش ''محمد رسول اللہ'' تھا۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ایک مہر بنوائی ہے لہٰذا کوئی شخص اس کی خلاف ورزی نہ کرے' اس کا نقش ''محمد رسول اللہ'' تھا۔

حجاج بن ابی عثمان سے مروی ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس کی انگوٹھی میں اللہ کا کوئی نام کندہ ہو اور وہ اسے بیت الخلاء میں لے جائے' انہوں نے کہا کہ کیا یہی رسول اللہ ﷺ کی مہر میں قرآن کی ایک آیت کندہ نہ تھی یعنی ''محمد رسول اللہ'' (اور آپؐ اسی کو پہنے ہوئے بیت الخلاء بھی جاتے تھے)۔

ابراہیم وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مہر کا نقش ''محمد رسول اللہ'' تھا۔

محمد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مہر کا نقش ''محمد رسول اللہ'' تھا۔

ابوخلدہ سے مروی ہے کہ میں نے ابوالعالیہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی مہر کا نقش کیا تھا' انہوں نے کہا کہ **صدق اللّٰہ ثم الحق الحق بعدہ محمد رسول اللّٰہ** (اللہ سچا ہے پھر حق حق ہی ہے اس کے بعد محمد اللہ کے رسول ہیں)۔

محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا' جب وہ یمن سے آئے تو اس طرح کہ ہاتھ میں ایک چاندی کی مہر تھی جس کا نقش ''محمد رسول اللہ'' تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ مہر کیسی ہے عرض کی: یا رسول اللہ میں لوگوں کو احکام لکھا کرتا تھا' اندیشہ ہوا کہ کہیں اس میں کم وبیش نہ کر دیا جائے اس لیے میں نے ایک مہر بنوائی جس کو لگا دیتا ہوں' فرمایا: اس کا نقش کیا ہے' عرض کی: ''محمد رسول اللہ'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ معاذ کی ہر چیز ایمان لائی یہاں تک کہ ان کی مہر بھی' رسول اللہ ﷺ نے اسے لے لیا اور اپنی مہر بنالی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا کنویں میں گرنا:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر وفات تک آپؐ کے ہاتھ میں رہی' ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی وفات تک ان کے ہاتھوں میں رہی' چھ برس عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی جب (خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے) بقیہ چھ سال کا وقت آیا تو ہم لوگ بیر اریس پر ان کے ہمراہ تھے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر کو اپنے ہاتھ میں ہلا رہے تھے کہ اس کنویں میں گر پڑی' ہم لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسے تین روز تک تلاش کیا مگر نہ پا سکے۔

علی بن حسین سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے' جب اس (مہر) کو عثمان رضی اللہ عنہ نے لے لیا تو وہ گر پڑی اور غائب ہوگئی' پھر علی رضی اللہ عنہ نے اس کا نقش کندہ کرا لیا۔

محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے گر پڑی' تلاش کی گئی مگر نہیں ملی۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مہر کا نقش ہتھیلی کی طرف رکھتے تھے۔

حماد بن سلمہ سے مروی ہے کہ میں نے ابن ابی رافع کو داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے دیکھا تو میں نے ان سے دریافت کیا' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن جعفر کو داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنے دیکھا' اور عبداللہ بن جعفر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

یعلی بن شداد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگوٹھی بائیں ہاتھ میں نہ پہنتے تھے۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی پہنی' یہاں تک کہ آپؐ واصل بحق ہو گئے' نہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انگوٹھی پہنی' یہاں تک کہ وہ واصل بحق ہو گئے' اور نہ عمر رضی اللہ عنہ نے انگوٹھی پہنی یہاں تک کہ وہ واصل بحق ہو گئے' اور نہ عثمان رضی اللہ عنہ نے انگوٹھی پہنی یہاں تک کہ وہ واصل بحق ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین اصحاب کا ذکر کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین میں دو تسمے تھے۔

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محمد بن علی نے ان لوگوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاپوش نکالی' انہوں نے مجھے دکھائی کہ اس کی ایڑی حضرمی جوتی کی طرح تھی اور اس کے دو تسمے تھے۔

عبداللہ بن الحارث سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاپوش میں دو تسمے تھے جن کے سرے ایڑی میں جڑے تھے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاپوش میں دو تسمے تھے جن پر بال نہ تھے۔

ہشام بن عروہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاپوش دیکھی جو پتلی ایڑی والی اور زبان کی طرح نوک دار تھی' اس کے دو تسمے تھے۔

عیسیٰ بن طہمان سے مروی ہے کہ ہم لوگ جب انس رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تو انہوں نے حکم دیا' ایک پاپوش نکالی گئی جس کے دو تسمے تھے' پھر میں نے ثابت البنانی کو کہتے سنا کہ یہ پاپوش نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

عبداللہ بن الحارث الانصاری سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نعلین دیکھیں جن میں تسمے لگے ہوئے تھے۔

ابن عون سے مروی ہے کہ میں مکے میں نعلین تسمہ ڈلوانے کے لیے لے گیا' میرا خیال ہے کہ یہ ۱۰۰ھ تھا یا ۱۰۱ھ' میں ایک کفش ساز کے پاس گیا کہ وہ ان میں تسمے ڈال دے اور ان میں ایک قسم کے تسمے موجود تھے میں نے اس سے کہا کہ دوسری قسم کے تسمے ڈال دے تو اس نے کہا کہ میں ان میں اس قسم کے تسمے نہیں ڈالوں گا جیسے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی نعلین میں دیکھے ہیں میں نے کہا کہ تم نے کہاں دیکھے' اس نے کہا کہ فاطمہ بنت عبیداللہ بن عباس کے پاس میں نے اس سے کہا کہ اس میں اس قسم کے تسمے ڈال دے' اس نے اس قسم کے تسمے ڈال دیئے اور دونوں کے کان داہنی طرف کیے۔

ابن عون سے مروی ہے کہ میں مکے میں ایک کفش ساز کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میری نعلین کے تسمے بنا دے' اس نے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں ان میں داہنی طرف تسمے لگا دوں جیسا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی نعلین میں دیکھا ہے۔ میں نے پوچھا کہ تم نے انہیں کہاں دیکھا اس نے کہا کہ فاطمہ بنت عبیداللہ بن عباس کے پاس دیکھا ہے میں نے کہا کہ ان میں اسی طرح کے تسمے لگا دو جیسے تم نے رسول اللہ ﷺ کی نعلین میں دیکھے' اس نے دونوں تسمے داہنی طرف لگا دیئے۔

عمرو بن حریث سے مروی ہے کہ انہوں نے چند لوگوں کو دیکھا کہ وہ جوتے پہن کر نماز نہیں پڑھتے (یعنی اس کے جواز سے انکار کرتے ہیں) انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی پیوند لگی ہوئی نعلین میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

زیاد بن فیاض سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ (کبھی کبھی) اپنی پیوند دار نعلین میں نماز پڑھتے تھے۔

ایک اعرابی سے مروی ہے کہ میں نے تمہارے نبی علیہ السلام کی پیوند لگی ہوئی پاپوش دیکھی ہے۔

سعید بن یزید سے مروی ہے کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا نبی محمد رسول اللہ ﷺ نعلین پہن کر نماز پڑھتے تھے تو انہوں نے کہا کہ ہاں۔

محمد بن اسماعیل بن مجمع سے مروی ہے کہ عبداللہ بن ابی حبیبہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو کس طرح پایا' تو انہوں نے کہا کہ میں نے آپ کو مسجد قبا میں نعلین پہن کر نماز پڑھتے دیکھا۔

عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو برہنہ پا بھی نماز پڑھتے دیکھا ہے اور پاپوش پہن کر بھی' آپ (بعد نماز تسبیح پڑھنے کے لیے) داہنی جانب بھی پلٹتے تھے اور بائیں جانب بھی' سفر میں روزہ بھی رکھتے تھے اور نہیں بھی رکھتے تھے' پانی کھڑے ہو کر بھی پیتے تھے اور بیٹھ کر بھی پیتے تھے۔

خالد بن معدان سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پاپوش پہن کر بھی نماز پڑھی اور برہنہ پا بھی' کھڑے ہو کر بھی اور بیٹھ کر بھی' اور آپ داہنی طرف بھی پلٹتے تھے اور بائیں طرف بھی۔

ابی سعید سے مروی ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے تو نعلین اتار کر بائیں طرف رکھ دیں' لوگوں نے بھی اپنی نعلین اتار دیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز ادا کر چکے تو فرمایا کہ تمہیں اپنی جوتیاں اتارنے پر کس نے آمادہ کیا' لوگوں نے عرض کی' ہم نے دیکھا کہ آپ نے اتار ڈالیں تو ہم نے بھی اتار ڈالیں' فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ ان میں نجاست بھری

ہے' جو شخص اپنی نعلین میں نجاست دیکھے تو وہ اسے جھاڑ ڈالے اور اسی میں نماز پڑھے۔

محمد بن عباد بن جعفر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اکثر نمازیں نعلین پہن کر ہوتی تھیں' آپؐ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ ان میں کچھ نجاست ہے' تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی نعلین اتار ڈالیں' پھر سب نے اپنی نعلین اتار ڈالیں' جب رسول اللہ ﷺ نماز پوری کر چکے تو فرمایا کہ تم لوگوں نے کیوں اتاریں' لوگوں نے عرض کی کہ ہم نے دیکھا کہ آپؐ نے اتار دیں تو ہم نے بھی اتار دیں' فرمایا کہ مجھے تو جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ ان میں کچھ نجاست ہے۔

ابراہیم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں اپنی نعلین اتار دیں' جب لوگوں نے دیکھا کہ آپؐ نے اپنی نعلین پھینک دیں تو لوگوں نے بھی اپنی نعلین پھینک دیں' جب آپؐ نے دیکھا کہ لوگوں نے نعلین پھینک دیں تو آپؐ نے پہن لیں' اس کے بعد آپ کو نعلین اتارتے نہیں دیکھا گیا۔

ابی النضر سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی پاپوش کا تسمہ ٹوٹ گیا تو آپؐ نے اسے تھوڑے سے حریر (ریشم) سے جوڑ لیا' پھر اسے دیکھنے لگے' جب نماز پوری کر چکے تو فرمایا کہ اس کو نکال دو اور وہی رہنے دو جو پہلے تھا۔ کہا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیوں؟ فرمایا کہ میں نماز کی حالت میں اس کی طرف دیکھتا تھا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ہر حالت میں داہنی طرف سے شروع کرنا پسند فرماتے تھے' وضو میں کنگھی کرنے میں' پاپوش پہننے میں راوی نے کہا کہ جہاں تک ہو سکے داہنی طرف سے شروع کرنا چاہیے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر نعلین پہنتے تھے اور بیٹھ کر بھی' کھڑے ہو کر پانی پیتے تھے اور بیٹھ کر بھی' آپؐ اپنی داہنی جانب سے شروع کرتے تھے اور بائیں طرف سے بھی۔

عبید بن جریج سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن میں دیکھتا ہوں کہ آپ بھی سبتی پاپوشیں پسند کرتے ہیں (سبتی وہ چمڑا ہے جس پر بال نہ ہوں) انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہی پہنتے اور انہیں میں وضو کرتے دیکھا ہے۔

عبید بن جریج سے مروی ہے کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپ صرف سبتی (بغیر بال کے چمڑے کی) جوتیاں پہنتے ہیں' انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بھی ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔

منہال بن عمرو سے مروی ہے کہ انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے کفش بردار و آب بردار تھے۔

موزے مبارک:

عبداللہ بن بریدہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ صاحب حبشہ نے نبی محمد ﷺ کو دو سادہ چرمی موزے بطور ہدیہ بھیجے' آپؐ ان پر مسح کرتے۔

ابن بریدہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کو دو سیاہ سادہ موزے بطور ہدیہ بھیجے' آپؐ نے پہنے اور ان پر مسح کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی مسواک:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات یا دن کو جب سو کر بیدار ہوتے تو وضو سے پہلے مسواک ضرور کرتے۔

شداد بن عبداللہ سے مروی ہے کہ مسواک نے رسول اللہ ﷺ کے مسوڑھے پتلے کر دیئے تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رات کو رسول اللہ ﷺ کی مسواک رکھ دی جاتی اور آپؐ مسواک شروع کرتے' جب رات کی نماز کو اٹھتے تو مسواک کرتے' وضو کرتے مختصر سی دو رکعتیں پڑھتے پھر آٹھ رکعتیں پڑھتے' تب وتر پڑھتے تھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ اپنے ہاتھ میں مسواک لے کر دانت صاف کرتے تھے۔ مسواک آپؐ کے منہ میں ہوتی تھی اور آپ ''عاعا'' کہتے تھے۔ گویا اُبکائیاں لیتے ہیں۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے روزے کی حالت میں کھجور کی ہری شاخ سے مسواک کی' قتادہ سے کہا گیا کہ لوگ اس کو ناپسند کرتے ہیں' انہوں نے کہا کہ واللہ رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں کھجور کی ہری شاخ سے مسواک کرتے تھے۔

خالد بن معدان سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں مسواک لے جاتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا کنگھا' سرمہ' آئینہ اور پیالہ:

ابن جریج سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ہاتھی دانت کا کنگھا تھا جس سے آپ کنگھا کرتے تھے۔ خالد بن معدان سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں کنگھا آئینہ' تیل مسواک اور سرمہ لے جاتے تھے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بکثرت سر میں تیل ڈالتے اور داڑھی پانی سے صاف کرتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سرمہ دانی تھی جس سے آپؐ سوتے وقت ہر آنکھ میں تین مرتبہ سرمہ لگاتے تھے۔

عمران بن ابی انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی داہنی آنکھ میں تین مرتبہ سرمہ لگاتے اور بائیں میں دو مرتبہ۔

محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں بھی سرمہ اثمد لگاتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں اثمد استعمال کرنا چاہیے' کیونکہ یہ نظر کو تیز کرتا ہے' بال اُگاتا ہے اور آنکھ روشن کرنے والی چیزوں میں سے بہترین ہے۔

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے مروی ہے کہ مقوقس نے ایک شیشے کا پیالہ نبی محمد رسول اللہ ﷺ کو بطور ہدیہ بھیجا آپ اس میں پانی پیا کرتے تھے۔

عطا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک شیشے کا پیالہ تھا جس میں آپؐ پانی پیتے تھے۔

حمید سے مروی ہے کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا پیالہ دیکھا جو چاندی سے بندھا ہوا تھا (شیشے کا تھا اس لیے ٹوٹ گیا تو غالباً انس رضی اللہ عنہ نے چاندی کے تار سے اسے بندھوا لیا ہوگا)۔

ابی النضر سے مروی ہے کہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے نہانے کا برتن پیتل کا تھا۔

سیف النبی ﷺ:

عبدالمجید بن سہیل سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینے میں ہجرت فرما کے ایک تلوار بھی لائے جو ماثور کے والد کی تھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تلوار ذوالفقار جنگ بدر میں غنیمت میں پائی۔

ابن المسیب سے بھی اسی طرح مروی ہے اس کے بعد یہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام برقرار رکھا۔

عامر سے مروی ہے کہ علی بن حسین رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار ہمارے پاس نکال کر لائے تو اس کے قبضے پر چاندی چڑھی تھی اس کا وہ حلقہ اور کڑی جس میں حمائل ہوتی ہے چاندی کی تھی وہ کمزور اور پتلی ہوگئی تھی۔ منبہ بن الحجاج السہمی کی تھی اور جنگ بدر میں آپ کو ملی تھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر میں ایک تلوار اپنے لیے مخصوص کر لی اس کا نام ذوالفقار تھا اور آپؐ نے اسی تلوار کے بارے میں غزوۂ احد میں خواب دیکھا تھا۔

علقمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کا نام ذوالفقار اور جھنڈے کا نام عقاب تھا۔ واللہ اعلم

مروان بن ابی سعید بن المعلی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بنی قینقاع کے ہتھیاروں میں سے تین تلواریں ملیں ایک تیغ قلعی تھی ایک کا نام بتار اور ایک کا نام حتف (موت) تھا اس کے بعد آپؐ کے پاس مخذوم ورسوب تھیں جو آپ کو فلس سے ملی تھیں۔

زیاد بن ابی مریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار حنیف کی تھی جس میں تیز دھار تھی۔

عامر سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی تلوار ذوالفقار کے میان پر پڑھا کہ ''خون بہا مومنین پر ہے۔ اسلام میں بغیر مولیٰ کے کوئی نہ چھوڑا جائے (یعنی نومسلم کا مولیٰ ضرور بنایا جائے) اور مسلم کو کافر کے عوض قتل نہ کیا جائے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کے قبضے پر چاندی چڑھی ہوئی تھی۔

عمرو بن عاصم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کے میلان کی نوک چاندی کی تھی اس کے قبضے پر بھی چاندی چڑھی تھی اور اس کے درمیان چاندی کی کڑیاں تھیں۔

سعید بن الحسن سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کے قبضے پر چاندی چڑھی تھی۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کے میان کی نوک اور حلقے اور قبضے پر چاندی چڑھی تھی۔

زرۂ مبارک:

مروان بن ابی سعید بن المعلی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو قینقاع کے اسلحہ میں دو زرہیں بھی ملیں جن میں ایک کا نام سعدیہ اور ایک کا نام فضہ تھا۔

محمد بن مسلمہ سے مروی ہے کہ میں نے غزوۂ احد میں رسول اللہ ﷺ کے بدن پر دو زرہیں دیکھیں جن میں ایک زرہ کا

نام ذات الفضول تھا اور ایک کا فضہ میں نے غزوۂ خیبر میں آپ کے بدن پر دو زرہیں دیکھیں جن میں ایک ذات الفضول تھی اور ایک سعدیہ۔

عامر سے مروی ہے کہ علی بن حسین رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی زرہ نکال کر ہمارے پاس لائے وہ بھی یمنی تھی' باریک حلقہ دار' جب اس کی کڑیوں کے بل لٹکا دیا جاتا تھا تو زمین سے نہیں لگتی تھی اور جب چھوڑ دی جاتی تھی تو زمین سے لگتی تھی۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی زرہ میں پشت پر چاندی کے دو حلقے تھے' عبداللہ کا قول ہے کہ چھاتی پر تھے' اور خالد کہتے ہیں کہ سینے پر تھے' میں نے اسے لٹکایا تو اس نے زمین پر نشان ڈال دیا۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ایک زرہ ابوالشحم یہودی کے یہاں جو بنی ظفر کا ایک فرد تھا جو کے عوض رہن رکھی تھی۔

ابن عباس و عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ کی زرہ تیس یا ساٹھ صاع جو کے عوض رہن تھی' جو عیال کے نفقے کے لیے تھے۔

اسماء بنت یزید سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی' اور جس روز آپ کی وفات ہوئی آپ کی زرہ ایک وسق جو کے عوض ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی ڈھال:

مکحول سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ڈھال تھی جس میں مینڈھے کے سر کی تصویر تھی' نبی ﷺ نے تصویر کا ہونا ناپسند کیا' صبح ہوئی تو اللہ نے اس (تصویر) کو دور کر دیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے نیزے اور کمان:

مروان بن ابی سعید بن المعلی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بنی قینقاع کے اسلحہ میں سے تین نیزے اور تین کمانیں ملیں' ایک کمان کا نام روحا تھا' درخت شوحط کی لکڑی کی کمان کا نام بیضاء تھا ایک زرد رنگ کی کمان کا نام صفراء تھا جو درخت نبع کی لکڑی کی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی سواریاں:

محمد بن یحییٰ بن سہل بن ابی حثمہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ سب سے پہلا گھوڑا جس کے رسول اللہ ﷺ مالک ہوئے وہ تھا جسے آپ نے مدینے میں بنی فزار کے ایک شخص سے دس اوقیہ چاندی میں خریدا تھا' اس کا نام اس اعرابی کے یہاں ضرس تھا۔ نبی محمد رسول اللہ ﷺ نے سکب رکھا' یہ سب سے پہلا گھوڑا تھا جس پر رسول اللہ ﷺ نے احد کی جنگ کی' اس روز سوائے اس گھوڑے کے اور ابو بردہ بن نیار کے ایک گھوڑے کے جس کا نام ملاوح تھا مسلمانوں کے ہمراہ اور کوئی گھوڑا نہ تھا۔

یزید بن ابی حبیب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک گھوڑا تھا جس کا نام سکب تھا۔

علقمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھوڑے کا نام سکب تھا' اس کی پیشانی سفید تھی اس کے ہاتھ پاؤں میں سفیدی

نہ تھی۔ واللہ اعلم

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک گھوڑے کی جس کا نام سبحہ تھا دوڑ کرائی' وہ اوّل آیا' آپؐ خوش ہوئے اور اسے پسند فرمایا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک گھوڑے کا نام المرتجز تھا۔

محمد بن عمرو سے مروی ہے کہ میں نے محمد بن یحییٰ بن سہیل بن ابی حثمہ سے مرتجز کو دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ وہ گھوڑا تھا جس کو رسول اللہ ﷺ نے اس اعرابی سے خریدا تھا جس کے بارے میں خزیمہ بن ثابت نے آپؐ کے موافق شہادت دی تھی اور یہ اعرابی بنی مرہ کا تھا۔

ابی بن عباس بن سہل نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی کہ میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے تین گھوڑے تھے' لزاز' ظرب' اور لحیف' لزاز تو مقوقس نے بطور ہدیہ دیا تھا' لحیف ربیعہ بن ابی البراء نے بطور ہدیہ دیا تھا' آپ نے اس کے عوض میں بنی کلاب کے مواشی کی زکوٰۃ وصول کرنے کی خدمت ان کو دے دی تھی' اور ظرب فروہ بن عمرو الجذامی (والی عمان) نے بطور ہدیہ دیا تھا' ایک گھوڑا تمیم داری نے بھی رسول اللہ ﷺ کو بطور ہدیہ دیا تھا جس کا نام ورد تھا جو آپؐ نے عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیا عمر رضی اللہ عنہ نے اس گھوڑے پر چڑھ کے اللہ کی راہ میں جہاد کیا' بعد کو معلوم ہوا کہ بیچ ڈالنے کے قابل ہے۔

ابی عبداللہ واقد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اٹھ کر اپنے ایک گھوڑے کے پاس گئے' آستین سے اس کا منہ پوچھا تو لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ آپؐ اپنے کرتے سے (اس کا منہ پوچھتے ہیں) فرمایا گھوڑں کے معاملے میں جبریل علیہ السلام نے مجھ پر عتاب کیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک سفید مادہ خچر بطور ہدیہ دی گئی یہ سب سے پہلی سفید مادہ خچر اسلام میں تھی رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنی زوجہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا' میں (ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے) اون اور کھجور کی چھال آپؐ کے پاس لایا' میں نے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے رسی اور راس بٹی' آپ گھر میں تشریف لے گئے۔ ایک اچھی نئی عبا لائے اور اسے تہ کیا' اس کی پشت پر اس (عباء) کا چارجامہ بنایا' آپؐ اُچکے اور سوار ہو گئے اپنے پیچھے مجھے بھی بٹھالیا۔

موسیٰ بن ابراہیم نے اپنے والد سے روایت کی کہ دلدل نبی علیہ السلام کی مادہ خچر تھی' یہ سب سے پہلی مادہ خچر تھی جو اسلام میں دیکھی گئی' اور یہ آپ کو مقوقس نے بطور ہدیہ دی تھی' اس کے ہمراہ اس نے ایک گدھا بھی جس کا نام یعفور تھا آپ کو بطور ہدیہ دیا تھا' مادہ خچر معاویہؓ کے زمانہ تک زندہ رہی۔

زہری سے مروی ہے کہ دلدل کو فروہ بن عمرو الجذامی نے بطور ہدیہ بھیجا تھا (مگر یہ سہو ہے) اسے مقوقس نے بھیجا تھا۔

علقمہ سے مروی ہے کہ مجھے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی مادہ خچر کا نام دلدل تھا۔ وہ سفید تھی' اور ینبع میں رہی یہاں تک کہ وہیں مرگئی۔ واللہ اعلم

زامل بن عمرو سے مروی ہے کہ فروہ بن عمرو الجذامی نے نبی ﷺ کو ایک مادہ خچر جس کا نام فضہ تھا بطور ہدیہ بھیجی' آپؐ

نے وہ مادہ خچر اور اپنا گدھا یعفور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا' یہ گدھا حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت مر گیا۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک مادہ خچر بطور ہدیہ دی گئی' ہم نے عرض کی' یا رسول اللہ ﷺ اگر ہم اس کو اپنے گھوڑوں سے گابھن کرائیں تو یہ ہمارے پاس اپنے ہی جیسی مادہ خچر لائے گی' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو وہی لوگ کرتے ہیں جو جاہل ہوتے ہیں۔

علقمہ سے مروی ہے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گدھے کا نام یعفور تھا' واللہ اعلم۔

ابی عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود نے اپنے والد سے روایت کی کہ انبیاء کمبل پہنا کرتے' بکریاں دوہتے اور گدھوں پر سوار ہوتے' رسول اللہ ﷺ کا بھی ایک گدھا تھا جس کا نام یعفور تھا۔

جعفر نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی مادہ خچر کا نام شہباء اور گدھے کا نام یعفور تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی سواری کی اونٹنیاں:

موسیٰ بن محمد بن ابراہیم التیمی نے اپنے والد سے روایت کی کہ قصواء (اونٹنی) بنی الحریس کے مواشی میں تھی اس کو اور اس کے ساتھ ایک دوسری اونٹنی کو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آٹھ سو درم کو خریدا تھا' (قصواء) کو رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے چار سو درہم میں لے لیا۔ وہ آپ کے پاس رہی یہاں تک کہ مر گئی' اس اونٹنی پر آپ نے ہجرت فرمائی' جس وقت رسول اللہ ﷺ مدینے تشریف لائے تو وہ چار دانت کی تھی' اور اس کا نام قصواء جدعا تھا' عضباء تھا۔

ابن المسیب سے مروی ہے کہ اس کا نام عضباء تھا اور اس کے کان کا کنارہ کٹا ہوا تھا۔

جعفر نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کا نام قصواء تھا۔ علقمہ سے مروی ہے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کا نام قصواء تھا' واللہ اعلم۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک اونٹنی کا نام قصواء تھا' واللہ اعلم۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک اونٹنی کا نام عضباء تھا' وہ کبھی (کسی اونٹ سے) پیچھے نہیں رہتی تھی' ایک اعرابی اپنے نوجوان اونٹ پر آیا اور اس نے اس کے ساتھ دوڑایا تو عضباء پیچھے رہ گئی' مسلمانوں کو ناگوار ہوا' لوگوں نے کہا کہ عضباء پیچھے رہ گئی' یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ پر واجب ہے کہ دنیا کی جو چیز بلند ہو وہ اسے نیچا کر دے۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ قصواء رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی تھی کہ جب کبھی دوڑ میں بھیجی جاتی تو آگے ہو جاتی ایک دفعہ وہ پیچھے رہ گئی تو اس کے پیچھے رہ جانے سے مسلمانوں کو سخت بے چینی پیدا ہوئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ جب کسی چیز کو بلند کرنا چاہتے ہیں تو خدا اسے نیچا کر دیتا ہے۔

قدامہ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حج میں اپنی اونٹنی صہباء پر رمی کرتے دیکھا۔ سلمہ بن نبیط نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے حج میں رسول اللہ ﷺ کو عرفہ میں سرخ اونٹ پر سوار دیکھا۔

رسول اللہ ﷺ کی دودھ والی اونٹنیاں:

معاویہ بن عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی رافع سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دودھ والی اونٹنیاں تھیں' یہ وہی تھیں جن پر قوم نے غابہ میں چھاپہ مارا تھا' کل بیس تھیں انہیں سے رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت زندگی بسر کرتے تھے' ہر شب کو آپ کی خدمت میں دو بڑی مشکوں میں دودھ لایا جاتا تھا' ان میں وہ دودھ والی اونٹنیاں بھی تھیں جن کا دودھ بہت کثرت سے تھا' ان کا نام حناء۔ سمراء' عریس سعدیہ' بغوم یسیرہ اور دباء تھا۔

بنہان مولائے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہماری زندگی دودھ پر تھی' یا یہ کہا کہ ہماری اکثر زندگی' غابہ میں رسول اللہ ﷺ کی دودھ والی اونٹنیاں تھیں جن کو آپ نے ازواج پر تقسیم فرما دیا تھا' ان میں سے ایک کا نام عریس تھا' ہم لوگ اس کے دودھ پر (زندگی بسر کرتے) تھے اور جتنا دودھ چاہتے (لے سکتے تھے)۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی اونٹنی جس کا نام سمراء تھا بہت دودھ والی تھی اور وہ میری اونٹنی کی طرح نہ تھی' ان سب کا چرواہا دودھ والی اونٹنیوں کو ایک چراگاہ لے گیا جو نواح جوانیہ میں تھی' وہ ہمارے گھروں پر آیا کرتی تھیں' ان دونوں (عریس وسمراء) کو لایا جاتا تھا اور ان کا دودھ دوہا جاتا تھا۔ نبی ﷺ کی اونٹنی اپنے برابر کی اونٹنیوں سے زیادہ دودھ والی پائی جاتی تھی۔

ثابت مولائے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ضحاک بن سفیان الکلابی نے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کو ایک اونٹنی جس کا نام بردہ تھا بطور ہدیہ دی' میں نے کبھی کوئی اونٹنی اس سے اچھی نہیں دیکھی' اس کا دودھ اتنا دوہا جاتا تھا جتنا وہ بکثرت دودھ دینے والی اونٹنیوں کا دوہا جائے' وہ ہمارے گھروں پر آتی تھی' اس کو ہند اور اسماء باری باری کبھی احد اور کبھی جماء میں چراتے تھے' پھر اسے اس کے ٹھکانے پر لاتے تھے اور ان کے ساتھ چادر بھر کر درخت کے گرے ہوئے یا درخت کے لاٹھی سے جھاڑے ہوئے پتے بھی ہوتے تھے' وہ رات سے صبح تک چارے میں بسر کرتی تھی' اکثر اسے آپ کے مہمانوں کے لیے دوہا جاتا تھا' وہ لوگ پیتے تھے یہاں تک کہ پہلی رات کا دودھ وہ لوگ پی لیتے تھے۔ اور جو بچتا تھا بعد کو ہم لوگوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا' اس کا صبح کا دودھ اچھا ہوتا تھا۔

عبدالسلام بن جبیر نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی سات دودھ والی اونٹنیاں تھیں جو ذی الجدر اور جماء میں رہتی تھیں' ان کا دودھ ہمارے پاس آ جاتا' ایک اونٹنی کا نام مہرہ تھا ایک کا شقراء اور ایک کا دباء' مہرہ بنی عقیل کے مواشی میں سے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بھیجی تھی' وہ بہت دودھ والی تھی شقراء ودباء کو آپ نے سوق النبط میں بنی عامر سے خریدا تھا' بردہ وسمراء و عریس ویسیرہ وحناء کا دودھ دوہا جاتا تھا اور ہر رات کو آپ کے پاس لایا جاتا تھا' انہیں میں رسول اللہ ﷺ کا ایک غلام یسار تھا جس کو لوگوں نے قتل کر دیا۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب شام ہو جاتی اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ کی اونٹنیوں کا دودھ نہیں آتا تھا تو آپ فرماتے تھے کہ اللہ اس کو پیاسا کرے جس نے اس شب کو آل محمد ﷺ کو پیاسا کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی دودھ دینے والی بکریاں:

ابراہیم بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دودھ دینے والی بکریاں سات تھیں' عجوہ' زمزم' سقیا' برکہ' ورسہ' اطلال اور اطراف۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سات دودھ دینے والی بھیڑیں تھیں جن کو ام ایمن چراتی تھیں۔

محمد عبداللہ بن الحصین سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بکریاں اُحد میں چرائی جاتی تھیں' ہر شب کو اس کے گھر پر آتی تھیں جس میں رسول اللہ ﷺ کا دورہ ہوتا تھا۔

وجیہہ کنیز ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ جنگل تشریف لے جاتے تھے' تو انہوں نے کہا کہ نہیں' واللہ میں نے آپ کو (جنگل جاتے) نہیں دیکھا ہماری سات بھیڑیں تھیں' چرواہا کبھی انہیں احد لے جاتا اور کبھی جماء اور شام کو انہیں ہمارے پاس لاتا' ذی الجدر میں رسول اللہ ﷺ کی دودھ دینے والی اونٹنیاں تھیں' رات کو ان کا دودھ ہمارے پاس آجاتا تھا' غابہ میں بھی تھیں' رات کو ان کا دودھ بھی ہمارے پاس آجاتا تھا' اونٹ اور بکری ہی سے ہماری اکثر زندگی تھی۔

مکحول سے مروی ہے کہ ان سے مردار کی کھال کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک بکری کا نام قمر تھا ایک روز وہ آپ کو نہ ملی' فرمایا کہ قمر کیا ہوئی' لوگوں نے عرض کی' یا رسول اللہ وہ تو مر گئی' فرمایا کہ تم نے اس کی کھال کیا کی' لوگوں نے عرض کی' وہ تو مردار تھی فرمایا دباغت اس کی طہارت ہے۔

ابی الہیثم بن التیہان سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جن لوگوں کے یہاں بکری ہے ان کے یہاں برکت ہے۔

خالد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جن لوگوں کے یہاں تین بکریاں (چر کے) رات کو آئیں ان کے یہاں رات بھر ملائکہ رہتے ہیں جو صبح تک ان کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے خدام و آزاد کردہ غلام:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میرا خیال تو یہی ہے کہ ہند و اسماء فرزندان حارثہ الاسلمی رسول اللہ ﷺ کے غلام ہی تھے یہ دونوں آپ کی خدمت کرتے تھے' انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور یہ دونوں آپ ؐ کے دروازے سے ٹلتے نہ تھے۔

سلمٰی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خادمہ میں تھی اور خضرہ' رضوی و میمونہ بنت سعد تھیں' ہم سب کو رسول اللہ ﷺ نے آزاد کر دیا تھا۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک کنیزہ کا نام خضرہ تھا۔

عتبہ بن جبیرہ الاشہلی سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ابو بکر بن حزم کو تحریر فرمایا کہ میرے لیے رسول اللہ ﷺ کے خدام مرد اور عورتوں اور آپ ؐ کے آزاد کردہ غلاموں کے ناموں کی تحقیق کرو۔

انہوں نے لکھا کہ ام ایمن تھیں جن کا نام برکہ تھا' یہ رسول اللہ ﷺ کے والد کی کنیز تھیں۔

رسول اللہ ﷺ ان کے وارث ہوئے تو آپ ؐ نے انہیں آزاد کر دیا' عبید خزرجی نے مکے میں ان سے نکاح کیا' ان کے

یہاں ایمن پیدا ہوئیں۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مالک ہوئیں، جن کو خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے حکیم بن حزام بن خویلد نے سوق عکاظ میں چار سو درم کو خریدا، رسول اللہ ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ وہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو آپ کو ہبہ کر دیں، یہ واقعہ آپ کے ان سے نکاح کر لینے کے بعد ہوا۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں آپ کو ہبہ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا، ان کی بیوی برکہ بھی آزاد کر دیا۔

ابو کبشہ جن کی ولادت مکے میں ہوئی تھی، انہیں آپ نے آزاد کر دیا، انسہ جن کی ولادت سراۃ میں ہوئی تھی، انہیں بھی آپ نے آزاد کر دیا۔ صالح شقران کو بھی جو آپ کے غلام تھے آزادی دے دی سفینہ آپ کے ایک غلام تھے انہیں بھی آزاد کر دیا۔

ثوبان یمن کے ایک شخص تھے، جن کو رسول اللہ ﷺ نے مدینے میں خرید کر آزاد کر دیا، ان کا نسب یمن میں ہے۔

رباح حبشی تھے۔ انہیں بھی رسول اللہ ﷺ نے غلامی سے رہائی عطا فرمائی۔

یسار حبشی غلام تھے جن کو آپ نے غزوۂ بنی عبد بن ثعلبہ میں پایا تھا، انہیں آزاد کر دیا۔

ابو رافع عباس کے غلام تھے، ان کو عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دیا۔ جب عباس رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو ابو رافع نے رسول اللہ ﷺ کو ان کے اسلام کا ثمرہ سنایا۔ رسول اللہ ﷺ خوش ہوئے اور انہیں آزاد کر دیا، اور ابو رافع کا نام اسلم تھا۔

فضالہ یمنی آپ کے آزاد کیے ہوئے غلام تھے جنہوں نے بعد کو شام کی سکونت اختیار کر لی۔

مویہبہ مزینہ میں پیدا ہوئے تھے، انہیں بھی آپ نے آزادی بخشی۔

رافع، سعید بن العاص کے غلام تھے، سعید کے لڑکے رافع کے وارث ہوئے ان میں سے بعض نے اسلام میں اپنا حصہ آزاد کر دیا اور بعض رُکے رہے، رافع رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے ان لوگوں کے بارے میں طالب امداد ہوئے جنہوں نے آزاد نہیں کیا تھا تاکہ وہ بھی انہیں آزاد کر دیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں ان سے گفتگو فرمائی تو انہوں نے آپ کو ہبہ کر دیا۔ آپ نے انہیں آزاد کر دیا وہ کہا کرتے تھے کہ میں رسول اللہ ﷺ کا مولیٰ ہوں۔

مدعم، رسول اللہ ﷺ کے غلام تھے، ان کو رفاعہ بن زید الجذامی نے آنحضرت ﷺ کو ہبہ کیا تھا، یہ حسمی میں پیدا ہوئے تھے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدعم کو رفاعہ بن عمرو الجذامی نے آنحضرت ﷺ کو ہبہ کیا تھا، رسول اللہ ﷺ جب خیبر آئے تو وادی القریٰ کی طرف واپس ہوئے، وہاں اپنا کجاوہ اتار رہے تھے کہ مدعم کے پاس ایک نامعلوم تیر آیا، جس نے انہیں قتل کر دیا۔ کہا گیا کہ شہادت انہیں مبارک ہو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے جس چادر کو جنگ خیبر میں اس نے ہم سے لیا تھا وہ اس پر آگ میں جلائی جائے گی۔

کرکرہ بھی رسول اللہ ﷺ کے غلام تھے۔

ایاس بن سلمہ بن الاکوع نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک غلام کا نام رباح تھا، یہ رسول اللہ ﷺ کے اس سامان پر تھے، جس پر عیینہ بن حصن نے چھاپہ مارا تھا۔

رسول اللہ ﷺ اور ازواج مطہرات کے مکانات:

عبداللہ بن یزید الہذلی سے مروی ہے کہ میں نے ازواج نبی علیہ السلام کے مکانات اس وقت دیکھے جب ان کو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے منہدم کیا یہ کچی اینٹ کے مکان تھے حجرے کھجور کی ٹہنیوں کے تھے جن پر گارے کی کہگل کی ہوئی تھی' میں نے شمار کیا تو مع حجروں کے نو مکان تھے' وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے درمیان سے اس دروازے تک تھے جو باب النبی علیہ السلام کے متصل تھا' اسماء بنت حسن بن عبداللہ بن عبیداللہ بن العباس کے مکان تک۔

میں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا مکان اور ان کا حجرہ کچی اینٹ کا دیکھا تو ان کے ایک بیٹے سے دریافت کیا انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ دومۃ الجندل کیا تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنا حجرہ کچی اینٹ کا بنوالیا' رسول اللہ ﷺ آئے تو آپ کی نظر اینٹ پر پڑی' آپ اپنی ازواج میں سب سے پہلے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور فرمایا کہ اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ سب سے بدتر چیز جس میں مسلمان کا مال صرف ہو' تعمیر ہے۔

محمد بن عمرو نے کہا کہ میں نے یہ حدیث معاذ بن محمد الانصاری سے بیان کی تو انہوں نے کہا کہ ایک مجلس میں جس میں عمر بن ابی انس بھی تھے میں نے عطاء خراسانی کو کہتے سنا' اور وہ قبر مبارک اور منبر شریف کے درمیان تھے' کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی ازواج کے حجرے کھجور کی شاخوں کے پائے جن کے دروازوں پر سیاہ بالوں کے ٹاٹ کے پردے پڑے تھے' میں ولید بن عبدالملک کا فرمان آنے کے وقت موجود تھا جو پڑھا جا رہا تھا' اس میں انہوں نے ازواج رسول اللہ ﷺ کے حجروں کو مسجد رسول اللہ ﷺ میں داخل کرنے کا حکم دیا تھا' میں نے اس روز سے زیادہ لوگوں کو روتے ہوئے نہیں دیکھا۔

عطاء کہتے ہیں کہ میں نے اسی روز سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے ہوئے سنا کہ واللہ میں تو یہ چاہتا تھا کہ یہ لوگ ان حجروں کو اپنی حالت پر چھوڑ دیتے' اہل مدینہ میں سے جو پیدا ہونے والا پیدا ہوتا اور اطراف عالم سے جو آنے والا آتا وہ دیکھتا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں کس چیز پر کفایت فرمائی یہ ایک ایسی بات تھی جو لوگوں کو بکثرت مال جمع کرنے اور باہم فخر کرنے سے نفرت دلاتی۔

معاذ نے کہا جب عطاء خراسانی اپنی حدیث سے فارغ ہوئے تو عمر بن ابی انس نے کہا کہ ان میں سے چار مکان کچی اینٹ کے تھے جن کے حجرے کھجور کی شاخ کے تھے' پانچ مکان کہگل کی ہوئی کھجور کی شاخ کے تھے جن میں حجرے نہ تھے' دروازوں پر بالوں کا ٹاٹ پڑا تھا' میں نے پردے کو ناپا تو وہ تین ہاتھ طویل اور ایک ہاتھ سے زیادہ عریض تھا۔

یہ جو تم نے اس روز کے رونے کا حال بیان کیا تو میں نے خود ایک ایسی مجلس میں دیکھا ہے جس میں اصحاب رسول اللہ ﷺ کے فرزندوں کی ایک جماعت تھی' جن میں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف اور ابوامامہ بن سہل بن حنیف اور خارجہ بن زید بن ثابت بھی تھے' یہ لوگ رو رہے تھے یہاں تک کہ آنسوؤں نے ان کی داڑھیوں کو تر کر دیا تھا اس روز ابوامامہ نے کہا کہ کاش وہ چھوڑ دیئے جاتے اور منہدم نہ کیے جاتے تاکہ لوگ تعمیر میں کمی کرتے' اور دیکھتے اللہ اپنے نبی علیہ السلام کے لیے کس چیز پر راضی تھا' حالانکہ دنیا کے خزانوں کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔

عبداللہ بن عامر الاسلمی سے مروی ہے کہ ابوبکر بن حزم اپنی نماز گاہ میں تھے' وہیں انہوں نے مجھ سے کہا کہ اس ستون کے جو قبر مبارک کے اس کنارے کے متصل ہے کہ دوسرے ستون سے ملا ہوا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے دروازے کے راستے میں واقع ہے یہی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا (ام المومنین) کا مکان ہے' رسول اللہ ﷺ اسی میں نماز پڑھتے تھے یہ سب آج تک اسماء بنت حسن بن عبداللہ بن عبیداللہ بن العباس کے مکان سے صحن مسجد تک ہے' آنحضرت ﷺ کے یہی مکانات ہیں جن کو میں نے کھجور کی شاخ کا دیکھا جن پر گارے کی کہگل کی ہوئی تھی اور ان پر بالوں کا ٹاٹ پڑا تھا۔

ایک شیخ اہل مدینہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے حجرے منہدم کیے جانے سے پہلے دیکھے جو کھجور کی شاخوں کے تھے' جن پر کھالوں کے ٹکڑے منڈھے تھے۔

داؤد بن شیبان سے مروی ہے کہ میں نے ازواج نبی ﷺ کے حجرے دیکھے جن پر ٹاٹ پڑے تھے۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں میں ازواج نبی ﷺ کے حجروں میں داخل ہوتا تھا اور ان کی چھتیں اپنے ہاتھ سے چھو لیتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے وقف شدہ اموال:

محمد بن کعب سے مروی ہے کہ اسلام میں سب سے پہلا صدقہ (یعنی وقف) رسول اللہ ﷺ کا اپنے اموال کا وقف ہے' جب مخریق احد میں قتل کر دیئے گئے اور انہوں نے یہ وصیت کی کہ اگر میں مر جاؤں تو میرے اموال رسول اللہ ﷺ کے لیے ہیں' تو رسول اللہ ﷺ نے ان پر قبضہ کیا اور انہیں وقف (تصدق) کر دیا۔

عبداللہ بن کعب بن مالک سے مروی ہے کہ جنگ احد میں مخریق نے کہا کہ اگر میں مر جاؤں تو میرے اموال محمدؐ کے لیے ہیں' وہ انہیں جہاں اللہ بتائے خرچ کریں' یہ رسول اللہ ﷺ کے صدقات عامہ تھے۔

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ اپنے زمانۂ خلافت میں خناصرہ میں کہتے تھے کہ میں نے مدینے میں اس زمانے میں سنا جب مشائخ مہاجرین وانصار میں سے بہت لوگ موجود تھے کہ نبی محمد ﷺ نے سات باغ اموال مخریق میں سے وقف کیے تھے' مخریق نے یہ کہا تھا کہ اگر میں مر جاؤں تو میرے مال محمد (ﷺ) کے لیے ہیں وہ انہیں جہاں اللہ بتائے خرچ کریں۔ وہ غزوۂ احد میں قتل کر دیئے گئے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مخریق سب سے اچھے یہودی ہیں۔

اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے ہمارے لیے ان (باغوں) کی کھجوریں منگائیں' ایک طباق میں کھجوریں لائی گئیں' انہوں نے کہا کہ مجھے ابوبکر بن حزم نے لکھا ہے کہ یہ کھجوریں انہیں خوشوں میں سے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ اس میں سے نوش فرماتے تھے۔

راوی نے کہا کہ امیر المومنین انہیں ہم میں تقسیم کر دیجئے۔ انہوں نے جب تقسیم کیں تو ہم میں سے ہر شخص کو نو نو کھجوریں ملیں۔

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جب میں والی مدینہ تھا تو میں بھی ان باغوں میں گیا اور اس درخت کی کھجور کھائی' میں نے اس کی سی شیریں اور تازہ کھجور نہیں دیکھی۔

ابی وجزہ یزید بن عبید السعدی سے مروی ہے کہ مخریق بنی قینقاع کے سب سے بڑے امیر تھے وہ علمائے یہود اور توریت کا علم رکھنے والوں میں سے تھے' رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ آپ کی مدد کرنے کے لیے اُحد گئے' حالانکہ وہ اپنے دین (یہودی) پر تھے' محمد بن مسلمہ وسلمہ بن سلامہ سے کہا کہ اگر میں مر جاؤں تو میرے اموال محمد (ﷺ) کے حوالے ہیں' وہ جہاں انہیں اللہ بتائے خرچ کریں۔

جب ہفتے کا دن ہوا اور قریش بھاگ گئے اور مقتولین دفن کر دیئے گئے تو مخریق مقتول پائے گئے جن کے زخم بھی تھے' وہ مسلمانوں کی قبروں سے علیحدہ دفن کیے گئے' آپ ؐ نے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی' نہ اس روز اور نہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ سے ان کے حق میں دعائے رحمت سنی گئی' آپ ؐ نے اس سے زیادہ نہیں فرمایا کہ مخریق سب سے اچھے یہودی تھے' بس یہی آپ کا حکم ہے۔

عثمان بن وثاب سے مروی ہے کہ یہ سب باغ اموال بنی نضیر میں سے ہیں' رسول اللہ ﷺ اُحد سے واپس آئے تو آپ ؐ نے مخریق کے اموال تقسیم فرما دیئے۔

زہری سے مروی ہے کہ یہ ساتوں باغ اموال بنی نضیر میں سے ہیں۔

محمد بن سہل بن ابی حثمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا وقف اموال بنی نضیر میں سے تھا' اور وہ سات باغ تھے (جن کے نام یہ ہے)۔

الاعواف' الصافیہ' الدلال' المثیب' برقہ' حسنیٰ' مشربہ ام ابراہیم۔

مشربہ ام ابراہیم اس لیے نام رکھا گیا کہ ابراہیم کی والدہ ماریہ اُسی میں رہتی تھیں' یہ کل مال سلام بن مشکم النضیری کا تھا۔

محمد بن کعب القرظی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اوقاف میں سات باغ تھے' الاعواف' الصافیہ' الدلال' المثیب' برقہ' حسنیٰ' مشربہ ام ابراہیم۔

ابن کعب نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد مسلمانوں نے اپنی اولاد پر اور اپنی اولاد کی اولاد پر وقف کیا ہے۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے غنیمت میں سے تین مخصوص ومنتخب حصے تھے۔ (اموال) بنی النضیر آپ کے حوادث کے لیے وقف تھے۔

فدک مسافروں کے لیے۔

اور خیبر وقف تھا۔

خمس کو بھی آپ ؐ نے تین حصوں پر تقسیم کر دیا تھا۔

دو جزو مسلمانوں کے لیے تھے اور ایک جزو میں سے آپ ؐ اپنے اہل وعیال پر صرف فرماتے اگر کچھ فاضل رہتا تو اسے فقرائے مہاجرین میں تقسیم فرما دیتے۔

رسول اللہ ﷺ کے زیر استعمال کنوئیں:

مروان بن ابی سعید بن المعلی سے مروی ہے کہ میں نے ان کنوؤں کو تلاش کیا ہے جن کا پانی رسول اللہ ﷺ پیتے تھے اور

جن میں آپ نے برکت کی دعا فرمائی اور لعاب دہن ڈالا۔

آپ بیر بضاعہ کا پانی پیتے تھے جس کو بیر ابی انس کہا جاتا ہے۔

آپ ایک کنویں کا پانی پیتے تھے جو آج قصر بنو حدیلہ کے پہلو میں ہے۔ آپ جاسم کا پانی پیتے تھے۔

آب دار خانوں کا پانی بھی پیتے تھے۔

قباء کے بیر غرس کا پانی بھی پیتے تھے اس میں آپ نے برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا کہ یہ جنت کا ایک چشمہ ہے۔

عبیرہ کا پانی پیتے تھے جو بنی امیہ بن زید کا کنواں ہے اس پر آپ کھڑے ہوئے دعائے برکت فرمائی اس میں لعاب دہن ڈالا اور اس کا پانی پیا' آپ ﷺ نے اس کا نام پوچھا تو عبیرہ بتایا گیا' آپ نے اس کا نام یسیرہ رکھا۔ آپ عقیق کے بیر رومہ کا بھی پانی پیتے تھے۔

سلمٰی سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ابوایوب کے مکان پر اترے تو ابوایوب آپ کی خدمت کیا کرتے تھے' آپ کے لیے ابی انس مالک بن النضر کے کنویں سے پانی لایا کرتے تھے' جب رسول اللہ ﷺ اپنے مکان چلے گئے تو انس بن مالک اور ہند و اسماء فرزندان حارثہ بیر سقیا سے پانی کے گھڑے لاد کر آپ کی ازواج کے مکانات پر لے جاتے تھے' پھر آپ کے خادم رباح جو حبشی غلام تھے آپ کے حکم سے کبھی بیر غرس سے پانی بھرتے تھے اور کبھی بیر بیوت السقیا سے۔

الہیثم بن نصر بن دہر الاسلمی سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کا خادم تھا اور محتاجین کی جماعت کے ساتھ آپ کے دروازے سے وابستہ تھا' میں آپ کے پاس ابی الہیثم بن التیہان کے بیر جاسم سے پانی لاتا تھا' اس کا پانی بہت اچھا تھا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت فرمایا جب آپ بیر غرس کی مینڈھ پر بیٹھے تھے کہ میں نے آج شب کو خواب میں دیکھا کہ جنت کے ایک چشمے پر بیٹھا ہوں' مراد یہی کنواں تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیر غرس جنت کا ایک چشمہ ہے۔

عمر بن الحکم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیر غرس بھی کیسا اچھا کنواں ہے' یہ جنت کا ایک چشمہ ہے اس کا پانی سب پانیوں سے اچھا ہے' رسول اللہ ﷺ کے لیے اس کا پانی بھرا جاتا تھا اور آپ کو بیر غرس سے غسل کرایا جاتا تھا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ قباء گئے' آپ بیر غرس پہنچے' اس میں ایک گدھے پر پانی بھرا جا رہا تھا ہم لوگ دن کے اکثر حصے میں اس طرح کھڑے رہے کہ ہمیں اس میں پانی ہی نہ ملتا تھا' رسول اللہ ﷺ نے ڈول میں کلی کی اور اسے کنویں میں ڈال دیا تو وہ تری میں جوش مارنے لگا۔

ابی جعفر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے بیر غرس کا پانی بھرا جاتا تھا اور اسی سے آپ کو غسل کرایا جاتا تھا۔

سہل بن سعد سے مروی ہے کہ میں نے اپنے ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کو بیر بضاعہ کا پانی پلایا ہے۔

ابی بن عباس بن سہل بن سعد نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی ایک جماعت سے سنا جن میں ابو اسید و ابو حمید و ابی سہل بن سعد بھی تھے کہ رسول اللہ ﷺ بیر بضاعہ پر تشریف لائے' ڈول سے وضو کیا اور اسے کنوئیں

میں ڈال دیا' دوبارہ ڈول میں کلی کی اور اس میں لعاب دہن ڈالا اور آپؐ نے اس کا پانی پیا' آپؐ کے زمانے میں جب کوئی بیمار ہوتا تھا تو فرماتے تھے کہ اسے بضاعہ کے پانی سے نہلاؤ' وہ نہلایا جاتا تھا تو اس کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ گویا رسی کو کھول دیا گیا ہے۔

ابوحمید الساعدی سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بار ہا بیر بضاعہ پر کھڑے دیکھا ہے' آپؐ کے گھوڑوں کو اس کا پانی پلایا جاتا تھا' آپؐ نے بھی اس کا پانی پیا اور وضو کیا اور اس کے بارے میں دعائے برکت کی۔

محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیر رومہ کی طرف دیکھا جو قبیلہ مزنیہ کے ایک شخص کا تھا' وہ اُجرت پر اس کا پانی پلاتا تھا اور فرمایا کہ اس مسلمان کا یہ کیسا اچھا صدقہ ہو جو اسے مزنی سے خرید لے اور وقف کر دے' عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس کو چار سو دینار میں خریدا اور وقف کر دیا' جب اس پر منڈیر بنادی گئی تو اُدھر سے رسول اللہ ﷺ گزرے آپؐ نے اسے دریافت کیا تو بتایا گیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے خرید کر وقف کو دیا' آپؐ نے فرمایا کہ اے اللہ ان کے لیے جنت واجب کر دے' پھر آپؐ نے اس کے پانی کا ایک ڈول منگایا اور اس میں پیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شیریں پانی ہے' دیکھو خبردار اس وادی میں کنوؤں کی کثرت ہوگی اور وہ شیریں ہوں گے' اور مزنی کا کنواں ان سب سے زیادہ شیریں ہے۔

مطلب بن عبداللہ بن خطیب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز مزنی کے کنویں پر سے گزرے' اس کنویں کے پہلو میں ان کا ایک خیمہ تھا اور ایک گھڑا تھا جس میں ٹھنڈا پانی تھا' گرمی میں رسول اللہ ﷺ نے ٹھنڈا پانی پیا اور فرمایا کہ یہ شیریں وصاف ہے۔

محمود بن الربیع سے مروی ہے کہ انہیں وہ کلی یاد ہے جو رسول اللہ ﷺ نے ڈول میں کر کے بیر انس میں ڈالی تھی۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے اسی کنویں کا پانی پیا ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے بیر بیوت السقیا سے پانی بھرا جاتا تھا۔

عاصم بن عبداللہ الحکمی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر جاتے وقت بیر السقیا کا پانی پیا۔ اس کے بعد بھی آپؐ اس کا پانی پیا کرتے تھے۔
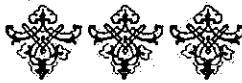
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمدللّٰہ

ولا الٰه الا اللّٰه، واللّٰه اکبر

اللّٰهمّ صلّ علٰی نبیّك محمد و علٰی آله واصحابه وبارك وسلّم رب انعمت علیّ فزد

آثارِ وفات

زندگی کے آخری ایام اور کثرتِ استغفار:

ابوعبیدہ بن عبداللہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ﴿سبحانك اللّٰهم وبحمدك' اللّٰهم اغفرلی﴾ بکثرت فرمایا کرتے تھے' پھر جب سورۂ ﴿اذا جاء نصر اللّٰه والفتح﴾ کا نزول ہوا تو فرمایا: ﴿سبحانك اللّٰهمّ وبحمدك' اللّٰهم اغفرلی' انك انت التواب الرحیم﴾

رسول اللہ ﷺ پر جب ﴿اذا جاء نصراللّٰه والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللّٰه افواجا فسبح بحمد ربك واستغفره انه کان توابا﴾ نازل ہوئی تو حسن نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کی اجل قریب آ گئی' اور آپ کو کثرت تسبیح و استغفار کا حکم دیا گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سورت ﴿اذا جاء نصر اللّٰه والفتح﴾ اللہ کی طرف بلانے والی اور دنیا سے رخصت کرنے والی ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ آخر عمر میں یہ کلمات بکثرت فرمایا کرتے تھے: ''سبحان اللّٰه وبحمده' استغفراللّٰه واتوب الیه'' میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آپ کلمہ ''سبحان اللّٰه وبحمده' استغفراللّٰه واتوب الیه'' کی اس قدر کثرت فرماتے ہیں کہ اس سے قبل نہیں فرماتے تھے۔

حضرتؐ نے فرمایا: میرے پروردگار نے مجھے میری امت میں ایک علامت کی خبر دی کہ جب اس کو دیکھنا تو اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح کرنا اور اس سے استغفار کرتے رہنا' میں نے اس علامت کو دیکھ لیا ہے' ﴿اذا جاء نصراللّٰه والفتح' ورأیت الناس

یدخلون فی دین اللّٰہ افواجا الخ﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب سورت ﴿اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا کہ مجھے میری خبر مرگ سنا دی گئی۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: یہ سن کے میں رونے لگی تو فرمایا: رو نہیں' میرے گھر والوں میں سب سے پہلے تو ہی مجھ سے ملے گی۔ یہ سن کے میں ہنسی' اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح﴾

یمن کے لوگ آئے جو رقیق القلب تھے۔

فرمایا: ایمان بھی یمنی ہے اور حکمت بھی یمنی ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر آپ کی وفات سے پہلے پے در پے وحی بھیجی یہاں تک کہ آپؐ وفات پا گئے۔ سب سے زیادہ وحی اس روز نازل ہوئی جس دن رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ضرور معلوم کرلوں گا کہ ہم میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی کتنی باقی ہے' انہوں نے آپؐ سے عرض کیا: یارسول اللہ اگر آپؐ اپنے لیے تخت بنا لیتے (تو بہتر ہوتا) کیونکہ لوگوں نے آپ کو بھائی بنا لیا ہے' آپؐ نے فرمایا: واللہ میں برابر ان کے درمیان اسی طرح رہوں گا کہ وہ میری چادر چھینتے ہوں گے اور مجھے ان کا غبار پہنچتا ہوگا' یہاں تک کہ اللہ مجھے ان سے راحت دے گا' عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے سمجھ لیا کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہم میں قلیل ہے۔

واثلہ بن الاسقع سے مروی ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کیا تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ میری وفات تم سب کے آخر میں ہوگی؟ آگاہ رہو کہ میں وفات میں تم سب سے اوّل ہوں' کجاوے کی لکڑیوں کی طرح تم لوگ میرے پیچھے ہوگے کہ تم میں سے بعض بعض کو ہلاک کریں گے خالد بن خداش کی روایت میں (بجائے اقتاذا بمعنی کجاوے کی لکڑیاں) افناذا بمعنی قوم و جماعت ہے۔

سالم بن ابی الجعد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس عالم میں جسے سونے والا دیکھتا ہے' دنیا کی کنجیاں دی گئیں' تمہارے نبی ﷺ کو اچھے راستے کی طرف لے گئے اور تم دنیا میں اس حالت میں چھوڑ دیئے گئے کہ سرخ و زرد و سفید حلوا کھا رہے ہو' کہ اصل سب کی ایک ہے (یعنی) شہد اور گھی اور آٹا' لیکن تم لوگوں نے نفسانی خواہشوں کی پیروی کی۔

بکر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے (جس میں) تم بھی باتیں کرتے ہو اور تم سے بھی باتیں کی جاتی ہیں' جب میرا انتقال ہوگا تو میری وفات تمہارے لیے بہتر ہوگی' تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کیے جائیں گے' اگر میں خیر دیکھوں گا تو اللہ کی حمد کروں گا اور اگر شر دیکھوں گا تو تمہارے لیے اللہ سے استغفار کروں گا۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: عنقریب مجھے دعوت دی جائے گی جو میں قبول کرلوں گا' میں تم میں دو نفیس چیزیں چھوڑنے والا ہوں کتاب اللہ اور اپنی عترت (ذریت) کتاب اللہ ایک رسی ہے جو آسمان سے زمین کی طرف دراز کی گئی ہے' اور میری عترت میرے اہل بیت ہیں مجھے لطیف و خبیر نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر دونوں وارد ہوں' دیکھو تم ان دونوں کے بارے میں میرے بعد کیسا برتاؤ کرتے ہو۔

آخری سال میں قرآن مجید کا دوبار دور اور طویل اعتکاف:

ابو صالح سے مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام ہر سال ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو قرآن سناتے اور دور کرتے تھے' جب وہ سال ہوا جس میں آپ اٹھا لیے گئے تو انہوں نے دو مرتبہ سنایا' رسول اللہ ﷺ رمضان کے عشرۂ آخر میں اعتکاف کیا کرتے تھے' جس سال وفات ہوئی آپؐ نے بیس دن اعتکاف کیا۔

ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جبریل علیہ السلام ہر سال رمضان میں ایک مرتبہ نبی ﷺ کو قرآن سناتے جب وہ سال ہوا جس میں آپ کی وفات ہوئی' تو آپ کو انہوں نے دو مرتبہ سنایا' (محمد بن سیرین) نے کہا کہ مجھے اُمید ہے کہ ہماری قراءت آخری مرتبہ سنانے کے مطابق ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں قرآن جبریل علیہ السلام کو سناتے تھے جب نبی ﷺ اس شب کی صبح کرتے تھے جس میں آپ کو جو سنانا ہوتا تھا وہ سناتے تھے تو آپ کی صبح اس حالت میں ہوتی تھی کہ آندھی سے بھی زیادہ سخی ہوتے تھے' آپؐ سے جو چیز مانگی جاتی تھی دے دیتے تھے' جب اس (رمضان کا) مہینہ ہوا جس کے بعد آپ وفات پا گئے تو آپؐ نے ان کو دو مرتبہ سنایا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ خیر میں سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے' آپؐ رمضان میں ہمیشہ سے زیادہ سخی ہو جاتے تھے' یہاں تک کہ وہ ختم ہو جاتا تھا جب آپؐ سے جبریل علیہ السلام ملتے تھے تو رسول اللہ ﷺ ان کو قرآن سناتے تھے اور تیز آندھی سے زیادہ سخی ہو جاتے تھے۔

یزید بن زیاد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سال جس میں آپؐ اٹھا لیے گئے عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام مجھ کو ہر سال ایک مرتبہ قرآن سناتے تھے مگر اس سال انہوں نے دو مرتبہ سنایا ہے' کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جو اپنے اس بھائی کی نصف عمر نہ زندہ رہا ہو جو اس کے قبل تھا' عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ایک سو پچیس سال زندہ رہے' یہ (میری زندگی کے) باسٹھ سال ہوئے' اس کے نصف سال بعد آپؐ وفات پا گئے۔

قاسم بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ پر نازل ہو کر ہر سال رمضان میں ایک مرتبہ آپ کو قرآن پڑھاتے تھے' جب وہ سال ہوا جس میں رسول اللہ ﷺ اٹھا لیے گئے تو جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے آپ کو دو مرتبہ قرآن پڑھایا۔

عبداللہ نے کہا میں نے اس سال رسول اللہ ﷺ کے دہن مبارک سے (سن کر) پڑھا' واللہ اگر میں یہ جانتا کہ کوئی ایسا شخص ہے جو مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کا عالم ہے اور اس کے پاس مجھے اونٹ پہنچائیں گے تو میں ضرور سوار ہو کر اس کے پاس جاتا۔ واللہ میں اسے نہیں جانتا۔

رسول اللہ ﷺ پر یہود کے جادو کا اثر:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر سحر کیا گیا' آپؐ خیال کرتے تھے کہ یہ شے کریں گے مگر اسے کرتے نہ

تھے۔ایک روز میں نے آپ کو دعا کرتے دیکھا تو آپ نے (مجھ سے) فرمایا تم سمجھیں' میں جس بارے میں اللہ سے دریافت کرتا تھا اس نے مجھے بتادیا میرے پاس دو شخص آئے ایک میرے سرہانے بیٹھ گیا اور دوسرا پائینتی' ایک نے کہا کہ اس شخص کی بیماری کیا ہے دوسرے نے کہا ان پر (رسول اللہ ﷺ) پر سحر کیا گیا ہے' اس نے کہا کس نے آپ پر سحر کیا ہے' کہا لبید بن الاعصم نے' اس نے کہا کس چیز میں (اس نے سحر کیا) کہا کنگھے میں' کنگھے سے گرے ہوئے بالوں میں' اور ایک موٹے کھجور کے درخت کے کنویں میں۔ پوچھا وہ (درخت) کہاں ہے' اس نے کہا ذی ذروان میں۔

رسول اللہ ﷺ وہاں گئے' جب واپس آئے تو عائشہ رضی اللہ عنہا کو خبر دی کہ اس کھجور کے درخت ایسے ہیں جیسے شیاطین کے سر' اور اس کا پانی ایسا ہے جیسا مہندی کا پانی' میں نے (عائشہ رضی اللہ عنہا نے) کہا: یارسول اللہ اسے لوگوں کے لیے ظاہر کر دیجئے' فرمایا: اللہ نے مجھے تو شفا دے دی' میں اس سے ڈرتا ہوں کہ کہیں لوگوں میں شر نہ برانگیختہ ہو۔

غفرہ کے آزاد کردہ غلام عمر سے مروی ہے کہ لبید بن الاعصم یہودی نے نبی ﷺ پر سحر کیا جس سے آپ کی بینائی کم ہوگئی' اصحاب نے آپ کی عیادت کی' جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام نے آپ کو اس کی خبر دی' نبی ﷺ نے اس (ساحر) کو پکڑا تو اس نے اقرار کیا' آپ نے سحر کو اس گڑھے میں سے نکلوایا جو کنویں کی تہ میں تھا' پھر اسے کھینچا اور تھوک دیا' وہ (سحر) رسول اللہ ﷺ سے دور ہوا اور آپ نے اس (یہودی) کو معاف کر دیا۔

عمر بن الحکم سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ذی الحجہ میں حدیبیہ سے واپس آئے اور محرم آ گیا تو یہود کے وہ رؤسا جو مدینے میں باقی تھے' ان لوگوں میں سے تھے جو اسلام ظاہر کرتے تھے' حالانکہ وہ منافق تھے' یہ لوگ لبید بن الاعصم یہودی کے پاس آئے جو بنی زریق کا حلیف اور ایسا ساحر تھا کہ یہود جانتے تھے کہ وہ ان سب میں زیادہ سحر و زہر کا جاننے والا ہے۔

ان لوگوں نے اس سے کہا کہ اے ابوالاعصم تو ہم سب سے زیادہ سحر جاننے والا ہے ہم نے محمدؐ پر سحر کیا ہے' ہمارے مردوں اور عورتوں نے ان پر سحر کیا ہے' مگر ہم لوگ (ان کا) کچھ نہ کر سکے۔ تو دیکھتا ہے کہ ہم پر ان کا کیا اثر ہے' ہمارے دین کے کیسے مخالف ہیں' جن کو وہ قتل و جلاء وطن کر چکے ہیں تو ان سے بھی آگاہ ہے۔ ہم لوگ تجھے اجرت دیں گے' تو ان پر ایسا سحر کر کہ انہیں ہلاک کر دے' تین دینار مقرر کیے کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر سحر کرے۔

اس نے آپ کے کنگھے کا اور ان بالوں کا جو کنگھا کرنے سے گرتے ہیں قصد کیا' اس میں چند گرہیں لگائیں تھوکا اور ایک موٹی کھجور کے نیچے (دفن) کر دیا' پھر اسے لے جا کر ایک کنویں کے (قریب) حوض میں (دفن) کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسی بات کو محسوس کیا جو آپ کو ناپسند تھی' آپ کسی امر کے کرنے کا خیال کرتے تھے (مگر بھول جانے کی وجہ سے) اسے کرتے نہ تھے' آپ کی بصارت میں کمی آ گئی تھی' یہاں تک اس پر آپ کو اللہ نے آگاہ کیا' آپ نے جبیر بن ایاس الزرقی کو بلایا جو بدر میں حاضر ہوئے تھے' انہیں چاہ وزدران کے اس مقام کا راستہ بتایا جو اس کنویں کے حوض کے نیچے تھا۔ جبیر روانہ ہوئے' انہوں نے اسے نکال لیا' آپ نے لبید بن الاعصم کو بلا بھیجا اور اس سے فرمایا کہ تو نے جو کچھ کیا اس پر تجھے کس نے برانگیختہ کیا؟ اللہ نے مجھے تیرے سحر سے آگاہ کر دیا اور جو کچھ تو نے کیا اس کی خبر دے دی' اس نے کہا اے ابوالقاسم دیناروں کی محبت

نے (مجھے برانگیختہ کیا)۔

اسحاق بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک کو اس حدیث کی خبر دی تو انہوں نے کہا کہ آپؐ پر تو اعصم کی لڑکیوں نے سحر کیا تھا جو لبید کی بہنیں تھیں‘ وہ لبید سے زیادہ ساحر اور زیادہ خبیث تھیں‘ لبید وہ شخص تھا جو اسے لے گیا اور کنویں کے حوض کے نیچے دفن کیا‘ جب ان لوگوں نے وہ گرہیں لگائیں تو رسول اللہ ﷺ کی بینائی جاتی رہی۔

اعصم کی بیٹیوں میں سے ایک نے یہ مکاری کی کہ وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی۔ نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی بینائی جانے کی عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے خبر دی یا اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو ذکر کرتے سن لیا‘ وہ نکل کر اپنی بہنوں کے اور لبید کے پاس گئی اور انہیں خبر دی‘ ان میں سے ایک عورت نے کہا کہ اگر یہ نبی ہوں گے تو انہیں (بذریعہ وحی) خبر دے دی جائے گی‘ اگر نہ ہوں گے تو یہ اس کے عوض میں ہوگا‘ جو کامیابی آپؐ نے ہماری قوم اور ہمارے اہل دین پر حاصل کی ہے‘ اللہ نے آپ کو خبردار کر دیا۔

حارث بن قیس نے کہا: یا رسول اللہ‘ کیا ہم وہ کنواں منہدم کر دیں‘ آپؐ نے انکار کیا مگر حارث بن قیس اور ان کے ساتھیوں نے اسے منہدم کر دیا حالانکہ اس سے میٹھا پانی بھرا جاتا تھا۔

انہوں نے دوسرا کنواں کھودا‘ جب وہ دوسرا جس میں سحر کیا گیا تھا منہدم کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے کھودنے پر ان کی مدد کی یہاں تک کہ انہوں نے اس کا پانی نکالا۔ بعد کو وہ منہدم کر دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے سحر کو نکالا اور وہ بجائے جبیر بن ایاس الزرقی کے قیس بن محصن تھے۔

ابن المسیب اور عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ پر یہودی بنی زریق نے سحر کیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے‘ عورتوں کے اور کھانے پینے میں سحر کیا تھا‘ آپؐ پر دو فرشتے اس وقت اترے کہ آپؐ خواب و بیداری کی درمیانی حالت میں تھے‘ ان میں سے ایک آپؐ کے سرہانے بیٹھ گیا اور دوسرا پائینتی‘ ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ انہیں کیا شکایت ہے‘ کہا سحر کیا گیا ہے اس نے کہا کس نے آپؐ پر کیا‘ کہا لبید بن اعصم یہودی نے‘ اس نے کہا کس چیز میں‘ کہا ایک کھجور کے پھول میں‘ کہا اسے اس نے کہاں رکھا‘ کہا چاہِ ذروان میں ایک پتھر کے نیچے‘ کہا اس کا علاج کیا ہے۔ کہا کنویں کا پانی نکالا جائے پتھر اٹھایا جائے اور کھجور کا پھول نکالا جائے (یہ کہہ کر) وہ دونوں فرشتے اُٹھ گئے۔

نبی ﷺ نے علی اور عمار رضی اللہ عنہما کو بلا بھیجا‘ دونوں کو حکم دیا کہ اس حوض پر جائیں اور وہی کریں جو آپؐ نے (ملائکہ سے) سنا تھا۔ وہ دونوں گئے‘ اس کا پانی ایسا ہو گیا تھا گویا مہندی سے رنگ دیا گیا ہے‘ اس (پانی) کو انہوں نے نکالا‘ پتھر اٹھا کر کھجور کے پھول کو نکالا اس میں ایک بال تھا جس میں گیارہ گرہیں تھیں‘ یہ دونوں سورتیں نازل کی گئیں "قل اعوذ برب الفلق. قل اعوذ برب النّاس" رسول اللہ ﷺ نے یہ کیا کہ آپؐ جب ایک آیت پڑھتے تھے تو ایک گرہ کھل جاتی تھی یہاں تک کہ تمام گرہیں کھل گئیں‘ نبی ﷺ کھانے پینے میں اور عورتوں کے بارے میں آزاد ہو گئے۔

زید بن ارقم سے مروی ہے کہ انصار میں سے ایک شخص نے نبی ﷺ کے لیے گرہ لگائی‘ وہ ایسے شخص تھا جس پر آپ کو اطمینان تھا‘ اسے وہ فلاں فلاں کنویں میں لے گیا‘ آپ کی عیادت کے لیے دو فرشتے آئے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ جانتے ہو

کہ آپ کو کیا ہوا؟ آپؐ کے لیے فلاں انصاری نے گرہ لگائی اور اسے فلاں فلاں کنویں میں پھینک دیا۔ اگر آپؐ اسے نکال لیں تو ضرور صحت ہو جائے۔

لوگ اس کنویں کی طرف روانہ کیے گئے' پانی کو سبز پایا' انہوں نے اسے نکال لیا اور پھینک دیا' رسول اللہ ﷺ کی صحت ہو گئی۔ نہ تو آپؐ نے (اس انصاری سے) اس کے متعلق بیان کیا' نہ آپؐ کے چہرے میں (ناگواری کا کوئی اثر) دیکھا گیا۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ سے ذمی ساحر کے بارے میں (یہ فتویٰ) مروی ہے کہ وہ قتل نہیں کیا جائے گا' کیونکہ اہل کتاب میں سے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ پر سحر کیا مگر آپؐ نے اسے قتل نہیں کیا۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس (ساحر) کو معاف کر دیا۔ معاف کرنے کے بعد اسے دیکھتے تھے تو اس سے منہ پھیر لیتے تھے۔ محمد بن عمرو نے کہا کہ ہمارے نزدیک ان لوگوں کی روایت سے جنہوں نے کہا کہ آپؐ نے اسے قتل کر دیا یہ زیادہ ثابت ہے (کہ معاف کر دیا)۔

رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ زہر شہید کرنے کی یہودی کوشش:

ابراہیم سے مروی ہے کہ (صحابہ رضی اللہ عنہم) کہا کرتے تھے کہ یہود نے رسول اللہ ﷺ کو زہر دیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو زہر دیا۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت نے رسول اللہ ﷺ کو ایک زہریلی بکری ہدیۃً دی' آپؐ نے اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا لے کر منہ میں ڈال کر چبایا' پھر تھوک دیا' اصحاب سے فرمایا کہ رُک جاؤ کیونکہ اس کی ران مجھے بتاتی ہے کہ وہ زہریلی ہے' اس یہودیہ کو بلا بھیجا اور اس سے فرمایا کہ تو نے جو کچھ کیا اس پر تجھے کس نے برانگیختہ کیا' اس نے کہا کہ میں نے یہ جاننا چاہا کہ اگر آپؐ صادق ہوں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی اطلاع کر دے گا اور اگر کاذب ہوں گے تو میں لوگوں کو آپؐ سے راحت دے دوں گی۔

ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ صدقہ نہیں کھاتے تھے ہدیہ کھاتے تھے' ایک یہودیہ نے آپ کو ایک پکی ہوئی بکری ہدیۃً بھیجی رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے اصحاب نے اس میں سے کھایا اس بکری نے کہا میں زہریلی ہوں' آپؐ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ تم لوگ اپنے ہاتھ اٹھا لو' کیونکہ اس نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ زہریلی ہے سب نے اپنے ہاتھ اٹھا لیے۔

بشر بن البراء مر گئے تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بلا بھیجا اور فرمایا کہ جو کچھ تو نے کیا اس پر تجھے کس نے برانگیختہ کیا؟ اس نے کہا میں نے جاننا چاہا کہ اگر آپؐ نبی ہوں گے تو وہ آپ کو نقصان نہ کرے گا اور اگر آپؐ بادشاہ ہوں گے تو میں لوگوں کو آپؐ سے راحت دوں گی' آپؐ نے اس کے متعلق حکم دیا تو وہ قتل کر دی گئی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہود خیبر کی ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ کو ایک بکری ہدیۃً بھیجی آپ کو اس کا علم ہو گیا کہ وہ زہریلی ہے' اسے بلا بھیجا اور فرمایا تو نے جو کچھ کیا اس پر تجھے کس نے ابھارا اس نے کہا میں جاننا چاہتی تھی کہ اگر آپؐ نبی ہیں تو اللہ اس کی اطلاع کر دے گا اور اگر آپ کاذب ہوں گے تو ہم لوگوں کو آپؐ سے راحت دلا دیں گے' رسول اللہ ﷺ جب اس کا اثر محسوس کرتے تھے تو پچھنے لگواتے تھے' آپؐ ایک مرتبہ مکے روانہ ہوئے جب احرام باندھا تو (زہر کا) کچھ اثر محسوس ہوا' آپؐ

نے پچھنے لگوائے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے تعرض (باز پرس) نہیں فرمایا۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر سحر کیا گیا' آپؐ کے پاس ایک شخص آیا جس نے سینگ سے آپ کی دونوں کنپٹیوں میں پچھنے لگائے۔

غفرہ کے آزاد کردہ غلام عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو قتل کا حکم دیا جس نے بکری میں زہر ملایا تھا۔

ابوالاحوص سے مروی ہے کہ عبداللہ نے کہا کہ مجھے نو مرتبہ قسم کھانا اس بات پر کہ رسول اللہ ﷺ شہید ہوئے ایک مرتبہ قسم کھانے سے زیادہ پسند ہے یہ اس لیے کہ اللہ نے آپ کو نبی بنایا اور آپ کو شہید کیا۔

ابو ہریرہ اور جابر بن عبداللہ اور سعید بن المسیب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ان میں بعض نے بعض سے کچھ زیادہ کہا ہے۔ کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر فتح کیا اور آپ مطمئن ہو گئے' زینب بنت الحارث جو مرحب کی بھتیجی اور سلام بن مشکم کی زوجہ تھی' دریافت کرنے لگی کہ بکری کا کون سا حصہ محمد (ﷺ) کو زیادہ پسند ہے' لوگوں نے کہا کہ دست۔

اس نے اپنی ایک بھیڑ کو ذبح کیا' اسے بھونا ایسا زہر دینا چاہا کہ زندہ نہ چھوڑے۔ زہروں کے بارے میں یہودیوں سے مشورہ کیا تو سب نے اسی زہر پر اس سے اتفاق کیا' اس نے بکری کو زہر آلود کیا' اس کے دونوں باہوں اور شانوں (دست) میں اور زیادہ زہر بھرا۔

جب آفتاب غروب ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھا کر واپس ہوئے تو وہ آپؐ کے قدموں کے پاس (آکے) بیٹھ گئی' آپؐ نے اس سے (حال) دریافت کیا' اس نے کہا اے ابوالقاسم ہدیہ ہے جو میں آپ کو دیتی ہوں۔

نبی ﷺ کے حکم سے اس سے لے کے آپؐ کے آگے رکھ دیا' اصحاب موجود تھے یا جو ان میں سے موجود تھے۔ ان میں بشر بن البراء بن معرور بھی تھے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' قریب ہو جاؤ اور شب کا کھانا کھاؤ۔ رسول اللہ ﷺ نے دست لے کے کچھ اس میں سے منہ میں ڈال لیا' بشر بن البراء رضی اللہ عنہ نے ایک دوسری ہڈی منہ میں ڈالی۔

رسول اللہ ﷺ اپنا لقمہ اتار چکے تو بشر بن البراء رضی اللہ عنہ نے جو کچھ ان کے منہ میں تھا اتارا۔ جماعت نے بھی اس میں سے کھایا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے ہاتھ اٹھا لو کیونکہ یہ دست۔ اور بعض نے بیان کیا کہ یہ بکری کا شانہ۔ مجھے خبر دیتا ہے کہ زہریلا ہے۔

بشر نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کا اکرام کیا۔ میں نے اسے اپنے اسی نوالے میں جسے میں نے کھایا تھا نگلتے ہی محسوس کر لیا' مگر مجھے بیان کرنے سے صرف اس بات نے روکا کہ یہ ناگوار ہوا کہ میں کھانے سے آپ کو نفرت دلاؤں' جب آپؐ نے منہ کا نوالہ کھا لیا تو میں نے آپ کی جان کو چھوڑ کے اپنی جان سے رغبت نہیں کی' اور تمنا کی کہ آپؐ نے اسے نہ نگلا ہوتا۔ کیونکہ اس میں نافرمانی ہے بشر اپنے مقام سے اٹھنے نہ پائے کہ ان کا رنگ طیلسان (سبز کپڑے) کی طرح ہو گیا' انہیں ان کے درد نے ایک سال کی مہلت دی کہ وہ بغیر کروٹ دلائے کروٹ نہیں لے سکتے تھے یہاں تک کہ مر گئے' بعض لوگوں نے بیان کیا کہ بشر اپنے مقام سے ہٹنے بھی نہ پائے کہ انتقال کر گئے' اس میں سے کتے کو ڈالا گیا' اس نے کھایا' اپنا ہاتھ پیچھے کیا تھا کہ مر گیا۔

زہر دینے والی عورت کا قتل:

رسول اللہ ﷺ نے زینب بنت الحارث کو بلا کے فرمایا کہ تو نے جو کچھ کیا اس پر تجھے کس نے برانگیختہ کیا' اس نے کہا آپؐ نے میری قوم کے ساتھ جو کچھ کیا وہ کیا' میرے باپ' چچا اور شوہر کو قتل کیا۔ میں نے کہا کہ اگر آپؐ نبی ہوں گے تو یہ دست خبر دے دے گا' بعض نے یہ بھی بیان کیا کہ اور اگر بادشاہ ہوں گے تو ہم آپؐ سے راحت پا جائیں گے وہ یہود یہ جیسی آئی تھی ویسی ہی لوٹ گئی' راوی نے کہا اسے رسول اللہ ﷺ نے بشر بن البراء رضی اللہ عنہ کے ورثا کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ اور یہی ثابت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کے کھانے کی وجہ سے اپنی گدی میں پچھنے لگوائے جو ابو ہند نے سینگ اور چھری سے لگائے' رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا۔ انہوں نے بھی اپنے سروں کے بیچ میں پچھنے لگوائے۔

رسول اللہ ﷺ اس کے بعد تین سال تک زندہ رہے یہاں تک کہ آپ کو وہ درد ہوا جس میں آپؐ اٹھا لیے گئے۔ آپؐ اپنے مرض کے بارے میں فرمانے لگے میں برابر اس نوالے کا اثر محسوس کرتا رہا جو خیبر کے دن کھایا تھا' یہاں تک کہ آج میری ابہر کے جو پشت میں ایک رگ ہے انقطاع کا وقت ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے شہادت کی وفات پائی' (صلوات اللہ علیہ ورحمتہ وبرکاتہ ورضوانہ)۔

آنحضرت ﷺ کا شہدائے احد اور اہل بقیع کے لئے استغفار فرمانا:

علقمہ اپنی والدہ سے راوی ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہتے سنا کہ ایک شب کو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے' آپؐ نے اپنے کپڑے پہنے' پھر باہر نکلے' میں نے (عائشہ رضی اللہ عنہا نے) اپنی خادمہ بریرہ کو حکم دیا تو وہ آپؐ کے پیچھے ہو گئیں' جب آپ بقیع میں آئے تو اس کے قریب اتنی دیر ٹھہرے جتنی دیر اللہ نے چاہا۔ وہاں سے واپس ہوئے تو بریرہ آپؐ کے آگے آگئیں' انہوں نے مجھے بتایا' آپؐ سے میں نے کچھ بیان نہیں کیا یہاں تک کہ صبح ہو گئی میں نے آپؐ سے یہ واقعہ بیان کیا تو فرمایا کہ میں اہل بقیع کی طرف بھیجا گیا تھا کہ ان کے لیے رحمت کی دعا کروں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رات کے کسی حصے میں نے نبی ﷺ کو نہ پایا تو میں آپؐ کے پیچھے گئی' اتفاقاً آپ بقیع میں تھے' آپؐ نے فرمایا ''السلام علیکم اے قوم مومنین تم ہمارے پیش رو ہو اور ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں' اے اللہ ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ کر' اور نہ ان کے بعد ہمیں فتنے میں مبتلا کر'' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر آپ میری طرف متوجہ ہوئے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب کبھی رسول اللہ ﷺ کی شب ان کے یہاں بسر ہوتی تھی تو آپ آخر شب میں بقیع کی طرف نکل جاتے تھے اور فرماتے تھے ''السلام علیکم اے قوم مومنین ہم سے اور تم سے جو وعدہ کیا گیا ہے (وہ حق ہے) ان شاء اللہ ہم لوگ تم سے ملنے والے ہیں۔ اے اللہ بقیع الغرقد والوں کی مغفرت فرما''۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وسط شب میں رسول اللہ ﷺ اپنی خواب گاہ سے اٹھ کھڑے ہوئے' عرض کی: یا رسول اللہ میرے باپ آپؐ پر فدا ہوں ''کہاں'' فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اہل بقیع کے لیے استغفار کروں' پھر رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے

ہمراہ آپؐ کے آزاد کردہ غلام ابورافع بھی روانہ ہوئے' ابورافع بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کے لیے بہت دیر تک دعائے مغفرت فرمائی' واپس ہوئے تو فرمانے لگے مجھے دنیا کے خزانے اور بقائے دوام اور اس کے بعد میرے رب کی ملاقات اور جنت کے درمیان اختیار دیا گیا' میں نے اپنے پروردگار کی ملاقات کو اختیار کر لیا۔

رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ابومویہبہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وسط شب میں فرمایا' اے ابومویہبہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اہل بقیع کے لیے استغفار کروں' لہٰذا میرے ہمراہ چلو' آپ روانہ ہوئے' ہمراہ میں بھی روانہ ہوا۔ آپ بقیع میں آئے' اہل بقیع کے لیے بہت دیر تک استغفار کی' پھر فرمایا تم کو وہ حالت مبارک ہو جس میں تمہیں صبح ہوئی اس حالت سے جس میں اور لوگوں کو صبح ہوئی' اسی طرح فتنے آ رہے ہیں جس طرح تاریک شب کے حصے کہ ایک کے پیچھے ایک آئے گا' آخر اوّل کے پیچھے آئے گا' آخر اوّل سے برا ہوگا۔

پھر فرمایا: اے ابومویہبہ پھر فرمایا' اے ابومویہبہ' مجھے دنیا کے خزانے اور بقائے دوام پھر جنت دی گئی' پھر ان سب کے اور میرے پروردگار کی ملاقات اور جنت کے درمیان اختیار دیا گیا' میں نے (ابومویہبہ نے) عرض کی: میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں' آپؐ دنیا کے خزانے اور ہیشگی کو جنت کے ساتھ ساتھ اختیار فرما لیجیے' فرمایا اے ابومویہبہ میں نے لقائے الٰہی اور جنت اختیار کر لی جب آپؐ واپس ہوئے تو وہ درد شروع ہوا جس میں آپ کو اللہ نے اٹھا لیا۔

عطاء بن یسار سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی بھیجا گیا' آپؐ سے کہا گیا' چلیے اور اہل بقیع کے لیے دعائے رحمت کیجیے' آپ گئے اور ان کے لیے رحمت کی دعا کی' فرمایا: اے اللہ اہل بقیع کی مغفرت فرما' پھر آ کے سو رہے' کوئی شخص آپؐ کے پاس بھیجا گیا اور آپ سے کہا گیا کہ چلیے اور شہدائے اُحد کے لیے دعائے رحمت کیجیے' آپ تشریف لے گئے اور ان شہداء کے لیے دعائے رحمت کی۔ آپؐ سر میں پٹی باندھ کر لوٹے' یہ آپؐ کے اس درد کی ابتداء تھی' جس میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی۔

عقبہ بن عامر الجہنی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ سال کے بعد اس طرح شہدائے احد کے لیے دُعائے رحمت کی جس طرح زندہ اور مردہ لوگوں کو رخصت کرنے والا آپؐ منبر پر چڑھے اور فرمایا کہ "میں تمہارے سامنے آگے جانے والا ہوں' میں تم لوگوں پر گواہ ہوں تم لوگوں سے (ملنے کا) وعدہ حوض (کوثر پر) ہے' میں اسے دیکھ رہا ہوں حالانکہ میں اپنے اسی مقام پر ہوں' مجھے تم سے اس کا اندیشہ نہیں کہ تم شرک کرو گے لیکن مجھے تم پر دنیا کا خوف ہے کہ تم اس میں رغبت کرو گے"۔

عقبہ نے کہا کہ یہ میری آخری نظر تھی جو میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف کر لی۔

رسول اللہ ﷺ کے ایام علالت

علالت کا آغاز:

ابن شہاب سے مروی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا وہ عارضہ جس میں آپ کی وفات ہوئی شروع ہوا تو آپ میمونہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تھے' اسی روز روانہ ہو کر میرے پاس آ گئے' میں نے کہا ''ہائے سر'' تو آپ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ ایسا ہوتا کہ میں اپنی زندگی میں تمہاری نماز جنازہ پڑھتا اور تمہیں دفن کرتا۔ میں نے کہا کہ آپ ایسا چاہتے ہیں' تو اس روز مجھے یہ نظر آتا ہے کہ آپ کسی اور عورت سے شادی کریں گے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ''ہائے سر'' کہنے کا تم سے زیادہ مستحق ہوں کیونکہ تمہارے دردسر سے میرا دردسر بہت زیادہ ہے' اس لیے میری طرف توجہ کرو' پھر رسول اللہ ﷺ میمونہ رضی اللہ عنہا کے مکان واپس گئے' آپ کا درد اور شدید ہو گیا۔

ابراہیم بن میسرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو انہوں نے کہا ''وائے سر'' نبی ﷺ نے فرمایا: میں ''وائے سر'' (کہنے کا زیادہ مستحق ہوں) یہ آپ کے اس درد کی ابتداء تھی جس میں آپ کی وفات ہوئی حالانکہ آپ کسی درد کی اس طرح شکایت نہیں کرتے تھے کہ آپ کو درد ہے۔

عمر بن علی سے مروی ہے کہ سب سے پہلے جس روز رسول اللہ ﷺ کا عارضہ شروع ہوا وہ چہارشنبہ تھا' آغاز عارضے سے وفات تک تیرہ دن ہوئے۔

تکلیف کی شدت اور کیفیت مرض:

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے درد ہوا تو آپ کراہنے لگے اور اپنے بستر پر کروٹیں بدلنے لگے' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! اگر ہم میں سے کوئی ایسا کرتا تو آپ اس پر غصہ کرتے' رسول اللہ ﷺ نے انہیں جواب دیا کہ (بروایت الفضل بن دکین) صالحین پر (اور بروایت مسلم بن ابراہیم) مومنین' پر سختی کی جاتی ہے' اس لیے کہ مومن کو ایک کانٹے کی یا اس سے بھی کم (اور بروایت مسلم) اور درد کی تکلیف پہنچائی جاتی ہے تو اس کی وجہ سے اللہ اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے اور اس کی ایک خطا معاف کر دیتا ہے (اور بروایت الفضل بن دکین) اللہ اس کی وجہ سے اس کا ایک گناہ معاف کر دیتا ہے۔

ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے بعض ازواج نبی ﷺ سے روایت کی ہے اور ان کا گمان یہ ہے کہ وہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں کہ رسول اللہ ﷺ ایسے بیمار ہوئے کہ اس سے آپ کی بے قراری یا درد بڑھ گیا' میں نے کہا یا رسول اللہ آپ گھبراتے ہیں اور بے قرار ہوتے ہیں' اگر ہم میں سے کوئی عورت ایسا کرتی تو آپ اس سے تعجب کرتے' فرمایا: تمہیں معلوم نہیں کہ مومن پر سختی کی جاتی ہے کہ وہ سختی اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔

ابوبردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے درد اتنا شدید ہو گیا کہ اس نے آپ کو بے قرار کر دیا' جب افاقہ ہوا تو آپ کی کسی بیوی نے عرض کی کہ آپؐ نے مرض میں اس قسم کی شکایت کی کہ اگر ہم میں سے کوئی ایسی شکایت کرتی تو اسے خوف ہوتا کہ آپؐ اس پر غصہ کریں گے' فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مومن پر اس کے مرض میں اس لیے سختی کی جاتی ہے کہ اس کے ذریعے سے اس کے گناہ معاف کیے جائیں؟''۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جسے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ شدید درد ہوا۔

عبداللہ سے مروی ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا جب کہ آپ کو بخار تھا' میں نے آپ کو چھوا اور عرض کی یا رسول اللہ آپ کو شدید بخار ہے' فرمایا: ہاں مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تمہارے دو آدمیوں کو' عرض کی: آپؐ کے اجر بھی دو ہوں گے' فرمایا' ہاں' قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' روئے زمین پر کوئی مسلمان ایسا نہیں' جسے مرض کی یا اور کسی بات کی تکلیف پہنچے تو اس کی وجہ سے اللہ اس کے گناہ اس طرح نہ کم کرتا ہو' جس طرح درخت اپنے پتے (خزاں میں) کم کرتا ہے۔

علقمہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آئے' انہوں نے آپؐ کے اوپر اپنا ہاتھ رکھا' پھر کہا' یا رسول اللہ' آپ کو تو بہت سخت بخار ہے' فرمایا: ہاں' مجھے ایسا بخار ہوتا ہے جیسے تمہارے دو آدمیوں کو' عبداللہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ اس لیے کہ آپؐ کے لیے دو اجر ہیں فرمایا: ہاں' خبردار' کوئی عبد مسلم ایسا نہیں کہ اسے اذیت پہنچے اور اس کی وجہ سے اللہ اس کے گناہ اس طرح کم نہ کر دے' جس طرح یہ درخت اپنے پتے گراتا ہے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نبی ﷺ کے پاس آئے' آپ کو ایسا سخت بخار تھا کہ ہم لوگوں میں سے کسی کا ہاتھ شدت حرارت سے آپؐ پر ٹھہر نہیں سکتا تھا' ہم لوگ تسبیح پڑھنے لگے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص انبیاء سے زیادہ سخت مصیبت میں نہیں ہوتا۔ جیسی ہم پر مصیبت سخت ہوتی ہے ویسے ہی ہمارا اجر بھی دو چند ہوتا ہے اللہ کے نیک بندوں میں سے ایک بندہ وہ ہوتا ہے کہ اس پر جوئیں مسلط کی جاتی ہیں یہاں تک کہ اسے قتل کر دیتی ہیں اور اللہ کے نیک بندوں میں ایک بندہ وہ ہوتا ہے جو برہنہ ہوتا ہے اور اسے سوائے عباء کے جسے وہ پہن لیتا ہے اور کچھ نہیں ملتا کہ ستر چھپائے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اس حالت میں آئے کہ آپ کو بخار تھا اور آپؐ ایک چادر اوڑھے تھے' انہوں نے آپؐ کے اوپر ہاتھ رکھا تو چادر کے اوپر سے اس کی حرارت محسوس کی' انہوں نے کہا آپ کو کس قدر سخت بخار ہے' فرمایا ہم لوگوں پر اسی طرح سخت مصیبت کی جاتی ہے اور ہمارا اجر زیادہ کیا جاتا ہے۔

ابوسعید نے پوچھا کہ سب سے زیادہ مصیبت والا کون ہے' فرمایا' انبیاء' انہوں نے کہا' پھر کون' فرمایا صالحین' ان میں کا کوئی فقر میں مبتلا کیا جاتا ہے' یہاں تک کہ وہ سوائے عباء کے جسے وہ قطع کرتا ہے اور کچھ نہیں پاتا' اور جوؤں میں مبتلا ہوتا ہے' یہاں تک کہ وہ اسے قتل کر دیتی ہیں' ان میں کا ایک شخص مصیبت میں اتنا خوش ہوتا ہے جتنا تم میں کا ایک شخص عطاء میں۔

بکر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ اس حالت میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے کہ آپ کو بخار تھا' انہوں نے

آپ پر ہاتھ رکھا' شدت حرارت سے اٹھالیا' عرض کی یا نبی اللہ آپ کا بخار یا آپ کا باری کا بخار کس قدر سخت ہے' فرمایا کہ رات کو، شام کو بحمد اللہ میں نے ستر سورتیں پڑھیں' جن میں سات طویل تھیں' عرض کی یا نبی اللہ' اللہ نے آپؐ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے اس لیے اگر آپ اپنے نفس پر نرمی کریں یا اپنے نفس سے تخفیف کریں (تو بہتر ہو) فرمایا: کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

ثابت بنانی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس حالت میں اپنے اصحاب میں برآمد ہوئے کہ آپؐ پر درد (کا اثر) معلوم ہو رہا تھا' آپؐ نے فرمایا: تم مجھے جس حالت میں دیکھ رہے ہو (اسی حالت میں) میں نے شب کو سات طویل سورتیں پڑھی ہیں۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ (نماز تہجد میں) اتنا قیام کرتے تھے کہ آپؐ کے دونوں قدموں پر ورم ہو جاتا تھا' آپؐ سے کہا گیا کہ آپؐ یہ کیوں کرتے ہیں اللہ نے تو آپؐ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں' فرمایا: تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز اور روزے میں خوب سعی فرماتے تھے' اپنے اصحاب کی طرف برآمد ہوتے تھے تو آپؐ ایک پرانی مشک کے مشابہ ہوتے تھے' (راوی) یزید نے اپنی حدیث میں بیان کیا کہ حالانکہ آپؐ سب سے زیادہ تندرست تھے۔

سعد سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ سب سے زیادہ مصیبت کس پر آتی ہے؟ فرمایا' انبیاء پھر جو زیادہ مشابہ ہو' پھر جو اس کے زیادہ مشابہ ہو' آدمی بقدر اپنے دین کے مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے' وہ اگر سخت دین دار ہے تو اس کی مصیبت بھی سخت ہوگی' اور اگر اس کے دین میں ڈھیلا پن ہے' تو وہ بقدر اپنے دین کے مبتلا ہوگا' بندے پر برابر مصیبتیں نازل ہوتی رہتی ہیں' جس سے اس کی ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ جب وہ اس عالم سے رخصت ہوتا ہے تو اس پر کوئی گناہ (باقی) نہیں رہتا (یعنی وہ مصیبتیں اس کے گناہوں کو مٹاتی رہتی ہیں اور مرنے تک اسے بالکل پاک وصاف کر دیتی ہیں)۔

مصعب بن سعد سے مروی ہے کہ سعد بن مالک نے پوچھا' یا رسول اللہ سب سے زیادہ مصیبت والا کون ہے (الخ) مثل حدیث مذکور۔

ابوالمتوکل سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے آپ کا مرض شدید ہو گیا تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا چلا کے (رونے لگیں) فرمایا: ٹھہرو' سوائے کافر کے کوئی چیخ کر نہیں روتا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ پر موت کی سختی کے بعد مومن پر موت کی شدت میں رشک کرتی ہوں۔

حضور علیہ السلام کے شفائیہ کلمات:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کلمات سے دعائے حفظ کیا کرتے تھے: "اذهب الباس رب الناس اشف وانت الشافي لاشفاء الاشفاء ك شفاء لايغادر سقما" (اے انسانوں کے پروردگار تکلیف کو دور کر' شفا دے' تو ہی دینے والا ہے' بغیر تیری شفا کے شفا نہیں ہے' ایسی شفا دے جو کسی بیماری کو نہ باقی رکھے)۔

جب رسول اللہ ﷺ کے اس مرض میں شدت ہوگئی جس میں آپ کی وفات ہوئی تو میں آپ کا ہاتھ پکڑ کے سہلانے

اوران کلمات سے آپؐ کے لیے دعائے حفظ کرنے لگی۔ پھر آپؐ نے اپنا ہاتھ مجھ سے چھڑا لیا' اور کہا"**رب اغفرلی والحقنی بالرفیق**" (اے پروردگار میری مغفرت فرما اور مجھے رفیق سے ملا دے) عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ آخری کلمات تھے جو میں نے آپؐ سے سنے۔

ابراہیم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی مریض کی عیادت کرتے تھے تو اپنا ہاتھ اس کے چہرے اور سینے پر پھیرتے تھے اور فرماتے تھے: "**اذهب الباس رب الناس واشف وانت الشافی لاشفاء الاشفاء ك شفاء لايغادر سقما**".

رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے تو آپؐ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کا سہارا لگالیا' انہوں نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا' اسے آپؐ کے چہرے اور سینے پر پھیرنے لگیں اور یہی کلمات کہنے لگیں' رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ ان سے چھڑا لیا اور کہا: "**اللهم اعلٰی جنة الخلد**" (اے خدائے برتر' جنت خلد عطا فرما)۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب نبی ﷺ بیمار ہوئے تو میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپؐ کے سینے پر پھیرنے لگی اور ان کلمات سے دعا کرنے لگی: "**اذهب الباس رب الناس**" آپؐ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھڑا لیا اور کہا "**اسأل الله الرفيق الاعلٰی والاسعد**" (میں اللہ سے رفیق اعلیٰ واسعد کو مانگتا ہوں)۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مرض وفات میں اپنے اوپر معوذات (حفاظت کی دعائیں) دم کیا کرتے تھے' جب آپ کو اس مرض کی شدت ہوگئی تو میں ان دعاؤں کو آپؐ پر دم کرنے لگی اور آپ کا ہاتھ آپؐ پر پھیرنے لگی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب نبی ﷺ بیمار ہوئے تو میں ایک دعا سے آپؐ کے لیے دعائے حفاظت کرتی تھی (جو یہ تھی): "**اذهب الباس رب الناس بيدك الشفاء فی الا انت**" (تیرے ہی ہاتھ میں شفاء ہے' تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں) "**اشف شفاء لايغادر سقما**" پھر جب آپ ﷺ کا مرض وفات ہوا تو میں اس دعا سے آپؐ کے لیے دعائے حفاظت کرنے گئی آپؐ نے فرمایا' میرے پاس سے اٹھ جاؤ' کیونکہ وہ (دعائیں) تو مجھے پہلے فائدہ کرتی تھیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے آپؐ کے مرض میں معوذتین (**قل اعوذ برب الفلق' قل اعوذ برب الناس**) سے دعائے حفظ کرتی تھیں' دم کرتی تھیں اور آپ کے چہرے پر آپ کا ہاتھ پھیرتی تھیں۔

ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے سینے پر (ہاتھ) پھیرتی تھیں اور کہتی تھیں: "**اكشف الباس رب الناس انت الطبيب و انت شافی**" (اے لوگوں کے پروردگار' تکلیف دور کر' تو ہی طبیب ہے' تو ہی شفا دینے والا ہے) نبی ﷺ فرمانے لگے: "**الحقنی بالرفيق' الحقنی بالرفيق**" (مجھے رفیق سے ملا دے مجھے رفیق سے ملا دے)۔

قاسم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ڈنک مارا گیا تو آپؐ نے پانی اور نمک منگایا' اس میں اپنا ہاتھ ڈال کر "**قل هو الله احد' قل اعوذ برب الفلق' قل اعوذ برب الناس**" پوری پوری پڑھی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم میں سے جو کوئی بیمار ہوتا تھا تو رسول اللہ ﷺ اس پر اپنا داہنا ہاتھ پھیرتے تھے' اور فرماتے تھے "**اذهب الباس رب الناس اشف وانت الشافی لاشفاء الاشفاء ك شفاء لايغادر سقما**".

جب آپ سخت بیمار ہوئے تو میں نے آپ کا داہنا ہاتھ لے کر اسے آپ پر پھیرا اور کہا "اذهب الباس رب الناس اشف وانت الشافي" آپؐ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھڑا لیا اور دو مرتبہ فرمایا: "اللّٰهم اغفرلي واجعلني في الرفيق الاعلى" (اے اللہ میری مغفرت فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے' مجھے آپ کی وفات کا علم اس وقت ہوا جب میں نے آپ کی گرانی محسوس کی)۔

ابن عائش نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابن عائش' کیا تمہیں میں سب سے بہتر دعائے حفاظت جو دعائے حفاظت کرنے والوں کی نہ بتا دوں؟ عرض کی "ضرور" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں سورتیں "قل اعوذ برب الناس و قل اعوذ برب الفلق"۔

عبدالرحمٰن بن السائب الہلالی سے جو زوجۂ نبی ﷺ میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھیجتے تھے' مروی ہے کہ مجھ سے میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے بھتیجے ادھر آؤ' تاکہ میں تم پر رسول اللہ ﷺ کا تعویذ (رقیہ) دم کروں' انہوں نے کہا: "بسم اللّٰه ارقيك واللّٰه يشفيك من كل ذاء فيك اذهب الباس رب الناس واشف لا شافي الا انت" (میں اللہ کے نام سے جھاڑتی ہوں' اللہ تمہیں ہر اس مرض سے شفا دے جو تمہارے اندر ہے' اے لوگوں کے پروردگار تکلیف دور کر اور شفا دے' تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں)۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض میں فرمایا: "بسم اللّٰه تربة ارضنا' بريقة بعضنا' ليشفى سقيمنا باذن ربنا" (اللہ کے نام سے اپنی زمین کی مٹی کو ہم میں سے کسی کے تھوک سے ملاتا ہوں تا کہ ہمارے رب کے حکم سے ہمارے بیمار کو شفا دے)۔

ابوسعید سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے تو جبریل علیہ السلام نے آپ کو ان (کلمات سے) جھاڑا: "بسم اللّٰه ارقيك من كل شيء يؤذيك من كل حاسد وعين اللّٰه يشفيك" (اللہ کے نام سے آپ کو جھاڑتا ہوں' ہر اس چیز سے جو آپ کو ایذا دے' ہر حاسد اور نظر سے' اور اللہ آپ کو شفا دے)۔

نبی ﷺ کی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے تو جبریلؑ نے آپ کو جھاڑا اور کہا: "بسم اللّٰه يبريك من كل داء يشفيك من شر كل حاسد اذا حسد ومن شر كل ذى عين" (اللہ کے نام سے جو آپ کو ہر مرض سے صحت دے' آپ کو ہر حاسد کے حسد سے جب وہ حسد کرے اور ہر نظر لگانے والے کے شر سے شفا دے)۔

جبیر بن ابی سلیمان سے مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام محمد ﷺ کے لیے دعائے حفاظت کیا کرتے تھے کہ "بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم' بسم اللّٰه ارقيك من كل شئ يؤذيك من شر كل ذى عين ونفس حاسد وباغ يبغيك بسم اللّٰه ارقيك واللّٰه يشفيك"۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیمار ہوتے تھے تو جبرئیل علیہ السلام آپ کو جھاڑتے تھے اور کہتے تھے: "بسم اللّٰه يبريك من كل داء يشفيك من شر حاسد اذا حسد ومن شر كل ذى عين"۔

عطاء سے مروی ہے کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ تعویذ جو جبرئیل علیہ السلام نے نبی ﷺ کے کھانے میں یہود کے سحر کرنے کے وقت کیا یہ تھا: "بسم اللّٰه ارقيك بسم اللّٰه يشفيك من كل داء يعينك' خذ فلتمنيك' من شر حاسد اذا حسد"۔

مرض کے ایام میں صحابہ کی امامت:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے درد تھا' آپ ؐ کے پاس اصحاب عیادت کرنے آئے' آپ ؐ نے انہیں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور وہ کھڑے تھے' پھر آپ ؐ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ' جب اپنی نماز پوری کر لی تو فرمایا: امام تو اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے' جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو' جب رکوع کرے تو رکوع کرو جب سجدہ کرے تو سجدہ کرو' جب بیٹھے تو بیٹھ جاؤ اور ویسا ہی کرو جیسا امام کرے۔

زہری سے مروی ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے پر سے گر پڑے' داہنا کولہا چھل گیا' ہم لوگ آپ ؐ کے پاس عیادت کرنے گئے' نماز کا وقت آ گیا تو آپ ؐ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی' ہم نے آپ ؐ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی' آپ ؐ نے نماز پوری کر لی تو فرمایا کہ امام اسی لیے کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے' جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو' جب رکوع کرے تو رکوع کرو' جب اٹھے تو اٹھ جاؤ' جب وہ "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" کہے تو "ربنا لك الحمد" کہو' اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو سب لوگ اس کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھو۔

ابراہیم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس حالت میں لوگوں کی امامت کی کہ آپ ؐ سخت بیمار تھے اور نماز میں ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سہارا لگائے ہوئے تھے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امام تو صرف اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے' جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو' جب وہ رکوع کرے تو رکوع کرو' جب وہ "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" کہے تو "ربنا لك الحمد" کہو' جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو سب مل کے بیٹھ کے نماز پڑھو۔

حضور علیہ السلام کے حکم سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت:

عبید بن عمر اللیثی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض وفات میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کر دی تو رسول اللہ ﷺ کو (درد میں) کمی محسوس ہوئی آپ ؐ نکلے اور صفوں کو چیرنے لگے۔

جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آہٹ محسوس کی تو وہ سمجھ گئے کہ اس طرح سوائے رسول اللہ ﷺ کے اور کوئی آگے نہیں بڑھ سکتا' وہ نماز میں اِدھر اُدھر نہیں دیکھتے تھے' پیچھے صف کی طرف ہٹے' رسول اللہ ﷺ نے انہیں ان کے مقام پر واپس کر دیا' آنحضرت ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے' اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے رہے۔

جب دونوں حضرات نماز سے فارغ ہوئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا "اللہ' اللہ رسول اللہ ہیں"۔ میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ بحمد اللہ آپ تندرست ہیں' یہ دن خارجہ کی بیٹی کا ہے"۔ وہ بنی الحارث بن الخزرج کے انصار میں سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں' رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت دی۔

رسول اللہ ﷺ اپنی جا نماز پر یا حجروں کی جانب بیٹھ گئے' آپ ؐ نے لوگوں کو فتنوں سے ڈرایا پھر آپ ؐ نے اتنی بلند آواز سے ندا دی کہ آپ کی آواز مسجد کے دروازے سے باہر نکل رہی تھی: واللہ لوگ مجھے ذرا بھی مجبور نہیں کر سکتے' میں صرف وہی چیز حلال

کرتا ہوں جو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کر دی' اور وہی چیز حرام کرتا ہوں جو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کر دی' پھر فرمایا: اے فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اے صفیہ (رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی) جو کچھ اللہ کے پاس (نعمت آخرت) ہے اس کے لیے تم دونوں عمل کرو (بغیر عمل کے) میں تم دونوں کے کچھ کام نہ آسکوں گا۔

آپ مجلس سے اٹھ گئے' آدھا دن بھی نہ گزرا کہ اللہ نے آپ کو اٹھالیا۔

آخری بار زیارت مصطفیٰ ﷺ:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اس درد میں جس میں آپ کی وفات ہوئی' ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے' جب دوشنبہ ہوا اور وہ لوگ نماز کی صفوں میں تھے تو رسول اللہ ﷺ حجرے کا پردہ کھول کر ہماری طرف نظر کرنے لگے' آپ اس طرح کھڑے تھے کہ چہرہ گویا قرآن کا ایک ورق ہے' رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا تو ہم لوگ بھی رسول اللہ ﷺ کے برآمد ہونے کی خوشی میں مسرور ہو گئے۔ حالانکہ ہم لوگ نماز میں تھے' ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے پیچھے ہٹے کہ صف سے مل جائیں' انہیں یہ گمان ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے برآمد ہوئے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ اپنی نماز پوری کرو' پھر رسول اللہ ﷺ اندر ہو گئے' اور پردہ ڈال دیا' اسی روز آپ کی وفات ہو گئی۔

زہری سے مروی ہے کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا: سب سے آخری مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دوشنبہ کے روز دیکھا' آپ نے جس وقت پردہ ہٹایا تو لوگ صف بستہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے تھے' جب آپ کو لوگوں نے دیکھا تو وہ گنگنائے' آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو' میں نے آپ کے چہرے کو دیکھا کہ گویا قرآن کا ایک ورق تھا' پھر آپ نے پردہ ڈال دیا اور اسی دن کے آخر میں آپ کی وفات ہو گئی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت پردہ کھولا کہ لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صف بستہ تھے' آپ نے فرمایا: مبشرات نبوت میں سے سوائے رویائے صالحہ کے جسے مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے اور کچھ باقی نہیں رہا' سوائے اس کے کہ مجھے رکوع یا سجدے کی حالت میں قراءت سے منع کیا گیا ہے' لیکن رکوع میں اپنے پروردگار کی عظمت بیان کرو' اور سجدے میں خوب دعا کرو' قریب ہے کہ تمہاری دعا قبول کر لی جائے۔

حمزہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا درد شدید ہو گیا تو آپ نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھائیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جب قرآن پڑھتے ہیں تو وہ نرم دل اور بہت رونے والے آدمی ہیں' اس لیے آپ عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیجئے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو ابوبکر رضی اللہ عنہ ضرور نماز پڑھائیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی گفتگو کے مطابق پھر آپ سے دہرایا' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں کو ابوبکر رضی اللہ عنہ ضرور نماز پڑھائیں' تم (عورتیں) یوسف علیہ السلام کی ساتھ والیاں ہو۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اس معاملہ (نماز) میں نے رسول اللہ ﷺ سے بار بار گفتگو کی' مجھے بکثرت (ایک ہی بات کے) دہرانے پر صرف اس امر نے برانگیختہ کیا کہ میرے دل میں یہ آیا کہ لوگ اس شخص کو پسند نہ کریں گے جو آپ کے بعد آپ کی

جگہ پر کھڑا ہو' میں یہ خیال کرتی تھی کہ جو شخص آپ کی جگہ کھڑا ہوگا لوگ اسے منحوس سمجھیں گے' میں نے یہ چاہا کہ نبی رسول اللہ ﷺ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پھر جائیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دوشنبہ کو جس وقت مسلمان فجر کی نماز میں تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ انہیں نماز پڑھا رہے تھے' یکایک رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ کھولا اور ان کی طرف دیکھا آپ کسی قدر مسکرائے' ابو بکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹے کہ صف میں مل جائیں انہوں نے یہ گمان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے نکلنے کا ارادہ فرماتے ہیں۔

مسلمانوں نے جب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو خوشی میں انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ اپنی نماز میں تتر بتر ہو جائیں' رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ان کی طرف اشارہ کیا کہ اپنی نماز پوری کرو' آپ حجرے کے اندر تشریف لے گئے اور پردہ ڈال دیا' رسول اللہ ﷺ کی اسی روز وفات ہوگئی۔

عبید اللہ بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا' ان سے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ کے مرض کا حال بیان کیجئے' انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ سخت بیمار ہوئے تو فرمایا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ میں نے کہا' نہیں' یا رسول اللہ' وہ آپ کے منتظر ہیں' آپ نے فرمایا میرے لیے لگن میں پانی رکھ دو' ہم نے رکھ دیا' آپ نے وضو کیا' آپ بہ دشواری اٹھے کہ کھڑے ہوں' مگر بے ہوشی طاری ہوگئی' جب افاقہ ہوا تو پوچھا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ میں نے کہا' نہیں' وہ لوگ آپ کے انتظار میں ہیں' فرمایا' میرے لیے لگن میں پانی رکھ دو۔ ہم نے پانی رکھ دیا آپ نے وضو کیا' پھر آپ چلے کہ بہ دشواری کھڑے ہوں' مگر بے ہوشی طاری ہوگئی' افاقہ ہوگیا تو فرمایا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ میں نے کہا نہیں' وہ آپ کے منتظر ہیں آپ نے فرمایا میرے لیے لگن میں پانی رکھ دو' ہم نے ایسا ہی کیا' آپ گئے اور وضو کیا' پھر پوچھا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ میں نے کہا نہیں' وہ آپ کے منتظر ہیں۔

لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے (دن کی) آخری نماز عشاء کے لیے رسول اللہ ﷺ کا انتظار کر رہے تھے' رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں' قاصد آیا کہ رسول اللہ ﷺ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے' ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہ رقیق القلب تھے کہا' اے عمر رضی اللہ عنہ تم لوگوں کو نماز پڑھا دو' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں' آخر ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی نے کئی دن نماز پڑھائی۔

چند روز کے بعد نبی ﷺ کو تکلیف میں کچھ کمی محسوس ہوئی' آپ دو آدمیوں کے درمیان' جن میں ایک عباس رضی اللہ عنہ تھے (سہارا لگائے) نکلے اسی حالت میں نماز پڑھی کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جب آپ کو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں' نبی ﷺ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ پیچھے نہ ہٹیں' ان دونوں آدمیوں سے (جن پر سہارا لگایا تھا) فرمایا کہ مجھے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بٹھا دو' دونوں نے آپ کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بٹھا دیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ جو کھڑے تھے نبی ﷺ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھنے لگے اور لوگ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھنے لگے اور نبی ﷺ بیٹھے تھے۔

عبید اللہ نے کہا کہ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے مرض کے متعلق مجھ سے

عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو کچھ بیان کیا' کیا میں آپ کے سامنے پیش کروں' انہوں نے کہا بیان کرو' میں نے ان سے بیان کیا' انہوں نے اس میں سے کسی بات کا انکار نہیں کیا سوائے اس کے کہ یہ کہا کہ آیا انہوں نے تم سے اس شخص کا نام بتایا (جو سہارا دینے میں) عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا میں نے کہا نہیں' انہوں نے کہا: وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض (کے زمانے میں نماز کی اطلاع دی گئی تو فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھادیں اس کے بعد آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی جب وہ آپ سے دور ہوگئی تو استفسار فرمایا: آیا تم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دے دیا' میں نے کہا' یارسول اللہ وہ ایسے رقیق القلب آدمی ہیں کہ لوگوں کو (قرآن) سنا سکتے' اس لیے اگر آپ عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیں (تو مناسب ہو) آپ نے فرمایا: تم لوگ یوسف علیہ السلام کی ساتھ والیاں ہو' ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' کیونکہ بہت سے کہنے والے اور تمنا کرنے والے ہیں (جو اس منصب کے لیے کہیں گے بھی اور تمنا بھی کریں گے) اللہ اور مومنین (سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اور سب کی (امامت) سے انکار کرتے ہیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت میں شدت ہوگئی تو آپ نے فرمایا: (ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' میں نے کہا' یا نبی اللہ' ابوبکر رضی اللہ عنہ رقیق القلب' کمزور آواز والے' قرآن پڑھتے وقت بہت رونے والے آدمی ہیں' آپ نے فرمایا: انہیں کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں میں نے اپنے قول سابق کا اعادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ یوسف علیہ السلام کی ساتھ والیاں ہو' انہیں کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا' میں یہ صرف اس لیے کہتی تھی کہ یہ (امامت) میرے والد سے باز رکھی جائے میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ لوگ اس شخص کو ہرگز قبول نہ کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر کھڑا ہوگا اور وہ ہر حادثے میں اس سے فال بد لیا کریں گے' اس لیے میں یہ چاہتی تھی کہ یہ میرے والد سے روک لیا جائے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب دوشنبہ بیماری کی حالت میں گزاری' کوئی مرد اور کوئی عورت ایسی نہ رہی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درد کی وجہ سے صبح کو مسجد میں نہ آئی ہو' موذن آیا اور اس نے آپ کو نماز صبح کی اطلاع دی' آپ نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لوگوں کو نماز پڑھانے کو کہو' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی نماز کی تکبیر کہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ کھولا اور لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا: اللہ نے میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں کی ہے۔

دوشنبہ کی صبح آپ کو افاقے کی حالت میں ہوئی' آپ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اور اپنے غلام ثوبان پر تکیہ لگا کر برآمد ہوئے اور مسجد میں آئے۔

لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ صبح کی نماز کا سجدہ کر کے دوسری رکعت میں کھڑے تھے' لوگوں نے آپ کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے' آپ آئے یہاں تک کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے ہوگئے' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹنا چاہا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ کے ان کی جانماز پر بڑھا دیا' دونوں (حضرات) نے مل کر صف بنائی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی بائیں جانب کھڑے ہو کر قرآن پڑھ رہے تھے' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سورت پوری کر لی تو (رکوع کے بعد) دو سجدے کیے پھر بیٹھ کر تشہد (التحیات)

پڑھنے لگے، جب انہوں نے سلام پھیرا تو نبی ﷺ نے دوسری رکعت پڑھی اور واپس تشریف لے گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مصلّٰی پر آنے کا واقعہ:

عبداللہ بن زمعہ بن الاسود سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی مرض وفات میں عیادت کی، آپؐ کے پاس نماز کی اطلاع دینے بلال رضی اللہ عنہ آئے، رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ لوگوں سے کہہ دو وہ نماز پڑھ لیں۔

میں نکلا اور اس طرح لوگوں سے ملا کہ ان سے بات نہ کرتا تھا، جب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ملا تو ان کے پیچھے والے کو تلاش نہیں کیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے، میں نے ان سے کہا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ تم لوگوں کو نماز پڑھا دو، عمر رضی اللہ عنہ مصلّٰی پر کھڑے ہوئے، وہ بلند آواز شخص تھے، تکبیر کہی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی آواز سنی، آپؐ نے حجرے سے سر باہر نکالا، یہاں تک کہ لوگوں نے آپ کو دیکھا، پھر آپؐ نے فرمایا "نہیں، نہیں ابن ابی قحافہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) نماز پڑھائیں"۔

رسول اللہ ﷺ غضب کی حالت میں یہ فرما رہے تھے عمر رضی اللہ عنہ واپس ہو گئے، انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے بھتیجے! کیا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں حکم دیا تھا کہ تم مجھے حکم دو؟ میں نے کہا نہیں، لیکن جب میں نے یہ مناسب سمجھا کہ جو آپ کے پیچھے ہے اسے نہ تلاش کروں (تو میں نے آپؐ سے نماز پڑھانے کو کہہ دیا) پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب تم نے مجھے حکم دیا تو میرا ایسی گمان تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے، اگر (میرا گمان) ایسا نہ ہوتا تو میں لوگوں کو نماز نہ پڑھاتا، عبداللہ نے کہا کہ جب میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھا تو آپ کو بمقابلہ دوسروں کے نماز پڑھانے کا زیادہ مستحق پایا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مصلّٰی نبوی ﷺ پر:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نماز کا وقت آیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دو، جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے مقام پر کھڑے ہوئے تو انہیں بہت رونا آیا اور وہ پریشان ہو گئے، نبی ﷺ کو نہ پانے کی وجہ سے ان (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے پیچھے جو لوگ تھے انہیں بھی بہت رونا آیا، نماز کا وقت آیا تو مؤذن نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ نبی ﷺ سے کہو کہ کسی شخص کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیں کیونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور جو ان کے پیچھے تھے رونے سے پریشان ہو گئے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی زوجہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جب تک اللہ اپنے رسول ﷺ کو اٹھنے کے قابل کرے عمر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

مؤذن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی، جب نبی ﷺ نے ان کی تکبیر سنی تو فرمایا یہ کون شخص ہے، جس کی تکبیر میں سنتا ہوں، آپ کی ازواج نے کہا کہ "عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ" اور آپؐ سے بیان کیا کہ مؤذن آیا تھا، اس نے کہا کہ نبی ﷺ سے کہو کہ آپ کسی شخص کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیں کیونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تو رونے سے پریشان ہو گئے، تو حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم یوسف علیہ السلام کی ساتھ والیاں ہو، ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں کیونکہ وہ (عمر رضی اللہ عنہ) اگر ان (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کو خلیفہ نہ کریں گے تو لوگ اطاعت نہیں کریں گے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو جب وہ مرض ہوا جس میں آپ کی وفات ہوئی تو آپؐ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا' پھر آپ کو (مرض میں) تخفیف معلوم ہوئی تو خود آئے' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے انہیں اشارہ کیا' وہ اپنے مقام پر قائم رہے' نبی ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بیٹھ گئے' آپؐ نے وہ آیت شروع کی جسے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ختم کیا تھا۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو وہ مرض ہوا جس میں آپ کی وفات ہوئی تو آپ کو نماز کی اطلاع دینے کے لیے مؤذن آیا آپؐ نے اپنی ازواج سے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں کیونکہ تم تو یوسف علیہ السلام کی ساتھ والیاں ہو۔

محمد بن ابراہیم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض کی حالت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لوگوں کو نماز پڑھاؤ' کچھ افاقہ ہوا تو آپؐ باہر نکلے اس وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے پھر انہیں خبر نہ ہوئی جب تک رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ ان کے دونوں شانوں کے درمیان نہ رکھا' ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹے اور نبی ﷺ ان کی داہنی جانب بیٹھ گئے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور نبی ﷺ نے بھی ان کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی' پھر جب آپؐ واپس ہوئے تو فرمایا: کوئی نبی ہرگز نہیں اٹھایا جاتا جب تک اس کی امت کا کوئی شخص اس کی امامت نہ کرلے۔

محمد بن قیس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی نبی ہرگز نہیں اٹھایا جاتا جب تک اس کی امت کا کوئی شخص اس کی امامت نہ کرلے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی تکبیر سنی آپؐ نے غضب کی حالت میں اپنا سر نکالا اور فرمایا: ابن ابی قحافہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں' ابن ابی قحافہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ برابر اپنے درد میں مبتلا رہے' جب آپ کو کمی محسوس ہوئی تو برآمد ہوئے' تکلیف جب شدید ہوگئی اور آپؐ کے پاس مؤذن آیا تو آپؐ نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' وہ (مؤذن) ایک روز آپؐ کے پاس سے اس حکم کے لیے نکلا کہ لوگوں کو حکم دے کہ نماز پڑھیں' اور ابن ابی قحافہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) موجود نہ تھے' عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی' جب انہوں نے تکبیر کہی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں نہیں' ابن ابی قحافہ کہاں ہیں؟ پھر صفیں ٹوٹ گئیں اور عمر رضی اللہ عنہ واپس ہوئے ہم لوگ ابن ابی قحافہ کے آنے تک جو السنح میں تھے ٹھہرے رہے' پھر آگے بڑھ کے انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے درد میں (یہ کرتے) تھے کہ جب تخفیف ہوتی تو نکل کر لوگوں کو نماز پڑھاتے اور جب اس کی شدت محسوس کرتے تو فرماتے لوگوں کو حکم دو کہ نماز پڑھ لیں' ایک روز صبح کی نماز لوگوں کو ابن ابی قحافہ نے پڑھائی' انہوں نے ایک رکعت پڑھی' پھر رسول اللہ ﷺ نکلے اور ان کے پہلو میں بیٹھ گئے' آپؐ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کی' جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پوری کر لی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی علالت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز کے ساتھ فجر کی ایک رکعت پڑھی' پھر بقیہ

رکعت پوری کی' محمد بن عمرو نے کہا کہ میرے خیال میں ہمارے اصحاب کے نزدیک یہی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔

حضور علیہ السلام کی زندگی میں سترہ نمازوں میں امامت:

محمد بن عمرو سے مروی ہے کہ میں نے ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ سے پوچھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو کتنی نمازیں پڑھائیں' انہوں نے کہا کہ انہوں نے سترہ نمازیں پڑھائیں' میں نے کہا: تم سے کس نے یہ بیان کیا تو انہوں نے کہا مجھ سے ایوب بن عبدالرحمٰن بن صعصعہ نے بیان کیا' (اوران سے) عباد بن تمیم نے (اوران سے) رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے (بیان کیا) کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں اتنی نمازیں پڑھائیں۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو تین نمازیں پڑھائیں (جن میں رسول اللہ ﷺ بھی شریک ہوئے)۔

ابوموسیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیمار ہوئے اور آپ کے مرض میں شدت ہوگئی تو فرمایا' ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا' یارسول اللہ' ابوبکر رضی اللہ عنہ رقیق القلب ہیں' وہ جب آپؐ کے مقام پر کھڑے ہوں گے تو ممکن ہے لوگوں کو (گریہ وزاری کی وجہ سے قرآن) نہ سنا سکیں' آپؐ نے فرمایا' ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' تم تو یوسف علیہ السلام کی ساتھ والیاں ہو۔

عبداللہ (بن مسعود) سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ (اس دنیا سے) اٹھا لیے گئے تو انصار نے (مہاجرین سے) کہا کہ ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے (ہو) عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور کہا' اے گروہ انصار کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا' انہوں نے کہا' بے شک (جانتے ہیں) عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر تم میں کون شخص ہے جس کا دل اس سے خوش ہو کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آگے بڑھے؟ انہوں نے کہا' بے شک (جانتے ہیں) عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر تم میں کون شخص ہے جس کا دل اس سے خوش ہو کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آگے بڑھے؟ انہوں نے کہا اس سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آگے بڑھیں۔

ایام علالت میں شانِ ابوبکر رضی اللہ عنہ میں فرامین نبوی ﷺ:

کعب بن مالک سے مروی ہے کہ نبی ﷺ سے آپ کی وفات کے قبل پانچ باتوں میں میرا زمانہ قریب تر ہے' میں نے آپ کو فرماتے سنا کہ آپؐ اپنے ہاتھ کو ہلاتے تھے' کہ میرے قبل کوئی نبی ایسا نہیں ہوا کہ اس کی امت میں سے اس کا کوئی خلیل (خاص دوست) نہ ہو' آگاہ رہو کہ میرے خلیل ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں' اللہ نے مجھے خلیل بنایا جیسا کہ اس نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔

ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض وفات میں فرمایا کہ میرے پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلاؤ' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر گریہ غالب ہے' اگر آپؐ چاہیں تو ہم ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کو بلالیں' آپؐ نے (دوبارہ) فرمایا' ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلاؤ' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ رقیق القلب ہیں' اگر آپؐ چاہیں تو ہم ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کو بلالیں۔

آپؐ نے فرمایا' تم یوسف علیہ السلام کی ساتھ والیاں ہو' میرے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے کو بلاؤ کہ وہ لکھ لیں مبادا'

ابوبکر رضی اللہ عنہ (کی خلافت) کے معاملے میں کوئی طمع کرنے والا طمع کرے یا کوئی آرزو کرنے والا (خلافت کی) آرزو کرے پھر فرمایا اس سے (یعنی کسی اور کی خلافت سے) اللہ اور مومنین انکار کرتے ہیں اللہ اور مومنین اس سے انکار کرتے ہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ (ایسا ہی ہوا کہ) اللہ نے اور مومنین نے اس سے (یعنی سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کسی اور کی خلافت سے) انکار کر دیا اللہ نے اور مومنین نے اس سے انکار کر دیا۔

محمد بن المنکدر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض وفات میں فرمایا کہ میرے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلاؤ وہ لوگ ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کو آپ کے پاس بلا لائے آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی جب افاقہ ہوا تو فرمایا: میرے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلاؤ انہوں نے ابن الخطاب کو آپ کے پاس بلا لیا تو فرمایا: تم یوسف علیہ السلام کی ساتھ والیاں ہو۔

اس کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ تم نے اپنے والد کو رسول اللہ ﷺ کے لیے جیسا کہ آپ نے تم کو حکم دیا نہیں بلایا انہوں نے کہا کہ مجھے یہ گمان تھا کہ لوگ جب میرے والد کی آواز سنیں گے تو کہیں گے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے کیسے برے جانشین ہیں لوگوں کا اس بات کو عمر رضی اللہ عنہ کے لیے کہنا مجھے زیادہ پسند تھا بہ نسبت اس کے کہ وہ بات میرے والد کے لیے کہیں۔

قاسم بن محمد نے اور عروہ نے اور عبداللہ بن عتبہ نے اس طرح عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ ایک حدیث دوسرے کی حدیث میں داخل ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیماری کی ابتدا میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہوئی پھر رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور میں (اپنے دردِ سر کی وجہ سے) ''ہائے سر'' کہہ رہی تھی فرمایا: میری زندگی ہی میں اگر ایسا ہوتا کہ میں تمہارے لیے استغفار کرتا اور تمہارے لیے دعا کرتا تمہیں کفن دیتا اور تمہیں دفن کرتا (تو اچھا ہوتا) میں نے (عائشہ رضی اللہ عنہا نے) کہا کہ ''ہائے افسوس'' خدا کی قسم آپ تو میرا مرنا چاہتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو آپ اس روز کسی اور سے نکاح کرتے۔

خلافت کا اشارہ:

نبی ﷺ نے فرمایا: میں ہوں ''ہائے سر'' (کہنے کا مستحق کیونکہ میرا دردِ سر تم سے بہت زیادہ ہے) میں نے قصد کیا کہ کسی کو بھیج کر تمہارے والد اور تمہارے بھائی کو بلواؤں اور اپنا عہد مضبوط کر دوں تاکہ کوئی طمع کرنے والا اس امر میں طمع نہ کرے اور نہ کہنے والے (اس کے لیے) کہیں یا تمنا کرنے والے تمنا کریں۔

پھر فرمایا: ہرگز (اس کے مضبوط کرنے کی ضرورت) نہیں (کیونکہ سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے کسی اور کی خلافت سے) اللہ بھی انکار کرے گا اور مومنین بھی رد کریں گے یا اللہ رد کرے گا اور مومنین انکار کریں گے بعض راویوں نے اپنی حدیث میں کہا کہ ''اللہ سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے (اور سب کی خلافت سے) انکار کرے گا''۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں دو یمنی چادریں اوڑھے ہوں میں لوگوں کا پاخانہ روندتا ہوں اور میرے سینے میں دو داغ ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو داغ (کا مطلب یہ ہے کہ) تم دو سال تک والی (ملک) رہو گے یمنی چادر (کا مطلب یہ ہے کہ) تم اپنے بیٹے سے خوش نہ ہو گے (ایسا ہی ہوا کہ ان کے ایک فرزند حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے باغیوں میں شریک تھے) اور پاخانہ (تو اس کا مطلب یہ ہے کہ) تمہیں ان سے اذیت نہیں پہنچے گی

(خواب سے زیادہ تعبیر سچی ہوئی)۔

محمد بن جبیر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا جو آپؐ سے کسی بارے میں تذکرہ کر رہا تھا' اس نے کہا کہ اگر میں آپؐ کے پاس آؤں اور آپ کو نہ پاؤں (تو کس سے ملوں) آپؐ نے فرمایا' ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا' محمد بن عمرو نے کہا کہ آپ کی مراد بعد موت تھی۔

محمد بن عمرو الانصاری نے کہا کہ میں نے عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص سے ایک مدت تک کے لیے (قرض) ایک اونٹ خریدا' اس نے کہا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں' یعنی بعد موت کے (آؤں) تو آپؐ نے فرمایا' ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا۔ اس نے کہا' اگر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور بعد موت کے انہیں بھی نہ پایا' تو آپؐ نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا اس نے کہا اگر میں آؤں اور عمر رضی اللہ عنہ کو بھی نہ پاؤں' تو آپؐ نے فرمایا کہ جب عمر رضی اللہ عنہ بھی مرجائیں تو تجھ سے مراجائے تو تو بھی مرجانا۔

مناقب صدیق بزبان رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم:

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ سنایا کہ اللہ نے ایک بندے کو دنیا و آخرت کے درمیان اختیار دیا تو اس بندے نے جو اللہ کے پاس تھا اسے اختیار کر لیا' ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے' میں نے اپنے دل میں کہا کہ کیا اس شیخ کو یہ بات رلاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ شخص تھے جسے اختیار دیا گیا تھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ اسے جانتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تم بخیریت رہو' لوگو' اپنی جان و مال میں سب سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اگر میں انسانوں میں کسی کو خلیل بناتا تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ہوتے' لیکن مجھے ان کے ساتھ اسلام کی اخوت اور اسلامی محبت ہے' مسجد کے اندر کوئی دروازہ سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے بند کرنے سے باقی نہ رہے۔

یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے اپنی جان و مال میں ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں' یہ تمام دروازے جو مسجد کے اندر نکلتے ہیں' سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے' سب بند کر دو۔

معاویہ بن صالح نے کہا لوگوں نے (اعتراضاً) کہا کہ آپؐ نے ہمارے دروازے بند کر دیئے اور اپنے خلیل کا دروازہ چھوڑ دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے معلوم ہو گیا جو کچھ تم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے بارے میں کہا' میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر نور دیکھتا ہوں اور تمہارے دروازے پر ظلمت دیکھتا ہوں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض وفات میں اپنے سر میں ایک کپڑے کی پٹی باندھے ہوئے نکلے' منبر پر بیٹھے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا کہ کوئی شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ بن ابی قحافہ سے زیادہ اپنی جان و مال میں مجھ پر احسان کرنے والا نہیں ہے' اگر میں انسانوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا' لیکن اسلامی دوستی افضل ہے' وہ تمام کھڑکیاں جو اس مسجد میں ہیں' سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے' بند کر دو۔

ایوب بن بشیر الانصاری نے بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حجرے سے) برآمد ہوئے

اور منبر پر بیٹھے آپ ؐ نے کلمۂ شہادت پڑھا' جب تشہد پورا ہو گیا تو سب سے پہلے شہدائے اُحد کے لیے استغفار کی' پھر فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کو دنیا اور اللہ کے پاس کی نعمتوں کے درمیان اختیار دیا گیا' اس نے جو اس کے رب کے پاس ہے' اسے اختیار کر لیا۔

لوگوں میں سب سے پہلے اسے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سمجھ گئے' انہیں معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی مراد (بندے سے) اپنی ذات ہے' وہ رونے لگے' رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے اوپر رحم کرو' وہ تمام دروازے جو مسجد میں نکلتے ہیں' سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے' سب بند کر دو' کیونکہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں ان کے برابر کسی شخص کو اپنے نزدیک احسان میں افضل نہیں جانتا۔

ابوالحویرث سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے دروازوں کے متعلق حکم دیا کہ سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سب بند کر دیئے جائیں تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ مجھے چھوڑ دیجئے کہ میں ایک کھڑکی کھول لوں تا کہ جب آپ نماز کو نکلیں تو میں آپ کو دیکھ لوں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' نہیں۔

عاصم بن عدی سے مروی ہے کہ عباس بن عبدالمطلب نے کہا: یا رسول اللہ کیا بات ہے کہ آپ ؐ نے کچھ لوگوں کے دروازے مسجد میں کھلے رہنے دیئے اور کچھ لوگوں کے بند کرا دیئے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عباس رضی اللہ عنہ نہ میں نے اپنے حکم سے کھلے رہنے دیئے اور نہ میں نے اپنے حکم سے بند کیے (بلکہ جو کچھ کیا وہ اللہ کے حکم سے کیا)۔

زندگی اور موت میں سے انتخاب کا اختیار:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں سنا کرتی تھی کہ کوئی نبی نہیں مرتا تاوقتیکہ اسے دنیا و آخرت میں اختیار نہ دیا جائے' اشتداد مرض میں جب آنحضرت ﷺ کی آواز بیٹھ گئی تو میں نے آپ کو کہتے سنا: "مع الذین انعم اللّٰہ علیھم من النبیین و الصدیقین والشھداء و الصالحین وحسن اولئك رفیقا" (ان نبیوں اور صدیقوں اور شہداء وصالحین کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام کیا' اور وہ لوگ بہت اچھے رفیق ہیں) مجھے یقین ہو گیا کہ آپ کو بھی اختیار دیا گیا۔

مطلب بن عبداللہ بن حنطب سے مروی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی نبی ایسا نہیں جس کی جان قبض نہ کی جائے اسے اس کا ثواب نہ دکھایا جائے اور وہ (جان) اسی کی طرف واپس نہ کر دی جائے' پھر اسے جان کے اس کی طرف واپس کیے جانے اور (عالم آخرت میں) بلائے جانے میں اختیار نہ دیا جائے۔

"میں نے یہ بات آپ ؐ سے (سن کر) یاد کر لی تھی' میں آپ کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھی کہ دیکھا تو آپ کی گردن جھک گئی' سمجھی شاید آپ ؐ نے قضا کی' مجھے وہ بات یاد آ گئی جو آپ نے کہی تھی' پھر میں نے آپ کی طرف دیکھا کہ آپ اٹھے اور آپ ؐ نے دیکھا' اس وقت میں نے کہا کہ واللہ آپ ہمیں اختیار نہیں کریں گے' آپ ؐ نے فرمایا: جنت میں رفیق اعلیٰ کے ساتھ' ان انبیاء وصدیقین وشہداء وصالحین کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام کیا' اور یہ لوگ بہت اچھے رفیق ہیں"۔

نبی ﷺ کی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب تندرست تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ کوئی نبی نہیں اٹھایا جاتا

تاوقتیکہ اسے جنت میں ٹھکانا نہ دکھا دیا جائے اور اختیار نہ دیا جائے۔

''رسول اللہ ﷺ عارضے میں مبتلا ہوئے' آپ کا سر میرے زانو پر تھا' تھوڑی دیر کے لیے آپ پر بے ہوشی طاری ہوئی' افاقہ ہوا تو آپ نے اپنی نظر مکان کی چھت کی طرف اٹھائی اور فرمایا: اے اللہ رفیق اعلیٰ''۔

''میں سمجھ گئی کہ اب آپ ہمیں اختیار نہ کریں گے اور میں جان گئی کہ جو حدیث آپ ہم سے بیان کیا کرتے تھے وہ صحیح ہے' یہ آخری کلمہ تھا جس کا رسول اللہ ﷺ نے تکلم فرمایا''۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی ﷺ سے مروی ہے کہ میں نے کہا رسول اللہ ﷺ کو جب اختیار دیا جائے گا تو آپ ہمیں اختیار نہ کریں گے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو قبل وفات کے کہتے سنا ایسی حالت میں کہ میں آپ کو اپنے سینے سے لگائے تھی کہ ''اللّٰھم اغفرلی وارحمنی بالرفیق'' (اے اللہ میری مغفرت فرما' مجھ پر رحمت فرما' اور مجھے رفیق سے ملا دے)۔

عباد بن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ انہوں نے نبی ﷺ کو قبل وفات' اس حالت میں کہ وہ آپ کی پشت سے سہارا لگائے ہوئے تھیں' خوب غور سے سنا' آپ فرماتے تھے: ''اللھم اغفرلی وارحمنی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ''

مالک بن انس سے مروی ہے کہ ''مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی نبی نہیں مرتا تاوقتیکہ اسے اختیار نہ دیا جائے جب میں نے آپ کو کہتے سنا: ''اللھم الرفیق الاعلیٰ'' تو سمجھ گئی کہ آپ اب اس دنیا میں مقام نہ فرمائیں گے۔

ابی بردہ بن ابی موسیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھیں اور شفا کی دعا کر رہی تھیں' آپ کو افاقہ ہو گیا تو فرمایا ''نہیں میں اللہ سے جبریل ومیکائیل واسرافیل علیہم السلام کے ساتھ رفیق اعلیٰ واسعد کو مانگتا ہوں''۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ مسجد میں بیٹھے تھے کہ یکایک رسول اللہ ﷺ بیماری کی حالت میں' سر پر کپڑے کی پٹی باندھے' برآمد ہوئے آپ نکل کر چلنے لگے یہاں تک کہ منبر پر کھڑے ہو گئے' پھر جب آپ اس پر بیٹھ گئے تو بروایت ابی ضمرہ انس بن عیاض وصفوان' فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں رسول اللہ ﷺ کی جان ہے''۔ اور بروایت محمد بن اسماعیل' فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے' قیامت کے روز میں ضرور حوض پر کھڑا ہوں گا' ایک شخص کے سامنے دنیا اور اس کی زینت پیش کی گئی مگر اس نے آخرت کو اختیار کر لیا''۔

حاضرین میں سے سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کوئی نہ سمجھا' وہ روئے اور کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' ہم سب لوگ اپنی جان ومال اور باپ بیٹے آپ پر فدا کرتے ہیں' پھر آپ (منبر سے) اترے اور اس پر قیامت تک نہ کھڑے ہوئے۔

ازواجِ مطہرات کے مابین مساوات:

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ نبی ﷺ بیماری کی حالت میں ایک چادر پر اُٹھائے جاتے تھے اور اس طرح

ازواج پر گشت کرکے ان کی باری پوری کرتے تھے۔

ابی قلابہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ اپنی ازواج کے درمیان (اوقات) تقسیم کرتے تھے' آپ ان سب میں مساوات ملحوظ رکھتے اور فرماتے:

''اے اللہ یہ وہ ہے جس کا میں مالک ہوں' اور تو زیادہ مالک ہے اس شے کا جس کا میں مالک نہیں ہوں' یعنی حب قلبی''۔

ازواج کی اجازت سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں منتقل:

ابن شہاب سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا درد شدید ہو گیا تو آپ نے اپنی ازواج سے عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رہنے کی اجازت چاہی' کہا جاتا ہے کہ ان سے فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ پر آمد و رفت گراں ہے' سب نے اجازت دے دی' آپ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکل کر عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف اس طرح روانہ ہوئے کہ آپ کے دونوں قدم عباس رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے شخص کے درمیان گھسیٹ رہے تھے' آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہو گئے' غالباً ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا کہ وہ دوسرا شخص کون تھا' لوگوں نے لاعلمی ظاہر کی تو انہوں نے کہا کہ وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی ﷺ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ سخت بیمار ہو گئے اور درد شدید ہو گیا تو آپ نے اپنی ازواج سے اس امر کی اجازت چاہی کہ آپ کی تیمارداری میرے گھر میں کی جائے' سب نے آپ کو اجازت دے دی' آپ اپنے دونوں پاؤں زمین پر رگڑتے ہوئے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اور ایک اور شخص کے درمیان نکلے۔

عبید اللہ (راوی حدیث) نے کہا: جو کچھ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اس کی میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خبر دی تو انہوں نے کہا کہ کیا تم جانتے ہو وہ دوسرا شخص کون تھا جس کا عائشہ رضی اللہ عنہا نے نام نہیں لیا۔ میں نے کہا نہیں' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا وہ علی رضی اللہ عنہ تھے' ان کی کسی خیر پر عائشہ رضی اللہ عنہا کا دل خوش نہیں ہوتا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے گھر میں داخل ہونے کے بعد' اس حالت میں کہ آپ کا درد شدید ہو گیا تھا' فرمایا' مجھ پر سات مشکوں سے (پانی) ڈالو جن کی ڈوریاں نہ کھولی جائیں' میرے ذمے ضروری ہے کہ لوگوں سے عہد لوں' ان دونوں یعنی (میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے لانے والوں) نے آپ کو حفصہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی ﷺ کی لگن میں بٹھا دیا' ہم لوگ ان مشکوں سے آپ پر (پانی ڈالنے لگے' یہاں تک کہ آپ اپنے ہاتھ سے ہماری طرف اشارہ کرنے لگے کہ (بس) تم لوگ کر چکے' پھر آپ لوگوں کی جانب نکلے' انہیں نماز پڑھائی اور خطبہ سنایا۔

یزید بن بابنوس سے مروی ہے کہ میں نے اور میرے ایک ساتھی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے (ملنے کی) اجازت چاہی' انہوں نے ہمیں اجازت دی' جب ہم لوگ داخل ہوئے تو انہوں نے (درمیان کا) پردہ کھینچ لیا اور ہمارے لیے ایک فرش بچھا دیا جس پر ہم لوگ بیٹھ گئے۔

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب میرے دروازے پر گزرتے تھے' تو مجھے کوئی ایسی بات پہنچاتے تھے جس سے اللہ نفع دے' آپ ایک روز گزرے' مگر کچھ نہیں فرمایا' پھر ایک روز گزرے مگر کچھ نہیں فرمایا' تب میں نے کہا' اے جاریہ (لونڈی) میرے

لیے دروازے پر فرش بچھا دے اس نے فرش بچھا دیا' میں آپؐ کے راستے میں اس فرش پر بیٹھ گئی اور اپنے سر پر پٹی باندھ لی۔

رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے اور فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے کہا مجھے (دردسر) کی شکایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں بھی ''ہائے سر'' (یعنی سر کے درد) میں مبتلا ہوں' پھر آپؐ چلے گئے اور بہت تھوڑی دیر ٹھہرے تھے کہ آپ کو ایک چادر میں لاد کر لایا گیا اور میرے گھر میں داخل کیا گیا۔

آپؐ نے اپنی ازواج کو بلا بھیجا' سب آپؐ کے پاس جمع ہوئیں' فرمایا: میں علیل ہوں اور تم لوگوں کے گھروں میں گھوم نہیں سکتا' لہٰذا تم لوگ چاہو تو مجھے اجازت دے دو کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رہوں' سب نے اجازت دے دی' میں آپ کی تیمارداری کرتی تھی' حالانکہ میں نے آپؐ کے قبل کسی مریض کی تیمارداری نہیں کی تھی۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ جب نبی ﷺ کا مرض شدید ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا: ''میں کل کہاں ہوں گا'' لوگوں نے کہا فلاں بیوی کے یہاں' آپؐ نے فرمایا: پھر میں کل کے بعد کہاں ہوں گا' لوگوں نے کہا' فلاں بیوی کے یہاں' ازواج سمجھ گئیں کہ آپ کی مراد عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں سب نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم نے اپنے دن اپنی بہن عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیئے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج پر دورہ کیا کرتے تھے جب آپ کی تکلیف بڑھ گئی اور آپ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے تو آپ کی ازواج سمجھ گئیں کہ آپ میرے گھر میں رہنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ہمارا وہ دن جو ہمیں پہنچتا ہے ہماری بہن عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مسواک چبا کر دی:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اسی روز واپس ہو کر میرے حجرے میں آ گئے تو میری آغوش میں کروٹ کے بل لیٹ گئے' میرے پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خاندان میں سے ایک شخص آیا جس کے ہاتھ میں سبز مسواک تھی' رسول اللہ ﷺ نے اس مسواک کی طرف حالانکہ وہ اس کے ہاتھ میں تھی ایسی نظر سے دیکھا کہ میں سمجھ گئی کہ آپ کو اس کی خواہش ہے' میں نے کہا یا رسول اللہ آپؐ چاہتے ہیں کہ میں آپ کو یہ مسواک دوں' آپؐ نے فرمایا ہاں' میں نے اسے لے کر چبایا جب نرم ہو گئی تو آپ کو دی' آپ نے اس سے بہت زیادہ دانت صاف کیے جتنے کہ اس کے قبل میں نے آپ کو دانت صاف کرتے دیکھا تھا' پھر آپؐ نے اسے رکھ دیا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی بیماری میں آپؐ کے پاس آئے میں آپ کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھی' عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں مسواک تھی' آپؐ نے حکم دیا کہ میں اسے دانتوں سے نرم کر دوں' میں نے نرم کر کے رسول اللہ ﷺ کو دے دی۔

قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہتے سنا کہ مجھ پر اللہ کے انعامات اور میرے ساتھ اس کے اچھے عطایا میں سے تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات میرے مکان میں میری باری (کے دن) میں اور میرے ہی آغوش میں ہوئی موت کے وقت بھی میرا اور آپ کا لعاب دہن جمع ہو گیا۔

قاسم نے کہا جو کچھ آپ نے فرمایا وہ سب ہم سمجھ گئے' مگر آپ کے اور آنحضرت ﷺ کے لعاب دہن میں کیونکر اجتماع ہوا۔ انہوں نے کہا' نبی ﷺ کے پاس میرے بھائی عبدالرحمٰن بن ام رومان آپ کی عیادت کے لیے آئے ان کے ہاتھ میں تر مسواک تھی' رسول اللہ ﷺ کو مسواک کا بہت شوق تھا' میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنی نظر اس کی طرف اٹھاتے ہیں۔ میں نے کہا اے عبدالرحمٰن مسواک کو دانت سے کچل کے مجھے دے دو' میں نے اسے چبایا اور رسول اللہ ﷺ کے منہ میں ڈال دیا' آپ نے اس سے مسواک کی' میرے اور آپ کے لعاب دہن کا اجتماع ہو گیا۔

مرض وفات میں دوا کا پلایا جانا:

عمرو بن دینار سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ علیل ہوئے تو آپ پر بے ہوشی طاری ہوئی' پھر افاقہ ہوا' جس وقت آپ کو افاقہ ہوا تو ازواج آپ کو دوا پلا رہی تھیں' آپ نے فرمایا: کیوں تم لوگوں نے مجھے دوا پلا دی' حالانکہ میں روزہ دار تھا؟ شاید اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے تمہیں اس کا حکم دیا' کیا انہیں یہ اندیشہ تھا کہ مجھے (مرض) ذات الجنب ہے؟ اللہ کی مرضی نہیں ہے کہ وہ مجھ پر ذات الجنب کو مسلط کرے' سوائے میرے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے گھر میں کوئی بغیر دوا پلائے نہ چھوڑا جائے' جیسا کہ ان لوگوں نے مجھے دوا پلائی' آپ کی ازواج اٹھ کر ایک دوسرے کو دوا پلانے لگیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کولے میں درد ہو جاتا تھا جو بہت شدید ہوتا تھا' ایک روز وہی درد آپ کو ہو گیا' جس سے رسول اللہ ﷺ پر اتنی بے ہوشی طاری ہوئی کہ ہم لوگ یہ سمجھے کہ بستر پر آپ کی وفات ہو گئی' ہم نے آپ کو دوا پلا دی' جب افاقہ ہوا تو آپ سمجھ گئے کہ ہم نے آپ کو دوا پلائی ہے' فرمایا: تم لوگ سمجھتی تھیں کہ اللہ نے مجھ پر ذات الجنب کو مسلط کیا ہے' اللہ کی مرضی نہیں ہے کہ اسے مجھ پر غالب کرے واللہ گھر میں کوئی بغیر اس کے نہ رہے کہ تم اسے دوا پلاؤ' سوائے میرے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے۔

پھر گھر میں کوئی نہ بچا جسے دوا نہ پلائی گئی ہو' اتفاق سے آپ کی ازواج میں سے کسی نے کہا کہ میں روزہ دار ہوں' لوگوں نے کہا' تم سمجھتی ہو گی کہ ہم تمہیں چھوڑ دیں گے' حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرما دیا ہے کہ گھر میں کوئی بغیر دوا پلائے نہ چھوڑا جائے' ہم نے انہیں بھی دوا پلا دی' حالانکہ وہ روزہ دار تھیں۔

اللہ کے نبی کو موذی مرض نہیں ہوتا:

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا درد میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں شروع ہوا جب آپ کی تکلیف میں کمی ہو گئی تو آپ نے نکل کر لوگوں کو نماز پڑھائی' جب شدت محسوس کی تو فرمایا: لوگوں کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھ لیں ہم نے آپ پر ذات الجنب کا اندیشہ کیا' شدت ہو گئی تو دوا پلا دی۔

نبی ﷺ نے دوا کی تیزی محسوس کی افاقہ ہو گیا تو فرمایا: تم لوگوں نے میرے ساتھ کیا کیا' انہوں نے کہا' ہم نے آپ کو دوا پلائی' آپ نے فرمایا کس چیز کی؟ ہم نے کہا عود ہندی' قدرے کم کسم اور چند قطرے روغن زیتون کے' آپ نے فرمایا: تمہیں کس نے اس کا مشورہ دیا' انہوں نے کہا کہ اسماء بنت عمیس نے۔

فرمایا: یہ وہ طب ہے جوان کے پاس ملک حبشہ سے آئی ہے' گھر میں کوئی بغیر دوا پلائے نہ رہنے پائے' سوائے ان کے جو رسول اللہ کے چچا تھے یعنی عباس رضی اللہ عنہ' پھر فرمایا: وہ کیا چیز تھی جس کا تمہیں مجھ پر اندیشہ تھا' تو انہوں نے کہا' ذات الجنب' فرمایا: اللہ کی مرضی نہیں ہے کہ وہ اسے مجھ پر مسلط کرے۔

عثمان بن محمد الاخنسی سے مروی ہے کہ ام بشر بن البراء نبی ﷺ کی علالت میں آپؐ کے پاس گئیں' انہوں نے کہا' یا رسول اللہ ایسا بخار آپ کو ہے کسی کو نہ ہوا ہوگا' نبی ﷺ نے فرمایا: ہمارے لیے دو چند مصیبت ہوتی ہے' جیسا کہ ہمارے لیے دو چند اجر ہوتا ہے۔

(فرمایا) لوگ (میرے مرض کے متعلق) کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ ذات الجنب ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی مرضی نہیں ہے کہ وہ اسے اپنے رسول پر مسلط کرے کیونکہ وہ تو شیطان کی مار ہے' یہ اس لقمے کی وجہ سے ہے جسے میں نے اور تمہارے بیٹے (بشر بن البراء نے یوم خیبر میں) کھایا تھا' یہ وہ وقت ہے کہ اس نے میری رگ پشت کاٹ دی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے درد ہوا تو لوگوں نے آپ کو دوا پلائی' آپؐ نے فرمایا: تمہیں کس نے اس کا مشورہ دیا' کیا تمہیں یہ اندیشہ ہوا کہ مجھے ذات الجنب ہوگا' اللہ کی مرضی نہیں ہے کہ وہ اسے مجھ پر مسلط کرے' تمہیں اسماء بنت عمیس نے اس کا مشورہ دیا جو اسے ملک حبشہ سے لائیں' سوائے میرے چچا عباسؓ کے گھر میں کوئی بغیر دوا پلائے نہ چھوڑا جائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ پھر ایک دوسرے کو دوا پلانے لگے۔

ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام سے مروی ہے کہ ام سلمہ اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما نے ہی نے آپ کو دوا پلائی' نبی ﷺ کی قسم کی وجہ سے اس روز میمونہ رضی اللہ عنہا کو بھی دوا پلائی گئی حالانکہ وہ روزہ دار تھیں' یہ گویا آپ کی طرف سے ان لوگوں کو سزا تھی۔

وفات سے قبل مال کی تقسیم:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ دینار آئے جنہیں آپؐ نے سوائے چھ کے سب کو تقسیم کر دیا' چھ دینار اپنی کسی زوجہ کو دے دیئے' آپ کو نیند نہ آئی' فرمایا: وہ چھ دینار کیا ہوئے' لوگوں نے کہا آپؐ نے وہ فلاں بیوی کو دے دیئے' فرمایا وہ میرے پاس لاؤ (جب لائے گئے) تو آپؐ نے ان میں سے پانچ انصار کے پانچ گھروں میں تقسیم کر دیئے' اور فرمایا اس (ایک) کو خرچ کرو' اس کے بعد ارشاد ہوا: اب مجھے چین آیا اور آپؐ سو رہے۔

مطلب بن عبداللہ بن حطب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو آپ کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھیں فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا وہ سونا کیا ہوا' انہوں نے کہا میرے پاس ہے فرمایا: اسے خرچ کر ڈالو' رسول اللہ ﷺ پر غشی طاری ہوگئی' آپؐ ان کے (عائشہ رضی اللہ عنہا کے) سینے ہی پر تھے' جب افاقہ ہوا تو فرمایا: اے عائشہ! کیا وہ سونا تم نے خرچ کر دیا؟ انہوں نے کہا' واللہ نہیں' یا رسول اللہ' آپؐ نے اسے منگایا' اپنے ہاتھ پر رکھا' شمار کیا تو چھ دینار تھے' فرمایا: محمد کا اپنے رب کے ساتھ کیا گمان ہوگا

اگر وہ اس حالت میں اللہ سے ملاقات کرے کہ یہ اس کے پاس ہو' آپؐ نے وہ سب خرچ کر دیئے اور اسی روز آپ کی وفات ہوگئی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے' اگر یہ اُحد میرے پاس سونا (ہو کر آ جائے) تو میں یہ پسند نہ کروں گا کہ اس حالت میں اس پر تین دن بھی گزریں کہ میرے پاس اس میں کا ایک دینار بھی باقی ہو اور مجھے ایسا شخص بھی ملے جو اسے بطور صدقے کے قبول کر لے' سوائے اس کے کہ میں (اس میں سے) کچھ بقدر اس قرض کے جو مجھ پر ہے محفوظ کر لوں۔

عقبہ بن الحارث سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز عصر سے فارغ ہو کر لوٹے تو آپؐ اس قدر تیزی سے گئے کہ آپ کو کسی نے نہ پایا لوگوں کو آپ کی سرعت سے تعجب ہوا' جب آپؐ ان کے پاس واپس آئے تو آپؐ نے ان کے چہرے میں جو (اثر تعجب) تھا پہچان لیا' فرمایا میرے پاس گھر میں سونا تھا' مجھے یہ ناگوار ہوا کہ میں اسے اپنے پاس وقت گزارنے دوں اس لیے میں نے اس کی تقسیم کا حکم دے دیا۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ کو صبح ہوئی تو چہرے سے معلوم ہوا کہ شب اس حالت میں گزری ہے کہ کسی امر نے آپ کو فکر میں ڈال دیا ہے' لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ہم آپؐ کے چہرے کو متغیر پاتے ہیں' معلوم ہوتا ہے کہ آج رات آپ کو کسی امر نے متفکر کر دیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (بات) یہ ہے کہ سونے کا دو اوقیہ رات کو میرے پاس رہ گیا تھا جسے میں نے روانہ نہیں کیا تھا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں فرمایا' سونا کیا ہوا؟ میں نے کہا' یا رسول اللہ' وہ میرے پاس ہے فرمایا: یہاں لاؤ' وہ سات اوپر پانچ (دینار) کے درمیان تھے آپؐ نے اپنے ہاتھ میں رکھا اور فرمایا: محمدؐ کے متعلق اللہ کیا گمان کرے گا اگر وہ اللہ سے اس حالت میں ملے کہ یہ (دینار) اس کے پاس ہوں (اے عائشہ رضی اللہ عنہا) انہیں خرچ کر ڈالو۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض وفات میں فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا وہ سونا لاؤ' وہ آپؐ کے پاس دینار لائیں جو نو یا سات تھے آپؐ نے انہیں ہاتھ میں لیا اور فرمایا کہ محمد کا کیا گمان ہے اگر وہ اللہ سے ملے اور یہ (دینار) اس کے پاس ہوں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ شام ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس آٹھ درم آئے' آپؐ برابر اس حالت میں کھڑے یا بیٹھے رہے کہ آپ کو نیند نہ آتی تھی یہاں تک کہ ایک سائل کو سوال کرتے سنا تو آپؐ میرے پاس سے نکلے اور زیادہ دیر نہ گزری کہ اندر آئے' میں نے آپ کی سانس کی آواز سنی' صبح ہوئی تو عرض کی یا رسول اللہ میں نے آپ کو ابتدائی شب میں بیٹھا یا کھڑا دیکھا' آپ کو نیند نہ آتی تھی یہاں تک کہ ایک سائل کو سوال کرتے سنا تو آپؐ میرے پاس سے نکلے اور زیادہ دیر نہ گزری کہ اندر آئے' میں نے آپ کی سانس کی آواز سنی' فرمایا: ہاں' شام ہونے کے بعد آٹھ درہم آئے اللہ کیا سمجھے گا' اگر میں اس سے اس حالت میں ملوں کہ چند درہم پاس ہوں۔

سہل بن سعد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سات دینار تھے جو آپؐ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھ دیئے تھے

جب آپ بیمار ہوئے تو فرمایا: اے عائشہ! سونے (کے دینار) علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دو پھر رسول اللہ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہو گئی اور عائشہ آپ کی بیماری میں مشغول ہو گئیں' آپ نے تین مرتبہ یہی فرمایا اور ہر مرتبہ آپ پر بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی' اور غشی عائشہ رضی اللہ عنہا کو مشغول کر لیتی تھی' انہوں نے وہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیئے' اور علی رضی اللہ عنہ نے تصدق کر دیئے' پھر رسول اللہ ﷺ کو دوشنبہ کی شام ہوئی جو موت کی شب تھی' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسی بیوی کے پاس اپنا چراغ بھیجا اور کہا کہ اس میں اپنے مشکیزے سے گھی ٹپکا دو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی موت کی شب ہوئی ہے۔

قبر پر مسجد بنانے والے بدترین خلائق:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج نے بزمانہ بیماری جناب رسالت مآب ﷺ آپ ہی کے حضور میں اس کنیسے کا آپس میں ذکر کیا جو ملک حبشہ میں تھا اور جس کا نام ماریہ تھا۔ انہوں نے اس کی خوب صورتی وتصاویر کا تذکرہ کیا۔ ام سلمہ وام حبیبہ رضی اللہ عنہا ملک حبشہ میں جا چکی تھیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ قوم ہے کہ جب ان میں کوئی مرد صالح ہوتا ہے تو یہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے ہیں' وہ لوگ خدا کے نزدیک بدترین خلائق ہیں۔

یہود پر لعنت:

عائشہ وعبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر مرض نازل ہوا تو آپ اپنے چہرے پر ایک رومال (مربع وسیاہ) ڈالنے لگے' جب آپ کا دم گھٹتا تھا تو اسے اپنے چہرے سے ہٹا دیتے تھے' آپ اسی طرح کر رہے تھے کہ آپ نے فرمایا یہود ونصاریٰ پر خدا کی لعنت کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو مساجد بنا لیا' آپ لوگوں کو ان (یہود ونصاریٰ) کے عمل سے ڈرا رہے تھے۔

جندب سے مروی ہے کہ انہوں نے وفات سے پانچ روز قبل رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: خبردار! جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اپنے انبیاء وصالحین کی قبور کو مساجد بنا لیتے تھے مگر تم لوگ قبور کو مساجد نہ بنانا' کیونکہ میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جو آخری بات معلوم ہوئی وہ یہ تھی کہ ''خدا غارت کرے یہود کو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو مساجد بنا لیا''۔

اسماعیل بن ابی حکیم سے مروی ہے کہ انہوں نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے عارضۂ موت میں فرمایا: خدا غارت کرے یہود ونصاریٰ کو جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنا لیا' (یہود ونصاریٰ کے) دونوں دین ملکِ عرب میں ہرگز باقی نہ رہیں گے۔

عطاء بن یسار سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پرستش کی جائے' اس قوم پر اللہ کا بہت سخت غضب ہوا جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو مساجد بنا لیا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس مرض میں فرمایا جس سے آپ نہ اٹھے' کہ یہود ونصاریٰ پر اللہ لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنا لیا' اگر یہ (ارشاد) نہ ہوتا تو لوگ آپ کی قبر کی (محض) زیارت نہ کرتے

(بلکہ اس پر سجدہ کرتے) لیکن آپؐ نے (پہلے ہی) اس کے سجدہ گاہ بنائے جانے کا خوف ظاہر کر دیا۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے مشورہ کیا کہ آپ کو مسجد میں دفن کریں' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ میرے آغوش میں سر رکھے ہوئے تھے' جب آپؐ نے فرمایا: اللہ ان قوموں کو غارت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبریں مسجد بنالیں' تو ان سب کی رائے اس پر متفق ہوگئی کہ آپ کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں اسی مقام پر دفن کریں جہاں آپ کی وفات ہوئی۔

کعب بن مالک سے مروی ہے تمہارے نبی ﷺ سے میری ملاقات کا قریب تر زمانہ آپ کی وفات سے پانچ روز پہلے کا ہے' میں نے آپ کو فرماتے سنا کہ جو لوگ تم سے پہلے تھے۔ انہوں نے اپنے مکانوں کو قبر بنالیا' میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں' خبردار' کیا میں نے (حق کی) تبلیغ کر دی' اے اللہ گواہ رہ' اے اللہ گواہ رہ۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بزمانہ بیماری عیادت کرنے آئے' ہم نے آپ کو اس حالت میں پایا کہ آپؐ ایک عدنی چادر سے منہ ڈھانکے کھڑے تھے آپؐ نے اپنا منہ کھول دیا اور فرمایا: اللہ یہود پر لعنت کرے جو چربی کو حرام کہتے ہیں اور اس کی قیمت کھاتے ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنا' اللہ اس قوم پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو مساجد بنالیا۔

وصیت نبوی ﷺ اور واقعۂ قرطاس:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پنجشنبہ کو بیمار ہوئے (یہ کہہ کر) ابن عباس رضی اللہ عنہما رونے لگے' اور کہنے لگے پنجشنبہ' اور کون سا پنجشنبہ' رسول اللہ ﷺ کا درد شدید ہوگیا تو فرمایا دوات کاغذ لاؤ' میں تمہارے لیے ایسا فرمان لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوسکو' جو لوگ آپؐ کے پاس تھے ان میں سے کسی نے کہا کہ نبی اللہ (ہمیں) چھوڑتے ہیں' پھر آپؐ سے کہا گیا کہ آیا جو آپؐ نے طلب فرمایا (دوات و کاغذ) ہم آپؐ کے پاس لائیں' آپؐ نے فرمایا اس (گفتگو) کے بعد' آپؐ نے وہ (کاغذ وغیرہ) نہیں منگایا۔

سلیمان بن ابی مسلم نے جو ابن ابی نجیح کے ماموں تھے سعید بن جبیر سے سنا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا پنجشنبہ' اسی دن رسول اللہ ﷺ کا درد شدید ہوگیا' آپؐ نے فرمایا: میرے پاس دوات و کاغذ لاؤ' میں تمہیں ایسا فرمان لکھ دوں کہ تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ لوگ آپس میں جھگڑنے لگے حالانکہ نبی ﷺ کے پاس جھگڑنا مناسب نہیں' پھر لوگوں نے کہا آپ کا کیا حال ہے کیا آپؐ نے ہمیں چھوڑ دیا' چلو خود آنحضرت ﷺ سے دریافت کریں۔

لوگ آپؐ کے پاس آئے اور اسی بات کو دہرانے لگے' آپؐ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو کیونکہ میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو' میں تمہیں تین وصیتیں کرتا ہوں' مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو' وفد (آنے والے قاصدوں) کی اس طرح مدارات کرو جس طرح میں ان کی مدارات کیا کرتا تھا' تیسری وصیت سے راوی نے سکوت کیا (اور کہا کہ) مجھے معلوم نہیں کہ (ابن عباس رضی اللہ عنہما نے) اسے بیان کیا اور میں بھول گیا' یا انہوں نے دیدہ و دانستہ اس سے سکوت کیا۔

جابر بن عبداللہ الانصاری سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو وہ عارضہ ہوا جس میں آپ کی وفات ہوئی تو آپؐ نے ایک کاغذ منگایا کہ اپنی امت کے لیے ایسا فرمان لکھ دیں جس سے نہ وہ گمراہ ہوں نہ گمراہ کیے جاسکیں' گھر میں شور اور بات چیت ہونے لگی' عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے (آپؐ سے) گفتگو کی' پھر نبی ﷺ نے یہ خیال ترک فرمادیا۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیماری جب شدید ہوگئی تو فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ میرے پاس ایک طبق (کاغذ) لاؤ تو میں وہ بات لکھ دوں کہ میرے بعد میری امت گمراہ نہ ہو۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ (کاغذ لانے سے) پہلے آپ کی جان نہ چلی جائے میں کاغذ سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوں (مجھ سے زبانی فرما دیجئے)۔

آپ کا سر میری باہوں اور بازوؤں کے درمیان تھا کہ آپؐ وصیت فرمانے لگے' نماز اور زکوٰۃ اور جن (غلاموں) کے تم لوگ مالک ہو (ان کا خیال رکھنا)'' آپؐ اسی طرح فرما رہے تھے کہ روح پرواز کرگئی' آپؐ نے کلمۂ شہادت ''لا الہ الا اللہ وان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ'' کا حکم دیا اور فرمایا: جس نے ان دونوں (توحید و رسالت) کی شہادت دی اس پر دوزخ حرام کردی گئی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''پنجشنبہ اور کون سا پنجشنبہ؟'' (راوی نے) کہا کہ گویا میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آنسو دیکھ رہا ہوں جو ان کے رخسار پر موتی کی لڑی کی طرح (جاری) تھے ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس کتف اور دوات لاؤ' میں تمہارے لیے ایک فرمان لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو''۔ لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں چھوڑتے ہیں۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ نبی ﷺ کے پاس بیٹھے تھے' ہمارے اور عورتوں کے درمیان پردہ تھا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے سات مشکوں سے غسل دو اور کاغذ و دوات لاؤ' میں تمہارے لیے ایک ایسا فرمان لکھ دوں جس کے بعد تم لوگ کبھی گمراہ نہ ہو' عورتوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ کی حاجت (کی چیز یعنی کاغذ وغیرہ) لے آؤ' میں نے کہا تم خاموش رہو' تم لوگ آپ کی اس طرح کی ساتھ والیاں ہو کہ جب آپؐ مریض ہوئے تو تم نے اپنی آنکھیں نچوڑ دیں (یعنی خوب روئیں) اور جب آپؐ تندرست ہوئے تو تم نے آپ کی گردن پکڑ لی' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ عورتیں تم لوگوں سے بہتر ہیں۔

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی وفات کے وقت کاغذ منگایا کہ اپنی امت کے لیے ایسا فرمان لکھ دیں جس سے وہ گمراہ ہوں نہ گمراہ کیے جائیں۔ لوگوں نے آپؐ کے پاس شور کیا یہاں تک کہ نبی ﷺ نے اسے ترک کردیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کا وقت آیا تو گھر میں لوگ تھے جن میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آؤ میں تمہارے لیے ایک فرمان لکھ دوں کہ اس کے بعد تم لوگ گمراہ نہ ہو' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ پر درد غالب ہے' تمہارے پاس قرآن ہے' جو کافی ہے۔

گھر والوں نے اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے بعض وہ تھے جو کہتے تھے (کاغذ آپ کے) قریب کردو کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے لیے لکھ دیں' دوسرے لوگ وہی کہتے تھے جو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا' جب شور و اختلاف بہت ہوگیا اور رسول اللہ ﷺ کو لوگوں نے پریشان کردیا تو آپؐ نے فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔

عبیداللہ بن عبداللہ نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے' مصیبت اور وہ بھی پوری مصیبت رسول اللہ ﷺ کے فرمان

لکھنے میں جو چیز حائل ہوئی وہ ان کا اختلاف اور شور وغل تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض موت میں فرمایا میرے پاس دوات و کاغذ لاؤ' میں تمہارے لیے ایسا فرمان لکھ دوں' جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو' عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فلاں فلاں روم کے شہروں کا کون (فاتح) ہوگا' رسول اللہ ﷺ ہرگز مرنے والے نہیں تاوقتیکہ ہم لوگ اسے فتح نہ کر لیں اور اگر آپؐ (فتح کے قبل) مر گئے تو ہم لوگ آپ کا انتظار کریں گے جیسا بنی اسرائیل نے موسیٰ کا انتظار کیا تھا' زینب رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی ﷺ نے کہا کہ کیا تم لوگ نبی ﷺ کی (بات) نہیں سنتے جو تم سے عہد لیتے ہیں' لوگوں نے شور کیا تو آپؐ نے فرمایا اُٹھ جاؤ' لوگ اُٹھ گئے تو نبی ﷺ کی اپنے مقام پر وفات ہوگئی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے اس درد میں جس میں آپ کی وفات ہوئی آپؐ کے پاس سے نکلے' لوگوں نے پوچھا' اے ابوالحسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ نے کس طرح صبح کی انہوں نے کہا بحمد اللہ تندرستی کی حالت میں صبح کی۔

عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا کیا تم نہیں دیکھتے کہ تین (شب) کے بعد تم لاٹھی کے غلام ہو گئے۔ واللہ مجھے نظر آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اس درد میں وفات پا جائیں گے' میں اولاد عبدالمطلب کے چہرے (بوقت وفات) پہچانتا ہوں' تم ہمیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلو' ہم آپؐ سے دریافت کریں کہ آپؐ کے بعد یہ حکومت کس کو ملے گی؟ اگر ہم کو ملے تو ہمیں معلوم ہو جائے' اور اگر ہمارے سوا کسی اور کو ملے تو ہم آپؐ سے گفتگو کریں کہ آپ ہمیں وصیت کر دیں۔

علی رضی اللہ عنہ نے کہا' واللہ اگر ہم رسول اللہ ﷺ سے اس کی درخواست کریں گے تو آپ ہمیں اس سے روکیں گے کہ لوگ تمہیں یہ (خلافت) کبھی نہیں دیں گے اس لیے میں آپؐ سے کبھی درخواست نہ کروں گا۔

عامر الشعبی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے مرض وفات میں علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں آپ کی وفات کو عنقریب سمجھتا ہوں' تم ہمیں آپ کے پاس لے چلو تو ہم آپؐ سے دریافت کریں کہ کون آپ کا خلیفہ ہوگا' اگر ہم میں سے آپ کسی کو خلیفہ بنائیں تو بہتر ہے' ورنہ ہمیں وصیت کر دیں تا کہ ہم اس شخص کو یاد رکھیں جو آپؐ کے بعد (خلیفہ) ہو' علی رضی اللہ عنہ نے ان سے اس وقت وہی کہا جو پہلے کہا تھا جب رسول اللہ ﷺ اٹھا لیے گئے تو انہیں صاحب نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ اپنا ہاتھ پھیلایئے میں آپ سے بیعت کر لوں تا کہ لوگ بھی آپ سے بیعت کر لیں مگر علی رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ روک لیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے عبدالمطلب کی اولاد کو بلا بھیجا اور انہیں پاس جمع کیا' علی رضی اللہ عنہ ان کے گھر میں ایسے مقام پر تھے کہ وہاں کوئی اور نہ تھا' عباس رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا' اے بھتیجے! میں نے ایک رائے سوچی ہے مگر میں یہ نہیں چاہتا کہ تم سے بغیر مشورہ لیے کچھ کروں' علی رضی اللہ عنہ نے کہا وہ کیا؟ انہوں نے کہا ہم لوگ نبی ﷺ کے پاس چلیں اور آپؐ سے دریافت کریں کہ آپؐ کے بعد یہ امر (خلافت) کس کی طرف ہوگا' اگر ہم میں ہو تو ہم اسے ترک نہ کریں' واللہ ہم میں سے کسی کا روئے زمین پر کوئی مال باقی نہ رہا۔ اور اگر کسی اور میں ہو تو ہم آپؐ کے بعد اسے کبھی طلب نہ کریں' علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے میرے چچا یہ حکومت تو آپ ہی کی ہوگی' کوئی ہے بھی جو آپ سے جھگڑا کر سکے' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا پھر سب لوگ منتشر ہو گئے اور نبی ﷺ کے پاس نہیں گئے۔

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے پاس آپ کے مرض وفات میں عباس رضی اللہ عنہ آئے تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کیا چاہتے ہیں عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ سے درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ آپ ہم میں سے کسی کو خلیفہ بنا دیں' علی رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ایسا نہ کیجئے' پوچھا کیوں؟ جواب دیا' مجھے اندیشہ ہے کہ آنحضرت ﷺ فرما دیں گے "نہیں" اور آپ کے نہیں کہنے کے بعد جب ہم لوگوں سے خلافت طلب کریں گے تو وہ بھی انکار کر دیں گے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے انکار کر دیا ہے۔

فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے علی رضی اللہ عنہ تم اٹھو تا کہ تمام لوگ تم سے بیعت کریں موقع جب ایک مرتبہ گزر جاتا ہے تو دوبارہ نہیں آتا' اس وقت موقع ہے' علی رضی اللہ عنہ نے کہا' کون ہے جو ہمارے سوا اس معاملے میں طمع کرے گا' عباس رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ میرا گمان ہے کہ کوئی ہو جائے گا۔

جب ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر کے لوگ مسجد کو واپس ہوئے تو علی رضی اللہ عنہ نے تکبیر سنی' پوچھا یہ کیا ہے' عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ وہی ہے جس کی میں نے تمہیں دعوت دی تھی' اور تم نے مجھ سے انکار کیا تھا' علی رضی اللہ عنہ نے کہا کیا یہ ممکن ہے' عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس قسم کا موقع دوبارہ کبھی نہیں آتا' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ کی جب وفات ہوگئی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس سے نکلے تو علی اور عباس اور زبیر رضی اللہ عنہم آپ کے پیچھے تھے' یہ اس وقت کی بات ہے جب عباس رضی اللہ عنہ گفتگو کر رہے تھے۔

مرض وفات میں حضور علیہ السلام کی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض موت میں اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور خفیہ طور پر ان سے کچھ کہا تو وہ رونے لگیں' پھر انہیں بلایا اور پوشیدہ طور پر ان سے کچھ کہا تو وہ ہنسنے لگیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے ان سے اس بات کو پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ خبر دی کہ وہ اپنے اس درد میں اٹھا لیے جائیں گے' تو میں رونے لگی' پھر آپ نے مجھے یہ اطلاع دی کہ گھر والوں میں سب سے پہلے میں آپ سے ملوں گی' تو میں (خوش ہو کر) ہنسی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس طرح چلتی ہوئی آئیں کہ ان کی رفتار رسول اللہ ﷺ کی رفتار کے مشابہ تھی' آپ نے فرمایا میری بیٹی کو "مرحبا" پھر آپ نے انہیں اپنی بائیں جانب یا داہنی جانب بٹھا لیا اور خفیہ طور پر ان سے کچھ کہا وہ رونے لگیں' پھر ان سے خفیہ طور پر کچھ فرمایا تو ہنسنے لگیں میں نے کہا رونا اور ہنسنا میں نے اس طرح قریب تر نہیں دیکھا' رسول اللہ ﷺ نے تو تمہیں اپنے کلام کے لیے مخصوص کیا پھر تم روتی ہو' وہ کیا بات تھی جو بطور راز کے رسول اللہ ﷺ نے تم سے بیان کی' انہوں نے کہا میں ایسی نہیں ہوں کہ آپ کا راز فاش کر دوں۔

جب آپ کی وفات ہوگئی تو میں نے ان سے پھر دریافت کیا' انہوں نے کہا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ جبرئیل میرے پاس ہر

سال آتے تھے اور ایک مرتبہ قرآن کا دور کرتے تھے اس سال بھی وہ آئے اور دو دور کیے میں خیال کرتا ہوں کہ میری اجل آ گئی میں تمہارے لیے کیسا اچھا پیش رو ہوں پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے گھر والوں میں مجھ سے ملنے میں سب سے پہلی تم ہو گی میں اس کی وجہ سے روئی پھر آپؐ نے فرمایا کہ تم اس سے خوش نہیں کہ تم اس امت کی عورتوں یا تمام عالموں کی عورتوں کی سردار ہو جاؤ تو میں ہنسی۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی ﷺ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وقت وفات آیا تو آپؐ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان کے کان میں بات کی وہ رونے لگیں پھر آپؐ نے ان کے کان میں بات کہی جس سے وہ ہنسنے لگیں میں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات تک ان سے دریافت نہیں کیا وفات کے بعد میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ان کے ہنسنے اور رونے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے خبر دی کہ آپ کی وفات ہو جائے گی پھر آپ نے مجھے خبر دی کہ مریم بنت عمران کے بعد میں اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی تو اس کی وجہ سے میں ہنسی۔

ابی جعفر سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہنستے نہیں دیکھا سوائے اس کے کہ ان کے منہ کا کنارا کھل جاتا تھا۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمان نبوی:

عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسامہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ لشکر بلقاء کی طرف لے جائیں جہاں ان کے والد اور جعفر شہید ہوئے تھے اسامہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی تیاری کر رہے تھے اور انہوں نے جرف میں لشکر جمع کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ بیمار پڑ گئے جب افاقہ ہوا اور آپؐ نے کچھ راحت محسوس کی تو سر میں پٹی باندھ کر باہر تشریف لائے اور تین مرتبہ فرمایا: اے لوگو! اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانہ کر دو یہ فرما کر نبی ﷺ اندر تشریف لے گئے بیماری بہت بڑھ گئی اور آپ کی وفات ہو گئی۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی یہ گفتگو سنی کہ آپؐ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو مہاجرین وانصار پر عامل بنا دیا رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے منبر پر بیٹھے آپؐ نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا: اے لوگو! اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانہ کر دو میری عمر کی قسم اگر اب تم نے ان کی امارت کے بارے میں کلام کیا ہے تو ان کے قبل تم نے ان کے والد کی امارت میں بھی کلام کیا ہے حالانکہ وہ امارت کے اہل ہیں جس طرح ان کے والد بھی اس کے اہل تھے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ روانہ ہو گیا وہ جرف پہنچے اور لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے وہ لوگ اس حالت میں روانہ ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیماری شدید ہو گئی تھی اسامہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہی انتظار کر رہے تھے کہ اللہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کیا فیصلہ کرتا ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ کی بیماری بہت بڑھ گئی تو میں اپنے لشکر سے پلٹ آیا لوگ بھی میرے ہمراہ آ گئے رسول اللہ ﷺ پر غشی طاری تھی آپ ﷺ بولتے نہ تھے آپؐ اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر مجھ پر چھوڑنے لگے میں سمجھا کہ آپؐ میرے لیے دعا کرتے ہیں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک سریہ بھیجا جس میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی تھے' ان پر آپ ﷺ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو عامل بنایا' لوگوں نے ان کے بارے میں یعنی ان کے کمسن ہونے کے بارے میں طعن کیا' رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ منبر پر چڑھے اللہ کی حمد وثنا کی اور کہا لوگوں نے اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں طعن کیا ہے' انہوں نے ان سے پہلے ان کے والد کی امارت میں بھی طعن کیا تھا حالانکہ وہ دونوں اس کے اہل ہیں' اسامہ رضی اللہ عنہ میرے محبوب ترین لوگوں میں ہیں' خبردار میں تم لوگوں کو اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ خیر کی وصیت کرتا ہوں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک لشکر بھیجا اور ان پر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو امیر بنایا' بعض لوگوں نے ان کی امارت میں طعن کیا' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم ان کی امارت میں کلام کرتے ہو تو تم ان کے قبل ان کے والد کی امارت میں بھی کلام کرتے تھے خدا کی قسم وہ امارت کے اہل تھے وہ میرے محبوب ترین لوگوں میں تھے اور ان کے بعد یہ بھی میرے محبوب ترین لوگوں میں ہیں۔

عبداللہ بن سالم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے انہیں رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرتے سنا کہ جس وقت آپ ﷺ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو امیر بنایا تو آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ لوگوں نے اسامہ رضی اللہ عنہ کی برائی کی اور ان کی امارت میں کلام کیا' رسول اللہ ﷺ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور فرمایا (بروایت سالم) خبردار' تم لوگ اسامہ رضی اللہ عنہ کی برائی کرتے ہو اور ان کی امارت میں طعن کرتے ہو حالانکہ اس کے قبل یہی تم ان کے باپ کے ساتھ بھی کر چکے ہو' بخدا وہ امارت کے اہل تھے' وہ سب لوگوں سے زیادہ میرے محبوب تھے اور ان کے یہ بیٹے مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں' لہٰذا ان کے بارے میں خیر کی وصیت قبول کرو' کیونکہ وہ تمہارے بہترین لوگوں میں سے ہیں' سالم نے کہا کہ میں نے عبداللہ کو کبھی یہ حدیث بیان کرتے نہیں سنا' سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مستثنیٰ نہیں کیا۔

انصار کے متعلق فرمانِ رسالت:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم سات کنوؤں کے پانی کی سات مشکیں آپ ﷺ پر ڈالیں' ہم نے اس حکم کی تعمیل کی' جب آپ ﷺ نے غسل کر لیا' تو آپ کو راحت محسوس ہوئی' آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی انہیں خطبہ سنایا' شہدائے احد کے لیے دعائے مغفرت کی اور ان کے لیے (رحمت کی) دعا کی' پھر آپ ﷺ نے انصار کے لیے وصیت کی' فرمایا: اے گروہ مہاجرین تم نے اس حالت میں صبح کی ہے کہ تم لوگ ترقی کرو گے اور انصار نے اس حالت میں صبح کی ہے کہ وہ اپنی اس حالت سے جس پر وہ آج ہیں ترقی نہیں کریں گے' وہ ایسے ہیں کہ میں نے ان کے ہاں پناہ لی' ان کے کریم کا اکرام کرو اور ان کے برے آدمی سے درگزر کرو۔

عبداللہ بن کعب نے نبی ﷺ کے کسی صحابی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سر پر پٹی باندھے ہوئے باہر آئے اور فرمایا: اے گروہ مہاجرین تم نے اس حالت میں صبح کی ہے کہ تم ترقی کرو گے اور انصار نے اس حالت میں صبح کی ہے کہ وہ جس حالت پر آج ہیں' اس سے زیادہ ترقی نہیں کریں گے' میرے انصار ایسے ہیں کہ انہوں نے مجھے پناہ دی' ان میں جو نیک ہوں ان کا

اکرام کرنا جو بد ہوں ان سے درگزر اور جو محسن ہوں ان کے ساتھ احسان سے پیش آنا۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب برآمد ہوئے تو لوگ حلقہ کیے ہوئے آپ کا حال دریافت کر رہے تھے آپ نہایت تیزی سے نکلے' چادر کے دونوں کنارے شانوں پر پڑے تھے اور ایک سفید کپڑے کی پٹی سر پر بندھی تھی آپ منبر پر کھڑے ہوئے لوگ اٹھ کر آپ کی طرف آ گئے یہاں تک کہ مسجد بھر گئی' رسول اللہ ﷺ نے کلمۂ شہادت پڑھا' جب اس سے فارغ ہوئے تو فرمایا: لوگو انصار ایسے ہیں کہ انہوں نے مجھے پناہ دی اور ہر طرح سے میرا ساتھ دیا' لہٰذا ان کے بارے میں میرا خیال رکھو' ان کے محسن کو قبول کرو اور ان کے بد سے درگزر کرو۔

نعمان بن مرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض موت میں فرمایا کہ ہر نبی کا ترکہ یا جائیداد ہوتی ہے۔ انصار میرا ترکہ و جائیداد ہیں' لوگ کم بھی ہوتے ہیں اور زیادہ بھی' لہٰذا تم ان کے محسن کو قبول کرو اور ان کے بد کو معاف کرو۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے انصار وہ ہیں کہ مجھے اور میرے اہل بیت کو پناہ دی' تم ان کے محسن کو قبول کرو اور ان کے بد سے درگزر کرو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے (یہ مضمون عبید اللہ نے اپنی حدیث میں بیان کیا) کہ نبی ﷺ لائے گئے' آپؐ سے کہا گیا کہ یہ انصار جو مسجد میں ہیں' ان کی عورتیں اور مرد آپؐ پر رو رہے ہیں فرمایا انہیں کون رلاتا ہے' لوگوں نے کہا انہیں یہ خوف ہے کہ آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملیں گے' (پھر سب راوی اس حدیث میں متفق ہو گئے' ان سب نے اپنی حدیث میں بیان کیا کہ (رسول اللہ ﷺ نکلے آپؐ تیزی کے ساتھ بڑھے اور منبر پر بیٹھ گئے' آپ ایک رضائی اوڑھے ہوئے تھے جس کا ایک کنارا اپنے کندھوں پر ڈالے ہوئے تھے' اور سر میں ایک پٹی باندھے ہوئے تھے (عبید اللہ نے اپنی حدیث میں کہا کہ) وہ پٹی میلی تھی (اور ابو نعیم اور ابو الولید نے کہا کہ) چکنی تھی' آپؐ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: اے گروہ انصار! آدمی تو بہت ہوتے ہیں مگر انصار (مددگار) کم ہوتے ہیں' کھانے میں نمک کی طرح ہوتے ہیں' لہٰذا جو شخص ان کے معاملات کا والی ہو وہ ان کے محسن کو قبول کرے اور ان کے بد سے درگزر کرے (ابو الولید نے اپنی حدیث میں کہا کہ) آپؐ اپنے مرض موت میں نکلے تھے اور یہ آپ کی آخری مجلس تھی جس میں آپؐ بیٹھے یہاں تک کہ آپ اٹھا لیے گئے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح برآمد ہوئے کہ سر پر پٹی بندھی تھی' انصار نے اپنے خدام اور اولاد سے آپ کا استقبال کیا' آپؐ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' میں تم سب لوگوں سے محبت کرتا ہوں انصار نے جو کچھ ان پر واجب تھا ادا کر دیا' جو تمہارے ذمے ہے وہ باقی نہ رہا' لہٰذا ان کے محسن کے ساتھ احسان کرو اور ان کے بد سے درگزر کرو۔

الحسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اے گروہ انصار' میرے بعد تم تکلیف سے دوچار ہو گے' انہوں نے کہا یا نبی اللہ پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں' آپؐ نے فرمایا میں تمہیں یہ حکم دیتا ہوں کہ تم صبر کرنا یہاں تک کہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے مل جانا۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مصعب بن زبیر نے انصار کے ایک کارکن کو پکڑ لیا اور اس کے ساتھ (بدی) کا قصد کیا' انس رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہیں خدا کی قسم دلاتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت انصار کے بارے میں یاد دلاتا ہوں' انہوں نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس بات کی وصیت کی تو میں نے کہا آپ نے یہ وصیت کی کہ ان کے محسن کا احسان قبول کیا جائے اور ان کے بد سے درگزر کیا جائے' وہ اپنے فرش سے لپٹ گئے' یہاں تک کہ اس پر گر پڑے اور لوٹ گئے اور فرش سے اپنا رخسارہ لگالیا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سر اور آنکھوں پر ہے' اسے (تم دونوں) روانہ کر دو یا کہا کہ اسے (تم دونوں) چھوڑ دو۔

مرض وفات میں وصیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت وفات آ گیا تو آپ کی اکثر وصیت یہ تھی ''نماز'' اور ''تمہارے لونڈی غلام'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ الفاظ اپنے سینے میں گنگنا رہے تھے اور آپ کی زبان اسے ادا نہ کر سکتی تھی۔

کسی شخص سے مروی ہے جنہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر وصیت جب کہ آپ کی سانس اکھڑی ہوئی تھی نماز اور لونڈی غلام کے متعلق تھی۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موت کی حالت میں فرمانے لگے: ''نماز' نماز اور تمہارے لونڈی غلام'' (یزید راوی نے کہا کہ) آپ یہ فرما رہے تھے۔ مگر زبان اسے ادا نہ کرتی تھی (عفان راوی نے کہا کہ) آپ اس کا تکلم فرماتے تھے مگر زبان ادا نہ کرتی تھی۔

کعب بن مالک سے مروی ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی طاری ہوئی' افاقہ ہوا تو فرمایا: ''اپنے لونڈی غلام کے بارے میں اللہ سے ڈرو' اللہ سے ڈرو۔ ان کو کپڑا پہناؤ' ان کے شکم کو سیر کرو' اور ان سے نرم بات کرو''۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخر زمانے میں وصیت فرمائی کہ دونوں دین (دین یہود و دین نصاریٰ) ملک عرب میں نہ رہنے دیئے جائیں۔

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ سب سے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات فرمائی یہ تھی کہ اللہ یہود و نصاریٰ کو غارت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنا لیا دونوں دین (یہود و نصاریٰ کے) ملکِ عرب میں نہ باقی رکھے جائیں۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے مروی ہے کہ سب سے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات پوری کی وہ یہ تھی کہ آپ نے ان رہاویین کے لیے وصیت فرمائی جو الرہاء کے باشندوں میں سے تھے' انہیں آپ نے کچھ مال بھی دیا اور فرمایا: اگر میں باقی رہ گیا تو جزیرۃ العرب میں دونوں دینوں کو نہ چھوڑوں گا۔

علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داریوں اور رہاویوں اور دوسیوں کے لیے مال کی وصیت فرمائی۔

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی وفات سے تین شب پہلے سنا کہ آپ فرماتے تھے: خبردار تم میں سے کوئی شخص بغیر اس کے نہ مرے کہ اللہ کے ساتھ اس کا گمان اچھا ہو۔

کسی مکی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیماری کے زمانے میں فضل بن عباس رضی اللہ عنہما آپ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: اے فضل! یہ پٹی میرے سر پر باندھ دو' انہوں نے باندھ دی۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ہمیں اپنے ہاتھ کا سہارا دو' انہوں نے نبی ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا' آپ کھڑے ہوئے اور ان کے سہارے سے مسجد میں داخل ہوئے' اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: تم میں سے بعض کے حقوق مجھ سے وابستہ تھے' میں بھی ایک بشر ہوں' اس لیے جس شخص کی آبرو کو میں نے کچھ نقصان پہنچایا ہو۔ تو یہ میری آبرو موجود ہے' اسے بدلہ لے لینا چاہیے' جس شخص کے جسم کو میں نے کچھ تکلیف پہنچائی ہو تو یہ میرا جسم موجود ہے' اسے بدلہ لے لینا چاہیے' جس شخص کے مال کو میں نے کچھ نقصان پہنچایا ہو تو یہ میرا مال موجود ہے' اسے لے لینا چاہیے' جان لو کہ تم میں سب سے زیادہ مجھ سے محبت کرنے والا وہ شخص ہوگا کہ ان حقوق میں سے اس کا کوئی حق ہو' اور وہ اسے لے لے یا مجھے بری کر دے' تا کہ میں اپنے رب سے اس حالت میں ملوں کہ میں اپنے کو بری کر چکا ہوں' کوئی شخص ہرگز یہ نہ کہے کہ مجھے انتقام لینے میں رسول اللہ ﷺ کی عداوت و بغض کا اندیشہ تھا۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں میری طبیعت میں نہیں ہیں۔ جس شخص کا نفس کسی بری بات میں اس پر غالب آ گیا ہو تو اسے بھی مجھ سے مدد لینا چاہیے کہ میں اس کے لیے دعا کروں گا۔

ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ آپ کے پاس ایک سائل آیا تھا' آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے اسے تین درہم دے دیئے' فرمایا سچ ہے' اے فضل وہ درہم ان کو دے دو۔

ایک اور آدمی کھڑا ہوا' اور اس نے کہا' یا رسول اللہ' میں بخیل ہوں' بزدل ہوں' اور بہت سونے والا بھی ہوں' لہٰذا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ میرے بخل اور بزدلی اور خواب کو مجھ سے دور کر دے' رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔

ایک عورت اٹھی اور اس نے کہا کہ میں ایسی ہوں' اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھ سے اسے دور کر دے' آپ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں چلو' جب رسول اللہ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر واپس آئے تو آپ نے اپنا عصا اس کے سر پر رکھا اور اس کے لیے دعا فرمائی' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر وہ دیر تک بکثرت سجدے کرتی رہی' آپ نے فرمایا' سجدے دراز کرو' کیونکہ بندہ اللہ سے قریب تر جب ہوتا ہے کہ وہ سجدے کی حالت میں ہو' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ واللہ وہ مجھ سے جدا نہ ہوئی تھی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی دعا کا اثر اس میں دیکھ لیا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض موت میں فرمایا: اے لوگو کوئی بات بھی مجھ پر معلق نہ کرو' میں نے صرف وہی حلال کیا اور وہی حرام کیا جو اللہ نے حرام کیا۔

عبید بن عمیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض موت میں فرمایا: اے لوگو! واللہ کسی شے کو مجھ پر معلق نہ کرو کہ میں نے اسے حلال یا حرام کیا' میں تو صرف وہی شے حلال کرتا ہوں جسے اللہ نے حلال کیا' اور اسی شے کو حرام کرتا ہوں جسے اللہ نے حرام کیا' اے فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اے صفیہ رضی اللہ عنہا (پھوپھی رسول اللہ ﷺ) جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس کے لیے عمل کرو کیونکہ میں تم دونوں کو اللہ سے کسی امر میں بے نیاز نہیں کر سکتا۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اولاد عبد مناف' میں تمہیں اللہ سے کسی امر میں بے

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مصعب بن زبیر نے انصار کے ایک کارکن کو پکڑ لیا اور اس کے ساتھ (بدی) کا قصد کیا' انس رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہیں خدا کی قسم دلاتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت انصار کے بارے میں یاد دلاتا ہوں' انہوں نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس بات کی وصیت کی تو میں نے کہا آپ نے یہ وصیت کی کہ ان کے محسن کا احسان قبول کیا جائے اور ان کے بد سے درگزر کیا جائے' وہ اپنے فرش سے لپٹ گئے' یہاں تک کہ اس پر گر پڑے اور لوٹ گئے اور فرش سے اپنا رخسارہ لگا لیا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سر اور آنکھوں پر ہے' اسے (تم دونوں) روانہ کر دو یا کہا کہ اسے (تم دونوں) چھوڑ دو۔

مرض وفات میں وصیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت وفات آ گیا تو آپ کی اکثر وصیت یہ تھی ''نماز'' اور ''تمہارے لونڈی غلام'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ الفاظ اپنے سینے میں گنگنا رہے تھے اور آپ کی زبان اسے ادا نہ کر سکتی تھی۔

کسی شخص سے مروی ہے جنہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر وصیت جب کہ آپ کی سانس اکھڑی ہوئی تھی نماز اور لونڈی غلام کے متعلق تھی۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موت کی حالت میں فرمانے لگے: ''نماز' نماز اور تمہارے لونڈی غلام'' (یزید راوی نے کہا کہ) آپ یہ فرما رہے تھے۔ مگر زبان اسے ادا نہ کرتی تھی (عفان راوی نے کہا کہ) آپ اس کا تکلم فرماتے تھے مگر زبان ادا نہ کرتی تھی۔

کعب بن مالک سے مروی ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی طاری ہوئی' افاقہ ہوا تو فرمایا: ''اپنے لونڈی غلام کے بارے میں اللہ سے ڈرو' اللہ سے ڈرو۔ ان کو کپڑا پہناؤ' ان کے شکم کو سیر کرو' اور ان سے نرم بات کرو''۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخر زمانے میں وصیت فرمائی کہ دونوں دین (دین یہود و دین نصاریٰ) ملک عرب میں نہ رہنے دیئے جائیں۔

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ سب سے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات فرمائی یہ تھی کہ اللہ یہود و نصاریٰ کو غارت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنا لیا دونوں دین (یہود و نصاریٰ کے) ملکِ عرب میں نہ باقی رکھے جائیں۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے مروی ہے کہ سب سے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات پوری کی وہ یہ تھی کہ آپ نے ان رہاویین کے لیے وصیت فرمائی جو الرہاء کے باشندوں میں سے تھے' انہیں آپ نے کچھ مال بھی دیا اور فرمایا: اگر میں باقی رہ گیا تو جزیرۃ العرب میں دونوں دینوں کو نہ چھوڑوں گا۔

علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داریوں اور رہاویوں اور دوسیوں کے لیے مال کی وصیت فرمائی۔

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی وفات سے تین شب پہلے سنا کہ آپ فرماتے تھے: خبردار تم میں سے کوئی شخص بغیر اس کے نہ مرے کہ اللہ کے ساتھ اس کا گمان اچھا ہو۔

کسی مکی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیماری کے زمانے میں فضل بن عباس رضی اللہ عنہما آپؐ کے پاس آئے تو آپؐ نے فرمایا: اے فضل! یہ پٹی میرے سر پر باندھ دو انہوں نے باندھ دی۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ہمیں اپنے ہاتھ کا سہارا دو انہوں نے نبی ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا' آپ کھڑے ہوئے اور ان کے سہارے سے مسجد میں داخل ہوئے' اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: تم میں سے بعض کے حقوق مجھ سے وابستہ تھے' میں بھی ایک بشر ہوں' اس لیے جس شخص کی آبرو کو میں نے کچھ نقصان پہنچایا ہو۔ تو یہ میری آبرو موجود ہے' اسے بدلہ لے لینا چاہیے' جس شخص کے جسم کو میں نے کچھ تکلیف پہنچائی ہو تو یہ میرا جسم موجود ہے' اسے بدلہ لے لینا چاہیے' جس شخص کے مال کو میں نے کچھ نقصان پہنچایا ہو تو یہ میرا مال موجود ہے' اسے لے لینا چاہیے' جان لو کہ تم میں سب سے زیادہ مجھ سے محبت کرنے والا وہ شخص ہوگا کہ ان حقوق میں سے اس کا کوئی حق ہو اور وہ اسے لے لے یا مجھے بری کر دے' تاکہ میں اپنے رب سے اس حالت میں ملوں کہ میں اپنے کو بری کر چکا ہوں' کوئی شخص ہرگز یہ نہ کہے کہ مجھے انتقام لینے میں رسول اللہ ﷺ کی عداوت وبغض کا اندیشہ تھا۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں میری طبیعت میں نہیں ہیں۔ جس شخص کا نفس کسی بری بات میں اس پر غالب آ گیا ہو تو اسے بھی مجھ سے مدد لینا چاہیے کہ میں اس کے لیے دعا کروں گا۔

ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ آپؐ کے پاس ایک سائل آیا تھا' آپؐ نے مجھے حکم دیا تو میں نے اسے تین درہم دے دیئے' فرمایا سچ ہے' اے فضل وہ درہم ان کو دے دو۔

ایک اور آدمی کھڑا ہوا' اور اس نے کہا' یا رسول اللہ' میں بخیل ہوں' بزدل ہوں' اور بہت سونے والا بھی ہوں' لہٰذا آپؐ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ میرے بخل اور بزدلی اور خواب کو مجھ سے دور کر دے' رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔

ایک عورت اٹھی اور اس نے کہا کہ میں ایسی ہوں' اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھ سے اسے دور کر دے' آپؐ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں چلو' جب رسول اللہ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر واپس آئے تو آپؐ نے اپنا عصا اس کے سر پر رکھا اور اس کے لیے دعا فرمائی' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر وہ دیر تک بکثرت سجدے کرتے رہی' آپؐ نے فرمایا' سجدے دراز کرو' کیونکہ بندہ اللہ سے قریب تر جب ہوتا ہے کہ وہ سجدے کی حالت میں ہو' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ واللہ وہ مجھ سے جدا نہ ہوئی تھی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی دعا کا اثر اس میں دیکھ لیا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض موت میں فرمایا: اے لوگو کوئی بات بھی مجھ پر معلق نہ کرو' میں نے صرف وہی حلال کیا اور وہی حرام کیا جو اللہ نے حرام کیا۔

عبید بن عمیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض موت میں فرمایا: اے لوگو! واللہ کسی شے کو مجھ پر معلق نہ کرو کہ میں نے اسے حلال یا حرام کیا' میں تو صرف وہی شے حلال کرتا ہوں جسے اللہ نے حلال کیا' اور اسی شے کو حرام کرتا ہوں جسے اللہ نے حرام کیا' اے فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اے صفیہ رضی اللہ عنہا (پھوپھی رسول اللہ ﷺ) جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس کے لیے عمل کرو کیونکہ میں تم دونوں کو اللہ سے کسی امر میں بے نیاز نہیں کر سکتا۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اولاد عبد مناف' میں تمہیں اللہ سے کسی امر میں بے

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مصعب بن زبیر نے انصار کے ایک کارکن کو پکڑ لیا اور اس کے ساتھ (بدی) کا قصد کیا' انس رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہیں خدا کی قسم دلاتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کی وصیت انصار کے بارے میں یاد دلاتا ہوں' انہوں نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کس بات کی وصیت کی تو میں نے کہا آپ نے یہ وصیت کی کہ ان کے محسن کا احسان قبول کیا جائے اور ان کے بد سے درگزر کیا جائے' وہ اپنے فرش سے لپٹ گئے' یہاں تک کہ اس پر گر پڑے اور لوٹ گئے اور فرش سے اپنا رخسارہ لگا لیا اور کہا رسول اللہ ﷺ کا حکم سر اور آنکھوں پر ہے' اسے (تم دونوں) روانہ کر دو یا کہا کہ اسے (تم دونوں) چھوڑ دو۔

مرض وفات میں وصیت نبوی ﷺ:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وقت وفات آ گیا تو آپ کی اکثر وصیت یہ تھی ''نماز'' اور ''تمہارے لونڈی غلام'' رسول اللہ ﷺ یہ الفاظ اپنے سینے میں گنگنا رہے تھے اور آپ کی زبان اسے ادا نہ کر سکتی تھی۔

کسی شخص سے مروی ہے جنہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کی اکثر وصیت جب کہ آپ کی سانس اکھڑی ہوئی تھی نماز اور لونڈی غلام کے متعلق تھی۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ موت کی حالت میں فرمانے لگے: ''نماز' نماز اور تمہارے لونڈی غلام'' (یزید راوی نے کہا کہ) آپ یہ فرما رہے تھے۔ مگر زبان اسے ادا نہ کرتی تھی (عفان راوی نے کہا کہ) آپ اس کا تکلم فرماتے تھے مگر زبان ادا نہ کرتی تھی۔

کعب بن مالک سے مروی ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے رسول اللہ ﷺ پر غشی طاری ہوئی' افاقہ ہوا تو فرمایا ''اپنے لونڈی غلام کے بارے میں اللہ سے ڈرو' اللہ سے ڈرو۔ ان کو کپڑا پہناؤ' ان کے شکم کو سیر کرو' اور ان سے نرم بات کرو''۔

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخر زمانے میں وصیت فرمائی کہ دونوں دین (دین یہود و دین نصاریٰ) ملک عرب میں نہ رہنے دیئے جائیں۔

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ سب سے آخر میں رسول اللہ ﷺ نے جو بات فرمائی یہ تھی کہ اللہ یہود و نصاریٰ کو غارت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنا لیا دونوں دین (یہود و نصاریٰ کے) ملک عرب میں نہ باقی رکھے جائیں۔

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے مروی ہے کہ سب سے آخر میں رسول اللہ ﷺ نے جو بات پوری کی وہ یہ تھی کہ آپ نے ان رہاویین کے لیے وصیت فرمائی جو الرہاء کے باشندوں میں سے تھے' انہیں آپ نے کچھ مال بھی دیا اور فرمایا: اگر میں باقی رہ گیا تو جزیرۃ العرب میں دونوں دینوں کو نہ چھوڑوں گا۔

علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے داریوں اور رہاویوں اور دوسیوں کے لیے مال کی وصیت فرمائی۔

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے آپ کی وفات سے تین شب پہلے سنا کہ آپ فرماتے تھے: خبردار تم میں سے کوئی شخص بغیر اس کے نہ مرے کہ اللہ کے ساتھ اس کا گمان اچھا ہو۔

کسی مکی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیماری کے زمانے میں فضل بن عباس رضی اللہ عنہما آپؐ کے پاس آئے تو آپؐ نے فرمایا: اے فضل! یہ پٹی میرے سر پر باندھ دو' انہوں نے باندھ دی۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ہمیں اپنے ہاتھ کا سہارا دو' انہوں نے نبی ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا' آپ کھڑے ہوئے اور ان کے سہارے سے مسجد میں داخل ہوئے' اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: تم میں سے بعض کے حقوق مجھ سے وابستہ تھے' میں بھی ایک بشر ہوں' اس لیے جس شخص کی آبرو کو میں نے کچھ نقصان پہنچایا ہو۔ تو یہ میری آبرو موجود ہے' اسے بدلہ لے لینا چاہیے' جس شخص کے جسم کو میں نے کچھ تکلیف پہنچائی ہو تو یہ میرا جسم موجود ہے' اسے بدلہ لے لینا چاہیے' جس شخص کے مال کو میں نے کچھ نقصان پہنچایا ہو تو یہ میرا مال موجود ہے' اسے لے لینا چاہیے' جان لو کہ تم میں سب سے زیادہ مجھ سے محبت کرنے والا وہ شخص ہوگا کہ ان حقوق میں سے اس کا کوئی حق ہو' اور وہ اسے لے لے یا مجھے بری کر دے' تاکہ میں اپنے رب سے اس حالت میں ملوں کہ میں اپنے کو بری کر چکا ہوں' کوئی شخص ہرگز یہ نہ کہے کہ مجھے انتقام لینے میں رسول اللہ ﷺ کی عداوت و بغض کا اندیشہ تھا۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں میری طبیعت میں نہیں ہیں۔ جس شخص کا نفس کسی بری بات میں اس پر غالب آ گیا ہو تو اسے بھی مجھ سے مدد لینا چاہیے کہ میں اس کے لیے دعا کروں گا۔

ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ آپؐ کے پاس ایک سائل آیا تھا' آپؐ نے مجھے حکم دیا تو میں نے اسے تین درہم دے دیئے' فرمایا سچ ہے' اے فضل وہ درہم ان کو دے دو۔

ایک اور آدمی کھڑا ہوا' اور اس نے کہا' یا رسول اللہ' میں بخیل ہوں' بزدل ہوں' اور بہت سونے والا بھی ہوں' لہٰذا آپؐ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ میرے بخل اور بزدلی اور خواب کو مجھ سے دور کر دے' رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔

ایک عورت اٹھی اور اس نے کہا کہ میں ایسی ہوں' اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھ سے اسے دور کر دے' آپؐ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں چلو' جب رسول اللہ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر واپس آئے تو آپؐ نے اپنا عصا اس کے سر پر رکھا اور اس کے لیے دعا فرمائی' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر وہ دیر تک بکثرت سجدے کرتے رہی' آپؐ نے فرمایا' سجدے دراز کرو' کیونکہ بندہ اللہ سے قریب تر جب ہوتا ہے کہ وہ سجدے کی حالت میں ہو' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ واللہ وہ مجھ سے جدا نہ ہوئی تھی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی دعا کا اثر اس میں دیکھ لیا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض موت میں فرمایا: اے لوگو کوئی بات بھی مجھ پر معلق نہ کرو' میں نے صرف وہی حلال کیا اور وہی حرام کیا جو اللہ نے حرام کیا۔

عبید بن عمیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض موت میں فرمایا: اے لوگو! واللہ کسی شے کو مجھ پر معلق نہ کرو کہ میں نے اسے حلال یا حرام کیا' میں تو صرف وہی شے حلال کرتا ہوں جسے اللہ نے حلال کیا' اور اسی شے کو حرام کرتا ہوں جسے اللہ نے حرام کیا' اے فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اے صفیہ رضی اللہ عنہا (پھوپھی رسول اللہ ﷺ) جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس کے لیے عمل کرو کیونکہ میں تم دونوں کو اللہ سے کسی امر میں بے نیاز نہیں کر سکتا۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اولاد عبد مناف' میں تمہیں اللہ سے کسی امر میں بے

نیاز نہیں کرسکتا' اے عباس بن عبدالمطلب میں تمہیں اللہ سے کسی امر میں بے نیاز نہیں کرسکتا' اے فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ میں تمہیں اللہ سے کسی امر میں بے نیاز نہیں کرسکتا' دنیا میں تم لوگ مجھ سے جو چاہو مانگ لو' مگر آخرت میں صرف تمہارے عمل ہی کام آئیں گے۔

آنحضرت ﷺ کی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دعائیں:

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمارے نبی ﷺ اور ہمارے حبیبؐ نے ہمیں اپنی موت سے ایک ماہ قبل اپنی خبر موت کی سنادی' میرے ماں باپ اور میری جان ان پر فدا ہوں' جب جدائی کا زمانہ قریب آ گیا تو آپؐ نے ہمیں ہماری ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جمع کیا' ہمارے لیے آپؐ نے سختی برداشت کی' فرمایا: تم لوگوں کو "مرحبا" اللہ تمہیں سلامتی عطا کرے' اللہ تم پر رحم کرے' اللہ تمہاری حفاظت کرے' اللہ تمہیں غنی کرے' اللہ تمہیں رزق دے' اللہ تمہیں بلند کرے' اللہ تمہیں نفع دے' اللہ تمہیں بچائے' میں تمہیں خوفِ خدا کی وصیت کرتا ہوں' اللہ سے تمہارے لیے وصیت کرتا ہوں' اسی پر تم کو چھوڑتا ہوں' اور تمہیں اللہ سے ڈراتا ہوں' میں اس کی طرف سے تمہارے لیے کھلا ہوڈ رانے والا ہوں' اللہ کے حکم کے خلاف اس کے بندوں اور اس کے شہروں میں زیادتی اور فساد نہ کرو نیک انجام تو متقیوں ہی کے لیے ہے' اللہ نے فرمایا کیا متکبرین کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے۔

ہم لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ آپ کی اجل کب تک ہے' آپؐ نے فرمایا: جدائی اللہ کی طرف جنۃ الماویٰ کی طرف اور سدرۃ المنتہیٰ کی طرف اور رفیق اعلیٰ کی طرف اور کاس ادنیٰ کی طرف اور حظ اور مبارک عیش کی طرف واپسی کا وقت قریب آ گیا۔

عرض کی: یا رسول اللہ! ہم آپ کو کس چیز میں کفن دیں' آپؐ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میرے انہیں کپڑوں میں یا یمنی چادروں میں۔

عرض کی: یا رسول اللہ! آپؐ پر نماز کون پڑھے گا' ہم بھی رونے لگے اور آپ بھی روئے پھر فرمایا: ٹھہر جاؤ' اللہ تم پر رحم کرے' اور تمہارے نبی کی طرف سے تمہیں جزائے خیر دے جب تم مجھے غسل و کفن دے چکنا تو مجھے میرے اسی تخت پر میرے اسی گھر میں میری قبر کے کنارے رکھ دینا' تھوڑی دیر کے لیے میرے پاس سے باہر ہو جانا' کیونکہ سب سے پہلے مجھ پر نماز پڑھیں گے وہ میرے حبیب و خلیل جبرئیل علیہ السلام ہوں گے' پھر میکائیل علیہ السلام' پھر اسرافیل علیہ السلام پھر ملک الموت کو ان کے ہمراہ ان کے تمام لشکر ملائکہ ہوں گے پھر تم ایک ایک گروہ ہو کر اندر آنا' مجھ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا' مجھے اوصاف بیان کرنے اور باآواز بلند رونے سے اذیت نہ دینا' پہلے مجھ پر میرے عزیز مرد نماز پڑھیں' پھر ان کی عورتیں پھر بعد کو تم لوگ' میرے جو اصحاب موجود نہیں ہیں انہیں سلام کہہ دینا' ان لوگوں کو جو میری اس قوم میں سے میرے دین میں میری پیروی کریں انہیں بھی سلام پہنچا دینا۔ عرض کی: یا رسول اللہ آپ کو قبر میں کون داخل کرے گا' فرمایا: میرے اعزہ' بہت سے ملائکہ کے ہمراہ' جو اس طرح تمہیں دیکھتے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھتے۔

اختتامی کلمات اور کیفیات:

ابی الحویرث سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کسی مرض کی شکایت ہوتی تھی تو آپؐ اللہ سے عافیت کی دعا کرتے تھے' جب مرض موت ہوا تو آپؐ نے شفا کی دعا نہیں کی' اور فرمانے لگے کہ اے نفس تجھے کیا ہوا کہ تو ہر جائے پناہ کی پناہ لے لیتا ہے۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر موت نازل ہوئی تو آپ نے پانی کا ایک پیالہ منگایا' اسے اپنے چہرے پر پھیرنے لگے اور کہنے لگے' اے اللہ موت کی سختی پر میری مدد کر' اور تین مرتبہ یہ فرمایا: اے جبرئیل! میرے قریب ہو جاؤ' اے جبرئیل میرے قریب ہو جاؤ۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ انتقال فرما رہے تھے' آپ کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں پانی تھا' آپ اس پیالے میں اپنا ہاتھ ڈالتے تھے' پھر اپنے منہ پر پانی پھیرتے تھے اور فرماتے تھے اے اللہ سکرات موت پر میری مدد کر۔

ابن عباس و عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت نازل ہوئی تو آپ ایک چادر اپنے چہرے پر ڈال لیتے تھے' جب اس سے دم گھٹتا تھا' تو اسے چہرے سے ہٹا دیتے تھے اور فرماتے تھے' یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو مساجد بنا لیا۔

وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا المناک سانحہ:

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو تین راتیں باقی رہ گئیں تو آپ پر جبرئیل نازل ہوئے اور کہا' اے احمد! مجھے اللہ نے آپ کے پاس آپ کے اکرام اور آپ کی فضیلت اور آپ کی خصوصیت کے لیے بھیجا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ بات دریافت کرتا ہے جسے وہ آپ سے زائد جانتا ہے آپ اپنے کو کیسا پاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے جبرئیل علیہ السلام میں اپنے کو مغموم اور کرب و بے چینی میں پاتا ہوں۔

جب تیسرا دن ہوا تو پھر جبرئیل نازل ہوئے' ان کے ہمراہ ملک الموت اور ایک اور فرشتہ بھی اترا جس کا نام اسماعیل ہے' جو ہوا میں رہتا ہے' نہ کبھی آسمان کی طرف چڑھتا ہے' اور نہ کبھی زمین کی طرف اترتا ہے' وہ ایسے ستر ہزار فرشتوں پر مقرر ہے جن میں کوئی ایسا فرشتہ نہیں ہے جو ستر ہزار فرشتوں پر مقرر نہ ہو۔

جبرئیل ان سب کے آگے بڑھے اور کہا: اے احمد اللہ نے مجھے آپ کے پاس آپ کے اکرام اور آپ کی فضیلت اور آپ کی خصوصیت کے لیے بھیجا ہے' آپ سے وہ بات دریافت کرتا ہے جسے وہ آپ سے زائد جانتا ہے آپ سے کہتا ہے کہ آپ اپنے کو کیسا پاتے ہیں' آپ نے فرمایا: اے جبرئیل اپنے کو مغموم اور کرب و بے چینی میں پاتا ہوں۔

ملک الموت کی آمد:

ملک الموت نے اجازت چاہی تو جبرئیل نے کہا: یا احمد یہ ملک الموت ہیں' جو آپ سے اجازت چاہتے ہیں' انہوں نے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی آدمی سے اجازت چاہی اور نہ آپ کے بعد کسی آدمی سے اجازت چاہیں گے' آپ نے فرمایا' انہیں اجازت دے دو۔

ملک الموت داخل ہوئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے رک گئے اور کہا' یا رسول اللہ یا احمد! اللہ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ آپ جو حکم فرمائیں میں اس میں آپ کی اطاعت کروں' اگر آپ مجھے حکم دیں تو میں آپ کی روح قبض کروں

میں اسے قبض کروں گا' اور اگر آپ حکم دیں کہ میں اسے چھوڑ دوں' تو میں چھوڑ دوں گا' آپ نے فرمایا: اے ملک الموت تم اطاعت کرو گے' انہوں نے کہا: مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ آپ جو حکم دیں میں اس کی اطاعت کروں۔

جبریلؑ نے کہا: یا احمد! اللہ آپ کا مشتاق ہے' آپ نے فرمایا: اے ملک الموت تمہیں جس کام کا حکم دیا گیا ہے' اسے جاری کرو' جبریلؑ نے کہا: السلام علیک یا رسول اللہ! یہ میرا زمین پر آخری مرتبہ آنا ہے' دنیا میں مجھے صرف آپ ہی سے حاجت تھی۔

پھر رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی' اور اس طرح تعزیت کی آواز آئی کہ لوگ آواز اور آہٹ سنتے تھے اور کسی شخص کو نہ دیکھتے تھے:

یا اہل البیت' السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ "کل نفس ذائقة الموت" (ہر جان موت (کا مزہ) چکھنے والی ہے) "وانما توفون اجورکم یوم القیٰمة" (قیامت کے دن تم لوگوں کے ثواب ضرور پورے دیئے جائیں گے) بے شک اللہ کے نام میں ہر مصیبت کی تسلی ہے' ہر مرنے والے کا جانشین اور ہر فوت شدہ کا تدارک' پس اللہ ہی کا بھروسا کرو اور اسی سے اُمید رکھو' مصیبت زدہ تو صرف وہی شخص ہے جو ثواب سے محروم کیا گیا' والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے پاس دو قریش کے آدمی آئے انہوں نے کہا کہ کیا میں تم دونوں کو رسول اللہ ﷺ کا حال سناؤں' دونوں نے کہا: ہاں' ہم سے ابوالقاسم ﷺ کا حال بیان کیجئے' انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات سے تین دن قبل کا زمانہ ہوا تو آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام اترے' پھر علی رضی اللہ عنہ نے پہلی حدیث کے مطابق بیان کیا اور اس کے آخر میں بیان کیا' کیا تم جانتے ہو کہ یہ تعزیت کرنے والے کون ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں' تو کہا یہ خضر ہیں۔

حضور علیہ السلام کا سر مبارک آغوش صدیقہ رضی اللہ عنہا میں:

طلحہ بن مصرف سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفی سے کہا کہ کیا نبی ﷺ نے مسلمانوں کو وصیت فرمائی؟ انہوں نے کہا' آپ نے کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت فرمائی' مالک رضی اللہ عنہ نے کہا اور طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہزیل بن شرحبیل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے وصی پر زبردستی حکومت کرتے تھے؟ کیا' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ پسند کیا کہ انہیں رسول اللہ ﷺ سے کسی اور کے لیے کوئی عہد ملا پھر ان کی ناک میں خلافت کی نکیل ڈال دی گئی (یعنی اگر رسول اللہ ﷺ کی خلافت کے لیے وصیت ہوتی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اسی پر عمل کرتے)۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی دینار چھوڑا نہ کوئی درم' نہ کوئی بکری' نہ کوئی اونٹ اور نہ کسی بات کی وصیت کی۔

اسود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کیا رسول اللہ ﷺ نے وصیت کی؟ انہوں نے کہا' آپ کیونکر وصیت کرتے' آپ نے ایک طشت منگایا تاکہ اس میں پیشاب کریں پھر آپ میرے آغوش میں ڈھیلے پڑ گئے اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ آپ مر گئے' آپ کی وفات میرے سینے اور آغوش ہی میں ہوئی۔

اسود سے مروی ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کیا رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی' تو انہوں نے

کہا کہ آپ کا سر میرے آغوش میں تھا' آپ نے طشت منگایا' اس میں پیشاب کیا۔ آپ میرے آغوش میں ڈھیلے پڑ گئے اور مجھے خبر نہ ہوئی' پھر کب آپ نے علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی؟

ابراہیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس حالت میں اٹھا لیے گئے کہ آپ نے کوئی وصیت نہیں کی' اور آپ اس حالت میں اٹھا لیے گئے کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سینے سے تکیہ لگائے ہوئے تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک روز جب کہ رسول اللہ ﷺ میرے سینے پر تھے اور آپ نے اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا یکا یک آپ کا سر جھک گیا' مجھے گمان ہوا کہ آپ میرے سر میں سے کچھ چاہتے ہیں' آپ کے منہ سے ٹھنڈا پانی نکلا جو میری ہنسلی کی ہڈی پر پڑا جس سے میری جلد کے روئیں کھڑے ہو گئے' مجھے یہ گمان ہوا کہ آپ ﷺ پر غشی طاری ہو گئی تو میں نے آپ کو ایک کپڑے سے ڈھانک دیا۔

ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات میرے گھر میں اور میرے آغوش میں ہوئی' جب آپ بیمار ہوتے تھے تو جبریل علیہ السلام آپ کے لیے ایک دعا کرتے تھے' میں بھی آپ کے لیے وہی دعا کرنے لگی تو آپ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی اور فرمایا ''رفیق اعلیٰ کے ساتھ''۔

عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما آئے ان کے ہاتھ میں ایک سبز ٹہنی تھی' آپ نے اس کی طرف دیکھا تو مجھے خیال ہوا کہ آپ کو اس کی ضرورت ہے' میں نے اس کا سرا چبایا اور دانت سے کچل کر اور تر کر کے آپ کو دے دی' پھر جس طرح آپ کو میں نے مسواک کرتے دیکھا تھا اس سے زیادہ اچھی طرح آپ نے اس سے مسواک کی' آپ اسے لیے رہے' تا آنکہ وہ آپ کے ہاتھ سے گر گئی یا آپ کا ہاتھ گر گیا۔

دنیا کی اخیر ساعت اور آخرت کے پہلے دن میں بھی اللہ نے میرا اور آپ کا لعاب دہن جمع کر دیا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مجھ پر اللہ کے انعامات میں سے یہ ہے کہ میری آغوش میں اور میرے گھر میں اور میری نوبت میں جس میں میں نے کسی پر ظلم نہیں کیا نبی ﷺ کی وفات ہوئی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات میری آغوش میں اور میری باری کے روز ہوئی جس میں میں نے کسی پر ظلم نہیں کیا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات میری آغوش اور میری ہی باری میں ہوئی جس میں میں نے کسی پر ظلم نہیں کیا (یعنی اور ازواج کی باری نہیں تھی کیونکہ انہوں نے اپنے دن خوشی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیئے تھے) مجھے اپنی کمسنی سے تعجب ہوا کہ رسول اللہ ﷺ میرے آغوش میں اٹھائے گئے' میں نے آپ کو اس حالت پر بھی نہ چھوڑا' یہاں تک کہ آپ کو غسل دیا گیا' لیکن میں نے ایک تکیہ لے کر اسے آپ کے سر کے نیچے رکھ دیا۔ میں عورتوں کے ساتھ کھڑی ہو کر چیخنے لگی اور سر اور منہ پیٹنے لگی' میں نے آپ کا سر تکیہ پر رکھ دیا تھا' اور آپ کو اپنے آغوش سے ہٹا دیا تھا۔

جسد اطہر کو غسل دینے کی سعادت:

جابر بن عبداللہ الانصاری سے مروی ہے کہ کعب احبار نے عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں کہا کہ ہم لوگ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے میں نے پوچھا: وہ کیا بات تھی جو سب سے آخر میں رسول اللہ ﷺ نے فرمائی' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ سے پوچھو' کعب نے کہا وہ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہیں ہیں' انہوں نے ان سے پوچھا تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں آپ کو اپنے سینے سے لگائے تھا' آپؐ اپنا سر میرے کندھے پر رکھے تھے' جب فرمایا ''نماز' نماز'' کعب نے کہا کہ انبیاء کا آخر زمانہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور اسی کا انہیں حکم دیا گیا ہے اور اسی پر وہ' بعوث ہوتے ہیں۔

کعبؓ نے کہا: امیر المومنین آپ کو کس نے غسل دیا' فرمایا: علی رضی اللہ عنہ سے پوچھو' ان سے کعب نے پوچھا تو انہوں نے کہا' میں آپ کو غسل دے رہا تھا' عباس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے' اسامہ اور شقران پانی لے کر میرے پاس آ جا رہے تھے۔

عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض موت میں فرمایا کہ میرے بھائی کو بلاؤ' علی رضی اللہ عنہ بلائے گئے' آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرے قریب ہو جاؤ' علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں آپؐ کے قریب ہو گیا آپؐ نے مجھ پر تکیہ لگا لیا' آپؐ برابر مجھ سے تکیہ لگائے رہے اور گفتگو فرماتے رہے' نبی ﷺ کا کچھ لعاب دہن بھی میرے لگتا رہا' رسول اللہ ﷺ پر موت نازل ہوئی' میری آغوش میں آپ کو مرض کی شدت ہوگئی تو میں نے پکارا' اے عباس رضی اللہ عنہ مجھے سنبھالو میں ہلاک ہوتا ہوں' عباس رضی اللہ عنہ آئے' دونوں نے مل کے آپ کو لٹا دیا۔

علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس حالت میں اٹھائے گئے کہ آپ کا سر علی رضی اللہ عنہ کے آغوش میں تھا۔

شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ آپ کا سر علی رضی اللہ عنہ کے آغوش میں تھا۔

علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دیا' فضل آپ کو آغوش میں لیے تھے اور اسامہ رضی اللہ عنہ فضل رضی اللہ عنہ کو پانی دے رہے تھے۔

ابی غطفان سے مروی ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ کی وفات ہوئی اور آپ کا سر کس کے آغوش میں تھا؟ انہوں نے کہا کہ آپ کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ آپ علی رضی اللہ عنہ کے سینے سے تکیہ لگائے ہوئے تھے' میں نے کہا کہ عروہ۔ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات میری آغوش میں ہوئی' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کیا تمہیں عقل ہے؟ واللہ رسول اللہ ﷺ کی وفات اسی حالت میں ہوئی کہ آپ علی رضی اللہ عنہ کے سینے سے تکیہ لگائے ہوئے تھے' علی رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں کہ انہوں نے اور میرے بھائی فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کو غسل دیا' میرے والد عباس رضی اللہ عنہ نے غسل میں موجود رہنے سے انکار کیا' اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم پوشیدہ رہیں' وہ پردے کے پاس تھے۔

بعد از وفات یمنی چادر اوڑھانا:

ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو جب آپ کی وفات ہوئی تو یمنی چادر اوڑھائی گئی۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کو یمنی چادراوڑھائی گئی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس وقت وفات ہوئی تو آپ کو یمنی چادراوڑھائی گئی۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا رُخِ مصطفیٰ پر بوسہ:

البہی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوگئی تو آپؐ کے پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے' انہوں نے آپ کو بوسہ دیا اور کہا میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں' آپ کیسی پاکیزہ حیات والے اور کیسی پاکیزہ وفات والے ہیں۔

البہی سے مروی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت موجود نہ تھے' وہ آپ کی وفات کے بعد آئے' آپؐ کے چہرے سے چادر ہٹائی' پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا آپ کیسی پاکیزہ حیات والے اور کیسی پاکیزہ وفات والے ہیں' بے شک آپؐ اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ مکرم ہیں کہ وہ آپ کو دو مرتبہ (موت) سے سیراب کرے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور آپؐ کے پاس گئے' میں نے پردہ اٹھا دیا' انہوں نے آپؐ کے چہرے سے چادر ہٹائی اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہا' پھر کہا واللہ رسول اللہ کی وفات ہوگئی' وہ آپؐ کے سر کی طرف سے ہٹ گئے اور کہا "ہائے نبی" پھر انہوں نے اپنا منہ جھکایا' آپؐ کے چہرے کو بوسہ دیا' اپنا سر اٹھایا اور کہا "وائے خلیل" پھر اپنا منہ جھکایا' آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا' پھر سر اٹھایا اور کہا "وائے صفی" پھر اپنا منہ جھکایا' آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا پھر آپ کو چادر اوڑھا دی اور باہر چلے گئے۔

ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کی اجازت چاہی تو لوگوں نے کہا کہ آج آپؐ کے پاس جانے کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں' انہوں نے کہا تم سچ کہتے ہو' وہ اندر گئے آپؐ کے چہرے سے چادر ہٹائی اور بوسہ دیا۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خبر دی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے السنح کے مکان سے گھوڑے پر آئے وہ اترے' مسجد میں داخل ہوئے انہوں نے کسی سے بات نہیں کی' یہاں تک کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا قصد کیا جو ایک یمنی چادر سے ڈھکے ہوئے تھے' انہوں نے آپ کا چہرہ کھولا' جھک کر بوسہ دیا' اور روئے' پھر کہا: میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں' واللہ آپ پر اللہ دو موتیں کبھی جمع نہ کرے گا لیکن وہ موت جو آپ پر لکھ دی گئی تھی تو اس موت سے آپؐ مر چکے۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے جو چادر سے ڈھکے ہوئے تھے تو کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی' قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے' اللہ کی بے شمار رحمتیں آپؐ پر ہوں' وہ آپ پر جھکے' بوسہ دیا اور کہا آپؐ حیات میں بھی پاکیزہ رہے اور وفات میں بھی۔

ابن عباس و عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

وفات نبوی ﷺ پر اصحابِ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حالت و کیفیت:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو لوگ رونے لگے' عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مسجد میں خطیب بن کے کھڑے ہوئے اور کہا ہرگز کسی کو یہ کہتے نہ سنوں گا کہ محمد ﷺ مر گئے' انہیں بلا بھیجا گیا' جیسے موسیٰ بن عمران کو بلا بھیجا گیا تھا وہ اپنی قوم سے چالیس رات غائب رہے' واللہ مجھے امید ہے کہ ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے جو یہ گمان کریں گے کہ آپ ﷺ مر گئے۔

عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو لوگوں نے کہا کہ آپ کی روح کو معراج ہوئی ہے' جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کی روح کو معراج ہوئی تھی' عمر رضی اللہ عنہ خطیب بن کے کھڑے ہوئے اور منافقین کو ڈرانے لگے کہ رسول اللہ ﷺ مرے نہیں صرف آپ کی روح کو معراج ہوئی ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی روح کو معراج ہوئی تھی' رسول اللہ ﷺ نہیں مریں گے تاوقتیکہ قوموں کے ہاتھ اور زبانیں نہ کاٹ دیں۔

عمر رضی اللہ عنہ برابر اسی طرح کلام کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی دونوں باچھوں سے جھاگ نکل آیا' پھر عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی بو بدل سکتی ہے' جیسے کہ بشر کی بو بدل جاتی ہے' رسول اللہ ﷺ رحلت فرما چکے ہیں' لہٰذا اپنے صاحب کو دفن کر دو۔ کیا تم میں سے کسی کو اللہ ایک مرتبہ موت دے گا اور رسول اللہ ﷺ کو دو مرتبہ وہ اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ مکرم ہیں' پھر اگر ایسا ہی ہو جیسا تم لوگ کہتے ہو تو اللہ پر یہ امر گراں نہیں کہ وہ آپ ﷺ پر سے مٹی کو کھود کر آپ کو نکال دے' آپ ﷺ نہ مرے تاوقتیکہ آپ ﷺ نے سبیل الٰہی کو واضح بنا کے نہ چھوڑا' آپ ﷺ نے حلال کو حلال کیا اور حرام کو حرام کیا' آپ ﷺ نے نکاح کیا اور طلاق دی (یعنی دونوں کے احکام ظاہر کیے) جنگ کی اور صلح کی' آپ ﷺ ایسے بکریاں چرانے والے نہ تھے جن کا مالک انہیں اپنے پیچھے پہاڑوں کی چوٹیوں پر لے جا کر ان پر ببول کی پتیاں اپنی پتیاں جھاڑنے کی لکڑی سے جھاڑتا ہے اور ان کے حوض کی مینڈھ اپنے ہاتھ سے پتھروں کی بناتا ہے' اور نہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے تمہیں تکان پہنچانا تھا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو عمر اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما نے اندر آنے کی اجازت چاہی' دونوں آپ ﷺ کے پاس آئے' چہرۂ مبارک سے چادر ہٹائی' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ''ہائے غشی'' رسول اللہ ﷺ کی غشی کس قدر سخت ہے۔ دونوں کھڑے ہو گئے' جب دروازے تک پہنچے تو مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''اے عمر رضی اللہ عنہ واللہ رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا' تم جھوٹے ہو رسول اللہ ﷺ مرے نہیں۔ تم ایسے شخص ہو کہ فتنہ تمہیں شکار کر لیتا ہے' رسول اللہ ﷺ ہرگز نہ مریں گے تاوقتیکہ آپ منافقین کو فنا نہ کر دیں''۔

خطبۂ صدیقی رضی اللہ عنہ:

ابوبکر رضی اللہ عنہ اسی حالت میں آئے کہ عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو خطبہ سنا رہے تھے' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا خاموش ہو جاؤ تو وہ خاموش ہو گئے' ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے انہوں نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی' پھر یہ آیت پڑھی: ﴿انک میت وانهم میتون﴾ آپ بھی (اے رسول) مریں گے (اور یہ لوگ بھی مریں گے) پھر انہوں نے (یہ آیت) پڑھی:

﴿وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل نقلبتم علی اعقابکم﴾

''اور محمد بھی صرف رسولؐ ہی ہیں' ان سے پہلے تمام رسول گزر گئے' تو کیا وہ مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم لوگ پس پشت واپس ہو جاؤ گے؟''۔

وہ آیت سے فارغ ہوئے تو کہا: جو شخص محمد کی عبادت کرتا ہو تو محمد تو مر گئے' اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہو تو اللہ زندہ ہے' وہ کبھی نہیں مرے گا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا' یہ کتاب اللہ میں ہے؟ انہوں نے کہا ہاں' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے لوگو! یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں' اور مسلمانوں کے بوڑھے ہیں' لہٰذا ان سے بیعت کرو' لوگوں نے ان سے بیعت کر لی۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اس حالت میں مسجد میں آئے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لوگوں سے بات چیت کر رہے تھے' وہ سیدھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان میں داخل ہوئے جہاں آپ کی وفات ہوئی تھی اور جو عائشہ رضی اللہ عنہا کا مکان تھا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے یمنی چادر ہٹائی جس میں آپ ڈھکے ہوئے تھے' آپ کا چہرہ دیکھا اس پر جھکے' بوسہ دیا اور کہا: میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں' واللہ آپؐ پر اللہ دو موتیں جمع نہیں کرے گا' آپؐ بے شک اس موت سے مر گئے' جس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں مریں گے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نکل کر مسجد میں لوگوں کے پاس آئے دیکھا تو عمر رضی اللہ عنہ ان سے کلام کر رہے تھے' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمرؓ! بیٹھ جاؤ' عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کیا' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے دو یا تین مرتبہ گفتگو کی' جب عمر رضی اللہ عنہ نہیں بیٹھے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر تشہد (کلمۂ شہادت و خطبہ) پڑھا' لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا' ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے تشہد کو پورا کر چکے تو کہا: ''امابعد تم میں جو شخص محمد کی عبادت کرتا تھا' تو محمد مر گئے اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا' تو اللہ زندہ ہے جو کبھی نہیں مرے گا' اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات اوقتل نقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر الله شیئًا وسیجزی الله الشاکرین﴾.

''محمد بھی اللہ کے رسول ہیں' کیا یہ اگر مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم لوگ اپنی ایڑیوں کے بل واپس ہو جاؤ گے؟ اور جو شخص اپنی ایڑیوں کے بل واپس ہو جائے گا تو وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا' اللہ شکر گزاروں کو جزا دے گا''۔

جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تلاوت کی تو لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا یقین ہو گیا۔ سب نے یا ان میں سے اکثر نے اسے ان سے حاصل کیا یہاں تک کہ بعض کہنے والوں نے کہا کہ واللہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تلاوت کرنے تک گویا لوگ جانتے ہی نہ تھے کہ یہ آیت بھی نازل کی گئی ہے۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کا گمان ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ یہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس کی تلاوت کرتے میں نے سنا' میں مدہوش ہو گیا حالانکہ میں کھڑا تھا یہاں تک کہ میں زمین پر گر گیا اور میں نے یقین کر لیا کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مر گئے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ السخ میں تھے' عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہنے لگے واللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں مرے' سوائے اس کے کوئی بات میرے دل میں نہیں آتی کہ اللہ آپ کو ضرور بھیجے گا' آپ ضرور لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ کھولا' اسے بوسہ دیا' اور کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' آپ حیات میں بھی پاکیزہ تھے اور وفات میں بھی' قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے' اللہ آپ کو کبھی دو موتیں نہ چکھائے گا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ باہر آئے اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اپنی مہلت پر قسم کھانے والے' مگر عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کلام نہ کیا' عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور کہا: خبردار جو شخص محمد کی عبادت کرتا تھا' جان لے کہ محمد مر گئے' اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا تو وہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا' اور کہا:

﴿وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات اوقتل نقلبتم علی اعقابکم ومن ينقلب علی عقبيه فلن يضر الله شيئًا وسيجزی الله الشاکرين﴾.

لوگ چیخ چیخ کے رونے لگے۔

انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے' انہوں نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر مہاجرین میں سے۔

ابوبکر و عمر و ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم ان کے پاس گئے' عمر رضی اللہ عنہ نے گفتگو شروع کی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں خاموش کر دیا' عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ واللہ میں نے اس گفتگو کا صرف اس لیے ارادہ کیا تھا کہ میں نے ایک ایسی بات سوچی تھی جو مجھے پسند آئی تھی' اور مجھے اندیشہ تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اس بات کو نہ بیان کریں گے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی' ان کی گفتگو سب سے زیادہ بلیغ تھی' انہوں نے اپنے کلام میں کہا کہ ہم مہاجرین امیر ہیں اور تم انصار وزیر۔

حباب بن المنذر السلمی نے کہا: نہیں' واللہ ہم کبھی یہ گوارا نہ کریں گے' ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''نہیں ہم لوگ امیر ہیں اور تم لوگ وزیر ہو' قریش مسکن و دار کے اعتبار سے وسط عرب کے ہیں اور باعتبار نسب کے سب سے زیادہ شریف ہیں لہٰذا عمر اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما سے بیعت کر لو۔

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم آپ سے بیعت کرتے ہیں کیونکہ آپ ہمارے سردار ہیں' آپ ہم میں سب سے بہتر ہیں اور آپ ہم سب سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں' عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا انہوں نے ان سے بیعت کر لی' اور لوگوں نے بھی ان سے بیعت کر لی' کسی کہنے والے نے کہا کہ تم نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا' تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا' انہیں اللہ نے قتل کیا۔

زہری سے مروی ہے کہ مجھے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو عمر رضی اللہ عنہ لوگوں میں خطیب بن کے کھڑے ہوئے انہوں نے کہا' خبردار' میں کسی کو یہ کہتے ہرگز نہ سنوں کہ محمد مر گئے' کیونکہ محمد مرے نہیں' انہیں ان کے

رب نے بلا بھیجا' جیسا کہ اس نے موسیٰ کو بلا بھیجا تھا اور وہ چالیس رات اپنی قوم سے غائب رہے تھے۔

زہری نے کہا کہ مجھے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے اسی خطبے میں یہ بھی کہا کہ مجھے اُمید ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ آپ نے وفات پائی۔

زہری نے کہا کہ مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف نے خبر دی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی قیام گاہ سے جو السخ میں تھی' ایک گھوڑے پر آئے اور مسجد نبوی میں داخل ہوئے انہوں نے کسی سے بات نہیں کی' عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا قصد کیا جو چادر سے ڈھکے ہوئے تھے' انہوں نے آپ کے چہرے سے چادر ہٹائی' جھکے' آپ کو بوسہ دیا اور رونے لگے' پھر کہا' میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' اللہ آپ پر دو موتیں کبھی جمع نہ کرے گا' وہ موت جو آپ پر لکھی گئی تھی اب آ چکی۔

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اس حالت میں نکلے کہ عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے کلام کر رہے تھے' انہوں نے ان سے کہا کہ بیٹھ جاؤ عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کیا' پھر کہا کہ بیٹھو' مگر وہ نہیں بیٹھے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تشہد شروع کیا تو لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا' انہوں نے کہا ''امابعد! تم میں سے جو شخص محمد کی عبادت کرتا تھا تو محمد مر گئے اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ زندہ ہے جو مرے گا نہیں' اللہ نے فرمایا ہے:

﴿وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات اوقتل تقلبتم علي اعقابكم ومن ينقلب علي عقبيه فلن يضر الله شيئاً وسيجزى الله الشاكرين﴾.

راوی نے کہا واللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس آیت کے تلاوت کرنے سے پہلے گویا لوگ جانتے ہی نہ تھے کہ اللہ نے یہ آیت بھی نازل کی ہے' سب لوگوں نے اسے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس طرح حاصل کیا کہ کوئی بشر ایسا نہ تھا جسے تم یہ آیت تلاوت کرتے نہ سنو۔

زہری نے کہا کہ مجھے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سوائے اس کے کچھ نہ ہوا کہ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اسے تلاوت کرتے سنا تو میں مدہوش ہو گیا' یہاں تک کہ میرے دونوں قدم مجھے برداشت نہ کرتے تھے اور میں زمین پر گر پڑا' جب میں نے انہیں تلاوت کرتے سنا تو مجھے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی۔

زہری نے کہا کہ مجھے انس بن مالک نے خبر دی کہ انہوں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے صبح کو سنا جس وقت رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی گئی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے منبر پر بیٹھے' عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے تشہد پڑھا' پھر کہا:

''امابعد کل میں نے تم سے ایک بات کہی تھی جو ایسی نہ تھی جیسی میں نے کہی تھی' واللہ میں نے اسے نہ اس کتاب میں پایا جو اللہ نے نازل کی اور نہ اس عہد میں جو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے لیا وہ صرف میری آرزو تھی کہ رسول اللہ ﷺ زندہ رہیں گے''۔

پھر عمر رضی اللہ عنہ نے وہ بات کہی جو وہ کہنا چاہتے تھے کہ: آپ ہم سب کے آخر میں وفات پائیں گے' مگر اللہ نے اپنے رسول

کے لیے تمہاری نزدیکی پر اپنی نزدیکی کو پسند کیا' اور یہ وہ کتاب ہے جس کے ذریعے سے اللہ نے اپنے رسول کو ہدایت کی' لہٰذا تم اسے اختیار کرو تو تم وہی راہ پاؤ گے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی گئی۔ حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھا لیے گئے تو آپؐ کے اصحاب نے مشورہ کیا کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرو' شاید آپ کو معراج ہوئی ہو' انہوں نے آپ کا انتظار کیا یہاں تک کہ آپ کا پیٹ بڑھ گیا' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا جو محمد کی پرستش کرتا تھا تو محمدؐ مر گئے اور جو اللہ کی پرستش کرتا تھا تو اللہ زندہ ہے اور نہیں مرے گا۔

ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ لوگ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر آپ کو دیکھنے لگے' انہوں نے کہا کہ آپ کیسے مر سکتے ہیں حالانکہ آپؐ ہم پر گواہ ہیں اور ہم اور لوگوں پر گواہ ہیں' پھر آپؐ مر جائیں گے حالانکہ آپؐ نے لوگوں پر شہادت نہیں دی؟ نہیں واللہ آپ نہیں مرے' آپ محض اٹھا لیے گئے جیسا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اٹھا لیے گئے اور آپؐ ضرور ضرور واپس آئیں گے' انہوں نے ان لوگوں کو ڈرایا جنہوں نے یہ کہا کہ آپؐ مر گئے' عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں اور دروازے پر انہوں نے ندا دی کہ آپ کو دفن نہ کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرے نہیں۔

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو عباس بن عبدالمطلب نکلے اور کہا کہ اگر تم میں سے کسی کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بارے میں کوئی عہد ہے تو وہ ہم سے بیان کرے' لوگوں نے کہا ''نہیں ہے'' انہوں نے کہا اے عمر رضی اللہ عنہ اس میں سے کچھ تمہارے پاس ہے' انہوں نے کہا ''نہیں'' عباس رضی اللہ عنہ نے کہا گواہ رہو کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی عہد کی کہ آپؐ نے اپنی وفات کے بعد کے لیے اس سے لیا ہے شہادت دے گا تو وہ کذاب ہوگا' قسم ہے اس اللہ کی کہ سوائے اس کے کوئی معبود نہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال کیا۔

محمد بن ابی بکر یا ام معاویہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت میں شک کیا گیا تو بعض لوگوں نے کہا' آپؐ مر گئے اور بعض نے کہا' نہیں مرے' اسماء بنت عمیس نے اپنا ہاتھ آپؐ کے دونوں شانوں کے درمیان پشت پر رکھا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی' کیونکہ آپؐ کے دونوں شانوں کے درمیان سے مہر نبوت اٹھا لی گئی۔

یوم وفات:

محمد بن قیس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۹ر صفر ۱۱ھ چہار شنبہ کو بیمار ہوئے آپ تیرہ رات بیمار رہے اور آپ کی وفات ۲ر ربیع الاوّل ۱۱ھ یوم دوشنبہ ہوئی۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۹ر صفر ۱۱ھ یوم چہار شنبہ کو بیمار ہوئے اور ۱۲ر ربیع الاوّل ۱۱ھ یوم دوشنبہ کو آپ کی وفات ہوئی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ۱۲ر ربیع الاوّل ۱۱ھ یوم دوشنبہ کو ہوئی۔

ابن عباس اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے (دوسرے سلسلہ روایت سے) مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ۱۲ر ربیع الاوّل ۱۱ھ یوم دوشنبہ کو ہوئی۔

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات دوشنبہ کو ہوئی اور آپؐ سہ شنبہ کو دفن کیے گئے۔

عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات دوشنبہ کو ہوئی' آپ بقیہ روز اور ساری رات اور دوسرے دن تک رکھے رہے یہاں تک کہ رات کو دفن کیے گئے۔

عثمان بن محمد الاخنسی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات دوشنبہ کو ہوئی جب آفتاب ڈھل گیا تھا اور آپؐ چہارشنبہ کو دفن کیے گئے۔

ابی بن عباس بن سہل نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات دوشنبہ کو ہوئی آپؐ دوشنبہ و سہ شنبہ کو رُکے رہے یہاں تک کہ چہارشنبہ کو دفن کیے گئے۔

مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات دوشنبہ کو ہوئی اور آپؐ سہ شنبہ کو دفن کیے گئے۔

ابن شہاب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات دوشنبہ کو زوال آفتاب کے بعد ہوئی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ تمہارے نبی کی وفات دوشنبہ کو ہوئی۔

البہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی وفات کے بعد ایک شبانہ روز تک دفن نہ ہوئے حتیٰ کہ آپ کا کرتہ پھول گیا اور آپ کی خنصر میں تغیر دیکھا گیا۔

قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ناخنوں میں جب سبزی آ گئی اس وقت مدفون ہوئے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ دن ہوا جس میں نبی ﷺ اٹھا لیے گئے تو مدینے کی ہر شے تاریک ہوگئی' ہم نے آپؐ کے دفن (کی گرد) سے اپنے ہاتھ بھی نہ جھاڑے تھے کہ اپنے قلوب کو متغیر پایا (یعنی وہ نور نہ رہا جو آپ کی حیات میں تھا)۔

رسول اللہ ﷺ کی تعزیت:

سہل بن سعد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب میرے بعد لوگ ایک دوسرے سے میری تعزیت کریں گے' یہ حدیث سن کے لوگ کہتے تھے کہ یہ کیا ہے (یعنی تعزیت کا کیا مطلب ہے) جب رسول اللہ ﷺ اٹھا لیے گئے تو لوگ ایک دوسرے سے مل کر رسول اللہ ﷺ کی تعزیت کر رہے تھے۔

ابی رباح سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں کسی کو جب کوئی مصیبت پہنچے تو وہ اپنی اس مصیبت کو یاد کر لے جو میری وفات سے ہے' کیونکہ یہ سب سے بڑی مصیبت ہے۔

قاسم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں سے ان کے مصائب میں میری وفات کی مصیبت کی بھی تعزیت کی جائے گی۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو تعزیت کی آواز آئی جس کو لوگ سنتے تھے مگر کسی کو دیکھتے نہ تھے کہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' اے اہل بیت ''کل نفس ذائقۃ الموت'' (ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے) ''وانما توفون اجورکم یوم القیامۃ'' (صرف قیامت ہی میں تمہارے اجر پورے دیئے جائیں گے) ''ان فی اللّٰہ عزاءً

من کل مصیبۃ'' بے شک اللہ کے نام میں ہر مصیبت کی تسلی ہے وخلفاً من کل ھالك' اور ہر مرنے والے کا عوض ہے' ودر کا من کل مافات (اور ہر فوت شدہ شے کا تدارک ہے) فباللّٰہ فثقوا (لہٰذا اللہ ہی پر بھروسہ رکھو) وایاہ فارجوا (اور اسی سے امید رکھو) انما المصاب من حرم الثواب (صرف وہی مصیبت زدہ ہے جو مصیبت کے ثواب سے محروم رہا) والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

کرتے سمیت غسل دینے کا حکم:

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک کرتے میں غسل دیا گیا (بروایت سلیمان بن بلال) جب آپ کی وفات ہوئی۔

مالک بن انس سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے غسل کا وقت ہوا تو لوگوں نے آپ کا کرتہ اتارنے کا ارادہ کیا' انہوں نے ایک آواز سنی کہ کرتہ نہ اتارو' آپ کا کرتہ نہیں اتارا گیا' اور آپ کو اسی حالت میں غسل دیا گیا کہ وہ کرتا آپ کے جسم پر تھا۔

شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ نہلانے والوں کو گھر کی جانب سے ندا دی گئی کہ کرتہ نہ اتارو' آپ کو اسی طرح غسل دیا گیا کہ وہ کرتا آپ کے جسم پر تھا۔

شعبی سے مروی ہے کہ نہلانے والوں کو گھر کی جانب سے ندا دی گئی کہ کرتہ نہ اتارو' آپ کو اسی طرح غسل دیا گیا کہ وہ کرتہ آپ پر تھا۔

غیلان بن جریر سے مروی ہے کہ جس وقت لوگ نبی ﷺ کو غسل دے رہے تھے تو انہیں دفعتہً ایک ندا دی گئی کہ رسول اللہ ﷺ کو برہنہ نہ کرو۔

الحکم بن عتیبہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے جب نبی ﷺ کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے آپ کا کرتہ اتارنا چاہا' ایک آواز آئی کہ اپنے نبی کو برہنہ نہ کرو' انہوں نے اسی طرح آپ کو غسل دیا کہ آپ کا کرتہ آپ پر تھا۔

منصور سے مروی ہے کہ ان لوگوں کو گھر کی جانب سے ندا دی گئی کہ کرتہ نہ اتارو۔

بنی ہاشم کے آزاد کردہ غلام سے مروی ہے کہ جب ان لوگوں نے نبی ﷺ کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو وہ آپ کا کرتہ اتارنے چلے' کسی منادی نے گھر کے کونے سے ندا دی کہ آپ کا کرتہ نہ اتارو۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اگر مجھے میرا معاملہ پہلے ہی معلوم ہو جاتا جو بعد کو معلوم ہوا تو رسول اللہ ﷺ کو سوائے آپ کی ازواج کے کوئی غسل نہ دیتا' رسول اللہ ﷺ کی جب وفات ہوئی تو اصحاب رضی اللہ عنہم نے آپ کے غسل میں اختلاف کیا' بعض نے کہا کہ اس طرح غسل دو کہ آپ کے اوپر آپ کے کپڑے ہوں' اسی وقت جب کہ وہ لوگ اختلاف میں تھے' انہیں غنودگی آ گئی جس سے ان میں سے ہر شخص کی داڑھی اس کے سینے پر پڑ گئی پھر کسی کہنے والے نے کہا' جو معلوم نہ ہوا کہ کون تھا آپ کو اسی طرح غسل دو کہ کپڑے آپ کے (جسم) پر ہوں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو جو لوگ آپ کو غسل دے رہے تھے' انہوں نے

اختلاف کیا' پھر انہوں نے ایک کہنے والے کو سنا جو انہیں معلوم نہ ہوا کہ کون ہے کیا ہے کہ اپنے نبی کو اس طرح غسل دو کہ ان پر ان کا کرتہ ہو اس پر رسول اللہ ﷺ کو آپ کے کرتے ہی میں غسل دیا گیا۔

آنحضرت ﷺ کو غسل دینے کا اعزاز:

عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو علی بن ابی طالب اور فضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے غسل دیا' علی رضی اللہ عنہ آپ کو غسل دیتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ حیات میں بھی پاکیزہ تھے اور وفات میں بھی۔

عامر سے مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کو غسل دے رہے تھے اور فضل اور اسامہ رضی اللہ عنہ آپ کو سنبھالے ہوئے تھے۔

شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں غسل دیا گیا کہ عباس رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے اور فضل آپ کو سینے سے لگائے تھے' علی رضی اللہ عنہ آپ کو اس طرح غسل دے رہے تھے کہ آپ پر آپ کا کرتا تھا اور اسامہ پانی دینے کے لیے آمد و رفت کر رہے تھے۔

ابراہیم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو عباس اور علی اور فضل رضی اللہ عنہم نے غسل دیا۔ فضل بن دکین نے اپنی حدیث میں بیان کیا کہ عباس رضی اللہ عنہ انہیں چھپائے ہوئے تھے۔

ابن شہاب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے غسل کا ذمہ عباس بن عبدالمطلب علی بن ابی طالب' فضل بن عباس رضی اللہ عنہم اور رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام صالح نے لیا۔

زہری سے مروی ہے کہ عباس' علی بن ابی طالب' فضل اور رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام صالح نے نبی ﷺ کے غسل کا انتظام کیا اور آپ کا پردہ کیا۔

یزید بن بلال سے مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے یہ وصیت کی تھی کہ انہیں میرے سوا کوئی غسل نہ دے اور نہ کوئی بغیر اس کے کہ اس کی آنکھیں ڈھانک دی جائیں میرا ستر دیکھے۔

فضل اور اسامہ دونوں آدمی مجھے پردے کے پیچھے سے پانی دیتے تھے اور ان دونوں کی آنکھوں پر پٹی بندھی تھی' میں کسی عضو کو بھی لیتا تھا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا تیس آدمی میرے ہمراہ اسے الٹتے پلٹتے ہیں یہاں تک کہ میں آپ کے غسل سے فارغ ہو گیا۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہم نے رسول اللہ ﷺ کے غسل کی تیاری شروع کی تو سب لوگوں کو باہر کر کے دروازہ بند کر لیا' انصار نے ندا دی کہ ہم لوگ آپ کے ماموں ہیں اور ہمارا مرتبہ اسلام میں وہ ہے جو سب جانتے ہیں' قریش نے ندا دی کہ ہم لوگ آپ کے جدی عزیز ہیں' پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پکار کے کہا: اے گروہ مسلمین ہر قوم اپنے جنازے کی اپنے غیر سے زیادہ مستحق ہے' اس لیے میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر تم لوگ اندر جاؤ گے تو تم ان (علی و فضل و اسامہ رضی اللہ عنہم) کو آپ سے ہٹا دو

گے' واللہ آپ کے پاس کوئی نہ جائے سوائے اس کے جو بلایا گیا ہے۔

علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار نے ندا دی کہ ہمارا بھی حق ہے کیونکہ آپ تو ہماری بیٹی کے بیٹے ہیں' ہمارا مرتبہ اسلام میں وہ ہے جو ہے' انہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا تو انہوں نے کہا کہ وہی جماعت (علی و اسامہ و عباس رضی اللہ عنہم) آپ سے زیادہ محبت کرنے والی ہے' تم لوگ علی و عباس رضی اللہ عنہما سے درخواست کرو کیونکہ ان کے پاس وہی جا سکتا ہے جسے وہ چاہیں۔

عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو علی و فضل و اسامہ بن زید و شقران رضی اللہ عنہم نے غسل دیا' آپ کے حصہ زیریں کے غسل کا انتظام علی رضی اللہ عنہ نے کیا اور فضل رضی اللہ عنہ آپ کو سینے سے لگائے تھے' عباس اور اسامہ بن زید اور شقران رضی اللہ عنہم پانی ڈال رہے تھے۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو غسل علی رضی اللہ عنہ نے دیا اور آپ کو کفن چار آدمیوں نے دیا' یعنی علی اور عباس اور فضل اور شقران رضی اللہ عنہم نے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو علی اور فضل رضی اللہ عنہما نے غسل دیا' عباس رضی اللہ عنہ سے ان لوگوں نے کہا کہ وہ غسل کے وقت موجود رہیں' مگر انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہمیں نبی ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم پوشیدہ رہیں۔

عبداللہ بن ابی بکر بن محمد عمرو بن حزم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو علی اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہم نے غسل دیا' علی رضی اللہ عنہ جو قوی تھے آپ کو الٹتے پلٹتے تھے' اور عباس رضی اللہ عنہ دروازے پر تھے انہوں نے کہا کہ مجھے آپ کے غسل میں موجود رہنے سے صرف اس امر نے روکا کہ میں دیکھتا تھا کہ آپ مجھ سے شرماتے ہیں کہ میں آپ کو برہنہ دیکھوں۔

موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی نے اپنے والد سے روایت کی کہ نبی ﷺ کو علی' فضل' عباس' اسامہ بن زید اور اوس بن خولی رضی اللہ عنہم نے غسل دیا' اور یہی لوگ آپ کی قبر میں اترے۔

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اور عباس' عقیل بن ابی طالب' اوس بن خولی اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا۔

زبیر بن موسیٰ سے مروی ہے کہ میں نے ابوبکر بن ابی جہم کو کہتے سنا کہ نبی ﷺ کو علی اور فضل اور اسامہ بن زید اور شقران رضی اللہ عنہم نے غسل دیا' علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ ان کے ہمراہ فضل نے بھی' جو آپ کو الٹتے پلٹتے تھے' اسامہ بن زید اور شقران آپ پر پانی ڈالتے تھے' آپ پر آب کا کرتا تھا۔

اوس بن خولی نے کہا کہ اے علی رضی اللہ عنہ ہم تمہیں اللہ کی قسم دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہمارا حصہ بھی دو' علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اندر آ جاؤ' وہ اندر گئے اور بیٹھ گئے۔

ابی جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو تین غسل دیئے گئے' بیری کے پانی سے' آپ کو اپنے کرتے میں غسل دیا گیا' آپ کو اس کنویں میں سے غسل دیا گیا جس کا نام الغرس تھا جو قبا میں سعد بن خیثمہ کا تھا اور آپ اس کا پانی پیتے تھے' علی رضی اللہ عنہ آپ کے غسل پر مامور تھے' عباس رضی اللہ عنہ پانی ڈالتے تھے فضل آپ کو سینے سے لگائے ہوئے تھے اور کہتے تھے: مجھے راحت

دیکھئے آپؐ نے میری رگ قلب قطع کر دی' میں ایسی چیز محسوس کرتا ہوں جو مجھ پر دو مرتبہ نازل ہوتی ہے۔

عبداللہ بن الحارث سے مروی ہے کہ جب نبی ﷺ کی وفات ہوئی تو علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' انہوں نے دروازہ مضبوط بند کر دیا' پھر عباس رضی اللہ عنہ آئے ان کے ہمراہ عبدالمطلب کے خاندان والے بھی تھے' وہ لوگ دروازے پر کھڑے ہو گئے' علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' آپؐ حیات میں بھی پاکیزہ تھے اور وفات میں بھی۔

ایک ایسی پاکیزہ ہوا چلی کہ ویسی انہوں نے کبھی نہ پائی تھی' عباس رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ عورت کی طرح ناک میں بولنا چھوڑ دو' اور تم لوگ اپنے صاحب کے پاس آؤ' علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے پاس فضل کو بھیجو۔

انصار نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سے اپنے حصے میں تمہیں اللہ کی قسم دلاتے ہیں' انہوں نے اپنا ایک آدمی اندر بھیجا' جن کا نام اوس بن خولی تھا' وہ اپنے ایک ہاتھ میں گھڑا لیے تھے۔

علی رضی اللہ عنہ نے اس طرح آپ کو غسل دیا کہ وہ اپنا ہاتھ آپؐ کے کرتے کے نیچے داخل کرتے تھے' فضل آپؐ پر کپڑا اڈالے ہوئے تھے اور انصاری پانی دے رہے تھے' علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ایک کپڑا جس کے اندر ان کا ہاتھ تھا اور آپ کے جسم پر کرتے تھے۔

عبدالواجد بن ابی عون سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض موت میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اے علی رضی اللہ عنہ جب میں مر جاؤں تو تم مجھے غسل دینا' انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں نے تو کبھی کسی میت کو غسل نہیں دیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم تیار کر دیئے جاؤ گے یا تمہیں آسان کر دیا جائے گا۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر میں نے آپ کو غسل دیا چنانچہ میں جس کسی عضو کو پکڑتا تھا تو وہ میرے تابع ہوتا تھا' فضل اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھے وہ کہتے تھے کہ اے علی رضی اللہ عنہ جلدی کرو میری پیٹھ ٹوٹی جاتی ہے۔

ابن جریج سے مروی ہے کہ میں نے ابو جعفر کو کہتے سنا کہ نبی ﷺ کے حصہ زیریں کے غسل کے منتظم علی رضی اللہ عنہ تھے۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے غسل کے وقت آپؐ سے بھی وہ چیز تلاش کی جو میت سے تلاش کی جاتی ہے (یعنی بول و براز جو میت کا پیٹ سوت کر نکالا جاتا ہے) مگر انہوں نے کچھ نہ پایا تو کہا میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں آپ حیات میں بھی پاک تھے اور وفات میں بھی پاک ہیں۔

تکفین مصطفیٰ ﷺ:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب نبی ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ کو تین سفید سوتی یمنی کپڑوں میں کفن دیا گیا' جن میں نہ عمامہ تھا نہ کرتا۔

عبداللہ بن نمیر کی حدیث میں عروہ نے کہا ''لیکن حلہ'' (جوڑہ یا چادر' تہبند یا یمنی) لوگوں کو شبہ ہوا کہ وہ نبی ﷺ کے لیے خریدا گیا ہے' تاکہ اس میں آپ کو کفن دیا جائے پھر وہ چھوڑ دیا گیا' اور آپ کو تین سفید سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اس حلے کو عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے لے لیا' انہوں نے کہا میں اسے رکھے رہوں گا تاکہ مجھے اس میں کفن دیا جائے پھر انہوں نے کہا کہ اگر اسے اللہ اپنے نبی کے لیے پسند کرتا تو ضرور اس میں آپ کو کفن دلواتا' انہوں نے اسے

فروخت کردیا اور اس کی قیمت خیرات کردی۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں نہ کرتہ تھا نہ عمامہ۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے (دوسرے سلسلہ روایت سے) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں نہ کرتہ تھا نہ عمامہ۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سوتی روئی کے کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں نہ کرتا تھا نہ عمامہ۔

یحیٰی بن سعید سے مروی ہے کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب بیمار تھے تو انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا انہوں نے جواب دیا کہ آپ کو تین سفید سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

یعقوب بن زید سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو تین سفید سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں نہ کرتا تھا نہ عمامہ۔

ابوقلابہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو تین یمنی سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

ابوقلابہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین بے جوڑ یمنی سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین روئی کے سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا جس میں نہ کرتا تھا نہ عمامہ۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

ابوقلابہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو تین بے جوڑ سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

عبدالرحمٰن بن القاسم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ شعبہ نے کہا کہ آپ سے کس نے بیان کیا؟ تو انہوں نے کہا میں نے اسے محمد بن علی سے سنا۔

ابواسحاق سے مروی ہے کہ میں اولاد عبدالمطلب کی مجلس کی طرف بھیجا گیا جو بکثرت جمع تھے میں نے کہا کہ نبی ﷺ کو کس چیز میں کفن دیا گیا تو انہوں نے کہا تین کپڑوں میں کفن دیا گیا' جن میں نہ قبا تھی نہ کرتہ نہ عمامہ۔

مکحول سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے (متعدد سلسلہ روایت سے) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دو بے جوڑ اور ایک نجرانی چادر میں کفن دیا گیا۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا دو سفید کپڑے تھے اور ایک چادر حبرہ (یمنی) تھی۔

علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے (دوسلسلہ روایت سے) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا' جن میں ایک چادر حبرہ تھی۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں دوصحاری کپڑے

تھے۔ اور ایک حبرہ۔

جعفر کہتے تھے کہ مجھے میرے والد نے اسی کی وصیت کی اور کہا کہ اس پر ہرگز کچھ اضافہ نہ کرنا' محمد بن سعد (مؤلف کتاب) کہتے ہیں کہ میں بھی (یہی) خیال کرتا ہوں۔

محمد بن علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں ایک حبرہ تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (بسلسلہ روایت) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دو سفید کپڑوں اور ایک سرخ چادر میں کفن دیا گیا۔

ابی اور زہری سے مروی ہے کہ ان دونوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں ایک چادر حبرہ تھی۔

تین چادروں میں کفن:

عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین یمنی موٹی چادروں میں کفن دیا گیا' جن میں ایک تہبند ایک کرتہ' ایک لفافہ تھا۔

ابواسحاق سے مروی ہے کہ میں بنی عبدالمطلب کے بوڑھوں کے پاس آیا ان سے پوچھا کہ کس چیز میں رسول اللہ ﷺ کو کفن دیا گیا' انہوں نے کہا کہ سرخ حلہ (جوڑا) اور ایک قطیفہ (چادر) میں۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو ایک قطیفہ (چادر) اور حبرہ کے جوڑے میں کفن دیا گیا۔

ابراہیم سے (بہ دو سلسلہ روایت) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو حلے اور کرتے میں کفن دیا گیا فضل وطلق کی حدیث میں حلہ یمانیہ ہے (حلہ چادر و تہبد کے مجموعے کا نام ہے)۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو حلہ حبرہ اور کرتے میں کفن دیا گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو سرخ نجرانی حلے میں کہ جسے آپؐ پہنتے تھے اور ایک کرتے میں کفن دیا گیا۔

ضحاک بن مزاحم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دو سرخ چادروں میں کفن دیا گیا۔

ابواسحاق سے مروی ہے کہ وہ مدینے میں بنی عبدالمطلب کے چھپر میں آئے انہوں نے ان کے بوڑھوں سے دریافت کیا کہ کس چیز میں رسول اللہ ﷺ کو کفن دیا گیا تو انہوں نے کہا کہ دو سرخ کپڑوں میں جن کے ہمراہ کرتہ نہ تھا۔

محمد بن علی بن الحنفیہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ نبی ﷺ کو سات کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

مجاہد سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو دو سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا جن کو معاذ یمن سے لائے تھے۔

ابوعبداللہ محمد بن سعد (مؤلف کتاب) نے کہا کہ یہ روایت وہم ہے' رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت معاذ یمن میں تھے۔ (وہ وہاں سے واپس نہیں آئے تھے جو چادریں لاتے)۔

عبداللہ بن عبید بن عمیر سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو حلہ حبرہ میں کفن دیا گیا' پھر وہ اتار ڈالا گیا اور سفید کپڑوں میں کفن

دیا گیا' عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس حلے نے رسول اللہ ﷺ کی جلد کو مس کیا ہے' مجھ سے یہ جدا نہ ہوگا یہاں تک کہ مجھے اسی میں کفن دیا جائے' وہ اسے رکھے رہے پھر انہوں نے کہا کہ اگر اس حلے میں کوئی خیر ہوتی تو ضرور اللہ تعالیٰ اسے اپنے نبی کے لیے اختیار کرتا' مجھے اس کی حاجت نہیں' لوگوں کو ان کی پہلی رائے سے بھی تعجب ہوا اور دوسری رائے سے بھی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کفن میں عمامہ نہ تھا۔

ایوب سے مروی ہے کہ ابوقلابہ نے کہا کہ کیا تمہیں ان لوگوں کو ہمارے سامنے رسول اللہ ﷺ کے کفن میں اختلاف کرنے سے تعجب نہیں ہے۔

جسدِ رسالت پر حنوط (خوشبو) کا استعمال:

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حنوط لگایا گیا (حنوط ایک مرکب خوشبو ہے جو میت کے کفن میں لگائی جاتی ہے)۔

ہارون بن سعد سے مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس مشک تھی انہوں نے وصیت کی کہ ان کے حنوط لگایا جائے' علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ مشک رسول اللہ ﷺ کے حنوط سے بچی ہوئی ہے۔

جابر سے مروی ہے کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آیا رسول اللہ ﷺ کے حنوط لگایا گیا تو انہوں نے کہا مجھے نہیں معلوم۔

رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ:

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کو لوگوں نے غسل دیا' کفن پہنایا اور حنوط لگایا پھر آپ کو ایک تابوت میں رکھ دیا گیا' اور مسلمانوں کے گروہ گروہ کر کے لائے گئے جو کھڑے ہو کر آپ پر نماز پڑھتے تھے' پھر وہ باہر چلے جاتے تھے اور دوسرے داخل ہوتے تھے' یہاں تک کہ سب لوگوں نے آپ پر نماز پڑھ لی۔

عبدالرحمٰن بن حرملہ سے مروی ہے کہ انہوں نے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے سنا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ کو تابوت پر رکھ دیا گیا' لوگ گروہ گروہ ہو کر آپ کے پاس آتے تھے' آپ پر نماز پڑھتے تھے اور باہر ہو جاتے تھے' کسی نے ان کی امامت نہیں کی۔

ابن شہاب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک تابوت پر رکھ دیئے گئے' مسلمان گروہ گروہ کر کے داخل ہوتے تھے اور اس طرح آپ پر نماز و سلام پڑھتے تھے کہ ان کا کوئی امام نہ تھا۔

زہری سے مروی ہے کہ ہمیں معلوم ہوا کہ لوگ گروہ گروہ ہو کر داخل ہوتے تھے رسول اللہ ﷺ پر نماز پڑھتے تھے اور آپ کی نماز جنازہ میں ان کی امامت کسی نے نہیں کی۔

ابوعسیم سے جو اس موقع پر حاضر تھے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو لوگوں نے کہا کہ ہم کس طرح آپ کی نماز جنازہ پڑھیں' جواب ملا کہ اس دروازے سے باہر چلے جاؤ۔

ابوحازم المدنی سے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے اٹھالیا تو مہاجرین گروہ گروہ ہو کر داخل ہوئے' آپ پر نماز پڑھتے تھے اور باہر چلے جاتے تھے' پھر اسی طریقے پر انصار داخل ہوئے پھر اہل مدینہ' یہاں تک کہ جب مرد فارغ ہو گئے تو عورتیں داخل ہوئیں' ان سے کسی ایسے طریقے پر آواز و فریاد ہوئی جیسی ان سے ہوتی ہے' تو انہوں نے گھر میں ایک دھماکے کی آواز سنی جس سے وہ منتشر ہو گئیں اور ساکت ہو گئیں' یکایک کسی کہنے والے نے کہا کہ ''اللہ کے نام میں ہر مرنے والے سے تسلی ہے' ہر مصیبت کا عوض ہے' ہر فوت شدہ کا بدلہ ہے' مجبور وہ ہے جس کا نقصان ثواب نے پورا کر دیا ہو' اور مصیبت زدہ وہ ہے جس کا نقصان ثواب نے پورا نہ کیا ہو۔

ابی بن عباس بن سہل بن سعد الساعدی نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ اپنے کفنوں میں رکھ دیئے گئے' پھر آپ کو تابوت پر رکھا گیا' لوگ ایک ایک گروہ ہو کر آپ پر نماز پڑھتے تھے' ان کا امام کوئی نہ تھا' پہلے مرد داخل ہوئے انہوں نے نماز پڑھی' پھر عورتیں۔

عبدالحمید بن عمران بن ابی انس نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنی والدہ سے روایت کی کہ میں بھی ان لوگوں میں تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر داخل ہوئے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تابوت پر تھے ہم عورتیں صف بہ صف ہو کر کھڑی ہوتی تھیں' ہم دعا کرتے تھے اور آپ پر نماز پڑھتے تھے آپ شب چہار شنبہ کو مدفون ہوئے۔

موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی سے مروی ہے کہ میں نے یہ مضمون ایک کاغذ میں پایا جس میں میرے والد کا خط ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن دے دیا گیا اور آپ اپنے تابوت پر رکھ دیئے گئے تو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما داخل ہوئے' دونوں نے کہا: ''السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' ان دونوں کے ہمراہ اس قدر جماعت مہاجرین و انصار کی تھی جس قدر گھر میں گنجائش تھی' انہوں نے بھی اسی طرح سلام کیا جس طرح ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے سلام کیا سب نے اس طرح چند صفیں بنا لیں کہ اس پر ان کا امام کوئی نہ تھا' ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی صف اول میں تھے کہا۔

اے اللہ ہم لوگ گواہی دیتے ہیں کہ جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا' آپ نے پہنچا دیا' آپ نے اپنی امت کی خیرخواہی کی' راہِ خدا میں جہاد کیا یہاں تک کہ اللہ نے اپنے دین کو غالب کر دیا اور اس کے کلمات پورے ہو گئے' آپ اسی پر ایمان لائے جو یکتا ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں' اے ہمارے معبود ہمیں بھی ان لوگوں میں کر جو اس کلام کی پیروی کریں جو آپ کے ہمراہ نازل کیا گیا۔ اس طرح ہمیں اور آپ کو جمع کر دے کہ آپ ہمیں پہچان لیں اور ہم آپ کو پہچان لیں' بے شک آپ مومنین کے ساتھ بڑے مہربان اور رحم کرنے والے تھے' ہم ایمان کے عوض میں بدل نہیں چاہتے اور نہ ہم کبھی اس کے عوض میں قیمت چاہتے ہیں''۔

لوگ آمین آمین کہہ رہے تھے' ایک گروہ نکلتا تھا تو دوسرا داخل ہوتا تھا' یہاں تک کہ مردوں نے آپ پر نماز پڑھ لی' پھر عورتوں نے' اور بچوں نے' جب نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ کے مقام قبر میں انہوں نے گفتگو کی۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سب سے پہلے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز پڑھی وہ عباس بن عبدالمطلب اور بنی ہاشم تھے' وہ باہر آئے اور مہاجرین و انصار داخل ہوئے پھر گروہ گروہ ہو کر اور لوگ' جب مرد پڑھ چکے تو صفیں بنا کے بچے آپ کے

پاس داخل ہوئے بعد کو عورتیں‘ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مثل حدیث ابن ابی سبرہ (جو اوپر مذکور ہے) مروی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دوشنبہ کو آفتاب ڈھلنے سے سہ شنبہ کو آفتاب ڈھلنے تک تابوت میں رہے‘ لوگوں نے آپؐ کے تابوت پر جو آپ کی قبر کے کنارے سے قریب تھا نماز پڑھی‘ جب انہوں نے آپ کو قبر میں اتارنے کا ارادہ کیا تو تابوت کو آپؐ کے پاؤں کی جانب سرکا دیا اور اسی جگہ سے آپؐ داخل کر دیئے گئے‘ آپ کی قبر میں عباس بن عبدالمطلب فضل بن عباس‘ قثم بن ابی طالب اور شقران رضی اللہ عنہم داخل ہوئے۔

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ تابوت میں رکھ دیئے گئے‘ تو میں نے کہا کہ کوئی شخص آپؐ کے آگے کھڑا نہ ہو‘ شاید وہی تمہاری امامت کریں جو تمہارے زندہ و مردہ کے امام تھے‘ لوگ ایک ایک گروہ کر کے داخل ہوتے تھے اور ایک ایک صف کر کے اس طرح آپؐ پر نماز پڑھتے تھے کہ ان کا کوئی امام نہ تھا‘ لوگ تکبیر کہہ رہے تھے اور میں رسول اللہ ﷺ کے قریب کھڑا ہوا یہ کہہ رہا تھا:

(سلام علیك ایها النبی ورحمة اللّٰه وبركاته اللّٰهم انا نشهدان قد بلغ ما انزل اللّٰه ونصح لامته وجاهد فی سبیل اللّٰه حتٰی اعز اللّٰه دینه وتمت كلمته اللّٰهم فاجعلنا ممن یتبع ما انزل اللّٰه الیه و ثبتنا بعده واجمع بیننا وبینه).

''اے نبی سلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اے اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ پر جو کچھ نازل کیا گیا وہ آپؐ نے پہنچا دیا‘ اور اپنی امت کی خیر خواہی کی‘ اللہ کے راستے میں یہاں تک جہاد کیا کہ اللہ نے اپنا دین غالب کر دیا اور اس کی بات پوری ہوگئی‘ اے اللہ ہمیں ان لوگوں میں کر جو لوگ کہ جو کچھ آپؐ پر نازل کیا گیا اس کی پیروی کرتے ہیں‘ آپؐ کے بعد ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہمیں آپ کو جمع کر دے''۔

لوگ آمین آمین کہہ رہے تھے یہاں تک کہ مردوں نے آپؐ پر نماز پڑھی پھر عورتوں نے اور بچوں نے۔

عمر بن محمد بن عمرو نے اپنے والد سے روایت کی کہ سب سے پہلے جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے وہ بنی ہاشم تھے‘ پھر مہاجرین اور انصار‘ پھر اور لوگ یہاں تک کہ وہ فارغ ہوگئے تو عورتیں اور بچے۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ پر بغیر امام کے اس طرح نماز پڑھی گئی کہ مسلمان گروہ گروہ ہو کر پاس آتے نماز پڑھتے‘ جب فارغ ہوتے تو عمر رضی اللہ عنہ ندا دیتے کہ جنازہ اور اہل جنازہ کو چھوڑ دو۔

روضۂ انور (آرام گاہ رسالت مآب ﷺ):

عروہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو آپؐ کے اصحاب باہم مشورہ کرنے لگے کہ آپ کو کہاں دفن کریں‘ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کو وہیں دفن کرو جہاں اللہ نے آپ کو وفات دی‘ فرش اٹھایا گیا اور آپؐ اس کے نیچے دفن کیے گئے۔

ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن و یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب سے مروی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کہاں دفن

کیے جائیں' کسی کہنے والے نے کہا کہ منبر کے پاس' کسی نے کہا کہ جہاں نماز پڑھتے تھے اور لوگوں کی امامت کرتے تھے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپؐ وہاں دفن کیے جائیں گے جہاں اللہ نے آپ کو وفات دی' بستر ہٹا دیا گیا اور اس کے نیچے آپ کی قبر کھودی گئی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو لوگوں نے کہا آپ کہاں مدفون ہوں' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسی مکان میں جس میں آپ کی وفات ہوئی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب سہ شنبہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز (غسل وکفن) سے فراغت ہوگئی تو آپ کو آپؐ کے مکان میں ایک تابوت میں رکھ دیا گیا' مسلمانوں نے آپؐ کے دفن میں اختلاف کیا ایک شخص نے کہا کہ آپ کو مسجد نبوی میں دفن کر دو' دوسرے نے کہا کہ آپ کو اپنے اصحاب کے پاس بقیع میں دفن کر دو' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا کہ جس نبی کی وفات ہوئی وہ اسی مقام پر مدفون ہوا جہاں اس کی روح قبض کی گئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ بستر اٹھایا گیا جس پر آپ کی وفات ہوئی تھی اور اسی کے نیچے آپ کی قبر کھودی گئی۔

یحییٰ بن بہماہ سے جو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے مروی ہے کہ مجھے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسم وہیں مدفون ہوتے ہیں جہاں ارواح قبض کی جاتی ہیں۔

ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ جس نبی کو وفات دیتا ہے وہ ہمیشہ اسی مقام پر مدفون ہوتا ہے جہاں اس کی روح قبض کی جاتی ہے۔

عمر بن ذر سے مروی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ''میں نے اپنے خلیل (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کہتے سنا کہ جو نبی جس مکان میں مرا وہ ہمیشہ اسی مکان میں دفن کیا گیا میں نے ابن ذر سے کہا کہ آپ نے اسے کس سے سنا تو انہوں نے کہا میں نے ابوبکر بن عمر بن حفص سے ان شاء اللہ سنا۔

مالک بن انس سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو لوگوں نے کہا کہ آپ کو منبر کے پاس دفن کیا جائے' دوسروں نے کہا کہ آپ کو بقیع میں دفن کیا جائے' ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا کہ ہر نبی اپنے اسی مکان میں دفن ہوتا جہاں اللہ نے اس کی روح قبض کی ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مقام سے ہٹایا گیا جہاں آپ کی وفات ہوئی تھی اور وہاں آپ کی قبر کھودی گئی۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ تین چاند ہیں جو میرے حجرے میں گر پڑے' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا بہت اچھا ہے' یحییٰ (راوی) نے کہا کہ پھر میں نے لوگوں کو بیان کرتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی اور آپؐ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں دفن کیے گئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ یہ تمہارے تین چاندوں میں سے ایک ہیں اور ان میں سب سے بہتر ہیں۔

قاسم بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے خواب میں اپنے حجرے میں تین چاند دیکھے' میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی تو انہوں نے کہا کہ تم نے اس کی کیا تعبیر لی میں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹے' اس کی تعبیر لی'

ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے' جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو وہ ان کے پاس آئے اور کہا کہ تمہارے بہترین چاند کو تو پہنچا دیا گیا پھر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما دونوں انہیں کے مکان میں دفن کیے گئے۔

موسیٰ بن داؤد سے مروی ہے کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مکان دو حصوں پر تقسیم کیا گیا' ایک حصہ وہ ہے جس میں نبی ﷺ کی قبر تھی اور دوسرا حصہ وہ جس میں عائشہ رہتی تھیں' دونوں حصوں کے درمیان ایک دیوار تھی' عائشہ رضی اللہ عنہا ایسا کرتی تھیں کہ اکثر جہاں قبر ہے رات کے سونے کے کپڑوں میں اندر چلی جاتی تھیں' جب عمر رضی اللہ عنہ دفن کر دیئے گئے تو وہ بغیر اس کے اندر نہ گئیں کہ اپنے پورے کپڑے پہنے ہوتی تھیں۔

عبدالرحمٰن بن عثمان بن ابراہیم سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد کو بیان کرتے سنا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس مقام پر' جہاں ان کے والد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دفن ہوئے تھے' اپنا نقاب کھول دیتی تھیں' جب عمر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو وہ نقاب ڈال لیتی تھیں' پھر انہوں نے نقاب کو سر سے علیحدہ نہیں گرایا۔

حماد بن زید نے عمرو بن دینار اور عبیداللہ بن ابی یزید کو کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نبی ﷺ کے مکان پر دیوار نہ تھی' سب سے پہلے جنہوں نے اس پر دیوار بنائی وہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے' عبیداللہ بن ابی یزید نے کہا کہ ان کی دیوار چھوٹی تھی' اسے عبداللہ بن زبیر نے بنایا اور بڑھایا۔

رسول اللہ ﷺ کی لحد مبارک:

جریر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لحد (بغلی قبر) ہمارے لیے ہے اور شق (سیدھی قبر) ہمارے اغیار کے لیے' وکیع کی روایت میں ہے کہ شق اہل کتاب کے لیے' اور فضل بن دکین کی حدیث میں ہے کہ شق ہمارے اغیار کے لیے ہے۔

ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ مدینے میں دو آدمی تھے جو قبریں کھودتے تھے۔ ایک ان میں سے لحد (بغلی قبر) کھودتا تھا اور دوسرا شق (سیدھی قبر) لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے کون سی قبر مناسب ہوگی' تو کسی نے کہا انتظار کرو ان دونوں گورکن میں سے جو پہلے آئے وہی اپنا عمل کرے' پھر وہی آیا جو لحد کھودتا تھا رسول اللہ ﷺ کے لیے لحد کھودی گئی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مدینے میں دو قبر کھودنے والے تھے ایک لحد کھودتا تھا اور دوسرا شق' لوگوں نے انتظار کیا کہ ان میں سے کون آتا ہے' پھر وہ آیا جو لحد کھودتا تھا رسول اللہ ﷺ کے لیے لحد کھودی گئی۔

یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب سے مروی ہے کہ قبر کھودنے کے لیے ابوطلحہ کو اور اہل مکہ میں سے ایک شخص کو بلا بھیجا گیا' اہل مکہ شق کھودتے تھے اور اہل مدینہ لحد کھودتے تھے' ابوطلحہ آئے اور انہوں نے آپؐ کے لیے لحد کھودی۔

محمد بن المنکدر سے مروی ہے کہ جب نبی ﷺ کی وفات ہوئی تو لوگوں نے دو گورکنوں کو کہلا بھیجا' ایک وہ جو شق کھودتا تھا اور دوسرا لحد کھودتا تھا' وہ آیا جو لحد کھودتا تھا اس لیے رسول اللہ ﷺ کے لیے لحد کھودی گئی۔

قاسم سے مروی ہے کہ مدینے میں ایک شخص شق کھودتا تھا اور دوسرا لحد' جب نبی ﷺ کی وفات ہوئی تو اصحاب جمع ہوئے'

انہوں نے دونوں گورکنوں کو بلا بھیجا اور کہا کہ اے اللہ آپؐ کے لیے انتخاب کر' پہلے وہ آیا جو لحد کھودتا تھا۔

ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ مدینے میں دو گورکن تھے ایک ان میں سے ضریح (سیدھی قبر) کھودتا تھا اور دوسرا لحد' جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو لوگوں نے کہا کہ ان دونوں میں سے جو پہلے آئے گا ہم اسے حکم دیں گے کہ نبی ﷺ کے لیے قبر کھودے' پہلے وہ آیا جو لحد کھودتا تھا ہشام نے کہا کہ میرے والد اس شخص سے تعجب کرتے تھے جو ضریح میں دفن کیا جاتا تھا حالانکہ رسول اللہ ﷺ لحد میں مدفون ہوئے۔

ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ مدینے میں دو شخص تھے' ایک لحد کھودتا تھا' دوسرا لحد نہیں کھودتا تھا' لوگوں نے کہا کہ ان دونوں میں جو پہلے آئے گا وہ اپنا کام کرے گا' پہلے وہ شخص آیا جو لحد کھودتا تھا' اس نے رسول اللہ ﷺ کے لیے لحد کھودی۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے لحد کھودی گئی۔

اسماعیل بن محمد بن سعد سے مروی ہے کہ سعد سے کہا گیا کہ ہم لوگ آپ کے لیے لکڑیاں مہیا کریں جس میں آپ ﷺ کو دفن کریں' تو انہوں نے کہا نہیں' میرے لیے لحد کھودو' جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے لحد کھودی گئی۔

یعقوب بن زید وغفرہ کے آزاد کردہ غلام عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے لحد کھودی گئی۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ جنہوں نے نبی ﷺ کے لیے لحد کھودی وہ ابوطلحہ تھے۔

عامر بن سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ جب سعد کا وقت وفات آیا تو انہوں نے کہا کہ میرے لیے لحد کھودو اور مجھ پر کچھ اینٹ نصب کردو' جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا گیا۔

علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے لیے لحد کھودی گئی اور آپ کی لحد پر کچی اینٹ نصب کی گئی۔

علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے (دوسرے سلسلے سے) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے لحد کھودی گئی' اور آپ کی لحد پر کچی اینٹ نصب کی گئی۔

علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے (ایک اور سلسلے سے) مروی ہے کہ کھودنے میں تو نبی ﷺ کے لیے لحد کھودی گئی اور نصب کرنے میں آپ کی لحد پر پکی اینٹ نصب کی گئی۔

قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے لحد کھودی گئی اور آپ کی لحد پر کچی اینٹیں نصب کی گئیں۔ شعبی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے لحد کھودی گئی اور آپ کی لحد پر کچی اینٹیں لگائی گئیں۔ عاصم الاحول سے مروی ہے کہ میں نے عامر سے نبی ﷺ کی قبر کو پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ لحد ہے۔

عاصم سے مروی ہے کہ میں نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ نبی ﷺ کے لیے ضریح کھودی گئی یا لحد' انہوں نے کہا کہ آپؐ کے لیے لحد کھودی گئی اور آپ کی قبر میں کچی اینٹیں لگائی گئیں۔

ابراہیم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے لحد بنائی گئی آپ قبلے کی جانب سے داخل کیے گئے اور آپ کو سر کی طرف سے نہیں اتارا گیا۔

سالم بن عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ یہ تین قبریں رسول اللہ ﷺ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی سب کچی اینٹ سے بنی ہیں' اور لحد ہیں' تینوں قبلہ رُخ ہیں اور باہم ملی ہوئی ہیں' جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (اس حدیث کے) سب (راویوں کے) اجداد اسی روضہ میں ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے قبر کھودنے کا ارادہ کیا تو مدینے میں دو شخص تھے' ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ جو اہل مکہ کے لیے ضریح کھودتے تھے اور ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کہ اہل مدینہ کے لیے قبر کھودتے تھے اور وہ لحد کھودتے تھے' عباس رضی اللہ عنہ نے دو شخصوں کو بلایا' ایک کو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا' دوسرے کو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس' اور فرمایا اے اللہ اپنے رسولؐ کے لیے گورکن کا انتخاب فرما' ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی نے ان کو پالیا۔ وہ انہیں لے آئے اور انہوں نے آپؐ کے لیے لحد کھودی۔

ابی طلحہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے نبی ﷺ کے لیے شق اور لحد میں اختلاف کیا' مہاجرین نے کہا کہ آپؐ کے لیے شق کھودو جیسا کہ اہل مکہ کھودتے ہیں' انصار نے کہا کہ لحد کھودو جیسا کہ ہم لوگ اپنے ملک میں کھودتے ہیں' جب اختلاف بڑھا تو انہوں نے کہا اے اللہ اپنے نبیؐ کے لیے قبر کا انتخاب فرما (یہ کہہ کے) انہوں نے ابوعبیدہ اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہما کو بلا بھیجا' کہ ان دونوں میں سے جو پہلے آئے وہ اپنا عمل کرے' پہلے ابوطلحہ آئے انہوں نے کہا واللہ مجھے اُمید ہے کہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کے لیے یہ انتخاب کیا ہے' کیونکہ آپؐ خود لحد کو دیکھتے تھے اور اسے پسند فرماتے تھے۔

فرش قبر:

ابوجمرہ سے مروی ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کہتے سنا کہ نبی ﷺ کی قبر میں سرخ چادر کا فرش کیا گیا' وکیع نے کہا کہ یہ نبی ﷺ کے لیے خاص تھا (امت کے لیے جائز نہیں)۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ جس شخص نے قبر میں چادر بچھائی وہ شقران رسول اللہ ﷺ کے مولیٰ تھے۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر میں ایک پرانی سرخ چادر بچھائی گئی جسے آپ اوڑھا کرتے تھے' چادر اس لیے بچھائی گئی کہ زمین تر تھی۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کی قبر میں اس پرانی سرخ چادر کا فرش کیا گیا جسے آپ اوڑھتے تھے۔

عقبہ بن الصہباء سے مروی ہے کہ میں نے حسن رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری لحد میں میری چادر کا فرش کرنا کیونکہ زمین انبیاء کے اجسام پر غالب نہیں کی جاتی۔

قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے نیچے چادر کا فرش بچھایا گیا۔

سلیمان بن یسار سے مروی ہے کہ ایک غلام نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا جب نبی ﷺ دفن کیے گئے تو اس نے اس چادر کو قبر کے کنارے دیکھا جو نبی ﷺ اوڑھا کرتے تھے اس نے اسے قبر میں بچھا دیا اور کہا کہ اسے آپؐ کے بعد کوئی نہ اوڑھے گا' وہ چھوڑ دی گئی۔

آنحضرت ﷺ کو قبر میں اُتارنے والے:

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اولادِ عبدالمطلب نے قبر میں داخل کیا۔

عامر سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کی قبر میں علی اور فضل اور اسامہ رضی اللہ عنہم داخل ہوئے مجھے مرحب یا ابن ابی مرحب نے خبر دی کہ انہوں نے اپنے ہمراہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بھی قبر میں داخل کیا' وکیع کی حدیث میں ہے کہ شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میت کے ولی صرف اس کے اعزہ ہیں۔

عامر سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کی قبر میں چار آدمی داخل ہوئے' فضل نے اپنی حدیث میں کہا: مجھے اس شخص نے یہ خبر دی جس نے ان چاروں کو دیکھا ہے۔

عامر سے مروی ہے کہ مجھ سے مرحب یا ابن ابی مرحب نے کہا: گویا میں ان چاروں کو دیکھتا ہوں جو نبی ﷺ کی قبر میں اترے تھے' ان میں ایک عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کی قبر میں علی اور فضل اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم داخل ہوئے' ان سے ایک انصاری نے جن کا نام خولی یا ابن خولی تھا کہا: تمہیں معلوم ہے کہ میں قبور شہداء میں اترتا تھا' نبی ﷺ تو تمام شہداء سے افضل ہیں' ان لوگوں نے انہیں بھی اپنے ہمراہ داخل کرلیا۔

ابن شہاب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو قبر میں انہیں لوگوں نے رکھا جنہوں نے آپ کو غسل دیا' یعنی عباس' علی' فضل رضی اللہ عنہم اور آپ ؐ کے مولیٰ صالح' دیگر اصحاب نے آپ ؐ کے اعزہ کے لیے راستہ چھوڑ دیا' انہیں لوگوں نے آپ کی تکفین وتدفین کا انتظام کیا۔

موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر میں علی' فضل بن عباس بن عبدالمطلب' اسامہ بن زید' اور اوس بن خولی رضی اللہ عنہم اترے۔

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر میں وہ خود' عباس' عقیل بن ابی طالب اسامہ بن زید اور اوس بن خولی رضی اللہ عنہم اترے' یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے آپ کو کفن دیا تھا۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر میں علی' فضل اور اسامہ رضی اللہ عنہم اترے' لوگ کہتے ہیں کہ صالح اور شقران اور اوس بن خولی رضی اللہ عنہم بھی اترے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر میں علی اور فضل اور شقران رضی اللہ عنہم اترے۔

عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز سے مروی ہے: میں نے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر میں کون اترا تھا' انہوں نے کہا کہ آپ ؐ کے اعزہ اور ان کے ہمراہ انصار بنی الحبلی میں سے اوس بن خولی رضی اللہ عنہ۔

علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اوس بن خولی نے کہا کہ اے ابوالحسن ؓ میں تمہیں اللہ کا اور اپنے اسلامی مرتبے کا واسطہ دلاتا ہوں کہ مجھے نبی ﷺ کی قبر میں اترنے کی اجازت دو' انہوں نے کہا اترو' میں نے علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ قبر میں

اترنے والے کتنے تھے تو انہوں نے کہا علی بن ابی طالب' فضل بن عباس اور اوس بن خولی رضی اللہ عنہم۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا اعزاز:

شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی' میں کوفے میں لوگوں سے بیان کرتا تھا کہ نبی ﷺ کے ساتھ وقت گزارنے میں سب لوگوں سے آخر ہوں' جب نبی ﷺ دفن کر دیئے گئے اور علی رضی اللہ عنہ قبر سے نکل آئے تو میں نے اپنی انگوٹھی (مہر) ڈال دی اور کہا: اے ابوالحسن رضی اللہ عنہ میری انگوٹھی انہوں نے کہا اترو اور اپنی انگوٹھی لے لو' میں اترا' انگوٹھی لے لی' اور قبر کی کچی اینٹ پر رکھ دی' پھر نکل آیا۔

ابی معشر سے مروی ہے کہ مجھ سے بعض مشائخ نے بیان کیا کہ جب علی رضی اللہ عنہ قبر سے باہر آ گئے تو مغیرہؓ نے اپنی انگوٹھی قبر میں ڈال دی اور علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ میری انگوٹھی' علی رضی اللہ عنہ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے کہا کہ اندر جاؤ اور انہیں ان کی انگوٹھی دے دو انہوں نے ایسا ہی کیا۔

ابونعیم نے بھی اسی کی شہادت دی کہ جب رسول اللہ ﷺ قبر میں رکھ دیئے گئے تو مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا کہ آپؐ کے پاؤں کی جانب کچھ رہ گیا ہے' اگر اسے درست کر دو تو بہتر ہے' انہوں نے کہا تم اندر جاؤ اور اسے درست کر دو' لوگوں نے ان پر مٹی ڈال دی' یہاں تک کہ وہ ان کی نصف پنڈلیوں تک آ گئی' وہ نکلے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کے حضور میں تم سے زیادہ قریب میرا زمانہ ہے۔

عروہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ لحد میں رکھ دیئے گئے تو مغیرہ بن شعبہؓ نے قبر میں اپنی انگوٹھی ڈال دی اور کہنے لگے میری انگوٹھی' میری انگوٹھی' لوگوں نے کہا اندر جا کے اسے لے لو' وہ اندر گئے' پھر کہا میرے اوپر مٹی ڈال دو' انہوں نے ان پر مٹی ڈالی' یہاں تک کہ وہ ان کی نصف پنڈلیوں تک آ گئی' وہ باہر آئے' جب رسول اللہ ﷺ پر مٹی ڈال کے برابر کر دی گئی تو انہوں نے کہا' باہر نکلو' اور دروازہ بند کر لیا' کہنے لگے میرا وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تم سب سے زیادہ قریب ہے' لوگوں نے کہا کہ میری جان کی قسم اگر تم نے سب سے آخر میں شرف حضوری کا ارادہ کیا تھا تو اسے حاصل کر لیا۔

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کی قبر میں سب لوگوں سے زیادہ مغیرہ بن شعبہ کا زمانہ ہے جنہوں نے اپنی انگوٹھی آپ کی قبر میں ڈال دی اور کہا' میری انگوٹھی' انہوں نے اتر کے اسے لیا اور کہا کہ میں نے اسے صرف اسی لیے ڈالا تھا۔

عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے مروی ہے کہ مغیرہ بن شعبہؓ نے لوگوں کے نکل آنے کے بعد نبی ﷺ کی قبر میں اپنی انگوٹھی ڈال دی کہ اس میں اتریں' علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے صرف اسی لیے اپنی انگوٹھی ڈالی کہ آپ کی قبر میں اترو اور لوگ کہیں کہ یہ بھی نبی ﷺ کی قبر میں اترے' قسم ہے اس ذات کی' جس کے قبضے میں میری جان ہے' تم اس میں کبھی نہیں اترو گے اور انہیں روک دیا۔

عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ تم اس

میں اترے تھے' یا تمہاری انگوٹھی نبی ﷺ کی قبر میں ہے اس لیے علی رضی اللہ عنہ خود اترے' انہوں نے اس کے گرنے کی جگہ دیکھ لی تھی' وہ انہوں نے لے لی اور ان کو دے دی۔

علی بن عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ میں نے کہا کہ مغیرہ بن شعبہ کا یہ دعویٰ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ ان کا زمانہ گزرا' یہ غلط ہے' واللہ سب سے قریب تر عہد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ' قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے جو قبر میں جتنے لوگ تھے ان میں سب سے چھوٹے تھے اور جو لوگ اوپر چڑھے وہ ان میں سب سے آخر تھے۔

آنحضرت ﷺ کی تدفین:

ابن شہاب سے مروی ہے کہ دوشنبے کو آفتاب ڈھلنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی' انصار کے نوجوانوں کی وجہ سے لوگ آپ کو دفن کرنے سے باز رہے' آپؐ اس وقت تک دفن نہ ہوئے جب تک تہائی رات نہ گزر گئی سوائے آپؐ کے اقارب کے کوئی شخص کمال رنجیدہ نہ تھا' بنی غنم نے جب رسول اللہ ﷺ کی قبر کھودی گئی پھاؤڑوں کی آواز سنی' اس وقت وہ لوگ اپنے گھروں میں تھے۔

بنی غنم کے ایک شخص سے مروی ہے کہ ان لوگوں نے پھاؤڑوں کی آواز اس وقت سنی کہ رسول اللہ ﷺ رات کو دفن ہو رہے تھے۔

زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو دفن کیے گئے' بنولیث نے کہا کہ ہم لوگ اس وقت پھاؤڑوں کی آواز سن رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو دفن کیے جا رہے تھے۔

مالک بن انس سے مروی ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی ﷺ کہا کرتی تھیں کہ مجھے نبی ﷺ کی وفات کی اس وقت تک تصدیق نہیں ہوئی جب تک کہ ابریقوں سے پانی گرنے کی آواز نہ آئی (یعنی جب آپ کو غسل دینے لگے تب یقین آیا کہ واقعی میں آنحضرت ﷺ اپنے خدا سے جا ملے)۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے دفن کا اس وقت تک علم نہیں ہوا جب تک کہ ہم نے سہ شنبہ کو پچھلی شب پھاؤڑوں کی آواز نہ سن لی۔

زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو دفن کیے گئے انصار بنی غنم کے بعض بوڑھوں نے کہا کہ ہم نے شب سہ شنبے کو آخر شب پھاؤڑوں کی آواز سنی۔

یحیٰی بن عبدالرحمٰن بن محمد لبیبہ نے اپنے دادا سے روایت کی کہ دوشنبے کو آفتاب ڈھلنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اور آپ سہ شنبے کو جب آفتاب ڈھل گیا تو دفن کیے گئے۔

علی رضی اللہ عنہ سے بھی مثل روایت بالا مروی ہے۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ اور ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات دوشنبے کو ہوئی اور آپ سہ شنبے کو مدفون ہوئے۔

ابراہیم سے مروی ہے کہ نبی ﷺ قبر میں قبلے کی طرف سے داخل کیے گئے' نوح بن یزید المؤدب سے مروی ہے کہ ابراہیم بن سعد سے پوچھا گیا کہ: "کم نزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الارض قال ثلثاً" (نبی ﷺ زمین میں کتنی گہرائی میں اتارے گئے تو انہوں نے کہا تین گز)۔

قبر پر پانی چھڑکنا:

عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کی قبر پر پانی چھڑکا گیا۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کی قبر پر پانی چھڑکا گیا۔

قبر مصطفیٰ کی ہیئت:

ابوالبراء سے (جو مالک بن اسماعیل کے گمان میں زبیر کے خاندان کے آزاد کردہ غلام ہیں) مروی ہے کہ میں مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اس مکان میں داخل ہوا جس میں رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی قبر ہے' میں نے ان کی قبور کو مستطیل (لمبا) دیکھا۔

سفیان بن دینار سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کو مسنم (بہ شکل کوہان شتر) دیکھا۔

ابراہیم سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کی قبر زمین سے کچھ اونچی کر دی گئی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ آپ کی قبر ہے۔

جعفر بن عمر نے اپنے والد سے روایت کی کہ نبی ﷺ کی قبر ایک بالشت اُونچی تھی۔

ابوبکر بن حفص بن عمر بن سعید سے مروی ہے کہ نبی ﷺ اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی قبر مسنم تھی جس پر سنگریزے تھے۔

عمرو بن عثمان سے مروی ہے کہ میں نے قاسم بن محمد کو کہتے سنا کہ میں جب چھوٹا تھا تو ان قبروں پر آیا' ان پر سرخ سنگریزے دیکھے۔

ابراہیم بن نوفل بن سعید بن مغیرہ الہاشمی نے اپنے والد سے روایت کی کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں وہ دیوار گر پڑی جو نبی ﷺ کی قبر پر تھی' عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بنانے کا حکم دیا۔ جس وقت وہ بنائی جا رہی تھی تو عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو اور نبی ﷺ کے مکان میں جھاڑو دو' قاسم بن محمد اٹھ کر ان کے پاس گئے اور کہا' خدا آپ کو نیک ہدایت دے' کیا میں بھی جھاڑو دوں؟ انہوں نے کہا' ہاں' تم بھی جھاڑو دو' سالم بن عبداللہ نے کہا کہ خدا آپ کو نیک بنائے کیا میں بھی جھاڑو دوں؟ انہوں نے کہا' تم سب بیٹھو اور اے مزاحم تم کھڑے ہو اور جھاڑو دو' مزاحم اٹھے' انہوں نے اس میں جھاڑو دی۔

مسلم نے کہا کہ یہ امر اب ثابت ہو گیا ہے کہ وہ مکان جس میں نبی ﷺ کی قبر ہے' عائشہ رضی اللہ عنہا کا مکان ہے' اس کا اور اس کے حجرے کا دروازہ شام کی طرف ہے مکان کی چھت جس طرح تھی وہ اپنے حال پر ہے' مکان میں ایک گھڑا اور آپ کا پرانا زین ہے۔

محمد بن عبدالرحمٰن نے اپنے والد سے روایت کی کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ کی قبر کی دیوار گر

پڑی' وہ اس زمانے میں ولید کی ولایت میں مدینے کے عامل تھے' میں ان میں پہلا شخص تھا جو کھڑا ہوا میں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر کی طرف دیکھا تو اس میں اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی دیوار کے درمیان قریب ایک بالشت سے زائد فاصلہ نہیں ہے' میں سمجھا کہ انہوں نے آپ کو قبلے کی طرف سے نہیں داخل کیا۔

وفات کے وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر:

ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات اس وقت ہوئی جب آپؐ ساٹھ برس کے تھے۔

ابو غالب الباہلی سے مروی ہے کہ وہ علاء بن زیاد العدوی کے پاس حاضر ہوئے جو انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کر رہے تھے کہ اے ابوحمزہ رسول اللہ ﷺ کی عمر وفات کے روز کیا تھی' انہوں نے کہا کہ جس روز آپ کو اللہ نے وفات دی ساٹھ برس پورے ہو گئے تھے' اور آپ اس وقت بھی سب سے زیادہ جوان سب سے زیادہ حسین وجمیل اور سب سے زیادہ لحیم تھے۔

عروہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ اس وقت مبعوث ہوئے جب آپؐ چالیس سال کے تھے اور وفات جب ہوئی تو ساٹھ سال کے تھے۔

انس بن مالک نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ جب نبی بنائے گئے تو چالیس سال کے تھے' مکے میں آپؐ دس سال رہے اور مدینے میں دس سال آپ کی داڑھی اور سر میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔

یحییٰ بن جعدہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اے فاطمہ رضی اللہ عنہا جو نبی مبعوث ہوا' اسے بعثت کے بعد جو عمر دی گئی وہ اس کی عمر کی نصف ہوئی عیسیٰ بن مریم رضی اللہ عنہما چالیس سال کے لیے مبعوث ہوئے اور میں بیس سال کے لیے۔

ابراہیم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی اپنی نبوت کے قبل کی عمر سے نصف عمر تک زندہ رہتا ہے' عیسیٰ بن مریم اپنی قوم میں چالیس سال رہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (بہ سہ سلسلہ) سعید بن المسیب' عائشہ' معاویہ رضی اللہ عنہم' جریر جنہوں نے معاویہ بن ابی سفیان سے سنا' ابوجعفر' قبیلہ اسلم کے ایک شخص' عائشہ' عبیداللہ بن عتبہ' عامر (دو سلسلوں سے) عبدالرحمٰن بن قاسم (اپنے والد سے) اور علی بن حسین رضی اللہ عنہ ان سب حضرات سے مروی ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو آپؐ وفات کے وقت تریسٹھ برس کے تھے)۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ پینسٹھ سال کے تھے۔ بنی ہاشم کے مولیٰ عمار سے مروی ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کی جب وفات ہوئی تو آپؐ پینسٹھ سال کے تھے۔

بنی ہاشم کے مولیٰ عمار سے مروی ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ جس روز رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو کتنے سال ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ان کی قوم میں تمہارا سا آدمی مجھے نہیں دکھائی دیا جس پر یہ سنہ مخفی رہا ہو' میں نے کہا کہ میں نے جب دریافت کیا تو میرے سامنے اختلاف کیا گیا' انہوں نے کہا کیا تم حساب جانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں' انہوں نے کہا چالیس سال وہ جوڑو جس وقت آپ مبعوث ہوئے اور پندرہ برس مکے میں جب آپ پوشیدہ رہتے تھے اور خوف کرتے تھے اور دس سال

آپ کی ہجرت کے مدینے میں۔

انس بن مالک' ابن عمرؓ ابن عباس' سعید بن المسیب' بسلسلہ دیگر ابن عباسؓ سے' ایک تیسرے سلسلے سے پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور دوسرے سلسلے سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں دس سال قیام کیا'
ابو جمرہ کی حدیث میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آپؐ نے مکے میں تیرہ سال قیام کیا جس میں آپؐ پر وحی آتی رہی۔

رنج وغم سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہل بیتؓ کی حالت:

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں شدت ہوئی تو بے چینی وتکلیف آپ کو بے ہوش کرنے لگی' فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا'' ہائے والد کی بے چینی'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج کے بعد تمہارے والد پر کرب نہ ہوگا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے پدر کہ رب نے آپ کو دعوت دی اسے آپؐ نے قبول کر لیا' ہائے پدر جنت الفردوس جن کا ٹھکانا ہے' ہائے پدر جبرئیل کو ہم آپ کی خبر مرگ سنائیں گے' ہائے پدر اپنے رب سے کس قدر قریب ہو گئے'' جب آپؐ دفن کر دیئے گئے تو فاطمہؓ نے کہا: اے انس کیا تم لوگوں کے دل اس سے خوش ہوئے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خاک ڈال دو۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ام ایمن والدہ اسامہ بن زید' روئیں ان سے کہا گیا' اے ام ایمن کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر روتی ہو' انہوں نے کہا' نہیں واللہ میں اس لیے نہیں روتی کہ میں یہ نہیں جانتی کہ آپ ایسی چیز کی طرف گئے جو دنیا سے آپؐ کے لیے بہتر ہے' میں آسمان کی خبر پر روتی ہوں جو منقطع ہو گئی۔

عاصم بن محمد بن زید نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بغیر روئے ذکر کرتے نہیں سنا۔

شبل بن علاء نے اپنے والد سے روایت کی کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت وفات آیا تو فاطمہ رضی اللہ عنہا روئیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے پیاری بیٹی نہ رو' جب میں مروں تو '' انا للہ وانا الیہ راجعون'' کہنا' یہ انسان کے لیے ہر مصیبت کا عوض ہے' انہوں نے کہا یا رسول اللہ' آپ کا عوض' آپؐ نے فرمایا میرا بھی۔

ابو جعفر سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہنستے نہیں دیکھا' سوائے اس کے کہ ان کے منہ کا کنارہ کسی قدر کھل گیا ہو۔

عبدالرحمٰن بن سعید بن یربوع سے مروی ہے کہ ایک روز علی بن ابی طالب رنجیدہ اور چادر اوڑھے ہوئے آئے' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تمہیں رنجیدہ دیکھتا ہوں' علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو مصیبت مجھے لاحق ہوئی وہ تمہیں لاحق نہیں ہوئی' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا علی رضی اللہ عنہ جو کہتے ہیں سنو! تم سب لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مجھ سے زیادہ غمگین کسی کو دیکھا ہے؟۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہتے سنا کہ'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپؐ کے اصحاب میں سے بعض کو آپ کا اس قدر غم ہوا کہ قریب تھا کہ ان کی عقل پر بن جائے' میں بھی انہیں میں تھا' جن کو آپ کا غم تھا' اس وقت جب کہ میں مدینے کے قلعوں میں سے کسی قلعے میں بیٹھا ہوا تھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت ہو چکی تھی تو میرے پاس سے

عمر رضی اللہ عنہ گزرے میں نے اپنے غم کی وجہ سے ان کا خیال بھی نہ کیا' عمر رضی اللہ عنہ چلے گئے' یہاں تک کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' انہوں نے کہا اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ کیا میں آپ کو تعجب میں نہ ڈالوں؟ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا' انہیں سلام کیا۔ مگر انہوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا' دونوں میرے پاس آئے' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا' اے عثمانؓ! تمہارے بھائی میرے پاس آئے' انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ تمہارے پاس سے گزرے اور سلام کیا' مگر تم نے انہیں جواب نہ دیا' کیا بات ہے جس نے تمہیں اس امر پر برانگیختہ کیا' میں نے کہا اے خلیفۂ رسول اللہ ﷺ میں نے ایسا نہیں کیا' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں نہیں واللہ' مگر اے بنی امیہ یہ تمہارا حصہ ہے' میں نے کہا واللہ مجھے خبر بھی نہ ہوئی کہ تم میرے پاس سے گزرے اور نہ اس کی کہ تم نے مجھے سلام کیا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تم سچ کہتے ہو' واللہ میں گمان کرتا ہوں کہ تم کسی ایسے امر میں مشغول تھے جو تم اپنے دل میں کہہ رہے تھے' میں نے کہا ہاں' پوچھا' وہ کیا بات تھی' میں نے کہا رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی اور میں نے اس امت کی نجات کے وسیلے کو بھی آپؐ سے نہ پوچھا کہ وہ کیا ہے' اسی کو میں اپنے دل میں کہہ رہا تھا' اور اس معاملے میں اپنی کوتاہی پر تعجب کر رہا تھا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اس کو آپؐ سے دریافت کر لیا ہے' اور آپؐ نے مجھے بتا دیا ہے میں نے پوچھا وہ کیا ہے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا' میں نے آپؐ سے دریافت کیا یا رسول اللہ اس امت کی نجات کا وسیلہ کیا ہے' آپؐ نے فرمایا: جو شخص مجھ سے اس کلمے کو قبول کر لے جو میں نے اپنے چچا (ابو طالب) کے سامنے پیش کیا تھا' مگر انہوں نے مجھ ہی کو واپس کر دیا' وہ ان کے لیے باعث نجات تھا' وہ کلمۂ شہادت جسے میں نے اپنے چچا پر پیش کیا یہ ہے: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (بے شک محمد کو اللہ نے رسول بنایا)۔

عطاء بن یسار سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مرض موت میں ازواج آپؐ کے پاس جمع ہوئیں' آپ کی زوجہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا نبی اللہ میں چاہتی تھی کہ جو تکلیف آپ کو ہے وہ مجھے ہو جاتی اور آپؐ اچھے ہو جاتے' نبی ﷺ کی ازواج نے ان پر چشم نمائی کی' آنحضرت ﷺ نے یہ دیکھ لیا' فرمایا تم لوگ کلی کرو' انہوں نے کہا کس وجہ سے یا رسول اللہ آپؐ نے فرمایا: تم نے اپنی ساتھ والی کی چشم نمائی کی' واللہ وہ سچی ہیں۔

قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی کی نظر جاتی رہی' ان کے پاس اصحاب عیادت کے لیے گئے انہوں نے کہا کہ میں ان دونوں آنکھوں کو صرف اس لیے چاہتا تھا کہ ان سے رسول اللہ ﷺ کو دیکھوں' جب اللہ نے اپنے نبی کو اٹھا لیا تو تبالے ہرنیاں نظر آنے سے مسرت نہیں ہوتی۔

ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی قبر پر ایک کروٹ لیٹ جاتی تھیں' انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آپ نکل کر ان کے پاس آئے ہیں' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا واللہ یہ اس غم کی وجہ سے ہے جس میں میں مبتلا ہوں' آپ کبھی نکل کر میرے پاس نہ آئیں گے' اور انہوں نے یہ ترک کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ کی وراثت:

ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم جو چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔

عائشہ' عمر بن الخطاب' عثمان بن عفان' علی بن ابی طالب' زبیر بن العوام' سعد بن ابی وقاص اور عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم کسی کو وارث نہیں بناتے' ہم جو چھوڑیں وہ صدقہ ہے اس سے رسول اللہ ﷺ کی مراد اپنی ذات تھی۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی میرے وارث دینار و درہم تقسیم نہ کریں' میں جو کچھ چھوڑوں وہ میری ازواج کے نفقے اور میرے عامل کی تنخواہ کے بعد صدقہ ہے (یعنی وقف ہے)۔

ام ہانی سے مروی ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جب آپ مریں گے تو آپ کا وارث کون ہوگا' انہوں نے کہا میری اولاد اور بیوی' انہوں نے کہا آپ کو کیا ہوا جو ہمیں چھوڑ کے آپ نبی (ﷺ) کے وارث بن گئے' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے دختر رسول اللہ ﷺ بخدا میں آپ کے والد کا نہ زمین کا وارث ہوا' نہ سونے کا' نہ چاندی کا' اور نہ غلام کا' نہ مال کا' فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر اللہ کا وہ حصہ (خمس) جو اس نے ہمارے لیے مقرر کیا' اور ہمارا وہ مخصوص حصہ جو آپ کے قبضے میں ہے کیا ہوگا اور کسے ملے گا؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا کہ یہ صرف ایک لقمہ ہے جو اللہ نے ہمیں کھلا دیا' جب میں مروں گا تو وہ مسلمانوں پر خرچ ہوگا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فاطمہ بنت رسول اللہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کو بھیج کر رسول اللہ ﷺ کی وہ میراث طلب کی جو اللہ نے اپنے رسول کو بغیر خونریزی کے غنیمت میں دی' اس وقت فاطمہ نبی ﷺ کا وہ صدقہ جو مدینے میں تھا اور فدک اور خمس خیبر کا بقیہ بھی طلب کرتی تھیں' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے' ہم جو چھوڑیں صدقہ ہے' محمد (ﷺ) کے گھر والے اس مال میں صرف کھا سکتے ہیں مالک نہیں ہو سکتے' بخدا میں رسول اللہ ﷺ کے صدقات میں' جس طرح وہ عہد نبوی میں تھے' تغیر نہ کروں گا' اس میں رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ عمل کیا میں اسے خوب جانتا ہوں' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں سے کوئی چیز بھی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دینے سے انکار کیا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئیں انہوں نے ان کو چھوڑ دیا ان سے کلام نہ کیا' یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی' رسول اللہ ﷺ کے بعد وہ چھ مہینے زندہ رہیں۔

جعفر سے مروی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی میراث طلب کرنے آئیں' عباس بن عبدالمطلب بھی اپنی میراث طلب کرنے آئے ان کے ہمراہ علی رضی اللہ عنہ آئے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم کسی کو وارث نہیں بناتے' ہم جو چھوڑیں صدقہ ہے اور جو کفالت نبی ﷺ کرتے تھے وہ میرے ذمے ہے' علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سلیمان' داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے زکریا علیہ السلام نے (اللہ سے) کہا کہ (مجھے ایسا فرزند عطا کر جو) میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی میراث کا معاملہ اسی طرح ہے' تم تو واللہ اسی طرح جانتے ہو جس طرح میں جانتا ہوں' علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کتاب اللہ ہے جو بول رہی ہے' لوگ خاموش ہو گئے اور واپس گئے۔

زید بن اسلم نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ جب وہ دن ہوا جس میں رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو اسی روز ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی گئی دوسرا دن ہوا تو فاطمہ رضی اللہ عنہا' علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں' انہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے والد' رسول اللہ ﷺ کی میراث مجھے ملنا چاہیے' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آیا اسباب خانہ داری سے یا جائیداد سے' انہوں نے کہا کہ فدک' خیبر اور صدقات مدینہ کی میں وارث ہوں جیسا کہ جب آپ مریں گے تو آپ کی بیٹیاں آپ کی وارث ہوں گی' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بخدا آپ کے والد مجھ سے بہتر تھے' آپ واللہ میری بیٹیوں سے بہتر ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے یعنی اموال موجودہ' آپ جانتی ہیں کہ آپ کے والد نے وہ آپ کو دے دیا ہے' واللہ اگر آپ ہاں کہہ دیں تو میں ضرور ضرور آپ کا قول قبول کروں گا اور ضرور ضرور آپ کی تصدیق کروں گا' انہوں نے کہا کہ میرے پاس ام ایمن آئیں اور انہوں نے مجھے اطلاع دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فدک مجھے دیا ہے' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر آپ نے بھی آنحضرت کو فرماتے سنا کہ فدک آپ کے لیے ہے' اگر آپ کہہ دیں گی کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ فدک آپ کے لیے ہے تو میں آپ کی تصدیق کروں گا' فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا جو دلیل میرے پاس تھی اس سے میں آپ کو آگاہ کر چکی۔

عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ آپ نے سوائے اپنی ازواج کے مسکن اور ایک زمین کے' کسی چیز کی وصیت نہیں کی۔

عمرو بن الحارث جو رسول اللہ ﷺ کے سالے اور آپ کی زوجہ جویریہ کے بھائی تھے مروی ہے کہ واللہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار' نہ غلام نہ لونڈی' نہ کوئی اور چیز سوائے اپنے سفید خچر' ہتھیار اور ایک زمین کے' جسے آپ نے بطور صدقہ (وقف) چھوڑا۔

عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سوائے اپنے سفید خچر' ہتھیار اور ایک زمین کے جسے آپ نے صدقہ کر دیا اور کچھ نہ چھوڑا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ان سے رسول اللہ ﷺ کی میراث کو پوچھا تو انہوں نے کہا تمہارا باپ نہ ہو تم مجھ سے رسول اللہ ﷺ کی میراث پوچھتے ہو' حالانکہ آپ کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ نہ آپ نے کوئی دینار چھوڑا نہ درہم' نہ غلام نہ لونڈی' اور نہ بکری نہ اونٹ۔

علی بن حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ آپ نے نہ دینار چھوڑا نہ درہم اور نہ غلام نہ لونڈی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ آپ ﷺ نے نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم' نہ غلام نہ لونڈی نہ باندی (ایک زرہ اس حالت میں چھوڑی کہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع (تقریباً ۲ من) جو کے عوض رہن تھی۔

ایفائے عہد اور آپ ﷺ کے قرض کی ادائیگی:

زید اسلم و عمرو بن عبداللہ مولائے غفرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو چکی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب ان کے پاس بحرین سے مال آیا' کہا کہ جس شخص کے لیے نبی ﷺ کا وعدہ ہو وہ میرے پاس آئے' جابر بن عبداللہ الانصاری آئے' انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جب آپ کے پاس بحرین کا مال آئے گا تو آپ مجھ کو اس قدر دیں گے' انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا لے لو' انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے لیا' شمار کیا تو پانچ سو درہم تھے' وہ انہوں نے ان کو دیئے اور ایک ہزار اور بھی' پھر ان کے پاس دوسرے لوگ آئے جن سے رسول اللہ ﷺ نے وعدہ کیا تھا۔ ہر شخص نے وہ لے لیا جو اس سے آپ نے وعدہ کیا تھا' بقیہ مال تقسیم کر دیا گیا' ان میں سے ہر شخص کو دس دس درہم پہنچے۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس بحرین کا مال آئے گا تو میں تمہیں اس قدر اور اس قدر اور اس قدر دوں گا' مگر وہ آپ کے پاس نہیں آیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی' جب وہ مال ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو انہوں نے کہا کہ جس کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس وعدہ ہو' وہ آئے جابر نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جب آپ کے پاس بحرین کا مال آئے گا تو آپ مجھے اس قدر اور اس قدر دیں گے' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا لے لو' میں نے پہلی مرتبہ لیا تو پانچ سو درہم تھے' پھر دو مرتبہ اور لیا۔

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب ہمارے پاس بحرین کا مال آئے گا تو میں تمہیں اس قدر اور اس قدر دوں گا' آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے تین مرتبہ اشارہ کیا' وہ مال ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس شخص کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس وعدہ ہو وہ ہمارے پاس آئے' میں ان کے پاس آیا تو انہوں نے مجھ سے کہا لے لو' میں نے ایک لپ یا چنگل بھر لیا' میں نے اسے پانچ سو درہم پایا' پھر اسی طرح دو مرتبہ اور لیا۔

جابر سے مروی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد خطبہ پڑھا اور کہا کہ جس شخص کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس وعدہ ہو وہ کھڑا ہو جائے جابر بن عبداللہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جب بحرین کا مال آئے گا تو میرے لیے تین مرتبہ لپ بھر کر دیا جائے گا' پھر انہوں نے ان کے لیے تین مرتبہ لپ بھر دیا۔

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لپ بھر لو' میں نے پہلی مرتبہ لپ بھرا تو اسے پانچ سو پایا' پھر انہوں نے کہا کہ اتنا ہی دوبارہ لپ بھر لو' میں نے ایسا ہی کیا۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے منادی کو' جب بحرین کا مال آیا تو یہ ندا دیتے سنا کہ جس شخص سے رسول اللہ ﷺ نے کوئی وعدہ کیا ہو تو وہ آئے' لوگ ان کے پاس آتے تھے اور وہ انہیں دیتے تھے' پھر ابو بشر المازنی آئے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اے ابو بشر جب ہمارے پاس کچھ آئے گا تو ہمارے پاس آنا' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں دو یا تین لپ بھر کر دیا تو انہوں نے اسے چودہ سو درہم پایا۔

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا قرض ادا کیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپؐ کے وعدے پورے کیے۔

عبدالواحد بن ابی عون سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو علی رضی اللہ عنہ نے ایک پکارنے والے کو حکم دیا کہ وہ پکارے کہ جس شخص کے لیے رسول اللہ ﷺ کا وعدہ یا قرض ہو وہ میرے پاس آئے' وہ ہر سال یوم الحرمین میں جمرۂ عقبہ کے پاس کسی کو بھیجتے تھے جو یہ بات پکار دے' یہاں تک کہ علی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی' حسن بن علی رضی اللہ عنہما یہی کرتے تھے' یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی پھر حسین رضی اللہ عنہ یہی کرتے تھے یہاں تک کہ ان کی بھی وفات ہوگئی اور ان کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔ (رضوان اللہ علیہم وسلام)

حضور علیہ السلام کے غم میں اشعار کہنے والے حضرات:

محمد بن عمر والواقدی نے اپنے رجال (رواۃ) سے روایت کی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا (حسب ذیل) مرثیہ کہا ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اشعار:

یاعین ذابکی ولا تسألی وحُقَّ البکاءُ علی السیّد

''اے آنکھ! گریہ کراور اس سے ملول نہ ہو' ایسے سردار کے شایان شان ہے کہ اس پر روئیں۔

علی خیر خِندف[1] عند البلاءِ امسٰی یغیب فی الملحد

ایسے سردار پر جو آزمائش کے وقت بہترین ثابت ہوئے' آج ان کی شام اس طرح ہوئی کہ قبر میں دفن ہو گئے۔

فصلّی الملیک ولیّ العباد وربّ البلاد علی احمد

وہ مالک جو بندوں کا والی' اور شہروں کا پروردگار ہے رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجے۔

فکیف الحیاۃ لفقد الحبیب وزین المعاشر فی المشھد

اب زندگی کی کیا صورت ہے' وہ محبوب تو کھو گیا' جو تمام حاضرین صحبت کے لیے وجۂ زینت تھا وہ تو جاتا رہا۔

فلیت الممات لنا کلنا وکنا جمیعًا مع المھتدیٰ

اے کاش! ہم سب کو موت آجاتی' اور سب کے سب اسی ہدایت یافتہ کے ساتھ ہوتے''۔

ولہٗ ایضًا

لمّا رأیت نبیّنا مُتجدّہ ضاقت علّی بعرضمن الدُّور

''جب میں نے اپنے پیغمبر کو' کہ سب کے پیغمبر تھے' زمین کے اندر جاتے دیکھا' تو مکانات باوجود اپنی وسعت کے مجھ پر تنگ ہو گئے۔

---

[1] خندف: جو مصیبت میں مبتلا ہو اور کامیاب ہو جائے۔

وارتعت رَوعةَ مستهام واله والعظمُ منی واهنٌ مکسور

میں اس شیدائی کی طرح خوف زدہ ہوگیا جو گھبرایا ہوا حیران و پریشان پھر رہا ہو۔ میری ہڈی کمزور و سست و شکستہ ہوگئی۔

اعتیق[1] انّ حِبّك قد ثوی وبقیت منفردًا وانت حسیر

اے عتیق! تیرا محبوب تو دفن ہوگیا' اب تو اکیلا رہ گیا' تکان اور تعجب تجھ پر طاری ہے۔

یالیتنی من قبل مهلكِ صاحبی غیبّتُ فی جَدَث علّی صخور

اے کاش میں اپنے صاحب کی وفات کے قبل ہی' کسی قبر میں اس طرح دفن ہوجاتا کہ مجھ پر پتھر ہوتے۔

فلتحدثن بدایعٌ من بعده تعیی ابّهن جوانح وصدور

آپ ﷺ کے بعد ایسے نئے نئے حوادث پیش آئیں گے' جن (کی گراں باری) سے پسلیاں اور سینے تھک جائیں گے"۔

ولهٗ ایضًا

باتت همومٌ تاوبنی حشدا مثل الصخور فامست هدت الجسدا

"غم والم کے گروہ رات بھر پلٹ پلٹ کے میرے پاس آتے رہے' وہ ایسے سخت تھے کہ پتھروں کی طرح تمام شب جسم کو توڑا کیے۔

یالیتنی حیثُ بنتُ الغداة به قالوا الرسول قد امسٰی میّتا فقدا

اے کاش (اسی وقت میں بھی مر گیا ہوتا) جس وقت دن کو مجھے خبر ملی' اور لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ انتقال فرما گئے۔

لیت القیامة قامت بعد مهلكه ولا نرٰی بعده مالاً ولا ولدا

کاش آپ کی وفات کے بعد قیامت قائم ہوجاتی کہ نہ ہم آپؐ کے بعد مال و دولت کو دیکھتے نہ اولاد کو۔

واللّٰه انّی علٰی شیءٍ فقدت به من البریّة حتّٰی ادخل اللحدا

واللہ! مخلوقات میں سے جو چیز مجھ سے کھوئی جاچکی ہے میں ہمیشہ اس کی ثنا و صفت کیا کروں گا یہاں تک کہ قبر میں داخل ہوجاؤں۔

کم لِی بعدك من هم ینصبنی اذا تذکّرتُ انّی لا اراك ابدا

آپؐ کے بعد غم والم کیا کچھ مجھے آزار پہنچاتے رہیں گے۔ جب میں یہ یاد کروں گا کہ اب کبھی مجھے آپ کا دیدار نصیب نہ ہوگا۔

کان المصفاء فی الاخلاق قد علموا وفی العفاف فلم نعدل به احدا

سب کو معلوم تھا کہ آپؐ کیسے پاکیزہ اخلاق تھے' عفت و پرہیز گاری میں ہم سب کسی کو بھی آپ کا ہمسر نہیں سمجھتے تھے۔

نفسی فداؤك من میتٍ ومن بدنٍ ما اطیب الذکر والاخلاق والجسدا

میری جان آپؐ پر قربان' کیا تابوت تھا' کیسا جسم تھا' آپ کی یاد کتنی پاکیزہ تھی' اخلاق کیسے اچھے تھے' بدن کتنا لطیف تھا"۔

عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے اشعار:

تطاول لیلی و اعترتنی القوارع وخطبٌ جلیلٌ للبلیة جامع

"میری رات دراز ہوگئی اور مجھے مصائب شدیدہ و حوادث عظیمہ جو بلیات کے جامع تھے پیش آئے۔

---

[1] عتیق: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خطاب تھا۔

غداةُ لغى الناعى الينا محمّدا وتلك التى تستك منها المسامع

موت کی خبر دینے والے نے صبح کو ہمیں آنحضرت ﷺ کے انتقال کی خبر دی۔ یہ وہ خبر تھی جس سے کان بہرے ہو جاتے ہیں۔

فلوردّ میتا قتلُ نفسی قتلُها ولکنه لا یرفع الموت دافع

اپنے آپ کو قتل کر ڈالنے سے اگر کسی مرنے والے کی زندگی واپس آ سکتی تو میں اپنے آپ کو قتل کر ڈالتا۔ لیکن موت کو کوئی دفع کرنے والا دفع نہیں کر سکتا۔

فآلیتُ لا اُثنی علٰی ھُلك ھالكٍ من الناس ما اوفی ثبیر وفارع

میں نے قسم کھالی تھی کہ کسی مرنے والے انسان کی موت پر اس کی مدح وثنا نہ کروں گا جب تک کہ کوہ ثبیر وکوہ فارع سر بلند ہیں۔

ولکننی باكٍ علیه ومُتبعٌ مصیبة انی الی اللّٰه راجع

لیکن میں آپؐ پر روؤں گا اور آپؐ کے حادثے کے پیچھے پیچھے رہوں گا' درحقیقت مجھے اللہ ہی کی جناب میں واپس جانا ہے۔

وقد قبض اللّٰه النبیین قبله وعادٌ اصیبت بالرزٰی والتبابع

اللہ نے آپؐ سے پہلے اور انبیاء کی روحیں بھی قبض کیں' قوم عاد پر بھی مصیبت نازل ہوئی اور قوم تبع پر بھی۔

فیالیت شعری من یقوم بامرنا وھل فی قریشٍ فی امامٍ یُنازع

کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ کون ہمارا انتظام کرے گا۔ اور کیا قریش میں کوئی ایسا امام ہے جو آپ کا مقابلہ کر سکے۔

ثلاثة رھطٍ من قریش ھم' ھم ازمّة ھذا الامرو اللّٰه صانع

قریش میں تین ہیں کہ وہی اس امر میں عنان اقتدار رکھتے ہیں' اور کام بنانے والا اللہ ہی ہے۔

علیٌّ او الصّدیق او عمرٌ لھا ولیس لھا بعد الثلاثة رابع

علی رضی اللہ عنہ ہیں' یا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں یا عمر رضی اللہ عنہ ہیں جو اس کے لیے موزوں ہوں گے' ان تین کے بعد چوتھا کوئی نہیں۔

فان قال منّا قائلٌ غیر ھذہٖ ابینا وقلنا اللّٰه راءٍ وسامع

اگر ہم میں سے کسی کہنے والے نے ان کے علاوہ کچھ کہا۔ تو ہم اس کو نہ مانیں گے اور کہیں گے کہ دیکھنے والا سننے والا اللہ ہے۔

فیا لقریش قلدوا الامر بعضھم فانّ صحیح القول للناس نافع

کیا اچھا ہو کہ قریش اپنا معاملہ انہیں میں سے کسی کے سپرد کریں' کیونکہ صحیح بات ہی لوگوں کے حق میں مفید ہوتی ہے۔

ولا تبطئُوا عنھا فواقًا فانّھا اذا قُطعتُ لم یُمْنَ فیھا المطامع

اس میں ایک ساعت بھی دیر نہ کرو' اس لیے کہ جب اس کا استقرار ہو گیا تو لالچ اور طمع اس کی آرزو نہ کر سکیں گے''۔

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار:

واللّٰهِ ماحملت اُنثی ولا وضعت مثل النبیِّ رسولِ الامّة الھادی

''خدا کی قسم کسی عورت کو نہ ایسا حمل ہوا' نہ ایسا وضع حمل ہوا جیسے آنحضرت ﷺ تھے کہ اُمت کو ہدایت کرنے والے پیغمبر ﷺ تھے۔

امسٰی نساء ك عطلن البیوت فما　　　یضر بن خلف قفاستر باوتاد

یا حضرت آپ کی بیویوں نے اس حالت میں شام کی کہ سب گھر خالی کر دیئے۔ اب پیچھے میخیں لگا کے وہ پردہ نہیں تانتیں۔

مثل الرواھب یلبسن المسوح وقد　　　ایقن بالبوس بعد النعمة البادی

راہب عورتوں کی طرح وہ گلیم پوش ہوگئی ہیں۔ اوران کو نمایاں عیش وتنعم کے بعد اب تکلیف کا یقین آ گیا ہے"۔

ولہٗ ایضًا

آلَیتُ حلفة برغیر ذی دخل　　　منّی الیه حقٍ غیر افناد

"ایسے نیک مرد کی حیثیت میں جس کی بات میں کسی کو دخل دینے کی مجال نہ ہو، میں نے قسم کھائی ہے، میری یہ قسم حق ہے، اس میں باطل کی گنجائش نہیں۔

باللّٰہ ماحملت اُنثیٌ ولا وضعت　　　مثل النّبی نبی الرحمة الھادی

خدا کی قسم کسی عورت کو نہ ایسا حمل ہوا، نہ ایسا وضع حمل ہوا، جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے کہ نبیؐ رحمت اور ہادی تھے۔

ولامشی فوق ظھر الارض من احدٍ　　　اوفی بذمة جارٍ او بمیعاد

روئے زمین پر کوئی ایسا نہیں گزرا۔ جو ہمسائے کی ذمہ داری یا وعدہ پورا کرنے میں آپؐ سے زیادہ وفا شعار ہو۔

من الذّی کان نوراً یستضاء بہٖ　　　مبارك الامرذا حزم وارشاد

ایسے کے برابر کون ہوسکتا جو ایک نور تھا کہ اس سے روشنی حاصل کی جاتی تھی۔ اس کے امر میں برکت تھی، وہ احتیاط وہدایت کرنے والا تھا۔

مُصدّقًا للنبیین الاّ لی سلفوا　　　وابذل الناس للمعروف للجادی

جو انبیائے سابقین کی تصدیق کرنے والا تھا۔ اور طالب خیر کے حق میں سب سے زیادہ احسان کرتا تھا۔

خیر البریّة انی کنت فی نَھرٍ　　　جادفا صبحت مثل المفرد الصاری

اے بہترین مخلوقات، میں پہلے ایک نہر جاری میں تھا، صبح ہوئی تو ایک تنہا تشنہ کام جیسا رہ گیا۔

امسٰی نساؤك عطلّن البیوت فما　　　یضر بن خلف قفاسترٍ باوتاد

آپ کی بیویوں نے اس حالت میں شام کی کہ سب گھر خالی کر دیئے، پیچھے میخیں لگا کے اب وہ پردہ نہیں تانتیں۔

مثل الرواھب یلبسن المسوح وقد　　　ایقن بالبوس بعد النعمة البادی

راہب عورتوں کی طرح وہ گلیم پوش ہوگئی ہیں، کھلی ہوئی نعمت و آسائش کے بعد اب ان کو یقین آ گیا ہے کہ تکلیف میں دن گزریں گے"۔

ولہٗ ایضًا

ما بال عینك لا تنام کانّما　　　کُحِلَتْ مآقیھا بکُحلّ الا رثمد

''تیری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے کہ نیند ہی نہیں آتی' ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان میں سرمے کی کرکری سمائی ہے۔

جزعًا علی المهدیّ اصبح ثاویا یاخیر من وطی الحصٰی لا تبعد

اس مہدی پر جزع وفزع کی بنا پر نیند اڑ گئی جواب دفن ہو چکا ہے۔ اے سنگریزوں کو سب سے بہتر روندنے والے دور نہ ہو جانا۔

یاویح انصار النبی ورهطهٖ بعد المغیب فی سواء المُلحَدِ

افسوس' اب حضرتؐ کے انصار اور حضرتؐ کے گروہ کا کیا ہوگا۔ جب کہ قبر میں آپ کی غیبت واقع ہو چکی ہے۔

جنبی یقیك الترب طفی لیتنی کنتُ المغیب فی الضریح الملحد

میرا پہلو آپ کو مٹی سے بچاتا' مجھ پر افسوس ہے' اے کاش! میں ہی قبر میں غائب ہوا ہوتا۔

یابکرُ' آمنة المبارك ذکرهٗ ولدته محصنةٌ بسعدٍ اسعدِ

اے آمنہؓ کے اکلوتے فرزند جن کی یاد میں برکت ہے۔ جوان پاک دامن عفیفہ سے نیک ترین سعادت کے ساتھ پیدا ہوئے۔

نورًا ضاء عیل البریّة کلها من یُهد للنور المبارك یهتدی

ایک ایسا نور کہ تمام مخلوق پر اس کی روشنی چمکی۔ جسے اس بابرکت نور کی راہ دکھادی گئی اسے ہدایت ہوگئی۔

أاقلیم بعدك بالمدینة بینهم یالهف نفسی لیتنی لم اُولَدِ

مدینے میں ان لوگوں کے درمیان کیا آپؐ کے بعد میں ٹھہرا رہوں۔ وائے حسرت' کاش کہ میں پیدا ہونہ ہوتا۔

بابی واُمیّ من شهدتُ وفاته فی یوم الاثنین النبیّ المهتدی

میرے ماں باپ اس ہدایت یافتہ نبی پر قربان جائیں جس کی وفات کے دن میں دوشنبے کو حاضر تھا۔

فضلِلتُ بعد و وفاتهٖ متلِدّدا یالیتنی صُبّحتُ سم الاسود

آپ کی وفات کے بعد میں حیران رہ گیا۔ کیا اچھا ہوتا کہ کالے سانپ کے زہر کے ساتھ میری صبح ہوتی۔

اوحَلّ امرُ اللّٰه فینا عاجلاً فی روحةٍ من یومنا اوفیٰ غدٍ

یا ہماری نسبت اللہ کا حکم جلد آ جاتا آج ہی کے دن رحلت کر جاتے یا کل۔

فتقوم ساعتنا فنلقٰی سیّدًا محضًا مضاربه' کریم المحتد

موت کے ساتھ ہی ہماری قیامت قائم ہو جاتی تو ہم اس سردار سے ملتے۔ جس کے خیمے غل وغش سے پاک تھے اور جس کی اصل ونسل کریم تھی۔

یاربّ فاجمعنا معًا ونبیّنا فی جنّةٍ تغفی عیون الحسَّدِ

اے ہمارے پروردگار ہم سب کو ایک ساتھ ہمارے پیغمبرؐ سے ملادے۔ اس بہشت میں جو حاسدوں کی آنکھوں میں زخم ڈال دے۔

فی جنة الفردوس واکتبها لنا یاذا الجلال وذا العُلا والسُودَدِ

جنت الفردوس میں ہمیں یک جا کردے اور اس کو ہمارے لیے لازم بنادے۔ اے جلال والے' بلندی والے' اور بزرگی والے۔

والله اسمع ما حَيِيتُ بها لكٍ   الاّ بكيتُ على النّبى مُحمّدٌ

اللہ آگاہ ہے کہ جب تک زندہ ہوں کسی مرنے والے کی شانی سنوں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر گریہ کروں گا۔

ضاقتْ بالانصار البلادنا صبحوا   سُودًا وجوههم كلون الاسودِ

شہروں کی وسعتیں انصار پر تنگ ہوگئیں' انہوں نے اس حالت میں صبح کی کہ برنگ سرمہ ان کے چہرے سیاہ ہوگئے ہیں۔

ولقد ولدناه وفينا قبرهٗ   وفضول نعمته بنا لا تجحد

ہم ہی میں ان کا رشتہ ولادت تھا' ہمارے ہی ہاں ان کی قبر ہے۔ جس کثرت سے ان کی نعمتیں ہمارے ساتھ ہیں ان کا انکار نہیں ہوسکتا۔

والله اهداهُ لنا وهدى به   انصارهٗ فى كلّ ساعة مَشْهَدِ

اللہ نے بطور ہدیہ ان کو ہمیں عطا کیا اور انہیں کے ذریعے اللہ نے ہر احتیاط کے وقت انصار پیغمبر کی ہدایت فرمائی۔

صلّى الالهُ ومن يّحف بعرشه   والطّيّبون على المبارك احمدٖ

اللہ اور جو اس کے عرش کو گھیرے ہوئے ہیں اور جتنی پاک مخلوق ہے سب اس بابرکت احمدؐ پر درود بھیجیں''۔

ولهٗ ايضًا

ياعينِ جودى بدمعٍ منكِ اَسْبال   وه تَمَلِنَّ من سَحَّ واعْموال

''اے آنکھ اس طرح فیاضی سے آنسو بہا کہ سیلاب آجائے۔ اور تو پے در پے سیل اشک اور نالے سے کبھی نہ اُکتائے۔

لاينفدن لى بعد اليوم دمعكما   انّى مُصابٌ وانّى لست بالسال

آج کے بعد تمہارے آنسو میرے لیے ختم نہ ہوجائیں۔ کیونکہ میں مصیبت زدہ ہوں اور تسلی پانے والا نہیں۔

فانّ منعكما من بعد بذ لكما   ايّاى مثل الذى قد غُرّ بالآلِ

اشکباری کے بعد اب تم دونوں کا مجھے روکنا ایسا ہی ہے جیسے سراب سے کسی کو دھوکا ہوا ہو۔

لكن افيضى على صدرى باربعةٍ   ان الجوانح فيها هاجسٌ صالى

اے آنکھ تو میرے سینے پر چار چار آنسو بہا۔ [1] کیونکہ پسلیوں کے اندر جلا دینے والا ہیجان سوز پنہاں ہے۔

سَحّ الشعيب وماء الغرب يمنحه   ساق بُجملةٌ ساقٍ بازلالٍ

چشمے اور مشک کے پانی کی طرح آنسو بہا۔ ایسا پانی جسے نالے سے لے کے نتھار کے سقا اٹھائے لیے پھرتا اور پلاتا ہو۔

على رسولٍ لنا محضٍ ضريبتَه   سمح الخليقة عَفٌّ غير مجهال

ایسے پیغمبرؐ پر رو جو ہمارے تھے' خالص و مخلص تھے' تمام خلق اللہ میں سب سے بڑے روادار تھے' عفیف تھے' نادان نہ تھے۔

---

[1] اردو میں آٹھ آٹھ آنسو کہتے ہیں مگر عربی میں چار آنسو کا محاورہ ہے۔

حامي الحقيقة نسّال الوديقة فكان العُناة كريم ماجدٌ عال

جو حقیقت اور حق کے حامی تھے نہایت سخی تھے' مصیبت زدوں کو رہائی دلانے والے تھے' شریف تھے' بزرگ تھے اور سر بلند تھے۔

كشاف مكرمةٍ مطعام مسغبةٍ وهاب عانيةٍ وجناء شملال

نہایت درجہ علانیہ اور کھلی ہوئی مکرمت والے بھوکوں کو بکثرت کھانا کھلانے والے جرم کے بڑے بخشنے والے تھے۔

عَفٌّ مكاسبه جزلٍ مواهبه خير البرّية سمح غير نكّالٍ

ان کی کمائی نہایت پاک تھی' بخشش بہت بڑی تھی' تمام مخلوق میں سب سے اچھے تھے' روادار تھے' مگر سست وضعیف نہ تھے۔

وارى الزّناد و قواد الجياد الى يوم الطراد اذا شبت باجذال

جہاد کی آگ بھڑکاتے' سواریوں کو افسر بن کے معرکے میں لے جاتے آتش جنگ مشتعل ہوتی تو سب کے آگے بڑھ جاتے۔

ولا اُذكّي على الرحمٰن ذا بشر لكنّ علمك عند الواحد العالي

اللہ کے حضور میں اس انسان کا میں تزکیہ نہیں کرتا۔ اے پیغمبر! تجھے اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ تو کیسا تھا۔

انّي ارى الدهر والايام لفجعني بالصالحين و ابقى' ناعم البالِ

میں دیکھ رہا ہوں کہ زمانہ مجھے اچھے اچھے بزرگوں کے غم میں مبتلا کر رہا ہے اور میں فارغ البال باقی ہوں۔

ياعين فابكي رسول الله اذذكرت ذات الالٰه فنعم القائد الوالي

اے آنکھ! جب اللہ کی ذات پاک کا تذکرہ ہو تو رسول اللہ کو رو' جو بہترین سرخیل اور بہت اچھے والی تھے''۔

ولهٗ ايضًا

نَبِّ المساكين ان الخير فارقهم مع الرسول تولّى عنهم سحرا

''مسکینوں کو خبر دے دو کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی خیر و خوبی بھی ان سے جدا ہو گئی جو صبح سویرے ہی ان سے منہ موڑ کے چلے گئے۔

من ذا الذى عنده رحلي وراحلتي ورزق اهلي اذا لم نونسِ المطرا

اب کون ایسا ہے کہ بارش کا سامان نہ ہو تو ہمیں اپنا بنا کے رکھے گا اور ہمارے اہل و عیال کو کھلائے پلائے گا۔

ذاك الذى ليس يخشاه مجالِسه اذا الجليس سلطانى القول اوعثرا

وہ ایسے تھے کہ ان کی مجلس میں اگر ہمنشین سے کوئی لغزش ہو گئی یا اس نے تندی و تیزی گفتگو میں کی تب بھی اس کو خوف نہ ہوتا۔

كان الضياء وكان النور نتبعه وكان بعد الا اله السمع والبصرا

وہ روشنی تھے' نور تھے جن کے پیچھے ہم چلتے تھے۔ اللہ کے بعد ہمارے کان اور آنکھ وہی تھے۔

فليتنا يوم واروهٗ بمجيئِهٖ دفّنوهٗ والقوا فوقه المدرا

اے کاش لوگوں نے جس دن آپ کو قبر میں دفن کیا ہے' چھپا دیا ہے' اور لحد پر خاک ڈالی ہے۔

لم يترك الله خلقًا من بريته ولم يعش بعدهٗ انثٰى ولا ذكرا

کاش اس دن اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتا۔ اور کوئی مادہ و نر آپ کے بعد نہ جیتا۔

ذلّت رقابُ بنى النجار كُلّهم وكان امرًا من الرحمٰن قد قدرا

تمام قبیلۂ بنی النجار کی گردنیں جھک گئیں۔ یہ بات اللہ ہی کی تقریر میں مقدر ہو چکی تھی''۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار:

ياعين فابكى بدمعٍ ذَرَى لخير البريّة والمصطفٰى

''اے آنکھ اچھی اشکبار ہو۔ ان مرنے والے کے لیے جو مخلوقات میں سب سے اچھے اور برگزیدہ تھے۔

وبكّى الرسولَ وحُقّ البكاء عليه لدى الحربِ عند اللّقا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رو' اور جب لڑائی سر پر آ گئی تو حضرت پر رونا ہی چاہیے۔

على خير من حملت ناقةٌ واتقى البريّة عند التقٰى

ان پر رو جو اونٹنی پر جتنے لوگ سوار ہو چکے ہیں' وہ ان سب سے اچھے اور سب سے زیادہ پرہیزگار تھے۔

على سيّد ماجد حجفل وخير الانام وخير اللّها

وہ جو سردار تھے' بزرگ تھے' اور تمام جہاں میں سب سے بڑھ چڑھ کے تھے۔

لهٗ حَسَبٌ فوق كُلّ الانام من هاشم ذلك المرتجى

ان کے کردار اور مناقب سب پر فائق تھے۔ ہاشم کی یادگار تھے جن پر سب کی لو لگی ہوئی۔

نخصٌّ بما كان من فضله وكان سراجًا لنا فى الدُّجا

ان کی فضیلت کی بنا پر ہم خاص طور پر ان کے ماتمی ہیں۔ جو تاریکی میں ہمارے لیے چراغ تھے۔

وكان بشيرًا لنا منذرًا ونورًا لنا ضوؤه قداضا

ہمارے حق میں وہ بشیر بھی تھے' نذیر بھی تھے۔ اور ایسے نور تھے جس کی شعاع نے ہم کو روشن کر رکھا تھا۔

فانقذنا الله فى نوره ونجى برحمته من نجا

اللہ نے اسی نور کے طفیل میں ہمیں بچایا۔ اور رحم کر کے آتش دوزخ سے نجات دی''۔

اروی بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے اشعار:

الا ياعين ويحك اسعدينى بد معكِ ما بقيت وطا وعينى

اے آنکھ' تیرا برا حال ہو' جب تک تو باقی ہے اپنے آنسو سے میری مدد کر اور میری بات مان۔

الا ياعين ويحك واستهلى على نور البلاد واسعدينى

اے آنکھ تیرا برا حال ہو۔ جو ملک بھر کے حق میں نور تھے' اے آنکھ میری مدد کر۔

فان عذلتكِ عاذلةٌ فقولی علام وفيم ويحك تعذلینی

کوئی نصیحت کرنے والی اگر تجھے نصیحت کرے تو کہہ دے کہ تیرا برا ہو کس امر پر اور کس بات میں تو مجھے نصیحت کر رہی ہے۔

علٰی نور البلادِ معا جمیعا رسول اللّٰہ احمد فاترکینی

میں گریاں ہوں تو ان پر گریاں جو تمام ملک میں سب کے لیے نور تھے' اللہ کے رسولؐ تھے' احمدؐ تھے۔ لہٰذا مجھے میرے حال پر چھوڑ دے۔

فاِلاّ تقصری بالعذل عنّی فلُومی ما بدالك اودعینی

بایں ہمہ اگر تو مجھے نصیحت کرنے میں کمی نہیں کرتی۔ تو جیسا جی میں آئے ملامت کر لے' یا جی چاہے تو رہنے دے۔

لامرٍ هَدَّنی وادل رکنی وشیّبَ بعدَ جدّتها قُرونی

یہ ایسی مصیبت ہے جس نے مجھے پست کر دیا' میری عظمت سست کر ڈالی اور مجھ کو بوڑھا کر دیا''۔

ولها

الا یا رسول اللّٰہ کنت رجاءنا وكنت بنا برّا ولم تك جافیا

''یا رسول اللہ آپؐ ہماری امید گاہ تھے' ہمارے ساتھ مراعات کرتے تھے خشک مزاج اور بدسلوک نہ تھے۔

وكنت بنا رَؤُفًا رحیما نبیّنا لِیَبك علیك الیوم من كان باكیا

آپؐ ہمارے حق میں مہربان تھے' رحیم تھے' ہمارے پیغمبرؐ تھے۔ آج جسے رونا ہو آپؐ پر روئے۔

لَعمرُكَ ما ابكی النبّی لموتهٖ ولكن لهرج كان بعدك اتیا

تیری حیات کی قسم' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر میں نہیں روتی۔ میں تو اس فتنہ و ہنگامہ پر روتی ہوں جو آپؐ کے بعد برپا ہونے والا ہے۔

كأنّ علی قلبی لذكر محمدٍ وما خِفتُ من بعد النبّی المكاویا

حضرت کو یاد کر کے اور آپؐ کے بعد پیش آنے والے حوادث سے ڈر کے مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دل پر داغ لگ رہے ہیں۔

افاطم صلی اللّٰہ رب مُحمّدٌ علی جَدَثٍ امسٰی بیثرِبَ ثاویا

اے فاطمہؓ! اللہ محمدؐ کا پروردگار ہے اس قبر پر رحمت نازل کرے جو مدینے میں ہے۔

اباحسنٍ فادقتَهٗ وتركته فبكٍّ بحزنٍ آخر الدهر شاجیا

اے ابوالحسن (علی بن ابی طالب) تو حضرتؐ سے جدا ہو گیا' تو نے آپ کو چھوڑ دیا اب آخر زمانے تک دردناک رنج و غم سے حضرت پر روتا رہ۔

فدا لرسولِ اللّٰہ امی وخالتی وعمّی ونفسی قُصرَۃ ثم خالیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے میری ماں اور خالہ اور چچا اور ماموں سب فدا ہوں اور خود میری جان آپؐ پر قربان ہو جائے۔

صبرت وبلغت الرسالة صادقًا وقمت صلیب الدین ابلج صافیا

آپؐ نے صبر کیا' ثابت قدم رہے' اللہ کے پیغام کو راستی کے ساتھ پہنچایا۔ دین کو استوار فرمایا' روشن و صاف بنایا۔

فلو انّ رب الناس ابقاك بيننا سَعِدنا و لكن أمرنا كان ماضيا

انسانوں کا پروردگار آپ کو اگر ہمارے درمیان رہنے دیتا تو ہم کو فلاح ہوتی، لیکن ہمارا معاملہ تو چلنے والا ہی تھا۔

عليك من الله السلام تحيّةً وادُخلتَ جنّاتٍ من العدن راضيا

یا حضرتؐ آپ پر اللہ کا سلام ہو اور بہشت عدن میں بخوشی در آئیں''۔

عاتکہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا:

عينّي جود اطوال الدّهر وانهمرا سَكباً وسحا بدمعٍ غير تعذيرِ

''اے میری دونوں آنکھو! جب تک زمانے کی درازی قائم ہے روؤ اور جی کھول کے آنسو بہاؤ جس میں کوئی کوتاہی نہ ہونے پائے۔

ياعين فاسحنفري بالدمع واحتفلي حتي الممات بسجلٍ غير منزورِ

اے میری آنکھ! اچھی طرح اشکبار ہو مرتے دم تک اتنے ڈول اشک بہا جس میں کمی واقع نہ ہو۔

ياعين فانهملي بالدمع واجتهدي للمصطفى دون خلق الله بالنورِ

اے میری آنکھ! اشکبار ہو اور کوشش کر کے اشکبار ہو ان کے لیے جو برگزیدہ تھے نور لے کے آئے تھے ان کے علاوہ خلق اللہ میں سے اور کسی پر نہ رو۔

بُمستهلٍّ من الشوبوب ذى سَيَلٍ فقد رُزئتُ بنى العدلِ والخيرِ

ایسا رونا کہ سیلاب آجائیں، کیونکہ عدل و خیر والے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبت مجھ پر نازل ہوئی ہے۔

وكنتُ من حذر للموت مشفِقةً وللّذى خُطّ من تلك المقادير

موت سے میں بچتی تھی، ڈرا کرتی تھی، اور تقدیر میں جو لکھا جا چکا ہے اس سے خوفزدہ تھی۔

من فقد ازهرضا فى الخلق ذى فخرٍ صافٍ من العيب والعاهات والزورِ

کہ اس روشن ذات کو میں کھو نہ بیٹھوں جس کے وسیع اخلاق ہیں، فخر کے لائق ہے ہر قسم کے عیب و امراض اخلاقی اور مکر و فریب سے اس کا دامن پاک ہے۔

فاذهب حميداً جزاك الله مغفرةً يوم القيامة عند النفخ فى الصور

اب تو قابل تعریف اوصاف کے ساتھ جا، قیامت کے دن جب صور پھونکا جائے تو اللہ تجھے جزائے خیر دے اور مغفرت نازل کرے''۔

ولها

ياعين جودى مابقيت بعبرة سَحًا على خير البريّة احمد

''اے میری آنکھ! تو جب تک باقی ہے احمد پر جو تمام مخلوق میں سب سے اچھے تھے فیاضی کے ساتھ آنسو بہاتی رہ۔

ياعين فاحتفلى وسُحّى واسجمى وابكى على نور البلاد مُحمّد

اے میری آنکھ آمادہ ہو جا، اور اچھی طرح سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رو جو تمام ملک کے نور تھے۔

أنّٰی لك الويلات مثل محمّد　　　فی كلّ نائبة تنوب ومشهدِ

تجھ پرافسوس ہے، ہر ایک حادثہ اور ہر ایک معرکہ میں تجھے محمد (ﷺ) جیسے کہاں ملیں گے۔

فابكی المبارك والموفق ذوالتّقٰی　　　حامی الحقيقة ذا الرّشاد المرشدِ

ان پر رو جو برکت والے تھے، توفیق والے تھے، صاحب تقویٰ تھے۔ حق کے حامی تھے، ہدایت والے راہ نما تھے۔

من ذا يُفكُّ عن المُعللّ غُلّهٗ　　　بعد المُغيب فی الضريح المُلْحَد

وہ جو قبر میں جا چکے ہیں اب ان کے بعد کون ایسا رہ گیا کہ قیدیوں کو رہا کرائے، آزادی دلائے۔

اَم من لكلّ مُدَفع ذی حاجةٍ　　　ومسلسل يشكو الحديد مقيّدِ

اب اس حاجت مند کے کون کام آئے گا جو ہر طرف سے نکالا جاتا ہو، اسے دھکے دیئے جاتے ہوں، پابہ زنجیر ہو، اور لوہے کی بندش کا گلہ کر رہا ہو۔

ام من لوحی اللّٰه يترك بيننا　　　فی كلّ مَمْسٰی ليلةٍ اوفی غدِ

اب ہر شام و سحر اللہ کی وحی کس پر آیا کرے گی جو ہمارے ہی درمیان رہ جایا کرتی تھی۔

فعليك رحمةُ ربنا وسلامُهٗ　　　ياذا الفواضل والندو السوددِ

اے فضیلتوں والے، فیاض، سردار، تجھ پر ہمارے پروردگار کی رحمت و سلام ہو۔

هَلاَّ فلاكَ الموت كلُّ مُلَعَّنٍ　　　شكسُ خلايقهِ لئيم المُحتَد

تیرے بدلے ان سب کو موت کیوں نہ آئی جو لعنتی ہیں، بدخلق ہیں، اصل و نسل کے کمینے ہیں"۔

ولها أيضًا

اعينی جُودُ بالدموع السواجم　　　علی المصطفٰی بالنور من آل هاشم

"اے میری دونوں آنکھو، آنسوؤں کی جھڑی لگا دو۔ ان پر جو نور کے ساتھ برگزیدہ تھے اور خاندان ہاشم کے تھے۔

علی المصطفٰی بالحقّ والنوروالهدی　　　وبالرشد بعد المُندَباتِ العظائم

ان پر روؤ جو بڑے بڑے حوادث کے بعد برگزیدہ ہو کے آئے تھے اور حق و نور و ہدایت و ارشاد کو ساتھ لائے تھے۔

وسُحا عليه وابكياما بكيتما　　　علی المرتضٰی للمحكمات العزائم

تم دونوں سے جہاں تک رویا جا سکے اس پسندیدۂ حق پر روؤ جس کے عزم استوار و محکم تھے۔

علی المرتضٰی للبّر والعدل والتقی　　　وللدين والاسلام بعد المظالم

ان پر روؤ جو مظالم کے بعد نیکی و عدل و تقویٰ دین و اسلام کے پسندیدہ تھے۔

علی الطاهر الميمون ذی الحلم اوالندی　　　وذی الفضل والداعی لخير التراحم

پاک تھے، برکت والے تھے، متحمل تھے، فیاض تھے، صاحب فضیلت تھے، آپس میں بہترین رحم و کرم کے ساتھ رہنے سہنے کی دعوت دیا

کرتے تھے۔

أعينى ماذا بعد ماقد فجعتما به تبكيان الدهر من ولد أدم

اے میری دونوں آنکھو! جب انہیں کا غم تمہیں اٹھانا پڑا تو ان کے بعد اب اولاد آدم میں سے کس کو روؤ گی۔

فجودا بسجلٍ واتد باكلّ شارقٍ ربيع اليتامى فى السنين البوازم

اچھی طرح روؤ اور ہر صبح کو اس کا ماتم کرو جو قحط کے زمانہ میں یتیموں کا والی وارث تھا''۔

صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے اشعار:

لهف نفسى وبت كالمسلوب ارق الليل فعلة المحروب

''مجھے اپنی جان پر افسوس ہے' میں نے اس شخص کی طرح شب بسر کی جس سے سب کچھ چھن گیا ہو اور رنج و غم میں رات بھر جاگتا رہا ہو۔

من هموم وحسرةٍ ردفتنى ليت آنّى سقيتها بشعوب

میری یہ حالت ایسے غم و حسرت کے باعث ہوئی ہے جنہوں نے مجھے مسلسل گھیر رکھا ہے' کاش یہ تدریجاً نازل ہوئی ہوتیں۔

حين قالوا ان الرسول قد امسى وافقته منيّة المكتوب

وہ سب رنج و غم مجھ پر یکبارگی ٹوٹ پڑا جب لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے قضائے مقدر سے موافقت فرمائی۔

اذ رأينا ان النبىّ صريعٌ فاشاب القدان اىّ مشيب

جب ہم نے دیکھا کہ نبی مشرف بوفات ہیں تو ہمارے سر کے بال کیسے کچھ سفید ہو گئے۔

اذ رأينا بيوته موحشاتٍ ليس فيّهن بعد عيش حبيبى

جب ہم نے دیکھا کہ آپ کے حجرے ویران ہیں' جہاں میرے حبیب رہتے تھے وہ خالی ہو چکے ہیں۔

اورث القلب ذاكحزنا طويلا خالط القلب فهو كالمرعوب

اس حادثہ نے دل کو اتنا طویل رنج پہنچایا ہے کہ جی بیٹھ رہا ہے اور اب مرعوب جیسے ہو رہے ہیں۔

ليت شعرى وكيف امسى صحيحًا بعد أن بين بالرسول القريب

کاش مجھے خبر ہوتی' میں کیسے صحیح و تندرست رہ سکتی ہوں۔ بعد اس کے رسول اللہ ﷺ جدا ہو گئے۔

اعظم الناس فى البريّة حقًا سيّد الناس حبّه فى القلوب

وہ درحقیقت تمام مخلوق میں سب سے بڑے تھے' سب کے سردار تھے۔ ان کی محبت ہر دل میں ہے۔

فانى الله ذاك اشكو وحسبى يعلم الله جوبتى ونحيبى

میں اللہ ہی سے اس کی شکایت کرتی ہوں اور وہی مجھے کافی ہے۔ اللہ میری کلفت اور گریہ کو خوب جانتا ہے''۔

ولها

أفاطم بكي ولا تسأمي بصبحك ما طلع الكوكبُ

''اے فاطمہ رو' تارے جب تک طلوع ہوتے رہیں کسی صبح کو رونے سے تھک نہ جانا۔

هو المُرأيبكي وحُقّ البكاءُ هو الماجد السيد الطّيّبُ

وہ ایسے تھے جن کے لیے رونا سزاوار ہے' وہ بزرگ' سردار اور پاک تھے۔

فاؤحشت الارض من فقده وأيّ البريّة لا ينكب

ان کے جاتے رہنے سے زمین ویران ہوگئی' اور مخلوق میں کون ہے جن پر مصیبت نہ پڑی ہو۔

فما لی بعدك حتی المما ت الا الجوی الداخل المنصب

یارسول اللہ (ﷺ) مرتے دم تک آپؐ کے بعد میں درد دل میں مبتلا رہوں گی۔

فبكی الرسول وحقت له شهود المدينة والغيب

رسول اللہ (ﷺ) کو روؤ' مدینہ کے حاضر و غائب سب ہی کے لیے رونا سزاوار ہے۔

لتبكيك شمطاء مضرورة اذا حجب الناس لا تحجب

وہ بدشکل عورت آپؐ پر روئے گی جس کی بصارت ایسی جاتی رہی ہو کہ جہاں پردہ اور حجاب کا موقع ہو وہاں بھی حجاب نہ کر سکے۔

ليبليك شيخ ابو ولدة يطوف بعقوته اشهب

آپ کو وہ پیر مرد روئے گا جس کے بہت سے چھوٹے چھوٹے لڑکے ہوں اور وہ انہیں لیے ہوئے پھر رہا ہو۔

ويبكيك ركب اذا ارملوا فلم يُلف ما طلب الطّلّب

سوار جب رہ گزار طے کرتے ہوئے مقصد میں ناکام رہیں تو وہ آپؐ ہی کا ماتم کریں گے۔

وتبكی الا باطح من فقده وتبكيه مكة والا خشب

آپؐ کے جاتے رہنے سے بطحاء روئے گا' مکہ روئے گا دیار حجاز روئے گا۔

وتبكی وعيرة من فقده بحزنٍ ويسعدها الميثب

تمام قبائل آپؐ کے جاتے رہنے کا درد بھرا گریہ کریں گے اور اس میں بے تابی ان کو مدد دے گی۔

فعينی مالك لاتدمعين وحقّ لدمعك يستسكب

اے میری آنکھ! تو کیوں نہیں روتی' تجھے تو دل کھول کے آنسو بہانا چاہیے''۔

ولها ايضًا

عينی جودا بدمع سجم يبادر غربا بما منهدم

''اے میری دونوں آنکھو روؤ۔ اور اچھی طرح روؤ۔

اعینی فاسخنفر او اسکبا بوجد وحزن شدید الالم

اے میری دونوں آنکھو! اس طرح روؤ کہ بجائے آنسو کے بے تابی اور سخت دردناک رنج کی تراوش ہو۔

علی صفوۃ اللّٰہ رب العباد و ربّ السماء وباری النّسم

ان پر جو اللہ کے منتخب تھے' اللہ نے' کہ تمام بندوں کا پروردگار' اور مخلوق کا آفریدگار ہے' انہیں کو انتخاب فرمایا تھا۔

علی المرتضٰی للھدٰی ولتقی وللرُشد والنّور بعد الظلم

ان پر جو ہدایت وتقویٰ وارشاد اور تاریکی کے بعد روشنی کے مرتضٰی تھے۔

علی الطاھر المرسل المجتبٰی رسولٍ تخیرہ ذوالکرم

ان پر جو پاک تھے' اللہ کے فرستادہ تھے' مقبول تھے' ایسے رسولؐ تھے جنہیں خداوند کریم ہی نے منتخب فرمایا تھا''۔

ولھا ایضًا

ادقت فیت لیلی کالسلیب لوجد فی الجوانح ذی دبیب

''میں نے اس حالت میں رات گزاری کہ شب بھر ایسے شخص کی طرح جاگتا رہا جس کا سب کچھ چھن گیا ہو' یہ حالت اس درد کے باعث تھی جو رگ وپے میں ساری تھا۔

فشیّبنی وما شابت لذاتی فامسی الراس منی کالعسیب

اس درد نے پیرانہ سالی سے پہلے ہی مجھے بوڑھا بنا دیا' میرا سر ایسا سفید ہو گیا جیسے برف کے گالے سے پہاڑ کی چوٹی سفید نظر آتی ہو۔

لفقد المصطفٰی بالنور حقًا رسول اللّٰہ مالك من ضریب

یہ درد ان مصطفٰی کے جاتے رہنے کا درد ہے جو نور ہی نور تھے' حقیقتاً اللہ کے رسولؐ تھے' آپ کا کوئی نظیر نہ تھا۔

کریم الخیم ادوع مضرحیّ طویل الباع منتخبٍ نجیب

سرشت کے بہت ہی شریف' بڑے سردار بڑے بہادر' بڑے طاقتور' نہایت منتخب شریف انسان۔

ثمال المعدمین وکلّ جارٍ وما کلّ مضطھدٍ غریب

نادار بے نواؤں کے اور تمام ہمسایوں کے والی ووارث' جس پردیسی پر ظلم ہوا ہو اس کے ماوا وملجا تھے۔

فامّا تمسِ فی جدثٍ مقیما فقِدما عشت ذاکرم وطیب

اب اگر آپ قبر میں جا رہے ہو تو کیا ہوا' آپؐ نے تمام زندگی بزرگی وبہتری میں بسر کی۔

وکنت موّفقًا فی کل امرٍ وفیما ناب من حدث الخطوب

ہر امر میں توفیق آپ کی رفیق ہوتی' جو حادثہ پیش آیا آپؐ ہی کے طفیل اس کی مشکل آسان ہوئی''۔

ولها ایضًا

عین جودی بدمعةٍ تسکاب للنبی المطهر الاواب

''اے آنکھ اچھی طرح آنسو بہا' ان پیغمبر کے لیے جو پاک تھے' اللہ کی جناب میں نہایت رجوع رکھنے والے تھے۔

واندبی المصطفٰی فعی وخصّی بدموعٍ غزیرة الا سراب

مصطفٰی کا ماتم کر اور بڑی فیاضی کے ساتھ عام وخاص آنسوؤں سے حضرت کا سوگ منا۔

عین من تذبین بعد نبیّ خصّه اللّٰه ربنا بالکتاب

اے آنکھ! اب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد اور کون ہے جسے تو روئے گی' وہی تو تھے جن کو ہمارے پروردگار اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب سے مخصوص فرمایا تھا۔

فاتح خاتمٍ رحیم رؤوفٍ صادق القیل طیب الاثواب

آپؐ فاتح تھے' خاتم الانبیاء تھے' رحیم تھے' مہربان تھے' بات کے سچے تھے' پاک لباس والے تھے۔

مشفق ناصح شفیق علینا رحمةٍ من الٰهنا الوهاب

مشفق تھے' ناصح تھے' شفیق تھے ہمارے نہایت آمرزگار معبود کی جانب سے ہم پر رحمت تھے۔

رحمة اللّٰه والسلام علیه وجزاه الملیك حسن الثواب

اللہ کی رحمت وسلام آپؐ پر ہو' اور وہ مالک الملک آپ کو بہترین جزا دے''۔

ولها ایضًا

عین جودی بدمعةٍ وسهور واندبی خیر هالكٍ مفقود

''اے آنکھ آنسو بہا اور بیدار رہ' اور ایسے گزر جانے والے کا ماتم کر جو سب میں اچھے تھے۔

واندبی المصطفٰی بحزنٍ شدید خالط القلب فهو کالمسمود

ایسے شدید رنج کے ساتھ مصطفٰی کا ماتم کر جو دل میں پیوست ہو گیا ہو اور دل اس رنج سے گویا ہلاک ہو رہا ہو۔

کدت اقضی الحیاة لمّا اتاه قدر خط فی کتاب مجید

قریب تھا کہ میں اپنی زندگی کا خاتمہ کر دوں جب آپؐ پر وہ تقدیر نازل ہوئی جو کتاب مجید میں مرقوم ہو چکی تھی۔

فلقد کان بالعباد رءوفا ولهم رحمة وخیر رشید

آپؐ تمام بندوں پر مہربان' ان کے حق میں رحمت' اور بہترین رہ نما تھے۔

رضی اللّٰه عنه حیًّا ومیتا وجزاه والجنان یوم الخلود

زندگی اور موت ہر حال میں اللہ ان سے راضی رہے اور جزا میں اس ہمیشگی کے دن انہیں بہشت عنایت فرمائے''۔

ولها ایضًا

آب لیلی علّی بالستهاد وجفا الجنب غیر وطئ الوساد

''میری رات بیداری کے ساتھ پھر آئی' بے قراری سے بستر پر پہلو لگنے نہیں پاتا۔

واعترنی الهموم جدًا بوهن لامور نزلن حقًا شداد

ایسے غموں نے مجھے گھیر رکھا ہے' کمزور کر رکھا ہے' جو حقیقت میں سخت امور لے کے اُترے ہیں۔

رحمة کان للبرّیة طرًا فهدی من اطاعه للسّداد

وہ تمام مخلوق کے حق میں رحمت تھے' جس نے ان کی اطاعت کی اس کو راہِ راست دکھائی اور سیدھی منزل پر پہنچایا۔

طیب العود و الضریبة والشیم محض الانساب داری الزّناد

پاک سرشت' پاکیزہ منش' پاکباز' نہایت شریف النسب' فیاض۔

ابلج صادق السجیة عف صادق الوعد منتهی الرّوّاد

روشن خو' عادت کے سچے' عفیف' راستی کے ساتھ وعدہ وفا کرنے والے' طلب گاروں کے منتہائے مقصود۔

عاش ما عاش فی البّریة برًّا ولقد کان نهبة المرتاد

جب تک جیے مخلوق میں نیکی کے ساتھ جیے' فیض حاصل کرنے والوں کے لیے ان کا فیض حقیقت میں مالِ غنیمت تھا۔

ثم ولّی عنّا فقیدًا حمیدًا فجزاه الجنان رب العباد

نہایت قابل تعریف حالت میں ہم سے منہ موڑ کے چلے گئے' بندوں کا پروردگار جزا میں ان کو بہشت بخشے''۔

ہند بنت الحارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے اشعار:

یاعین جودی بدمع منك وابتدری کما تنزل ماء الغیث فانثعبا

''اے آنکھ! ایسی فیاضی سے آنسو بہا جیسے ابر باراں مینہ برساتا ہے۔

اوفیض غربٍ علی عادیة طویت فی جدولٍ خرقٍ بالماء قد سربا

وہ پرانا کنواں اوپر سے بند ہو گیا ہو جس طرح اندر ہی اندر نالی میں اس کا پانی بہتا ہو اسی طرح تو بھی آنسو بہا۔

لقد امتنی من الانباء معضلةٌ انّ ابن آمنة المامون قد ذهبا

مجھے ایک دشوار خبر پہنچی ہے کہ آمنہ کے برکت والے فرزند جاتے رہے۔

انّ المبارك والمیمون فی جدثٍ قد الحفوه تراب الارض والحدبا

وہ صاحب یمن و برکت اب ایک قبر میں ہیں' ان پر خاک کا لحاف ڈال رکھا ہے۔

الیس او سطکم بیتًا واکرمکم خالاً وعمًا کریما لیس موتشبا

کیا تم سب میں وہ شریف گھرانے کے نہ تھے' کیا ننھیال اور ددھیال میں کوئی ایسی شرافت رکھتا تھا جس میں کسی قسم کی آلائش نہ ہو''۔

ہندؓ بنت اُثاثہ کے اشعار جو مسطح بن اثاثہ کی بہن تھیں:

أشاب ذؤابتي وأذل ركني بكاؤك فاطمة الميت الفقيدا

''اے فاطمہ اس مرنے والے پر تیرے گریہ نے میرے بال سفید کر دیئے اور قد کو جھکا دیا۔

فاعطيت العطاء فلم تكدّر واخلامت الولائد والعبيدا

یا حضرت آپ اس طرح عطا دیتے تھے کہ کسی کو کدورت نہ ہوتی چھوٹی چھوٹی لڑکیوں اور غلاموں کی بھی آپؐ خدمت کرتے تھے۔

وكنت ملاذنا في كل لزبٍ اذا هبّت شآميةٌ برودا

ہر ایک مشکل میں آپؐ ہمارے لیے جائے پناہ تھے' جب ٹھنڈی ہوا چلتی اور ٹھنڈ ہوتی تو آپؐ ہی آرام پہنچاتے۔

وانك خير من ركب المطايا واكرمهم اذا نُسبوا جدودا

جتنے لوگ سواریوں پر سوار ہوئے آپؐ ان سب میں بہترین تھے اور نسب میں شریف ترین تھے۔

رسول الله فارقنا وكنّا نرجيّ ان يكون لنا خلودا

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم سے جدا ہو گئے' ہم تو اپنے لیے حیات کے منتظر تھے۔

افاطم فاصبري فلقد اصابت رذيتك التهائم و النّجودا

اے فاطمہؓ! اب صبر کر تیری مصیبت نے تہامہ ونجد تک کو غمزدہ کر رکھا ہے۔

واهل البّر و الابحار طرًّا فلم تخطئ مصيبته وحيدا

خشکی وتری والے سب اس میں شریک ہیں' اس مصیبت نے کسی کو تنہا نہیں چھوڑا۔

وكان الخير يصبح في زراه سعيد الجدّ قد ولد السعود

آپؐ کے دامن سے خیر وفلاح کی صبح طلوع ہوا کرتی' آپؐ نیک بخت تھے' نیک بختی آپؐ سے پیدا ہوا کرتی''۔

ولها ايضًا

ألا ياعين بكيّ لا تملي فقد بكر النعيّ بمن هويت

''اے آنکھ رو! گھبرا نہ جا' صبح سویرے ہی ایسے کی سنائی آئی ہے جسے میں چاہتی تھی۔

قد بكر النعي بخير شخص رسول الله حقًا ما حييت

بہترین شخص کی سنائی آئی جو اللہ کے سچے پیغمبر تھے' جب تک میں زندہ رہوں ایسا دوسرا شخص نہ ملے گا۔

ولوعشنا ونحن نراك فينا وامر الله يترك ما بكيت

اگر ہم جیتے رہتے' آپ کو اپنے زمرہ میں دیکھتے کہ اللہ کے حکم نے آپ کو چھوڑ دیا ہے' تو میں نہ روتی۔

فقد بكر النّعي بذاك عمدا فقد عظمت مصيبة من لغيت

ماتمی نے قصداً یہ خبر صبح کو سنائی' اس لیے کہ یہ خبر مرگ بڑی بھاری مصیبت ہے۔

وقد عظمت مصيبته وجلت　　　وكلّ الجهد بعدك قد لقيت

حقیقت میں یہ مصیبت بہت ہی بڑی گئی' آپؐ کے بعد ہر طرح کی تکلیف مجھے پیش آئی۔

الى ربّ البريّة ذاك نشكو　　　فانّ الله يعلم ما اتيت

مخلوقات کے پروردگار ہی سے میں اس کی شکایت کرتی ہوں' اس لیے کہ مجھ پر جو گزری ہے اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

افاطم انّه قد هد ركنى　　　وقد عظمت مصيبته من رويت

اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! میں پست ہوگئی واقع میں یہ بہت بڑا حادثہ ہے''۔

ولها ايضًا

قد كان بعدك ابناء وهنبثه　　　لوكنت شاهد هالم تكثر الخطب

''آپؐ کے بعد طرح طرح کی خبریں آتی رہیں' ان کو دیکھنے سننے والے آپؐ موجود ہوتے تو معاملہ نہ بڑھتا۔

انّا فقدناك فقد الارض وابلها　　　فاحتل لقومك واشهدهم ولاتعب

ہم آپ کو اس طرح کھو بیٹھے جیسے پانی کو زمین کھو بیٹھے' آپؐ اپنی قوم میں آئیے' انہیں دیکھئے' ان کے ساتھ رہیے' اور چلے نہ جائیے۔

قد كنت بدرًا ونورًا يستضاء به　　　عليك تنزل من ذى العزة الكتب

آپؐ چودھویں رات کے چاند تھے' ایسے نور تھے کہ اس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے' عزت والے معبود کی جانب سے آپؐ پر کتابیں اُترتی تھیں۔

وكان جبريل بالأيات يحضرنا　　　فغاب عنّا وكلّ الغيب محتجب

جبریل جو آیتیں لے کے ہمارے پاس آیا کرتے تھے اب ہم سے غائب ہوگئے' اور ہر ایک غیب اسی طرح پردہ میں چلا جاتا ہے۔

فقد رذئت ابا سهلاً خليقته　　　محض الضريبة والا عراق اولغب

میں نے حقیقت میں ایسے کی مصیبت اٹھائی ہے جو والد کی حیثیت میں تھے' عادات واخلاق کے نہایت نرم' خالص کردار اور خاندان کے تھے''۔

عاتکہؓ بنت زید بن عمرو بن نفیل کے اشعار:

امست مراكبه اوحشت　　　وقد كان يركبها زينها

''شام ہی سے سواریاں متوحش ہیں جن پر وہ سوار ہوتے کہ سواری کی ان سے زینت بڑھ جاتی۔

وأمست تبكى على سيّد　　　تردّد عبرتها عينها

شام ہی سے سردار کو رو رہی ہیں' آنکھ سے رہ رہ کے آنسو آتے جاتے ہیں۔

وامست نساؤك ما تستفيق　　　من الخزن يعتادها دينها

فرط رنج وغم سے آپ کی بیبیوں کو افاقہ تک نہیں' رہ رہ کے رنج بڑھتا ہے۔

وامست شواحب مثل النصّا لِ قد عطّلت وكبا لونها

وہ زرد ہوگئی ہیں' اس سوفار کی سی حالت ہوگئی ہے جو بے کار ہوگیا ہو اور اس کا رنگ جاتا رہا ہو۔

يعالجن حزنًا بعيد الذهاب وفى الصدر مكتنعٌ حينها

اس رنج وغم کی چارہ گری میں جو دیر میں جانے والا ہے اور سینے میں اس کا درد ہے۔

يضر بن بالكّف حرا لوجوه علىٰ مثله جادها شونها

ہتھیلیوں سے چہرے بگاڑ رہی ہیں۔ ایسے پر ایسا ہی ہوتا ہے۔

هو الفاضل السيّد المصطفىٰ على الحق مجتمعٌ دينها

وہ فاضل تھے' سردار تھے' برگزیدہ تھے' ان کی وجہ سے حق پر دین مجتمع تھا۔

فكيف حياتى بعد الرسول وقد حان ميتهٍ حينها

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد اب میں کیسے جیوں' آپ تو انتقال کر گئے''۔

<u>اُم اَیمن رضی اللہ عنہا کے غم ناک اشعار:</u>

عين جودى فان بذلك للدمع شفاءٌ فاكثرى مبكاء

''اے آنکھ! اچھی طرح رو' رونا ہی شفا ہے' اس لیے رونے میں کمی نہ کر۔

حين قالوا الرسول امسى فقيدًا ميّتًا كان ذاك كل البلاء

جب لوگوں نے کہا کہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) چلے گئے تو ہر قسم کی آزمائش کا یہی وقت تھا۔

وابكيا خير من رزيناه فى الدنيا ومن خصّه بوحى السماء

اے دونوں آنکھوں' اس کو رو' جس کی مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہے' وہ دنیا میں سب سے اچھے تھے' اور وحی آسمانی سے مخصوص تھے۔

بدموعٍ غزيرةٍ منك حتىٰ يقضى اللّٰه فيه خير القضاء

یہاں تک روؤ کہ اللہ اپنی بہترین قضا وقدر سے کام لے۔

فلقد كان ما علمتُ وصولاً ولقد جاء رحمةً بالضياء

میں جانتی ہوں کہ حضرتؐ صلہ رحم کرتے تھے' رحمت بن کے اور روشنی لے کے آپؐ آئے تھے۔

ولقد كان بعد ذلك نورًا وسراجًا يُضئُ فى الظلماء

اسی قدر نہیں' بلکہ آپؐ ایسے نور اور چراغ تھے جو تاریکی میں روشن ہو۔

طيب العود و الضريبة والمعدن والخيم خاتم الانبياء

پاک خصلت' پاک منش' پاک خاندان' پاک عادت' اور آخری پیغمبر تھے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات یہاں ختم ہوگئے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی اتباع و پیروی کا حکم

مناقب شیخین:

حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا' ان دونوں کی پیروی کرو جو میرے بعد ہوں گے (یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما)۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ نبی ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپؐ نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں کہ تم لوگوں میں میرا کس قدر رہنا ہوگا۔ لہٰذا تم لوگ ان دونوں کی پیروی کرنا جو میرے بعد ہوں گے' آپؐ نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ کیا۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور سلسلے سے مروی ہے کہ ہم لوگ نبی ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپؐ نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں کہ تم لوگوں کے درمیان میری کتنی زندگی باقی ہے لہٰذا تم لوگ ان دونوں کی اقتدا کرنا جو میرے بعد ہوں گے' اور آپؐ نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ کیا' اور تم لوگ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی ہدایت پانا اور ابن ام امام عہد کے عہد سے تمسک کرنا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگوں کو فتویٰ کون دیتا تھا تو انہوں نے کہا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کہ ان دونوں کے سوا میں کسی اور کو نہیں جانتا۔

قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔

حمزہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا کہ میں جس وقت سو رہا تھا تو میرے پاس ایک پیالہ دودھ کا لایا گیا۔ میں نے پیا یہاں تک کہ اس کی خوشبو میرے ناخنوں میں جاری ہے' میں نے اپنا بچا ہوا عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیا' لوگوں نے پوچھا کہ آپ ﷺ نے اس کی کیا تعبیر لی فرمایا علم۔

خفاف بن ایماء سے مروی ہے کہ وہ جمعہ کی نماز عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے جب عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا تو میں نے انہیں (عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو) کہتے سنا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک' اے عمر رضی اللہ عنہ آپ معلم ہیں' عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کو ان سے تعجب ہوا' میں نے کہا اے ابومحمد تم ان سے کیوں تعجب کرتے ہو' انہوں نے کہا میں نے ابن ابی عتیق سے سنا کہ وہ اپنے والد سے اور وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں کہ اس کی امت میں ایک یا دو معلم نہ ہوتے ہوں' اگر میری اُمت میں کوئی معلم ہوگا تو وہ ابن الخطاب رضی اللہ عنہ ہوں گے' حق عمر رضی اللہ عنہ کے زبان و دل پر ہے۔

ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا کہ اللہ نے حق کو عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر رکھ دیا ہے جس کو وہ کہتے ہیں۔ نافع بن عمر سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے حق کو عمر رضی اللہ عنہ کی زبان و دل پر کر دیا۔

ہارون البربری نے کسی اہل مدینہ سے روایت کی کہ میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا گیا تو میں نے فقہاء (علماء) کو ان کے پاس بچوں کی طرح دیکھا جن پر وہ (عمر رضی اللہ عنہ) اپنے علم وفقہ میں غالب تھے۔

شقیق سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر عرب کے زندہ لوگوں کا علم ایک پلے میں اور عمر رضی اللہ عنہ کا علم ایک پلے میں رکھا جائے تو بے شک ان سے عمر رضی اللہ عنہ ہی کے علم کا پلہ جھک جائے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر ہم عمر رضی اللہ عنہ کا حساب لگائیں تو وہ ۹/۱۰ حصہ علم کا لے گئے۔

شمر سے مروی ہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا گویا تمام لوگوں کا علم عمر رضی اللہ عنہ کے ایک ناخن کے گوشت کے نیچے پوشیدہ تھا۔

عامر سے مروی ہے کہ جب کسی امر میں لوگ اختلاف کرتے تھے تو میں دیکھتا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں کیا فیصلہ کیا ہے کیونکہ وہ کسی امر میں اس وقت تک فیصلہ نہیں کرتے تھے تاوقتیکہ ان کے قبل اس میں فیصلہ نہ کیا گیا ہو یہاں تک کہ وہ مشورہ لیتے تھے۔

محمد سے مروی ہے کہ میں نے عبیدہ سے دادا کی میراث یا حصے کی کوئی بات پوچھی تو انہوں نے کہا کہ تم اس کی طرف کیا قصد رکھتے ہو؟ میں نے اس کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ کے سو فیصلے یاد رکھے ہیں میں نے کہا (سو میں) سب کے سب عمر رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ تو انہوں نے کہا سب عمر رضی اللہ عنہ کے ہیں۔

سعد بن ابراہیم نے اپنے والد سے روایت کی کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن مسعود اور ابوالدرداء اور ابوذر رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے کیا ہے؟ پھر خود ہی فرمایا کہ میں اسے جانتا ہوں' انہوں نے ان تینوں کو اپنی وفات تک مدینے سے نکلنے نہ دیا۔

محمود بن لبید سے مروی ہے کہ میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو منبر پر کہتے سنا کہ کسی شخص کو اس حدیث کی روایت جائز نہیں جو اس نے نہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں سنی ہو نہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں' مجھے رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرنے میں کوئی مانع نہیں' آگاہ رہو کہ میں آپ ﷺ کے ان اصحاب میں سے ہوں جو آپ ﷺ سے حدیث کو خوب یاد رکھنے والے ہیں' آگاہ ہو کہ میں نے آپ کو فرماتے سنا ہے کہ جس نے مجھ پر وہ بات کہی جو میں نے نہیں کہی تو اس نے اپنی نشستگاہ آگ کی بنالی (یعنی اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے)۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی قوت فیصلہ:

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یمن بھیجا تو میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مجھے بھیجتے ہیں حالانکہ میں جوان ہوں' ان لوگوں کے درمیان مجھے فیصلہ کرنا ہوگا' حالانکہ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ فیصلہ کیا چیز ہے' آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر پھیرا' پھر فرمایا اے اللہ ان کے قلب کو ہدایت کر اور ان کی زبان کو ثابت کر' قسم ہے اس ذات کی جس نے (زمین سے) دانہ نکالا کہ پھر مجھے دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں شک نہیں ہوا۔

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے قاضی بنا کر یمن بھیجا' میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مجھے ایسی قوم کی طرف بھیجتے ہیں جو مجھ سے سوال کریں گے حالانکہ مجھے قضاء (فیصلہ کرنے) کا علم نہیں ہے' آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا اور

فرمایا کہ اللہ تمہارے قلب کو ہدایت کرے گا اور تمہاری زبان کو ثابت کرے گا' دولڑنے والے جو تمہارے سامنے بیٹھیں تو اس وقت تک فیصلہ نہ کرنا جب تک کہ دوسرے سے بھی سن نہ لینا جیسا کہ پہلے سے تم نے سنا' کیونکہ یہ طریقہ زیادہ مناسب ہے کہ تمہارے لیے اس سے فیصلہ ظاہر ہو جائے۔ میں برابر قاضی رہا یا (یہ کہا کہ) اس کے بعد مجھے فیصلہ کرنے میں کبھی شک نہیں ہوا۔

علی رضی اللہ عنہ سے (بہ دو سلسلہ) مروی ہے کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن بھیجا۔ تو میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے ایسی پرانی اور بڑی قوم کی طرف بھیجتے ہیں جو سن رسیدہ ہیں' مجھے اندیشہ ہے کہ میں صواب کو نہ پہنچوں گا' فرمایا اللہ تمہاری زبان کو ثابت کرے گا اور تمہارے قلب کو ہدایت کرے گا۔

سلیمان الاحمسی نے اپنے والد سے روایت کی کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی آیت ایسی نہیں نازل ہوئی میرے رب نے مجھے ایسا قلب عطا کیا ہے جو عقل والا ہے اور ایسی زبان دی ہے جو گویا ہے۔

ابی الطفیل سے مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ سے کتاب اللہ کو پوچھو کیونکہ اس کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کو میں نہ جانتا ہوں کہ وہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو' ہموار زمین پر نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔

محمد سے مروی ہے کہ مجھے اطلاع دی گئی کہ علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے تاخیر کی' انہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے تو انہوں نے کہا کہ کیا تم نے میری امارت کو ناپسند کیا' انہوں نے کہا نہیں' میں نے ایک قسم کھائی تھی کہ میں اپنی چادر سوائے نماز کے لیے جانے کے اور کسی ضرورت سے نہ اوڑھوں گا' تاوقتیکہ قرآن کو جمع نہ کرلوں' لوگوں نے خیال کیا کہ انہوں نے قرآن کو اس کی تنزیل کے مطابق لکھا ہے محمد نے کہا کہ اگر یہ تحریر (قرآن) پائی جاتی تو اس میں ایک علم ہوتا' ابن عون نے کہا کہ میں نے عکرمہ سے اس تحریر کو پوچھا تو وہ اسے نہیں جانتے تھے۔

عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ کے لیے کیا تھا کہ آپ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں انہوں نے کہا کہ میں جب آپ سے پوچھا کرتا تھا تو آپ مجھے بتا دیتے تھے اور جب میں خاموش رہتا تو از خود شروع کرتے تھے۔

سماک بن حرب سے مروی ہے کہ میں نے عکرمہ سے سنا کہ وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے کہ جب کوئی ثقہ (معتبر آدمی) ہم سے علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے کوئی فتویٰ بیان کرتا تو ہم اس کے خلاف نہ کرتے۔ عبداللہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ بیان کیا کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں علم قضاء کے سب سے بڑے عالم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

ابی اسحاق سے مروی ہے کہ عبداللہ کہا کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں علم قضاء کے سب سے بڑے عالم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ قضاء کے عالم ہیں۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک روز عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنے اصحاب کے پاس گئے اور فرمایا آج میں نے ایک کام کیا ہے' مجھے اس کے بارے میں تم لوگ فتویٰ دو' انہوں نے کہا اے امیر المومنین وہ کیا ہے' فرمایا' میرے پاس سے ایک جاریہ (لونڈی) گزری' مجھے وہ اچھی معلوم ہوئی میں نے اس سے جماع کیا حالانکہ میں روزہ دار تھا' ساری جماعت نے اس کو ان پر گراں

سمجھا، علی رضی اللہ عنہ خاموش رہے، انہوں نے فرمایا اے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا آپ نے حلال کام کیا، ایک دن کے بدلے ایک دن کا روزہ رکھ لیجئے، انہوں نے کہا تمہارا فتویٰ سب سے بہتر ہے۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ اس امر مشکل و دشوار سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے جس کے حل کرنے میں ابوحسن رضی اللہ عنہ نہ ہوں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک روز عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ سنایا اور کہا کہ علی رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ علم قضاء کے ماہر ہیں، ابی ہم سب سے زیادہ قرآن کے ماہر ہیں، ہم ان میں سے کچھ اشیاء چھوڑیں گے جو ابی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو نہ چھوڑوں گا، حالانکہ ابی کے بعد ایک کتاب نازل ہوئی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم سب سے زیادہ قضا کے جاننے والے علی رضی اللہ عنہ ہیں اور ہم سب سے زیادہ قرآن کے جاننے والے ابی ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم سب سے زیادہ عالم قضاء علی رضی اللہ عنہ ہیں اور ہم سب سے زیادہ عالم قرآن ابی، اور ہم بہت کچھ ابی کی قراءت کی وجہ سے چھوڑتے ہیں۔

سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ فیصلے کے ماہر ہیں اور ابی ہم سب سے زیادہ قرآن کے ماہر ہیں۔

عطاء سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ قضاء کے ماہر ہیں اور ابی ہم سب سے زیادہ قرآن کے عالم ہیں۔

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا فقہی مقام:

عبداللہ بن دینار الاسلمی نے اپنے والد سے روایت کی کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے تھے اس کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے اور ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم بھی۔

اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امتیازی حیثیت:

اُبی بن کعب و انس و ابوحبہ البدری اور انس سے (ایک اور سلسلے سے) مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب سے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہیں قرآن سناؤں، بعض رواۃ نے کہا کہ (بجائے قرآن کے) فلاں فلاں سورت (فرمایا) انہوں نے کہا کیا میرا وہاں ذکر کیا گیا ہے بعض رواۃ نے کہا کہ (ابی نے کہا کہ کیا) اللہ نے آپ سے میرا نام لیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں، ان کی آنکھوں سے خوشی سے آنسو جاری ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فبفضل اللّٰہ برحمتہ، فبذلک فلیفر حوا ھو خیر مما یجمعون" (اللہ کے فضل و رحمت سے، پھر اسی سے انہیں خوش ہونا چاہیے جو اس سے بہتر ہے کہ وہ جمع کرتے ہیں)۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپؐ نے انہیں سورۂ لم یکن سنائی تھی۔

سائب بن یزید سے مروی ہے کہ جب اللہ نے اپنے رسول پر: "اقرأ باسم ربك الذی خلق" نازل کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُبی بن کعب کے پاس آئے اور فرمایا کہ مجھے جبریل علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے پاس آؤں تاکہ تم اس سورت کو سیکھ لو اور اسے

حفظ کرلو۔ ابی بن کعب نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا اللہ نے میرا نام لیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ میری اُمت کے سب سے بڑے عالم قرآن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابوفروہ نے کہا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو کہتے سنا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابی ہم سب سے زیادہ عالم قرآن ہیں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا علم قرآن:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سوال کیا گیا تم لوگ دو قراءتوں میں سے کس کو اولیٰ شمار کرتے ہو انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو ہر سال رمضان میں ایک مرتبہ قرآن سنایا جاتا تھا سوائے اس سال کے جس میں آپ کی وفات ہوئی' کیونکہ اس رمضان میں آپ کو دو مرتبہ قرآن سنایا گیا' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپؐ کے پاس حاضر ہوئے اور اس میں سے جو منسوخ ہو گیا یا بدل دیا گیا' وہ انہیں معلوم ہے۔

مسروق سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی سورت ایسی نہیں نازل ہوئی کہ اس کے متعلق مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کس بارے میں نازل کی گئی' اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ کوئی شخص کسی ایسے مقام پر مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کا عالم ہے جہاں اونٹ یا سواریاں پہنچا ئیں گی تو میں اس کے پاس ضرور جاتا۔

ابراہیم سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ستر سے زائد سورتیں رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے حاصل کیں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے (بہ دو سلسلہ) مروی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ' میں نے کہا کہ میں آپ کو کیسے سناؤں' حالانکہ آپؐ ہی پر نازل کیا گیا ہے آپؐ نے فرمایا کہ میں سننا چاہتا ہوں (وہب نے اپنی حدیث میں بیان کیا کہ) میں چاہتا ہوں کہ اسے اپنے سوا کسی اور سے بھی سنوں' میں نے آپ کو سورۃ النساء سنائی یہاں تک کہ جب میں ان آیات پر پہنچا "فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيد وجئنابك على هؤلاء شهيدا" (پھر اس وقت کیونکر ہو گا جب ہم ہر امت کا گواہ لائیں گے اور آپ کو ان گواہوں پر گواہ لائیں گے) (صرف ابونعیم نے اپنی حدیث میں کہا کہ) آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اتنا سنانا تمہیں کافی ہے' (اور دونوں سلسلے کے راویوں نے کہا کہ) (پھر میں نے آپ کی طرف دیکھا تو نبی ﷺ کی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی تھیں' آپؐ نے فرمایا کہ جسے یہ پسند ہو کہ وہ قرآن کی تازہ قراءت کرے جیسا کہ وہ نازل ہوا ہے تو اسے اس کو ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کی قراءت میں پڑھنا چاہیے۔

مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ گویا میں اصحاب محمد ﷺ کے ساتھ بیٹھا ہوں' میں نے انہیں مثل حوض کے پایا' ایک حوض وہ ہے جو ایک آدمی کو سیراب کرتا ہے' ایک حوض وہ ہے جو دس کو سیراب کرتا ہے' ایک حوض وہ ہے جو سو کو سیراب کرتا ہے' ایک حوض وہ ہے کہ اگر اس پر تمام زمین کے باشندے اتر آئیں تو وہ انہیں بھی سیراب کر دے' میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اسی قسم کے حوض کے مثل پایا (جو روئے زمین کو سیراب کر دے)۔

ابوالاحوص سے مروی ہے کہ اصحاب نبی ﷺ کی ایک جماعت (یا راوی نے یہ کہا کہ) نبی ﷺ کے چند اصحاب

ابو موسیٰ کے مکان میں قرآن کا دور کر رہے تھے‘ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور باہر گئے تو ابو مسعود نے کہا کہ جو کچھ اللہ نے محمد ﷺ پر نازل کیا اسے یہ شخص جو باہر چلا گیا ان لوگوں سے زیادہ جانتا ہے‘ جو یہاں رہ گئے اور جو دوسرے مقام پر ہیں‘ ابو موسیٰ نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو جب ہم لوگ پوشیدہ ہو جائیں گے تو اس کی بات سنی جائے گی اور جب ہم لوگ غائب ہوں گے تو وہ موجود ہوگا۔

ابو عمرو شیبانی سے مروی ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم لوگ مجھ سے نہ پوچھا کرو جب تک یہ علامہ تم میں ہیں‘ یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔

ابو عطیہ الہمدانی سے مروی ہے کہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور ایک مسئلہ پوچھا‘ انہوں نے فرمایا کہ تم نے میرے سوا کسی اور سے بھی اس کو پوچھا ہے‘ اس نے کہا ہاں ابو موسیٰ سے پوچھا ہے‘ اس نے انہیں ان کے قول کی اطلاع دی تو عبداللہ نے اس شخص کی مخالفت کی اور کھڑے ہو کر کہا کہ تم لوگ مجھ سے کچھ دریافت نہ کرو جب تک کہ یہ علامہ تمہارے درمیان ہیں۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ستر سورتیں نبی ﷺ کی زبان مبارک سے سیکھیں جن میں کوئی میرا شریک نہیں۔

شقیق بن سلمہ سے مروی ہے کہ جس وقت قراءتوں کے متعلق جو حکم دیا گیا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ سنایا‘ انہوں نے غلول (خیانت) کا ذکر کیا اور کہا کہ ”من یغل یأت بما غل یوم القیامۃ“ (جو شخص خیانت کرے گا تو جس چیز کی اس نے خیانت کی ہے اسے قیامت میں وہ لائے گا) لوگوں نے قراءتوں میں خیانت کی ہے‘ مجھے اپنے محبوب کی قراءت پر پڑھنا اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی قراءت پر پڑھوں‘ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں‘ میں نے اس وقت رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ستر سے زائد سورتیں حاصل کی ہیں کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اتنے بچے تھے کہ ان کے دو گیسو تھے اور داڑھی نہ تھی اور بچوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔

پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر میں کسی ایسے شخص کو جانتا جو کتاب اللہ کا مجھ سے زیادہ عالم ہو اور وہ ایسے مقام پر ہوتا کہ اس کے پاس اونٹ پہنچا تا تو میں ضرور اس کے پاس جاتا پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چلے گئے شقیق نے کہا کہ میں مختلف حلقوں میں بیٹھا جن میں اصحاب رسول اللہ ﷺ وغیرہم تھے مگر میں نے کسی کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کی تردید کرتے نہیں سنا۔

زید بن وہب سے مروی ہے کہ ایک روز عبداللہ اس حالت میں آئے کہ عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے جب انہوں نے ان کو آتے دیکھا تو فرمایا کہ یہ ایک صندوق ہے جو فقہ سے بھرا ہوا ہے اعمش نے بجائے فقہ کے علم کہا۔

اسد بن وداعہ سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور فرمایا کہ وہ ایک صندوق ہیں جو علم سے بھرا ہوا ہے‘ جن کی وجہ سے میں نے اہل قادسیہ کا اکرام کیا ہے۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی عظیم الشان قراءت:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے (یہ دو سلسلہ) اور عبداللہ بن بریدہ کے والد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

کی قراءت سنی اور فرمایا کہ ان کو آل داؤد کے مزامیر (باجوں) میں سے حصہ دیا گیا ہے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ایک رات کو کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ ازواج نبی ﷺ نے ان کی آواز سنی' وہ بڑے خوش آواز تھے' وہ کھڑی سنتی رہیں' جب صبح ہو گئی تو' ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ازواج سن رہی تھیں' انہوں نے کہا کہ اگر مجھے علم ہوتا تو میں ضرور تم کو (تم عورتوں کو) اور اچھی طرح سناتا اور تم (عورتوں) کو مزید شوق دلاتا' (راوی) حماد نے کہا کہ میں تم (مردوں) کو اور اچھی طرح سناتا اور تم (مردوں) کو مزید شوق دلاتا۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے اشعری رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے اشعری کو کس حالت میں چھوڑا میں نے کہا کہ انہیں اس حالت میں چھوڑا ہے کہ وہ لوگوں کو قرآن پڑھا رہے تھے آپ نے فرمایا' دیکھو وہ عقیل وفہیم ہیں' مگر یہ بات انہیں نہ سنانا' پھر مجھ سے فرمایا کہ تم نے اعراب کو کس حالت میں چھوڑا میں نے کہا اشعریوں کو؟ انہوں نے کہا نہیں' بلکہ اہل بصرہ کو میں نے کہا دیکھئے' اگر وہ یہ بات (یعنی اعراب کہنا) سن لیں تو انہیں ضرور ناگوار ہو' انہیں خبر نہ کرنا کیونکہ وہ اعرب (دیہاتی) ہیں' مگر یہ کہ اللہ کوئی ایسا آدمی عطا کرے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو۔

سلیمان یا کسی اور سے مروی ہے کہ وہ ابوموسیٰ کے کلام کو اس قصائی سے تشبیہ دیتے تھے جو ہڈی کا جوڑ معلوم کرنے میں خطا نہیں کرتا۔

قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوموسیٰ نے کہا کہ قاضی کو مناسب نہیں کہ وہ فیصلہ کرے تاوقتیکہ اسے حق اتنا واضح نہ ہو جائے جیسا کہ رات دن سے ظاہر ہو جاتی ہے' عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔

اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین:

ابوالبختری سے مروی ہے کہ ہم علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے اصحاب محمد ﷺ کا حال پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ان میں سے کس کا حال' ہم نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا حال بیان کیجئے' انہوں نے کہا کہ وہ حدیث وقرآن کے عالم ہوئے' اس علم کی انتہا کو پہنچے اور انہیں یہ علم کافی تھا۔

ہم نے کہا کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا حال بیان کیجئے تو کہا کہ وہ کافی طور پر علم میں رنگے ہوئے تھے' پھر وہ اس رنگ سے باہر ہو گئے۔

ہم نے کہا کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کا حال بیان کیجئے تو فرمایا کہ وہ مومن تھے جو بھول گئے جب یاد دلایا گیا تو یاد کر لیا۔

ہم نے کہا کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کا حال بیان کیجئے تو کہا کہ اصحاب محمدؐ میں سب سے زیادہ منافقین کا علم رکھنے والے تھے۔

ہم نے کہا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کا حال بیان کیجئے تو کہا کہ انہوں نے علم کو یاد کیا پھر اس میں عاجز ہو گئے۔

ہم نے کہا کہ سلمان رضی اللہ عنہ کا حال بتائیے تو کہا کہ انہوں نے علم اوّل وعلم آخر کو پایا' وہ ایک ایسے ربار کے مانند تھے جس کی گہرائی کو ہم اہل بیتؓ میں سے بھی کوئی نہیں پا سکتا۔

ہم نے کہا: اے امیر المومنین آپ اپنا حال بیان کیجئے' فرمایا: میرا حال تم پوچھتے ہو' میرا حال یہ ہے کہ جب میں رسول اللہ

ﷺ سے سوال کرتا تھا تو مجھے عطا ہوتا تھا اور جب میں خاموش رہتا تھا تو از خود میرے ساتھ ابتدا کی جاتی تھی۔

قتادہ وابن سیرین سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ابوالدرداء عویمر سے فرمایا کہ سلمان تم سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ ابو صالح نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ سلمان کو ان کی ماں روئے کہ وہ علم سے شکم سیر کر دیئے گئے ہیں۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی عظمت:

محمد بن کعب القرظی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن بقدر فاصلہ حد نظر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ علماء کے آگے آئیں گے۔

ابی عون سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن معاذ بقدر حد نظر علماء کے آگے ہوں گے۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے لیے علماء کے آگے علیحدہ جگہ ہوگی۔

محمد بن کعب القرظی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بقدر حد نظر علماء کے آگے ہوں گے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت میں سب سے زیادہ حلال وحرام کا علم رکھنے والے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب مجھے رسول اللہ ﷺ نے یمن بھیجا تو فرمایا: اگر تمہارے سامنے کوئی قضیہ پیش کیا گیا تو تم کس چیز (قانون) سے فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے کہا جو کتاب اللہ میں ہے اس کے موافق فیصلہ کروں گا' آپؐ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ ہو؟ انہوں نے کہا کہ جو رسولؐ نے فیصلہ کیا اس کے مطابق فیصلہ کروں گا' آپؐ نے فرمایا' اگر وہ (قضیہ) ان میں سے نہ ہو جس کا رسولؐ نے فیصلہ کیا؟ انہوں نے کہا کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوتاہی نہ کروں گا پھر آپؐ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ تمام تعریفیں اسی اللہ کے لیے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اس امر کی توفیق دی جس سے رسول اللہ ﷺ راضی ہیں۔

مجاہد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حنین روانہ ہوئے تو آپؐ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو مکے میں چھوڑ دیا تاکہ وہ اہل مکہ کو فقہ کی تعلیم دیں اور انہیں قرآن پڑھائیں۔

موسیٰ بن علی بن رباح نے اپنے والد سے روایت کی کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے الجابیہ میں خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ جو شخص فقہ کو پوچھنا چاہے وہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔

ایوب بن نعمان بن عبداللہ بن کعب نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی کہ جس وقت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ شام روانہ ہو گئے تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ ان کی روانگی نے مدینے و اہل مدینہ کو فقہ میں اور جن امور میں وہ ان کو فتویٰ دیا کرتے تھے محتاج بنا دیا حالانکہ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لوگوں کو ان کا حاجت مند ہونے کی وجہ سے کہا تھا کہ وہ انہیں روک لیں' مگر انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ جس شخص نے جہاد کا ارادہ کیا اور جو شہادت چاہتا ہے تو میں اسے نہیں روکوں گا میں نے کہا

واللہ آدمی کو شہادت عطا کر دی جاتی ہے حالانکہ وہ اپنے گھر میں اپنے بستر پر ہوتا ہے جو اپنے شہر سے پورا بے نیاز ہوتا ہے کعب بن مالک نے کہا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حیات میں ہی فتویٰ دیا کرتے تھے۔

شہر بن حوشب سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قیامت کے روز جب علماء حاضر ہوں گے تو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بقدر پتھر پھینکنے کی جگہ کے ان کے آگے ہوں گے۔

عامر سے مروی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ معاذ اس آیت کے مصداق تھے: "كان امة قانتا لله حنيفا ولم يك من المشركين" (وہ ایسے پیشوا تھے جو یکسوئی کے ساتھ اللہ کے مطیع تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے) ایک شخص نے ان سے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن آپ اس آیت کے مطلب و مصداق کو بھول گئے یہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان میں ہے انہوں نے کہا "نہیں ہم انہیں ابراہیم سے تشبیہ دیتے تھے امت وہ شخص ہے جو لوگوں کو خیر کی تعلیم کرے اور قانت وہ ہے جو فرماں بردار ہو"۔

فروہ بن نوفل اشجعی سے مروی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایسے پیشوا تھے جو یکسوئی کے ساتھ اللہ کے مطیع تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے میں نے کہا کہ ابوعبدالرحمٰن نے غلطی کی اللہ نے تو ابراہیم ہی کو کہا کہ وہ ایسے پیشوا تھے جو یکسوئی کے ساتھ اللہ کے مطیع تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے علی رضی اللہ عنہ نے اسے پھر دہرایا اور کہا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایسے پیشوا تھے جو یکسوئی کے ساتھ اللہ کے مطیع تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے میں سمجھ گیا کہ انہوں نے یہ امر قصداً کیا اس لیے خاموش ہو گیا انہوں نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ "امۃ" کیا ہے اور "قانت" کیا ہے میں نے کہا اللہ زیادہ جانتا ہے انہوں نے کہا کہ امۃ وہ ہے جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دے اور قانت وہ ہے جو اللہ کا اور اس کے رسول کا مطیع ہو اور معاذ بھی ایسے ہی تھے جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتے تھے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے مطیع تھے۔

مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس تھے انہوں نے کہا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایسے پیشوا تھے جو یکسوئی کے ساتھ اللہ کے مطیع تھے فروہ بن نوفل نے ان سے کہا کہ ابوعبدالرحمٰن بھول گئے آپ کی مراد ابراہیمؑ ہیں انہوں نے کہا: کیا تم نے مجھے ابراہیمؑ کا ذکر کرتے سنا؟ ہم تو معاذ کو ابراہیمؑ سے تشبیہ دیتے ہیں یا انہیں ان کے ساتھ تشبیہ دی جاتی تھی ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ "امۃ" کیا ہے تو انہوں نے کہا وہ شخص ہے جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دے اور قانت وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول کا مطیع ہو۔

ابوالاحوص سے مروی ہے کہ ایک روز ابن مسعود اپنے اصحاب سے حدیث بیان کر رہے تھے کہ معاذ ایسے پیشوا تھے جو یکسوئی کے ساتھ اللہ کے مطیع تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے ایک شخص نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! ابراہیمؑ ایسے پیشوا تھے جو مطیع تھے اس شخص نے یہ گمان کیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو وہم ہو گیا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا امۃ وہ ہے جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دے پھر انہوں نے کہا کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ قانت کیا ہے لوگوں نے کہا "نہیں" تو انہوں نے کہا کہ قانت وہ ہے جو اللہ کا مطیع ہو۔

خالد بن معدان سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ ہم سے دونوں عاقلوں کا حال بیان کرو کہا جاتا تھا کہ دونوں عاقل کون ہیں تو وہ کہتے تھے کہ معاذ اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہما۔

اعمش سے مروی ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ علم کو حاصل کرو جس طرح سے وہ تمہارے پاس آئے۔

اہل علم وفتویٰ اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین:

عبدالرحمٰن بن قاسم نے اپنے والد سے روایت کی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب کوئی ایسا امر پیش آتا جس میں وہ اہل الرائے اور اہل علم کا مشورہ لینا چاہتے اور مہاجرین وانصار کے آدمیوں کو بلاتے تو وہ عمر' عثمان' علی' عبدالرحمٰن بن عوف' معاذ بن جبل' ابی بن کعب اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کو بھی بلاتے تھے' یہ لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فتویٰ دیا کرتے تھے اور لوگوں کا فتویٰ صرف انہیں لوگوں کے پاس جاتا تھا' ابوبکر رضی اللہ عنہ اسی حالت پر گزر گئے' عمر رضی اللہ عنہ والی ہوئے وہ بھی اسی جماعت کو بلاتے تھے' جب وہ خلیفہ تھے تو فتویٰ عثمان وابی وزید رضی اللہ عنہم کے پاس جاتا تھا۔

محمد بن سہل بن ابی حیثمہ نے اپنے والد سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو لوگ فتویٰ دیتے تھے وہ تین آدمی مہاجرین کے تھے اور تین انصار کے' عمر' عثمان وعلی اور ابی بن کعب' معاذ بن جبل وزید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔

عبداللہ بن دینار الاسلمی نے اپنے والد سے روایت کی کہ عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی خلافت میں جب کوئی امر شدید پیش آتا تھا تو وہ اہل شوریٰ انصار' معاذ بن جبل' ابی بن کعب اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کرتے تھے۔

المسور بن مخرمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا علم چھ شخصوں تک ختم ہوتا تھا' عمر' عثمان' علی' معاذ بن جبل' ابی بن کعب اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم (یعنی ہر شخص کو انہیں چھ سے علم حاصل ہوا)۔

مسروق سے مروی ہے کہ میں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی خوشبو حاصل کی تو میں نے ان کے علم کی انتہا چھ پر پائی عمر' علی' عبداللہ' معاذ' ابوالدرداء اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم پھر میں نے ان کے علم کی خوشبو حاصل کی تو مجھے ان کے علم کی انتہا علی و عبداللہ رضی اللہ عنہما پر ملی۔

عامر سے مروی ہے کہ اس امت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ علماء ہوئے' عمر' عبداللہ' زید بن ثابت رضی اللہ عنہم جب عمر رضی اللہ عنہ کوئی بات کہتے تھے اور یہ دونوں بھی کوئی بات کہتے تھے تو ان دونوں کا قول ان کے قول کے تابع ہوتا تھا' اور علی' ابی بن کعب' ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم جب علی رضی اللہ عنہ کوئی بات کہتے تھے اور یہ دونوں بھی کوئی بات کہتے تھے تو ان دونوں کا قول علی رضی اللہ عنہ کے تابع ہوتا تھا۔

مسروق سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے عمر' علی' ابن مسعود' زید' ابی بن کعب اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم صاحب فتویٰ تھے۔

عامر سے مروی ہے کہ اس امت کے قاضی چار ہیں' عمر' علی' زید' ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم اور اس امت کے عقلاء چار ہیں' عمرو بن العاص' معاویہ بن ابی سفیان ومغیرہ بن شعبہ وزیاد رضی اللہ عنہم۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار آدمیوں سے قرآن حاصل کرو: عبداللہ بن مسعود' ابی بن کعب' معاذ بن جبل وسالم مولائے ابی حذیفہ رضی اللہ عنہم۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب مہاجرین اوّلین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے مکے سے مدینے آئے تو وہ العصبہ میں اترے العصبہ قباء کے قریب ہے' ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے مولیٰ سالم ان کی امامت کرتے تھے' اس لیے کہ وہ ان سب سے زیادہ قرآن جانتے تھے' عبداللہ بن نمیر نے اپنی حدیث میں کہا کہ ان مہاجرین اوّلین میں عمر بن الخطاب وابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہما

بھی تھے۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا علم کتاب:

یزید بن عمیرہ السکسکی سے جو معاذ کے شاگرد تھے مروی ہے کہ معاذ نے انہیں حکم دیا کہ وہ چار سے طلب علم کریں' عبداللہ بن مسعود' عبداللہ بن سلام' سلمان فارسی اور عویمر ابوالدرداء رضی اللہ عنہم سے۔

معاذ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔

معبد الجہنی سے مروی ہے کہ ایک شخص تھے جن کا نام یزید بن عمیرہ السکسکی تھا وہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے' انہوں نے بیان کیا کہ جب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا وقت وفات آیا تو یزید ان کے سرہانے بیٹھے رو رہے تھے ان کی طرف معاذ رضی اللہ عنہ نے دیکھا اور کہا کہ تمہیں کیا چیز رلاتی ہے یزید نے کہا دیکھئے میں دنیا کے لیے نہیں روتا جو مجھے آپ سے پہنچتی تھی' میں اس علم کے لیے روتا ہوں جو مجھ سے فوت ہو گیا' معاذ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ علم جیسا تھا گیا نہیں' میرے بعد تم چار آدمیوں سے علم حاصل کرنا' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ان دس آدمیوں کے دسویں ہیں جو جنت میں ہوں گے اور عمر رضی اللہ عنہ سے' لیکن عمر رضی اللہ عنہ کو تمہارے لیے فرصت نہ ہوگی' اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے۔

معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی اور یزید کوفے میں آ گئے' وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مجلس میں آئے' ان سے ملے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایسے پیشوا تھے جو یکسوئی کے ساتھ اللہ کے مطیع تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے' ان کے اصحاب نے کہا کہ ابراہیم ایسے پیشوا تھے جو یکسوئی کے ساتھ اللہ کے مطیع تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے' ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایسے پیشوا تھے جو یکسوئی کے ساتھ اللہ کے مطیع تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ "**ومن عندهٗ علم الکتاب**" (اور وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے) انہوں نے کہا کہ ان کا نام عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہے۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ "**وشھد شاھد من بنی اسرائیل علی مثله**" (اس قسم کی بات کی بنی اسرائیل کے ایک شاہد نے شہادت دی) انہوں نے کہا کہ اس شاہد کا نام عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہے۔

عطیہ سے اللہ کے اس قول میں مروی ہے کہ "**ان یعلم علماء بنی اسرائیل**" (اسے بنی اسرائیل کے علماء جانتے ہیں) انہوں نے کہا کہ وہ علمائے بنی اسرائیل پانچ تھے جن میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ابن یامین' ثعلبہ بن قیس اسد و اسید تھے۔

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی شان علم:

زاوان سے مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے ابوذر رضی اللہ عنہ کو دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ انہوں نے علم کو حفظ کیا جس میں وہ عاجز رہے' وہ بخیل و حریص تھے' اپنے دین پر بخیل تھے اور علم پر حریص تھے' وہ بکثرت سوال کیا کرتے تھے۔ انہیں علم عطا ہوتا تھا' اور انہیں روک دیا جاتا تھا' دیکھو ان کے ظرف میں ان کے لیے بھرا گیا یہاں تک کہ وہ بھر گئے' مگر ان لوگوں کو یہ نہ معلوم ہوا کہ اس قول سے آپ کی مراد کیا ہے کہ "**وعی علما عجز فیه**" (انہوں نے علم کو حفظ کیا جس میں وہ عاجز رہے) آیا وہ اس کے ظاہر کرنے سے عاجز رہے' یا اس علم سے عاجز رہے جو ان کے پاس تھا' یا اس علم کی طلب سے عاجز رہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا گیا۔

مرثد یا ابن مرثد نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں ابوذر غفاری کے پاس بیٹھا تھا' ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ کیا آپ کو امیر المومنین نے فتویٰ دینے سے منع نہیں کیا؟ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ اگر تم لوگ تلوار اس پر (اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا) رکھ دو' اس بات پر کہ میں اس کلمے کو ترک کر دوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے تو میں ضرور اسے پہنچا دوں گا۔ قبل اس کے ایسا ہو (یعنی حلق پر تلوار چلے)۔

ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے اس حالت میں (یعنی اس قدر جلد) رسول اللہ ﷺ کو ترک کر دیا (یعنی آپؐ بذریعہ وفات ہم سے جدا ہو گئے) کہ کوئی پرندہ آسمان پر اپنے پر بھی نہ پھڑ پھڑانے پایا تھا کہ ہم نے آپؐ سے علم یاد کر لیا۔

عہد نبویؐ میں قرآن جمع کرنے والے اصحاب رضی اللہ عنہم:

شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چھ شخصوں نے قرآن جمع کیا۔ ابی بن کعب' معاذ بن جبل' ابوالدرداء' زید بن ثابت' سعد' اور ابوزید' اور مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہم نے صرف دو یا تین سورتوں کے علاوہ پورا قرآن جمع کیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ستر سے زائد سورتیں آنحضرت ﷺ سے حاصل کیں اور بقیہ قرآن انہوں نے مجمع سے سیکھا۔

عامر الشعبی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں انصار کے چھ شخصوں نے قرآن جمع کیا' معاذ بن جبل' ابی بن کعب' زید بن ثابت' ابوالدرداء' ابوزید اور سعد بن عبید رضی اللہ عنہم نے' جب نبی ﷺ کی وفات ہوئی تو مجمع بن جاریہ کو ایک یا دو سورت باقی رہ گئی تھی۔

محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ابی بن کعب' زید بن ثابت' عثمان بن عفان اور تمیم داری رضی اللہ عنہم نے قرآن جمع کیا۔

قرہ بن خالد سے مروی ہے کہ میں نے قتادہ کو کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ابی بن کعب' معاذ بن جبل' زید بن ثابت اور ابوزید رضی اللہ عنہم نے قرآن پڑھا' میں نے کہا کہ کون ابوزید' تو انہوں نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ کے چچاؤں میں سے۔

محمد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے سوائے چار کے جو سب کے سب انصار میں سے تھے کسی نے قرآن جمع نہیں کیا تھا' پانچویں میں اختلاف کیا جاتا ہے' انصار کے وہ لوگ جنہوں نے اس کو جمع کیا زید بن ثابت' ابوزید' معاذ بن جبل' اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم ہیں' وہ شخص جن میں اختلاف ہے' تمیم داری ہیں۔

قتادہ سے مروی ہے کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قرآن کس نے جمع کیا' انہوں نے کہا' چار نے' جو سب انصار میں سے تھے' ابی بن کعب' معاذ بن جبل' زید بن ثابت اور ایک انصاری نے جن کا نام ابوزید تھا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چار نے قرآن حاصل کیا' ابی بن کعب' معاذ بن جبل' زید بن ثابت اور ابوزید رضی اللہ عنہم۔

محمد بن کعب القرظی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں پانچ انصاریوں نے قرآن جمع کیا' معاذ بن جبل عبادہ بن الصامت' ابی بن کعب' ابوایوب اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہم۔

محمد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چار آدمیوں نے قرآن جمع کیا' ابی بن کعب' معاذ بن جبل' زید بن

ثابت اور ابوزید رضی اللہ عنہم نے دو آدمیوں میں اختلاف ہے' بعض نے کہا کہ عثمان و تمیم داری میں اور بعض نے کہا کہ عثمان و ابوالدرداء رضی اللہ عنہما میں۔

ابن مرسا مولائے قریش سے مروی ہے کہ عثمان بن عفان نے عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں قرآن جمع کیا۔

محمد بن کعب القرظی سے مروی ہے کہ پانچ انصار نے نبی ﷺ کے زمانے میں قرآن جمع کیا' معاذ بن جبل' عبادہ بن صامت' ابی بن کعب' ابوایوب اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہم نے جب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا زمانہ ہوا تو انہیں یزید بن ابی سفیان نے لکھا کہ اہل شام اس قدر زیادہ ہو گئے اور ان کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ انہوں نے شہروں کو بھر دیا' انہیں ایک ایسے شخص کی حاجت ہے جو قرآن کی تعلیم دے اور فقہ سکھائے' لہٰذا اے امیر المومنین میری ایسے آدمیوں سے مدد کیجئے جو ان لوگوں کو تعلیم دیں' عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں پانچ (مذکورۂ بالا) آدمیوں کو بلایا اور ان سے کہا کہ مجھ سے تمہارے برادران اہل شام نے ایسے لوگوں کی مدد مانگی ہے جو انہیں قرآن کی تعلیم دیں اور علم دین سکھائیں تم اپنے میں سے تین سے میری مدد کرو' اللہ تم پر رحمت کرے' اگر تم لوگ قبول کرو تو آپس میں قرعہ ڈال لو اور اگر تم میں سے تین آدمی بغیر قرعے کے قبول کر لیں تو وہ روانہ ہو جائیں' انہوں نے کہا کہ ہم لوگ ایسے نہیں ہیں کہ باہم قرعہ ڈالیں' ابوایوب تو بہت بوڑھے ہیں اور ابی بن کعب بیمار ہیں معاذ اور عبادہ اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہم روانہ ہوئے' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حمص سے شروع کرو' کیونکہ وہاں تم لوگوں کو مختلف وجوہ پر پاؤ گے ان میں کوئی ایسا ہوگا جو سیکھ لے گا' جب تم دیکھنا کہ اس نے سیکھ لیا تو اس کے پاس لوگوں کی ایک جماعت کو بھیجنا' پھر جب تم ان لوگوں سے مطمئن ہو جاؤ تو وہاں تم میں سے صرف ایک آدمی قیام کرے' ایک دمشق روانہ ہو جائے اور دوسرا فلسطین' وہ لوگ حمص آئے' وہاں رہے' جب وہ مطمئن ہو گئے تو عبادہ وہیں مقیم ہو گئے' ابوالدرداء رضی اللہ عنہ دمشق روانہ ہو گئے اور معاذ رضی اللہ عنہ فلسطین' معاذ عمواس کے سال طاعون میں وفات پا گئے' عبادہ بعد کو فلسطین چلے گئے اور وہیں وفات پائی' لیکن ابوالدرداءؓ اپنی وفات تک برابر دمشق ہی میں رہے۔

جعفر بن برقان سے مروی ہے کہ ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عالم نہیں ہوتا جب تک متعلم (طالب علم) نہ ہو' اور عالم نہیں ہوتا تاوقتیکہ علم پر عامل نہ ہو۔

ابی قلابہ سے مروی ہے کہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ تم اس وقت تک پورے فقیہ (عالم) ہرگز نہ ہو گے تاوقتیکہ تم قرآن کے مختلف وجوہ نہ دیکھو۔

معاویہ بن قرہ سے مروی ہے کہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا علم حاصل کرو اگر تم اس سے عاجز ہو تو کم از کم اہل علم سے محبت ہی کرو' اور اگر تم ان سے محبت نہ کرو تو کم از کم ان سے نفرت نہ کرو۔

مالک بن دینار سے مروی ہے کہ ابوالدرداء نے فرمایا کہ جو علم میں بڑھ گیا وہ درد میں بڑھ گیا۔

یحییٰ بن عباد نے اپنی حدیث میں کہا کہ سب سے زیادہ خوف ناک چیز جس سے میں ڈرتا ہوں یہ ہے کہ قیامت کے دن مجھ سے کہا جائے کہ تم عالم تھے اور میں کہوں ہاں' پھر کہا جائے تو تمہیں جو کچھ علم تھا اس کے مطابق تم نے کیا عمل کیا۔

قاسم بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں علم عطا کیا گیا۔

عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر سے مروی ہے کہ معاویہ نے کہا کہ دیکھو خبردار ابوالدرداء حکماء میں سے ایک ہیں' دیکھو خبردار عمرو بن العاص بھی حکماء میں سے ایک ہیں' دیکھو خبردار' کعب احبار علماء میں سے ایک ہیں' کہ ان کے پاس پھلوں کی طرح علم تھا' اگرچہ ہم لوگ ان کے معاملے میں کوتاہی کرنے والے تھے۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا علم فرائض اور مہارت تحریر:

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس غیر زبان میں لوگوں کے خطوط آتے ہیں' میں پسند نہیں کرتا کہ انہیں کوئی اور پڑھے کیا تم سے ممکن ہے کہ تم خط عبرانی یا فرمایا سریانی سیکھ لو' میں نے کہا ہاں پھر میں نے اسے سترہ شب میں سیکھ لیا۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے تشریف لائے تو مجھ سے فرمایا کہ تم یہود کی تحریر سیکھ لو' کیونکہ واللہ میں اپنے خط پر یہود سے مطمئن نہیں ہوں پھر میں نے اسے نصف ماہ سے بھی کم مدت میں سیکھ لیا۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں اس حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کہ آپ اپنی ضروریات لکھا رہے تھے' آپ نے فرمایا قلم اپنے کان پر رکھ لو کیونکہ زید لکھوانے کے لیے زیادہ یاد رکھتے ہیں۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان میں سب سے زیادہ فرائض کے عالم زید ہیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا میری امت میں سب سے زیادہ فرائض کے جاننے والے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں۔

سلیمان بن یسار سے مروی ہے کہ عمر وعثمان رضی اللہ عنہما قضاء وفتویٰ وفرائض وقراءت میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پر کسی کو مقدم نہیں کرتے تھے۔

موسیٰ بن علی بن رباح نے اپنے والد سے روایت کی کہ جابیہ میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ جو شخص فرائض (مسائل ترکہ ومیراث) پوچھنا چاہے وہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔

نافع سے مروی ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو قضاء پر عامل بنایا اور ان کے لیے تنخواہ مقرر کی۔

عبدالرحمٰن بن قاسم نے اپنے والد سے روایت کی کہ عمر رضی اللہ عنہ ہر سفر میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناتے تھے' یا راوی نے یہ کہا کہ جس سفر کا آپ ارادہ کرتے تھے' عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو شہروں میں بھیجا کرتے تھے اور زید کو امور مہمہ میں بھیجا کرتے تھے' عمر رضی اللہ عنہ کے پاس نامزد لوگ بلائے جاتے تھے' پھر ان سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بھی کہا جاتا تھا تو کہتے تھے کہ زید کا رتبہ میرے نزدیک کم نہیں ہوا۔ لیکن اہل شہر ان امور میں زید کے محتاج ہیں جو انہیں پیش آتے ہیں' وہ جو کچھ زید کے پاس پاتے ہیں کسی اور کے پاس نہیں پاتے۔

قبیصہ بن ذویب بن طلحہ سے مروی ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مدینے میں عمر وعثمان رضی اللہ عنہما کے زمانے میں اور علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قضاء وفتوے وفرائض وقراءت کے رئیس رہے' اس کے بعد (یعنی علی رضی اللہ عنہ کے ترک مدینہ کے بعد) پانچ سال تک رہے ۴۰ھ میں معاویہ والی ہوئے تو بھی وہ اسی طرح رہے یہاں تک کہ ۴۵ھ میں زید کی وفات ہوگئی۔

شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے رکاب پکڑ لی اور کہا کہ اسی طرح علماء اور بزرگوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے رکاب پکڑ لی' انہوں نے کہا کہ اے رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے کنارے ہٹو' تو انہوں نے کہا کہ ہم اسی طرح اپنے علماء اور اپنے بزرگوں کے ساتھ کرتے ہیں۔

مسروق سے مروی ہے کہ میں مدینے آیا' اصحاب نبی ﷺ کو دریافت کیا تو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مضبوط علم والوں میں نکلے۔

بکیر بن عبداللہ بن الاشج سے مروی ہے کہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ قضاء کا علم حاصل کیا یا جس سے وہ فتویٰ دیا کرتے تھے اس کا اکثر حصہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے تھا' بہت کم ایسا ہوا کہ کوئی مقدمہ یا بڑا فتویٰ ابن المسیبؒ کے پاس آئے جسے ان اصحاب نبی ﷺ کی جانب سے بیان کیا جائے جو مدینے سے باہر تھے کہ انہوں نے یہ نہ کہا ہو کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس کے بعد کہاں ہیں' کیونکہ وہ معاملات قضا میں جو ان کے سامنے آئیں سب سے زیادہ عالم ہیں اور وہ سب سے زیادہ ان معاملات میں بصیرت رکھنے والے ہیں جو ان کے پاس آتے ہیں جن میں کچھ (فیصلہ کسی اور کا) سنا نہیں گیا' ابن المسیب کہتے تھے کہ مجھے زید بن ثابت کا کوئی ایسا قول نہیں معلوم جس پر مشرق و مغرب میں اجماع کر کے عمل نہ کیا جائے یا اس پر اہل مصر عمل نہ کریں ہمارے پاس ان کے سوا اور لوگوں سے احادیث و علم آتا ہے جن پر میں نے نہ اور لوگوں کو عمل کرتے دیکھا اور نہ ان کو جو ان کے درمیان ہیں۔

سالم بن عبداللہ سے مروی ہے کہ جس روز زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا ہم ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ تھے میں نے کہا کہ آج انسانوں کا عالم مر گیا' ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا' آج اللہ ان پر رحمت کرے' وہ عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں لوگوں کے عالم اور اس (خلافت) کے علامہ تھے' عمر رضی اللہ عنہ نے عالم لوگوں کو شہروں میں منتشر کر دیا تھا انہیں اپنی رائے سے فتویٰ دینے کو منع کر دیا تھا اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مدینے ہی میں بیٹھ کر اہل مدینہ کو اور ان کے علاوہ آنے والوں کو فتویٰ دیتے رہے۔

شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ مروان نے ایک شخص کو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے پس پردہ بٹھایا پھر اس نے اسے بلایا' وہ بیٹھ کر زید سے سوال کر رہا تھا اور لوگ لکھ رہے تھے' زید نے ان لوگوں کو دیکھا اور کہا کہ اے مروان میرا عذر قبول کر' میں صرف اپنی رائے سے کہتا ہوں۔

عوف نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا کہ جب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ دفن کیے گئے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس طرح علم جاتا ہے' انہوں نے اپنے ہاتھ سے ان کی قبر کی طرف اشارہ کیا' وہ آدمی مر جاتا ہے جو کسی ایسی شے کا عالم ہوتا ہے کہ اس کے سوا دوسرا اس کا عالم نہیں ہوتا تو جو علم اس کے ساتھ تھا وہ چلا جاتا ہے۔

قتادہ سے مروی ہے کہ جب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور وہ دفن کر دیئے گئے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس طرح علم جاتا ہے۔

عمار بن ابی عمار سے مروی ہے کہ جب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ہم لوگ قصر کے سایہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھ گئے' انہوں نے کہا کہ علم اس طرح جاتا ہے' آج بہت سا علم دفن کر دیا گیا۔

یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ جس وقت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آج اس امت کا

علامہ مرگیا' شاید اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ان کا جانشین کر دے۔

علم حدیث میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بے مثال مقام:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اپنا کپڑا پھیلاؤ' میں نے اسے پھیلا دیا' پھر مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے دن بھر حدیث فرمائی' میں نے اپنا کپڑا اپنے پیٹ کی طرف سمیٹ لیا' میں اس میں سے کچھ نہ بھولا جو آپؐ نے مجھ سے حدیث بیان فرمائی تھی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ آپؐ سے بہت حدیثیں سنیں مگر انہیں بھول گیا' آپؐ نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ' میں نے اسے پھیلا دیا پھر آپؐ نے اس میں اپنے ہاتھ سے پانی چھڑک دیا اور فرمایا اوڑھ لو' میں نے وہ اوڑھ لی اس کے بعد میں کوئی حدیث نہیں بھولا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے دو برتن محفوظ کر لیے ہیں ان میں سے ایک کو میں نے پھیلا دیا اور دوسرے کو اگر میں پھیلاؤں تو یہ نرخرہ کاٹ دیا جائے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث کی کثرت کر دی' واللہ اگر کتاب اللہ عزوجل میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں ایک حدیث بھی بیان نہ کرتا' پھر وہ یہ آیت پڑھتے تھے: ﴿ان الذین یکتمون ما انزلنا من البیّنات والھُدٰی﴾ (وہ لوگ جو ان دلائل کو اور ہدایت کو چھپاتے ہیں جو ہم نے نازل کیں) یہاں تک کہ وہ آیت کے اس حصے تک پہنچتے تھے: ﴿فاولئك اتوب علیھم وانا التواب الرحیم﴾ (یہ وہ لوگ ہیں جن سے میں درگزر کروں گا اور میں بڑا درگزر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہوں)۔

پھر کہتے تھے کہ ان دونوں کا حال یہ ہے کہ ہمارے برادران مہاجرین کو بازاروں کی آمد و رفت نے مشغول کر لیا تھا' ہمارے برادران انصار کو مالی کاموں نے مشغول کر لیا تھا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صرف اپنی شکم پری پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے وہ ایسی باتیں سنتے تھے جو دوسرے لوگ نہیں سنتے تھے اور وہ ایسی باتیں یاد کر لیتے تھے جو اور لوگ نہیں یاد کرتے تھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی جنازے پر حاضر ہو گا تو اس کے لیے ایک قیراط ہے (قیراط دینار کا ایک حصہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تم کچھ حدیث بیان کرتے ہو۔ اس پر غور کر لیا کرو کیونکہ تم نبی ﷺ سے بکثرت حدیث بیان کرتے ہو' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کا ہاتھ پکڑ کر عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے گئے اور کہا کہ آپ انہیں بتا دیجئے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو کیونکر کہتے سنا' عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی' پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن مجھے نبی ﷺ کی صحبت سے نہ تو کھجور کی کاشت نے روکا اور نہ بازاروں کی (بغرض تجارت) آمد و رفت نے' ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تمہیں ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کا علم ہے اور تم ہم سب سے زیادہ آپ کی حدیث کے حافظ ہو۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے کہا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے احادیث کی روایت میں کثرت کی ہے' پھر میں ایک شخص سے ملا اور کہا کہ کل عشاء میں رسول اللہ ﷺ نے کون سی سورت پڑھی اس نے کہا مجھے نہیں معلوم' میں نے کہا کیا تم اس میں نہیں تھے' اس نے کہا ''ہاں'' میں نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ آپ نے فلاں فلاں سورت پڑھی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عرض کی: یا رسول اللہ قیامت کے روز آپ کی شفاعت میں سب سے زیادہ سعید (کامیاب) کون ہوگا' آپ نے فرمایا اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میرا گمان یہ تھا کہ تم سے پہلے مجھ سے یہ حدیث کوئی نہیں پوچھے گا' اس وجہ سے کہ میں حدیث پر تمہاری حرص کو دیکھتا تھا قیامت کے روز سب سے زیادہ میری شفاعت میں وہ شخص کامیاب ہوگا جس نے اپنے دلی خلوص سے ''لا الٰہ الا اللہ'' کہا۔

عمرو بن یحییٰ بن سعید الاموی نے اپنے دادا سے روایت کی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے وہ حدیثیں بیان کرتے ہو جنہیں میں نے آپ سے نہیں سنا' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا' اے ام المومنین! میں نے انہیں اس حالت میں حاصل کیا ہے کہ آپ کو سرمہ دانی اور آئینے نے ان سے باز رکھا' مجھے ان چیزوں میں سے کسی نے مشغول نہیں کیا۔

جعفر بن برقان سے مروی ہے کہ میں نے یزید بن الاصم کو کہتے سنا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تم نے حدیث کی کثرت کر دی قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر وہ تمام باتیں بیان کر دوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہیں تو تم لوگ مجھے گھورے پر پھینک دو گے اور مجھ سے بات نہ کرو گے۔

محمد بن ہلال نے اپنے والد سے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اگر میں تم لوگوں کو ان تمام باتوں سے آگاہ کر دوں جو میں جانتا ہوں تو لوگ مجھے جہل کی طرف منسوب کریں گے اور کہیں گے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مجنون ہے۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں تم سے وہ سب بیان کر دوں جو میرے سینے میں ہے تو تم لوگ مجھے اونٹ کی مینگنیوں سے مارو گے' حسن رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ انہوں نے سچ کہا' اگر وہ ہمیں بتاتے کہ بیت اللہ منہدم کیا جائے گا اور جلایا جائے گا تو لوگ ان کی تصدیق نہ کرتے۔ ابو کثیر البغری سے مروی ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نہ چھپاتا ہے نہ لکھتا ہے۔

مفسر قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے دو مرتبہ دعا فرمائی کہ اللہ مجھے حکمت عطا کرے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا' میری پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: اے اللہ انہیں حکمت اور تفسیر قرآن کا علم دے۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اے اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو حکمت عطا کر اور انہیں تفسیر کا علم دے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے' میں نے آپ کے لیے رات کے وضو کا پانی رکھ دیا تو فرمایا: اے اللہ انہیں دین کا علم و فہم عطا کر اور انہیں تفسیر کا علم دے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اہل بدر کو اپنے پاس حاضر ہونے کی اجازت دیتے تھے عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے کوئی مسئلہ پوچھا اور مجھ سے بھی' میں نے جواب دیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے کہا کہ جو کچھ تم دیکھتے ہو اس کے بعد مجھے ان پر (یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ نظر عنایت پر) کیوں کر ملامت کرتے ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما صحابہ وتابعین کی نظر میں:

عطاء بن یسار سے مروی ہے کہ عمر وعثمان رضی اللہ عنہما دونوں ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بلاتے تھے اور اہل بدر کے ہمراہ ان سے بھی مشورہ لیتے تھے' وہ عمر وعثمان رضی اللہ عنہما کے زمانے میں اپنی وفات تک مفتی رہے۔

مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ عبداللہ نے کہا کہ اگر ابن عباس رضی اللہ عنہما ہم لوگوں کی عمر پالیں تو ہم میں سے کوئی ان سے وصول نہ کرے' نضر (راوی) نے اسی حدیث میں اتنا اور زیادہ کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کیسے اچھے ترجمان قرآن ہیں (مفسر قرآن ہیں)۔

سلمہ بن کہیل سے مروی ہے کہ عبداللہ نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کیسے اچھے ترجمانِ قرآن ہیں (مفسر قرآن ہیں)۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے قول وما یعلمھم الا قلیل میں (یعنی انہیں سوائے چند کے کوئی نہیں جانتا) مروی ہے کہ میں ان چند میں ہوں' اور وہ سات آدمی ہیں۔

عبیداللہ بن ابی یزید سے مروی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جب کوئی امر دریافت کیا جاتا تھا تو اگر وہ قرآن میں ہوتا تھا تو وہ اسے بتادیتے تھے' اگر وہ قرآن میں نہ ہوتا اور رسول اللہ ﷺ سے مروی ہوتا تو اسے بتادیتے' اگر ان میں سے کسی سے مروی نہ ہوتا تو اپنی رائے سے اجتہاد کرتے تھے۔

مجاہد سے مروی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نام ان کے کثرت علم کی وجہ سے دریا رکھ دیا گیا تھا۔

عطاء سے مروی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دریا کہا جاتا تھا اور عطاء تو (بجائے ابن عباس رضی اللہ عنہما کہنے کے) کہا کرتے تھے کہ دریا نے کیا اور دریا نے کہا وغیرہ۔

طاؤس سے مروی ہے کہ میں نے کسی شخص کو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ عالم نہیں دیکھا۔

لیث بن ابی سلیم سے مروی ہے کہ میں نے طاؤس سے کہا کہ تم اس لڑکے یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہو گئے اور تم نے اکابر اصحاب رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ دیا' انہوں نے کہا کہ میں نے ستر اصحاب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب وہ باہم کسی امر میں مناظرہ کرتے تھے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی طرف رجوع کرتے تھے۔

یوسف بن مہران سے مروی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قرآن بہت پوچھا جاتا تھا' وہ کہتے تھے کہ وہ اس طرح ہے' اور اس طرح ہے کیا تم نے شاعر کو اس طرح کہتے نہیں سنا (یعنی محاورۂ قرآنی پر شاعر کے شعر کی شہادت لاتے تھے)۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ علی وابن عباس رضی اللہ عنہم دونوں میں ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کے زیادہ عالم تھے' اور دونوں میں علی رضی اللہ عنہ مبہمات کے (یعنی جن کی مراد واضح نہیں ہے) زیادہ عالم تھے۔

ابن جریج سے مروی ہے کہ عطاء نے کہا کہ کچھ لوگ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس شعر دریافت کرنے کے لیے اور کچھ لوگ عرب کی جنگیں اور ان کے واقعات (دریافت کرنے) کے لیے ان میں سے کوئی قسم ایسی نہ تھی جو وہ چاہے اور ان کے سامنے پیش نہ کرے۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرے میں شہرت حاصل کی اور وہ

زبردست مقرر اور بہت علم والے تھے انہوں نے سورۂ بقرہ پڑھی اور اس کی ایک ایک آیت کی تفسیر کی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو میں نے ایک انصاری سے کہا کہ اصحاب رسول ﷺ کو بلالاؤ تو ہم تم ان سے حدیث دریافت کریں کیونکہ اس وقت بہتیرے صحابی موجود ہیں' انصاری نے کہا: اے ابن عباس رضی اللہ عنہما تم پر تعجب ہے' کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ وہ لوگ تمہارے حاجت مند ہیں' حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں جیسے لوگ ہیں وہ ہیں (یعنی کیسے کیسے جلیل القدر لوگ ہیں)۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے یہ خیال ترک کر دیا اور خود ہی آ کے اصحاب رسول اللہ ﷺ سے حدیث دریافت کرنے لگا' اگر مجھے کسی شخص سے حدیث پہنچتی تھی تو میں اس کے دروازے پر جاتا تھا جب کہ وہ قیلولے میں ہوتا تھا' اپنی چادر اس کے دروازے پر بچھا لیتا اور آندھی مجھ پر مٹی ڈالتی تھی' پھر وہ شخص مجھے دیکھتا تو کہتا کہ اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے آپ کو کیا ضرورت لائی' آپ نے مجھے کیوں نہ بلا بھیجا کہ میں آپ کے پاس آ جاتا' میں کہتا تھا کہ "نہیں' مجھ پر آپ کے پاس آنے کا حق زیادہ ہے" پھر میں ان سے حدیث پوچھتا تھا۔

وہ انصاری زندہ رہے' انہوں نے مجھے اس حالت میں دیکھا کہ لوگ میرے گرد جمع ہیں اور مسائل پوچھتے ہیں' کہنے لگے یہ نوجوان مجھ سے زیادہ عاقل ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی اکثر حدیثیں انصار کے پاس سے پائیں' میں کسی شخص کے پاس جاتا تھا اور اسے سوتا ہوا پاتا تھا تو اگر میں چاہتا تو میرے لیے اس کو جگا دیا جاتا' مگر میں اس کے دروازے پر بیٹھ جاتا تھا' اور آندھی میرے منہ پر تھپیڑے مارتی تھی۔ وہ جب بیدار ہوتا تو میں جو چاہتا تھا اس سے پوچھتا تھا' اور واپس ہو جاتا تھا۔

ابی کلثوم سے مروی ہے کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہما دفن کر دیئے گئے تو ابن الحنفیہ نے کہا کہ آج اس امت کا اللہ والا چل بسا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حلقۂ درس:

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے مروی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما چند خصلتوں میں لوگوں سے بڑھ گئے تھے' علم میں کوئی ان سے آگے نہ بڑھا' فقہ میں ان کی رائے کی حاجت ہوتی تھی' اور علم وعطاء واحسان میں' میں نے کسی شخص کو نہ دیکھا جو رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا' جس میں وہ سب سے آگے تھے ان سے زیادہ جاننے والا ہو' یا ابو بکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کی قضاء کوئی ان سے زیادہ جاننے والا ہو' ان سے زیادہ کوئی فقیہ ہو یا سمجھ رکھتا ہو' یا ان سے زیادہ شعر وعربیت کا اور تفسیر قرآن وحساب وفرائض کا جاننے والا ہو' نہ واقعات گزشتہ کا ان سے زیادہ کوئی جاننے والا تھا' اور نہ اس معاملے میں جہاں رائے کی حاجت ہوتی کوئی ان سے زیادہ صائب الرائے تھا۔

وہ ایک روز بیٹھتے تھے تو صرف فقہ کا درس دیتے' ایک روز صرف تفسیر کا' ایک روز صرف مغازی کا' ایک روز صرف شعر کا اور ایک روز صرف تاریخ عرب کا' میں نے کسی عالم کو بغیر اس کے کبھی ان کے پاس بیٹھتے نہیں دیکھا کہ وہ اس کے لیے جھک نہ گئے ہوں' اور میں نے کبھی کسی طالب علم کو نہیں دیکھا کہ اس نے ان کے پاس علم نہ پایا ہو۔

داؤد بن جبیر سے مروی ہے کہ میں نے ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے سنا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سب سے زیادہ عالم ہیں۔

عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد کو کہتے سنا کہ میں نے کسی کو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ حاضر الفہم، کامل العقل، کثیر العلم، متحمل مزاج نہیں دیکھا، میں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا کہ وہ انہیں امور مہمہ کے لیے طلب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تمہارے پاس امر مہم آیا ہے پھر وہ اپنے قول کو آگے نہ بڑھاتے تھے حالانکہ ان کے آس پاس مہاجرین وانصار میں سے اہل بدر بھی ہوتے تھے۔

نبہان سے مروی ہے کہ میں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی ﷺ سے کہا کہ میں لوگوں کا اتفاق ابن عباس رضی اللہ عنہما پر دیکھتا ہوں، تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ وہ بقیہ لوگوں سے زیادہ عالم ہیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے حج کی راتوں میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس طرح دیکھا کہ ان کے ہمراہ لوگوں کے حلقے تھے اور مناسک (احکام حج) پوچھے جارہے تھے، عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ وہ بقیہ لوگوں سے زیادہ مناسک کے عالم ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں ایک روز عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے ایک مسئلہ پوچھا جو یعلیٰ بن امیہ نے یمن سے لکھا تھا، میں نے انہیں اس کے بارے میں جواب دیا تو انہوں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نبوت کے مکان سے بولتے ہو۔

ابی معبد سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو کہتے سنا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہم سب سے زیادہ عالم ہیں۔ عکرمہ سے مروی ہے کہ میں نے معاویہ بن ابی سفیان کو کہتے سنا کہ تمہارے مولیٰ (یعنی عکرمہ کے آقا وآزاد کرنے والے) واللہ مردہ وزندہ سب سے زیادہ فقیہ ہیں۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ کعب احبار نے کہا کہ تمہارے آقا اس امت کے اللہ والے (ربانی) ہیں، جو مردہ وزندہ سب سے زیادہ عالم ہیں۔

طاؤس نے اپنے والد سے روایت کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما مضبوط علم والوں میں سے تھے (الراسخین فی العلم میں سے تھے)۔

طاؤس نے اپنے والد سے روایت کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس طرح لوگوں پر چھا گئے تھے جس طرح کھجور کے لمبے درخت چھوٹے درختوں پر چھا جاتے ہیں۔

سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما مجھ سے حدیث بیان کرتے تھے، پھر اگر وہ اجازت دیتے تھے کہ میں ان کے سر کو بوسہ دوں تو میں بوسہ دیتا تھا۔

مالک بن ابی عامر سے مروی ہے کہ میں نے طلحہ بن عبید اللہ کو کہتے سنا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو فہم وذکاوت وعلم دیا گیا میں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا کہ انہوں نے کسی کو ان پر مقدم کیا ہو۔

محمد بن ابی بن کعب سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد ابی بن کعب کو اس وقت کہتے سنا کو ان کے پاس ابن عباس رضی اللہ عنہما تھے، جب وہ کھڑے ہوئے تو والد نے کہا، یہ اس امت کا علامہ ہوگا، اس کو عقل وفہم دی گئی ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا کی ہے کہ (اللہ) انہیں دین میں فقیہ کرے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے جبریل صلوات اللہ علیہ کو دو مرتبہ دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے دو مرتبہ دعا فرمائی۔

عبدالرحمٰن بن ابی الزناد نے اپنے والد سے روایت کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بخار تھا' عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عیادت کے لیے آئے' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہارے بیماری نے ہمارے ساتھ کوتاہی کی' اللہ ہی سے مدد چاہی جاتی ہے۔

ابی معبد سے مروی ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کہتے سنا کہ مجھ سے کبھی کسی شخص نے کوئی حدیث بیان نہ کی جو میں نے اس سے پوچھ نہ لی ہو میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آتا تھا' وہ سوتے ہوتے تھے' میں ان کے دروازے پر سو جاتا تھا' اگر انہیں میری موجودگی کا علم ہو جاتا تو وہ میرے اس مرتبے کی وجہ سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے تھا ضرور پسند کرتے کہ انہیں میرے لیے بیدار کر دیا جائے۔ لیکن میں ناپسند کرتا تھا کہ انہیں ملول کروں۔

سلمی سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اس حالت میں دیکھا کہ ان کے ہمراہ چند تختیاں تھیں جن پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ افعال ابو رافع سے پوچھا کر لکھ رہے تھے۔

ابو سلمہ حضرمی سے مروی ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کہتے سنا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مہاجرین وانصار کے اکابر کے ساتھ لگا رہتا تھا' ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی اور ان کے بارے میں جو قرآن نازل ہوا پوچھا کرتا تھا' میں ان میں سے جس کے پاس آیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میری قرابت کی وجہ سے میرے آنے سے ضرور خوش ہوا ایک روز ابی بن کعب سے جو راسخین فی العلم (مضبوط علم والوں) میں سے تھے اس قرآن کو پوچھنے لگا جو مدینے میں نازل ہوا تو انہوں نے کہا کہ اس میں ستائیس سورتیں نازل ہوئیں اور اس کا بقیہ مکے میں۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ میں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما جو گزر گیا اس میں ہم سب سے زیادہ عالم ہیں اور ان معاملات میں جن میں (کتاب وسنت میں سے) کوئی شے نہیں آئی ہم سب سے زیادہ فقیہ ہیں' عکرمہ نے کہا کہ میں نے ان کے قول کی ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خبر دی تو انہوں نے کہا کہ ان کے پاس بھی علم ہے اور وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حلال وحرام دریافت کیا کرتے تھے۔

طاؤس سے مروی ہے کہ میں نے کبھی کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اختلاف کر کے ان سے جدا ہوا ہو' پھر اس نے انہیں تسلیم نہ کیا ہو۔

یعقوب بن زید نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے اس وقت انہیں کہتے سنا جس وقت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وفات کی خبر پہنچی' انہوں نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا کہ سب سے زیادہ بردبار اور سب سے زیادہ عالم مر گیا' بے شک ان کی وجہ سے اس امت پر ایسی مصیبت آ گئی جس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔

ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے مروی ہے کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وفات ہوئی تو رافع بن خدیج نے کہا کہ آج وہ شخص مر گیا جس کے علم کی حاجت تمام مشرق ومغرب میں تھی۔

زیاد بن میناء سے مروی ہے کہ ابن عباس‘ ابن عمر‘ ابوسعید خدری‘ ابو ہریرہ‘ عبداللہ بن عمرو بن العاص‘ جابر بن عبداللہ‘ رافع بن خدیج‘ سلمہ بن الاکوع‘ ابوواقد اللیثی اور عبداللہ بن بحسینہ رضی اللہ عنہم اپنے مشابہ اصحاب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات سے اپنی وفات تک مدینے میں فتویٰ دیا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کیا کرتے تھے‘ ان میں سے جن لوگوں کی طرف فتویٰ پلٹ آیا وہ ابن عباس‘ ابن عمر‘ ابوسعید خدری‘ ابو ہریرہ و جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم تھے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی علمی احتیاط:

ابوجعفر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما سے زیادہ کوئی محتاط نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث سنے تو نہ اس میں کچھ بڑھائے نہ گھٹائے۔

عمرو بن دینار سے مروی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نوجوانوں کے فقہاء میں شمار کیے جاتے تھے۔ شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حدیث کے زبردست عالم تھے‘ فقہ میں زبردست عالم نہ تھے۔

عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما:

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے جو کچھ نبی ﷺ سے سنا تھا آپ ﷺ سے اس کے لکھنے کی اجازت چاہی‘ آپ ﷺ نے مجھے اجازت دی‘ پھر میں نے اسے لکھا‘ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی اس کتاب کا نام ''الصادقہ'' رکھا تھا۔

مجاہد سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے پاس ایک کتاب دیکھی تو میں نے دریافت کیا‘ انہوں نے کہا کہ یہ ''الصادقہ'' ہے اس میں وہ حدیثیں ہیں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس طرح سنیں کہ ان میں میرے اور آپ ﷺ کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا۔

چند فقیہ صحابہ رضی اللہ عنہم:

محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ عمران بن الحصین حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے ثقہ اصحاب میں شمار کیے جاتے تھے۔

خالد بن معدان سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے شام میں کوئی نہ رہا جو عبادہ بن الصامت اور شداد بن اوس رضی اللہ عنہما سے زیادہ ثقہ‘ زیادہ فقیہ اور زیادہ پسندیدہ ہو۔

ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب جب بیٹھ کر باتیں کرتے تھے تو ان کی باتیں فقہ ہوتی تھیں‘ سوائے اس کے کہ وہ کسی کو حکم دیں کہ وہ انہیں سورت پڑھ کر سنائے یا کوئی آدمی از خود قرآن کی سورت پڑھ کر سنائے۔

حنظلہؒ بن ابی سفیان نے اپنے اساتذہ سے روایت کی کہ نوجوان اصحاب رسول اللہ ﷺ میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ کوئی نہیں تھا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی ﷺ:

قبیصہ بن ذؤیب بن حلحلہ سے مروی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اتنی بڑی عالم تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم ان

سے مسائل پوچھتے تھے۔

ابو بردہ بن ابی موسیٰ نے اپنے والد سے روایت کی کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ جب کسی بات میں شک کرتے تھے تو عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے پوچھتے تھے' وہ ان کے پاس اس (بات) کا علم پاتے تھے۔

مسروق سے مروی ہے کہ ان سے کہا گیا کہ آیا عائشہ رضی اللہ عنہا فرائض اچھی طرح جانتی تھیں' انہوں نے کہا" کیا خوب' قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' میں نے انہیں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی استانی دیکھا کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے فرائض پوچھتے تھے۔

ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ نہ کسی کو سنت رسول اللہ ﷺ کا عالم دیکھا' نہ کسی ایسے معاملے میں جس میں رائے کی حاجت ہو ان سے زیادہ کسی کو فقیہ دیکھا اور نہ کسی آیت کے شانِ نزول میں ان سے زیادہ عالم دیکھا' نہ فرائض ہی میں۔

محمود بن لبید سے مروی ہے کہ ازواج نبی ﷺ نے کثیر احادیث حفظ کیں مگر نہ عائشہ و ام سلمہ رضی اللہ عنہما کے برابر' عائشہ رضی اللہ عنہا' عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کے عہد میں اپنی وفات تک فتویٰ دیتی رہیں' ان پر اللہ کی رحمت ہو' رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کے اکابر اصحاب عمر و عثمان رضی اللہ عنہما ان کے پاس بھیج کر احادیث دریافت کرتے تھے۔

عبدالرحمٰن بن قاسم نے اپنے والد سے روایت کی کہ عائشہ' ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانۂ خلافت میں اپنی وفات تک مسلسل اور مستقل طور پر فتویٰ دیتی رہیں (اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرے) میں برابر ان کے ہمراہ رہا' اور ان کا احسان میرے ساتھ رہا' میں بحر علم ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ بھی بیٹھتا تھا' میں ابو ہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کے ساتھ بھی بیٹھا ہوں' اور بہت زیادہ بیٹھا ہوں' وہاں یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما کے یہاں تقویٰ اور علم اور عظمت اور ان امور سے آگاہی تھی جن کا انہیں (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو) علم نہ تھا۔

اکابر صحابہ سے قلت روایت کی وجہ:

محمد بن عمرو اسلمی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے اکابر اصحاب سے صرف اس لیے روایت کی قلت ہے کہ وہ لوگ قبل اس کے کہ ان کی حاجت ہو وفات پا گئے' صرف عمر بن الخطاب و علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے کثرت ہوئی اس لیے کہ یہ دونوں والی ہوئے' ان دونوں نے لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کیا۔

رسول اللہ ﷺ کے تمام اصحاب ائمہ تھے جن کی اقتداء کی جاتی تھی' ان کے ہر کام کو جو وہ کرتے تھے یاد رکھا جاتا تھا' ان سے فتویٰ پوچھا جاتا تھا' وہ فتویٰ دیتے تھے' انہوں نے احادیث سنیں اور دوسروں تک پہنچائیں۔

رسول اللہ ﷺ کے اکابر اصحاب آپ سے حدیث بیان کرنے میں بہ نسبت اوروں کے بہت کم رہے' مثلاً ابوبکر و عثمان' طلحہ' زبیر' سعد بن ابی وقاص' عبدالرحمٰن بن عوف' ابی عبیدہ بن الجراح' سعید بن زید بن عمرو بن نفیل' ابی بن کعب' سعد بن عبادہ' عبادہ بن الصامت اسید بن الحضیر' معاذ بن جبل' اور انہیں کے ہم پلہ دوسرے لوگ۔

ان لوگوں سے کثیر احادیث نہیں آئیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نوجوان اصحاب سے آئیں مثلاً جابر بن عبداللہ ابوسعید خدری ابو ہریرہ عبداللہ بن عمر بن الخطاب عبداللہ بن عمرو بن العاص عبداللہ بن عباس رافع بن خدیج انس بن مالک براء بن عازب رضی اللہ عنہم اوران کے ہم پلہ لوگ۔

یہ سب کے سب فقہائے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شمار کیے جاتے تھے اور مع اپنے ہم جنسوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہتے تھے اور کم عمر تھے جیسے عقبہ بن عامر الجہنی زید بن خالد الجہنی عمران بن الحصین نعمان بن بشیر معاویہ بن ابی سفیان سہل بن سعد الساعدی عبداللہ بن یزید الخطمی مسلمہ بن مخلد الزرقی ربیعہ بن کعب اسلمی اور ہند اور اسماء فرزندان حارثۃ الاسلمی جو دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے تھے اور آپؐ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔

اکثر روایت وعلم ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوران کے ہم جنسوں میں ہے۔ اس لیے کہ یہ زندہ رہے اوران کی عمریں دراز ہوئیں۔ لوگوں کوان کی حاجت ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے اصحاب آپ کی وفات سے قبل اور بعد آپ کا علم لے گئے ان سے کچھ منقول نہیں اور بوجہ کثرت اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کی حاجت نہ ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تبوک میں جو آپ کا آخری غزوہ تھا تیس ہزار مسلمان حاضر ہوئے یہ لوگ ان کے علاوہ تھے جو اسلام لائے اور اپنے شہر ومقام میں ہی رہے اور جہاد نہیں کیا ہمارے نزدیک وہ ان سے زیادہ تھے جنہوں نے آپ کے ہمراہ غزوۂ تبوک میں شرکت ہم نے ان میں سے ان کا شمار کیا جن کا نام ونسب ہمیں معلوم ہوسکا اور جن کا حال غزوات وسریات میں معلوم ہوسکا اور جن کا وہ مقام بیان کیا گیا کہ جہاں انہوں نے قیام کیا۔

ان میں سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں شہید ہوگئے جو آپؐ کے بعد اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قاصد بن کے آئے پھر اپنی قوم میں لوٹ گئے اور جنہوں نے آپ سے حدیث بیان کی ان میں بعض وہ ہیں جن کا نسب واسلام معلوم ہے بعض وہ ہیں جو صرف اس حدیث سے پہچانے گئے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

بعض وہ ہیں جن کی موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے ہوگئی اوران کا نسب اور ذکر اور مشہد (مقاماتِ حاضری) معلوم ہیں کچھ ایسے ہیں جن کی موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث بیان کی وہ یاد کرلی گئی بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی رائے سے فتویٰ دیا۔

بعض وہ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث نہیں بیان کی شاید ان کی آپؐ سے صحبت ومجالست وسماع ان لوگوں سے زیادہ ہو جنہوں نے آپؐ سے حدیث بیان کی لیکن ہم نے اس معاملے کو (یعنی ترک روایت حدیث کو) ان کے روایت حدیث سے بچنے پر یا اس بات پر کہ بوجہ کثرتِ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی حاجت نہیں ہوئی یا عبادت میں اور سفر یا جہاد فی سبیل اللہ میں مشغولی پر محمول کیا یہاں تک کہ وہ اس حالت میں گزر گئے کہ ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث یاد نہیں کی گئی حالانکہ پورے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی صحبت اور آپؐ سے ان کی ملاقات کا علم ہے۔

ان میں سے سب لوگ نبی ﷺ کے ساتھ نہیں رہتے تھے' ان میں بعض وہ ہیں جو آپؐ کے ہمراہ مقیم رہے' آپؐ کے ساتھ ساتھ رہے اور آپ کے ہمراہ تمام مشاہد (مقامات حاضری) میں حاضر ہوئے' بعض ان میں سے وہ ہیں جو آپؐ کے پاس آئے' انہوں نے آپ کو دیکھا' پھر وہ اپنی قوم کے شہر میں پلٹ گئے بعض وہ ہیں جو تھوڑے تھوڑے زمانے کے بعد آپؐ کے پاس اپنی حجاز وغیرہ کی منزل سے آتے تھے' ہم نے ان تمام اصحاب رسول اللہ ﷺ کو جن کا نام ہم تک پہنچا ہے المغازی میں لکھا ہے جو عرب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ان میں سے جنہوں نے آپؐ سے حدیث روایت کی' ان سب امور کو جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہم نے بیان کیا ہے' مگر ہم نے پورے علم کا احاطہ نہیں کیا۔

رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے بعد مہاجرین وانصار وغیرہم کے فرزندوں میں تابعین تھے جن میں فقہاء وعلماء تھے' ان کے پاس حدیث وآثار کی روایت تھی' فقہ وفتویٰ تھا' وہ گزر گئے اور اپنے بعد ایک دوسرے طبقے کو چھوڑ گئے' ان کے بعد ہمارے زمانے تک اور طبقے ہیں' ہم نے اس کی تفصیل کی ہے اور اس کو بیان کیا ہے۔

اصحابِ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد اہل علم اور اہل فقہ تابعین

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ:

قدامہ بن موسیٰ الحجمی سے مروی ہے کہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ فتویٰ دیا کرتے تھے حالانکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ہر اس قضا کا جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے فیصلہ کیا مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی نہ رہا۔ مسعر نے کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ انہوں نے عثمان و معاویہ رضی اللہ عنہما بھی کہا تھا۔

محمد بن یحییٰ بن حبان سے مروی ہے کہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے میں جو لوگ مدینے میں تھے فتوے میں ان کے امام اور ان پر مقدم تھے کہا جاتا ہے کہ وہ فقیہ الفقہاء تھے۔

مکحول سے مروی ہے کہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ عالم العلماء تھے۔

اسماعیل بن امیہ سے مروی ہے کہ مکحول نے کہا کہ میں نے تم سے جو حدیثیں بیان کیں وہ مسیبؒ اور شعبیؒ سے ہیں۔

میمون بن مہران سے مروی ہے کہ میں مدینے آیا وہاں کے باشندوں میں سب سے بڑے فقیہ کو دریافت کیا تو مجھے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا گیا' میں نے ان سے کہا کہ میں اقتباس کرنے والا (کچھ حاصل کرنے والا) ہوں' عیب جوئی کرنے والا نہیں ہوں' میں ان سے سوال کرنے لگا اور مجھے ایک شخص جوان کے پاس تھا جواب دینے لگا' میں نے اس سے کہا کہ تم مجھ سے رُک جاؤ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ اس شیخ سے کچھ یاد کروں' اس نے کہا کہ لوگو اس شخص کو دیکھو جو چاہتا ہے کہ یاد نہ کرے حالانکہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں رہا ہوں۔

جب ہم لوگ نماز کو اٹھے تو میں اس شخص کے اور سعید کے درمیان کھڑا ہوا' امام سے کوئی بات ہوگئی' جب ہم لوٹے تو میں نے اس سے کہا کہ آیا تم نے بھی امام کی نماز میں کوئی بات ناپسند کی' اس نے کہا نہیں' میں نے کہا کہ کتنے ہی انسان ایسے ہیں جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں رہے حالانکہ ان کا قلب دوسرے مقام میں تھا' اس نے کہا کہ کیا تم نے دیکھا کہ میں نے جو جواب دیا سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے میری مخالفت کی' میں نے کہا نہیں' سوائے اس کے کہ فاطمہ بنت قیس کے بارے ہیں' کہ سعید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ وہ عورت ہے جس نے مردوں کو تعجب میں ڈال دیا' یا کہا کہ عورتوں کو تعجب میں ڈال دیا۔

مالک بن انس سے مروی ہے کہ قاسم بن محمد سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا اور کہا گیا کہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں یہ یہ کہا ہے' معن نے اپنی حدیث میں کہا کہ قاسم نے کہا کہ وہ ہم سب سے بہتر اور ہمارے سردار ہیں' محمد بن عمرو نے اپنی حدیث میں

کہا کہ وہ ہمارے سردار اور ہمارے عالم ہیں۔

ابوالحویرث سے مروی ہے کہ محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ آ کر سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے فتویٰ پوچھتے تھے' ہشام بن سعد سے مروی ہے کہ میں نے زہری کو' جب کسی سائل نے سوال کیا کہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا علم کس سے حاصل کیا تو' یہ جواب دیتے سنا کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے' اور انہوں نے سعد بن ابی وقاص' ابن عباس' ابن عمر رضی اللہ عنہم کی بھی ہم نشینی کی' اور نبی ﷺ کی ازواج عائشہ وام سلمہ رضی اللہ عنہما کے پاس بھی گئے' انہوں نے عثمان بن عفان' علی صہیب اور محمد بن مسلمہ سے بھی سنا' ان کی اکثر روایتوں کی سند ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے اور وہ ان کے داماد تھے' انہوں نے عمر وعثمان رضی اللہ عنہما کے اصحاب سے بھی سنا' اور کہا جاتا تھا کہ وہ تمام امور کا' جن کا فیصلہ عمر وعثمان رضی اللہ عنہما نے کیا' ان سے زیادہ کوئی جاننے والا نہ تھا۔

سلیمان بن یسار کہتے تھے کہ ہم لوگ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھتے تھے' میں اور سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ اور قبیصہ بن ذؤیب' ہم لوگ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہمراہ بھی بیٹھتے تھے' لیکن سعید بن المسیب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مسندات (روایات) کو بوجہ داماد ہونے کے ہم سے زیادہ جانتے تھے۔

ابوجعفر سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ سعید بن المسیب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مسندات (روایات) کو بوجہ داماد ہونے کے ہم سے زیادہ جانتے تھے۔

ابوجعفر سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ ان آثار کے' جو ان سے پہلے ہو گئے سب سے زیادہ عالم ہیں' اور اپنی رائے میں سب سے زیادہ فقیہ (سمجھدار) ہیں۔

سعید بن عبدالعزیز التنوخی سے مروی ہے کہ میں نے مکحول سے پوچھا کہ تم جن لوگوں سے ملے ان میں سب سے زیادہ عالم کون ہے تو انہوں نے کہا کہ ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ۔

میمون بن مہران سے مروی ہے کہ میں مدینے میں آیا' وہاں کے باشندوں میں سب سے زیادہ فقیہ کو دریافت کیا' تو مجھے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا گیا' میں نے ان سے مسائل پوچھے۔

شہاب بن عباد العصری سے مروی ہے کہ میں نے حج کیا' ہم مدینے میں آئے' ہم نے وہاں کے باشندوں میں سب سے زیادہ عالم کو دریافت کیا تو لوگوں نے کہا کہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

شہاب بن عباد سے مروی ہے کہ ان کے والد نے ان سے بیان کیا کہ ہم لوگ مدینے آئے' وہاں کے باشندوں میں سب سے زیادہ فاضل کو دریافت کیا تو لوگوں نے کہا کہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ ہیں' ہم لوگ ان کے پاس آئے اور کہا کہ ہم نے اہل مدینہ میں سب سے زیادہ فاضل کو دریافت کیا تو ہم سے کہا گیا کہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ ہیں' انہوں نے کہا کہ میں تمہیں اس شخص کو بتاؤں جو مجھ سے سوگونہ زیادہ افضل ہے' وہ عمرو بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

مالک بن انسؒ سے مروی ہے کہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر مجھے ضرورت ہوتی تو میں صرف ایک حدیث کی تلاش میں شبانہ روز کا سفر کرتا۔

یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے کتاب اللہ کی کوئی آیت پوچھی گئی تو سعید نے کہا کہ میں قرآن میں

کچھ نہیں کہتا۔

مالک نے کہا کہ مجھے قاسم بن محمد سے اسی کے مثل معلوم ہوا۔

محمد بن سعد (مؤلف کتاب ہذا) نے کہا کہ مجھے مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے اور انہیں یحییٰ بن سعید سے معلوم ہوا کہ کہا جاتا تھا کہ ابن المسیب عمر رضی اللہ عنہ کے راوی ہیں۔

مکحول سے مروی ہے کہ جب سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہو گئی تو لوگ برابر ہو گئے' کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقے میں آنے سے پرہیز کرے' میں نے اس حلقے میں مجاہد کو دیکھا جو یہ کہتے تھے کہ لوگ اس وقت تک خیر پر رہیں گے جب تک کہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ ان کے درمیان باقی ہیں۔

مالک بن انس سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ مدینے میں کوئی ایسا عالم نہیں جو اپنے علم کو میرے پاس نہ لائے' وہ بھی ان کے پاس لایا گیا جو سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا۔

مالک بن انس سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کسی مقدمے کا فیصلہ نہیں کرتے تھے' تاوقتیکہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے نہ دریافت کر لیں' انہوں نے کسی کو ان کے پاس بھیج کر دریافت کیا مگر اس نے انہیں بلا لیا' وہ آئے اور داخل ہوئے تو عمر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قاصد نے خطا کی' ہم نے تو اسے صرف اس لیے بھیجا تھا کہ وہ آپ سے آپ کی مجلس دریافت کر لے۔

معمر سے مروی ہے کہ میں نے زہری کو کہتے سنا کہ قریش میں چار دریا پائے' سعید بن المسیب عروہ بن زبیر' ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ۔

زہری سے مروی ہے کہ میں عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر العذری کے ہمراہ بیٹھ کر ان سے اپنی قوم کا نسب معلوم کرتا تھا' ان کے پاس ایک جاہل شخص آ کر اس مطلقہ کا حکم پوچھنے لگا جسے ایک ہی دفعہ میں دو طلاقیں دی جائیں پھر اس سے دوسرے آدمی نے نکاح کر لیا اور اس سے صحبت کی' اس نے بھی اسے طلاق دے دی' تو وہ عورت کس کے پاس لوٹے' آیا اپنے شوہر اوّل کے پاس انہوں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم' تم اس آدمی کے پاس جاؤ' اور اس سے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کیا' میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ تو سعید سے ایک زمانہ پہلے ہے اور اس نے مجھے خبر دی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل ہے جو اس شخص کے منہ پر پھینک دی گئی ہے۔

میں بھی سائل کے پیچھے ہو لیا' اس نے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا' میں سعید کے ساتھ ہو گیا' وہ مدینے کے علم پر غالب تھے' انہیں سے استفتا کیا جاتا تھا' ان سے اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام' سلیمان بن یسار جو علماء میں سے تھے' عروہ بن زبیر جو دریاؤں میں سے ایک دریا تھے' عبیداللہ بن عتبہ اور انہیں کے مثل ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن خارجہ بن زید بن ثابت' قاسم اور سالم' فتویٰ انہیں لوگوں کے پاس گیا' ان لوگوں کے پاس سے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ' ابوبکر بن عبدالرحمٰن' سلیمان بن یسار' قاسم بن محمد' باوجودیکہ قاسم فتوے سے باز رہتے تھے' سوائے اس کے کہ وہ بغیر فتویٰ دیئے کوئی چارہ نہ پائیں۔ اور بہت سے آدمی تھے جو ان کے مثل تھے اور ان سے زیادہ سن رسیدہ تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہم کے فرزند تھے جن کو میں نے پایا۔

مہاجرین وانصار میں سے بہت سے آدمی مدینے میں تھے جن سے مسائل پوچھے جاتے تھے ان لوگوں نے اپنے آپ کو اس ہیئت پر نہیں رکھا تھا جیسا کہ ان لوگوں نے کیا تھا۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کی لوگوں کے نزدیک چند خصلتوں کی وجہ سے نہایت ہی عظیم قدر تھی' شدید تقویٰ' پرہیزگاری وحق گوئی' بادشاہ وغیرہ کے سامنے' بادشاہ سے کنارہ کشی اور علم جس کے مشابہ کسی کا علم نہ تھا' اس کے بعد مضبوط رائے' عمدہ رائے بھی کیسی اچھی مدد ہے' یہ سب سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ میں اس زہد وفقر کی وجہ سے تھا جس میں ایسی عزت ہے جو بغیر کسوٹی کے نہیں معلوم ہوسکتی' میں ان کے روبرو کوئی مسئلہ نہیں بیان کرسکتا تھا یہاں تک کہ میں کہتا تھا کہ فلاں نے یہ یہ کہا اور فلاں نے اس اس طرح کہا' اور وہ اسی وقت جواب دے دیتے تھے۔

زہری سے مروی ہے کہ میں ثعلبہ بن ابی مالک کے پاس بیٹھا کرتا تھا انہوں نے مجھ سے ایک روز کہا تم یہ چاہتے ہو' میں نے کہا ہاں' انہوں نے کہا کہ تمہیں سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت لازم ہے' پھر میں ایک دن کی طرح دس سال ان کے ساتھ بیٹھا۔

فقیہان ومفتیان مدینہ:

سلیمان بن عبدالرحمٰن بن جناب سے مروی ہے کہ میں مہاجرین اور انصار کے تابعین سے ملا جو مدینے میں فتویٰ دیتے تھے' مہاجرین کے تابعین میں سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ' سلیمان بن یسار' ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام' ابان بن عثمان بن عفان' عبداللہ بن عامر بن ربیعہ' ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن' عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ' عروہ بن زبیر' قاسم اور سالم تھے' انصار کے تابعین میں سے خارجہ بن زید بن ثابت' محمود بن لبید' عمر بن خلدہ الزرقی' ابوبکرؒ بن محمد بن عمرو بن حزمؒ اور ابوامامہ بن سہل بن حنیف تھے۔

ابن جریج سے مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد جو لوگ مدینے میں فتویٰ دیتے تھے' ان میں سائب بن یزید' مسور بن مخرمہ' عبدالرحمٰن بن حاطب اور عبداللہ بن عامر بن ربیعہ تھے' یہ دونوں' عبدالرحمٰن وعبداللہ' عمرؓ بن الخطاب رضی اللہ عنہما کی پرورش میں تھے' اور ان دونوں کے والد بدری تھے' (جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے) اور عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک تھے۔

عبدالرحمٰن بن ابی الزناد نے اپنے والد سے روایت کی کہ وہ سات آدمی جن سے مدینے میں مسائل پوچھے جاتے تھے اور جن کا قول آخر مانا جاتا تھا وہ سعید بن المسیب' ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام' عروہ بن زبیر' عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ' قاسم بن محمد' خارجہ بن زید اور سلیمان بن یسار تھے۔

سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ:

عبداللہ بن یزید الہذلی سے مروی ہے کہ میں نے سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے سنا کہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کے بقیہ ہیں' میں نے ایک سائل سے سنا جو سعید بن المسیب کے پاس آیا کہ وہ کہتے تھے کہ سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاؤ کیونکہ جو آج باقی ہیں وہ ان میں سب سے زیادہ عالم ہیں۔

عمرو بن دینار سے مروی ہے کہ میں نے حسن بن محمدؒ بن علی بن ابی طالب کو کہتے سنا کہ ہمارے نزدیک سلیمان بن یسار' سعید بن المسیب سے زیادہ سمجھ والے ہیں۔

قتادہ سے مروی ہے کہ میں مدینے آیا' وہاں کے باشندوں میں سب سے زیادہ مسائل طلاق کے جاننے والے کو پوچھا تو لوگوں نے کہا کہ سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

ابوبکر بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ:

جامع بن شداد سے مروی ہے کہ ہم لوگ حج کے لیے روانہ ہوئے اور مکے آئے' میں نے اہل مکہ میں سب سے زیادہ عالم کو پوچھا تو کہا گیا کہ ابوبکر بن عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام کو اختیار کرو۔

عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما:

عمرو بن دینار سے مروی ہے کہ جابر بن زید نے میرے پاس چند مسائل بھیجے کہ میں انہیں عکرمہ سے پوچھوں اور کہنے لگے کہ عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) ہیں' یہ دریا ہیں اس لیے ان سے دریافت کرو۔

سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ اگر عکرمہ لوگوں سے اپنی حدیث روک لیں تو ان کے پاس سواری کے اونٹ بندھے رہیں۔

طاؤس سے مروی ہے کہ اگر یہ مولائے ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ سے ڈرے اور اپنی حدیث روک لے تو ان کے پاس سواریاں بندھی رہیں۔

سلام بن مسکین سے مروی ہے کہ عکرمہ تفسیر کے سب سے بڑے عالم تھے۔

ایوب سے مروی ہے کہ عکرمہ نے کہا کہ میں بازار جاتا ہوں اور آدمی کو بات کہتے سنتا ہوں تو اس سے بھی میرے لیے علم کے پچاس دروازے کھل جاتے ہیں۔

ابواسحاق سے مروی ہے کہ عکرمہ آئے' انہوں نے سعید بن جبیر موجود ہی تھے کہ حدیث بیان کی' تیس گرہیں لگائیں اور کہا کہ حدیث صحیح بیان کی۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما میرے پاؤں میں بیڑی ڈال دیتے تھے اور مجھے قرآن و حدیث کی تعلیم دیتے تھے۔

سعید بن یزید سے مروی ہے کہ ہم عکرمہ کے پاس تھے' انہوں نے کہا کہ تم لوگوں کو کیا ہوا' کیا تم لوگ نہیں ہو' ان کی مراد یہ تھی کہ میں تمہیں اپنے سے سوال کرتے نہیں دیکھتا۔

عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ:

ابی جعفر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ مناسک حج کا عالم کوئی نہیں رہا۔

اسماعیل بن امیہ سے مروی ہے کہ عطاء کلام کرتے تھے' جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا ان کی تائید کی جاتی ہے۔

ابن جریج سے مروی ہے کہ جب عطاء کوئی بات بیان کرتے تھے تو میں پوچھتا تھا کہ یہ علم ہے یا رائے' اگر وہ منقول ہوتی تھی تو کہتے تھے علم ہے اور اگر ان کی رائے ہوتی تھی تو کہتے تھے کہ رائے ہے۔

اسلم منقری سے مروی ہے کہ ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا کہ ابو محمد کہاں ہیں' اس کی مراد عطاء سے تھی' لوگوں نے سعید کی طرف اشارہ کیا' اس نے پھر کہا کہ ابو محمد کہاں ہیں؟ سعید نے کہا کہ اس جگہ ہمارے لیے عطاء کے ساتھ کوئی چیز نہیں ہے' (یعنی عطاء یہاں نہیں ہیں)۔

سلمہ سے مروی ہے کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس علم سے اسے اللہ کی خوشنودی مقصود ہو سوائے ان تین کے عطاء' طاؤس اور مجاہد۔

حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ مجھ سے طاؤس نے کہا کہ جب میں تم سے کوئی حدیث بیان کروں جو میں تمہیں عطا کردوں تو اسے کسی سے نہ پوچھو۔

عمرہ بنت عبدالرحمٰن وعروہ بن زبیر:

عبداللہ بن دینار سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو لکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی جو حدیث یا گزشتہ سنت یا عمرہ بنت عبدالرحمٰن کی جو حدیث' دیکھو تو اسے لکھو' کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور اہل علم کے گزر جانے کا اندیشہ ہے۔

محمد بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ مجھ سے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کوئی شخص حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا ان سے یعنی عمرہ سے زیادہ جاننے والا نہ رہا' انہوں نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ ان سے پوچھا کرتے تھے۔

عبدالرحمٰن بن قاسم سے مروی ہے کہ میں نے قاسم کو عمرہ سے مسئلہ پوچھتے سنا۔

ابن شہاب کہتے تھے کہ جب مجھ سے عروہ حدیث بیان کرتے تھے پھر عمرہ حدیث بیان کرتی تھیں تو میرے نزدیک عروہ کی حدیث صحیح ہوتی تھی' جب میں دونوں کی گہرائی میں گیا تو عروہ کو ایسا دریا پایا جس کا سارا پانی نہیں نکالا جاسکتا۔

حماد بن زید سے مروی ہے کہ میں نے ہشام بن عروہ سے سنا کہ میرے والد کہتے تھے کہ تم لوگوں نے کون سا علم حاصل کیا' کیونکہ آج تم لوگ چھوٹے ہو' اور قریب ہے کہ تم لوگ بڑے ہو جاؤ گے' ہم نے تو صغر سنی میں علم حاصل کیا تھا اور ہم بڑے ہو گئے' آج ہم اس حالت کو پہنچ گئے کہ ہم سے مسائل پوچھے جاتے ہیں۔

محدث جلیل ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ:

ابراہیم بن سعد نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے بعد اتنا علم جمع کیا ہو جتنا ابن شہاب نے جمع کیا۔

سفیان بن عیینہ سے مروی ہے کہ مجھ سے ابوبکر الہذلی نے جو حسن اور ابن سیرین کی مجلس میں بیٹھے تھے کہا کہ اس حدیث کے لیے میری یہ حدیث یاد رکھو جسے زہری نے بیان کیا' ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے ان کا یعنی زہری کا مثل کبھی نہیں دیکھا۔

مطرف بن عبداللہ نے کہا کہ میں نے مالک بن انس کو کہتے سنا کہ مدینے میں سوائے ایک کے میں نے فقیہ محدث کسی کو نہیں پایا' میں نے کہا کہ وہ کون ہے' انہوں نے کہا کہ ابن شہاب زہری۔

معمر سے مروی ہے کہ زہری سے کہا گیا کہ لوگوں کا گمان ہے کہ آپ آزاد کردہ غلاموں سے حدیث نہیں بیان کرتے' انہوں نے کہا کہ میں ضرور ان سے حدیث بیان کرتا ہوں' لیکن جب میں مہاجرین وانصار کے فرزندوں کو پاتا ہوں تو ان پر وہ بھروسہ کرتا ہوں جو ان کے علاوہ دوسروں پر نہیں کرتا۔

عبدالرزاق سے مروی ہے کہ میں نے عبیداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب میں بڑا

ہوا تو طلب علم کا ارادہ کیا' میں آل عمر رضی اللہ عنہ کے اساتذہ میں سے ایک ایک شخص کے پاس جانے لگا' میں کہتا تھا کہ آپ نے سالم سے کیا سنا' جب کبھی میں ان میں سے کسی ایک کے پاس جاتا تو وہ کہتا کہ تم ابن شہاب کو اختیار کرو' کیونکہ ابن شہاب' سالم کے ساتھ رہتے تھے' حالانکہ ابن شہاب اس وقت شام میں تھے' پھر میں نافع کے ساتھ ہو گیا' اللہ نے اس ساتھ رہنے میں خیر کثیر کر دی۔

صالح بن کیسان سے مروی ہے کہ میں اور زہری جمع ہوئے' تو ہم نے کہا کہ ہم احادیث لکھ لیں انہوں نے کہا کہ جو روایتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آئی ہیں وہ ہم نے لکھ لی ہیں' انہوں نے کہا کہ جو روایتیں صحابہ رضی اللہ عنہم سے آئی ہیں وہ بھی ہم لکھ لیں گے' کیونکہ وہ بھی سنت ہیں' میں نے کہا کہ وہ سنت نہیں ہیں' اس لیے ہم انہیں نہیں لکھیں گے' انہوں نے لکھا اور میں نے نہیں لکھا' وہ کامیاب رہے اور میں ناکام رہا۔

راوی نے کہا کہ یعقوب بن ابراہیم بن سعد نے اپنے والد سے روایت کی کہ ابن شہاب علم میں ہم سے کچھ آگے نہ بڑھے' سوائے اس کے کہ ہم مجلس میں آتے تھے تو وہ آگے بڑھ جاتے تھے' اپنا کپڑا اپنے سینے پر باندھ لیتے تھے اور جو چاہتے تھے پوچھتے تھے اور ہمیں صغر سنی مانع ہوتی تھی۔

زہری سے مروی ہے کہ ہم علم کا لکھنا ناپسند کرتے تھے' یہاں تک کہ ہمیں ان امراء نے لکھنے پر مجبور کیا' تو ہم نے سمجھا کہ مسلمانوں میں سے کوئی شخص لکھنے کو نہ روکے گا۔

ایوب سے مروی ہے کہ میں نے زہری سے زیادہ عالم کسی کو نہیں دیکھا۔

مکحول سے مروی ہے کہ میں سنت ماضیہ کا زہری سے زیادہ عالم کسی کو نہیں جانتا۔

عبدالرزاق سے مروی ہے کہ میں نے معمر سے سنا کہ ہم لوگ یہ سمجھا کرتے تھے کہ ہم زہری سے بڑھ گئے' یہاں تک کہ ولید قتل کیا گیا' اتفاق سے دفاتر اس کے خزانوں سے چوپایوں پر لادے گئے جنہیں کہتا تھا کہ یہ زہری کا علم ہے۔